جلد: 1

اِحیاءُ العُلوم

(مُترجَم)

مُصنِّف

حُجّۃُ الاسلام حضرتِ سیّدُنا امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

مکتبۃ المدینہ

(دعوتِ اسلامی)

MC 1286

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

شعبہ تراجم کتب

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرتِ علّامہ مولانا ابو بِلال **محمد الیاس عطّار قادِری رَضَوی** دامت برکاتہم العالیہ کا ایک اہم مکتوب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ جہاں میرے آقا اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ **امام اَحمد رضا خان** عَلَیہِ رَحمَۃُ الرَّحمٰن کا عقائد واعمال کی پختگی کے مُعاملے میں مجھ پر فیضان ہے وہاں باطن کی اِصلاح میں حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا **امام محمد بن محمد بن محمد غزالی** عَلَیہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوالی کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ سیِّدُنا امام غزالی عَلَیہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوالی کی **مِنہاجُ العابِدین** اور **اِحیاءُ الْعُلُوم** وغیرہ پڑھتے ہوئے بارہا ایسا محسوس ہوتا ہے، گویا مجھے ہی کان پکڑ کر سمجھا رہے ہیں کہ ”بڑا نیک بنا پھرتا ہے ذرا اپنے آپ کو تو دیکھ! تجھ میں تو یہ بھی خرابی ہے اور تیرے اندر تو وہ بھی بُرائی ہے، نیز جب بھی پڑھوں ایسا لگتا ہے کہ روح کو نئی نئی غذائیں مل رہی ہیں، ان کی کُتُب ایک آدھ بار پڑھ کر رکھ دینے والی نہیں، زندگی کے آخری سانس تک پڑھے جانے کے لائق ہیں۔“ سرکارِ اعلیٰ حضرت اور سیِّدُنا امام غزالی رحمہما اللّٰہ تعالیٰ کی مبارک کتابیں اگر مُطالَعے میں نہ آتیں تو شاید میں برباد ہوجاتا! خدا کی قسم! حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوالی نے **اِحیاءُ الْعُلُوم** لکھ کر اُمّت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ دعوتِ اسلامی کے تمام جامِعاتُ المدینہ اور مدارِسُ المدینہ کے جملہ اساتِذہ، ناظِمین وناظِمات، طَلَبہ وطالِبات، سبھی مُبلِّغین ومبلِّغات تمام اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کی نیز **مَدَنی چینل** کے ناظرین کی خدمات میں میری دست بستہ مَدَنی اِلتجا ہے کہ **اِحیاءُ الْعُلُوم** کا مُطالَعہ نہ کیا ہو تو پہلی فرصت میں فرمالیں۔ امام غزالی عَلَیہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوالی شافِعیُ الْمذہب تھے لہٰذا آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیہ کے بیان کردہ فِقہی مسائل میں حنفی، مالِکی اور حنبلی حضرات اپنے اپنے عُلمائے کرام سے رہنمائی حاصل کریں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ بغدادِ معلّٰی میں اپنے مزارِ فائض الانوار میں آرام فرمانے والے میرے آقا وامام حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوالی پر ہر آن کروڑ ورحمتوں کا نُزُول فرمائے اور ان کے طُفیل مجھ گنہگاروں کے سردار کو بے حساب بخشے۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع ومغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

۱۰ جُمادی الاُولیٰ ۱۴۳۳ھ

03-04-2012

ایک چُپ سو سُکھ

حلال وحرام کی پہچان کے لئے اِحْیَاءُ الْعُلُوْم اسلام کی اعلیٰ ترین کتب میں سے ہے۔(فرمان علامہ عراقی)

اگر تمام علوم ناپید ہوجائیں تو میں اِحْیَاءُ الْعُلُوْم سے سب کو نکال لوں گا۔(فرمان امام کازرونی)

اگر کافر اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی ورق گردانی کرلے تو مسلمان ہوجائے۔(فرمان امام سقاف)

اِحیاءُ الْعُلُوم مترجَم (جلد:1)

مُصَنِّف

حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا اِمام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۵۰۵ھ)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ　　　　وعلٰی اٰلک و اصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	:	احیاء العلوم مترجم (جلد: 1)
مؤلف	:	حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (اَلْمُتَوفّٰی ۵۰۵ھ)
مترجمین	:	مدنی علما (شعبہ تراجم کتب)
سن طباعت	:	ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق فروری 2012ء
قیمت	:	

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

❁......**کراچی** : شہید مسجد، کھارادر　　فون:021-32203311

❁......**لاہور** : داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ　　فون:042-37311679

❁......**سردار آباد** : (فیصل آباد) امین پور بازار　　فون:041-2632625

❁......**کشمیر** : چوک شہیداں، میرپور　　فون:058274-37212

❁......**حیدر آباد** : فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن　　فون:022-2620122

❁......**ملتان** : نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ　　فون:061-4511192

❁......**اوکاڑہ** : کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال　　فون:044-2550767

❁......**راولپنڈی** : فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ　　فون:051-5553765

❁......**خان پور** : دُرانی چوک، نہر کنارہ　　فون:068-5571686

❁......**نواب شاہ** : چکرا بازار، نزد MCB　　فون:0244-4362145

❁......**سکھر** : فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ　　فون:071-5619195

❁......**گوجرانوالہ** : فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ　　فون:055-4225653

❁......**پشاور** : فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail.ilmia@dawateislami.net

مدنی التجاء: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں۔

یاد داشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی۔

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

ضمنی فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
اس کتاب کو پڑھنے کی نیتیں	5
اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیه کا تعارف (از امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ)	6
پہلے اسے پڑھ لیجئے!	8
تعارف مصنف	14
اِبتدائیہ	36
عِلم کا بیان	42
باب نمبر1: علم، تعلیم اور تعلم کی فضیلت اور اس کے عقلی و نقلی دلائل کا بیان	42
پہلی فصل: عِلم کی فضیلت	42
دوسری فصل: عِلم حاصل کرنے کی فضیلت	55
تیسری فصل: علم سکھانے کی فضیلت	59
چوتھی فصل: علم کی فضیلت پر عقلی دلائل	66
باب نمبر2: محمود و مذموم علوم اور ان کی اقسام واحکام	71
پہلی فصل: فرضِ عین علم کا بیان	71
دوسری فصل: فرضِ کفایہ علم کا بیان	78
تیسری فصل: عِلمِ طریقِ آخرت کی اَقسام	87
سیِّدُنا اِمام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے فضائل ومناقب	100
سیِّدُنا اِمام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کے فضائل ومناقب	111
سیِّدُنا اِمام اَعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے فضائل ومناقب	115
مناقبِ امام احمد بن حنبل اور امام ثوری	118
باب نمبر3: ان مذموم علوم کا بیان جنہیں لوگ اچھا سمجھتے ہیں	119
پہلی فصل: بعض علوم کے مذموم ہونے کا سبب	119
دوسری فصل: الفاظِ علوم میں تبدیلی کا بیان	126
تیسری فصل: اچھے علوم کی قابلِ تعریف مقدار کا بیان	148
باب نمبر4: لوگوں کے اختلاف میں پڑنے کی وجہ، مناظرہ کی آفات کی تفصیل اور اس کے جواز کی شرائط	155
پہلی فصل: مناظروں کو صحابہ کے مشوروں اور اسلاف کے مذاکروں سے مشابہت دینا دھوکا ہے	157
دوسری فصل: مناظرے کی آفات اور اس سے جنم لینے والی ہلاکت خیز عادات	164
باب نمبر5: شاگرد اور اُستاذ کے آداب	173
پہلی فصل: طالب علم کے آداب	173
دوسری فصل: راہنما استاذ کے فرائض	190
اُستاذ کے آداب	191
باب نمبر6: علم کی آفات، علمائے آخرت اور علمائے سُوء کی علامات کا بیان	201
پہلی فصل: علمائے سوء کی نشانیاں	201
دوسری فصل: علمائے آخرت کی 12 نشانیاں	207
باب نمبر7: عقل، اس کی عظمت، حقیقت اور اَقسام کا بیان	283
پہلی فصل: عقل کی عظمت	283
دوسری فصل: عقل کی حقیقت اور اس کی اقسام	289
تیسری فصل: عقل کے اعتبار سے انسانی نفوس میں تفاوت	296

مضامین	صفحہ نمبر
عقائد کا بیان	301
پہلی فصل: پہلے اسلامی رکن کلمۂ شہادت کے متعلق عقیدۂ	
اہلسنّت کی وضاحت	301
کلمۂ شہادت کے پہلے جز عقیدۂ توحید کی وضاحت	302
کلمۂ شہادت کے دوسرے جز کی وضاحت	306
دوسری فصل: مرحلہ وار رہنمائی کرنے کی وجہ اور اعتقاد کے	
درجات کا بیان	310
علم کلام اور متکلمین کے بارے میں علما کی آرا	313
تیسری فصل: الرسالة القدسيه في قوائد العقائد	346
ایمان کے چار بنیادی اَرکان	346
چوتھی فصل: ایمان اور اسلام کے مابین اتصال وانفصال،	
ان کے گھٹنے بڑھنے اور اسلاف کا اس میں (	
کے ساتھ) استثنا کرنے کی وجہ کا بیان	365
طہارت کا بیان	396
باب نمبر1: نجاست سے طہارت حاصل کرنا	405
پہلی فصل: زائل کی جانے والی نجاست کا بیان	405
دوسری فصل: نجاست زائل کرنے والی چیز	408
تیسری فصل: نجاست زائل کرنے کے طریقے	409
باب نمبر2: نجاست حکمی سے پاکی حاصل کرنا	410
قضائے حاجت کے آداب	410
وضو کا طریقہ	416
غسل کا طریقہ	427
تَیَمُّم کا بیان	429
باب نمبر3: ظاہری نجاستوں سے پاکی حاصل کرنا	431
نماز کا بیان	454
باب نمبر1: نماز، سجود، جماعت اور اذان وغیرہ کے فضائل	455
پہلی فصل: اذان کی فضیلت	455
دوسری فصل: فرض نماز کی فضیلت	457
تیسری فصل: ارکانِ نماز پورا کرنے کی فضیلت	460
چوتھی فصل: نمازِ باجماعت کے فضائل	462
پانچویں فصل: فضائلِ سجدہ	465
چھٹی فصل: خشوع کی فضیلت	467
ساتویں فصل: مسجد اور جائے نماز کی فضیلت	474
باب نمبر2: ظاہری اعمال کی کیفیت وآداب کا بیان	477
پہلی فصل: نماز میں ظاہری اعمال کی کیفیت اور تکبیرِ تحریمہ	
سے ابتدا کرنا	477
دوسری فصل: ممنوعاتِ نماز	487
تیسری فصل: فرائض وسنن میں فرق	491
باب نمبر3: اعمالِ قلب کی باطنی شرائط	495
پہلی فصل: خشوع، خضوع اور حضوریٔ قلب کی شرائط	495
دوسری فصل: نماز مکمل کرنے والے باطنی امور	501
تیسری فصل: حضورِ قلب میں نفع بخش دوا	507
چوتھی فصل: نماز میں حضوریٔ قلب کی تفصیل	512
نماز کی شرائط وفرائض	512
پانچویں فصل: خشوع، خضوع سے نماز پڑھنے والوں کی حکایات	529
باب نمبر4: امامت کا بیان	535

مضامین	صفحہ نمبر
پہلی فصل: امام پر نماز سے پہلے کے، نیز قراءت، ارکان اور سلام کے بعد کے لازم اُمور	535
دوسری فصل: قراءَت میں امام کی ذمّہ داری	542
تیسری فصل: ارکانِ نماز میں امام ومقتدی کی ذمّہ داریاں	545
چوتھی فصل: سلام پھیرنے کے بعد امام کی ذمّہ داری	548
باب نمبر5: جمعۃ المبارک کا بیان	550
پہلی فصل: جمعہ کی فضیلت	550
دوسری فصل: جمعہ کی شرائط	554
تیسری فصل: عادت کی ترتیب کے مطابق آدابِ جمعہ کا بیان	557
چوتھی فصل: جمعہ کی سنتیں اور آداب	573
باب نمبر6: متفرق مسائل کا بیان	584
باب نمبر7: نوافل کا بیان	594
اتوار کے نوافل	605
پیر کے نوافل	606
منگل کے نوافل	607
بدھ کے نوافل	607
جمعرات کے نوافل	608
جمعہ کے نوافل	608
ہفتہ کے نوافل	609
شبِ اتوار کے نوافل	609
شبِ پیر کے نوافل	610
شبِ منگل کے نوافل	610
شبِ بدھ کے نوافل	611

مضامین	صفحہ نمبر
شبِ جمعرات کے نوافل	612
شبِ جمعہ کے نوافل	612
شبِ ہفتہ کے نوافل	613
ماہِ رجب المرجب کے نوافل	618
ماہِ شعبان المعظم کے نوافل	619
(1)......گرہن کی نماز	620
(2)......نمازِ استسقا	621
(3)......نمازِ جنازہ	622
(4)......تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد	625
(5)......تَحِیَّۃُ الْوُضُو	627
(6)......گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کے نوافل	627
(7)......نمازِ استخارہ	628
(8)......نمازِ حاجت	629
(9)......صلوٰۃُ التَّسْبِیْح اور اس کی فضیلت	631
زکوٰۃ کا بیان	635
پہلی فصل: زکوٰۃ کی اقسام اور اس کے وجوب کے اسباب	637
دوسری فصل: زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی ظاہری و باطنی شرائط	646
تیسری فصل: زکوٰۃ لینے والا، مستحق ہونے کے اسباب اور قبضہ کے وظائف	672
چوتھی فصل: نفلی صدقہ کے فضائل اور لینے دینے کے آداب	684
روزوں کا بیان	700
پہلی فصل: روزے کے واجبات، ظاہری سنتیں اور روزہ توڑنے والے لازم امور کا بیان	705

مضامین	صفحہ نمبر
دوسری فصل: روزے کے اسرار اور اس کی باطنی شرائط	712
تیسری فصل: نفلی روزے اور ان میں وظائف کی ترتیب	720
حج کا بیان	726
باب نمبر1: فضائل حج کا بیان	727
پہلی فصل: حج ،بیتُ اللہ، مکہ و مدینہ کے فضائل اور مساجد کی جانب سفر کرنے کا بیان	727
دوسری فصل: وجوب حج کی شرائط، ارکان کی درستی اور واجبات وممنوعات کا بیان	744
باب نمبر2: ابتدائے سفر سے واپسی تک کے دس آداب	753
طواف کا طریقہ	765
باب نمبر3: حج کی باریکیاں اور باطنی اعمال	793
تلاوتِ قرآن کا بیان	821
باب نمبر1: قرآن اور قاریٔ قرآن کی فضیلت	823
باب نمبر2: تلاوت کے ظاہری آداب	831
باب نمبر3: تلاوت کے باطنی آداب	846
باب نمبر4: فہم قرآن اور تفسیر بالرائے کا بیان	875
ذکرُ اللہ اور دُعاؤں کا بیان	885
باب نمبر1: قرآن وحدیث اور اقوالِ اسلاف سے ذکر اللہ کے فضائل وفوائد کا بیان	886
پہلی فصل: ذکر اللہ کی فضیلت	886
دوسری فصل: مجالسِ ذکر کی فضیلت	891
تیسری فصل: کلمۂ توحید پڑھنے کے فضائل	893
چوتھی فصل: سُبْحٰنَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور دیگر اَذکار کے فضائل	896
پانچویں فصل: حقیقتِ ذکر اور اس کے فوائد	901
باب نمبر2: استغفار، درود اور دعا کے فضائل وآداب	907
پہلی فصل: دُعا کی فضیلت	907
دوسری فصل: دُعا کے دس آداب	908
قحط سالی کے متعلق 12 حکایات	919
تیسری فصل: درود پاک کی فضیلت اور عظمتِ مصطفٰے	924
چوتھی فصل: استغفار کی فضیلت	929
باب نمبر3: انبیائے کرام وبزرگان دین سے منقول 16 دعائیں	937
باب نمبر4: قرآن وحدیث میں وارد نماز کے بعد کی دعائیں	952
باب نمبر5: مختلف مسنون دعائیں	964
اوراد کی ترتیب اور شب بیداری کی تفصیل کا بیان	981
باب نمبر1: اَوراد کی فضیلت اور ترتیب واَحکام کا بیان	983
اَوراد کی تعداد اور ترتیب کا بیان	989
دن کے وظائف کی تفصیل	989
رات کے وظائف کا بیان	1014
احوال بدلنے سے وظائف کا بدل جانا	1034
باب نمبر2: قیامُ اللَّیل میں آسانی پیدا کرنے والے اسباب، شب بیداری کے لئے مستحب راتیں، مغرب وعشا کے درمیانی وقت اور شب بیداری کی فضیلت اور رات کے اوقات کی تقسیم کا بیان	1045
حکایات کی فہرست	1077
تفصیلی فہرست	1078
ماخذ ومراجع	1114
اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کی کتب کا تعارف	1119

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''فیضانِ امام غزالی جاری رہے گا'' کے 23 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''23 نیّتیں''

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵)

دومَدَنی پھول: ﴿۱﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿۲﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و (۲) صلوٰۃ اور (۳) تعوّذ و (۴) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دوعَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پرعمل ہوجائے گا)۔ (۵) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا۔ (۶) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور (۷) قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا۔ (۸) قرآنی آیات اور (۹) اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۱۰) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (۱۱) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور (۱۲) جہاں جہاں کسی صحابی یا بزرگ کا نام آئے گا وہاں رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پڑھوں گا۔ (۱۳) اس کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مؤلف کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۱۴) (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضرورت خاص خاص مقامات انڈر لائن کروں گا۔ (۱۵) (اپنے ذاتی نسخے کے) ''یادداشت'' والے صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۱۶) اولیا کی صفات کو اپناؤں گا۔ (۱۷) اپنی اصلاح کے لئے اس کتاب کے ذریعے علم حاصل کروں گا۔ (۱۸) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۹) اس حدیثِ پاک ''تَھَادَوْا تَحَابُّوْا'' ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ ﴿مؤطا امام مالک، الحدیث: ۱۷۳۱، ج۲، ص۴۰۷﴾ پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ (۲۰) اس کتاب کے مطالَعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا۔ (۲۱) اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لئے روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مَدَنی انعامات کا رسالہ پر کیا کروں گا اور ہر مدنی (اسلامی) ماہ کی 10 تاریخ تک اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا اور (۲۲) عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سفر کیا کروں گا۔ (۲۳) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشِرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدینۃ العلمیہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ

مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّاؔر** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''**المدینۃ العلمیہ**'' بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کتبِ اعلیٰحضرت (۲) شعبۂ تراجم کتب (۳) شعبۂ درسی کُتُب

(۴) شعبۂ اصلاحی کتب (۵) شعبۂ تفتیشِ کتب (۶) شعبۂ تخریج

''**المدینۃ العلمیہ**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دِین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ''**دعوتِ اسلامی**'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیہ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ۔

﴾......تین پیسے کا وبال......﴿

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **1548** صَفحات پر مشتمل کتاب ''**فیضانِ سنّت**'' صَفحہ **900** پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے قرضے کی ادائیگی میں سستی اور جھوٹے حِیَل (ح-ی-ل) و حجت کرنے والے شخص زید کے بارے میں استفسار ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا: ''زید فاسق و فاجر، مرتکب کبائر، کذاب، مستحق عذاب ہے اس سے زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے! اگر اس حالت میں مرگیا اور دَین (قرض) لوگوں کا اس پر باقی رہا، اس کی نیکیاں ان (قرضخواہوں) کے مطالبہ میں دی جائیں گی۔ کیونکر دی جائیں گی (یعنی کس طرح دی جائیں گی۔ یہ بھی سن لیجئے!) تقریباً ''**تین پیسہ**'' دَین (قرض) کے عِوض (یعنی بدلے) **سات سو نمازیں باجماعت** (دینی پڑیں گی)۔ جب اس (قرض دبا لینے والے) کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن (قرضخواہوں) کے گناہ اِس (مقروض) کے سر پر رکھے جائیں گے اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(فتاوی رضویہ، ج۲۵، ص۶۹، ملخصًا)

پہلے اسے پڑھ لیجئے!

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے عالَمِ دنیا کو وجود بخشا، اس میں قسم قسم کی مخلوق پیدا فرمائی۔ حضرت انسان کی تخلیق فرما کر اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ موت وحیات کو پیدا کر کے تخلیق انسانی کا مقصد بھی بیان فرما دیا تاکہ کوئی کم عقل یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد محض کھانا پینا، سونا، جنسی خواہشات کی تکمیل، فتح ونصرت، غلبہ واقتدار اور دوسروں پر تسلط قائم کرنا ہے، یہ سوچ ونظریہ بالکل فاسد ہے کیونکہ یہ ایسی باتیں ہیں جو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہیں تو پھر اس میں انسان کی خصوصیت کیا معنی رکھتی ہے۔ انسان کی بادشاہی وسرفرازی کی وجہ یہ ہے کہ اسے ایک ایسی صفت عطا کی گئی ہے جو اس کا بنیادی کمال ہے اور وہ ہے عقل، جس کے ذریعے وہ شیطان ونفسانی خواہشات پر قابو پا کر دیگر مخلوقات پر رفعت پاتا اور معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقل کے درست استعمال کے سبب بعض انسان بعض فرشتوں سے افضل اور غلط استعمال کے باعث جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ تخلیق انسانی کا مقصد تو یہ تھا جسے قرآن حکیم نے بیان فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴿۵۶﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

چاہیے تو یہی تھا کہ اپنے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے عقل کا درست استعمال کیا جاتا لیکن انسان اس مقصد سے رو گرداں ہے۔ مگر ایسے ماحول میں کچھ خوش نصیب وہ بھی ہیں جو اس مقصد کو پانے کے لئے کوشاں ہیں اور اس کے لئے حصولِ علم کے بعد شارعِ عمل پر گامزن ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان میں سے بھی زیادہ تر اپنے ظاہر کو سنوارنے کی کاوش میں ہیں اور باطن کی پاکیزگی کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ علم وعمل ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں۔ جیسا کہ حضرت **سیِّد علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش** رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''عمل بغیر علم کے عمل نہیں کہلاتا کیونکہ عمل اس وقت تک عمل نہیں بنتا جب تک اسے علم کی تائید حاصل نہ ہو اور عمل کا ثواب علم ہی کی وجہ سے ملتا ہے، لہٰذا عمل بغیر علم کے عمل نہیں بلکہ بدعملی ہے اور یوں ہی عمل کو علم سے جدا سمجھنا جہالت ہے اور یہ خیال کرنا کہ محض علم عمل سے افضل ہے، درست نہیں کیونکہ عمل کے بغیر علم، علم نہیں کہلاتا اور علم پر عمل نہ ہو تو حصولِ علم کا ثواب نہیں ملتا۔''[1]

---

[1]...... کشف المحجوب، باب اثبات العلم، ص۱۱، ملخصًا۔

معلوم ہوا کہ علم وعمل ناگزیر ہیں مگر فقط ظاہری علم اور ظاہری عمل حقیقی فائدہ نہیں دے سکتا، باطن کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ جو ظاہر کو سنوارے لیکن باطن گندگیوں سے آلودہ ہو تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کو دعوت دینے کے بعد صرف اپنے گھر کے بیرونی حصے کی صفائی وستھرائی پر توجہ دے مگر اندرونی حصے میں گندگیوں کے ڈھیر لگے رہنے دے۔ ایسے شخص کو کوئی بھی عقل مند نہیں کہے گا۔ اسی طرح حصول علم کے بعد اگر بندہ صرف ظاہر کو خوب مزین و آراستہ کرے اور باطن کو نہ سنوارے تو وہ بھی عقل کا درست استعمال کرنے والا نہیں کہلائے گا۔ پھر یہ کہ جس قدر باطن کی اصلاح اور طہارت وصفائی زیادہ ہوتی جائے گی علم کا نفع بھی اسی قدر بڑھتا جائے گا۔

حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ''طہارت کے چار درجے ہیں: (۱) ظاہر کو ناپاکیوں، نجاستوں وغیرہ سے پاک کرنا (۲)......اعضاء کو جرائم اور گناہوں سے پاک کرنا (۳)......دل کو برے اخلاق اور ناپسندیدہ خصلتوں سے پاک کرنا (۴)...... باطن کو غیر اللّٰہ سے پاک کرنا۔''

چوتھے درجے کے متعلق فرماتے ہیں: ''اس سے مقصود دل میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی جلالت وعظمت کا ظہور اور معرفت خداوندی کا حصول ہے اور باطن میں معرفت الٰہی اس وقت تک جاگزیں نہیں ہوسکتی جب تک اسے غیر خدا کے خیال سے پاک نہ کرلیا جائے۔ نیز بندہ اس وقت تک باطن کو مذموم صفات سے پاک اور اچھی عادات سے آباد نہیں کرسکتا جب تک دل کو بری عادت سے پاک اور اچھے اخلاق سے مزین نہ کرلے اور جو شخص اعضاء کو ممنوعات سے بچا کر عبادات سے معمور نہ کرلے وہ بلند مقام پر فائز نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جب مطلوب قابلِ عز وشرف ہو تو اس کا راستہ دشوار اور طویل ہوتا ہے اور اس میں گھاٹیاں زیادہ ہوتی ہیں اور یہ محض خام خیالی ہے کہ باطن کی پاکیزگی باآسانی حاصل ہوجائے گی۔[1]

واضح ہوا کہ باطن کی اصلاح وصفائی کے لئے مجاہدات کی مشقت برداشت کرنا، نفس کا محاسبہ کرنا اور اس کے ساتھ جہاد لازم ہے اور یہ سب سے بڑا جہاد ہے۔ حضور رحمت عالَم، ہادیٔ برحق، مصطفٰے جان رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جہاد بالنفس کو جہاد اکبر فرمایا ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ''ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر (یعنی جہاد بالنفس) کی طرف لوٹے۔''[2]

---

❶......احیاء علوم الدین، کتاب الطھارت، ج۱، ص۱۷۳، ۱۷۴، ملخصًا۔
❷......احیاء العلوم، ج۲، ص۳۰۴۔

حضرت سیِّدُ نا علامہ سیِّد محمد بن محمد حسینی مرتضٰی زَبِیدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''جہاد بالنفس سے مراد یہ ہے کہ نفس کو رضائے الٰہی کے لئے عبادات پر مجبور کیا جائے اور نافرمانی سے روکا جائے، اسے جہاد اکبر اس لئے فرمایا گیا کہ جو اپنے نفس سے جہاد نہیں کرسکتا اس کے لئے خارجی دشمن سے جہاد کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ جو دشمن دو پہلوؤں کے درمیان ہے اور غالب ہے، جب اس سے جہاد نہیں ہو پا رہا تو خارجی دشمن سے جہاد کیونکر ممکن ہوگا لہٰذا خارجی کے مقابلے میں باطنی دشمن سے جہاد جہادِ اکبر ہے۔''(1)

پھر حقیقت تو یہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسی کا عمل قبول فرماتا ہے جس کا باطن پاک اور تقوٰی و پرہیزگاری سے مزین وآراستہ ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْؕ (پ۱۷،الحج:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

اور یوں ہی اس سلسلے میں یہ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُم یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ صرف تمہاری صورتیں اور تمہارے اموال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ فقط صورت نہیں دیکھتا سیرت بھی دیکھتا ہے۔(2)

زیرِ نظر کتاب حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد بن محمد بن احمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (متوفی ۵۰۵ھ) کی تصوف پر مشہور و معروف اور معرکۃ الآراء تصنیف ''اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن'' ﴿مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۸ء﴾ کی پہلی جلد کا ترجمہ ہے۔ یوں تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ہر تصنیف علم وعرفان کا بیش بہا خزانہ ہے مگر اِحْیَاءُ الْعُلُوْم ایسی کتاب ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا گہرا مطالعہ اور پھر بیان کردہ باتوں پر عمل تزکیہ نفس کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں روزمرہ زندگی کے کم وبیش تمام ہی معاملات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ الغرض قرآن وسنت کی تعلیمات کا نچوڑ اور سلف صالحین کی زندگیوں کا ماحاصل یہ کتاب انسان کو ''کامل انسان'' بنانے میں بے حد معاون ہے۔

---

1 ……اتحاف السادۃ المتقین، ج۷، ص۴۱۳۔

2 ……مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۱۲۸۔

چار جلدوں پر محیط یہ عظیم الشان کتاب اعمال کی چار اقسام پر مشتمل ہے، ہر جلد میں ایک قسم کے ظاہری و باطنی احکام مذکور ہیں۔ کتاب میں ایک مقدمہ، ایک خاتمہ اور 40 ابواب ہیں۔

پہلی جلد میں عبادات کا ذکر ہے جس میں درج ذیل 10 ابواب ہیں: (۱) علم کا بیان (۲) عقائد کا بیان (۳) طہارت کا بیان (۴) نماز کا بیان (۵) زکوۃ کا بیان (۶) روزہ کا بیان (۷) حج کا بیان (۸) آداب تلاوتِ قرآن کا بیان (۹) دعا و اذکار کا بیان (۱۰) اوراد کی ترتیب اور اوقات کا بیان۔

دوسری جلد میں عادات کا ذکر ہے جو درج ذیل 10 ابواب پر مشتمل ہے: (۱) آدابِ طعام کا بیان (۲) نکاح کا بیان (۳) روزگار کے احکام کا بیان (۴) حلال وحرام کا بیان (۵) آدابِ صحبت کا بیان (۶) گوشہ نشینی کا بیان (۷) آداب سفر (۸) وجد و سماع کا بیان (۹) اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر کا بیان (۱۰) آداب زندگی کا بیان۔

تیسری جلد میں مُهْلِكَات (ہلاکت میں ڈالنے والی باتوں) کا بیان ہے اس میں درج ذیل 10 ابواب ہیں: (۱) عجائبات قلب کا بیان (۲) ریاضت نفس کا بیان (۳) پیٹ اور نفس کی خواہشات کا بیان (۴) زبان کی آفات کا بیان (۵) غصہ، کینہ، حسد اور ان کے نقصانات کا بیان (۶) دنیا کی مذمت کا بیان (۷) مال کی محبت اور بخل کی مذمت کا بیان (۸) حب جاہ اور ریا کاری کا بیان (۹) تکبر اور خود پسندی کی مذمت کا بیان (۱۰) غرور کی مذمت کا بیان۔

چوتھی جلد میں مُنْجِيَات (نجات دلانے والے امور) کا بیان ہے اس میں بھی درج ذیل 10 ابواب ہیں: (۱) توبہ کا بیان (۲) صبر و شکر کا بیان (۳) خوف و رجا کا بیان (۴) فقر و زہد کا بیان (۵) توحید و توکل کا بیان (۶) شوق و محبت اور انس و رضا کا بیان (۷) نیت، اخلاص اور صدق کا بیان (۸) مراقبہ و محاسبہ کا بیان (۹) فکر و عبرت کا بیان (۱۰) موت اور مابعد الموت کا بیان۔

اس سے قبل اِحْيَاءُ الْعُلُوْم کے خلاصے ''لُبَابُ الْاِحْيَاء'' کا ترجمہ بنام ''اِحْيَاءُ الْعُلُوْم کا خلاصہ'' **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **''مکتبۃ المدینہ''** سے طبع ہو کر عوام و خواص میں مقبول ہو چکا ہے۔ **''اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش''** کے عظیم جذبہ کے تحت **دعوتِ اسلامی** کی خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی مجلس ''اَلْمَدِيْنَةُ الْعِلْمِيَّه'' کے **شعبہ تراجم کتب** (عربی سے اردو) کے مَدَنی علما کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے اس ترجمہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ مدنی علما اپنی مسلسل کاوشوں سے اب تک (ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ) 27 عربی کتب کے اردو میں تراجم پیش کر چکے ہیں جو انتخابِ عنوان

اور حسن صوری و معنوی کے اعتبار سے منفرد و ممتاز ہیں، ان کی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔ ان تراجم اور پیشِ نظر ترجمہ میں جو بھی خوبیاں ہیں یقیناً **ربِّ رحیم** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے **محبوب کریم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطاؤں، **اولیائے کرام** رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی عنایتوں اور شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی شفقتوں اور پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں ہماری لاشعوری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ اور اِحْیَاءُ الْعُلُوْم

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ سے کسی بھی عربی کتاب کا ترجمہ کم و بیش 16 مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔ جن میں تخریج، ترجمہ، تقابل آیات و ترجمہ، فارمیٹنگ، پروف ریڈنگ، تفتیش تخریج، مفید و ناگزیر حواشی، آیاتِ قرآنیہ کی پیسٹنگ، شرعی تفتیش اور مشکل الفاظ کی تسہیل و اعراب، فائنل پروف ریڈنگ وغیرہ ایسے کٹھن مراحل شامل ہیں۔

پیشِ نظر ترجمہ پر مذکورہ مراحل کے ساتھ ساتھ درج ذیل اُمور کا اِلتزام کیا گیا ہے:

﴿1﴾...... آیات مبارکہ کا ترجمہ امامِ اہلِ سنت مجدِّدِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ قرآن "**کنز الایمان**" سے لیا گیا ہے۔

﴿2﴾...... احادیث کریمہ کی تخریج اصل ماخذ سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور باقی حوالہ جات میں جو کتب دستیاب ہو سکیں ان سے تخریج کی گئی ہے۔

﴿3﴾...... حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی چونکہ شافعی المذہب ہیں اس لئے فقہی اعتبار سے اختلافی مسائل میں حتی المقدور احناف کا موقف حاشیہ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

﴿4﴾...... جن مقامات پر انتہائی پیچیدہ و مشکل ابحاث آئی ہیں، ان میں جہاں ممکن تھا وہاں آسان انداز میں بیان کر دیا گیا اور کہیں ان کا خلاصہ لکھا گیا اور جہاں ممکن نہ تھا ان ابحاث کو حذف کر دیا گیا ہے، اہلِ علم اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

﴿5﴾...... جہاں کہیں لغوی ابحاث نفسِ مضمون کے لئے لازم و ملزوم تھیں وہاں انہیں برقرار رکھا گیا ہے ورنہ حذف کر دی گئی ہیں۔ یوں ہی روایات وغیرہ میں جہاں کہیں تکرار تھا وہاں باعتبارِ ضرورت باقی رکھا گیا ہے ورنہ حذف کر دیا گیا ہے اور یہ گنتی کے چند مقامات ہیں۔

﴿6﴾......اہلسنّت کے اکابر مترجمین شَکَرَاللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَہُم کے دستیاب اردو تراجم سے بھی مدد لی گئی ہے۔

﴿7﴾......اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی شرح ''اِتِّحَافُ السَّادَۃِ الْمُتَّقِیْن'' کو بالالتزام سامنے رکھا گیا ہے۔

﴿8﴾......احادیثِ مبارکہ کا ترجمہ کرتے وقت اکابر مترجمین اہلسنّت کے اردو تراجم سے بھی راہ نمائی لی گئی ہے۔

﴿9﴾......کتاب کم وبیش 2300 حوالہ جات سے مزین وآراستہ ہے۔

﴿10﴾......حتی الامکان آسان اور عام فہم الفاظ استعمال کیے گئے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اسلامی بھائی مستفید ہوسکیں۔

﴿11﴾......اگر کہیں مشکل اور غیر معروف الفاظ ضروری تھے تو ان پر اعراب لگا کر ہلالین میں معانی ومطالب لکھ دیئے ہیں۔

﴿12﴾...... کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والوں تک وہی کیفیت پہنچے جو اصل کتاب میں جلوے لٹا رہی ہے۔

﴿13﴾......عربی عنوانات کو سامنے رکھتے ہوئے مستقل اردو عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔

﴿14﴾......روایت کے مضمون ومفہوم کے پیشِ نظر ذیلی عنوانات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

﴿15﴾......علاماتِ ترقیم (رموزِ اوقاف) کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

﴿16﴾......بطورِ وضاحت مفید وضروری حواشی بھی تحریر کیے گئے ہیں۔

﴿17﴾......ماٰخذ ومراجع کی فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔

﴿18﴾...... کتاب کی تین فہرستیں بنائی گئی ہیں: (۱)......ضمنی (۲)......تفصیلی (۳)......حکایات، ضمنی فہرست آغازِ کتاب میں اور تفصیلی وحکایات آخر میں دی گئی ہے۔

بارگاہ ربُّ العزت میں دعا ہے کہ ہمیں اس کتاب کو پڑھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسرے اسلامی بھائیوں بالخصوص علمائے کرام کَثَّرَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کو تحفۃً پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ نیز ہمیں **''اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش''** کرنے کے لئے **مدنی اِنعامات** پر عمل اور **مدنی قافلوں** میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بشمول مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجِمِ کتب (مجلس المدینۃ العلمیہ)

تعارُفِ مُصَنِّف

نام ونسب اور ولادتِ باسعادت:

آپ کی کنیت ابوحامد، لقب حُجَّۃُ الْاِسْلَام اور نامِ نامی، اسمِ گرامی محمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی غزالی شافعی رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی ہے۔آپ ۴۵۰ ھ میں خراسان کے ضلع طُوس کے علاقے طابِران میں پیدا ہوئے۔(۱) خراسان ایران کے مشرق میں واقع ایک وسیع صوبہ تھا۔موجودہ خراسان میں قدیم خراسان کا نصف بھی شامل نہیں ، کچھ افغانستان اور کچھ دیگر ممالک میں شامل ہو چکا ہے۔(۲)

ابتدائی حالات:

آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا محمد بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد شہر خراسان ہی میں اُون کات کر بیچا کرتے تھے یعنی پیشے کے لحاظ سے دھاگے کے تاجر تھے،اسی نسبت سے آپ کا خاندان ''غزالی'' کہلاتا ہے۔ابھی امام صاحب اور آپ کے بھائی حضرت سیِّدُنا احمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کم عمر ہی تھے کہ ۴۶۵ ھ میں والد محترم وصال فرما گئے۔انتقال سے پہلے انہوں نے اپنے ایک صوفی دوست حضرت سیِّدُنا ابوحامد احمد بن محمد راذ کانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کو وصیت کی تھی کہ ''میرا تمام اثاثہ میرے ان دونوں بیٹوں کی تعلیم و پرورش پر خرچ کر دیجئے گا۔'' وصیت کے مطابق ان کے والد گرامی کا سرمایہ ان کی تعلیم و پرورش پر صرف کر دیا گیا۔(۳)

عالم اولاد کی تمنا:

حضرت سیِّدُنا تاج الدین سُبکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے والد ماجد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاجِد بڑے نیک انسان تھے۔اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے یعنی اون کات کر فروخت کرتے تھے۔حضراتِ فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی مجالس میں حاضر ہوتے،ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے حتی المقدور اُن

---

1 ......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج١، ص٩۔

2 ......اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ج٨، ص٧٠٩۔

3 ......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج١، ص٩۔

پر خرچ کرتے اور ان کی مجالس میں خوفِ خدا سے تضرع وزاری کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے کہ ''مجھے بیٹا عطا کر اور اسے فقیہ (عالم) بنا۔'' نیز اسی طرح مجالسِ وعظ میں حاضر ہوتے۔ وہاں بھی رو رو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے کہ ''مجھے بیٹا عطا کر اور اسے واعظ بنا۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ (۱)

علمی زندگی

تعلیم کے لئے سفر:

ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں ہی حاصل کی جہاں کتبِ فقہ حضرت سیِّدُنا احمد بن محمد راذ کانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے پڑھیں...... ابھی عمر شریف 20 سال سے کم ہی تھی کہ (ایران کے مشرقی شہر) جرجان تشریف لے گئے وہاں حضرت سیِّدُنا امام ابو نصر اسماعیلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے۔ پھر اپنے شہر طوس لوٹ آئے...... ۴۷۳ھ میں (ایران کے قدیم شہر) نیشاپور میں حضرت سیِّدُنا اِمامُ الْحَرَمَیْن امام عبد الملک بن عبد اللہ جوینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی (متوفی ۴۷۸ھ) کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے اُصولِ دین، اختلافی مسائل، مناظرہ، منطق اور حکمت وغیرہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی...... ۴۷۸ھ میں حضرت سیِّدُنا اِمامُ الْحَرَمَیْن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے وصال کے بعد ان کی جگہ آپ کو اس منصب اعلیٰ پر فائز کیا گیا...... ۴۸۴ھ میں وزیر نِظَامُ الْمُلْک نے مدرسہ نظامیہ بغداد کے شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) کا عہدہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو پیش کیا جسے آپ نے قبول فرما لیا...... چار سال بغداد میں تدریس وتصنیف میں مشغولیت کے بعد حج کے ارادے سے مکہ معظّمہ روانہ ہوگئے۔ بقول علامہ ابن جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۵۹۷ھ) ''بغداد میں آپ کی مجلس درس میں بڑے بڑے علمائے کرام حاضر ہوتے جیسے اِمَامُ الْحَنَابِلَہ حضرت سیِّدُنا ابو الخطاب محفوظ بن احمد (متوفی ۵۱۰ھ) اور عالم العراق وشیخ الحنابلہ علی بن عقیل بغدادی (متوفی ۵۱۳ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا وغیرہ۔ یہ حضرات آپ سے اکتسابِ فیض کرتے اور آپ کے بیان پر حیرت کا اظہار کرتے اور آپ کے کلام کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے۔'' (۲) ...... ۴۸۹ھ میں دمشق پہنچے اور کچھ دن وہاں قیام فرمایا۔ ایک عرصہ بیتُ الْمُقَدَّس میں

---

1 ......طبقات الشافعية الكبرى، ج٦، ص١٩٤۔

2 ......المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج٩، ص١٦٨۔

گزارا۔ پھر دوبارہ دمشق تشریف لائے اور جامع دمشق کے مغربی منارے پر ذکر وفکر اور مراقبے میں مشغول ہو گئے دمشق میں زیادہ تر وقت حضرت سیِّدُ نا شیخ نصر مَقْدِسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کی خانقاہ میں گزرتا تھا......ملک شام میں 10 سال قیام فرمایا، اسی دوران اِحْیَاءُ الْعُلُوْم (۴ جلدیں)، جَوَاہِرُ الْقُرْآن، تفسیر یَاقُوْتُ التَّاوِیْل (۴۰ جلدیں) اور مِشْکَاۃُ الْاَنْوَار وغیرہ مشہور کتب تصنیف فرمائیں۔ پھر حجاز، بغداد اور نیشا پور کے درمیان سفر جاری رہا اور بالآخر اپنے آبائی شہر طوس واپس آ کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے اور تادمِ آخر وعظ و نصیحت، عبادت و ریاضت اور تصوف کی تدریس میں مشغول رہے۔ (۱)

اساتذۂ کرام:

آپ کے مشہور اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: **فقہ میں** حضرت سیِّدُ نا علامہ احمد بن محمد رَاذ کانی...... حضرت سیِّدُ نا امام ابو نصر اسماعیلی......حضرت سیِّدُ نا امام الحرمین ابو المعالی امام جُوَیْنی ۔**تصوّف میں** حضرت سیِّدُ نا ابو علی فضل بن محمد بن علی فارَمَذِی طُوسی......حضرت سیِّدُ نا یوسف سَجَّاج ۔**حدیث میں** حضرت سیِّدُ نا ابو سہل محمد بن احمد حَفْصِی مَرْوَزِی......حضرت سیِّدُ نا حاکم ابو الفتح نصر بن علی بن احمد حاکمی طُوسی......حضرت سیِّدُ نا ابو محمد عبد اللّٰہ بن محمد بن احمد خُوَاری......حضرت سیِّدُ نا محمد بن یحیٰی سُجَّاعی زَوْزَنی......حضرت سیِّدُ نا حافظ ابو فتیان عمر بن ابو الحسن رَوَاسی دِہِسْتانی...... اور حضرت سیِّدُ نا نصر بن ابراہیم مَقْدِسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ (۲)

حضرت سیِّدُ نا علامہ سیِّد مرتضٰی زَبِیْدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۱۲۰۵ھ) ''اِتِّحَافُ السَّادَۃِ الْمُتَّقِیْن'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں: ''علمِ کلام وجدل میں حضرت سیِّدُ نا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے مشائخ کے بارے میں علم نہ ہو سکا اور فلسفہ میں آپ کا کوئی استاذ نہ تھا جیسا کہ اپنی کتاب ''اَلْمُنْقِذُ مِنَ الضَّلَال'' میں آپ نے خود اس کی صراحت فرمائی ہے۔'' (۳)

---

1 ......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج۱، ص۹ تا ۱۱۔
شذرات الذهب، ج۴، ص۱۴۴ تا ۱۴۵۔

2 ......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج۱، ص۲۶۔

3 ......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج۱، ص۲۶۔

تلامذہ:

حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے بے شمار شاگرد تھے جن میں سے اکثر مُتَبَحِّرعَالِم ،فقیہ، محدث، مفسر اور مصنف کی حیثیت سے معروف ہیں۔ چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

قاضی ابونصر احمد بن عبد اللہ خُمَقْرِی (متوفی ۵۵۴ھ)......ابوالفتح احمد بن علی حنبلی (متوفی ۵۱۸ھ)[[مدرسہ نظامیہ میں متعدد علوم کے مدرس تھے]]......ابومنصور محمد بن اسماعیل عطّاری طُوسی (متوفی ۴۸۶ھ)......ابوسعید محمد بن سعد نَوقانی (متوفی ۵۵۴ھ)...... ابوعبد اللّٰہ محمد بن تُومَرت [[انہوں نے اسپین میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی]]......ابوحامد محمد بن عبد الملک جَوزَقانی اِسْفَرَائِنِی......ابوعبد اللّٰہ محمد بن علی عراقی بغدادی (متوفی بعد ۵۴۰ھ)......ابوسعید محمد بن علی جاوانی کُرْدِی......امام ابوسعید محمد بن یحییٰ نَیشَاپُوری (متوفی ۵۴۸ھ)......ابو طاہر ابراہیم بن مطہر شَیبَانی (متوفی ۵۱۳ھ)[[امام صاحب نے ایک خط میں لکھا کہ میرے شاگردوں میں سب سے ممتاز ہیں]]......ابوالفتح نصر بن محمد مَراغی صوفی......ابوعبد اللّٰہ حسین بن نصر مَوْصِلی (متوفی ۵۵۲ھ)...... ابوالحسن سعد الخیر بن محمد انصاری (متوفی ۵۴۱ھ)[[یہ علامہ ابن جَوزِی اور امام سَمعانی کے شیخ ہیں]]......ابوعبد اللّٰہ شافع بن عبد الرشید جِیلی (متوفی ۵۴۱ھ)[[یہ امام ابن سمعانی کے شیخ ہیں]]......ابوعامر دغش بن علی نعیمی (متوفی ۵۴۲ھ)......ابوطالب عبد الکریم بن علی رازی (متوفی ۵۲۸ھ)[[یہ احیاء العلوم کے حافظ تھے]]......ابومنصور سعید بن محمد رَزَّاز (متوفی ۵۰۳ھ)......ابوالحسن علی بن محمد جُوینِی صوفی......ابومحمد صالح بن محمد......ابوالحسن علی بن مطہر دِینَوَری (متوفی ۵۳۳ھ)[[یہ 80 جلدوں پر مشتمل کتاب ''تاریخ دمشق'' کے عظیم مصنف امام ابن عساکر کے استاذ و شیخ ہیں]]......مروان بن علی طَنزِی (متوفی بعد ۵۴۰ھ)......جمال الاسلام ابوالحسن علی بن مسلم سُلَمِی [[مؤخر الذکر دونوں حضرات بھی امام ابن عساکر کے شیوخ میں سے ہیں]] رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ۔[1]

روحانیت کی طرف سفر

شیخ کامل کی بیعت:

حضرت سیِّدُ نا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے دورِ طالب علمی میں حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوعلی فضل بن محمد بن علی فارَمَذِی طُوسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی (متوفی ۴۷۷ھ) کے ہاتھ پر (27 سال کی عمر میں) بیعت کی۔ شیخ موصوف بہت عالی

[1]......اتحاف السادۃ المتّقین، مقدمۃ الکتاب، ج۱، ص۲۰ تا ۲۲۔

مرتبت، فقہ شافعی کے زبردست عالم اور مذاہب سلف سے باخبر تھے اور حضرت سیّدُنا امام ابوالقاسم قُشَیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۴۶۵ھ) کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں۔ (1)

باطنی علوم کی تلاش:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ۴۷۸ھ تا ۴۸۴ھ سرتاجِ مدارسِ اسلامیہ مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں ''اِمامُ الْحَرَمَیْن'' پھر ۴۸۴ھ تا ۴۸۸ھ مرکزِ علومِ اسلامیہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں ''مدرسِ اعلیٰ'' کے منصب پر فائز رہے۔ سلطانِ وقت اور ملک بھر کے علما وفضلا آپ کے تبحر علمی کے قائل ہوگئے اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بادشاہِ وقت سے زیادہ امام صاحب کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ سلطنت سلجوقیہ کے وزیر اعظم نظام الملک طوسی تو آپ کے بڑے معتقد تھے اور وہ بنفس نفیس امور مملکت میں آپ سے مشورہ کرتے تھے۔ تمام علوم کی تکمیل کے بعد اولاً امام الحرمین پھر مدرسِ اعلیٰ جیسے عہدوں پر متمکن رہنے کے باوجود آپ کو جس باطنی وروحانی سکون کی تلاش تھی وہ حاصل نہ ہوسکا۔ بغداد جو اس وقت مختلف فرقوں اور باطل مذاہب کے بے جا مناظروں اور مجادلوں کا دنگل بنا ہوا تھا اور دار الخلافہ پر انتشار اور فتنہ وفساد کی کیفیت طاری تھی۔ (2) اس وقت چار فرقے زیادہ شہرت کے حامل تھے متکلمین، باطنیہ، فلاسفہ اور صوفیہ، آپ نے ان فرقوں کے علوم وعقائد کی تحقیق شروع کی۔ اس تحقیق وجستجو سے اضطراب اور بڑھ گیا مگر جب تصوف پر موجود کتب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ صرف علم کافی نہیں بلکہ عمل کی ضرورت۔ چنانچہ،

آپ اپنی کتاب ''اَلْمُنْقِذُمِنَ الضَّلَال وَالْمُفْصِح عَنِ الْاَحْوَال'' میں خود فرماتے ہیں: ''ان واقعات سے تحریک پیدا ہوئی کہ تمام تعلقات کو ترک کر کے بغداد سے نکل جاؤں، نفس کسی طرح بھی ترک تعلقات پر آمادہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کو شہرت عامہ اور شان وشوکت حاصل تھی۔ رجب ۴۸۸ھ میں یہ خیال پیدا ہوا تھا لیکن نفس کے لیت ولعل (ٹال مٹول) کے باعث اس پر عمل نہ کرسکا۔ اس ذہنی اور نفسانی کشمکش نے مجھے سخت بیمار کردیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زبان کو یارائے گویائی نہ رہا قوت ہضم بالکل ختم ہوگئی طبیبوں نے بھی صاف جواب دے دیا اور کہا کہ ایسی حالت میں علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا آخر کار میں نے سفر کا قطعی ارادہ کرلیا۔ امرائے وقت، ارکانِ سلطنت اور

---

(1)......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج۱، ص۲۶۔

(2)...... مقدمہ احیاء العلوم (مترجم از علامہ محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی) ج۱، ص۱۹، ملخصًا۔

علمائے کرام نے نہایت خوشامد و اکرام سے روکا لیکن میں نے ان کی ایک نہ مانی اس لئے سب کو چھوڑ چھاڑ کر شام کی راہ لی (اور پھر ایک وقت آیا کہ شام سے اپنے آبائی وطن "طوس" تشریف لے گئے)۔"(۱)

الغرض روحانی سکون کی خاطر آپ نے منصب تدریس چھوڑ دیا۔ دنیا کی گوناگوں مصروفیات اور رنگا رنگی سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلی حتی کہ لباس فاخرہ کے بجائے ایک کمبل اوڑھا کرتے تھے اور لذیذ غذاؤں کی جگہ ساگ پات پر گزر بسر ہونے لگی۔ اپنے شہر طوس پہنچ کر صوفیا کے لئے ایک خانقاہ اور شوق علم رکھنے والوں کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کیا اور پھر تادم حیات اوراد و وظائف، ریاضت و عبادت، گوشہ نشینی اور تدریس تصوف میں مشغول رہے۔(۲)

پانچ سو دینار کے لباس و سواری:

فقیہ ابن رزَّاز ابو منصور سعید بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد (متوفی ۵۳۹ھ) بیان فرماتے ہیں: "جب پہلی بار حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی عالمانہ شان و شوکت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئے تو ہم نے ان کے لباس و سواری کی قیمت لگائی تو وہ 500 دینار بنی پھر جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے زہد و تقوی اختیار کیا اور بغداد چھوڑ دیا، مختلف مقامات کا سفر کرتے رہے اور دوبارہ جب بغداد میں داخل ہوئے تو ہم نے ان کے لباس کی قیمت لگائی تو وہ پندرہ قیراط (یعنی چند معمولی سکے) بنی۔"(۳)

زھد وتقوٰی

آپ کی سادگی اور یاد آخرت:

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی ایک بار مکہ معظّمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ چونکہ ظاہری شان و شوکت سے بے نیاز تھے۔ اس لئے آپ نہایت سادہ اور معمولی قسم کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن طُوسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے عرض کی: "آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔ آپ امام وقت اور پیشوائے قوم

1 ...... مقدمہ احیاء العلوم (مترجم از علامہ فیض احمد اویسی علیہ رحمۃ اللّٰہ القوی) ج ۱، ص ۲۰۔
تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء علی ھامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۶۵تا۳۶۸، ملخصًا۔

2 ......مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج۳، ص۱۳۷، ملخصًا۔

3 ......المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج۹، ص۱۷۰۔

ہیں ہزاروں لوگ آپ کے مرید ہیں؟'' آپ نے جواب دیا:'' ایسے شخص کا لباس کیا دیکھتے ہو جو اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح مقیم ہو اور جو اس کائنات کی رنگینوں کو فانی اور وقتی تصور کرتا ہے۔ جب والی دو جہاں، رحمتِ عالمیاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس دنیا میں مسافر کی طرح رہے اور کچھ مال وزر اکٹھا نہ کیا تو میری کیا حیثیت اور حقیقت ہے۔''(۱)

شہرت وناموری سے دوری:

ایک بار آپ جامع اموی میں تشریف فرما تھے۔ مفتیانِ کرام کی ایک جماعت صحن مسجد میں موجود تھی۔ ایک دیہاتی نے آکر مفتیانِ کرام سے کوئی سوال پوچھا مگر کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔ جبکہ حضرت امام صاحب خاموش تھے پھر جب آپ نے دیکھا کسی کے پاس اس کا جواب نہیں اور جواب نہ ملنا اس پر شاق گزر رہا ہے تو اس دیہاتی کو اپنے پاس بلا کر سوال کا جواب بتایا۔ مگر وہ دیہاتی مذاق اڑانے لگا کہ '' جس سوال کا جواب بڑے بڑے مفتیوں نے نہیں دیا یہ عام فقیر کیسے دے رہا ہے۔'' اس وقت وہ مفتیان کرام یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ دیہاتی جب آپ سے بات کر کے فارغ ہوا تو ان مفتیان عظام نے اسے بلا کر پوچھا:'' اس عام سے آدمی نے کیا جواب دیا؟'' جب اس نے حقیقت حال واضح کی تو یہ حضرات امام صاحب کے پاس گئے اور جب ان سے متعارف ہوئے تو ان سے درخواست کی کہ '' آپ ہمارے لئے ایک علمی نشست کا انعقاد کریں۔'' آپ نے اگلے دن کا فرمادیا مگر اسی رات وہاں سے سفر کر گئے۔ (۲)

خود پسندی کا خوف:

ایک بار اتفاقاً حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی دمشق کے مدرسہ '' اَمِینِیَّہ '' میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک استاذ کہہ رہے تھے: قَالَ الْغَزَالِی یعنی وہ آپ کے کلام کے ساتھ تدریس کر رہے تھے۔ یہ سن کر آپ پر خود پسندی (میں گرفتار ہونے) کا خوف طاری ہو گیا تو آپ نے دمشق چھوڑ دیا۔ (۳)

دنیا سے بے رغبتی اور عاجزی:

'' شَذَرَاتُ الذَّھَب '' میں '' زَادُ السَّالِکِیْن '' کے حوالے سے مذکور ہے: حضرت سیِّدُنا قاضی ابوبکر بن عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ

---

1 ...... مقدمہ کیمیائے سعادت (مترجم از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی) ص ۳۱۔

2 ...... طبقات الشافعیۃ الکبری، ج ۶، ص ۱۹۹۔

3 ...... طبقات الشافعیۃ الکبری، ج ۶، ص ۱۹۹۔

اللّٰہِ الْوَلِی بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے حضرت سیِّدُ نا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کو لوگوں کے درمیان اس حال میں پایا کہ آپ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، پیوند دار لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور کندھے سے پانی کا برتن لٹک رہا تھا اور میں دیکھا کرتا تھا کہ بغداد میں آپ کی مجلس علم میں 400 کے قریب خوشحال اور بڑے بڑے عالم و فاضل لوگ حاضر ہوتے اور آپ کے علم سے فیض یاب ہوتے۔''(1)

مقام ومرتبہ

بارگاہِ رسالت میں مقبولیت:

حضرت سیِّدُ نا علاّ مہ اسماعیل حَقّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی تفسیر روح البیان، ج5، ص 374، سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر 18 کے تحت نقل فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُ نا امام راغب اصفہانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے محاضرات میں ذکر فرمایا کہ صاحبِ حِزْبُ الْبَحْر، عارف باللہ حضرت سیِّدُ نا امام شاذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: مَیں مسجد اقصیٰ میں محوِ خواب تھا، میں نے دیکھا کہ مسجد اقصیٰ کے صحن میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور لوگوں کا ایک جمِ غفیر گروہ در گروہ داخل ہو رہا ہے۔ میں نے پوچھا: ''یہ جمِ غفیر کن لوگوں کا ہے؟'' بتایا گیا: ''یہ انبیائے کرام ورُسُل عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں جو حضرت سیِّدُ نا حسین حلاج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ظاہر ہونے والی ایک بات پر ان کی سفارش کے لئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے ہیں۔'' پھر میں نے تخت کی طرف دیکھا تو حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس پر جلوہ فرما ہیں اور دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جیسے حضرت سیِّدُ نا ابراہیم خَلِیْلُ اللّٰہ، حضرت سیِّدُ نا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ، حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ اور حضرت سیِّدُ نا نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سامنے تشریف فرما ہیں۔ میں ان کی زیارت کرنے اور ان کا کلام سننے لگا۔ اسی دوران حضرت سیِّدُ نا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: آپ کا فرمان ہے: ''عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل یعنی میری اُمّت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں۔'' لہٰذا مجھے ان میں سے کوئی دکھائیں۔ تو حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت سیِّدُ نا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک

---

(1)......شذرات الذھب، ج۴، ص۱۴۶۔

سوال کیا، آپ نے 10 جواب دیئے۔ تو حضرت سیِّدُ نا موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ ''جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے، سوال ایک کیا گیا اور تم نے 10 جواب دیئے۔'' تو حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے عرض کی: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے پوچھا تھا: ''وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿۱۷﴾ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔'' تو اتنا عرض کر دینا کافی تھا کہ ''یہ میرا عصا ہے۔'' مگر آپ نے اس کی کئی خوبیاں بیان فرمائیں۔(۱)

حضراتِ علمائے کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ گویا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی حضرت سیِّدُ نا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں کہ ''جب آپ کا ہم کلام باری تعالیٰ تھا تو آپ نے وفورِ محبت اور غلبۂ شوق میں اپنے کلام کو طول دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ ہم کلامی کا شرف حاصل ہو سکے اور اس وقت مجھے آپ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا ہے اور کلیم خدا سے گفتگو کا شرف حاصل ہوا ہے اس لئے میں نے اس شوق و محبت سے کلام کو طوالت دی ہے۔''(۲)

قابلِ فخر ہستی:

حضرت سیِّدُ نا امام ابو الحسن شاذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: میں خواب میں زیارتِ رسول سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ حضور رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیِّدُ نا موسیٰ اور حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے حضرت سیِّدُ نا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی پر فخر کرتے ہوئے فرما رہے ہیں: ''کیا تمہاری امتوں میں غزالی جیسا عالم ہے۔'' دونوں نے عرض کی: ''نہیں۔''(۳)

امام الانبیا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دست بوسی کی سعادت:

حضرت سیِّدُ نا جمال حرم ابو الفتح عامر بن نجا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد حرام میں داخل ہوا

---

(1)...... فتاوٰی رضویه، ج۲۸، ص۴۱۰، اشارۃً۔

(2)...... کوثر الخیرات، ص۴۰۔

(3)......النبراس شرح شرح العقائد، ص۲۴۷۔

اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج۱، ص۱۲۔

تعريف الاحياء بفضائل الاحياء على هامش احياء علوم الدين، ج۵، ص۳۶۴۔

تو مجھے اُونگھ آ گئی۔ اسی حال میں زیارتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مشرف ہوا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انتہائی خوبصورت کُرتا اور عمامہ زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ پھر دیکھا کہ ائمۂ اربعہ (حضرت سیِّدُنا امام اعظم، حضرت سیِّدُنا امام مالک، حضرت سیِّدُنا امام شافعی اور حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن) نے ایک ایک کر کے اپنا فقہی مذہب (یعنی قرآن وسنت اور اجماع واجتہاد سے ماخوذ نقطۂ نظر) پیش کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہر ایک کی تصدیق فرمائی۔ پھر بدمذہبوں کے ایک لیڈر نے اس مقدس حلقے میں داخل ہونا چاہا تو حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم سے اسے ذلت کے ساتھ وہاں سے دور کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے آگے بڑھ کر عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے پاس یہ کتاب یعنی اِحْیَاءُ الْعُلُوْم ہے، اس میں میرا اور اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟'' اجازت ملنے پر میں نے کتاب کے باب ''**قواعد العقائد**'' سے پڑھنا شروع کیا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، کِتَابُ قَوَاعِدِالْعَقَائِد وَفِیْہِ اَرْبَعَۃُ فُصُوْل: اَلْفَصْلُ الْاَوَّل فِیْ تَرْجَمَۃِ عَقِیْدَۃِ اَھْلِ السُّنَّۃ...... پڑھتے پڑھتے جب میں اس عبارت پر پہنچا: وَاِنَّہٗ تَعَالٰی بَعَثَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الْقُرَشِیَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِلٰی کَافَّۃِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ، وَالْجِنِّ وَالْاِنْس...... تو میں نے حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ اقدس پر خوشی ومسرت کے آثار دیکھے۔ پھر ارشاد فرمایا: ''غزالی کہاں ہے؟'' تو حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے اسی وقت حاضر ہو کر عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! غلام حاضر ہے۔'' اور آگے بڑھ کر سلام عرض کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سلام کا جواب دے کر اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا تو حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے اسے بوسہ دیا اور اس سے برکت حاصل کی۔ حضرت جمال حرم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ''میں نے اس دن پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہت زیادہ مسرور پایا۔'' جب میری اُونگھ کی کیفیت ختم ہوئی تو میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں تھے۔ مزید فرماتے ہیں: ''مکی مدنی سلطان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضراتِ ائمہ اربعہ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مذاہب کی تصدیق فرمانا اور (اِحْیَاءُ الْعُلُوْم میں مذکور) امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے عقیدہ کو پسند فرما کر اس کی تصدیق کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک عظیم نعمت اور بڑا احسان ہے۔ ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے سنتوں بھری زندگی کا سوال کرتے اور ملتِ اسلام پر خاتمہ کی دعا مانگتے ہیں۔'' اٰمین۔[1]

---

1 ......تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء علی ھامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۵۸۔

70 حجابات عبور کر لئے:

حضرت سیِّدُنا عارف کبیر قطب ربانی احمد صیاد یمنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آسمان کے دروازے کھلے دیکھے۔ آسمان سے فرشتوں کی ایک جماعت سبز حلے (یعنی جنتی لباس) اور سواری لئے اتری۔ وہ ایک قبر کے سرہانے آکر کھڑے ہوگئے۔ اس قبر والے کو باہر نکال کر حلہ پہنایا، سواری پر سوار کیا اور ایک ایک کر کے تمام آسمانوں سے گزرتے گئے یہاں تک کہ اس شخص نے 70 حجابات کو بھی عبور کرلیا۔ میں ان حجابات تک تو انہیں دیکھ سکا مگر ان کی انتہا کہاں تک تھی یہ نہ جان سکا۔ پس جب ان کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا: ''یہ امام غزالی ہیں۔''(۱)

کرامات وکمالات

بعد وصال ایک کرامت:

حضرت سیِّدُنا شیخ اکبر مُحْیِ الدِّین ابن عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی (متوفی ۶۳۸ھ) اپنی کتاب ''رُوْحُ الْقُدُسْ فِیْ مُنَاصَحَۃِ النُّفُس'' میں حضرت سیِّدُنا ابوعبداللّٰہ ابن زَیْن یابُرِی اِشْبِیْلِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حالات لکھتے ہوئے بیان فرماتے ہیں: آپ کا شمار اولیاء اللّٰہ میں ہوتا ہے۔ ایک رات حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے رد میں ابوالقاسم بن حمدین کی لکھی ہوئی کتاب پڑھ رہے تھے کہ بینائی چلی گئی۔ آپ نے اسی وقت بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر گریہ وزاری کی اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی بھی اس کتاب کو نہ پڑھوں گا، اسے اپنے آپ سے دور رکھوں گا۔ اسی وقت بینائی واپس لوٹ آئی۔ یہ حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کی کرامت ہے جو ان کے انتقال کے بعد حضرت سیِّدُنا ابوعبداللّٰہ ابن زَیْن یابُرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے ذریعے ظاہر ہوئی۔(۲)

گستاخ کا انجام:

حضرت سیِّدُنا تاج الدین عبدالوہاب بن علی سُبکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں: ایک فقیہ نے

---

(1)...... تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء علی ھامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۶۴۔
طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی، ج۶، ص۲۵۸۔

(2)...... کشف النور عن الاصحاب القبور مع الحدیقۃ الندیہ، ج۴، ص۸۔

مجھے بتایا کہ ایک شخص نے فقہ شافعی کے درس میں حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کو بُرا بھلا کہا تو میں بڑا غمگین ہوا، رات اسی غم کی حالت میں نیند آ گئی خواب میں حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کی زیارت ہوئی، میں نے برا بھلا کہنے والے شخص کا تذکرہ کیا تو فرمایا: ''فکر نہ کرو وہ کل مر جائے گا۔'' چنانچہ، صبح جب میں حلقۂ درس میں حاضر ہوا تو اس شخص کو ہشاش بشاش دیکھا مگر جب وہ وہاں سے نکلا تو گھر جاتے ہوئے راستے میں سواری سے گر گیا اور زخمی حالت میں گھر پہنچا اور سورج غروب ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔[1]

پانچ کوڑوں کی سزا:

حضرت سیِّدُنا امام عبد اللّٰہ بن اسعد یافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (متوفی ٧٦٨ ھ) نقل کرتے ہیں کہ مشہور مغربی فقیہ حضرت سیِّدُنا ابو الحسن علی بن حِرزْھَم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ٥٥٩ ھ) شروع میں اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کا بہت رد کیا کرتے تھے حتی کہ ایک بار انہوں نے اس کتاب کے کئی نسخے جمع کر کے جمعہ کے دن جامع مسجد میں جلا ڈالنے کا ارادہ کیا مگر اسی جمعہ کی شب خواب دیکھا کہ وہ جامع مسجد میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں جلوہ فرما ہیں اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی موجود ہیں اور سامنے حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کھڑے ہیں۔ جب یہ سامنے ہوئے تو سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ مجھ سے جھگڑتے ہیں، اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا یہ گمان کرتے ہیں تو میں بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں اور اگر میرا موقف آپ کی برکت اور اتباعِ سنت سے حاصل شدہ ہے اور میں حق پر ہوں تو ان سے میرا حق دلائیے۔'' یہ سن کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِحْیَاءُ الْعُلُوْم لی اور ایک ایک صفحہ کر کے مکمل ملاحظہ فرمائی پھر ارشاد فرمایا: ''خدا کی قسم! یہ تو بہت اچھی ہے۔'' پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیکھی تو فرمایا: ''جی ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! یقیناً یہ بہت اچھی ہے۔'' پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر

[1]......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج١، ص١٤۔
طبقات الشافعية الكبرى للسبكی، ج٦، ص٢١٩۔

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ملاحظہ کی اور یہی فرمایا، پس حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فقیہ علی بن حِرزُہَم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کوڑے لگانے کا حکم دیا، جب پانچ کوڑے لگ چکے تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سفارش کرتے ہوئے عرض کی: ''یا رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! شاید انہوں نے اپنے گمان میں اس کتاب کو آپ کی سنت کے خلاف سمجھا تو غلطی کر گئے۔'' چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی اس پر راضی ہو گئے اور وہ سفارش قبول کر لی گئی۔ حضرت سیِّدُنا علی بن حِرزُہَم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر پیٹھ پر موجود تھا۔ آپ نے یہ خواب اپنے اصحاب کو بیان کیا اور رب تعالٰی کی بارگاہ میں توبہ کی اور اپنے اس عمل کی معافی طلب کی مگر طویل عرصے (یعنی ایک مہینے) تک کوڑوں کا درد محسوس کرتے رہے۔ اس دوران بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر عاجزی وانکساری کے ساتھ دعا اور رحمت عالَم، نورِ مجسم، شفیع معظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شفاعت کا سوال کرتے رہتے یہاں تک کہ دوبارہ خواب میں زیارت سرکارِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مشرف ہوئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دستِ کریمانہ ان کی پیٹھ پر پھیرا تو درد جاتا رہا اور انہیں بحکم الٰہی معافی وشفاعت مل گئی۔ اس کے بعد سے انہوں نے اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کے مطالعے کو خود پر لازم کر لیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر باطن کے دروازے کھول دیئے، انہوں نے معرفت الٰہی سے وافر حصہ پایا، اکابر مشائخ کی صف میں شمار ہوئے اور ظاہری وباطنی علوم والے بن گئے۔ (۱)

حضرت سیِّدُنا امام جلال الدین عبدالرحمٰن سُیُوطی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (متوفی ۹۱۱ھ) نقل کرتے ہیں کہ ''جس دن حضرت سیِّدُنا ابو الحسن علی بن حِرزُہَم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۵۵۹ھ) کا انتقال ہوا تو کوڑوں کا نشان اُن کی پیٹھ پر موجود تھا۔'' (۲)

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

❶......تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء علی ھامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۵۷۔
طبقات الشافعیة الکبری للسبکی، ج۶، ص۲۵۸۔

❷......تشیید الارکان علی ھامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۹۴۔

تعریفی کلمات

﴿1﴾...... حضرت سیِّدُنا امام ابوالحسن شاذِلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے شاگرد عارف باللّٰہ ابوالعباس مُرسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں کہ ”حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی صدیقیت عظمیٰ کے مقام پر فائز تھے۔“(۱)

﴿2﴾...... حضرت سیِّدُنا شیخ اکبر مُحْیِ الدِّین ابن عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی (متوفی ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں: ”حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی قطب کے درجے پر فائز تھے۔“(۲)

﴿3﴾...... بعض بزرگوں سے منقول ہے: ”قطب تین ہوتے ہیں: (۱)......علوم کے قطب جیسے حضرت سیِّدُنا امام غزالی (۲)......احوال کے قطب جیسے حضرت سیِّدُنا بایزید بِسطامی اور (۳)......مقامات کے قطب جیسے حضرت پیرانِ پیر سیِّدُنا شیخ عبدالقادر جیلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم۔(۳)

﴿4﴾...... حضرت سیِّدُنا محمد بن یحییٰ نَیشاپُوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”میرے استاذِ محترم حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے مقام ومرتبہ کو صرف کامل عقل والا ہی پہچان سکتا ہے۔“(۴)

﴿5﴾...... حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے استاذِ محترم اِمامُ الْحَرَمَیْن عبدالملک بن عبداللّٰہ جُوَینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ”غزالی، علم کے بحرِ ذخّار (یعنی علم کا موجیں مارتا سمندر) ہیں۔“(۵)

﴿6﴾...... خطیبِ نَیشاپُور امام ابوالحسن حضرت سیِّدُنا عبدالغافر بن اسماعیل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَکِیل (متوفی ۵۲۹ھ) فرماتے ہیں: ”امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی اسلام اور مسلمانوں کے لئے حجت اور ائمہ دین کے پیشوا ہیں۔ فصاحت و بلاغت، اندازِ بیان وطرزِ گفتگو اور تیز فہمی وذہانت میں ان جیسا آنکھوں نے نہیں دیکھا۔“(۶)

﴿7﴾...... حضرت سیِّدُنا ابوالعباس احمد بن محمد المعروف ابن خَلِّکان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن (متوفی ۶۸۱ھ) فرماتے ہیں:

---

(1)......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج١، ص١٣۔
طبقات الشافعية الكبرى للسبكى، ج٦، ص٢٥٧۔

(2)......اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج١، ص١٣۔

(3)......المرجع السابق۔ (4)......المرجع السابق۔ (5)......المرجع السابق۔

(6)......مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ج٣، ص١٣٧۔

”شوافع میں ان کے زمانے کے آخر تک ان کا کوئی مثل نہیں تھا۔“[۱]

﴿8﴾......نیشا پور کے رئیس الشافعیہ حضرت سیِّدُنا محمد بن یحییٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے فرمایا: ”امام غزالی امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے ثانی ہیں۔“[۲]

﴿9﴾...... حضرت سیِّدُنا امام ابن عساکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۵۷۱ھ) فرماتے ہیں: ”حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی جیسا ذہین وفطین آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا۔“[۳]

﴿10﴾......سیِّدُنا حافظ ابوالفضل عبدالرحیم عراقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَاقِی (متوفی ۸۰۶ھ) فرماتے ہیں: ”علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی پانچویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔“[۴]

﴿11﴾...... محدث صوفی شیخ ابوالعباس اَقْلِیْشِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اشعار میں خراج عقیدت یوں پیش کرتے ہیں:

اَبَا حَامِدٍ اَنْتَ الْمُخَصِّصُ بِالْحَمْدِ　　وَاَنْتَ الَّذِی عَلَّمْتَنَا سُنَنَ الرُّشْدِ

وَضَعْتَ لَنَا الْاِحْیَاءَ یُحْیِی نُفُوْسَنَا　　وَیُنْقِذُنَا مِنْ طَاعَۃِ الْمَارِدِ الْمُرْدِی

ترجمہ: اے امام غزالی! آپ تعریف میں منفرد وممتاز ہیں، آپ نے ہمیں ہدایت کے راستے بتائے۔
ہمارے لئے اِحْیَاءُ الْعُلُوْم لکھی جو ہماری جانوں کو زندگی دیتی اور ہمیں سرکش ونافرمان کی پیروی سے روکتی ہے۔[۵]

﴿12﴾...... حضرت سیِّدُنا امام ابوالحسن شاذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی سے منقول ہے کہ ”جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی حاجت ہو وہ امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے وسیلے سے دعا کرے۔“[۶]

﴿13﴾...... حضرت سیِّدُنا امام ذہبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی (متوفی ۷۴۸ھ) ان القابات سے یاد فرماتے: الشیخ الامام البحر، حجۃ الاسلام، أعجوبۃ الزمان، زین الدین أبوحامد محمد بن محمد بن محمد بن أحمد الطوسی، الشافعی،

1......وفیات الاعیان، ج۴، ص۵۸۔
2......طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی، ج۷، ص۲۰۲۔
3......تاریخ مدینۃ دمشق، ج۵۵، ص۲۰۰۔
4......اتحاف السادۃ المتّقین، مقدمۃ الکتاب، ج۱، ص۳۵۔
5......مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج۳، ص۱۳۷۔
6......مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج۳، ص۲۴۹۔

الغزالی، صاحب التصانیف، والذکاء المفرط۔[1]

﴿14﴾...... حضرت سیِّدُ نا تاج الدین عبدالوہاب بن علی سُبکی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی (متوفی ۷۷۱ھ) ان القابات کے ساتھ ذکر فرماتے: الامام الجلیل ابوحامد الغزالی حجة الاسلام ومحجة الدین جامع اشتات العلوم۔[2]

﴿15﴾...... حضرت سیِّدُ نا حافظ جلال الدین سُیُوطی شافعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی (متوفی ۹۱۱ھ) ان الفاظ سے تذکرہ فرماتے: الامام حجة الاسلام ولی الله ابی حامد الغزالی رضی الله عنه۔[3]

﴿16﴾...... مُجَدِّدِ اَعْظَم، فَقِیْہِ اَفْخَم، امام اہلسنّت، سیِّدُ نا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) آپ کا قول نقل کرتے ہوئے ان الفاظ سے یاد فرماتے ہیں: اَلْاِمَامُ حُجَّةُ الْاِسْلَام حَکِیْمُ الْاُمَّة کَاشِفُ الْغُمَّة ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی (رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه)۔[4]

تصنیف وتالیف

حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی نے کئی علوم وفنون میں سینکڑوں کتب ورسائل تصنیف کیے، جن کے نام مل سکے وہ درج ذیل ہیں: (۱) اِحیاءُ عُلُومِ الدِّین (۲) اَلْاِمْلَاءُ عَلٰی مُشْکَلِ الْاِحیاء [ویسمی ایضًا "اَلْاَجوِبَةُ الْمُسْکِتَه عَنِ الْاَسْئِلَةِ الْمُبْهَتَه"] (۳) اَلْاَرْبَعِین (۴) اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۵) اَلْاِقْتِصَاد فِی الْاِعْتِقَاد (۶) اِلْجَامُ الْعَوَام عَنْ عِلْمِ الْکَلَام (۷) اَسْرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّین (۸) اَسْرَارُ الْاَنْوَار الْاِلٰهِیَّه بِالْآیَاتِ الْمَتْلُوَّه (۹) اَخْلَاقُ الْاَبْرَار وَالنَّجَاةُ مِنَ الْاَشْرَار (۱۰) اَسْرَارُ اِتِّبَاعِ السُّنَّه (۱۱) اَسْرَارُ الْحُرُوف وَالْکَلِمَات (۱۲) اَیُّهَا الْوَلَد (۱۳) بِدَایَةُ الْهِدَایَه (۱۴) اَلْبَسِیط فِی فُرُوعِ الْمَذْهَب (۱۵) بَیَانُ الْقَوْلَیْن لِلشَّافِعِی (۱۶) بَیَانُ فَضَائِحِ الْاِبَاحِیَّه (۱۷) بَدَائِعُ الصَّنِیع (۱۸) تَنْبِیْهُ الْغَافِلِین (۱۹) تَلْبِیسُ اِبْلِیس [وَفِی هَدْیَةِ الْعَارِفِین: تَدْلِیسُ اِبْلِیس] (۲۰) تَهَافُتُ الْفَلَاسِفَه (۲۱) اَلتَّعْلِیقَه فِی فُرُوعِ الْمَذْهَب (۲۲) تَحْصِینُ الْمَآخَذ (۲۳) تَحْصِینُ الْاَدِلَّه (۲۴) تَفْسِیرُ الْقُرْآنِ الْعَظِیم

---

1 ...... سیر اعلام النبلاء، الرقم ۴۲۰۳، ج۱۴، ص۳۲۰۔

2 ...... اتحاف السادة المتّقین، مقدمة الکتاب، ج۱، ص۸۔

3 ...... تشیید الارکان علی ہامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۷۱۔

4 ...... فتاوی رضویه، ج۴، ص۵۲۸۔

(۲۵)اَلتَّفرِقہ بَیْنَ الْاِیْمَانِ وَالزَّنْدِقہ[وفِیْ ھَدْیَۃِ الْعَارِفِیْن:اَلتَّفرِقہ بَیْنَ الْاِسْلَام وَالزَّنْدِقہ](۲۶)جَوَاھِرُالْقُرْاٰن (۲۷)حُجَّۃُ الْحَقّ(۲۸)حَقِیْقَۃُ الرُّوح(۲۹)حَقِیْقَۃُ الْقَوْلَیْن(۳۰)خُلَاصَۃُ الرَّسَائِل اِلٰی عِلْمِ الْمَسَائِل (۳۱)رِسَالَۃُ الْاَقْطَاب(۳۲)رِسَالَۃُ الطَّیْر(۳۳)اَلرَّدُّعَلٰی مَنْ طَعَن(۳۴)اَلرِّسَالَۃُ الْقُدْسِیَّہ بِاَدِلَّتِھَاالْبُرْھَانِیَّہ (۳۵)اَلسِّرُّالْمَصُوْن(۳۶)شَرْحُ دَائِرَۃِ عَلِیِ ابْنِ اَبِیْ طَالِب[اَلْمُسَمّٰی"نُخْبَۃُ الْاَسْمَاء"](۳۷)شِفَاءُالْغَلِیْل فِیْ بَیَانِ مَسْئَلَۃِ التَّعْلِیْل(۳۸)عَقِیْدَۃُ الْمِصْبَاح(۳۹)عُنْقُوْدُالْمُخْتَصَر(۴۰)غَایَۃُ الْغَوْرفِیْ مَسَائِلِ الدَّوْر (۴۱)غَوْرُالدَّوْر(۴۲)اَلْفَتَاوٰی[مُشْتَمِلَۃٌ عَلٰی مِائَۃٍ وَّتِسْعِیْنَ مَسْئَلَہ غَیْرُمُرَتَّب](۴۳)فَاتِحَۃُ الْعُلُوْم(۴۴)فَضَائِحُ الْاِبَاحِیَّہ(۴۵)فَوَاتِحُ السُّوَر(۴۶)اَلْفَرْقُ بَیْنَ الصَّالِح وَغَیْرِالصَّالِح(۴۷)اَلْقَانُوْنُ الْکُلِّی(۴۸)قَانُوْنُ الرَّسُوْل (۴۹)اَلْقُرْبَۃُ اِلَی اللہ(۵۰)اَلْقِسْطَاسُ الْمُسْتَقِیْم(۵۱)قَوَاعِدُالْعَقَائِد(۵۲)اَلْقَوْلُ الْجَمِیْل فِی الرَّدِّ عَلٰی مَنْ غَیَّرَالْاِنْجِیْل(۵۳)کِیْمِیَاءُالسَّعَادَہ(۵۴)کَشْفُ عُلُوْمِ الْاٰخِرَہ(۵۵)کَنْزُالْعُدَّہ(۵۶)اَللُّبَابُ الْمُنْتَخَل فِی الْجَدَل(۵۷)اَلْمُسْتَصْفٰی(۵۸)اَلْمَنْخُوْل فِی الْاُصُوْل(۵۹)اَلْمَآخَذفِی الْخِلَافِیَات(۶۰)اَلْمَبَادِیءُ وَالْغَایَات فِیْ اَسْرَارِ الْحُرُوْفِ الْمَکْنُوْنَات(۶۱)اَلْمَجَالِسُ الْغَزَالِیَّہ[مِائَۃٍ وَّثَلَاثَۃٍ وَّثَمَانِیْنَ مَجْلِسًا](۶۲)مَقَاصِدُ الْفَلَاسِفَہ(۶۳)اَلْمُنْقَذمِنَ الضَّلَال وَالْمُفَصَّح عَنِ الْاَحْوَال(۶۴)مَعْیَارُالنَّظَر(۶۵)مَعْیَارُ الْعِلْم فِی الْمَنْطِق(۶۶)مَحَلُّ النَّظَر[وَفِیْ سِیَرِاَعْلَامِ النُّبَلَاء:مَحَکُّ النَّظَر](۶۷)مِشْکَاۃُ الْاَنْوَارفِیْ لَطَائِفِ الْاَخْیَار (۶۸)اَلْمُسْتَظْھِرِی فِی الرَّدِعَلَی الْبَاطِنِیَّہ(۶۹)مِیْزَانُ الْعَمَل(۷۰)مَوَاھِمُ الْبَاطِنِیَّہ(۷۱)اَلْمَنْھَجُ الْاَعْلٰی (۷۲)مِعْرَاجُ السَّالِکِیْن(۷۳)اَلْمَکْنُوْن فِی الْاُصُوْل(۷۴)مُسَلَّمُ السَّلَاطِیْن(۷۵)مُفَصَّلُ الْخِلَاف فِیْ اُصُوْلِ الْقِیَاس(۷۶)مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن اِلٰی جَنَّۃِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن(۷۷)نَصِیْحَۃُ الْمُلُوْک(۷۸)اَلْوَجِیْزفِی الْفُرُوْع(۷۹)اَلْوَسِیْطُ فِیْ فُرُوْعِ الْفِقْہ(۸۰)یَاقُوْتُ التَّاْوِیْل فِیْ تَفْسِیْرِالتَّنْزِیْل(اربعین مجلدا)[1] (۸۱)اَسْرَارُالْمَلَکُوْت(۸۲)اَلْاِنْتِصَارلِمَا فِی الْاَجْنَاسِ مِنَ الْاَسْرَار(۸۳)اَلْاَنِیْسُ فِی الْوَحْدَہ(۸۴)اَلْبُدُوْر فِیْ اَخْبَارِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْر(۸۵)اَلْبَیَان فِیْ مَسَالِکِ الْاِیْمَان(۸۶)تَعْلِیْقُ الْاُصُوْل(۸۷)حُجَّۃُ الشَّرْع (۸۸)حَقِیْقَۃُ الْقَوَانِیْن(۸۹)حَلُّ الشُّکُوْک(۹۰)حَدَائِقُ الدَّقَائِق(۹۱)حَیَاۃُ الْقُلُوْب(۹۲)خَزَائِنُ الدِّیْن

[1]......اتحاف السادۃ المتّقین، مقدمۃ الکتاب، ج۱، ص۵۶تا۶۰۔

(۹۳)اَلدُّرُّالْمَنْظُوم وَالسِّرُّالْمَکْتُوم(۹۴)خَاتَمٌ فِی عِلْمِ الْحُرُوف(۹۵)اَلذَّھَبُ الْاِبْرِیز(۹۶)اَلرِّسَالَةُ اللَّدُنِّیَّه (۹۷)رِسَالَةُ التَّصْرِیح(۹۸)رِسَالَةُ الْحُدُوْد(۹۹)اَلرِّسَالَةُ الْمُسْتَرْشِدِیَّه(۱۰۰)رَوْضَةُ الطَّالِبِیْن وَعُمْدَةُ السَّالِکِیْن (۱۰۱)زَادُ الْمُتَعَلِّمِیْن(۱۰۲)زَادُالْاٰخِرَه(۱۰۳)زَجْرُالنَّفْس(۱۰۴)سُبُلُ السَّلَام(۱۰۵)سِدْرَةُ الْمُنْتَھٰی (۱۰۶)سِرُّالْعَالَمِیْن وَکَشْفُ مَا فِی الدَّارَیْن(۱۰۷)صِرَّةُ الْاَنَام(۱۰۸)عُنْقُوْدُالْمُخْتَصَروَنُقَاوَةُالْمُفْتَقَر [وَفِیْ کَشْفِ الظُّنُوْن:عُنْقُوْدُالْمُخْتَصَروَنُقَاوَةُ الْمُعْتَصِر](۱۰۹)غَایَةُالْفُصُوْل(۱۱۰)غَایَةُ الْوَصُوْل فِی الْاُصُوْل (۱۱۱)غُرَرُالدُّرَرفِی الْمَوَاعِظ(۱۱۲)فَرْضُ الدِّیْن(۱۱۳)فَرْضُ الْعَیْن(۱۱۴)اَسَاسُ الْقِیَاس(۱۱۵)کِتَابُ التَّوْحِیْدوَاِثْبَاتُ الصِّفَات(۱۱۶)کِتَابُ الْحُدُوْد(۱۱۷)مُرْشِدُالطَّالِبِیْن(۱۱۸)مُرْشِدُالسَّالِکِیْن (۱۱۹)مَدْخَلُ السُّلُوْک اِلٰی مَنَازِلِ الْمُلُوْک(۱۲۰)اَلْمَقْصِدُالْاَقْصٰی(۱۲۱)یَوَاقِیْتُ الْعُلُوْم(۱۲۲)مَقَامَاتُ الْعُلَمَاء بَیْنَ یَدَیِ الْخُلَفَاءِ وَالْاُمَرَاء(۱۲۳)مَعْرِفَةُ النَّفْس[1](۱۲۴)اَلْمَقْصِدُالْاَسْنٰی فِیْ شَرْحِ اَسْمَاءِ الْحُسْنٰی (۱۲۵)مَعَارِجُ الْقُدُس فِی اَحْوَالِ النُّفُس(۱۲۶)اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَاء(۱۲۷)اَلْمَعَارِفُ الْعَقْلِیَّه(۱۲۸)عَقِیْدَةُ اَھْلِ السُّنَّة[2](۱۲۹)اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن(۱۳۰)اَلْقَوَاعِدُالْعَشْرَه(۱۳۱)قَانُوْنُ التَّاوِیْل(۱۳۲)اَلْمَوَاعِظ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّه(۱۳۳)اَلْمَضْنُوْنُ بِہٖ عَلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ[3](۱۳۴)مِنْھَاجُ الْعَارِفِیْن(۱۳۵)مُکَاشِفَةُالْقُلُوْب (۱۳۶)عَجَائِبُ صُنْعِ اللّٰہ۔

کچھ ''اِحْیَاءُ الْعُلُوْم'' کے بارے میں

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم علماومشائخ کی نظر میں:

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے اپنے سفر بیت المقدس کے سلسلہ میں ''اَلْمُنْقِذُمِنَ الضَّلَال وَالْمُفْصِح عَنِ الْاَحْوَال'' میں صراحت کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی اس مسافرت کا بیشتر حصہ بیت المقدس میں بسر ہوا اور اس سفر کا بہترین علمی سرمایہ اور آپ کی سب سے بلند پایہ کتاب اِحْیَاءُ الْعُلُوْم ہے جس کی مثال دنیا کی

1 ...... ھدیة العارفین، ج۲، ص۸۰تا۸۱۔

2 ......الاعلام للزرکلی، ج۷، ص۲۲۔

3 ......فھرس مجموعة رسائل الامام الغزالی۔

اخلاقی کتابوں میں ملنا مشکل ہے۔ اخلاقیات کے موضوع پر یہ ایک بے مثال کتاب ہے۔ بعد کے مصنفین نے اخلاقیات کے موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ اِحْیَاءُ الْعُلُوْم ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے اس کی تصنیف کے لیے بیت المقدس میں جو جگہ منتخب کی تھی وہ قُبَّۃُ الصَّخْرَۃ کا مشرقی گوشہ تھا اور آپ اس گوشہ میں معتکف تھے۔ [1] ویسے تو حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کی تمام ہی کتب علم کے درنایاب اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہیں مگر سب سے زیادہ شہرت پانے والی کتاب اِحْیَاءُ الْعُلُوْم اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا پورا نام ''اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن'' ہے مگر مشہور اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کے نام سے ہے۔ یہ کتاب ہر دور میں مشائخ و عارفین، اقطاب و اولیا اور علما و صوفیا کی توجہ کا مرکز رہی ہے اور یہ معتبر ہستیاں اس کی قصیدہ خوانی میں رطب اللسان نظر آتی ہیں۔ ہر کسی نے اپنے اپنے انداز میں اس کی تعریف و توصیف فرمائی ہے، چند اقوال ملاحظہ فرمایئے:

﴿1﴾ ...... حضرت سیِّدُنا حافظ ابو الفضل عبد الرحیم عراقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَاقِی (متوفی ۸۰۶ھ) فرماتے ہیں: ''حلال و حرام کی پہچان کے لئے اِحْیَاءُ الْعُلُوْم اسلام کی اعلیٰ ترین کتب میں سے ہے۔'' [2]

﴿2﴾ ...... حضرت سیِّدُنا سیِّد کبیر علی بن ابوبکر سَقَّاف عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار (متوفی ۸۹۵ھ) فرماتے ہیں: ''اگر کافر اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی ورق گردانی کرلے تو مسلمان ہوجائے۔ اس میں ایسا مخفی راز ہے جو دلوں کو مقناطیس کی طرح کھینچتا ہے۔'' [3]

﴿3﴾ ...... اِمَامُ الْمُکَاشِفِیْن حضرت سیِّدُنا شیخ اکبر مُحْیِ الدِّیْن ابن عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی (متوفی ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں: میں اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کو کعبہ معظّمہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرتا تھا۔ [4]

﴿4﴾ ...... اِمَامُ الْحَرَمَیْن کے شاگرد حضرت سیِّدُنا عبد الغافر بن اسماعیل فارِسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی (متوفی ۵۲۹ھ) فرماتے ہیں: ''اِحْیَاءُ الْعُلُوْم جیسی کتاب پہلے کسی نے نہیں لکھی۔'' [5]

﴿5﴾ ...... حضرت سیِّدُنا امام یحییٰ بن شرف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۶۷۶ھ) نے فرمایا: ''اِحْیَاءُ الْعُلُوْم قرآن کریم

---

1 ...... مقدمۂ احیاء العلوم (مترجم از علامہ فیض احمد اویسی علیہ رحمۃ اللّٰہ القوی) ج ۱، ص ۲۱، ملخصًا۔

2 ...... تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء علی ہامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۵۸۔

3 ...... المرجع السابق، ج۵، ص۳۶۱۔

4 ...... اتحاف السادۃ المتّقین، مقدمۃ الکتاب، ج۱، ص۳۸۔

5 ...... تاریخ مدینۃ دمشق، ج۵۵، ص۲۰۱۔

سے بہت قریب ہے۔"(۱)

﴿6﴾...... تاج العارفین قطب الاولیا حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ عَیْدَ رُوس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اِحْیَاءُ الْعُلُوْم تقریباً پوری حفظ تھی۔آپ فرماتے ہیں:"اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کو لازم پکڑ لو۔یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نظرِ رحمت اور رضا کا ذریعہ ہے تو جس نے اس سے محبت کی اور اس کا مطالعہ کر کے اس پر عمل کیا اس نے اللّٰہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ملائکہ وانبیا عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محبت کو پا لیا اور اس نے شریعت، طریقت اور حقیقت کو دنیا و آخرت میں جمع کر لیا اور وہ ملک وملکوت میں عالم ہو گیا۔" نیز فرمایا:"ہمارے لئے قرآن وسنت کے علاوہ کوئی راستہ و معیار نہیں اور ان کی مکمل تشریح و تفصیل سَیِّدُ الْمُصَنِّفِیْن بَقِیَّۃُ الْمُجْتَہِدِیْن حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے اپنی عظیم الشان تصنیف اِحْیَاءُ الْعُلُوْم میں فرما دی ہے۔"(۲)

﴿7﴾...... حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ عَیْدَ رُوس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بھائی حضرت سیِّدُنا شیخ علی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کو **25** مرتبہ بالاستیعاب پڑھا۔آپ ہر بار ختم کر کے فقرا و طلبا کی دعوت کرتے تھے۔(۳)

﴿8﴾...... حضرت سیِّدُنا شیخ ابو محمد کا زَرُوْنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا دعویٰ تھا کہ"اگر تمام علوم ناپید ہو جائیں تو میں اِحْیَاءُ الْعُلُوْم سے سب کو نکال لوں گا۔"(۴)

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی روایت کرنے والے:

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی روایت جن حضرات عالیہ نے فرمائی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ﴿1﴾ حضرت سیِّدُنا عبدالخالق بن احمد بغدادی ﴿2﴾ حضرت سیِّدُنا محمد بن ثابت بن حسن خُجَنْدِی، ان کی سندِ روایت میں علامہ ابن حَجر عَسقَلانی (متوفی ۸۵۲ھ) اور حافظ شمس الدین سَخَاوِی (متوفی ۹۰۲ھ) جیسی عظیم ہستیاں بھی ہیں ﴿3﴾ حضرت سیِّدُنا ابو الفتوح اسعد بن احمد اِسْفَرائِنِی ﴿4﴾ حضرت سیِّدُنا ابو عبداللّٰہ محمد المالکی، ان کی سندِ روایت میں سیِّدُنا علامہ جلال الدین سُیُوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) اور حافظ عبدالرؤف مَناوی (متوفی ۱۰۰۳ھ) جیسی عظیم و معتبر شخصیات بھی ہیں ﴿5﴾ حضرت سیِّدُنا قاضی ابو بکر محمد بن عبداللّٰہ عربی ﴿6﴾ حضرت سیِّدُنا ابو العباس احمد بن محمد ﴿7﴾ حضرت سیِّدُنا

❶......تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء علی هامش احیاء علوم الدین، ج۵، ص۳۵۹۔

❷......المرجع السابق۔ ❸......المرجع السابق، ص۳۶۰۔ ❹......المرجع السابق، ص۳۵۹۔

حافظ ابوطاہر احمد بن محمد سِلَفِی اور ﴿8﴾ حضرت سیِّدُ نا ابوسعید محمد بن اسعد نوقانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔(۱)

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کا خلاصہ لکھنے والے:

سب سے پہلے ''لُبَابُ الْاِحْیَاء'' کے نام سے اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کا خلاصہ کرنے والے حضرت سیِّدُ نا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے بھائی حضرت سیِّدُ نا احمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی (متوفی ۵۲۰ھ) ہیں۔ دیگر علمائے کرام نے بھی اس کا خلاصہ فرمایا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:...... محمد بن سعید یَمَنِی (متوفی ۵۹۵ھ)...... یحییٰ بن ابوالخیر...... علامہ جلال الدین سُیُوطی (متوفی ۹۱۱ھ)...... محمد بن عمر بَلَخِی...... عبدالوہاب بن علی مَراغی...... مصر کے شیخ خانقاہ محمد بن علی عَجْلُونی (متوفی ۸۱۲ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔(۲)

ایک خلاصہ عَیْنُ الْعِلْم کے نام سے ہوا جس کی شرح حضرت سیِّدُ نا علامہ مولانا علی بن سلطان ہروی حنفی المعروف ''ملا علی قاری'' عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی نے فرمائی۔ اس خلاصہ کے متعلق علامہ ابن حجر مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی (متوفی ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں: یہ اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کا بے مثال خلاصہ ہے جو کسی ہندی عالم نے کیا ہے۔(۳)

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی شرح کرنے والے:

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی بہترین شرح حضرت سیِّدُ نا علامہ سیِّد مرتضیٰ حسن زَبِیْدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے ''اِتِّحَافُ السَّادَۃِ الْمُتَّقِیْن'' کے نام سے لکھی ہے جو 14 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

احادیث احیاء کی تخریج کرنے والے:

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم میں مذکور احادیث مبارکہ کی تخریج کرنے والے علما میں سرفہرست حضرت سیِّدُ نا حافظ ابوالفضل عبدالرحیم عراقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَاقِی (متوفی ۸۰۶ھ) ہیں جنہوں نے احادیث احیاء کی تخریج میں کئی جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی پھر ''اَلْمُغْنِی عَنْ حَمْلِ الْاَسْفَار'' کے نام سے اس کا اختصار کیا...... حافظ عراقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَاقِی ہی کے شاگرد

---

1 ...... اتحاف السادة المتّقین، مقدمة الکتاب، ج۱، ص۶۲ تا ۶۵۔

2 ...... کشف الظنون، ج۱، ص۲۴۔

اتحاف السادة المتّقین، مقدمة الکتاب، ج۱، ص۵۶۔

3 ...... الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، المقدمة الاولی، ص۱، ملخصًا۔

امام ابن حجر عَسْقَلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی (متوفی ۸۵۲ھ) نے ایک جلد میں اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کی احادیث کی تخریج کی اور اس میں اُن احادیث کو بیان کیا جن کے متعلق ان کے استاذ محترم نے توقف کیا تھا......اور حضرت سیِّدُنا علامہ قاسم بن قُطْلُو بُغا حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی (متوفی ۸۷۹ھ) نے "تُحْفَۃُ الْاِحْیَاءِ فِی مَا فَاتَ مِنْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْاِحْیَاء" کے نام سے تخریج کی۔(۱)

سفرِ آخرت:

عمر کے آخری حصہ میں اگرچہ حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کا زیادہ تر وقت عبادت میں گزرتا اور شب و روز مجاہدات و ریاضات میں بسر کرتے تھے مگر تصنیف و تالیف کا مشغلہ بالکل ترک نہ فرمایا۔ اصول فقہ میں آپ کی اعلیٰ درجہ کی تصنیف "اَلْمُسْتَصْفٰی" ۵۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ اس کے ایک برس بعد آپ نے 55 سال کی عمر میں بروز پیر ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں بمقام طابران (طوس) میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ وراثت میں اس قدر مال چھوڑا جو آپ کے اہل و عیال کے لئے کافی تھا حالانکہ آپ کو بہت زیادہ مال و زر پیش کیا گیا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور کبھی کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کیا۔ اولاد میں صرف بیٹیاں ہی سوگوار چھوڑیں۔

حضرت سیِّدُنا امام ابن جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۵۹۷ھ) نے "اَلثَّبَاتُ عِنْدَ الْمَمَات" میں آپ کے وصال کا واقعہ حضرت سیِّدُنا احمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی (متوفی ۵۲۰ھ) کی زبانی یہ لکھا ہے کہ پیر کے دن حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی صبح کے وقت بستر سے اٹھے۔ وضو کر کے نماز پڑھی پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر فرمایا: "میرے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سر آنکھوں پر۔" اتنا کہا اور چہرہ قبلہ رو کر کے پاؤں پھیلا دیئے۔ لوگوں نے دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔(۲)

﴿اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم﴾

---

1 ...... كشف الظنون، ج۱، ص۲۴۔ اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج۱، ص۵۵۔

2 ...... الثبات عند الممات، ص۱۷۸۔ طبقات الشافعية الكبرى للسبكى، ج۶، ص۲۱۱۔ اتحاف السادة المتّقين، مقدمة الكتاب، ج۱، ص۱۴۔

اِبتدائیہ

سب سے پہلے میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی بے حساب اور مسلسل حمد وثنا کرتا ہوں اگر چہ اس کی شانِ عظمت کے سامنے تمام حمد کرنے والوں کی حمد ناقص ہے۔اس کے بعد اس کے رسولوں پر ہدیۂ دُرود وسلام بھیجتا ہوں جو سیِّدُ البَشَر کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام رسولوں کو بھی شامل ہو۔ پھر خدا سے خیر طلب کرتا ہوں اپنے اس ارادے پر جو میں نے احیائے عُلوم ِدین (یعنی دینی علوم کو زندہ کرنے) کے بارے میں کتاب لکھنے کا کیا ہے۔اس کے بعد اے دِیدہ ودانستہ انکار کرنے والوں کے گروہ میں شامل شدّت سے ملامت کرنے والے اور نادانستہ انکار کرنے والوں کے طبقات میں انکار اور لعن طعن میں حد سے بڑھنے والے! تیرے تعجب وحیرت کا خاتمہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری زبان سے خاموشی کی گرہ کھول دی ہے اور کلام وگفتگو کا ہار میرے گلے میں ڈال دیا ہے کیونکہ تو نے باطل کی مدد اور جہالت کو اچھا قرار دینے میں ہَٹ دَھرمی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ واضح حق سے آنکھیں بند کررکھی ہیں اور اُن لوگوں میں فتنہ وفساد پھیلا رکھا ہے جو (بری) رسموں سے تھوڑا بہت نکلنا چاہتے یا ان رسموں سے تعلق توڑ کر علم پر عمل پیرا ہونے کی کچھ نہ کچھ خواہش رکھتے ہیں۔اس اُمید پر کہ تزکیہ نفس اور دل کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوجائیں جس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے اور تمام عمر کی جانے والی کوتاہیوں کے تدارُک سے نااُمید ہوکر زندگی کی بعض کوتاہیوں کا تدارُک کرلیں اور لوگوں کے اس ہجوم سے بچ جائیں جن کے بارے میں آقائے دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اُس عالم کو ہوگا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُس کے علم سے نفع نہ دیا۔'' (1)

وجہِ تصنیف:

میری زندگی کی قسم (2) تیرے تکبر پر اَڑنے کا سبب اس بیماری کے سوا کوئی نہیں جس نے بہت سے لوگوں کو گھیر رکھا

---

1 ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی نشر العلم، الحدیث:۱۷۷۸، ج۲، ص۲۸۵۔

المجالسة وجواھر العلم للدینوری، الحدیث:۹، ج۱، ص۵۷۔

2 ...... مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج4، ص337 پر فرماتے ہیں: لَعَمْرِی (یعنی میری عمر کی قسم) قسم شرعی نہیں، وہ تو صرف خدا کے نام کی ہوتی ہے، بلکہ قسم لغوی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِۙ(۱) (پ۳۰، التین: ۱) انجیر اور زیتون کی قسم۔لہٰذا یہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ غیر خدا کی قسم نہ کھاؤ۔

ہے بلکہ تمام لوگ ہی اس میں ملوث ہیں یعنی آخرت کی عظمت جاننے سے قاصر اور اس بات سے بے خبر ہیں کہ آخرت کا معامَلہ بہت سنگین اور مصیبت سخت ہے۔ آخرت سامنے آ رہی اور دنیا پیٹھ پھیرے جا رہی ہے۔ موت قریب ہے۔ سفر دور کا اور زادِراہ معمولی ہے۔ خطرہ بہت زِیادہ اور رَاستہ بھی بند ہے اور پَرَکھنے والے صاحبِ بصیرت کے نزدیک وہ علم وعمل نامقبول ہے جو خالص رِضائے الٰہی کے لئے نہ ہو۔ کثیر ہلاکتوں اور مصیبتوں کی موجودگی میں آخرت کے راستے پر بغیر کسی راہنما اور رفیق کے چلنا بہت مشکل اور باعثِ تھکن ہے۔ اس راستے کے راہنما علما ہیں جو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔ لیکن اَب زمانہ ان سے خالی اور صرف رسمی لوگ باقی ہیں۔ ان میں سے اکثر پر شیطانیت کا غلبہ ہے اور سرکشی نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے۔ ہر ایک فوری فائدے کے حصول کی کوشش میں نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھتا ہے یہاں تک کہ علمِ دین ناپید ہو گیا اور زمین سے ہدایت کے نشانات مٹ گئے۔ انہوں نے لوگوں کو یہ تصوُّر دیا کہ علم حکومت کا فتویٰ ہے کہ جب احمقوں میں فساد ہو جاتا ہے تو قاضی جھگڑوں کے فیصلوں میں اس سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یا بحث ومباحثہ اور مناظرے کا نام علم ہے جسے فخر وبڑائی کا طالب مخالف پر غلبہ پانے اور اس کو ساکت ولاجواب کرنے کے لئے زرہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ یا مقفّٰی ومسجع کلام کرنے کا نام علم ہے جس کے ذریعے واعظ لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان تین کے سوا حرام مال اور سامانِ دنیا اکٹھا کرنے کا کوئی جال نہیں۔

راہِ آخرت کا علم جس پر سلف صالحین چلا کرتے تھے، جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں فقہ، حکمت، علم، روشنی، چمک اور رُشد وہدایت کا نام دیا ہے وہ مخلوق کے درمیان سے لپیٹ دیا گیا اور اسے بالکل بھلا دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ بات دین میں مضبوط رخنہ اور نہایت تاریک مصیبت ہے اس لئے میں اس کتاب کو لکھنے میں مشغول ہوا تاکہ دینی علوم کو زندہ کروں اور متقدمین ائمہ کے راستوں اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے نزدیک نفع مند علوم کی عظمت کو واضح کروں۔

کتاب کی ترتیب اور ابواب بندی:

میں نے اس کتاب کو بنیادی طور پر چار حصوں میں تقسیم کیا ہے: (۱) عبادات (۲) عادات (۳) مُہْلِکات (یعنی

ہلاک کرنے والے امور کا بیان) اور (۴) مُنْجِیَات (یعنی نجات دلانے والے امور کا بیان)۔لیکن علم کی اہمیت کے پیشِ نظر کتاب کے شروع میں علم کا باب قائم کیا ہے اور اس میں بھی پہلے اس علم کو واضح کروں گا جسے طلب کرنے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان سے حکم دیا ہے۔چنانچہ،

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' (۱)

پھر نفع بخش علم کو نقصان دِہ علم سے ممتاز کروں گا کیونکہ حضورِ پُرنور، شافِعِ یومُ النُّشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:''ہم ایسے علم سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے۔'' (۲)

اس کے بعد ثابت کروں گا کہ اس زمانے کے لوگ صحیح راستے سے پھر گئے ہیں اور چمکتی ریت کو پانی سمجھ کر دھوکے کا شکار ہیں اور علوم کے معاملے میں مغز کو چھوڑ کر چھلکے پر اِکتفا کئے بیٹھے ہیں۔

کتاب کے مشمولات پر ایک نظر:

عبادات: کا بیان دس ابواب پر مشتمل ہے: (۱) علم (۲) قواعد عقائد (۳) طہارت کے اسرار (۴) نماز کے اسرار (۵) زکوٰۃ کے اسرار (۶) روزے کے اسرار (۷) حج کے اسرار (۸) تلاوتِ قرآن کے آداب (۹) اذکار اور دعائیں (۱۰) اَوقات کے اِعتبار سے وظائف کی ترتیب۔

عادات: کا بیان بھی دس ابواب پر مشتمل ہے: (۱) کھانے کے آداب (۲) نکاح کے آداب (۳) کمانے کے احکام (۴) حلال وحرام (۵) مختلف قسم کے لوگوں کے ساتھ صحبت اور معاشرت کے آداب (۶) گوشہ نشینی (۷) سفر کے آداب (۸) سماع اور وَجد کا بیان (۹) نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا (۱۰) آدابِ معیشت اور اخلاقِ نبوت۔

مہلکات: کا بیان بھی دس ابواب پر مشتمل ہے: (۱) عجائباتِ قلب کی شرح (۲) نفس کی ریاضت (۳) پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کی آفات (۴) زبان کی آفات (۵) غصہ، کینہ اور حسد کی آفات (۶) دنیا کی مذمت (۷) مال اور بخل کی مذمت (۸) حُبِّ جاہ اور رِیا کی مذمت (۹) تکبر اور خود پسندی کی مذمت (۱۰) غرور کی مذمت۔

منجیات: کا بیان بھی دس ابواب پر مشتمل ہے: (۱) توبہ (۲) صبر وشکر (۳) خوف ورَجا (۴) فقر وزُہد (۵) توحید

---

1 ......سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلم والحث......الخ، الحديث:۲۲۴، ج ۱، ص۱۴۶۔

2 ......صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من شرماعمل......الخ، الحديث:۲۷۲۲، ص۱۴۵۷۔

اورتوکل (۶) محبت، شوق، اُنس اور رِضا (۷) نیت، سچائی اور اخلاص (۸) مراقبہ اور محاسبہ (۹) تفکر (۱۰) موت کو یاد کرنا۔

مزید تفصیل:

عبادات: کے بیان میں عبادت کے پوشیدہ آداب، اس کے طریقوں کی باریکیاں اوراس کے معانی کے اسرار بیان کروں گا جن کی ایک باعمل عالم کوضرورت ہوتی ہے بلکہ جوانہیں نہیں جانتا اس کا شمار علمائے آخرت میں نہیں ہوتا اوران میں اکثر وہ باتیں ہیں جنہیں فقہ کی کتابوں میں ذکر نہیں کیا گیا۔

عادات: کے بیان میں لوگوں کے درمیان جاری معاملات کے اسرار، ان کی گہرائیاں، ان کے طریقوں کی باریکیاں اوران کے جاری ہونے کے مقامات کی پوشیدہ پرہیزگاری بیان کروں گا جن کی ہر دین دار کوضرورت ہوتی ہے۔

مُہْلِکات: کے بیان میں ہراس بری صفت کو بیان کروں گا جسے قرآنِ پاک نے مٹانے اورنفس اوردل کواس سے پاک رکھنے کا حکم دیا ہے۔ان میں سے ہر عادت کی تعریف اوراس کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اس سبب کا ذکر کروں گا جس سے وہ پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہ آفات جواس پر مرتَّب ہوتی ہیں۔ پھر وہ نشانیاں جن سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ پھراس سے چھٹکارا پانے کا طریقہ اوراس کا علاج بیان کروں گا۔ان سب پر آیاتِ مقدسہ، اَحادیث مبارکہ اورآثار سے دلائل نقل کروں گا۔

مُنْجِیات: کے بیان میں ہراس قابلِ تعریف خصلت کو بیان کروں گا جس میں رغبت کی جاتی ہے۔یعنی مقربین اورصدیقین کی عادات جن کے ذریعے بندہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ نیز ہر خصلت کی تعریف، اس کی حقیقت، اسے حاصل کرنے کا طریقہ، پھراس سے حاصل ہونے والے فوائد، اسے پہچاننے کی علامت اور وہ فضیلت جس کی وجہ سے اس میں رغبت کی جاتی ہے نقلی وعقلی دلائل کے ساتھ بیان کروں گا۔

کتاب کی چند خصوصیات:

مذکورہ اُمور میں سے بعض پر کچھ لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں لیکن یہ کتاب ان کتابوں سے پانچ وجہ سے ممتاز ہے:

﴿1﴾......جس چیز کو انہوں نے پیچیدہ رکھا میں نے اُسے حل کیا اور جسے انہوں نے اجمالاً بیان کیا میں نے اُسے

وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

﴿2﴾......جس چیز کو انہوں ترتیب سے بیان نہیں کیا میں نے اُس کی ترتیب قائم کی اور جسے انہوں نے علیحدہ علیحدہ بیان کیا میں نے اسے یکجا ذکر کیا ہے۔

﴿3﴾......جس چیز کو انہوں نے طوالت سے لکھا میں نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔

﴿4﴾......جو بات انہوں نے بار بار نقل کی میں نے تکرار کو حذف کر دیا اور اصل مقصود کو باقی رکھا ہے۔

﴿5﴾......جن پیچیدہ باتوں کا سمجھنا دشوار ہے انہوں نے انہیں بالکل نہیں چھیڑا اگرچہ انہوں نے ایک ہی طریقہ اختیار کیا ہے لیکن کوئی بعید نہیں کہ کسی سالک کو کوئی ایسی خاص بات پتا چل جائے جس سے اس کے رفقا بے خبر ہوں یا وہ بے خبر تو نہ ہوں مگر اسے لانا بھول گئے ہوں یا بھولے بھی نہ ہوں لیکن کسی مانع (رُکاوٹ) کی وجہ سے اس سے پردہ نہ اٹھایا ہو۔ یہ اس کتاب کی خصوصیات ہیں مزید یہ کتاب ان علوم کی تفصیل پر بھی مشتمل ہے۔

کتاب چار حصوں میں تقسیم کرنے کی وجہ:

دو باتوں نے مجھے اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کی طرف راغب کیا:

پہلی وجہ: حقیقت میں یہی اصل وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تحقیق وتفہیم میں یہ ترتیب علمِ ضروری کی طرح ہے کیونکہ جس علم کے ذریعے آخرت کی طرف توجہ کی جاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) علمِ معامَلہ اور (۲) علمِ مکاشَفہ۔

علم مکاشفہ وعلم معاملہ کی تعریف:

علم مکاشفہ: سے مراد وہ علم ہے جس میں صرف معلومات کا پتا چلتا ہے اور **علم معاملہ:** سے مراد وہ علم ہے جس میں معلومات جاننے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا مقصود صرف علم معاملہ ہے علمِ مکاشَفہ اس کا موضوع نہیں کیونکہ اسے کتابوں میں لانے کی اجازت نہیں اگرچہ یہ علم طالبانِ حق کا بڑا مقصد اور صدیقین کا اصل مقصود ہے اور علمِ معامَلہ اس تک لے جانے والا ایک راستہ ہے۔ لیکن انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں کے ساتھ صرف علمِ طریقت وہدایت میں بات کی ہے اور علمِ مکاشَفہ میں اشارے اور مثال واجمال کے طور پر گفتگو فرمائی ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ لوگوں کی عقلیں ان کی متحمل نہیں ہو سکیں گی اور علما تو انبیا کے وارِث ہیں اس لئے ان

کے لئے اس راستے سے پھرنے کی گنجائش نہیں۔

علم معاملہ کی اقسام:

علم مُعاملہ کی دوقسمیں ہیں:(1)......عِلمِ ظاہر یعنی ظاہری اعضاء کے اعمال کا علم اور(2)......عِلمِ باطن یعنی دل کے اعمال کا علم۔ظاہری اعضاء سے صادر ہونے والا عمل یا عبادت ہوگا یا عادت اور دل جوحواس سے پردے میں ہے اس پر عالَمِ ملکوت سے جاری ہونے والا عمل محمود ہوگا یا مذموم۔لہٰذا اس علم کی دوقسمیں ہوئیں ظاہر و باطن۔**ظاہری** حصہ جو اعضاء سے متعلق ہے اس کی دوقسمیں ہیں:(۱)عادت (۲)عبادت۔**باطنی** حصّہ جو دل کے احوال اور نفس کے اخلاق سے متعلِّق ہے اس کی بھی دوقسمیں ہیں:(۱)مذموم (۲)محمود۔چنانچہ، مجموعی طور پر یہ چار قسمیں ہوئیں۔علمِ معامَلہ میں اِن اقسام کونظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ میں نے طلبا میں اُس فقہ کی سچی رغبت دیکھی جو ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جوخوف خدا نہیں رکھتے۔وہ اسے فخر کرنے اور مقابلوں میں اپنا مقام و مرتبہ ظاہر کرنے کے لئے زِرہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس کی بھی چار قسمیں ہیں۔محبوب کے لباس میں ملبوس بھی محبوب ہوتا ہے اس لئے میں نے کتاب کو فقہ کی ترتیب پر لانے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی تاکہ لوگوں کے دلوں کو آہستہ آہستہ اس کی طرف مائل کیا جاسکے۔یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے امرا کے دلوں کا **طب** کی طرف میلان چاہا انہوں نے اپنی کتابوں کو ستاروں کی تقویم کی صورت میں جدوَلوں اور ہندسوں میں لکھا اور اس کا نام تقویمِ صحت رکھا تاکہ اس جنس سے امرا کے اُنس کے باعث انہیں اس کے مطالعہ کی طرف متوجہ کریں اور وہ علم کہ جس میں ابدی زندگی کا فائدہ ہو اس کی طرف لوگوں کے دلوں کو کھینچنے کا حیلہ اس حیلے سے اہم ہے جو طب کی طرف کھینچتا ہے کیونکہ **طب** تو صرف جسمانی صحت کا فائدہ دیتی ہے جبکہ **علم** دلوں اور روحوں کا علاج ہے اس کے ذریعے انسان ابدی زندگی تک پہنچ جاتا ہے۔لہٰذا اِس کے مقابلے میں طب کی کیا حیثیت کہ جس کے ذریعے صرف جسمانی علاج ہوتا ہے اور جسم تو کچھ ہی دنوں میں خراب ہوجائیں گے۔ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے توفیق، ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کا سوال کرتے ہیں وہی کریم اور جواد ہے۔

عِلْم کا بیان

یہ سات ابواب پر مشتمل ہے: (۱)علم،تعلیم اور تعلُّم کی فضیلت (۲)فرضِ عین اور فرضِ کفایہ علوم، علمِ فقہ اور علمِ کلام کے علمِ دین ہونے کی حد اور علمِ آخرت وعلمِ دنیا کا بیان (۳)ان مذموم (قبیح) علوم کا بیان جنہیں عوام علمِ دین سمجھتے ہیں نیز اس بات کا بیان کہ کون سا علم کتنا مذموم ہے (۴) آفاتِ مناظرہ اور لوگوں کے اختلافات اور جھگڑوں میں مشغول ہونے کی وجوہات کا بیان (۵)استاذ وشاگرد کے آداب (۶)علم اور علما کی آفات اور علمائے دنیا وعلمائے آخرت کے درمیان فرق کرنے والی علامات کا بیان اور (۷)عقل، اس کی فضیلت، اس کی اقسام اور اس کے بارے میں وارِد روایات کا بیان۔

باب نمبر1: عِلْم، تعلیم اور تعلّم کی فضیلت اور اس کے عقلی ونقلی دلائل کا بیان

پہلی فصل: عِلْم کی فضیلت

علم کی فضیلت پر مشتمل 14 فرامینِ بارِی تعالٰی:

﴿۱﴾

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ (پ۳، اٰل عمران:۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر۔

دیکھئے! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کس طرح اپنی پاک ذات سے آغاز فرمایا پھر ملائکہ اور پھر علم والوں کا ذکر فرمایا۔ شرف وفضیلت اور عظمت وکمال کے لئے یہی کافی ہے۔

﴿۲﴾

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ (پ۲۸، المجادلة:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

علما کی عام لوگوں پر فضیلت: حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا: ”علمائے کرام عام مومنین سے 700 درَجے بلند ہوں گے، ہر دو درَجوں کے درمیان 500 سال کی مسافت ہے۔“ (1)

﴿۳﴾

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ (پ۲۳، الزمر:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿۴﴾

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ (پ۲۲، فاطر:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

﴿۵﴾

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (پ۱۳، الرعد:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللّٰہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

﴿۶﴾

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ (پ۱۹، النمل:۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا۔

اس میں تنبیہ ہے کہ علم کی طاقت سے وہ اس پر قادر رہوا (یعنی حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر حضرت سیِّدُنا آصف بن برخیا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ علم کی طاقت سے پلک جھپکنے میں تخت لانے پر قادر ہوئے)۔

﴿۷﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ (پ۲۰، القصص:۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللّٰہ کا ثواب بہتر ہے اس کیلئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔

اس آیتِ مبارَکہ میں بیان فرمایا کہ آخرت کی قدر و منزلت علم کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، بیان آخرفی فضل العلم......الخ، ج۱ ص۲۴۱۔

﴿۸﴾

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ۲۰، العنکبوت:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

﴿۹﴾

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (پ۵، النسآء:۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اُن سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

واقعات کے فیصلے کو علمائے کرام کے اجتہاد کی طرف لوٹا کر حکمِ الٰہی کے اظہار میں ان کا درَجہ انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درَجے سے ملایا۔

﴿۱۰﴾

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ (پ۸، الاعراف:۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں لِبَاسًا سے علم، رِيْشًا سے یقین اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے حیا مراد ہے۔

﴿۱۱﴾

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (پ۸، الاعراف:۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا۔

﴿۱۲﴾

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ (پ۸، الاعراف:۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ضرور ہم ان کو بتا دیں گے اپنے علم سے۔

﴿۱۳﴾

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں

اُوْتُوا الْعِلْمَ ۙ (پ۲۱، العنکبوت:۴۹) جن کو علم دیا گیا۔

﴿۱۴﴾

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ (پ۲۷، الرحمٰن:۳،۴) ترجمۂ کنزالایمان: انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

علم کی فضیلت پر مشتمل 28 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾ ......اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ اور ہدایت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔[1]

﴿2﴾ ......علما، انبیا کے وارِث ہیں۔[2]

اس سے پتا چلا کہ جس طرح نبوت سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں اسی طرح نبوت کی وراثت (یعنی علم) سے بڑھ کر کوئی عظمت نہیں۔

﴿3﴾ ......زمین وآسمان کی تمام مخلوق عالم کے لئے استغفار کرتی ہے۔[3]

لہٰذا اُس سے بڑا مرتبہ کس کا ہوگا جس کے لئے زمین وآسمان کے فِرِشتے مغفِرت کی دعا کرتے ہوں۔ یہ اپنی ذات میں مشغول ہے اور فِرِشتے اس کے لئے اِستِغفار میں مشغول ہیں۔

﴿4﴾ ......بے شک حکمت ذی مرتبہ کے مرتبے کو بڑھاتی اور غلام کو اتنی بلندی عطا کرتی ہے کہ وہ بادشاہوں کے مقام کو پالیتا ہے۔[4]

اس حدیثِ پاک میں علم کے دنیوی فوائد بیان کئے گئے ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت بہت بہتر اور باقی

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب النھی عن المسألۃ، الحدیث:۱۰۳۷، ص۵۱۶۔
الزھد للامام احمد بن حنبل، فی فضل ابی ھریرۃ، الحدیث:۸۸۵، ص۱۸۲۔

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلم والحث......الخ، الحدیث:۲۲۳، ج۱، ص۱۴۶۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلم والحث......الخ، الحدیث:۲۲۳، ج۱، ص۱۴۶۔

4 ......المجروحین لابن حبان، الرقم:۴۸۸، صالح بن بشیر المری، ج۱، ص۳۷۲۔
جامع بیان العلم وفضله، باب قوله: لا حسد الا فی اثنین، الحدیث:۶۳، ص۳۰، بتغیرٍ۔

رہنے والی ہے۔

﴿5﴾......دو خصلتیں ایسی ہیں جو کسی منافق میں نہیں ہوتیں: حُسنِ اَخلاق اور دین کی سمجھ بوجھ۔ (۱)

(حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) موجودہ زمانے کے بعض فقہا کے نفاق کی وجہ سے اس حدیث میں ہرگز شک نہ کرنا کیونکہ اس حدیث میں فقہ سے مراد وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو، عنقریب ہم فقہ کا معنی بیان کریں گے اور فقیہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور اگر اس پر اس بات کی معرفت سچی اور غالب ہوگی تو اس کی برکت سے وہ نفاق اور رِیا سے پاک ہو جائے گا۔

﴿6﴾......لوگوں میں سب سے افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو نفع دے اور اگر اس سے بے پرواہی کی جائے تو وہ اپنے آپ کو بے نیاز رکھے۔ (۲)

﴿7﴾......ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس پرہیزگاری، زینت، شرم وحیا اور ثمرہ علم ہے۔ (۳)

﴿8﴾......لوگوں میں سے علما و مجاہدین درجہ نبوت کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ علما تو رسولوں کی لائی ہوئی باتوں کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں اور مجاہدین رسولوں کی لائی ہوئی شریعت (کی حفاظت) کے لئے تلواروں سے جہاد کرتے ہیں۔ (۴)

﴿9﴾......ایک قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے آسان ہے۔ (۵)

﴿10﴾......لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف کانیں ہیں ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں اعلیٰ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں جبکہ دین کی سمجھ بوجھ رکھتے ہوں۔ (۶)

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، الحدیث: ۲۶۹۳، ج۴، ص۳۱۳۔

2 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، عمر بن علی بن ابی طالب، الحدیث: ۹۸۸۶، ج۴۵، ص۳۰۳۔
مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الحدیث: ۲۵۱، ج۱، ص۶۷، بتغیرٍ۔

3 ......الفقیہ والمتفقہ، ذکر احادیث واخبار شتی......الخ، الحدیث: ۱۲۹، ج۱، ص۱۴۶۔

4 ......المرجع السابق، الحدیث: ۱۳۲، ص۱۴۸۔

5 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی طلب العلم، فصل فی فضل العلم وشرف مقدارہ، الحدیث: ۱۶۹۹، ج۲، ص۲۶۴۔

6 ......صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب الارواح جنود مجنّدۃ، الحدیث: ۲۶۳۸، ص۱۴۱۸۔

﴿11﴾ ...... قیامت کے دن علما کی سیاہی شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی۔ [1]

﴿12﴾ ...... جس نے میری امت کے لئے احکام کی 40 حدیثیں یاد کیں اور ان تک پہنچا دیں میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔ [2]

﴿13﴾ ...... میرا جو امتی 40 حدیثیں یاد کرے گا وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے عالم اور فقیہ ہو کر ملے گا۔ [3]

﴿14﴾ ...... جو علم دین حاصل کرے گا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مشکلات کو آسان فرما دے گا اور اُسے وہاں سے رِزق عطا فرمائے گا جہاں اُس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ [4]

﴿15﴾ ...... اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ اے ابراہیم! میں علیم ہوں اور ہر صاحبِ علم کو پسند کرتا ہوں۔ [5]

﴿16﴾ ...... عالم زمین میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا امین ہوتا ہے۔ [6]

﴿17﴾ ...... اگر میری اُمت کے دو گروہ اُمرا اور علما ٹھیک ہو جائیں تو سب لوگ ٹھیک ہو جائیں گے اور اگر وہ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جائیں گے۔ [7]

﴿18﴾ ...... جس دِن میں ایسے علم میں اضافہ نہ کرسکوں جو مجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر دے اُس دن کے روشن ہونے میں میرے لئے کوئی برکت نہیں۔ [8]

---

1 ...... جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلماء علی الشهداء، الحدیث: ۱۳۹، ص۴۸۔

2 ...... جامع بیان العلم وفضله، باب قوله صلی اللّٰه علیه وسلم: من حفظ علی امتی ...... الخ، الحدیث: ۱۸۸، ص۶۳۔

3 ...... جامع بیان العلم وفضله، الحدیث: ۱۸۷، ص۶۲۔

4 ...... جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۱۹۸، ص۶۶۔

5 ...... جامع بیان العلم وفضله، الحدیث: ۲۱۴، ص۷۰۔

6 ...... جامع بیان العلم وفضله، الحدیث: ۲۲۵، ص۷۴۔

7 ...... جامع البیان العلم وفضله، باب ذم العالم علی مداخلة السلطان الظالم، الحدیث: ۱۷، ص۲۳۱۔

حلیة الاولیاء، میمون بن مهران، الحدیث: ۴۸۹۸، ج۴، ص۱۰۱۔

8 ...... المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۶۳۲، ج۵، ص۷۹۔

حلیة الاولیاء، عبداللّٰه بن المبارک، الحدیث: ۱۱۸۷۹، ج۸، ص۲۰۳۔

﴿19﴾...... تاجدارِ رِسالت، ماہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علم کو عبادت اور شہادت سے افضل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت میرے ادنیٰ صحابی پر۔[۱]

(پیارے اسلامی بھائیو!) غور کیجئے! مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس طرح علم کو درجۂ نبوت کے ساتھ ملا دیا اور کیسے علم سے خالی عمل کے مرتبے کو گھٹا دیا اگرچہ عابد جس عبادت پر مواظبت اختیار کئے ہوتا ہے وہ علم سے خالی نہیں ہوتی ورنہ وہ عبادت ہی نہیں جو علم سے خالی ہو۔

﴿20﴾...... عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر۔[۲]

﴿21﴾...... قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے: انبیا، علما اور شہدا۔[۳]

لہٰذا معلوم ہوا کہ زیادہ عظمت والا مرتبہ وہ ہے جس کا ذکر مرتبۂ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہے اور یہ مرتبۂ شہادت سے بڑھ کر ہے اگرچہ شہادت کی فضیلت میں بھی کثیر اَحادیث مروی ہیں۔

﴿22﴾...... اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی کوئی عبادت ایسی نہیں کی گئی جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے سے افضل ہو اور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔[۴]

﴿23﴾...... تمہارے دین کا افضل عمل وہ ہے جو آسان ترین ہو اور دین سیکھنا سب سے افضل عبادت ہے۔[۵]

﴿24﴾...... مومن عالم مومن عابد پر 70 دَرَجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔[۶]

﴿25﴾...... بے شک تم ایسے زمانے میں ہو جس میں علما زیادہ، قُرّا اور خطبا تھوڑے ہیں۔ دینے والے زیادہ اور مانگنے والے کم ہیں۔ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں علما کم اور خطبا زیادہ ہوں گے۔ دینے والے

---

❶......سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، الحدیث: ۲۶۹۴، ج۴، ص۳۱۴، بتغیرٍ۔

❷......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، الحدیث: ۳۶۴۱، ج۳، ص۴۴۴۔

❸......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الشفاعة، الحدیث: ۴۳۱۳، ج۴، ص۵۲۶۔

❹......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۱۶۶، ج۴، ص۳۳۷۔

جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلم علی العبادة، الحدیث: ۱۱۴، ص۴۲۔

❺......جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلم علی العبادة، الحدیث: ۹۸، ص۳۴۔

❻......جامع بیان العلم وفضله، الحدیث: ۸۴، ص۳۶۔

کم اور بھکاری زیادہ ہوں گے۔اس زمانے میں علم عمل سے افضل ہوگا۔(۱)

﴿26﴾......عالم اور عابد کے درمیان 100 درَجے ہیں اور ہر دو درَجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنی مسافت سَدھایا ہوا عمدہ گھوڑا 70 سال تک دوڑ کر طے کرتا ہے۔(۲)

﴿27﴾......بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ! افضل عمل کون سا ہے؟ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْعِلْمُ بِاللّٰہ۔ عرض کی گئی: یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ! آپ کون سا علم مراد لیتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کا علم۔ عرض کی گئی: ہمارا سوال عمل کے متعلق ہے جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم علم کا ارشاد فرما رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ (یعنی ذات باری تعالیٰ کا) علم ہو تو تھوڑا عمل بھی فائدہ دیتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو زِیادہ عمل بھی فائدے سے خالی ہوتا ہے۔(۳)

﴿28﴾......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن عبادت گزاروں کو اٹھائے گا پھر علما کو اٹھائے گا اور ان سے فرمائے گا: اے علما کے گروہ! میں تمہیں جانتا ہوں اسی لئے تمہیں اپنی طرف سے علم عطا کیا تھا اور تمہیں اس لئے علم نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب میں مبتلا کروں گا۔ جاؤ! میں نے تمہیں بخش دیا۔(۴)

ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔

علم کی فضیلت پر مشتمل 20 اقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾......امیر المومنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے حضرت سیِّدُنا کمیل بن زیاد نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی سے فرمایا: اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی تجھے حفاظت کرنی پڑتی

❶......المعجم الکبیر، الحدیث:۳۱۱۱، ج۳، ص۱۹۷۔
جامع بیان العلم وفضلہ، باب تفضیل العلم علی العبادۃ، الحدیث:۹۴، ص۳۸۔
❷......جامع بیان العلم وفضلہ، باب تفضیل العلم علی العبادۃ، الحدیث:۱۰۸، ص۴۳۔
❸......جامع بیان العلم وفضلہ، الحدیث:۱۹۷، ص۶۵، بتغیرٍ۔
❹......جامع بیان العلم وفضلہ، الحدیث:۲۱۱، ص۶۹۔
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، طلحۃ بن یزید الرقی، ج۵، ص۱۷۷۔

ہے۔علم حاکم ہےاور مال محکوم۔مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔(۱)

مزید فرمایا: رات بھر عبادت کرنے والے دن بھر روزہ رکھنے والے مجاہد سے عالم افضل ہے اور عالم کی موت سے اسلام میں ایسا رَخنہ (شگاف) پڑتا ہے جسے اس کے نائب کے سوا کوئی نہیں بھر سکتا۔(۲)

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے: فخر علما ہی کو لائق ہے کیونکہ وہ خود ہدایت پر ہیں اور ہدایت کے طلبگاروں کے لئے راہنما ہیں۔ ہر شخص اُسی چیز کی قدر کرتا ہے جو اُسے اچھی لگتی ہے اور جاہل علما کے دشمن ہیں۔علم کے ذریعے کامیابی حاصل کرو ہمیشہ کی زندگی پاؤ گے۔لوگ مر جاتے ہیں جبکہ علما زندہ رہتے ہیں۔(۳)

﴿2﴾...... حضرت سیِّدُنا ابواسود عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد نے فرمایا: علم سے بڑھ کر عزت والی شے کوئی نہیں۔ بادشاہ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں جبکہ علما بادشاہوں پر حکومت کرتے ہیں۔(۴)

﴿3﴾...... حضرتِ سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: حضرتِ سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علم، مال اور بادشاہت میں اختیار دیا گیا تو انہوں نے علم کو اختیار کیا لہٰذا علم کے ساتھ انہیں مال اور حکومت بھی عطا کر دی گئی۔(۵)

﴿4﴾...... حضرتِ سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا کہ انسان کون ہیں؟ فرمایا: علما۔ پھر پوچھا گیا: بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا: پرہیزگار۔ پھر پوچھا گیا: گھٹیا لوگ کون ہیں؟ فرمایا: جو دین کے بدلے دنیا حاصل

1 ......الفقیہ والمتفقہ، ذکر تقسیم علی بن ابی طالب احوال الناس......الخ، الحدیث: ۱۷۶، ج۱، ص۱۸۲۔
عیون الاخبار للدینوری، کتاب العلم والبیان، ج۲، ص۱۳۵، ۱۳۶۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۷۔
الفقیہ والمتفقہ، باب تعظیم المتفقہ الفقیہ، الحدیث: ۸۵۴، ج۲، ص۱۹۸، بالفاظٍ مختلفۃٍ۔

3 ......الفقیہ والمتفقہ، الحدیث: ۷۶۹، ج۲، ص۱۵۰۔

4 ......الحث علی طلب العلم لابی ھلال العسکری، ص۵۳۔
جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۵۱، ص۸۴۔

5 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، سلیمان بن داود، الحدیث: ۴۹۴۷، ج۲۲، ص۲۷۵۔

کرتے ہیں۔[1]

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے غیر عالم کو انسانوں میں شمار نہ کیا کیونکہ علم ہی وہ خصوصیت ہے جس کی وجہ سے انسان تمام جانوروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ پس انسان اس وصف کے ذریعے انسان ہے جس کے باعث اسے عزت حاصل ہوتی ہے۔ وہ جسمانی قوت کی وجہ سے انسان نہیں ورنہ اُونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے۔ نہ جسامت کی وجہ سے انسان ہے ورنہ ہاتھی کا جسم اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ نہ بہادری کے سبب ورنہ درندے اس سے بڑھ کر بہادر ہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ زیادہ کھاتا ہے کیونکہ بیل کا پیٹ اس سے زیادہ بڑا ہوتا ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ جماع کرتا ہے کیونکہ اس معاملے میں چھوٹی سی چڑیا اس سے بڑھ کر طاقتور ہے بلکہ انسان علم ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

﴿5﴾......ایک عالم کا قول ہے کہ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ جسے علم نہیں ملا اسے کیا ملا اور جسے علم ملا اسے کیا نہیں ملا۔ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جسے قرآن دیا گیا اور اس نے یہ خیال کیا کہ کسی کو اس سے بہتر دیا گیا ہے تو اس نے اس چیز کو حقیر سمجھا جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے عظیم کیا۔[2]

﴿6﴾...... حضرت سیِّدُنا فتح موصلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: اگر مریض کو کھانے، پینے اور دَوا سے روک دیا جائے تو کیا وہ مر نہیں جائے گا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: دل کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اگر تین دن تک اس سے علم وحکمت کو دور رکھا جائے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے۔[3]

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بالکل سچ فرمایا کیونکہ جس طرح کھانا بدن کی غذا ہے اسی طرح علم وحکمت دل کی غذا ہے جن کی بدولت وہ زندہ رہتا ہے اور جس کے پاس علم نہیں اس کا دل بیمار اور اس کی موت لازِمی ہے لیکن اسے اس بات کی خبر نہیں ہوتی کیونکہ دنیا کی محبت اور اس میں مشغولیت اِس کے احساس کو ختم کر دیتی ہے جیسا کہ خوف کے غلبہ

---

1 ......المجالسة و جواهر العلم للدينوری، الجزء الثانی، الرقم: ۳۰، ج ۱، ص ۱۶۰ ـ
شعب الايمان للبيهقی، باب فی نشر العلم، الرقم ۱۸۴۳، ج ۲، ص ۲۹۸ ـ

2 ......الزهد لابن المبارک، باب ماجاء فی ذنب التنعم فی الدنيا، الحديث ۷۹۹، ص ۲۷۵، بتغيرٍ ـ

3 ......التذکرة فی الوعظ لابن الجوزی، المجلس الثالث: فضل العلم والعلماء، ص ۵۶ ـ

کے وقت زخم کی تکلیف کا احساس نہیں رہتا اگرچہ تکلیف موجود ہوتی ہے۔ پھر جب موت اس سے دنیا کے بوجھ اُتارتی ہے تب وہ اپنی ہلاکت محسوس کر کے بہت پچھتاتا ہے لیکن پھر یہ اس کے حق میں بے سود ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے مدہوش کو نشے اور خوف کی حالت میں لگے زخموں کا احساس اُس وقت ہوتا ہے جب اسے خوف اور نشے سے نجات ملتی ہے۔ ہم پردے کھلنے کے دن سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ بے شک لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

﴿7﴾ ...... حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: علما کی سیاہی کا شہدا کے خون سے وزن کیا جائے گا تو علما کی سیاہی شہدا کے خون سے بھاری ہو گی۔ [1]

﴿8﴾ ...... حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: علم سیکھو اس سے پہلے کہ اٹھالیا جائے۔ [2] اور علم کا اٹھایا جانا یہ ہے کہ علما وفات پا جائیں گے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! راہِ خدا میں مارے جانے والے شہدا جب علما کا مقام دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں بھی عالم اٹھایا جاتا۔ کوئی بھی عالم پیدا نہیں ہوتا علم سیکھنے سے ہی آتا ہے۔ [3]

﴿9﴾ ...... حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: رات میں کچھ دیر علم کی تکرار کرنا مجھے ساری رات شب بیداری سے زیادہ محبوب ہے۔ [4] اسی طرح حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے بھی منقول ہے۔

﴿10﴾ ...... حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس ارشادِ باری تعالیٰ:

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (پ۲، البقرة:۲۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔

---

1 ......العلل المتناهية لابن الجوزی، کتاب العلم، باب وزن حبر العلماء......الخ، الحدیث: ۸۵، ج ۱، ص ۸۱۔

2 ......سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث......الخ، الحدیث: ۲۲۸، ج ۱، ص ۱۵۰، عن ابی امامة۔

3 ......الزهد للامام احمد بن حنبل، فی فضل ابی هریرة، الحدیث: ۸۹۹، ص ۱۸۴۔

4 ......جامع معمر بن راشد مع مصنف عبدالرزاق، باب العلم، الحدیث: ۲۰۶۳۷، ج ۱۰، ص ۲۳۸۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: دنیا میں حَسَنَۃً سے مراد علم اور عبادت ہے جبکہ آخرت میں اس سے مراد جنت ہے۔(۱)

﴿11﴾...... کسی دانا سے پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں ذخیرہ کرنی چاہئیں؟ جواب دیا: وہ چیزیں کہ جب تمہاری کشتی ڈوب جائے تو وہ تمہارے ساتھ تیرنے لگیں یعنی علم۔(۲)

بعض نے کہا: کشتی کے غرق ہونے سے مراد موت کے ذریعے بدن کا ہلاک ہونا ہے۔

﴿12﴾...... کہا گیا ہے کہ جو حکمت کو لگام بنالیتا ہے لوگ اسے امام بنالیتے ہیں اور جو حکمت کو سمجھ لیتا ہے لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔(۳)

﴿13﴾...... حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: علم کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس کی طرف یہ منسوب ہو خواہ چھوٹی سی بات میں، تو وہ خوش ہوتا ہے اور جس سے اسے اُٹھالیا جاتا ہے وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔(۴)

﴿14﴾...... امیر المومنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے لوگو! تم پر علم حاصل کرنا لازِم ہے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک چادرِ محبت ہے اور جو علم کا ایک باب حاصل کرلیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے وہ چادر پہنا دیتا ہے۔ پھر اگر اس سے کوئی گناہ ہوجائے تو اسے اپنی رِضا والے کاموں میں لگا دیتا ہے تاکہ چادرِ محبت اس سے سلب نہ کرے اگرچہ یہ سلسلہ اتنا طویل ہو کہ اسے موت آجائے۔(۵)

﴿15﴾...... حضرتِ سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے کہ جلد ہی علما مالک بن جائیں گے اور ہر اس عزت کا انجام کار ذلت ہوتا ہے جسے علم سے مضبوط نہ کیا جائے۔(۶)

---

(1)......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی عقدالتسبیح بالید، الحدیث:۳۴۹۹، ج۵، ص۲۹۵۔

(2)......الحث علی طلب العلم لابی هلال العسکری، ص۷٦۔

جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث:۲۴٦، ص۸۰۔

(3)......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث:۲۴٦، ص۸۰۔

(4)......المرجع السابق، الحدیث:۲۴۷، ص۸۳، بتغیرٍ۔

(5)......المرجع السابق، الحدیث:۲۵۱۔

(6)......عیون الاخبار للدینوری، کتاب العلم والبیان، ج۲، ص۱۳۷۔

﴿16﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا سالم بن ابوجعد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَحَد بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے آقا نے 300 درہم میں خرید کر آزاد کر دیا تو میں نے سوچا کہ اب کون سا پیشہ اختیار کروں؟ بالآخر حصولِ علم میں مشغول ہو گیا۔ ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا کہ شہر کا حاکم مجھ سے ملنے کے لئے آیا لیکن میں نے اسے اجازت نہ دی۔ (1)

﴿17﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا زبیر بن ابوبکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں عراق میں تھا میرے والد نے مجھے پیغام بھیجا کہ علم کو لازم کرلو! اگر غریب ہو تو یہ تمہارا مال ہے اور اگر غنی ہو تو تمہارا جمال ہے۔ (2)

﴿18﴾ ...... منقول ہے کہ حضرتِ سیِّدُ نا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو جو وصیتیں فرمائیں ان میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ بیٹا علما کی صحبت میں بیٹھا کرو، اپنے زانو ان کے زانو سے ملا دو کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نورِ حکمت سے دلوں کو ایسے زندہ کرتا ہے جیسے زمین کو مسلسل بارِش سے۔ (3)

﴿19﴾ ...... کسی دانا کا قول ہے کہ عالم کی وفات پر پانی میں مچھلیاں اور ہوا میں پرندے روتے ہیں۔ عالم کا چہرہ اوجھل ہو جاتا لیکن اس کی یادیں باقی رہتی ہیں۔ (4)

﴿20﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا امام زہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: علم نَر ہے اور آدمیوں میں مرد ہی اس سے محبت کرتے ہیں۔ (5)

{......صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب   صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......}

---

1 ......فیض القدیر، حرف الحاء، فصل فی المحلی بأل......الخ، تحت الحدیث: ۳۸۲۷، ج۳، ص۵۵۲۔

2 ......حدیث ابی نعیم الاصبھانی، الحدیث ٦، ص۷۔

3 ......الموطا الامام مالک، کتاب العلم، باب ماجاء فی طلب العلم، الحدیث: ۱۹۱۴، ج۲، ص۴۷۸۔

4 ......فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث: ۴۰۴۴، ج۲، ص۸۴، باختصارٍ۔

5 ......حلیة الاولیاء، الزھری، الرقم ۴۴۸۷، ج۳، ص۴۱۸۔

دوسری فصل: **عِلْم حاصل کرنے کی فضیلت**

حصولِ علم کی فضیلت پر مشتمل 2 فرامینِ باریِ تعالیٰ:

﴿۱﴾

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (پ۱۱، التوبة:۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

﴿۲﴾

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ۱۴، النحل:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

حصولِ علم کی فضیلت پر مشتمل 10 فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾...... جو علم کی طلب میں کسی راستے پر چلے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت کے راستے پر چلا دے گا۔[۱]

﴿2﴾...... بے شک ملائکہ طالبِ علم کے کام سے راضی ہو کر اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔[۲]

﴿3﴾...... تم صبح کے وقت جاؤ اور علم کا ایک باب حاصل کرو تو یہ تمہارے لیے سو رکعتیں پڑھنے سے افضل ہے۔[۳]

﴿4﴾...... علم کا ایک باب جسے آدمی سیکھتا ہے اس کے لئے دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے۔[۴]

﴿5﴾...... علم کی جستجو کرو اگرچہ چین میں ہو۔[۵]

﴿6﴾...... علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔[۶]

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حديث ابی الد رداء، الحديث:۲۱۷۷۴، ج۸، ص۱۶۷۔

2 ......شعب الايمان للبيقهی، باب فی طلب العلم/فصل فی فضل العلم و شرف مقداره، الحديث:۱۶۹۷، ج۲، ص۲۶۲۔

3 ......جامع بيان العلم و فضله، باب تفضيل العلم علی العبادة، الحديث:۱۰۳، ص۴۰۔

سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فی فضل من تعلم القرآن و علمه، الحديث:۲۱۹، ج۱، ص۱۴۲۔

4 ......روضة العقلاء و نزهة الفضلاء لابن حبان، ذكر الحث علی لزوم العلم و المداومة علی طلبه، ص۴، مفهومًا۔

5 ......شعب الايمان للبيهقی، باب فی طلب العلم، الحديث:۱۶۶۳، ج۲، ص۲۵۴۔

6 ......سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل العلماء و الحث......الخ، الحديث:۲۲۴، ج۱، ص۱۴۶۔

﴿7﴾...... علم خزانہ ہے اور اس کی چابیاں سوال کرنا ہے۔ خبردار! تم سوال کیا کرو کیونکہ اس میں چار کو اجر دیا جائے گا: (۱) سوال کرنے والے کو (۲) عالم کو (۳) غور سے سننے والے کو اور (۴) ان سے محبت کرنے والے کو۔ [۱]

﴿8﴾...... جاہل اپنی جہالت پر اور عالم اپنے علم پر خاموش نہ رہے۔ [۲]

﴿9﴾...... حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: عالم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت (نفل) پڑھنے، ہزار مریضوں کی عیادت کرنے اور ہزار نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے سے افضل ہے۔ عرض کی گئی: یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اور قرآن کی تلاوت سے (بھی افضل ہے)؟ ارشاد فرمایا: قرآن بھی تو علم کے ساتھ ہی نفع دیتا ہے۔ [۳]

﴿10﴾...... جسے اس حالت میں موت آئی کہ اسلام کو باقی رکھنے کے لئے علم حاصل کر رہا تھا تو جنت میں اُس کے اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ [۴]

حصولِ علم کی فضیلت پر مشتمل 11 اقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾...... حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: علم طلب کرتے وقت میری اتنی عزت نہیں تھی لیکن جب علم سکھانے لگا تو لوگوں میں عزت ہونے لگی۔ [۵]

حضرت سیِّدُنا ابن ابی مُلیکہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ میں جب ان کی زیارت کرتا ہوں تو سب سے زیادہ حسین نظر آتے ہیں، گفتگو کرتے ہیں تو سب سے زیادہ فصیح اور فتویٰ دیتے ہیں تو سب سے زیادہ صاحبِ علم ہوتے ہیں۔ [۶]

---

1 ......حلیة الاولیاء، محمد بن علی الباقر، الحدیث: ۳۷۸، ج۳، ص۲۲۴، بتغیرٍ۔

2 ......المعجم الاوسط، الحدیث ۵۳۶۵، ج۶، ص۱۰۶۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۷۔

4 ......سنن الدارمی، المقدمة، باب فی فضل العلم والعالم، الحدیث: ۳۵۴، ج۱، ص۱۱۲۔

5 ......عیون الاخبار للدینوری، کتاب العلم والبیان، ج۲، ص۱۳۷۔

6 ......العقد الفرید للاحمد بن محمد الاندلسی، کتاب المجنبة فی الاجوبة، جواب ابن عباس، ج۲، ص۹۴۔

﴿2﴾...... حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو علم حاصل نہیں کرتا وہ عزت کی خواہش کیسے کرتا ہے۔(۱)

﴿3﴾...... کسی دانا کا قول ہے کہ مجھے دو شخصوں پر جتنا رحم آتا ہے اتنا کسی پر نہیں آتا ایک وہ جو علم حاصل کرتا ہے مگر سمجھتا نہیں اور دوسرا وہ جو سمجھ سکتا ہے لیکن علم حاصل نہیں کرتا۔(۲)

﴿4﴾...... حضرتِ سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ایک مسئلہ سیکھنا مجھے رات بھر کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے۔(۳)

﴿5﴾......انہی سے منقول ہے کہ عالم اور علم سیکھنے والا دونوں بھلائی میں برابر کے شریک ہیں اور ان کے علاوہ تمام لوگ بے وقوف ہیں ان میں کوئی خیر نہیں۔(۴)

﴿6﴾......نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ عالم بن یا علم حاصل کرنے والا یا علم کی باتیں سننے والا اور ان کے علاوہ چوتھا نہ بننا ورنہ ہلاک ہوجائے گا۔(۵)

﴿7﴾...... حضرتِ سیِّدُنا عطا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: علم کی ایک مجلس غفلت کی 70 مجلسوں کا کفارہ ہے۔(۶)

﴿8﴾......امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: راتوں کو عبادت کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے ایک ہزار عبادت گزاروں کی موت ایک عالم کی موت سے آسان ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حلال اور حرام کردہ امور کا علم رکھتا ہے۔(۷)

---

1 ......المجالسة وجواهر العلم، الحديث٣٠٧، الجزاء الثانی، ج١، ص١٦٣۔

2 ......جامع بيان العلم وفضله، باب جامع في الحال التي يسال بها العلم، الحديث:٦٤٦، ص١٤٤۔

3 ......الفقيه والمتفقه، فضل التفقه على كثير من العبادات، الحديث٥٥، ج١، ص١٠٣۔

4 ......الزهد لابن المبارک، باب هوان الدنيا على الله، الجزء الرابع، الحديث٥٤٣، ص١٩٢۔

5 ......سنن الدارمی، باب فی ذهاب العلم، الحديث٢٤٨، ج١، ص٩١۔

صفة الصفوة، ابوالدرداء، ج١، ص٣١٩، "کن" بدله "اعذ"، عن عبدالله بن مسعود۔

6 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذكر الفرق بين العلماء الدنيا......الخ، ج١، ص٢٥٧،بتغيرٍ۔

7 ......جامع بيان العلم وفضله، باب تفضيل العلم على العبادة، الرقم:١١٥، ص٤٢،بتغيرٍ۔

﴿9﴾...... حضرتِ سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: علم کی طلب نفل نماز سے افضل ہے۔[1]

﴿10﴾...... حضرتِ سیِّدُنا ابن عبدالحکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرتِ سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق کے پاس علم حاصل کررہا تھا، ظہر کا وقت ہوا تو میں کتابیں سمیٹنے لگا تاکہ نماز پڑھوں۔آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر نیت صحیح ہو تو جس کی طرف تم جا رہے ہو (یعنی نماز) وہ اس سے افضل نہیں جس (علم) میں تم مصروف تھے۔[2]

﴿11﴾...... حضرتِ سیِّدُنا ابودَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جو یہ سمجھے کہ صبح کے وقت علم کی طلب میں جانا جہاد نہیں اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔[3]

﴿......فضائلِ قرآنِ کریم......﴾

فرمانِ مصطفٰے:

''یہ قرآن مجید اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ضیافت ہے تو تم اپنی استطاعت کے مطابق اُس کی ضیافت قبول کرو۔ بے شک یہ قرآن مجید، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مضبوط رسی، نورِ مُبِین، نفع بخش شفاء، جو اسے اختیار کرتا ہے اس کے لئے ڈھال اور جو اس پر عمل کرے اُس کے لئے نجات ہے۔ یہ حق سے نہیں پھرتا کہ اس کے ازالے کے لئے تھکنا پڑے اور یہ ٹیڑھی راہ نہیں کہ اسے سیدھا کرنا پڑے۔ اس کے فوائد ختم نہیں ہوتے اور کثرتِ تلاوت سے پرانا نہیں ہوتا (یعنی اپنی حالت پر قائم رہتا ہے)۔ تو تم اس کی تلاوت کیا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہر حرف کی تلاوت پر 10 نیکیاں عطا فرمائے گا۔ مَیں نہیں کہتا کہ ''الٓمّٓ'' ایک حرف ہے بلکہ ''الف'' ایک حرف ''لام'' ایک حرف اور ''میم'' ایک حرف ہے۔''

(المستدرک، الحدیث:۲۰۸۷، ج۲، ص۲۵٦)

---

[1] ......مسند الشافعی، کتاب الصداق و الایلاء، ص۲۴۹۔

[2] ......جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلم علی العبادة، الحدیث:۱۰۵، ص۴۰۔

[3] ......جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلماء علی الشهداء، الحدیث:۱۴۳، ص۴۹۔

تیسری فصل: علم سکھانے کی فضیلت

علم سکھانے کی فضیلت پر مشتمل 6 فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿۱﴾

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۠﴿۱۲۲﴾ (پ۱۱، التوبة:۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں قوم کو ڈرانے سے مراد انہیں علم سکھانا اور ان کی راہنمائی کرنا ہے۔

﴿۲﴾

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔

اس آیتِ مبارکہ سے علم سکھانے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

﴿۳﴾

وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ﴿۱۴۶﴾ (پ۲، البقرة:۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ سے پتا چلا کہ علم چھپانا حرام ہے۔ جیسا کہ شہادت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗؕ (پ۳، البقرة:۲۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے۔

﴿۴﴾

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا (پ۲۴، حٰم السجدة:۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔

﴿۵﴾

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (پ۱۴، النحل:۱۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

﴿٦﴾

وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (پ۱، البقرۃ:۱۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔

علم سکھانے کی فضیلت پر مشتمل 17 فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾...... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جسے بھی علم عطا فرمایا اس سے وہ عہد لیا جو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لیا کہ وہ اسے لوگوں سے بیان کرے اور نہ چھپائے۔(۱)

﴿2﴾...... مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرے ذریعے کسی ایک کو ہدایت دے دے تو یہ تیرے لئے دُنیا وَمَا فِیْھَا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے۔(۲)

﴿3﴾...... جس نے علم کا ایک باب اس لئے سیکھا کہ لوگوں کو سکھائے گا تو اسے 70 صدیقین کا ثواب دیا جائے گا۔(۳)

حضرتِ عیسیٰ روح اللہ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے منقول ہے کہ جس نے علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا تو آسمانوں کی سلطنت میں اسے عظیم کہا جاتا ہے۔(۴)

﴿4﴾...... جب قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ عابدوں اور مجاہدوں سے فرمائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو علما عرض کریں گے: ہمارے علم کے طفیل وہ عابد اور مجاہد بنے (وہ جنت میں گئے اور ہم رہ گئے)؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تم

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۲۹۔
الفردوس الاخبار، باب المیم، الحدیث:۶۱۱۹، ج۲، ص۳۳۲۔

2 ......الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، الجزء العاشر، استعنت بالله، الحدیث:۱۳۷۵، ص۴۸۴۔

3 ......الترغیب والترهیب، کتاب العلم، الترغیب فی العلم......الخ، الحدیث:۱۱۹، ج۱، ص۶۸۔

4 ......الزهد للامام احمد بن حنبل، مواعظ عیسی علیه السلام، الحدیث:۳۳۳، ص۹۷۔

میرے نزدیک میرے بعض فرشتوں کی طرح ہو، تم شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ چنانچہ، وہ شفاعت کریں گے پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے۔[۱]

یہ اس علم کی بدولت ہوگا جو دوسروں کو سکھایا ہوگا، اس کے بدلے نہیں جو دوسروں تک نہیں پہنچایا۔

﴿5﴾ ......اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو علم عطا کرنے کے بعد واپس نہیں لے گا بلکہ علما کے اُٹھ جانے سے علم جاتا رہے گا۔ پس جب کبھی کوئی عالم دنیا سے جائے گا اس کے ساتھ اس کا علم بھی چلا جائے گا یہاں تک کہ صرف جاہل سردار رہ جائیں گے۔ اگر ان سے مسائل پوچھے جائیں تو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔[۲]

﴿6﴾ ......جس نے علم سیکھ کر چھپایا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بروزِ قیامت آگ کی لگام ڈالے گا۔[۳]

﴿7﴾ ......علم وحکمت کی بات بہترین ہدیہ وتحفہ ہے جسے سن کر تو یاد کرلے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے تو یہ ایک سال کی عبادت کے برابر ہے۔[۴]

﴿8﴾ ......دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے سوائے ذکر الٰہی کے اور اس کے جو قُرب الٰہی کا سبب بنے اور علم سیکھنے والے اور سکھانے والے کے۔[۵]

﴿9﴾ ......بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے فرشتے اور آسمان وزمین کی مخلوق حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو بھلائی (یعنی علمِ دین) سکھانے والے پر دُرود بھیجتے ہیں۔[۶]

---

1 ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الاول، ج۱، ص۱۶۲۔

2 ......صحيح مسلم، كتاب العلم، باب رفع العلم......الخ، الحديث:۲۶۷۳، ص۱۴۳۶۔
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمرو، الحديث:۶۹۱۱، ج۲، ص۶۴۸۔

3 ......سنن ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه، الحديث:۲۶۶/۲۶۵، ج۱، ص۱۷۲۔

4 ......الزهد لابن المبارك، باب فضل ذكرالله، الجزء العاشر، الحديث:۱۳۸۶، ص۴۸۷۔
جامع بيان العلم وفضله، باب تفضيل العلم على العبادة، الحديث:۸۷، ص۳۶۔

5 ......سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، الحديث:۴۱۱۲، ج۴، ص۴۲۸۔
شرح السنة، كتاب الرقاق، باب هوان الدنيا على الله، الحديث:۳۹۲۳، ج۷، ص۲۸۰۔

6 ......سنن الترمذى، كتاب العلم، باب ماجاء فى فضل الفقه على العبادة، الحديث:۲۶۹۴، ج۴، ص۳۱۴۔
المعجم الكبير، الحديث:۷۹۱۲، ج۸، ص۲۳۴۔

﴿10﴾...... مسلمان اپنے بھائی کو اس سے زیادہ افضل فائدہ نہیں دے سکتا کہ اسے کوئی اچھی بات پہنچے تو وہ اپنے بھائی کو پہنچا دے۔(۱)

﴿11﴾...... نیکی کی بات جسے مسلمان سنے پھر دوسروں کو سکھائے اور اس پر عمل کرے اس کے لئے سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔(۲)

﴿12﴾...... ایک دِن حضور نبیِّ اَکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باہر تشریف لائے دیکھا کہ دو حلقے ہیں۔ ایک حلقے کے لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا مانگ رہے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہیں جبکہ دوسرے حلقے والے لوگوں کو علم سکھا رہے ہیں تو ارشاد فرمایا: یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگ رہے ہیں، وہ چاہے تو انہیں عطا کرے اور چاہے تو نہ کرے اور یہ لوگوں کو علم سکھا رہے ہیں اور مجھے معلِّم بنا کر بھیجا گیا ہے۔(۳) پھر ان کی طرف چل دیئے اور ان کے ساتھ تشریف فرما ہوگئے۔

﴿13﴾...... جس ہدایت و علم کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے مبعوث فرمایا اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی تو ایک حصے نے اسے جذب کر کے گھاس اور بہت سا چارا اُگایا، ایک حصے نے اسے جمع کر لیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا کہ اس میں سے پیا، پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا جبکہ ایک حصہ چٹیل میدان تھا کہ جس میں نہ تو پانی جمع ہوتا ہے اور نہ ہی گھاس اُگتا ہے۔(۴)

پہلی مثال نفع اٹھانے والے شخص کی ہے، دوسری جس نے دوسروں کو نفع پہنچایا اور تیسری مثال اس شخص کی ہے جو دونوں سے محروم رہا (یعنی خود نفع اٹھایا نہ دوسروں کو پہنچایا)۔

﴿14﴾...... جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان میں سے ایک)

1...... جامع بیان العلم وفضله، باب دعاء رسول الله لمستمع العلم وحافظه ومبلغه، الحدیث: ۱۸۵، ص ۶۲۔

2...... الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، الحدیث: ۱۳۸۶، ص ۴۸۷۔

3...... سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث...... الخ، الحدیث: ۲۲۹، ج ۱، ص ۱۵۰۔
سنن الدارمی، المقدمة، باب فی فضل العلم والعالم، الحدیث: ۳۴۹، ج ۱، ص ۱۱۱۔

4...... صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلّم، الحدیث: ۷۹، ج ۱، ص ۴۶۔
جامع بیان العلم وفضله، باب طلب العلم فریضة، الحدیث: ۴۳، ص ۲۴۔

علمِ نافع ہے۔ (۱)

﴿15﴾ ...... بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے۔ (۲)

﴿16﴾ ......دو کے علاوہ کسی پر رشک جائز نہیں ایک وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پختہ علم سے نوازا وہ اس سے فیصلے کرتا اور لوگوں کو سکھاتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا پھر نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ (۳)

﴿17﴾ ...... حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی کہ میرے نائبوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو۔ کسی نے عرض کی: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نائبین کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ جو میری سنت سے محبت کرتے اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو سکھاتے ہیں۔ (۴)

علم سکھانے کی فضیلت پر مشتمل 12 اَقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾ ......امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جس نے حدیث بیان کی پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس بیان کرنے والے کو عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (۵)

﴿2﴾ ...... حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: لوگوں کو علم دین سکھانے والے کے لئے ہر چیز حتی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں۔ (۶)

﴿3﴾ ...... بعض علما نے فرمایا: عالم اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے تو اسے غور کرنا چاہئے کہ

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان......الخ، الحدیث:۱۶۳۱، ص۸۸۶۔
موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب صلاح الولد، الحدیث:۳۴۳، ج۸، ص۱۰۰۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی ان الدال علی......الخ، الحدیث:۲۶۷۹، ج۴، ص۳۰۵۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة، الحدیث:۷۳، ج۱، ص۴۳۔
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ بن مسعود، الحدیث:۳۶۵۱، ج۲، ص۲۹۔

4 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث:۲۰۱، ص۶۲۔

5 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث:۲۲۹، ص۷۵۔

6 ......سنن الدارمی، المقدمة، باب فی فضل العلم والعالم، الحدیث:۳۴۳، ج۱، ص۱۱۱۔

واسطہ کیسا ہونا چاہئے۔[1]

﴿4﴾...... حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی عسقلان تشریف لائے اور کچھ عرصہ ٹھہرے رہے لیکن کسی نے بھی آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کوئی مسئلہ دریافت نہیں کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے کرایہ دو تاکہ میں اس شہر سے چلا جاؤں کیونکہ یہاں علم مرچکا ہے۔[2] یہ اس لئے فرمایا کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ علم سکھانے کی فضیلت حاصل کرنے اور اس کے ذریعے بقائے علم کی حرص رکھتے تھے۔

﴿5﴾...... حضرت سیِّدُنا عطا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا: کوئی مجھ سے مسئلہ دریافت نہیں کرتا۔[3]

﴿6﴾...... منقول ہے کہ علما زمانوں کے چراغ ہیں اور ہر عالم اپنے زمانے کا چراغ ہے جس سے اس کے اہلِ زمانہ (علم کی) روشنی حاصل کرتے ہیں۔[4]

﴿7﴾...... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: اگر علما نہ ہوتے تو لوگ چوپایوں کی مثل ہوتے۔[5] مطلب یہ کہ علما لوگوں کو علم سکھا کر حیوانیت سے نکال کر انسانیت میں داخل کرتے ہیں۔

﴿8﴾...... حضرت سیِّدُنا عکرمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: بے شک اس علم کی قیمت ہے۔ پوچھا گیا: اس کی قیمت کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اِسے اُس شخص تک پہنچاؤ جو اِسے اچھی طرح یاد رکھے اور ضائع نہ کرے۔[6]

﴿9﴾...... حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: علما اس اُمت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: اس لئے کہ ماں باپ دنیا کی آگ سے محفوظ رکھتے ہیں جبکہ علما انہیں آخرت کی آگ سے بچاتے ہیں۔

---

1 ......الفقیہ والمتفقہ، باب الزجر عن التسرع الی الفتوی مخافة الزلل، الحدیث۱۰۸۵، ج۲، ص۳۵۴۔
حلیة الاولیاء، محمد بن المنکدر، الحدیث۳۶۱۸، ج۳، ص۱۷۹۔

2 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ماروی فی قبض العلم وذھاب العلماء، الحدیث:٦٧، ص۲۱۸۔

3 ......المستطرف فی کل فن مستطرف، الباب الرابع فی العلم والأدب......الخ، ج۱، ص۴۱۔

4 ......التذکرة فی الوعظ، فضل العلم والعلماء، ص٦٥۔

5 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب آفة العلم وغائلتہ......الخ، الحدیث۴۸۵، ص۱۵۲۔

6 ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، عکرمة مولی ابن عباس: ۱۴۱، ج٦، ص۴٧٦۔

﴿10﴾...... منقول ہے کہ علم کا پہلا درجہ خاموشی ہے، پھر غور سے سننا، پھر یاد کرنا، پھر عمل کرنا اور پھر اسے پھیلانا۔ (1)

﴿11﴾...... منقول ہے کہ اپنا علم اُسے سکھاؤ جسے علم نہیں اور خود اُس سے سیکھو جو اُن باتوں کو جانتا ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔اس طرح تم جو نہیں جانتے اسے جان لوگے اور جو جانتے ہو اسے یاد کرلوگے۔ (2)

﴿12﴾...... حضرتِ سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ علم سیکھو! کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے علم سیکھنا خشیت، اس کی جستجو عبادت، اس کی تکرار تسبیح، اس کے متعلق بحث کرنا جہاد، جو نہیں جانتا اسے علم سکھانا صدَقہ اور اسے اس کے اہل پر خرچ کرنا نیکی ہے۔علم تنہائی میں مونس، خلوت میں رفیق، دین پر راہنما، خوشی وتنگی میں صبر دینے والا، دوستوں کے ہاں نائب، اجنبیوں کے پاس رشتہ دار اور راہِ جنت کا روشن مینار ہے۔علم کے ذریعے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قوموں کو بلندی عطا فرما کر انہیں نیکی میں مقتدا و پیشوا اور راہنما بنا دیتا ہے۔ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ انہیں نیکی کی راہ دکھانے والا بنا دیا جاتا ہے۔ان کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے۔ان کے افعال کو بغور دیکھا جاتا ہے۔ فرشتے ان کی دوستی میں رغبت رکھتے اور اپنے پروں سے انہیں چھوتے ہیں۔ ہر خشک وتر حتی کہ سمندر کی مچھلیاں، کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندے، جانور، آسمان اور اس کے ستارے علم سیکھنے والے کے لئے مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔کیونکہ علم دلوں کو اندھے پن سے جلا بخشتا ہے۔آنکھوں سے اندھیرے دور کرکے انہیں روشنی دیتا ہے۔بدنوں کی کمزوری دور کرکے انہیں طاقتور بناتا ہے۔اس کے ذریعے بندہ نیک لوگوں کی منازِل اور بلند درَجات تک پہنچ جاتا ہے۔اس میں غور وفکر کرنا روزوں کے برابر اور اس کی تکرار رات کی عبادت کے برابر ہے۔اسی کے ذریعے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وعبادت کی جاتی ہے۔اسی سے خوفِ خدا ملتا ہے۔اسی سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بزرگی اور وحدانیت کا شعور حاصل ہوتا ہے۔اسی سے پرہیزگاری ملتی ہے۔اسی سے صلہ رحمی کا جذبہ ملتا ہے۔یہی حلال وحرام کی پہچان کا ذریعہ ہے۔علم امام ہے اور عمل اس کے تابع۔علم خوش نصیبوں کو عطا ہوتا ہے جبکہ بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ (3)

ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

---

1 ......حلیة الاولیاء، سفیان الثوری، الرقم: ۹۱۰۱، ج۶، ص۴۰۱۔

2 ......عیون الاخبار للدینوری، کتاب العلم والبیان، العلم، ج۲، ص۱۳۹۔

3 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۴۰، ص۷۷۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱، ص۲۳۳۔

چوتھی فصل:

علم کی فضیلت پر عقلی دلائل

یاد رہے! اس باب کا مقصود یہ ہے کہ علم کی فضیلت اور عمدگی معلوم ہو اور درحقیقت فضیلت کا مفہوم اور مراد جانے بغیر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ فضیلت کا ہونا علم کے لئے یا کسی اور خصلت کے لئے وصف ہے۔ پس وہ شخص ضرور بہک جاتا ہے جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ زید حکیم ہے یا نہیں لیکن وہ ابھی تک حکمت کے معنٰی اور اس کی حقیقت سے نابلد ہے (اس لئے ہم پہلے فضیلت کا معنی اور مراد بیان کرتے ہیں)۔ چنانچہ،

فضیلت کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

فضیلت فضل سے ماخوذ ہے اور فضل زیادتی کو کہتے ہیں۔ جب دو چیزیں کسی بات میں مشترک ہوں اور ان میں ایک کسی اضافی بات سے خاص ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ اس سے افضل ہے اور اسے اس پر فضیلت حاصل ہے جبکہ وہ اضافی بات اس میں موجود ہو جو اس کے لئے کمال کی بات ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: گھوڑا گدھے سے افضل ہے۔ کیونکہ بوجھ اٹھانے کی قوت میں تو گھوڑا گدھے کا شریک ہے لیکن حملہ کرنے، دوڑنے، سخت حملہ آور ہونے کی قوت اور حسنِ صورت کی خوبیاں گھوڑے میں اضافی ہیں۔ اب اگر بالفرض گدھے کو اضافی سامان کے ساتھ خاص کیا جائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ گھوڑے سے افضل ہو گیا کیونکہ یہ جسمانی اضافہ ہے جبکہ حقیقت میں کمی جو کہ کوئی کمال کی بات نہیں، اس لئے کہ حیوان میں جسم نہیں بلکہ معنویت (یعنی اصلیت) اور اس کی صفات مقصود ہوتی ہیں۔

علم کی عقلی فضیلت:

یہ سمجھنے کے بعد تم پر پوشیدہ نہ رہا کہ علم کی نسبت اگر دوسرے اَوصاف کی طرف کی جائے تو اس کی ایک فضیلت ہے جس طرح دیگر تمام حیوانوں کی بنسبت گھوڑے کی ایک فضیلت ہے، بلکہ سخت حملہ آور ہونا گھوڑے کی (اضافی) فضیلت ہے مطلق فضیلت نہیں جبکہ علم کو اپنی ذات کے اعتبار کسی کی طرف اضافت کئے بغیر مطلقاً فضیلت حاصل ہے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وصف کمال، انبیائے کرام اور ملائکہ عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا شرف ہے بلکہ سدھایا ہوا گھوڑا بے سدھائے گھوڑے سے اچھا ہے۔ لہٰذا علم کو بغیر کسی اضافت کے مطلقاً فضیلت حاصل ہے۔

مرغوب اشیاء کی اقسام اور ان کی مثالیں:

جان لیجئے! عمدہ اور نفیس چیز جس میں رغبت کی جاتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں: (۱)......جس کی طلب کا سبب کوئی امرِ غیر ہو (۲)......جس کی طلب کا سبب خود اس کی ذات ہو اور (۳)......جس کی طلب خود اس کی ذات کی وجہ سے بھی ہو اور کسی دوسرے سبب کی وجہ سے بھی۔ دوسرا پہلے سے افضل و اشرف ہے۔ **پہلے کی مثال:** درہم و دینار ہیں کہ یہ درحقیقت دو بے فائدہ پتھر ہیں اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے ذریعے حاجات کی تکمیل کو آسان نہ فرماتا تو یہ دونوں پتھر اور کنکر برابر ہوتے۔ **دوسرے کی مثال:** اُخروی سعادت اور دیدارِ الٰہی کی لذّت ہے۔ **تیسرے کی مثال:** بدن کی سلامتی ہے: مثلاً پاؤں کی سلامتی اس لئے مطلوب ہوتی ہے کہ بدن تکلیف سے بچے اور اس لئے بھی کہ اس کے ذریعے چل کر ضروریات تک رسائی ہو۔

اب اس اعتبار سے علم کو دیکھو تو وہ فی نفسہٖ (یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے) لذیذ ہے لہٰذا وہ دوسری قسم میں شامل ہے (جو پہلی سے افضل ہے) نیز وہ آخرت اور اس کی سعادت کا وسیلہ اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے کہ بغیر اس کے قربِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ آدمی کے حق میں سعادتِ ابدی کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور اس کا وسیلہ سب چیزوں سے افضل ہے اور سعادتِ ابدی بغیر علم و عمل کے حاصل نہیں ہو سکتی اور عمل کی کیفیت کا علم نہ ہو تو عمل تک رسائی نہیں ہوتی۔ پتا چلا کہ دنیا و آخرت کی اصل سعادت علم ہے اسی لئے یہ سب سے افضل ہے۔

علم کا اخروی فائدہ:

علم اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ تم جانتے ہو کسی چیز کا نتیجہ جتنی عظمت و شان والا ہو گا وہ شے بھی اتنی ہی فضیلت والی ہو گی اور تم جان چکے ہو کہ علم کا اُخروی فائدہ ربُّ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ کا قرب اور فرشتوں اور ملاءِ اعلیٰ (یعنی آسمانی مخلوق) سے مل جانا ہے جبکہ دنیا میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ عزت و وقار میں اضافہ، بادشاہوں پر حکم کا نفاذ اور طبیعتوں میں ضروری طور پر احترام کرنا پایا جاتا ہے حتی کہ ترکی کے کُند ذہن اور عربوں کے سخت مزاج لوگ بھی طبیعتوں کے ہاتھوں اپنے بڑوں کی عزت و توقیر کرنے پر مجبور ہیں اس لئے کہ وہ تجربے سے حاصل ہونے والے زیادہ علم کے ساتھ خاص ہوتے ہیں بلکہ جانور بھی طبعی تقاضوں کی وجہ سے انسان کی عزت کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس بات کا شعور ہے کہ انسان

کمال کی وجہ سے ان سے زیادہ درَجے کا حامل ہے۔

یہ مطلق علم کی فضیلت ہے۔ پھر علوم مختلف ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے فضائل بھی مختلف ہوں۔ علم سکھانے اور سیکھنے کی (منقولی) فضیلت تو اس سے ظاہر ہے جو ہم بیان کر آئے۔ (اور عقلی فضیلت یہ ہے کہ) جب علم افضل امور میں سے ہے تو اسے حاصل کرنا افضل کام کی جستجو کرنا اور سکھانا افضل کام کا فائدہ پہنچانا ٹھہرا۔

بارگاہِ الٰہی تک رسائی کا ذریعہ:

مخلوق کو دینی و دنیوی دونوں طرح کی حاجات درپیش ہوتی ہیں۔ دنیا کا نظام چلے بغیر دین کا نظام نہیں چل سکتا کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچانے کا ذریعہ اور اپنی منزل قرار دے یہ اسی کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے نہ کہ اس کے لئے جو اسے اپنا مستقل ٹھکانا اور وطن بنالے۔ دنیا کا انتظام انسانوں کے اعمال سے ہی چلتا ہے اور انسانوں کے اعمال، پیشے اور صنعتوں کی تین قسمیں ہیں:

﴿1﴾......اصول جن کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔ یہ چار ہیں: (۱)......**زراعت:** کھانے کے لئے۔ (۲)......**کپڑا بُنائی:** پہننے کے لئے ہے۔ (۳)......**تعمیر:** رہائش کے لئے اور (۴)......**حکمت عملی وتدبیر:** باہمی الفت، اتحاد اور اسبابِ معیشت کی مضبوطی پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے لئے بنیاد ہے۔

﴿2﴾......وہ امور جو ان تمام صنعتوں کی تیاری کے کام آتے اور ان کے لئے خادم کی حیثیت رکھتے ہیں: جیسے آہن گری (یعنی لوہار کا پیشہ) زراعت بلکہ دیگر صنعتوں کے بھی کام آتا ہے کہ کھیتی باڑی کرنے کے اوزار اسی سے تیار ہوتے ہیں اور جیسے رُوئی دھنکنا اور دھاگے بنانا یہ دونوں کپڑا بننے کی صنعت میں کام آتے ہیں کہ اس کے لئے اشیاء تیار کرتے (یعنی سوت وغیرہ مہیا کرتے) ہیں۔

﴿3﴾...... وہ امور جو اصول کو پورا کرتے اور ان کی آرائش وزیبائش کرتے ہیں: جیسے آٹا اور روٹی زراعت کے لئے اور کپڑوں کی سفید کاری اور سلائی کا پیشہ کپڑے بنائی کے لئے۔

انسانی اعضاء کی اقسام:

مذکورہ تین امور کی نسبت دنیا کے ضروری انتظام کی طرف ایسی ہے جیسی انسان کے اعضاء کی اس کے پورے

بدن کی طرف۔ کیونکہ اعضائے انسانی بھی تین طرح کے ہیں: (۱)......اصول: جیسے دل، جگر، دماغ (۲)......جو اصول کے خادم ہیں: جیسے معدہ، رگیں، شریانیں، پٹھے اور گردن کی رگیں (۳)......انہیں مکمل کرنے والے اور ان کی زینت کا باعث بننے والے: جیسے ناخن، انگلیاں اور ابرو۔

ان تینوں میں افضل صنعت اصول (بنیاد) ہیں اور اصول میں افضل حکمتِ عملی اور تدبیر ہے جس سے لوگوں میں اُنس ومحبت پیدا ہو اور ان کی اصلاح ہو۔ اسی لئے جیسا کمال اس صنعت والے کے لئے درکار ہوتا ہے دوسری صنعت والوں میں مطلوب نہیں ہوتا نیز اس صنعت کا مالک دوسری صنعت والوں سے خدمت لیتا ہے۔

حکمت عملی کے مراتب:

مخلوق کی اصلاح چاہنے اور دنیا وآخرت میں نجات دینے والے صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے والی حکمتِ عملی کے چار مراتب ہیں:

﴿1﴾...... **انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حکمتِ عملی اور تدبیر:** یہ سب سے بلند ہے۔ ان کا حکم ہر خاص وعام کے ظاہر وباطن پر چلتا ہے۔

﴿2﴾......**خلفا اور بادشاہوں کی حکمتِ عملی:** ان کا حکم بھی ہر عام وخاص پر جاری ہوتا ہے لیکن صرف ظاہر پر نہ کہ باطن پر۔

﴿3﴾......**ذات باری تعالیٰ اور دین اسلام کا علم رکھنے والے وارثین انبیا کی حکمت عملی:** ان کا حکم صرف خاص لوگوں کے باطن پر ہی چلتا ہے۔ عام لوگوں کی سمجھ ان سے استفادہ کرنے تک رسائی نہیں پاتی اور نہ ہی انہیں لوگوں کے ظاہر پر کوئی حکم نافذ کرنے یا کسی چیز سے منع کرنے یا کوئی حکم جاری کرنے کی قوت حاصل ہے۔

﴿4﴾......**واعظین کی حکمت عملی:** ان کا حکم صرف عوام کے باطن پر چلتا ہے۔

نبوت کے بعد سب سے افضل عمل:

ان چاروں میں سے نبوت کے بعد سب سے افضل عمل، **علم کا فائدہ پہنچانا**، لوگوں کے دلوں کو ہلاک کر دینے والی بری عادتوں سے پاک کرنا، اچھی اور باعثِ سعادت خصلتوں کی طرف ان کی راہنمائی کرنا ہے۔ علم سکھانے سے یہی مراد ہے۔ ہم نے اسے تمام صنعتوں اور پیشوں سے افضل اس لئے کہا کیونکہ کسی بھی صنعت وحرفت کی عظمت تین باتوں

سے پہچانی جاتی ہے: (۱)...... یا تو اس خصلت وفطرت کو دیکھا جاتا ہے جس کے ذریعے اس فن کی معرفت حاصل ہوتی ہے: جیسے علوم عقلیہ علومِ لغویہ سے اس لئے افضل ہیں کہ حکمت کے حصول کا ذریعہ عقل ہے جبکہ لغت سماعی چیز ہے (یعنی اس کا تعلق قوت حسیہ سے ہے) اور عقل سماعت سے افضل ہے۔ (۲)...... یا نفع کو دیکھا جاتا ہے کہ کس کا نفع زیادہ ہے: جیسے زراعت زرگری (سنار کے پیشے) کی بنسبت زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (۳)...... یا اس جگہ ومحل کو دیکھا جاتا ہے جس میں تصرف ہوتا ہے: جیسے زرگری چمڑا رنگنے کے پیشے سے افضل ہے کیونکہ زرگری کا محل سونا ہے جبکہ چمڑا رنگنے کا محل مردار کی کھال ہے۔ نیز یہ بات ظاہر ہے کہ علومِ دینیہ جو طریقِ آخرت کو سمجھنے کا نام ہیں ان کا حصول کمال عقل اور ذہن کی صفائی کے ذریعے ہوتا ہے اور عقل انسانی صفات میں سے سب سے افضل ہے جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امانت کو قبول کیا جاتا اور اسی سے قربِ الٰہی تک رسائی ہوتی ہے۔ جہاں تک نفع عام ہونے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ علم کا نفع کثیر ہے کیونکہ اس کا نفع اور نتیجہ آخرت کی سعادت ہے اور رہا اس کے محل کا معزز ہونا تو یہ بات کس طرح پوشیدہ رہ سکتی ہے کیونکہ معلم (یعنی علم سکھانے والا استاذ) انسانوں کے دلوں اور نفوس میں تصرف کرتا ہے نیز زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ شرف انسان کو حاصل ہے اور اس کے اعضاء میں سے سب سے افضل اس کا دل ہے اور معلم اس کی تکمیل کرنے، اسے روشنی پہنچانے، (گناہوں کی غلاظت سے) پاک وصاف کرنے اور قربِ خداوندی تک پہنچانے میں مشغول رہتا ہے۔

عبادتِ الٰہی اور خلافتِ الٰہی:

علم سکھانا ایک حیثیت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور ایک اعتبار سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خلافت ہے۔ بلکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی خلافت ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عالم کے دل پر اپنی سب سے خاص صفت (یعنی علم) کھول دیتا ہے۔ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عمدہ خزانوں کا خازن (خزانچی) ہے اور اسے خزانۂ علم کو ہر محتاجِ علم پر صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا اس سے بڑھ کر کیا رتبہ ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ بن کر بندوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر دے اور جنت کی طرف لے جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی ان میں سے کر دے اور ہر نیک بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو۔ (اٰمین)

باب نمبر2:

محمود ومذموم علوم اوران کی اقسام واحکام

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کون سا علم فرضِ عین ہے اور کون سا فرضِ کفایہ؟ علمِ کلام اور علمِ فقہ کے علمِ دین ہونے کی کیا حد ہے؟ نیز علمِ آخرت کی کیا فضیلت ہے؟

پہلی فصل:

فرضِ عین علم کا بیان

معلم کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''(1)

ایک روایت میں ہے: ''اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنِ یعنی علم کی جستجو کرو اگر چہ چین میں ہو۔''(2)

کون سا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟

اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس میں 20 گروہ ہیں۔ ہم تفصیل نقل کر کے کتاب کو طویل نہیں کرنا چاہتے، البتہ خلاصہ یہ ہے کہ ہر گروہ نے اسی علم کو فرض کہا جس پر وہ خود کاربند ہے۔ چنانچہ،

متکلمین نے کہا: وہ علمِ کلام ہے، کیونکہ اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت و یکتائی کا ادراک ہوتا اور اس کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

فقہا نے کہا: وہ علمِ فقہ ہے، کیونکہ اس کے ذریعے عبادات، حلال وحرام اور جائز وناجائز معاملات کی پہچان ہوتی ہے اور اس سے ان کی مراد وہ مسائل ہیں جن کی ضرورت ہر ایک کو پیش آتی ہے نہ کہ نو پید شاذ ونادر مسائل۔

مفسرین ومحدثین نے کہا: اس سے قرآن وسنت کا علم مراد ہے، کیونکہ انہیں کے ذریعے تمام علوم تک رسائی ہوتی ہے۔

---

1 ......سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث......الخ، الحدیث:۲۲۴، ج۱، ص۱۴۶۔

2 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی طلب العلم، الحدیث:۱۶۶۳، ج۲، ص۲۵۴۔

صوفیا نے کہا: اس سے مرادعلمِ تصوُّف ہے۔ پھر ان میں سے **بعض نے کہا:** وہ علم یہ ہے کہ بندہ اپنے حال کو جانے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اپنا مقام ومرتبہ معلوم کرے۔

کسی نے کہا: وہ اخلاص، نفس کی آفات اور فرشتے کے الہام اور شیطان کے وسوسے کے درمیان فرق کرنے کا علم ہے۔ **بعض** نے لفظ کو اس کے عموم سے پھیرتے ہوئے کہا کہ وہ علم باطن ہے اور خاص قسم کے لوگوں پر فرض ہے جو اس کے اہل ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: اس سے مراد ان چیزوں کا علم ہے جنہیں وہ حدیث شامل ہے جس میں اسلام کی بنیادوں کا ذکر ہے اور وہ یہ فرمانِ مصطفٰے ہے کہ ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا)۔'' (1)

چونکہ یہ پانچوں فرض ہیں اس لئے ان پر عمل کی کیفیت اور فرضیت کی کیفیت کا علم بھی فرض ہے۔

جس علم کے بارے میں علم حاصل کرنے والے پر واجب ہے کہ اس میں یقین رکھے اور شک نہ کرے یہ وہ ہے جسے ہم اب بیان کریں گے۔ جیسا کہ ہم نے ابتدائیہ میں بھی بیان کیا کہ اس علم کی دو قسمیں ہیں: (۱)...... **علم معاملہ** اور (۲)...... **علم مکاشفہ:** اس سے علم معاملہ ہی مراد ہے۔ نیز عاقل بالغ کو جس معاملے پر عمل کا پابند بنایا گیا ہے وہ تین ہیں: (۱) اعتقاد (۲) فعل (یعنی کرنا) اور (۳) ترک (یعنی نہ کرنا)۔ لہٰذا عقل مند شخص اگر چاشت کے وقت احتلام ہونے یا (بلوغت کی) عمر پوری ہونے کے سبب بالغ ہوا (2) تو اس پر سب سے پہلے یہ واجب ہوگا کہ وہ کلمۂ شہادت

---

(1) ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الایمان......الخ، الحدیث۸، ج ۱، ص ۱۴۔

(2) ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 397 صفحات پر مشتمل کتاب پردے کے بارے میں سوال جواب کے صفحہ 71، 72 پر شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: **سوال:** لڑکا کب بالغ ہوتا ہے؟ **جواب:** ہجری سن کے حساب سے 12 اور 15 سال کی عمر کے دَوران جب بھی (جماع یا مُشت زنی وغیرہ کے ذَرِیعے) انزال ہوا یا سوتے میں احتلام ہوا یا اُس کے جماع سے عورت حاملہ ہوگئی تو اُسی وَقت بالغ ہوگیا اور اُس پر غسل فرض ہوگیا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہجری سن کے مطابق 15 برس کا ہوتے ہی بالغ ہوگیا۔ **سوال:** لڑکی کب بالغہ ہوتی ہے؟ **جواب:** ہجری سن کے حساب سے 9 اور 15 سال کی عمر کے دَوران احتلام ہو یا حیض آجائے یا حمل ٹھہر جائے تو بالِغہ ہوگئی ورنہ ہجری سن ......

سیکھے اوراس کے معنی سمجھے جو یہ ہے: لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ (یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے رسول ہیں) اس پر یہ واجب نہیں کہ اس میں غور وفکر، بحث اور دلائل لکھ کر وضاحت چاہے بلکہ اتنا کافی ہے کہ اس کی تصدیق کرے، اس کا اعتقاد رکھے اوراس کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرے اور یہ بات بغیر بحث ودلائل کے محض تقلید وسماع سے حاصل ہو جاتی ہے اس لئے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عرب کے کند ذہنوں سے تصدیق اور اقرار کروانے پر اکتفا کیا دلیل نہیں سکھائی۔[1]

لہٰذا جب اس نے کلمۂ شہادت سیکھ کر اس کے معنی سمجھ لئے تو اس نے اس وقت کے واجب کو ادا کر دیا کیونکہ اس وقت اس پر صرف دو کلموں کو سیکھنا اور سمجھنا فرضِ عین ہے کچھ اور فرض نہیں۔ اس دلیل کی بنا پر کہ اگر وہ اس کی ادائیگی کے بعد مر گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مطیع وفرمانبردار ہو کر مرے گا نہ کہ نافرمان ہو کر۔ کوئی دوسرا امر اس وقت فرض ہوگا جب عوارض (کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا باعث بننے والے امور) پائے جائیں اور یہ ہر شخص کے حق میں ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے کہ بعض میں یہ عوارض نہ پائے جائیں۔

عوارض کی اقسام اور مثالیں:

عوارض کی تین قسمیں ہیں: (۱) یا تو **فعلیہ** ہوں گے (یعنی ان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہوگا) (۲) یا **ترکیہ** ہوں گے (یعنی ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہوگا) (۳) یا **اعتقادیہ** ہوں گے (کہ ان پر یقین رکھنا ضروری ہوگا)۔

پہلے کی مثال: (وقتِ چاشت بالغ ہونے والا) چاشت سے وقتِ ظہر تک زندہ رہا تو وقتِ ظہر داخل ہونے سے اس پر طہارت اور نماز کے ضروری مسائل سیکھنا فرض ہو جائیں گے پھر اگر وہ تندرست ہے اور زوال کے وقت تک کچھ نہ سیکھے گا تو وقت میں سیکھ کر عمل کرنا ممکن نہیں رہے گا بلکہ سیکھنے میں ہی وقت جاتا رہے گا تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا زندہ رہنا ظاہر ہے اس لئے اس پر فرض ہے کہ (ظہر کا) وقت شروع ہونے سے پہلے ہی اس کے ضروری مسائل سیکھ لے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ علم جو عمل کی شرط ہے عمل کے فرض ہونے کے بعد ہی فرض ہوگا اس لئے (طہارت اور نماز کے ضروری مسائل) زوالِ آفتاب سے پیشتر سیکھنا فرض نہیں۔ اسی طرح بقیہ نمازوں میں بھی ہوگا۔

...... کے مطابق 15 سال کی ہوتے ہی بالغہ ہے۔ (دُرِّمُختار، ج۹، ص۲۵۹، ملخصًا)

1 ......صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ماجاء فی العلم......الخ، الحدیث۶۳، ج۱، ص۳۹۔

پھر اگر وہ **ماہِ رمضان** تک زندہ رہا تو سبب پائے جانے کی وجہ سے روزے کے ضروری مسائل سیکھنا فرض ہو جائیں گے اور وہ یہ کہ روزے کا وقت صبح صادِق سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ اس وقت میں بنیّت روزہ کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا فرض ہے اور اس کی مدت عید کا چاند دیکھنے یا دو گواہوں کی گواہی تک ہے۔

پھر اگر اسے مال حاصل ہوا یا بلوغت کے وقت اس کے پاس مال تھا تو یہ جاننا فرض ہے کہ اس مال پر کتنی زکوٰۃ فرض ہے لیکن یہ اسی وقت فرض نہیں بلکہ اسلام لانے کے وقت سے سال پورا ہونے پر فرض ہوگا۔ اگر وہ صرف اونٹوں کا مالک ہے تو انہیں کی زکوٰۃ کا جاننا فرض ہوگا۔ اسی طرح مال کی دیگر اقسام میں بھی۔

پھر **حج** کے مہینے شروع ہونے پر فوری اس کا علم حاصل کرنا فرض نہیں ہوگا کیونکہ حج کی ادائیگی **عَلَی التَّرَاخِی** (یعنی تاخیر سے) فرض ہے[1] لیکن علما کو چاہئے کہ وہ اسے اس بات سے آگاہ کر دیں کہ حج ہر اُس شخص پر عَلَی التَّرَاخِی فرض ہے جو زادِ راہ اور سواری کا مالک ہو اور اس پر قادر بھی ہو کیونکہ بسا اوقات کوئی جلدی کرنے کی محتاط رائے رکھتا ہے۔ بہر حال جب وہ حج کا پختہ ارادہ کرلے گا تو اس پر حج کے فرائض و واجبات کا علم حاصل کرنا فرض ہو جائے گا جبکہ نوافل کا علم حاصل کرنا ضروری نہیں۔ اگر حج نفلی ہو تو اس کا علم بھی نفلی ہوگا اس وقت اسے سیکھنا فرضِ عین نہیں ہوگا اور یہ کہنا کہ **''اصلِ حج فوراً واجب ہے پر آگاہ نہ کرنا حرام ہے''** اس میں نظر (یعنی غور و فکر کی ضرورت) ہے جس کا تعلق علمِ فقہ سے ہے۔ دیگر تمام فرض افعال میں بھی یہی طریقہ کار رہوگا۔

دوسرے کی مثال: حالات کی تبدیلی کے مطابق تروک (یعنی جن باتوں سے بچنے کا حکم ہے ان) کا علم سیکھنا فرض ہے اور یہ ہر شخص کی حالت کے پیشِ نظر مختلف ہے۔ چنانچہ، گونگے پر حرام باتوں کا علم سیکھنا فرض نہیں اور اندھے پر یہ سیکھنا فرض نہیں کہ کن چیزوں کو دیکھنا حرام ہے۔ جنگل میں رہنے والے پر یہ سیکھنا فرض نہیں کہ کن کن مجلسوں میں بیٹھنا حرام ہے کیونکہ تروک کا علم بھی حسبِ حال ہی فرض ہوتا ہے۔ الغرض جو چیزیں ضروریات (دین) سے نہیں ان کا علم سیکھنا

[1]...... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد اول، صفحہ 1036 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: ''جب حج کے لیے جانے پر قادر ہو حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اُسی سال میں اور اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود مگر جب کرے گا ادا ہی ہے قضا نہیں۔

فرض نہیں اور جن کے بارے میں معلوم ہو کہ بغیر اس کے چارہ نہیں اس کی آ گہی حاصل کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ اسلام لاتے وقت کسی نے ریشم پہن رکھا تھا یا غصب شدہ زمین پر بیٹھا تھا یا غیر محرم کو دیکھ رہا تھا تو اسلام لاتے ہی اس پر فرض ہو جائے گا کہ وہ ان کا علم حاصل کرے اور جن کی اسے ابھی ضرورت نہیں لیکن عنقریب ضرورت پڑے گی جیسے کھانا پینا تو ان کے بارے میں بھی سیکھنا فرض ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ایسے شہر میں ہو جہاں شراب پینے اور خنزیر کھانے کا رواج ہو تو اس پر (حسب استطاعت) فرض ہے کہ لوگوں کو اس کے بارے میں بتائے اور تنبیہ کرے۔ بہرحال ہر وہ کام جس کا سکھانا فرض ہے اس کا سیکھنا بھی فرض ہے۔

تیسرے کی مثال: اِعتقادات اور اعمالِ قلب کا علم بھی قلبی خیالات کے مطابق فرض ہوگا۔ لہٰذا اگر کسی کے دل میں ان معانی کے بارے میں شک واقع ہو جن پر شہادت کے کلمے دلالت کرتے ہیں تو اس پر اُن باتوں کا علم حاصل کرنا فرض ہوگا جن کے ذریعے شک زائل ہو۔ اگر کسی کو اس بات میں شک نہیں ہوا اور وہ اس کا اعتقاد رکھے بغیر وفات پا گیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام قدیم ہے، اسے دیکھا جا سکتا ہے، وہ حوادث (یعنی تغیر پذیر امور) کا محل نہیں وغیرہ جنہیں عقائد کے باب میں ذکر کیا جائے گا تو بے شک بالاتفاق اس کی موت اسلام پر ہوئی۔ اعتقادات کے لئے ضروری قلبی خیالات بعض ایسے ہیں جو طبیعت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض شہر کے لوگوں سے سن کر۔ اگر کوئی ایسے شہر میں ہو جہاں علمِ کلام عام ہو اور لوگ بدعتوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوں تو بالغ ہوتے ہی سب سے پہلے اسے حق کی تلقین کر کے (بری) بدعتوں [1] سے بچانا چاہئے کیونکہ اگر اس کے سامنے باطل کو پیش کر دیا گیا تو اس کے دل

---

[1] ...... دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب فیضان سنت کے صفحہ 1109 پر شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ بدعت کے حوالے سے چند احادیثِ مبارکہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''ایسی نئی بات جو سنّت سے دُور کر کے گمراہ کرنے والی ہو، جس کی اصل دین میں نہ ہو وہ بدعتِ سَیِّئَہ یعنی بُری بدعت ہے جبکہ دین میں ایسی نئی بات جو سنّت پر عمل کرنے میں مدد کرنے والی ہو اور جس کی اصل دین سے ثابت ہو وہ بدعتِ حَسَنَہ یعنی اچھی بدعت ہے۔'' (نیز) حضرت سیِّدُنا شیخ عبد الحق محدث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حدیث پاک، ''وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّار'' کے تحت فرماتے ہیں، جو **بدعت** کہ اصول اور قوائد سنت کے موافق اور اس کے مطابق قیاس کی ہوئی ہے (یعنی شریعت و سنت سے نہیں ٹکراتی) اُس کو بدعتِ حَسَنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہ بدعتِ ضلالت یعنی گمراہی والی بدعت کہلاتی ہے۔ (اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات، ج اول، ص ۱۳۵) **نوٹ:** مزید معلومات کے لئے فیضان سنت کے صفحہ 1104 تا 1113 کا مطالعہ کیجئے!

سے اسے زائل کرنا فرض ہو جائے گا اور بعض اوقات یہ بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اگر یہ مسلمان تاجر ہے اور شہر میں سود کا معاملہ بہت زیادہ ہے تو اس پر سود سے بچنے کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور فرضِ عین علم میں یہی حق ہے اور اس کا مطلب فرض عمل کے طریقے کو جاننا ہے۔ لہٰذا جس نے فرض عمل کا علم اور اس کا وقتِ فرضیت جان لیا تو بے شک اس نے فرضِ عین علم حاصل کر لیا۔

نیز صوفیا کا یہ قول کہ **"شیطان کے وسوسوں اور فرشتوں کے الہام کو سمجھنا بھی ضروری ہے"** یہ بھی حق ہے لیکن یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو صوفیا کے طریقے پر ہو۔

عام طور پر انسان شر کے دَواعی (یعنی برائی کی طرف لے جانے والے امور)، ریا، حسد وغیرہ سے بچ نہیں پاتا اس لئے اس پر فرض ہے کہ مُہْلِکات (یعنی ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں) میں سے جس کی وہ ضرورت محسوس کرے اس کا علم حاصل کرے اور یہ کیونکر فرض نہ ہوگا۔

ہلاکت میں ڈالنے والے اُمور:

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ "تین چیزیں ہلاکت کا باعث ہیں: ایسا بخل جس کی اطاعت کی جائے، ایسی خواہش جس کی پیروی کی جائے اور انسان کا خود پسندی میں مبتلا ہونا۔" (1)

ان سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا۔ ہم عنقریب دل کے باقی مذموم احوال (بری حالتیں) بیان کریں گے جیسے تکبر، عجب اور اس کی مثل دوسرے احوال جو ان تین مہلکات کے تابع ہیں جن کا ازالہ فرضِ عین ہے اور ان کی تعریفات، اسباب، علامات اور علاج جانے بغیر ان کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جو برائی کو نہیں پہچانتا وہ اس میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔ علاج یہ ہے کہ ہر سبب کا اس کی ضد سے مقابلہ کیا جائے اور یہ سبب اور مسبَّب کی پہچان کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ہم نے مہلکات کے بیان میں اکثر فرضِ عین علوم نقل کئے ہیں جبکہ کئی لوگوں نے لایعنی امور میں مشغول ہو کر انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

وہ شخص کہ جو ایک دین سے دوسرے دین میں داخل نہ ہوا ہو (بلکہ کفر سے اسلام میں آیا ہو) تو اسے جنت، دوزخ،

1 ......مسندالبزار، مسند عبداللہ بن ابی اوفی، الحدیث: ۳۳۶۶، ج۸، ص۲۹۵۔
المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۷۵۴، ج۴، ص۲۱۳۔

حشر ونشر پر ایمان لانے کے بارے میں تعلیم دینے میں جلدی کرنی چاہئے تاکہ وہ ان پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کرے۔ یہ شہادت کے دو کلموں کی تکمیل ہے۔ کیونکہ حضور سیِّد عالم، نورِ مجسّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رسول مان لینے کے بعد رسالت کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کی اس کے لئے جنت ہے اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس کا ٹھکانا جہنَّم ہے۔ جب بتدریج تمہیں ان باتوں پر آگہی حاصل ہوگئی تو جان لو کہ یہی مذہبِ حق ہے اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ دن اور رات کے احوال میں کوئی بھی شخص عبادات اور معاملات میں نئے مسائل سے خالی نہیں تو اس پر لازم ہے کہ جو مسئلہ واقع ہو اس کے بارے میں سوال کرے اور عنقریب واقع ہونے والے مسائل کا علم حاصل کرنے میں بھی جلدی کرے۔

مذکورہ تمام بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسولِ خدا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان: ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ''[1] میں اَلْعِلْم سے اس عمل کا علم مراد ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مسلمانوں پر فرض ہے نہ کہ کچھ اور، نیز وجہِ تدریج اور وقتِ وجوب بھی خوب روشن ہو گئے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بہتر جاننے والا ہے۔

﴿...... تعریف اور سعادت......﴾

حضرت سیِّدُنا امام عبد اللہ بن عمر بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۶۸۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جو شخص **اللہ** اور اس کے رسول عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فرمانبرداری کرتا ہے دُنیا میں اس کی تعریفیں ہوتی ہیں اور آخرت میں سعادت مندی سے سرفراز ہوگا۔''

(تفسیر البیضاوی، پ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ:۷۱، ج۴، ص۳۸۸)

1 ......سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث......الخ، الحدیث:۲۲۴، ج۱، ص۱۴۶۔

دوسری فصل:

فرضِ کفایہ علم کا بیان

جان لو! علوم کی اقسام ذکر کئے بغیر فرض علوم کو ان کے غیر سے ممتاز نہیں کیا جا سکتا اور علم کی نسبت فرض کی طرف کی جائے تو اس کی دو قسمیں بنتی ہیں: (۱) **علومِ شرعیہ** اور (۲) **غیر شرعیہ**، شرعیہ سے مراد وہ علوم ہیں جو حضراتِ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حاصل کئے گئے ہیں عقل ان کی طرف راہنمائی نہیں کرتی جیسا کہ حساب اور نہ تجربہ اس کی جانب راہنمائی کرتا ہے جیسے طب اور نہ ہی وہ سماع سے حاصل ہوتے ہیں جیسے لغت۔

غیر شرعی علوم کی اقسام:

اس کی تین قسمیں ہیں: محمود، مذموم اور مباح۔

﴿1﴾...... **محمود علوم:** وہ ہیں جن سے دنیوی کاموں کی مصلحتیں وابستہ ہیں مثلاً طب اور حساب۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں: فرضِ کفایہ اور مستحب۔ (۱) **فرضِ کفایہ:** وہ علم جس کے بغیر دنیا کے کاموں کا انتظام نہ ہو سکے جیسا کہ طب کیونکہ یہ بدنوں کی بقا کے لئے ضروری ہے اور حساب کیونکہ یہ معاملات، وصیتوں اور ترکے وغیرہ کی تقسیم میں ضروری ہے۔ یہ وہ علوم ہیں کہ اگر پورے شہر میں سے کسی ایک نے بھی انہیں حاصل نہ کیا تو پورے شہر والے گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے سیکھ لیا تو کافی ہے دوسروں سے فرض ساقط ہو جائے گا اور ہمارے اس قول سے کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ "**طب اور حساب فرضِ کفایہ ہیں۔**" کیونکہ صنعتوں کے اصول بھی فرضِ کفایہ علوم میں سے ہیں جیسا کہ کاشت کاری، کپڑا بنائی اور حکمت عملی و تدبیر بلکہ پچھنے لگانا اور کپڑا سلائی بھی۔ کیونکہ اگر سارے شہر میں کوئی بھی پچھنے لگانے والا نہیں ہوگا تو ہلاکت ان کی طرف جلدی کرے گی اور وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے کیونکہ جس نے بیماری نازل کی ہے اس نے اس کی دَوا بھی اتاری ہے اور اسے استعمال کرنے کی راہنمائی بھی فرمائی ہے اور اسے حاصل کرنے کے اسباب بھی مہیا کئے ہیں اس لئے انہیں چھوڑ کر ہلاکت سر لینا جائز نہیں۔

(۲) **مستحب:** حساب کی باریکیوں اور طب کی حقیقتوں میں غوطہ زنی کرنا (یعنی گہرائی میں جانا) ہے اور ان کے علاوہ وہ چیزیں جن کی حاجت تو نہیں لیکن جتنی مقدار کی حاجت ہے اس میں اضافی قوت کے لئے مفید ہیں ان کے بارے میں جاننا بھی مستحب ہے۔

﴿2﴾...... **مذموم علوم:** جیسے جادو، کرشمات، شعبدہ بازی اور تلبیسات کا علم۔

﴿3﴾...... **مباح علوم:** جیسے ان اشعار کا علم جو بے ہودہ نہ ہوں اور تواریخ وغیرہ کا علم۔

علومِ شرعیہ کی اَقسام:

جہاں تک علومِ شرعیہ کا تعلُّق ہے اور یہی ہمارے بیان کا مقصود ہیں یہ تمام کے تمام محمود ہیں لیکن کبھی ان میں شبہ ہو جاتا ہے، لگتا ہے کہ وہ علومِ شرعیہ ہیں حالانکہ وہ مذموم ہوتے ہیں۔ چنانچہ، اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱)......محمودہ (۲)......مذمومہ۔ علومِ شرعیہ محمودہ کے کچھ اصول (بنیاد)، فروع (جزئیات)، مقدمات (یعنی آلات کے قائم مقام اشیاء) اور مُتَمِّمَات ہیں (یعنی وہ علوم جو مکمل کرنے والے ہیں) یوں اس کی چار قسمیں ہوئیں:

پہلی قسم اصول: یہ چار ہیں: (۱) کتَابُ اللّٰہ (۲) سنّتِ رسول (۳) اِجماعِ اُمَّت اور (۴) آثارِ صحابہ۔

اجماع اس اعتبار سے اصل ہے کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہے اور وہ تیسرے درَجے کا اصل ہے اسی طرح اثر کہ وہ بھی سنت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے وحی و تنزیل کے مشاہدے کئے اور احوال کے قرائن سے ان باتوں کو جان لیا جو ان کے علاوہ دوسروں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کبھی عبارات ان باتوں کا احاطہ کرنے سے قاصر رہتی ہیں جو قرائن سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اسی لئے علما کی رائے یہ ہے کہ ان کی اقتدا کی جائے اور ان کے آثار کو مضبوطی سے تھاما جائے اور جنہوں نے انہیں دیکھا ان کے نزدیک یہ خاص شرط کے ساتھ خاص صورت پر ہیں لیکن اس کا بیان اس فن کے لائق نہیں۔

دوسری قسم فروع: اس سے مراد وہ ہیں جو بیان کردہ اصولوں سے سمجھے جائیں۔ اصولوں کے الفاظ کے تقاضے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان معانی کی وجہ سے جن پر عقلیں آگاہ ہوئیں تو اس کے سبب مفہوم وسیع ہو گیا یہاں تک کہ بولے گئے لفظ سے وہ باتیں بھی معلوم ہو گئیں جن کے لئے لفظ کو نہیں لایا گیا جیسا کہ اس فرمانِ مصطفٰے کہ ”قاضی غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔“ [1] سے سمجھا گیا ہے کہ وہ خوف زدہ ہونے یا بھوکا ہونے یا کسی مرض میں مبتلا ہونے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک کا تعلُّق دنیوی منافع سے ہے۔ کتبِ فقہ اس پر مشتمل اور فقہا اس کے ذِمہ دار ہیں اور وہ علمائے دنیا ہیں۔ دوسری کا تعلُّق آخرت کے منافع سے ہے اور یہ قلبی احوال، اچھے برے

---

[1] ......سنن ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب لايحكم الحاكم وهو غضبان، الحديث: ۲۳۱۶، ج۳، ص۹۳۔

اخلاق اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ اور ناپسندیدہ امور کا علم۔ ''اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن'' کا نصف اخیر اسی پر مشتمل ہے جبکہ نصف اول ان امور کے علم پر مشتمل ہے جو عبادات اور عادات میں دل سے اعضاء پر ظاہر ہوتے ہیں۔

تیسری قسم مقدمات: یہ وہ ہیں جو آلات کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ جیسا کہ علمِ لغت ونحو کہ یہ دونوں کِتَابُ اللّٰہ اور سنت رسول کے علم کے لئے آلہ ہیں۔ لغت اور نحو بذاتِ خود شرعی علوم میں سے نہیں، البتہ ان میں غور وخوض سببِ شرعی کی وجہ سے لازم ہے کیونکہ شریعت لغتِ عرب پر اُتری ہے اور کوئی بھی شریعت لغت کے بغیر ظاہر نہیں ہوتی اس لئے لغت کو سیکھنا آلہ بن گیا۔ لکھنے کا علم بھی آلات کی قسم میں سے ہے مگر اس کا سیکھنا ضروری نہیں کیونکہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمی تھے (یعنی آپ نے دنیا میں کسی سے پڑھا، لکھا نہیں یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے)[1] اور اگر مستقل طور پر جو سنا جائے اسے زبانی یاد کر لینا ممکن ہوتا تو لکھنے کی حاجت نہ پڑتی لیکن بداہۃً غالب اکثریت اس سے عاجز ہے۔

چوتھی قسم مُتَمِّمات: یہ علم قرآن سے متعلق ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......وہ جس کا تعلق الفاظ سے ہے جیسا کہ قرائتیں اور مخارِج حروف سیکھنا۔

(۲)......وہ جس کا تعلُّق معانی سے ہے جیسا کہ تفسیر۔ اس میں بھی نقل ہی پر اعتماد کیا جاتا ہے کیونکہ محض لغت تفسیر بتانے میں مستقل نہیں۔

(۳)......وہ جس کا تعلُّق احکامِ قرآن سے ہے جیسا کہ ناسخ ومنسوخ، عام وخاص اور نص وظاہر کی پہچان نیز ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ استعمال کرنے کا طریقہ۔ یہی وہ علم ہے جسے اصولِ فقہ کہا جاتا ہے اور یہ سنت کو بھی شامل ہے۔

آثار واخبار میں **مُتَمِّمات** علمِ رجال ہے یعنی راویوں کے بارے میں جاننا، ان کے نام، ان کے نسب، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے نام، ان کا تعارف، راویوں میں عدالت اور ان کے احوال کا علم تاکہ ضعیف کو قوی سے ممتاز کیا جاسکے، ان کی عمروں کا علم تاکہ مرسل ومسند میں فرق کیا جاسکے اور اسی طرح وہ علوم جن کا تعلق اس کے ساتھ ہے۔ یہ علومِ شرعیہ ہیں اور تمام کے تمام محمود ہیں بلکہ سب کے سب فرضِ کفایہ علوم میں سے ہیں۔

1......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی بعد التشھد، الحدیث: ۹۸۱، ج ۱، ص ۳۶۹۔
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ بن عمرو، الحدیث: ۶۶۱۷، ج ۲، ص ۵۸۱۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ تم نے فقہ کو علمِ دنیا اور فقہا کو علمائے دنیا کے ساتھ کیوں ملا دیا؟ تو جان لو! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُ نا آدم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور آپ کی اولاد کو چنی ہوئی مٹی اور اُچھلتے پانی سے نکالا پھر پشتوں (باپوں کی پیٹھوں) سے (ماؤں کے) رحموں میں، رحموں سے دنیا میں، دنیا سے قبر میں، قبر سے محشر میں پھر محشر سے جنت یا دوزخ کی طرف بھیجے گا۔ یہ ہے ان کی ابتدا و انتہا اور منزلیں۔ دنیا کو آخرت کی تیاری کے لئے پیدا فرمایا تا کہ دنیا سے وہ لیا جائے جو سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ بن سکے۔ لہٰذا اگر لوگ عدل وانصاف کے ساتھ دنیا سے لیتے تو نہ جھگڑوں کی نوبت آتی اور نہ ہی فقہا کی ضرورت پیش آتی لیکن انہوں نے خواہشات کے مطابق لیا جس سے جھگڑوں نے جنم لیا تو بادشاہ کی ضرورت پڑی جو ان کے معاملات سنبھالے اور بادشاہ کو قانون کی ضرورت پڑی جس کے مطابق وہ لوگوں کا انتظام کرے پس فقیہ قانونِ سیاست کا عالم اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہے۔ جب لوگوں میں خواہشات کی وجہ سے جھگڑے ہو جاتے ہیں تو فقیہ بادشاہ کو لوگوں کے معاملات کو سنبھالنے اور کنٹرول کرنے کے طریقے بتاتا ہے تا کہ وہ ان کے دنیوی معاملات کا صحیح انتظام کر سکے۔

میری زندگی کی قسم! اس کا تعلق بھی دین سے ہے لیکن فی نفسہٖ (یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے) نہیں بلکہ دنیا کے واسطے سے۔ کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دین دنیا ہی سے مکمل ہوتا ہے، سلطنت اور دین ایک ہی ہیں۔ دین اصل ہے اور بادشاہ نگہبان۔ جس کی اصل نہ ہو وہ گر جاتا ہے اور جس کا کوئی محافظ نہ ہو وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ نیز ملک اور اس کا انتظام سلطان کے بغیر نہیں چل سکتا اور جھگڑوں کے فیصلوں میں کنٹرول کا طریقہ فقہ سے آتا ہے۔ جس طرح سلطنت کے ذریعے لوگوں کی اصلاح و بہتری کے طریقے جاننا کا حکم ہے جو پہلے درَجے کا علمِ دین نہیں بلکہ یہ اس پر معین ومددگار ہے جس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا اسی طرح سیاست کے طریقے جاننے کا حکم ہے۔

علم فقہ کا حاصل:

چونکہ یہ بات معلوم ہے کہ اگر راستے میں عرب کے (راہزنوں سے بچاؤ کے لئے) محافظین نہ ہوں تو حج مکمل نہیں ہو سکتا لیکن حج اور شے ہے اور اس کے لئے راستہ طے کرنا دوسری شے اور جن حفاظتی اقدامات کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا

ان کا قیام تیسری شے ہے اور حفاظت کے طریقوں، تدبیروں اور قوانین کا جاننا چوتھی شے ہے۔تو فن فقہ کا حاصل یہ ہے کہ سیاست اور حفاظت کے طریقے جانے جائیں۔اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو مسنداً مروی ہے کہ لوگوں کو فتوے نہیں دیتے مگر تین طرح کے لوگ: امیر، مامور یامُتَکَلِّف۔[1]

امیر سے مراد حاکم ہے اور یہی فتویٰ دیتے تھے اور مامور سے مراد اس کا نائب ہے اور متکلف ان دونوں کے علاوہ ہے اور یہ وہ ہے جو بلاضرورت اس عہدے کی خواہش کرتا ہے حالانکہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن فتویٰ دینے سے بچتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے کی طرف پھیر دیتا اور جب ان سے راہِ آخرت یا علمِ قرآن کے بارے میں پوچھا جاتا تو احتراز نہیں کرتے تھے۔ایک روایت میں اَلْمُتَکَلِّف کے بجائے المرائی (یعنی ریاکار) ہے کیونکہ جو فتوے کے خطرے کو سر لیتا ہے جبکہ وہ اس کے لئے خاص بھی نہیں تو لامحالہ فتویٰ دینے سے اس کا مقصود حُبِّ جاہ ومال ہی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم یہ کہو کہ تمہاری یہ تقریر زخموں، حدود اور تاوان کے اَحکام اور جھگڑوں کے فیصلوں میں تو دُرست ہوسکتی ہے لیکن عبادات یعنی نماز، روزے اور عادات ومعاملات یعنی حلال وحرام کے احکام کے بیان میں دُرست نہیں۔تو جان لو! فقیہ جن اعمال کے بارے میں کلام کرتا ہے ان میں اعمال آخرت کے سب سے زیادہ قریب تین اعمال ہیں: (۱) اسلام (۲) نماز وزکوٰۃ اور (۳) حلال وحرام۔ جب تم ان اعمال میں فقیہ کی انتہائی نظر کو ملاحظہ کرو گے تو یہ بات جان لو گے کہ فقیہ دنیا کی حدود سے آخرت کی طرف نہیں بڑھتا اور جب تم نے ان تین اعمال میں اس بات کو جان لیا تو ان کے علاوہ اعمال میں تو یہ زیادہ ظاہر ہے۔

اسلام: میں فقیہ صرف اس بارے میں کلام کرتا ہے کہ کس کا اسلام درست ہے اور کس کا نہیں؟ اور اسلام کی شرطیں کیا ہیں اور اس میں وہ صرف زبان کی طرف متوجہ ہوتا ہے دل تو اس کے اختیار میں نہیں کیونکہ مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تلوار اور سلطنت والوں کو اس سے الگ کر دیا ہے جیسا کہ جب جنگ کے دوران ایک شخص

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عوف بن مالک، الحدیث ۲۴۰۲۴، ج ۹، ص ۲۵۳۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ذکر فضل علم المعرفۃ......الخ، ج ۱ ص ۲۲۸۔

نے کلمہ پڑھا تو صحابی نے اس بنا پر اسے قتل کر ڈالا کہ اس نے یہ کلمہ تلوار کے خوف سے پڑھا ہے۔ جب دربارِ رسالت میں یہ بات پہنچی تو ارشاد فرمایا: ''هَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ یعنی کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟''(1) بلکہ فقیہ تلواروں کے سائے میں بھی اسلام کے صحیح ہونے کا حکم دے گا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ تلوار نہ تو اس کی نیت کو ظاہر کرتی ہے اور نہ ہی اس کے دل سے جہالت وتردُّد کا پردہ ہٹاتی ہے۔ البتہ وہ تلوار والے کو اشارہ دیتا ہے کیونکہ تلوار اس کی گردن کی طرف اور ہاتھ اس کے مال کی طرف بڑھے ہوتے ہیں اور زبان سے یہ کلمہ کہہ دینا اس کی گردن اور مال کو بچا لیتا ہے جب تک اس کی گردن اور مال رہتے ہیں اور یہ صرف دنیا میں ہے۔ اسی لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ نہ کہیں۔ جب وہ یہ کلمہ کہہ لیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور اموال بچا لیں گے۔(2) لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا اثر خون اور مال میں رکھا جبکہ آخرت میں اموال نہیں بلکہ دلوں کے انوار واسرار اور اخلاص نفع دیں گے اور ان چیزوں کا تعلُّق فقہ سے نہیں۔ اگر فقیہ اس میں غور وفکر کرے گا تو ایسا ہوگا جیسے وہ علمِ کلام اور طب میں غور وخوض کرتا ہے اور اپنے فن سے نکل جائے گا۔

نماز: کے معاملے میں بھی فقیہ صحیح ہونے کا حکم دے گا جب تک نماز پڑھنے والا اسے ظاہری شرائط کے ساتھ اعمال کی صورت میں ادا کرے گا اگرچہ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ از اوّل تا آخر پوری نماز میں غافل رہے اور بازار کے معاملات میں غور وفکر کرتا رہے۔ حالانکہ آخرت میں ایسی نماز کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جیسا کہ اسلام میں صرف زبانی قول نفع نہیں دیتا۔ البتہ فقیہ صحیح ہونے کا ہی حکم دے گا یعنی جو عمل اس نے کیا اس سے حکم پر عمل ہو گیا اور اس سے قتل اور تعزیر کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ رہا خشوع وخضوع کا معاملہ تو یہ اُخروی عمل ہے۔ ظاہری عمل کا فائدہ اسی کے ساتھ ہوتا ہے، فقیہ کو اس سے غرض نہیں ہوتی اور اگر وہ اس کے درپے ہوگا تو اپنے فن سے نکلنے والا کہلائے گا۔

یونہی زکوٰۃ: کے معاملے میں فقیہ یہ دیکھے گا کہ اس شخص سے حاکم کا مطالبہ کیسے ختم ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی نے زکوٰۃ ادا نہ کی اور حاکم نے زبردستی زکوٰۃ وصول کر لی تو فقیہ اسے زکوٰۃ سے بریُ الذمہ ہونے کا حکم دے گا۔

---

1 ......السنن الکبری للنسائی، کتاب السیر، باب قول المشرک لا اله الا اللّٰه، الحدیث: ۸۵۹۴، ج۵، ص۱۷۶۔
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا اله الا اللّٰه، الحدیث: ۹۶، ص۶۳۔

2 ......سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، الحدیث: ۳۹۷۷، ص۶۵۰۔

تقویٰ کے مراتب:

اور جہاں تک **حلال وحرام** کی بات ہے تو حرام سے بچ کر تقویٰ اختیار کرنا دین سے ہے لیکن اس وَرع وتقویٰ کے 4 دَرَجے ہیں:

﴿1﴾ ...... ظاہری حرام سے بچنا: یہ وہ تقویٰ ہے جو عدالت وشہادت میں شرط ہے اسے ترک کرنے کے سبب انسان قضاوشہادت اور ولایت کی اہلیت سے نکل جاتا ہے۔

﴿2﴾ ...... صالحین کا تقویٰ: یہ ان شبہات سے بچنے کا نام ہے جن میں احتمالات ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر جو شک میں نہ ڈالے اسے اختیار کرو۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے: ''گناہ دلوں میں کھٹکتا ہے۔'' (۲)

﴿3﴾ ...... پرہیزگاروں کا تقویٰ: یہ خالص حلال کو ترک کر دینے کا نام ہے جس کے بارے میں خوف ہو کہ وہ حرام کی طرف لے جائے گا۔ جیسا کہ حضور نبیِّ کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آدمی اس وقت تک پرہیزگاروں میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک اس چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہیں اس خوف سے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائے جس میں حرج ہے۔'' (۳)

اس کی مثال: لوگوں کے احوال کے بارے میں اس لئے گفتگو کرنے سے گریز کرے کہ کہیں اس کی وجہ سے غیبت میں نہ پڑ جائے اور خواہشات کے مطابق کھانے سے اس خوف سے باز رہے کہ کہیں طبیعت میں تکبر ونشاط نہ آ جائے اور وہ ممنوعات میں نہ جا پڑے۔

﴿4﴾ ...... صدیقین کا تقویٰ: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے کنارہ کش ہو جانے کا نام ہے اس خوف سے کہ کہیں

---

1 ...... سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، الحدیث: ۲۵۲۶، ج۴، ص۲۳۲۔

2 ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۷۴۸، ج۹، ص۱۴۹۔

شعب الایمان للبیھقی، باب فی تحرم الفروج، الحدیث: ۵۴۳۴، ج۴، ص۳۶۷۔

3 ...... سنن ابن ماجه، کتاب الزھد، باب الورع والتقوی، الحدیث: ۴۲۱۵، ج۴، ص۴۷۵۔

زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ گزرے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب میں اضافے کا فائدہ نہ دے۔ اگرچہ وہ جانتا ہے کہ یہ اسے حرام کی طرف نہیں لے جائے گا۔

پہلے دَرَجے کے علاوہ بقیہ تینوں فقیہ کی نظر وفکر سے خارج ہوتے ہیں۔ پہلا درجہ وہ ہے جو شہادت وقضا کا تقویٰ ہے جو عدالت اور اس کے قیام میں عیب ہے۔ یہ آخرت میں گناہ ہونے کے منافی نہیں۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سیِّدُنا وابصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو اگرچہ لوگ تمہیں (کچھ) فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تمہیں (کچھ) فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تمہیں (کچھ) فتویٰ دیں۔''[1]

اور فقیہ خطراتِ قلب اور ان پر عمل کی کیفیت کے بارے میں گفتگو نہیں کرتا بلکہ فقط اس چیز کے بارے میں کلام کرتا ہے جو عدالت میں عیب ہو۔ مختصر یہ کہ فقیہ کی نظر دنیا کے معاملات سے وابستہ ہوتی ہے جس سے راہِ آخرت بہتر ہو اور اگر وہ دل کی صفات اور احکامِ آخرت میں کچھ کلام کرے تو یہ ضمناً اس کے کلام میں داخل ہوگا جس طرح اس کی گفتگو میں طب، حساب، نجوم اور علمِ کلام داخل ہوجاتے ہیں اور جس طرح نحو وشعر میں حکمت داخل ہوجاتی ہے۔

حضرتِ سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''علم حدیث[2] کی طلب زادِ آخرت سے نہیں۔''[3]

اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضیلت اسی علم کی ہے جس پر عمل کیا جائے تو پھر کیونکر یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ ظِہار، لعان، سلم، اجارہ اور صرف کا علم ہے اور جس نے ان امور کو اس نیت سے سیکھا کہ ان کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرلے گا تو وہ پاگل ہے۔ عبادات میں عمل کا تعلق تو صرف دل اور اعضاء سے ہی ہے اور فضیلت بھی انہی اعمال کی ہے۔

---

1 ......المسندللامام احمد بن حنبل، حدیث وابصة بن معبد، الحدیث۱۸۰۲۸، ج۶، ص۲۹۳۔

2 ...... کیونکہ ایسے شخص کے دل پر اسناد کی محبت اور کثرت روایت غالب آجاتی ہے حتی کہ وہ ضعیف اور غیر مستند راویوں سے بھی روایت کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم ،الباب الثانی، ج۱،ص۲۵۱)

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی الثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ذکرفضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۳۳۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم یہ کہو کہ فقہ اور طب کو برابر کیوں کر دیا جبکہ طب کا تعلق بھی دنیا سے ہے اور اس سے آدمی کے بدن کی تندرستی ہے اور بدن کی تندرستی سے بھی دین کی بہتری کا تعلق ہے اور یہ برابری مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں برابری لازم نہیں آتی بلکہ ان کے درمیان فرق ہے۔

فقہ کی طب پر فضیلت:

فقہ تین وجہ سے طب سے افضل ہے:

﴿1﴾......فقہ علمِ شرعی ہے کیونکہ یہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حاصل ہوتا ہے جبکہ طب علمِ شرعی نہیں۔

﴿2﴾......راہِ آخرت کے سالکین میں سے کوئی بھی علمِ فقہ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا نہ مریض اور نہ ہی تندرست جبکہ علمِ طب کی حاجت صرف بیماروں کو ہوتی ہے اور وہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

﴿3﴾......علمِ فقہ علمِ طریقِ آخرت کے مشابہ ہے کیونکہ اس میں اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال میں غور وفکر کیا جاتا ہے اور اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال کی بنیاد اور مقصد صفاتِ قلب ہیں۔ لہٰذا عمدہ اعمال وہ ہیں جو آخرت میں نجات دلانے والی اچھی صفات سے صادر ہوں اور برے وہ جو بری صفات سے صادر ہوں اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اعضاء کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ بہرحال تندرستی اور بیماری کا منشا طبیعت کا نکھار اور خلط ملط ہو جانا ہے اور یہ بدن کے اوصاف ہیں نہ کہ دل کے۔ لہٰذا جب فقہ کی نسبت طب کی طرف کی جائے تو فقہ کی فضیلت عیاں ہوتی ہے اور جب علمِ طریقِ آخرت کی نسبت فقہ کی طرف کی جائے تو علمِ طریقِ آخرت کی فضیلت ظاہر ہو جاتی۔

اب اگر تم کہو کہ علمِ طریقِ آخرت کی ایسی تفصیل بیان کر دیجئے کہ اس کے عنوانات کی طرف اشارہ ہو جائے اگرچہ اس کی مکمل تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔

تو جان لو کہ علمِ طریقِ آخرت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......علم مکاشفہ (۲)......علم معاملہ۔

تیسری فصل: **عِلْمِ طریقِ آخرت کی اَقسام**

پہلی قسم: علمِ مکاشفہ ہے اور یہ علمِ باطن ہے جو تمام علوم کی انتہا ہے۔ چنانچہ، ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ ”جسے اس علم سے حصہ نہیں ملا مجھے اس کے برے خاتمے کا خوف ہے اور اس کا کم سے کم حصہ یہ ہے کہ اسے سچا جانے اور اس کے اہل کو تسلیم کرے۔“ (۱)

ایک اور عارف کا قول ہے کہ ”جس میں دو (بری) خصلتیں بدعت اور تکبر ہوں گی اسے اس علم سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“ (۲)

منقول ہے کہ جو دنیا سے محبت یا خواہش پر اصرار کرے گا وہ اس علم کی حقیقت نہیں پا سکے گا (۳) اگرچہ باقی تمام علوم میں مہارت حاصل کرلے اور اس کا انکار کرنے والے کی کم سے کم سزا یہ ہوگی کہ وہ اس میں سے کچھ نہ چکھ پائے گا۔ اسی پر یہ شعر کہا گیا ہے:

وَارْضَ لِمَنْ غَابَ عَنْكَ غَيْبَتَه   فَذَاكَ ذَنْبٌ عِقَابُهُ فِيْه

ترجمہ: جو تجھ سے پوشیدہ ہے اس کے پوشیدہ رہنے پر راضی رہ تو یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا اسی میں ہے۔

علم مکاشفہ کا نور جب دل میں ظاہر ہوتا ہے تو!

علم مکاشفہ صدیقین اور مقربین کا علم ہے جو اس نور کا نام ہے جو دل میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اسے تمام بری صفات سے پاک وصاف کرلیا جائے اور اس سے کثیر امور ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ پہلے ان کے نام سنا کرتا تھا پھر ان کے لئے غیر واضح اور مختصر معانی کا تصور قائم کرتا تھا اور (اس نور کے دل میں ظاہر ہونے کے بعد) اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ، اس کی باقی رہنے والی کامل صفات، اس کے افعال کی معرفت حاصل ہوتی اور دنیا وآخرت کو پیدا کرنے میں اس کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات نے آخرت کو دنیا پر کیوں مُرتَّب کیا ہے۔ نبوت اور نبی، وحی اور شیطان، لفظ ملائکہ اور شیاطین کے معانی معلوم ہوتے ہیں۔ شیاطین انسانوں سے کس طرح دشمنی کرتے ہیں۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بين علماء الدنيا......الخ، ج۱، ص۲۹۴۔

2 ......المرجع السابق۔ 3 ......المرجع السابق۔

فرشتے نبیوں کے سامنے کیسے ظاہر ہوتے ہیں۔ انبیا پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے۔ آسمانوں اور زمین کے عجائبات، دل کی معرفت، فرشتوں کے لشکر اور شیطانوں کے گروہ دل کے معاملے میں کیسے جھگڑتے ہیں۔ فرشتے کے اِلہام اور شیطان کے وسوسے میں کیا فرق ہے۔ آخرت، جنت و دوزخ، عذابِ قبر، پل صراط، میزان اور حساب کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے ان ارشادات کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ (چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ؕ﴿۱۴﴾ (پ۱۵، بنیٓ اسرآئیل:۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (اعمال) پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ (پ۲۱، العنکبوت:۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات، دیدارِ الٰہی، اس کا قرب پانے اور اس کے جوارِ رحمت میں آنے، مقرب فرشتوں کی رفاقت اور انبیا و ملائکہ سے ملاقات کی سعادت ملنے اور جنتیوں کے درَجات میں تفاوت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض جنتی بعض کو ایسے دیکھیں گے جیسے آسمان کے بیچ میں چمکتا ستارہ دکھائی دیتا ہے ان کے علاوہ اور بے شمار معلومات جن کی بڑی تفصیل ہے کیونکہ ان امور کے اصول کی تصدیق کے بعد انہیں سمجھنے میں لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں۔ چنانچہ، بعض کا خیال ہے کہ ''یہ تمام مثالیں ہیں اور جو انعامات اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار فرمائے ہیں انہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا۔ مخلوق کے لئے سوائے صفات اور ناموں کے جنت میں سے کچھ نہیں ہے۔'' بعض کا اعتقاد ہے کہ ''ان میں سے کچھ تو مثالیں ہیں اور کچھ الفاظ سے سمجھے جانے والے حقائق کے موافق ہیں۔'' بعض کا یہ گمان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کی حد یہ ہے کہ ''اس کی معرفت سے عاجز ہونے کا اقرار کر لیا جائے۔'' بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت میں بڑی بڑی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کی انتہا وہ ہے جہاں تمام عوام کے اعتقاد کی انتہا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ موجود ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ سنتا، دیکھتا اور کلام فرماتا ہے۔'' (۱)

❶ ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الایمان باللّٰه، الحدیث: ۱۲، ج۱، ص۱۳۶۔

علم مکاشفہ سے مقصود:

علمِ مکاشفہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ پردہ اٹھ جائے اور ان امور میں حق کھل کر ایسا واضح ہو جائے گویا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور اگر آئینۂ دل دنیا کی گندگیوں کے ہجوم سے ناپاک اور زنگ آلود نہ ہو تو یہ چیز انسان کے جوہر (یعنی ذات) میں ممکن ہے اور علمِ طریقِ آخرت سے ہماری مراد یہی ہے کہ ایسا طریقہ جانا جائے جس سے دل کا آئینہ ان تمام خباثتوں سے پاک وصاف ہو کر چمک اُٹھے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات و صفات اور افعال کی معرفت میں حجاب ہیں۔

آئینۂ دل کی پاکیزگی اور صفائی کا ذریعہ:

آئینۂ دل کی پاکیزگی اور صفائی کا ذریعہ یہ ہے کہ بندہ خواہشات سے رُک جائے اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تمام احوال میں ان کی پیروی کرے۔جس قدر دل کی صفائی ہوتی جائے گی اور اس میں حق کا حصہ آتا جائے گا اسی قدر اس میں حقائق چمک اُٹھیں گے اور یہ اس ریاضت کے بغیر نہیں ہو سکتا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔علم وتعلیم بھی اس کا ذریعہ ہیں۔ یہ علوم کتابوں میں نہیں لکھے جاتے اور جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان علوم میں سے کچھ انعام فرمایا ہو وہ انہی لوگوں کو بیان کرتا ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں اور وہ گفتگو کے ذریعے اور رازدار بن کر اس میں شریک ہوتا ہے اور یہی وہ مخفی علم ہے جو سَیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان سے مراد ہے کہ ''بے شک کچھ علوم چھپے خزانوں کی طرح ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب وہ ان علوم کی باتیں کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دھوکے میں رہنے والے ہی اس کا انکار کرتے ہیں۔لہٰذا تم ایسے کسی عالم کو حقیر نہ جانو جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان علوم میں سے کچھ عطا فرمایا ہو کیونکہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ علم عطا فرماتا ہے اسے حقیر نہیں رہنے دیتا۔''(1)

برے افعال کی بنیادیں اور نیک اعمال کا سرچشمہ:

(علم طریق آخرت کی) **دوسری قسم:** علمِ معاملہ ہے اور یہ دل کے احوال کا علم ہے۔ان احوال میں جو اچھے ہیں:

(1)......قوتِ القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۹۶۔

جیسے صبر،شکر،خوف ،رجا،رضا،زہد،تقویٰ،قناعت ،سخاوت ، ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسانات کو پہچاننا،احسان ، حسن ظن،حسن اخلاق ،حسن معاشرت ،سچائی ، اخلاص ،ان احوال کی حقیقتوں کی معرفت،تعریفات اور جن اسباب سے یہ حاصل ہوتے ہیں،ان کا نتیجہ،علامت ،ان میں جو کمزور ہو اس کا علاج کہ جس سے وہ قوی ہو جائے اور جو ختم ہو چکے وہ حاصل ہو جائیں ان تمام باتوں کی معرفت علمِ آخرت میں سے ہے۔ان احوال میں جو برے ہیں: غربت کا ڈر، جو مقدر میں ہے اس پر ناخوش ہونا ، کینہ،بغض ،حسد، دھوکا ، بلندی کی خواہش ،تعریف چاہنا، دنیا سے لطف اندوز ہونے کے لئے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کی خواہش ،تکبر، ریا،غصہ،نفرت ،عداوت ، دشمنی، لالچ ،بخل،خواہش ، اِترانا، انتہائی شریر ہونا،سست ہونا، مالداروں کی تعظیم کرنا،غریبوں کو حقیر جاننا،فخر کرنا،خود پسندی، آگے بڑھنے کی خواہش ،حسن وجمال میں مقابلہ کرنا،عناد وتکبر کی وجہ سے حق کو نہ ماننا،فضولیات میں غور وخوض کرنا، زیادہ باتیں پسند کرنا،شیخی مارنا، لوگوں کے لئے زینت اختیار کرنا، چاپلوسی کرنا،غرور کرنا،لوگوں کے عیبوں کے پیچھے پڑنا اور اپنے عیبوں کو بھول جانا، دل سے رنج وغم مٹ جانا اور خوفِ خدا نکل جانا،نفس کو جب ذلت پہنچے تو اس کے لئے شدت سے مقابلہ کرنا اور حق کی مدد میں کمزور رہنا، بظاہر دوست بنا کر دل میں دشمنی رکھنا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے اس بارے میں بے خوف رہنا کہ جو اس نے عطا فرمایا وہ سلب نہ کر لے، عبادت میں سستی کرنا،فریب ، خیانت ، دھوکے بازی اور لمبی امیدیں، دل کی سختی، بھونڈا پن، دنیا ملنے پر خوش ہونا اور چھن جانے پر افسوس کرنا،لوگوں کے ساتھ رہنے سے مانوس ہونا ان کے جدا ہونے سے وحشت وگھبراہٹ محسوس کرنا، بدخلق وتندمزاج ہونا،غصہ،جلد بازی، بے شرمی و بے حیائی اور سنگدلی و بے رحمی۔ یہ اور اس طرح کی دیگر مذموم قلبی صفات بے حیائیوں اور حرام وممنوع افعال کی بنیادیں ہیں اور ان کے مقابل جو اچھے اخلاق ہیں وہ طاعتوں اور نیکیوں کا سر چشمہ ہیں۔ان امور کی تعریفات ،حقیقتوں ، اسباب ، نتائج اور علاج کا علم علمِ آخرت ہے اور علمائے آخرت کے فتوے کے مطابق فرضِ عین ہے۔ان سے اِعراض کرنے والا آخرت میں قہرِ الٰہی سے ہلاک ہو گا جیسا کہ علمائے دنیا کے فتوے کے مطابق ظاہری اعمال سے اِعراض کرنے والا دنیوی بادشاہوں کی تلواروں سے ہلاک ہوتا ہے۔

فرضِ عین میں فقہا کی نظر دنیوی مفاد کی نسبت سے ہوتی ہے جبکہ یہ علم آخرت کی بہتری کے لئے ہے۔اگر کسی

فقیہ سے ان صفات میں سے کسی کا معنیٰ پوچھا جائے حتی کہ اگر مثال کے طور پر اخلاص یا توکل یا رِیا کاری سے بچنے کی صورت ہی کے متعلق پوچھ لیا جائے تو وہ بتانے میں ضرور توقُّف کرے گا حالانکہ یہ اس پر فرضِ عین ہے اور اس سے غفلت برتنے میں آخرت میں اس کی ہلاکت و بربادی ہے۔ اگر اس سے لعان، ظہار، گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ اس کی باریک و دقیق کئی جزئیات بیان کر دے کہ کئی زمانے گزر جائیں مگر ان کی ضرورت نہ پڑے اور اگر ضرورت پڑے بھی تو شہر ان کے جاننے والوں سے خالی نہ ہوگا اور وہ اسے مشقت سے بچا لے گا تو یہ ان جزئیات میں رات دن مشقت اُٹھاتا رہے گا اور انہیں یاد کرنے اور پڑھنے میں مشغول ہو کر اس سے غافل ہو جائے گا جو دین کے معاملے میں اس کے لئے اہم ہے۔ اگر اس بارے میں اس سے رجوع کیا جائے تو کہے گا کہ میں اس میں اس لئے مشغول ہوا ہوں کہ یہ علمِ دین اور فرضِ کفایہ ہے۔ اس طرح یہ خود کو اور دوسروں کو اس کے سیکھنے میں دھوکا دیتا ہے۔ حالانکہ عاقل جانتا ہے کہ اگر اس سے اس کا مقصد فرضِ کفایہ میں اپنا حق ادا کرنا ہوتا تو وہ ضرور فرضِ عین کو اس پر مقدم کرتا۔ بلکہ وہ تو کئی فرضِ کفایہ پر اسے مقدم کئے ہوئے ہوتا ہے کہ کتنے ہی شہر ایسے ہیں کہ جن میں ذمی کفار کے سوا کوئی مسلم طبیب نہیں حالانکہ اطبا کے متعلق جو فقہی احکام ہیں ان میں کفار کی گواہی قبول نہیں پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی اسے سیکھنے میں مشغول نہیں ہوتا اور علمِ فقہ بالخصوص اختلافی اور نزاعی مسائل میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں حالانکہ شہر ایسے فقہا سے بھرے پڑے ہیں جو فتویٰ دینے اور نو پید مسائل کا حل بتانے میں مصروف ہیں۔ کاش! میں جان لوں کہ علمائے دین اس فرضِ کفایہ کو سیکھنے کی کیسے اجازت دیتے ہیں جسے ایک گروہ قائم رکھے ہوئے ہے اور اسے چھوڑنے کی کیسے رخصت دیتے ہیں جسے قائم کرنے والا کوئی ایک بھی نہیں؟ اس کا سبب اس کے سوا کوئی نہیں کہ طب کے ذریعے اوقاف و وصیتوں کا متولی ہونا، یتیموں کے مال کا محافظ بننا، قاضی و حاکم بننا اور اس کے ذریعے اپنے ہم زمانہ لوگوں سے آگے بڑھنا اور دشمنوں پر غلبہ پانا میسر نہیں۔

ہائے افسوس! علمائے سُوء (یعنی برے علما) کے دھوکے کی وجہ سے علم دین ناپید ہو گیا۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اس دھوکے سے پناہ میں رکھے جس میں رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور شیطان کی خوشی ہے۔

متقین علمائے ظاہر کی عاجزی:

علمائے ظاہر میں سے اہلِ تقویٰ علمائے باطن اور دل والوں کی فضیلت کے معترف تھے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا **امام شافعی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی **شیبان راعی** کے سامنے اس طرح بیٹھتے جس طرح طالبِ علم مکتب میں بیٹھتا ہے اور پوچھتے کہ ''اِس اِس معاملے کا حکم کیا ہے؟'' کسی نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی: ''حضور! آپ جیسا عظیم شخص اس بدوی سے پوچھتا ہے؟'' فرمایا: ''بے شک اسے اس چیز کی توفیق ملی ہے جس سے ہم غافل ہیں۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا **امام احمد بن حنبل** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل اور حضرت سیِّدُنا **یحییٰ بن معین** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن حضرتِ سیِّدُنا **معروف کرخی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے پاس آتے جاتے اور ان سے مسائل پوچھتے تھے حالانکہ وہ علمِ ظاہر میں ان دونوں کے ہم مرتبہ نہیں تھے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ جب آقائے دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جس کا حکم کتاب وسنت میں نہ پائیں تو کیا کریں؟'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نیک لوگوں سے پوچھ لیا کرو اور ان سے مشورہ کیا کرو۔'' (۲)

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علمائے ظاہر زمین اور ملک کی زینت ہیں جبکہ علمائے باطن آسمانوں اور ملکوت کی زینت ہیں۔ (۳)

علم حدیث کے بعد علم تصوف حاصل کرو:

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ایک دن مجھ سے میرے شیخ حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے استفسار فرمایا کہ ''جب تم میرے پاس سے جاتے ہو تو کس کی مجلس اختیار کرتے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''محاسبی کی۔'' فرمایا: ''ٹھیک ہے۔ ان کے علم و ادب سے سیکھنا اور وہ علمِ کلام اور متکلمین کا جو رد کریں اسے چھوڑ دینا۔ جب میں لوٹنے لگا تو انہیں فرماتے سنا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے حدیث والا صوفی بنائے اور ایسا

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۰۔

2 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب اجتہاد الرأی علی الاصول، الحدیث: ۹۱۶، ص۳۲۱۔

قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۱۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۰۔

صوفی نہ بنائے جو (بعد میں علم) حدیث حاصل کرے۔“ (1)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو حدیث اور علم حاصل کرنے کے بعد صوفی بنا وہ کامیاب ہے اور جو علم حاصل کرنے سے پہلے ہی صوفی بن بیٹھا اس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ علمِ کلام اور فلسفہ کو علوم کی اقسام میں کیوں بیان نہیں کیا اور اس بات کی وضاحت کیوں نہیں کی کہ یہ دونوں اچھے ہیں یا برے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علمِ کلام جن مفید دلائل پر مشتمل ہوتا ہے ان کا حاصل قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں موجود ہوتا ہے اور جو ان دونوں سے خارج ہے وہ یا تو برا جھگڑا ہے اور وہ بدعتیں ہیں جنہیں عنقریب بیان کیا جائے گا یا مختلف فرقوں کے اختلافات سے متعلق لڑائی جھگڑے کی باتیں ہیں اور ان مقالات کو نقل کرنا (بلا وجہ) کتاب کو طول دینا ہے کہ یہ اکثر ان لغویات اور بیہودہ باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں طبیعتیں حقیر سمجھتی اور کان ان سے بیزار ہیں۔ بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جن میں غور وخوض کرنے کا دین سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی وہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے زمانے میں تھیں نیز ان میں غور وخوض کرنا مکمل طور پر بدعت تھا لیکن اب ان کا حکم بدل چکا ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے تقاضوں سے پھیرنے والی بدعتیں پیدا ہو چکی ہیں اور ایک گروہ ایسا ظاہر ہوا ہے کہ جس نے بدعت میں جھوٹ گھڑ لئے اور اس میں کلام مرتب کر لئے جس کی وجہ سے اس ممنوع کام کی ضرورت کی بنا پر اجازت دی گئی بلکہ یہ فرضِ کفایہ ہے لیکن اتنی مقدار میں کہ جب بدعتی بدعت کی طرف مائل کرے تو اس کا مقابلہ کیا جا سکے اور اس کی ایک خاص حد ہے جسے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے۔

فلسفہ اور اس کی اقسام:

جہاں تک فلسفے کا معاملہ ہے تو یہ مستقل علم نہیں بلکہ اس کے چار حصے ہیں:

﴿1﴾ ...... **ہندسہ اور حساب:** یہ دونوں جائز ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے، ان سے صرف اُسی کو روکا جائے گا جس کے

---

(1) ...... قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا...... الخ، ج۱، ص۲۷۱۔

تاریخ دمشق لابن عساکر، علی بن ابراھیم بن یوسف۴۸۰۲، ج۴۱، ص۲۵۲۔

بارے میں ڈرہو کہ وہ ان سے برے علوم کی طرف چلا جائے گا کیونکہ اِن میں مہارت رکھنے والے اکثر لوگ ان سے نکل کر بدعتوں کی طرف چلے گئے، اس لئے جو کمزور (ایمان والا) ہے اُسے ہندسہ اور حساب سے روکا جائے گا اس لئے نہیں کہ یہ علوم برے ہیں بلکہ جس طرح بچے کو نہر میں گر جانے کے خوف سے نہر کے کنارے کھڑا ہونے سے روکا جاتا ہے اور نومسلم کو کفار کی صحبت سے محض ڈر کی وجہ سے روکا جاتا ہے اور جو مضبوط (ایمان والا) ہے وہ خود ہی ان سے ملنا اچھا نہیں سمجھتا۔

﴿2﴾...... **منطق:** اس میں دلیل وتعریف اور ان کی شرائط سے بحث کی جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں علمِ کلام میں داخل ہیں۔

﴿3﴾...... **الٰہیات:** اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات کے متعلق بحث کی جاتی ہے اور یہ بھی علمِ کلام میں داخل ہے۔ فلاسفہ نے اس کے لئے علم کی علیحدہ قسم نہیں بنائی بلکہ ان کے مذہب الگ الگ ہیں ان میں سے کچھ تو اہلِ کفر ہیں اور کچھ بدعتی۔ جس طرح اعتزال ایک مستقل علم نہیں بلکہ معتزلین ومتکلمین ہی کا ایک گروہ ہے اور بحث ونظر والوں نے الگ باطل مذاہب بنالئے ہیں اسی طرح فلاسفہ کا معاملہ ہے۔

﴿4﴾...... **طبیعیات:** اس کی بعض قسمیں شریعت اور دینِ حق کے خلاف ہیں جس کی وجہ سے وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔ لہٰذا انہیں علوم کی اقسام میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ طبیعیات کی بعض اقسام میں جسموں کی صفات، ان کے خواص اور ان کے تغیر وتبدل کی کیفیت کے بارے میں بحث ہوتی ہے اور یہ ایسے ہی ہیں جیسے اطبا غور وفکر کرتے ہیں مگر یہ کہ طبیب خاص بدنِ انسانی کو بیماری اور صحت کی جہت سے دیکھتا ہے جبکہ طبیعیات والے تمام اجسام کو ان کے تغیر وتبدل کے اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ لیکن علمِ طب طبیعیات سے افضل ہے کیونکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے جبکہ طبیعیات کے علوم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

علم کلام کی حیثیت:

اس تمام گفتگو سے پتا چلا کہ علمِ کلام ان پیشوں میں سے ہے جو فرضِ کفایہ ہیں تا کہ عوام کے دلوں کو بدعتیوں کے تخیلات سے محفوظ رکھا جاسکے اور یہ علم بدعتوں کے ظہور کی وجہ سے ظاہر ہوا جیسا کہ راہِ حج میں اہلِ عرب کے ظلم

وزیادتی اور لوٹ مار کی وجہ سے محافظ کو کرائے پر لینے کی ضرورت پڑی اور اگر عرب ظلم وزیادتی چھوڑ دیں تو راہِ حج میں محافظ کو کرائے پر لینا شرط نہ رہے گا۔ اسی طرح اگر بدعتی اپنی بکواس ترک کردے تو اس سے زیادہ علم کی ضرورت نہ رہے گی جتنا صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے زمانے میں تھا۔ لہٰذا علمِ کلام والے کو جان لینا چاہئے کہ اس علم کے دین ہونے کی یہی حد ہے اور اس کی حیثیت وہی ہے جو راہِ حج میں محافظ کی ہے تو جس طرح محافظ محض حفاظت کرکے حاجی نہیں بن جائے گا اسی طرح علمِ کلام والا اگر صرف مناظرے اور لوگوں کا بچاؤ ہی کرتا رہا، نہ راہِ آخرت طے کیا اور نہ ہی دل کی حفاظت واصلاح کی تو ہرگز وہ عالمِ دین نہیں بن سکے گا۔ دین میں سے اس کے پاس صرف عقیدہ ہی ہے جو عام لوگوں کے پاس بھی ہے یہ تو دل اور زبان کے ظاہری اعمال میں سے ہے۔ اس میں اور عام لوگوں میں فرق صرف یہی ہے کہ یہ حفاظت کرسکتا اور مخالف سے بحث مباحثہ کرسکتا ہے اور رہا معاملہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات اور افعال کی معرفت اور ان تمام باتوں کا جنہیں ہم نے علمِ مکاشفہ میں بیان کیا تو یہ علمِ کلام سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ یہ اس میں حجاب اور رکاوٹ کا باعث بن سکتی ہیں ان تک رسائی تو مجاہدے کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ہدایت کے لئے پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللّٰہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ تم نے متکلم کی تعریف یہ کی کہ متکلم وہ ہوتا ہے جو عوام کے عقیدے کو بدعتیوں کے اُلجھاؤ سے بچاتا ہے جس طرح محافظ کی تعریف یہ ہے کہ وہ حجاج کی سفر وحضر کی ضروریات کو عرب کی لوٹ مار سے بچاتا ہے اور فقیہ کی تعریف یہ کی کہ فقیہ وہ ہوتا ہے جو اس قانون کا حافظ ہوتا ہے جس کے ذریعے بادشاہ لوگوں سے ظالموں کے ظلم کو روکتا ہے اور یہ دونوں مرتبے علمِ دین کے مرتبے سے کم ہیں جبکہ اُمّت کے علما جو فضیلت میں مشہور ہیں وہ فقہا اور متکلمین ہی ہیں اور وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں لوگوں میں سب سے افضل ہیں پھر ان کا مرتبہ علمِ دین کے مقابلے میں کیونکر کم ہوسکتا

ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جوحق کی پہچان بندوں کے ذریعے کرتا ہے وہ گمراہی کے جنگلوں میں بھٹکتا ہے۔ اس لئے اگر تو راہِ حق کا مسافر ہے تو حق کو پہچان اہلِ حق کو بھی پہچان جائے گا اور اگر تو تقلید و پیروی پر قناعت کرتا اور لوگوں کے درمیان فضیلت کے مشہور درَجات کو دیکھتا ہے تو حضراتِ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے بلند مراتب سے بے خبر نہ رہ۔ جن لوگوں (یعنی فقہاو متکلمین) کا تم نے ذکر کیا ہے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ حضراتِ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا مقام و مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور دین میں کوئی ان کے مرتبے کو تو کیا ان کی گردِ راہ کو بھی نہیں پا سکتا۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی افضلیت کا ایک سبب:

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو بلند مقام و مرتبہ علم کلام یا علم فقہ کی وجہ سے نہیں بلکہ علم آخرت اور طریقِ آخرت پر چلنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تمام لوگوں پر نہ تو کثرتِ صوم وصلوٰۃ یا کثرتِ روایت کی وجہ سے افضل ہوئے اور نہ ہی فتویٰ دینے یا علمِ کلام کی وجہ سے بلکہ اس چیز کی وجہ سے افضل ہیں جو ان کے سینے میں راسخ تھی جیسا کہ خود سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کی شہادت دی۔ (1)

لہٰذا تمہیں اس راز کی تلاش و جستجو میں حریص ہونا چاہئے کیونکہ وہ عمدہ جوہر اور چھپا ہوا موتی ہے اور اس چیز کو خود سے دُور کر دو جسے اکثر لوگ متفقہ طور پر کچھ ایسے اسباب اور وجوہات کی بنا پر افضل و عظیم سمجھتے ہیں جن کی لمبی تفصیل ہے۔ بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے وقت ہزاروں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم تھے جو تمام کے تمام ذات باری تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے تھے۔ ان میں کوئی ایک بھی علمِ کلام کا ماہر نہ تھا اور نہ ہی سوائے دس سے کچھ زائد صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے کسی نے اپنے آپ کو فتویٰ دینے کے لئے مقرر کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت سیِّدُنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے: ''فلاں حاکم کے پاس جاؤ جس نے لوگوں کے معاملات کا ذِمہ لے رکھا ہے۔ یہ بوجھ اسی کی گردن پر ڈالو۔''(2) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قضایا اور احکام میں فتویٰ دینا امورِ سلطنت اور امورِ حاکمیت میں سے ہے۔

1 ......المقاصد الحسنة، حرف الميم، الحديث: ۹۷۰، ص۳۷۶، باختصارٍ۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: كتاب العلم وتفضيله، باب ذكر فضل علم المعرفة، ج۱ ص۲۲۸۔

علم کے دس حصوں میں سے نو حصے اٹھ گئے:

جب امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وصال ہوا تو حضرت سیِّدُ نا عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''علم کے دس حصوں میں سے نو حصے اُٹھ گئے۔'' کسی نے عرض کی: ''حضور! یہ آپ کیا فرمارہے ہیں۔ ہمارے درمیان جلیل القدر صحابہ موجود ہیں؟'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں فتویٰ اور احکام کے علم کی بات نہیں کررہا بلکہ میری مراد معرفتِ الٰہی ہے۔'' (1)

تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا انہوں نے علمِ کلام وجدل مراد لیا تھا؟ (نہیں) تو پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم اس علم کو جاننے کے حریص کیوں نہیں بنتے جس کے دس میں سے نو حصے وصالِ عمر کے ساتھ رخصت ہوگئے اور امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تو علمِ کلام وجدل کا دروازہ بند کردیا تھا اور جب حضرتِ ضبیع نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے قرآنِ پاک کی دو آیتوں میں تعارض کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے انہیں کوڑے سے مارا اور ان سے کلام کرنا بند کردیا بلکہ لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔

بہرحال تمہارا یہ کہنا کہ علمائے اُمَّت میں سے مشہور فقہا اور متکلمین ہیں تو یہ بات یاد رکھو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں افضل ہونا اور بات ہے اور لوگوں کے درمیان مشہور ہونا اور بات۔

شیخین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی شہرت وفضیلت:

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مشہور تو خلافت کی وجہ سے ہوئے لیکن افضل اس راز کی وجہ سے ہوئے جو ان کے دل میں راسخ تھا اور امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہرت تو حکومت کی وجہ سے ہے مگر فضیلت اس علم کی وجہ سے ہے جس کے دس میں سے نو حصے ان کی وفات کے ساتھ اُٹھ گئے۔ نیز حکومت اور لوگوں پر عدل وشفقت کرنے سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مقصود قربِ الٰہی کا حصول تھا اور یہ ایک باطنی معاملہ ہے جو آپ کے دل میں تھا۔ اس وصف کے علاوہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے باقی افعال عزت ونام اور شہرت چاہنے والوں سے بھی صادر ہوسکتے ہیں۔

---

(1)......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۸۱۰، ج۹، ص۱۶۳، باختصارٍ۔

شہرت اور فضیلت میں فرق:

شہرت اس میں ہوتی ہے جو ہلاکت و بربادی کا سبب ہوتا ہے اور فضیلت اس کی وجہ سے ہوتی ہے جو ایک راز ہوتا ہے جس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی۔

فقہا اور متکلمین کی اقسام:

فقہا اور متکلمین بادشاہوں، قاضیوں اور علما کی مثل ہیں اور ان کی کئی اقسام ہیں۔بعض کا اپنے علم وفتوے سے مقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنا اور حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّت کی حفاظت کرنا ہوتا ہے وہ نہ رِیا کاری کرتے ہیں اور نہ ہی شہرت کی خواہش رکھتے ہیں۔انہیں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ راضی ہوتا ہے اور یہ بارگاہِ الٰہی میں اس وجہ سے مقبول ہوتے ہیں کہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں اور فتویٰ ودلیل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زیادہ خوشنودی چاہتے ہیں۔

عمل کا دارومدار نیت پر ہے:

ہر علم عمل ہے کیونکہ علم ایک فعل ہے جسے حاصل کیا جاتا ہے لیکن ہر عمل علم نہیں۔طبیب اگر رضائے الٰہی کی خاطر کام کرے تو اپنے علم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرسکتا ہے اور اس پر اسے ثواب بھی ملے گا۔بادشاہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے وہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پسندیدہ بندہ بن سکتا اور اس کی بارگاہ سے اجر وثواب حاصل کرسکتا ہے اس وجہ سے نہیں کہ وہ علمِ دین کا ذِمہ دار ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے علم کے مطابق ایسا عمل کرے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب مقصود ہو۔

جن اعمال سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے:

جن اعمال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل ہوتا ہے وہ تین قسم کے ہیں: (۱)......**محض علم:** اور یہ علمِ مکاشفہ ہے۔ (۲)......**محض عمل:** اس کی مثال بادشاہ کا عدل وانصاف کے ساتھ لوگوں کے معاملات کا انتظام کرنا ہے۔(۳)......**علم وعمل کا مرکب:** اس سے مراد علمِ طریقِ آخرت ہے کیونکہ ایسا شخص عالم بھی ہوتا ہے اور عامل بھی۔اب تم اپنے بارے

میں غور کرلو کہ تم قیامت کے دن محض علما کے گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو یا عاملین کے گروہ میں یا دونوں کے۔ پس تم ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنا حصہ تقسیم کرلو یہ تمہارے لئے محض شہرت کے لئے پیروی کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

خُذْ مَا تَرَاهُ وَدَعْ شَيْئًا سَمِعْتَ بِهٖ فِيْ طَلْعَةِ الشَّمْسِ مَا يُغْنِيْكَ عَنْ زُحَلٍ

ترجمہ: جسے تم دیکھتے ہو اسے اختیار کرو اور جو سنتے ہو اسے چھوڑ دو سورج طلوع ہے تو زُحل (سیارے) کی کیا حاجت ہے۔

اب میں فقہائے سلف کی سیرت کے چند وہ گوشے بیان کروں گا جن سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے خود کو ان کے مذہب کی طرف غلط منسوب کر رکھا ہے انہوں نے ان پر ظلم کیا ہے اور بروزِ قیامت یہ ان کے سخت مخالف ہوں گے کیونکہ علم سے ان کا مقصود محض رِضائے الٰہی کا حصول تھا اور ان کے جو اَحوال معلوم ہوئے ہیں وہ ہیں جو علمائے آخرت کی علامات میں سے ہیں جیسا کہ علمائے آخرت کی علامت کے باب میں بیان ہوگا۔ انہوں نے اپنے آپ کو محض علمِ فقہ میں نہیں لگا رکھا تھا بلکہ وہ علمِ قلوب میں بھی مشغول تھے اور ان کی نگرانی کرتے تھے لیکن انہیں اس علم کی تدریس وتصنیف سے اس چیز نے روک رکھا تھا جس نے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو فقہ سے باز رکھا تھا حالانکہ وہ علمِ فتویٰ میں کامل فقہا تھے۔ موانع وبواعث یقیناً ہوتے ہیں انہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اب میں فقہائے اسلام کے وہ احوال بیان کروں گا جن سے تمہیں معلوم ہوگا کہ ہمارا بیان کردہ کلام ان پر نہیں بلکہ ان لوگوں پر طعن ہے جنہوں نے اپنے آپ کو ان کی پیروی میں مشہور کر رکھا اور ان کے مذہب ومسلک کی طرف منسوب کر رکھا ہے حالانکہ وہ اعمال وسیرت میں ان سے یکسر مختلف نظر آتے ہیں۔

مقتدا و پیشوا فقہا:

وہ فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام جو فقہ کے امام اور مخلوق کے مقتدا و پیشوا ہیں یعنی جن کے مذاہب کے پیروکار کثیر ہیں، پانچ ہیں: **(۱)...... حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی (۲)...... حضرت سیِّدُنا امام مالک (۳)...... حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل (۴)...... حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ اور (۵)...... حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن**۔ ان میں سے ہر ایک عابد وزاہد، علومِ آخرت کا عالم، لوگوں کے دنیوی منافع کا فقیہ اور اپنی فقہ سے

رضائے الٰہی چاہنے والا تھااور موجودہ زمانے کے فقہا نے ان پانچ خصلتوں میں سے صرف ایک خصلت یعنی فقہ کی جزئیات میں محنت ومبالغہ میں ان کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ باقی چار خصلتیں صرف آخرت کے لئے نفع مند ہیں اور یہ ایک خصلت آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کے لئے بھی نفع مند ہے۔ اگر اس سے آخرت کی نیت کی جائے تو دنیوی نفع کم ہوجاتا ہے۔ موجودہ زمانے کے فقہا نے اس خصلت کے لئے خوب کوشش کی اور اس کے سبب ان ائمہ دین کے مشابہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ہائے افسوس! ملائکہ کو لوہاروں پر قیاس کیا گیا۔ اب مذکورہ پانچوں فقہا کے وہ احوال بیان کئے جاتے ہیں جو چار خصلتوں پر دلالت کرتے اور فقہ میں ان کا مقام ومرتبہ سب کو معلوم ہے۔

سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے فضائل و مناقب

﴿1﴾ ......عبادت وریاضت:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا: ایک تہائی علم کے لئے، ایک تہائی عبادت کے لئے اور ایک تہائی آرام کے لئے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا ربیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَدِیْع فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی ماہِ رمضان میں 60 قرآنِ پاک ختم کرتے تھے اور سب نماز میں ختم کرتے۔ [2] آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ایک شاگرد بویطی ماہِ رمضان میں ہر دن ایک قرآنِ پاک پڑھا کرتے تھے۔ [3]

تمام مسلمانوں کے لئے رحمت ونجات کی دعا:

حضرت سیِّدُنا حسن کرابیسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے ساتھ کئی راتیں گزاری ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تقریباً ایک تہائی رات نماز پڑھتے تھے اور میں نے انہیں 50 سے زیادہ آیات پڑھتے نہیں دیکھا، اگر زیادہ پڑھتے تو 100 پڑھ لیتے اور کسی بھی آیتِ رحمت پر پہنچتے تو بارگاہِ الٰہی میں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے رحمت کی دعا مانگتے اور جب بھی کوئی عذاب (کے تذکرے) والی آیت پڑھتے

---

1 ......حلیة الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث: ۱۳۴۳۳، ج۹، ص۱۴۳۔

2 ......حلیة الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث: ۱۳۴۲۶، ج۹، ص۱۴۲۔

3 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی: ۷۰۶، ج۵۱، ص۳۹۳۔

تو اس سے پناہ مانگتے پھر اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس سے نجات مانگتے تھے۔[1] گویا ان کے لئے خوف ورجا کو اکٹھا کر دیا گیا تھا۔ پس تم دیکھو کہ 50 آیات پر اقتصار کرنا حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے قرآنِ عظیم کے اسرار پر گہری نظر اور اس میں غور وفکر کرنے پر دلیل ہے۔

شکم سیری کی آفات:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ''میں نے 16 سال سے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا کیونکہ شکم سیری بدن کو بھاری اور دل کو سخت کر دیتی، عقل کو زائل کرتی، نیند لاتی اور عبادت میں کمزوری کا باعث ہے[2]۔[3]

تم غور کرو کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کیسی حکمت کے ساتھ شکم سیری کی آفات بیان فرمائیں۔ پھر عبادت میں ان کی کوشش کو دیکھو کہ عبادت کی وجہ سے شکم سیری سے کنارا کش ہو گئے کیونکہ عبادت کی بنیاد کم کھانے پر ہے۔

عظمتِ الٰہی:

مزید فرماتے ہیں کہ ''میں نے کبھی بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم نہیں کھائی، نہ سچی نہ جھوٹی۔''[4]

یہ قول آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حد درجہ تعظیم وتوقیر بجالانے پر دلالت کرتا ہے۔ نیز اس بات پر دلیل ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عظمتِ الٰہی کا علم رکھتے تھے۔

زبان کی حفاظت:

ایک بار حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی سے کچھ پوچھا گیا تو خاموش رہے۔ کسی نے عرض کی: ''حضور!

---

1 ......معرفة السنن والاثار، مقدمة المؤلف، باب مایستدل به علی اجتهاده فی طاعة ربه، ج۱، ص۱۱۵۔
تاریخ بغداد، محمد بن ادریس الشافعی: ۴۵۴، ج۲، ص۶۱۔

2 ......حلية الاولياء، الامام الشافعی، الحديث: ۱۳۳۸۶، ج۹، ص۱۳۵۔
تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی: ۶۰۷، ج۵۱، ص۳۹۴۔

3 ......شکم سیری کی آفات اور بھوک کے فضائل کی تفصیلی معلومات کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارہ مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب ''فیضانِ سنت'' جلد اول کے باب ''پیٹ کا قفل مدینہ'' کا مطالعہ کیجئے۔

4 ......حلية الاولياء، الامام الشافعی، الحديث: ۱۳۳۹، ج۹، ص۱۳۶۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟'' فرمایا: ''پہلے میں یہ جان لوں کہ میرے جواب دینے میں فضیلت ہے یا خاموش رہنے میں۔'' (۱)

دیکھو! آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ زبان کی کیسی نگہبانی فرماتے تھے۔حالانکہ فقہا پر زبان کا تسلط تمام اعضاء سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ بے قابو اور نافرمان ہوتی ہے۔اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فضل وثواب کے حصول کے لئے ہی کلام کرتے تھے۔

کانوں اور زبان کا قفل مدینہ (۲):

حضرت سیِّدُنا احمد بن یحیٰی بن وزیر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَدِیْر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی قندیلوں کے بازار سے گزرے، ہم بھی پیچھے ہو لئے، اچانک دیکھا کہ ایک شخص کسی عالم سے بیہودہ باتیں کررہا ہے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''جس طرح اپنی زبانوں کو فحش گوئی سے بچاتے ہو اسی طرح کانوں کو بھی فحش باتیں سننے سے بچاؤ کیونکہ سننے والا کہنے والے کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ بے وقوف جب اپنے برتن میں کوئی بدترین چیز دیکھتا ہے تو اسے تمہارے برتنوں میں ڈالنا چاہتا ہے، اگر اس کی بات کو لوٹا دیا جائے تو لوٹانے والا خوش بخت ہے جیسے وہ بات کہنے والا بد بخت ہے۔'' (۳)

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک دانا (عقل مند) نے کسی دانا کو لکھا کہ تمہیں علم دیا گیا ہے تو اپنے علم کو گناہوں کی ظلمت سے آلودہ نہ کرنا ورنہ تم اس دن اندھیرے میں کھڑے رہو گے جس دن صاحبِ علم اپنے علم کے نور

---

❶......حاشیة اعانة الطالبین، خطبة المؤلف، ج۱، ص۲۸۔

❷......''قفلِ مدینہ'' دعوت اسلامی کے مدنی ماحول میں بولی جانے والی ایک اصطلاح ہے کسی بھی عضو کو گناہوں اور فضولیات سے بچانے کو قفلِ مدینہ لگانا کہتے ہیں۔مثلاً فضول گوئی سے جو پرہیز کرتا ہے اور خاموشی کی عادت ڈالنے کے لئے حسبِ ضرورت اشاروں سے یا لکھ کر گفتگو کرتا ہے اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس نے زبان کا قفلِ مدینہ لگایا ہے۔

دوزخ کی کہاں تاب ہے کمزور بدن میں   ہر عضو کا عطّار لگا قفلِ مدینہ

❸......حلیة الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث۱۳۳۶۲، ج۹، ص۱۳۰۔

تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ابراھیم بن احمد بن اسحاق۶۰۲۵، ج۵۱، ص۱۸۳۔

میں چلتے ہوں گے۔[۱]

﴿2﴾......زہدوتقویٰ:

حضرت سیِّدُ نا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ''جو یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اپنے دل میں دنیا اور خالقِ دنیا کی محبت کو جمع کرلیا ہے بیشک وہ جھوٹا ہے۔''[۲]

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی سخاوت:

حضرت سیِّدُ نا حمیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی بعض حکام کے ساتھ یمن تشریف لے گئے پھر وہاں سے 10 ہزار درہم لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً سے باہر ہی ایک مقام پر ان کے لئے ایک خیمہ لگا دیا گیا۔لوگ ملاقات کے لئے آنے لگے۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹے جب تک وہ تمام دراہم تقسیم نہ کردیئے۔[۳] ایک مرتبہ حمام سے نکلے تو اس کے مالک کو کثیر مال عطا فرمایا۔[۴] ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا کوڑا گر گیا، ایک شخص نے اٹھا کر دیا تو اسے اس کے بدلے میں 50 دینار عطا فرما دیئے۔[۵]

زہد کی حقیقت و بنیاد:

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی سخاوت بہت مشہور ہے بیان کرنے کی حاجت نہیں اور زہد کی بنیاد سخاوت ہے اس لئے کہ جو جس چیز سے محبت رکھتا ہے اسے روک لیتا ہے اور مال کو وہی جدا کرتا ہے جس کی نظر میں دنیا کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ یہی زہد کی حقیقت ہے۔

---

1 ......حلیة الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث:۱۳۴۹۲، ج۹، ص۱۵۵۔

2 ......فیض القدیر، حرف الدال، فصل فی المحلی بأل......الخ، تحت الحدیث:۴۲۶۹، ج۳، ص۷۲۴۔

3 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الجود والسخاء، الحدیث:۱۰۹۶۲، ج۷، ص۴۵۲۔

حلیة الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث:۱۳۴۴۰، ج۹، ص۱۳۸۔

4 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:۷۲۰۱، ج۵۱، ص۴۰۱۔

5 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الجود والسخاء، الرقم:۱۰۹۶۲، ج۷، ص۴۵۲، بتغیرٍ "تسعة دنانیر او سبعة"۔

تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:۷۲۰۱، ج۵۱، ص۳۹۹۔

زمانے کا افضل شخص:

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ زہد میں کتنے مضبوط تھے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا کس قدر خوف رکھتے تھے اور آخرت کی تیاری میں کس طرح مشغول رہتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے رقتِ قلبی کے متعلق ایک حدیث بیان کی تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بے ہوش ہوگئے۔ کسی نے کہا: ''وفات پاگئے ہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''اگر وفات پاگئے ہیں تو اس زمانے کے افضل شخص کا وصال ہوگیا۔'' (1)

کامل الایمان ہونے کی علامت:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن محمد بلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور عمر بن نباتہ عابدین وزاہدین کا تذکرہ کررہے تھے کہ عمر نے کہا: میں نے حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی سے بڑا فصیح اور پرہیزگار شخص نہیں دیکھا کیونکہ ایک بار میں، حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی اور حارث بن لبید صفا (پہاڑی) کی طرف گئے حارث صالح مری کے شاگرد تھے۔ خوش کن آواز کے مالک تھے۔ انہوں نے قرآنِ پاک کی تلاوت شروع کی جب یہ آیاتِ مبارکہ تلاوت کیں:

هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ (پ۲۹، المرسلٰت: ۳۵،۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے، اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

تو میں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا رنگ تبدیل ہوگیا، بدن کانپنے لگا، شدید بے قرار ہوگئے اور بیہوش ہوکر گر گئے۔ ہوش آنے پر دعا فرمانے لگے کہ ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں جھوٹوں کے مقام اور غافلوں کے اعراض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! اہلِ معرفت کے دل تیری بارگاہ میں جھک گئے، تیرے آگے طالبین کی گردنیں خم ہوگئیں۔ اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنا جود و کرم عطا فرما، اپنی شانِ ستاری سے مجھے عظمت

---

1 ......معرفة السنن والاثار، مقدمة المؤلف، باب شهادة الائمة للشافعی، ج۱، ص۱۱۶۔
حلية الاولياء، الامام الشافعی، الرقم۱۳۲۲۲، ج۹، ص۱۰۲۔

عطا فرما اور اپنے کرم سے میرے گناہ معاف فرما۔‘‘ (۱)

پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تشریف لے گئے اور ہم بھی چلے گئے۔ جب میں بغداد آیا اس وقت آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عراق میں تھے۔ میں ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھا وضو کر رہا تھا کہ قریب سے گزرتے ہوئے ایک شخص نے کہا: ’’بیٹا! وضو اچھے طریقے سے کرو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں تمہارے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے گا۔‘‘ میں نے اس طرف توجُّہ کی تو وہ ایک بارعب شخص تھا جس کے پیچھے کئی لوگ تھے۔ میں جلدی سے وضو کر کے ان کے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ’’کیا تمہیں کوئی کام ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’جی ہاں! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ آپ کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ سکھا دیجئے۔‘‘ تو انہوں نے فرمایا: ’’جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تصدیق کرے گا نجات پا جائے گا، جو اپنے دین کے معاملے میں خوف زدہ رہے گا ہلاکت و بربادی سے محفوظ رہے گا اور جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے گا کل بروزِ قیامت اس کی آنکھیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والے اجر و ثواب کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں گی۔‘‘ پھر فرمایا: ’’کیا میں تمہیں مزید نہ بتاؤں؟‘‘ میں نے کہا: ’’جی بتائیے!‘‘ فرمایا: ’’جس میں تین خصلتیں پائی گئیں اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا: (۱)......نیکی کا حکم دینا اور اس پر عمل کرنا (۲)......برائی سے منع کرنا اور خود بھی باز رہنا اور (۳)......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حدود کی محافظت کرنا۔‘‘ پھر فرمایا: ’’کیا میں تمہیں مزید کچھ بتاؤں؟‘‘ میں نے کہا: ’’کیوں نہیں۔‘‘ فرمایا: ’’دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، آخرت میں رغبت رکھو اور ہر حال میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو سچا جانو نجات پانے والوں میں ہو جاؤ گے۔‘‘ یہ کہہ کر وہ تشریف لے گئے۔ میں نے پوچھا: ’’یہ کون تھے؟‘‘ تو لوگوں نے بتایا کہ ’’یہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی تھے۔‘‘ (۲) تم ان کے بے ہوش ہو کر گرنے پر غور کرو پھر ان کے وعظ کے بارے میں سوچو کہ کس طرح یہ چیز ان کے زہد اور خوفِ خدا رکھنے پر دلالت کرتی ہے۔ خوفِ خدا اور زہد معرفتِ الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآنِ پاک میں ارشاد ربّ العباد ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ (پ۲۲، فاطر:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

---

1 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی ۷۰۲، ج ۵۱، ص۳۳۶۔

2 ......تھذیب الاسماء واللغات، الامام الشافعی، ج۱، ص۷۶۔۷۷، باختصارٍ۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے یہ خوفِ خدا اور زہد وتقوی بیع سلم اور اجارہ کے مسائل یا اس کے سوا دوسرے ابوابِ فقہ کے مسائل سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ یہ سب کچھ علومِ آخرت سے حاصل کیا تھا اور علومِ آخرت قرآن وسنت سے مستفاد ہوتے ہیں کیونکہ تمام اگلوں پچھلوں کی حکمتیں قرآن وسنت میں موجود ہیں۔

﴿3﴾......اسرارِ قلب اور علومِ آخرت کے عالم:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے حکمت بھرے ارشادات وملفوظات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ اسرارِ قلب اور علومِ آخرت کے کیسے زبردست عالم تھے۔ چنانچہ، منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی سے ریا کے بارے میں پوچھا گیا تو بلاتوقف جواب دیا کہ ''ریا ایک فتنہ ہے جسے خواہشِ نفس نے علما کے دلوں کی آنکھوں کے سامنے باندھ دیا انہوں نے برائی پسند نفس کے ساتھ اس میں دلچسپی لی تو ان کے اعمال اَکارت ہوگئے۔'' (1)

خود پسندی میں مبتلا کو نصیحت:

مزید فرماتے ہیں کہ ''جب تجھے اپنے عمل میں خود پسندی کا خوف ہو تو اس بات کو پیشِ نظر رکھ کہ تو کس کی رِضا کا طالب ہے، کس ثواب کی خواہش رکھتا ہے، کس سزا وعذاب سے ڈرتا ہے، کس نعمت پر شکر کرتا ہے اور کون سی مصیبت کو یاد کرتا ہے۔ جب تو ان میں سے کسی ایک خصلت میں غور وفکر کرے گا تو تجھے اپنا عمل چھوٹا لگے گا۔'' (2)

غور کرو کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کس انداز سے ریا کی حقیقت اور خود پسندی کے علاج کو آشکار کیا اور یہ دونوں دل کی بہت بڑی آفتیں ہیں۔

علم کسے نفع نہیں دیتا؟

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں کہ ''جو اپنے نفس کی نگہبانی نہیں کرتا اس کا علم اسے نفع نہیں دیتا۔ (3) جو علم کے مطابق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرے گا اس کا پوشیدہ علم اسے نفع دے گا۔ ہر ایک کا کوئی نہ کوئی

---

1 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی، ج ۵، ص ۳۳۴۔

2 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی: ۲۰۷، ج ۵۱، ص ۴۱۳۔

3 ......الفقیہ والمتفقہ، ذکر احادیث واخبار شتی......الخ، الجزء الاوّل، الرقم: ۱۳۹، ج ۱، ص ۱۵۱۔

دوست اور دشمن ہوتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہے تو پھر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانبرداروں کے ساتھ رہو۔'' (۱)

منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عبدالقاہر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نیک اور پرہیزگار شخص تھے۔ حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے تقویٰ کے بارے میں مسائل پوچھا کرتے تھے اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے ان پر خاص توجہ فرماتے تھے۔ ایک دن انہوں نے پوچھا کہ ''امتحان، صبر اور تمکین (مرتبہ و عزت) میں سے کیا افضل ہے؟'' تو حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے جواب دیا کہ ''تمکین انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا درجہ ہے لیکن تمکین سے پہلے امتحان ہوتا ہے، امتحان پر صبر ہو تو پھر تمکین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پہلے حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم، حضرتِ سَیِّدُنا موسیٰ اور حضرتِ سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا امتحان لیا پھر انہیں تمکین سے نوازا، حضرتِ سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا امتحان لیا پھر انہیں تمکین عطا فرمائی اور سلطنت سے نوازا۔'' (۲) تمکین تمام درجوں میں افضل درجہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی۔

(پ۱۳، یوسف:۵۶)

اور حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بڑے امتحان کے بعد تمکین (مرتبہ وعزت) سے نوازا۔ چنانچہ، **اللہ** رَبُّ الْعِبَاد عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے:

وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے۔

(پ۱۷، الانبیآء:۸۴)

حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآنِ پاک کے اسرار میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی گہری نظر تھی اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تک پہنچنے والے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے مقامات ومراتب کا علم تھا۔ ان سب باتوں کا تعلق علمِ آخرت سے ہے۔

---

1 ......حلیة الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث:۱۳۳۳۴، ج۹، ص۱۲۴۔

2 ......ذم الھوی لابن الجوزی، الباب التاسع والاربعون فی ذکر ادویة العشق، الرقم:۱۲۶، ص۴۳۳، باختصارٍ۔

آدمی عالم کب بنتا ہے؟

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی سے پوچھا گیا کہ آدمی عالم کب بنتا ہے؟ فرمایا: جب وہ علمِ دین اچھے طریقے سے حاصل کر کے دوسروں کو سکھائے پھر دوسرے علوم کی طرف متوجہ ہو اور جو علم اس کے پاس نہیں اس میں غور وفکر کرے تب وہ عالم ہوگا۔ حکیم جالینوس[1] سے کسی نے پوچھا کہ ''تم ایک بیماری کے لئے زیادہ دوائیں کیوں تجویز کرتے ہو؟'' تو حکیم صاحب نے جواب دیا: ''ان میں سے مقصود ایک ہی ہے لیکن اس ایک کے ساتھ دوسری دوائیں اس کی حرارت کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہیں کیونکہ اگر ایک ہی دوائی دے دی جائے تو وہ ہلاک کر دے گی۔''

یہ اور اس طرح کے بے شمار حکمت بھرے اقوال اس بات پر دلیل ہیں کہ علومِ آخرت اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔

﴿4﴾......علمِ فقہ سے مقصود:

حضرت سیِّدُنا امامِ شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فقہ اور مناظرہ میں رِضائے الٰہی کے ہی طالب تھے۔ اس پر کئی روایات دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ، مروی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ لوگ اس علم سے نفع اٹھائیں لیکن اس میں سے میری طرف کچھ منسوب نہ کریں۔''[2]

پس تم غور کرو کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو علم اور علم کے سبب نام وری کی آفت پر کیسی آگاہی تھی۔ ان کا دل اس طرف توجہ کرنے سے کیسا پاک تھا۔ محض رِضائے الٰہی ان کے پیشِ نظر ہوتی تھی۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے جب بھی کسی سے مناظرہ کیا تو یہ پسند نہیں کیا کہ وہ غلطی کرے[3]

---

1 ...... جالینوس کا اصلی نام گلاڈیسن گیلن تھا۔ یہ ہمارے پیارے آقا کی بعثت سے بھی پہلے گزرا ہے۔ 131ء میں پیدا ہوا 201ء میں فوت ہوا۔ قدیم یونان کا نہایت ہی ماہر طبیب تھا اور فن طب میں تمام اطبائے یونان کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ یونان کی طبابت شہرہ آفاق ہے۔ یہ شخص اتنا ماہر طبیب مانا جاتا تھا کہ آج اٹھارہ سو سال کے بعد بھی اس کا دنیا میں نام ہے۔ (فیضان سنت، ج۱، ص۵۸۲)

2 ......حلیۃ الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث: ۱۳۳۴۲، ج۹، ص۱۲۶۔

تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی: ۶۰۷، ج۵۱، ص۳۶۵۔

3 ......صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب فرض متابعۃ الامام، تحت الحدیث: ۲۱۲۲، ج۳، ص۲۸۴۔

بلکہ جب بھی کسی سے کلام کیا تو یہ پسند کیا کہ اسے سمجھنے کی توفیق ملے اور سیدھے راستے پر رہنے کے لئے اس کی مدد ہو۔ نیز میں نے کبھی بھی کسی سے گفتگو کرتے وقت اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری زبان سے حق ظاہر کرے یا اس کی زبان سے۔(۱) جب میں کسی کے سامنے دلیل کے ساتھ حق بیان کرتا ہوں اور وہ قبول کر لیتا ہے تو میں اس سے خوش ہوتا اور اس سے محبت کرتا ہوں اور جو میرے سامنے حق سے انکار کر دے اور دلیل کو نہ مانے تو وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے اور میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔(۲)

یہ علامات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فقہ اور مناظرہ میں رضائے الٰہی کے طالب تھے۔ اب تم دیکھو کہ ان پانچ خصلتوں میں سے لوگ صرف اس ایک خصلت میں ان کی متابعت و پیروی کے دعویدار ہیں پھر اس میں بھی وہ ان سے کتنے مختلف ہیں۔ اسی لئے حضرت سیِّدُنا ابوثور رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا کہ ”میں نے اور دیکھنے والوں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔“ (۳)

حضرت سیِّدُنا **امام احمد بن حنبل** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے فرمایا کہ ”40 سال سے میں نے جو بھی نماز پڑھی اس میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے لئے ضرور دعا کی۔“ (۴)

پس تم دعا کرنے والے کے انصاف اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے درجہ کو ملاحظہ کرو پھر اس زمانے کے علما کو دیکھو کہ ان میں کس طرح بُغض و عناد پایا جاتا ہے تاکہ تم جان جاؤ کہ یہ لوگ ان بزرگوں کی اقتدا و پیروی کرنے کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

دُنیا کے لئے آفتاب اور لوگوں کے لئے عافیت:

حضرت سیِّدُنا **امام احمد بن حنبل** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے صاحبزادے نے ان سے پوچھا: ”یہ شافعی کون ہیں جن

❶......الفقیہ و المتفقہ، باب ادب الجدال، الجزء السابع، الرقم:٦٧، ج٢، ص٤٩۔

❷......حلیۃ الاولیاء، الامام الشافعی، الرقم:١٣٣٣٣، ج٩، ص١٢٥۔

تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:٦٠٧، ج٥١، ص٣٨٣۔

❸......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:٦٠٧، ج٥١، ص٣٣٤۔

❹......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:٦٠٧، ج٥١، ص٣٤٦۔

کے لئے آپ اتنی زیادہ دعائیں مانگتے ہیں؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی دنیا کے لئے آفتاب کی مانند اور لوگوں کے لئے عافیت ہیں۔ پس تم دیکھو کہ کون ان دو باتوں میں ان کا نائب ہے۔''(۱)

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرمایا کرتے تھے کہ ''جس نے بھی دوات کو ہاتھ لگایا اس پر حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا احسان ہے۔''(۲)

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن سعید قطان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ ''40 سال سے میں نے جو بھی نماز پڑھی اس میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے لئے ضرور دعا مانگی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر علم کے دروازے کھول دیئے تھے اور انہیں علم میں پختگی کی توفیق مرحمت فرمائی تھی۔''(۳)

ہم حضرت سیِّدُنا امامِ شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے انہی احوال کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ آپ کے احوال تو بیشمار ہیں۔ یہاں ذکر کردہ بیشتر مناقب وفضائل ہم نے حضرت سیِّدُنا شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کی کتاب سے نقل کئے ہیں جو انہوں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے فضائل ومناقب میں تصنیف فرمائی ہے۔

﴿......علم سیکھنے سے آتا ہے......﴾

فرمانِ مصطفٰے: ''علم سیکھنے سے ہی آتا ہے اور فقہ غور وفکر سے حاصل ہوتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث۷۳۱۲، ج۱۹، ص۵۱۱)

---

❶......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:۷۰۶، ج۵۱، ص۳۴۸۔

❷......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:۷۰۶، ج۵۱، ص۳۴۹۔

❸......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن ادریس الشافعی:۷۰۶، ج۵۱، ص۳۲۵۔

سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کے فضائل و مناقب

حضرت سیِّدُ نا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق بھی ان پانچ اوصاف سے متصف تھے۔ چنانچہ، کسی نے ان سے عرض کی: ''اے مالک! آپ طلبِ علم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' فرمایا: ''یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن تم اس پر غور کرو جو صبح سے شام تک تمہارے لئے ضروری ہے اور اسے لازم پکڑلو۔'' (۱)

حدیث رسول کی تعظیم:

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ علمِ دین کی بہت زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب حدیث بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو پہلے وضو کرتے، چٹائی بچھاتے، اپنی داڑھی سنوارتے، خوشبو لگاتے پھر عزت ووقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث بیان کرتے۔ (۲) کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا: ''میں پسند کرتا ہوں کہ حدیث رسول کی تعظیم کروں۔'' (۳) آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے کہ ''علم زیادہ روایتیں بیان کرنے کا نام نہیں بلکہ علم تو نور ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔'' (۴)

حدیثِ رسول کا یہ ادب واحترام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال کی معرفت میں کتنے مضبوط تھے۔

حصولِ علم دین سے مقصود:

علمِ دین حاصل کرنے سے حضرت سیِّدُ نا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کا مقصد محض رِضائے الٰہی ہوا کرتا تھا۔ اس پر ان کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے کہ ''دین میں جھگڑا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔'' (۵)

---

1. ......حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث ۸۸۷۔، ج۶، ص۳۴۹۔
2. ......حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث ۸۸۵۵، ج۶، ص۳۴۷۔
   جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن اثیر، الباب الرابع فی ذکر الائمۃ، الامام مالک، ا ج ص۱۲۰۔
3. ......حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث ۸۸۵۵، ج۶، ص۳۴۷۔
4. ......حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث ۸۸۶۷، ج۶، ص۳۴۸۔
5. ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن الخلق، فصل فی الحلم والتؤدۃ، الحدیث ۸۴۸۰، ج۶، ص۳۵۴۔

عالم کی شان:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا یہ فرمان بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ میری موجودگی میں حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق سے 48 مسائل پوچھے گئے جن میں سے 32 کے بارے میں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا۔''(1) اور علم سے جس کا مقصد رِضائے الٰہی کے علاوہ کچھ اور ہو تو اس کا نفس اسے اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کرے کہ وہ نہیں جانتا۔

چمکتے ستارے:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی جب علما کا تذکرہ کرتے تو فرماتے: ''حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق خوب چمکتے ستارے ہیں اور مجھ پر ان سے زیادہ کسی کا احسان نہیں۔''(2)

کوڑے کھا کر بھی حدیث بیان کی:

منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کو مکرہ (یعنی مجبور کئے جانے والے) کی طلاق کے بارے میں حدیث بیان کرنے سے منع کیا پھر خفیہ طور پر کسی کو بھیجا کہ ان سے یہی سوال کرے تو آپ نے لوگوں کے مجمع میں بیان کر دیا کہ جسے مجبور کیا جائے اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی(3) تو ابوجعفر منصور نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کوڑے لگوائے لیکن آپ نے حدیث بیان کرنا نہ چھوڑی۔(4)

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''جو شخص بھی حدیث بیان کرنے میں سچا ہوگا اور جھوٹ نہیں بولے گا اس کی عقل سلامت رہے گی کہ بڑھاپے میں نہ تو اسے کوئی آفت پہنچے گی اور نہ ہی اس کی عقل میں کسی قسم کا فتور آئے گا۔''(5)

---

1. ......سیر اعلام النبلاء للذهبی، مالک الامام:۱۱۸۱، ج۷، ص۴۰۱۔
2. ......جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن اثیر، الباب الرابع فی ذکر الائمة، الامام مالک، ج۱ ص۱۲۱۔
3. ......احناف کے نزدیک: طلاق واقع ہو جائے گی۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲،ص۱۹۴)
4. ......جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن اثیر، الباب الرابع فی ذکر الائمة، الامام مالک، ج۱ ص۱۲۱۔
5. ......طبقات المحدثین لابن الشیخ الاصبهانی، الطبقة التاسعة، بقية الطبقة التاسعة، الرقم:۴۷، ج۳، ص۱۵۱۔

الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، باب تحری المحدث الصدق فی مقابله، الرقم:۱۰۱۵، ج۳، ص۱۷۱۔

زُہد وتقویٰ:

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے زہد پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ خلیفہ مہدی نے آپ سے پوچھا: ''کیا آپ کا کوئی گھر ہے؟'' فرمایا: ''نہیں، لیکن میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو فرماتے سنا کہ آدمی کا نسب ہی اس کا گھر ہے۔''

میں چھوڑ کر مدینہ نہیں جاتا نہیں جاتا:

خلیفہ ہارون الرشید نے آپ سے پوچھا: ''کیا آپ کا کوئی گھر ہے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' تو اس نے آپ کی خدمت میں تین ہزار دینار پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''ان سے گھر خرید لیجئے!'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دینار لے کر رکھ لئے اور انہیں خرچ نہ کیا۔ جب خلیفہ ہارون الرشید مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا سے جانے لگا تو اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ''آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا کیونکہ میں نے عزم کیا ہے کہ لوگوں کو موطا پر جمع کروں جس طرح امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کیا تھا۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: لوگوں کو صرف موطا پر اکٹھا کرنے کا تو کوئی جواز نہیں کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن مختلف شہروں میں چلے گئے وہاں انہوں نے احادیث بیان فرمائیں جس کی وجہ سے اَب مصر کے ہر شخص کے پاس احادیث کا علم ہے اور مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔''[1] اور رہا (مدینہ چھوڑ کر) تمہارے ساتھ جانا تو اس کی بھی کوئی صورت نہیں کیونکہ فرمانِ مصطفٰے ہے کہ ''مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ سمجھیں۔''[2] ایک روایت میں ہے: ''مدینہ (گناہوں کے) میل کو ایسے چھڑاتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا زنگ دور کرتی ہے۔''[3] پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خلیفہ ہارون الرشید سے فرمایا: ''یہ رہے تمہارے دینار چاہو تو انہیں

---

1 ......جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن اثیر، الباب الرابع فی ذکر الائمة، الامام مالک، ج۱ ص۱۲۱۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة، الحدیث:۱۳۶۳، ص۷۱۰۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب المدینة تنفی شرارها، الحدیث:۱۳۸۱، ص۷۱۶۔

حلیة الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث:۸۹۴۴، ج۶، ص۳۶۱۔

لے لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔'' یعنی تم مجھے اسی وجہ سے مدینہ چھوڑنے پر پابند کرتے ہو کہ تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے تو (سنو!) میں مدینہ منورہ زَادَھَااللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا پر دنیا کو ترجیح نہیں دیتا۔

یہ تھی حضرت سیِّدُ نا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کی دنیا سے بے رغبتی۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے علم اور شاگردوں کے دور دراز علاقوں میں پھیل جانے کی وجہ سے مختلف شہروں سے آپ کے پاس کثیر مال آنے لگا تو آپ اسے نیکی کے مختلف کاموں میں خرچ کر دیتے۔ یہ چیز آپ کے زہد اور دنیا سے محبت نہ ہونے کی دلیل ہے۔ مال نہ ہونے کو زہد نہیں کہتے بلکہ زہد یہ ہے کہ دل میں مال کی رغبت نہ ہو۔

مدینے کی مٹی کا ادب واحترام:

حضرت سیِّدُ نا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی بادشاہت میں زاہد تھے۔ حضرت سیِّدُ نا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق دنیا کو کتنا حقیر سمجھتے تھے اسے اس روایت سے سمجھئے کہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُ نا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کے دروازے پر خراسان اور ایک قول کے مطابق مصر کے عمدہ گھوڑے دیکھے، ان سے خوبصورت گھوڑے میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے تو میں نے عرض کی: ''یہ کتنے عمدہ ہیں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''اے ابو عبداللہ! یہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہیں۔'' میں نے عرض کی: ''ان میں سے کوئی آپ اپنی سواری کے لئے بھی رکھ لیں۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا آتی ہے کہ میں اس زمین کو جانور کے پاؤں سے روندوں جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما ہیں۔'' (1)

حضرت سیِّدُ نا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کی سخاوت دیکھو کہ ایک ہی بار میں سارا مال ہبہ کر دیا اور مدینے کی مٹی کا کتنا ادب واحترام کرتے تھے۔

پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں:

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ علم سے محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی کے طالب تھے اور دنیا کو حقیر جانتے تھے۔

---

(1) ......الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص۵۷۔

جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن اثیر، الباب الرابع فی ذکر الائمۃ، الامام مالک، ج۱ ص۱۲۱۔

اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا: ''اے ابو عبداللہ! آپ ہمارے پاس آیا کریں تاکہ ہمارے بچے آپ سے موطا پڑھیں۔'' میں نے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کو عزت دے! یہ علم آپ لوگوں سے نکلا ہے۔ اگر آپ اسے عزت دیں گے تو عزیز ہوگا اور رسوا کریں گے تو ذلیل ہوگا اور (ہاں) علم کسی کے پاس نہیں آتا بلکہ لوگ علم حاصل کرنے جاتے ہیں۔'' خلیفہ نے کہا: ''آپ نے سچ فرمایا۔'' پھر اپنے بچوں سے کہا کہ ''مسجد میں جا کر دیگر لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر موطا سنا کرو۔'' (۱)

سیِّدُنا امام اَعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکرم کے فضائل و مناقب

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی عابد وزاہد، عَارِف بِاللّٰہ، خوفِ خدا رکھنے والے اور اپنے علم سے رضائے الٰہی چاہنے والے تھے۔ آپ کی عبادت و ریاضت کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم صاحبِ مروت اور کثرت سے عبادت کرنے والے تھے۔'' (۲)

ساری رات عبادت:

حضرت سیِّدُنا حماد بن ابوسلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَنَّان سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم ساری رات عبادت کیا کرتے تھے۔

مروی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پہلے آدھی رات عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک دن راستے سے گزر رہے تھے کہ کسی کو یہ کہتے سنا کہ یہ ساری رات عبادت میں گزارتے ہیں۔ پس اس کے بعد سے پوری رات عبادت کرنے لگے اور فرماتے: ''مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا آتی ہے کہ میرے بارے میں اس کی عبادت کے متعلق ایسی بات کہی جائے جو مجھ میں نہ ہو۔'' (۳)

---

1 ......آداب العلماء والمتعلمین، آداب العالم فی علمه، ص۱۔
مرقاة المفاتیح، شرح مقدمة المشکاة، ج۱، ص۶۲۔

2 ......تاریخ بغداد، النعمان بن ثابت۷۲۹۷، ج۱۳، ص۳۵۲۔

3 ......تاریخ بغداد، النعمان بن ثابت۷۲۹۷، ج۱۳، ص۳۵۳،۳۵۴۔

زہدوتقویٰ:

حضرت سیِّدُ نا ربیع بن عاصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم بیان کرتے ہیں کہ ”مجھے یزید بن عمر بن ہبیرہ نے حضرت سیِّدُ نا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کو بلانے کے لئے بھیجا تو میں انہیں بلا لایا، اس نے آپ کو بیت المال کا حاکم بنانا چاہا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے انکار پر اس نے آپ کو 20 کوڑے لگوائے۔“ (۱)

پس تم غور کرو کہ حضرت سیِّدُ نا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے اذیت تو برداشت کر لی لیکن عہدہ قبول نہ کیا۔

آخرت کی سزا پر دنیاوی سزا کو ترجیح:

حکم بن ہشام ثقفی کا بیان ہے کہ مجھے ملک شام میں حضرت سیِّدُ نا امام اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں بتایا گیا کہ آپ لوگوں میں سب سے بڑے امانت دار تھے۔ حاکم وقت نے چاہا کہ آپ اس کے خزانوں کی کنجیوں کے ذمہ دار بن جائیں ورنہ آپ کو کوڑے لگوائے جائیں گے لیکن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عذابِ الٰہی کے مقابلے میں دنیاوی سزا کو اختیار کر لیا۔ (۲)

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس حضرت سیِّدُ نا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا: ”تم ایسے شخص کا تذکرہ کرتے ہو جس پر دنیا تمام مال و اسباب کے ساتھ پیش کی گئی لیکن اس نے پھر بھی اسے قبول نہ کیا۔“ (۳)

10 ہزار درہم قبول نہ کئے:

حضرت سیِّدُ نا محمد بن شجاع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُ نا امام اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ایک شاگرد نے بتایا کہ کسی نے استاذ صاحب سے کہا: ”خلیفہ ابوجعفر منصور نے آپ کے لئے 10 ہزار درہم کا حکم دیا ہے۔“ راوی کا بیان ہے کہ اس پر آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ پھر جب وہ دن آیا جس میں مال دیا جانا تھا تو

---

1 ......تاریخ بغداد، النعمان بن ثابت ۷۲۹۷، ج۱۳، ص۳۲۸۔
الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء لابن عبدالبر، ص۱۷۰۔

2 ......تاریخ بغداد، النعمان بن ثابت ۷۲۹۷، ج۱۳، ص۳۵۰۔

3 ......مرقاۃ المفاتیح، شرح مقدمۃ المشکاۃ: ترجمۃ الامام ابی حنیفۃ و مناقبہ، ج۱، ص۷۷۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نمازِ فجر ادا کی پھر کپڑے سے منہ چھپالیا اور کوئی بات نہ کی۔ حسن بن قحطبہ کا قاصد مال لے کر حاضر ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے بھی کوئی بات نہ کی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا: ''یہ ہم سے بھی ایسے ہی بات کرتے ہیں یعنی یہ ان کی عادت ہے۔'' پھر آپ نے مال لانے والے سے فرمایا: ''مال کی تھیلی گھر کے ایک کونے میں رکھ دو۔'' اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے گھر کے سامان کی وصیت فرمائی اور بیٹے سے فرمایا: ''جب میں میرا انتقال ہوجائے اور مجھے دفن کر چکو تو یہ تھیلی حسن بن قحطبہ کو دے آنا اور کہنا کہ یہ تمہاری امانت ہے جو تم نے ابوحنیفہ کے پاس رکھی تھی۔'' آپ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے ایسا ہی کیا۔'' حسن بن قحطبہ نے کہا: ''تمہارے والد پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو، بے شک وہ اپنے دین کے معاملے میں بڑے حریص تھے۔'' (۱)

منصب وعہدہ قبول نہ کیا:

منقول ہے کہ جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو عہدہ قضا کی ذمہ داری سونپی گئی تو فرمایا: ''میں اس کے لائق نہیں۔'' وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ''اگر میں سچا ہوں تو واقعی اس عہدے کے لائق نہیں اور اگر جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص قاضی بننے کے ویسے ہی لائق نہیں ہوتا۔'' (۲)

طریقِ آخرت کے عالم:

حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم طریقِ آخرت اور امورِ دین کا علم بھی رکھتے تھے۔ معرفتِ الٰہی بھی حاصل تھی۔ اس پر آپ کا خوفِ خدا اور دنیا سے بے رغبتی دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابن جریج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ ''مجھے حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت زیادہ خوف رکھتے ہیں۔'' (۳)

---

1 ……الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء لابن عبدالبر، ذكر طرف من فطنة ابى حنيفة، ص۱۶۹۔

2 ……السنن الكبرى للبيهقى، كتاب آداب القاضى، باب كراهية الامارة……الخ، الرقم:۲۰۲۲۳، ج۱۰، ص۱۶۸۔

3 ……الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء لابن عبد البر، قول الشافعی فيه، ص۱۳۵۔

ہمیشہ فکرِ آخرت میں مگن:

حضرت سیِّدُنا شریک نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں کہ ”حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم اکثر خاموش رہتے، ہمیشہ فکرِ آخرت میں مگن رہتے اور لوگوں سے بات چیت کم کرتے تھے۔“ [1]

یہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے علمِ باطن اور دین کے اہم امور میں مشغول رہنے پر واضح دلائل ہیں کیونکہ جسے خاموشی اور زہد عطا کیا گیا بے شک اسے سارا علم عطا کر دیا گیا۔ تینوں ائمہ کے یہ مختصر احوال ہیں۔

مناقبِ امام احمد بن حنبل اور امام ثوری:

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل اور حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے متبعین مذکورہ تینوں ائمہ کے مقلدین سے بہت کم ہیں اور حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے مقلدین حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کے مقلدین سے بھی کم ہیں لیکن ان دونوں کا زہد وتقویٰ مشہور ہے اور یہ کتاب انہی کے اقوال وافعال کی حکایات سے مزین ہے، مزید تفصیل کی حاجت نہیں۔ اب آپ ان تینوں ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی سیرتوں میں غور کیجئے اور سوچئے کہ کیا دنیا سے کنارہ کشی کرنے کے یہ احوال، اقوال، افعال اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہر چیز سے بیگانہ ہو جانا فقہ کی جزئیات یعنی بیع سلم، اجارہ، ظہار، ایلاء اور لعان کو جاننے سے حاصل ہوتے ہیں یا یہ کسی اور علم کا نتیجہ ہیں جو اس سے افضل واعلیٰ ہے۔ پھر انہیں دیکھو جو ان کی اقتدا و پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

---

1 ......الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء لابن عبد البر، یحیٰی بن سعید القطان، ص۱۳۔

باب نمبر3: ان مذموم علوم کا بیان جنھیں لوگ اچھا سمجھتے ھیں

اس باب میں بیان ہوگا کہ بعض علوم برے کیوں ہیں؟ اور یہ کہ بعض علوم مثلاً فقہ، علم، توحید، تذکیر اور حکمت کے نام تبدیل ہوگئے ہیں اور علومِ شرعیہ کس قدر اچھے ہیں اور کس قدر برے؟

پہلی فصل: بعض علوم کے مذموم ہونے کا سبب

شاید تم کہو کہ علم کسی چیز کو اس طرح جان لینے کا نام ہے جیسی وہ ہے اور علم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفات میں سے بھی ہے پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک چیز علم بھی ہو اور بری بھی؟ تو یاد رکھو! علم کو علم ہونے کی وجہ سے برا نہیں کہا جاتا بلکہ بندوں کے حق میں تین میں سے ایک وجہ سے برا ہوتا ہے۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ علم جس کے پاس ہوتا ہے وہ اس کے لئے یا اس کے سوا کسی دوسرے کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے جیسا کہ جادو اور طلسمات کی برائی بیان کی جاتی ہے حالانکہ یہ حق ہے کیونکہ قرآنِ حکیم نے اس کی گواہی دی ہے اور یہ میاں بیوی میں جدائی ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بھی جادو کیا گیا تھا جس کے سبب آپ بیمار ہوگئے تھے یہاں تک کہ حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی خبر دی تو کنوئیں میں پتھر کے نیچے سے جادوئی اشیاء کو نکالا گیا۔[1]

جادو کے برا ہونے کا سبب:

جادو علم ہی کی ایک قسم ہے جو جواہر کے خواص اور ستاروں کے طلوع ہونے کی جگہوں میں حسابی امور سے حاصل ہوتا ہے۔ ان جواہر سے اس شخص کی شکل وصورت پر اس کا پتلا بنایا جاتا ہے جس پر جادو کرنا ہوتا ہے پھر ستاروں کے طلوع کے خاص وقت کا انتظار کیا جاتا ہے اور وقت آنے پر اس پتلے پر کفریات اور خلافِ شرع بے حیائی کے کلمات پڑھے جاتے ہیں اور اس کے ذریعے شیطانوں سے مدد مانگی جاتی ہے۔ یہ سب کرنے کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عادتِ جاریہ کے حکم سے جس شخص پر جادو کیا جائے اس پر عجیب وغریب احوال ظاہر ہوتے ہیں۔ ان اسباب کو جاننا بحیثیت

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الطب، باب السحر، الحدیث: ۵۷۶۶، ج۴، ص۴۰۔

علم ہونے کے برا نہیں لیکن چونکہ یہ علم لوگوں کو نقصان دینے اور برائی پہچانے ہی کا ذریعہ ہے اور برائی تک پہنچانے والی شے خود بری ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ جادو کے برا علم ہونے کا سبب ہے۔

جھوٹ بولنا کیسا؟[1]:

یونہی جو شخص کسی ولی کو شہید کرنے کے درپے ہو اور ولی کسی جگہ چھپ جائے پھر ظالم کسی سے اس کے متعلق پوچھے تو اسے اس کے بارے میں نہ بتانا جائز ہے بلکہ اس موقع پر خلاف واقع بات بولنا واجب ہے حالانکہ اس جگہ کا بتا دینا راہ دکھانا اور کسی چیز کا پتا بتانا ہے لیکن چونکہ یہ نقصان کا ذریعہ ہے اس لئے برا ہے۔

دوسری وجہ: بعض اوقات علم اپنے صاحب کو اکثر نقصان دیتا ہے جیسا کہ علمِ نجوم، یہ فی نفسہٖ (یعنی اپنی ذات کی وجہ سے) برا نہیں کیونکہ اس کی دو قسمیں ہیں:

﴿1﴾......**حساب:** اسے قرآنِ پاک نے بھی بیان کیا ہے کہ سورج اور چاند کا چلنا حساب سے ہے۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۪﴿۵﴾ (پ۲۷، الرحمٰن:۵) ترجمۂ کنزالایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ (پ۲۳، یٰسٓ:۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال (ٹہنی)۔

---

[1] ...... دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد 3 صفحہ 517 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ”تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں۔ **ایک جنگ کی صورت میں** کہ یہاں اپنے مقابل کو دھوکا دینا جائز ہے، جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لئے بھی (جھوٹ بولنا) جائز ہے۔ **دوسری صورت** یہ ہے کہ دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہہ دے کہ وہ تمہیں اچھا جانتا ہے، تمہاری تعریف کرتا تھا یا اس نے تمہیں سلام کہلا بھیجا ہے اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔ **تیسری صورت** یہ ہے کہ بی بی (بیوی) کو خوش کرنے کے لئے کوئی بات خلاف واقع کہہ دے۔

﴿2﴾......**احکام:** علم نجوم کا حاصل، اسباب کو دیکھ کر واقعات کا اندازہ لگانا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے طبیب نبض دیکھ کر عنقریب پیدا ہونے والے مرض کے بارے میں اندازہ لگاتا ہے اور یہ اس بات کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے کہ مخلوق کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عادت اور سنّتِ جاریہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود شریعت نے اس کی مذمّت بیان کی۔ چنانچہ، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تقدیر کی بات ہو تو خاموش ہو جاؤ اور جب ستاروں کا ذکر ہو تو خاموش رہو اور جب میرے صحابہ کے بارے میں گفتگو ہو تب بھی چپ رہو۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''مجھے اپنے بعد امت پر تین چیزوں کا خوف ہے: (۱) ائمہ کے ظلم (۲) ستاروں پر ایمان لانے اور (۳) تقدیر کے جھٹلائے جانے کا۔'' (۲)

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''ستاروں کا صرف اتنا علم حاصل کرو جس سے خشکی اور تری میں راہ پا سکو۔'' (۳)

علمِ نجوم سے ممانعت کی وجوہات:

علمِ نجوم سے منع کرنے کی تین وجوہات ہیں:

﴿1﴾......یہ اکثر لوگوں کے لئے نقصان دِہ ہوتا ہے یوں کہ جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ ستاروں کی گردش کے نتیجے میں یہ حالات پیدا ہوتے ہیں تو ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ ستارے ہی مؤثر ہیں اور یہی معبود ہیں جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں کیونکہ یہ معزز آسمانی جواہر ہیں، ان کی تعظیم دل میں بیٹھ جاتی ہے پھر دل انہی کی طرف متوجہ رہتا اور خیر و شر کے آنے یا نہ آنے کو انہی کی جانب سے تصوُّر کرتا ہے۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر دل سے مٹ جاتا ہے کیونکہ کمزور ایمان والے کی نظر اسباب و وَسائل پر ہی ہوتی ہے جبکہ مضبوط ایمان والا عالم جانتا ہے کہ سورج، چاند اور

---

1 ......المعجم الکبیر، الحدیث ۱۴۲۷، ج۲، ص۹۶۔
جامع بیان العلم وفضله، باب العبارة عن حدود علم الدیانات، الحدیث ۸۳۳، ص۲۹۷۔

2 ......جامع بیان العلم وفضله، باب العبادة عن حدود علم الدیانات، الحدیث ۸۳۴، ص۲۹۸۔
معرفة الصحابة لابی نعیم الاصبهانی، الحدیث ۲۰۵۷، ج۵، ص۳۲۔

3 ......جامع بیان العلم وفضله، باب العبارة عن حدود علم الدیانات، الحدیث ۸۲۸، ص۲۹۶۔
المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الادب، فی تعلیم النجوم ما قالوا فیها، الحدیث ۴، ج۶، ص۱۲۹۔

ستارے حکمِ الٰہی ہی کے تابع ہیں۔ کمزور ایمان والے کی مثال کہ طلوع آفتاب کے وقت جس کی نظر روشنی کا حصول ہو چیونٹی کی مانند ہے کہ اگر اسے عقل دی جائے اور وہ صفحے پر ہو اور اس پر مرتب ہونے والی خط کی سیاہی کو دیکھ رہی ہو تو وہ یہ اعتقاد رکھے گی کہ یہ قلم کا فعل ہے، اس کی نظر اُنگلیوں کو نہیں دیکھ سکے گی پھر انگلیوں سے ہاتھ پھر اس سے ہاتھ کو حرکت دینے کے ارادے پھر ارادے سے قدرت و ارادے کے مالک کاتب پھر کاتب سے ہاتھ، قدرت اور ارادے کو پیدا کرنے والے کی طرف بھی نہیں پہنچے گی کیونکہ اکثر لوگوں کی نظر قریبی اور نیچے کے اسباب پر ٹھہر جاتی ہے اور مسبب الاسباب تک رسائی نہیں پاتی۔ یہ علمِ نجوم سے منع کرنے کا ایک سبب ہے۔

﴿2﴾...... علمِ نجوم کے احکام محض تخمینی (یعنی قیاس پر مبنی) ہوتے ہیں۔ کسی خاص شخص کے بارے میں نہ یقینی حکم معلوم ہوتا ہے نہ ظنی۔ لہٰذا اس کی وجہ سے حکم لگانا جہالت سے حکم لگانا ہے۔ اس صورت میں علمِ نجوم کی مذمت و برائی جہالت ہونے کے اعتبار سے ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ علم ہے۔ حالانکہ یہ حضرتِ سیِّدُنا ادریس عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کا معجزہ ہے جیسا کہ منقول ہے۔ لیکن اب یہ علم مٹ گیا اور ناپید ہو گیا ہے۔ نجومی کی بات اگر کبھی درست ہوتی بھی ہے تو وہ نادر اور اتفاقی ہے کیونکہ نجومی بسا اوقات ایک سبب پر مطلع ہوتا ہے لیکن اس سبب کے بعد مسبَّب نہیں پایا جاتا جب تک کثیر شرائط نہ پائی جائیں اور وہ شرائط ایسی ہیں کہ جن کی حقیقتوں سے آگہی انسانی طاقت سے باہر ہے۔ لہٰذا اگر اتفاقاً اللہ عَزَّوَجَلَّ قادرِ مطلق دوسرے اسباب کو بھی مقدَّر فرما دے تو نجومی کی بات درست ہوتی ہے اور اگر مقدَّر نہ فرمائے تو غلط اور یہ ایسا ہی ہے جیسے انسان جب دیکھتا ہے کہ بادل اکٹھے ہو رہے ہیں اور پہاڑوں سے اٹھ رہے ہیں تو وہ اندازہ لگا کر کہتا ہے کہ آج بارش ہوگی لیکن اکثر سورج نکل آتا ہے اور بادل غائب ہو جاتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ الغرض! صرف بادلوں کا ہونا بارش برسنے کے لئے کافی نہیں جب تک دوسرے اسباب معلوم نہ ہوں۔ اسی طرح ملّاح (کشتی بان) ہواؤں کے متعلق اندازہ لگا کر بطورِ عادت کہہ دیتا ہے کہ کشتی سلامت رہے گی حالانکہ ان ہواؤں کے کچھ مخفی اسباب بھی ہیں جن کی اسے خبر نہیں جس کی وجہ سے کبھی اس کا اندازہ ٹھیک ہوتا ہے اور کبھی غلط۔ اسی وجہ سے مضبوط اور قوی (ایمان والے) شخص کو بھی علمِ نجوم سیکھنے سے روکا گیا ہے۔

﴿3﴾...... علم نجوم کا کوئی فائدہ نہیں، اس کی کم از کم حالت یہ ہے کہ یہ ایک فضول اور بے مقصد بات میں غور و خوض

کرنا ہے اور انسان کے سب سے قیمتی سرمایہ یعنی عمر کو ایک ایسے کام میں ضائع کرنا ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے۔

بے فائدہ علم:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کے آس پاس لوگ جمع تھے۔ استفسار فرمایا: ''یہ کیا؟'' لوگوں نے بتایا: ''بہت بڑا عالم ہے۔'' ارشاد فرمایا: ''کس چیز کا؟'' عرض کی: ''شعر اور عربوں کے نسب کا۔'' ارشاد فرمایا: ''یہ ایسا علم ہے جس کا فائدہ نہیں اور ایسی جہالت ہے جس کا نقصان نہیں۔'' (1)

ایک روایت میں ہے کہ ''علم تو پختہ آیت، سنتِ قائمہ یا عدل وانصاف پر مبنی فریضہ ہے۔'' (2)

لہٰذا پتا چلا کہ علمِ نجوم اور اس جیسے دیگر علوم میں غور وخوض کرنا خطرہ مول لینا اور بے فائدہ جہالت میں غور وفکر کرنا ہے کیونکہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا اس سے بچنا ممکن نہیں۔ لیکن علمِ طب کا معاملہ اس کے برعکس ہے اس لئے کہ اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے اکثر دلائل پر اطلاع مل جاتی ہے۔ اسی طرح تعبیر کا معاملہ بھی علمِ نجوم کے برعکس ہے۔ اگرچہ یہ بھی تخمینی (قیاسی) ہے لیکن یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی خطرہ نہیں۔

تیسری وجہ: ایسے علم میں غور وخوض کرنا جس میں غور وخوض کرنے والے کو کوئی علمی فائدہ حاصل نہ ہو، یہ اسی کے حق میں برا ہے۔ جیسے علوم کی واضح اور عام فہم باتیں سیکھنے سے پہلے اس کی باریکیوں اور پوشیدہ باتوں کو سیکھنا اور اَسرارِ الٰہیہ میں بحث کرنا کیونکہ فلاسفہ اور علمِ کلام والوں نے ان کو جاننے کی کوشش کی مگر وہ ان تک رسائی نہیں پاسکے اور انبیائے کرام و اَولیائے عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سوا کوئی بھی ان تک رسائی نہیں پاسکتا اور نہ ان کے بعض طریقوں کو جان سکتا ہے۔ اس لئے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان کے بارے میں بحث ومباحثہ کرنے سے باز رہیں اور جو شریعت نے بیان کیا اس کی طرف رجوع کریں۔ توفیق یافتہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کتنے لوگوں نے علوم میں غور وخوض کیا مگر انہیں نقصان ہوا، اگر وہ ان میں غور وفکر نہ کرتے تو دین میں اس سے اچھی حالت پر ہوتے۔ نیز اس

1 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب معرفۃ اصول العلم وحقیقتہ، الحدیث۷۷۷، ص۲۷۷۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، الحدیث۲۸۸۵، ج۳، ص۱۶۴۔

بات کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ علم بعض لوگوں کے لئے نقصان دِہ ہوتا ہے جس طرح پرندے کا گوشت اور خوشگوار حلوے کی بعض اقسام دودھ پیتے بچے کو نقصان دیتی ہیں۔ بلکہ کچھ لوگوں کا بعض باتوں سے جاہل رہنا ہی ان کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔

حکایت: موٹاپے کا نقصان:

چنانچہ، منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی حکیم کو شکایت کی کہ اس کی بیوی بانجھ ہے اولاد نہیں ہوتی۔ حکیم نے عورت کی نبض دیکھ کر کہا: ''تجھے اب بچہ پیدا کرنے کے لئے دوا کی ضرورت نہیں کیونکہ نبض دیکھنے سے پتا چلا ہے کہ تو 40 دن کے اندر مر جائے گی۔'' وہ عورت بہت خوفزدہ ہوئی، اس کی زندگی تلخ ہوگئی، اس نے اپنے اموال نکال کر تقسیم کر دیئے، وصیت کی اور کھانا پینا بھی چھوڑ دیا یہاں تک کہ 40 روز کی مدت گزر گئی لیکن اسے موت نہ آئی، اس کا شوہر حکیم کے پاس گیا اور کہا: ''وہ مری نہیں۔'' حکیم نے کہا: ''مجھے پتا ہے، اب تم اس سے جماع کرو وہ بچہ جنے گی۔'' اس نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' حکیم نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ وہ موٹی تھی اور اس کے رحم (بچہ دانی) کے منہ پر چربی چڑھ گئی تھی (جو ولادت سے مانع تھی) تو میں نے جانا کہ یہ صرف موت کے خوف سے کمزور ہوسکتی ہے۔ اس لئے میں نے اسے موت سے ڈرایا یہاں تک کہ اب وہ کمزور ہو چکی ہے اور ولادت کی رکاوٹ ختم ہوگئی ہے۔'' اس حکایت سے معلوم ہوگیا کہ بعض علوم حاصل کرنے میں خطرہ ہوتا ہے نیز اس فرمانِ مصطفےٰ کا معنی بھی سمجھ میں آ گیا کہ ''ہم ایسے علم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے۔''

اتباعِ سنت میں سلامتی ہے:

اس حکایت سے عبرت حاصل کرو اور ان علوم کے متعلق بحث نہ کرو جنہیں شریعت نے مذموم قرار دیا اور ان سے منع کیا ہے۔ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کی پیروی کو لازم پکڑ لو اور اتباعِ سنت پر اکتفا کرو کیونکہ اتباع میں سلامتی ہے جبکہ اشیاء کے بارے میں بحث و تحقیق کرنے میں خطرہ ہے۔ اپنی رائے، عقل، دلیل اور برہان کے ذریعے زیادہ جھگڑا نہ کرو اور تمہارا یہ گمان کہ میں اشیاء کی ماہیت و حقیقت جاننے کے لئے ان کے متعلق بحث کرتا ہوں تو علم میں غور و تفکر کا کیا نقصان ہے؟ تو سنو! اس کا جو نقصان تمہیں پہنچے گا وہ بہت زیادہ ہے اور کتنی چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر

مطلع ہونا تمہیں ایسا نقصان پہنچائے گا جو تمہیں آخرت میں تباہ و برباد کر ڈالے گا مگر یہ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں اپنی رحمت سے نواز دے اور جان لو! جس طرح ماہر طبیب معالجات کے اسرار پر مطلع ہوتا ہے اور جو ان اسرار سے بے خبر ہو وہ انہیں بعید سمجھتا ہے اسی طرح انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دلوں کے طبیب اور حیاتِ اُخرویہ کے اسباب سے باخبر ہیں اس لئے تم اپنی عقل کو ان کے طریقوں پر ترجیح نہ دو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

کتنے لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کی انگلی میں کوئی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو ان کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ انگلی پر لیپ کر دیا جائے جبکہ طبیبِ حاذِق انہیں بتاتا ہے کہ اس کا علاج یہ ہے کہ انگلی کی دوسری جانب لیپ کیا جائے تو وہ اسے بہت زیادہ بعید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ پٹھوں کے پھوٹنے اور نکلنے کی کیفیت اور ان کے بدن پر پھیلنے کی صورت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اسی طرح طریقِ آخرت، شریعت کے طریقوں اور آداب کی باریکیوں کا معاملہ ہے اور جو عقیدے لوگوں کے لئے مقرر ہیں ان میں ایسے اسرار اور باریکیاں ہیں کہ ان کا احاطہ عقلِ انسانی کی قوت و وسعت سے باہر ہے۔ جیسا کہ پتھروں کے خواص میں بعض ایسی عجیب باتیں ہوتی ہیں جو اہل فن کو بھی معلوم نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ کوئی یہ نہیں جان سکا کہ مقناطیس لوہے کو کیوں کھینچتا ہے۔

عقائد و اعمال کے عجائب و غرائب اور فوائد دواؤں اور جڑی بوٹیوں کے فوائد سے زیادہ اور عظیم ہیں۔ یہ دلوں کی صفائی، پاکیزگی اور طہارت و تزکیہ کا فائدہ دیتے ہیں۔ انہیں سنوارنے سے قربِ خداوندی میں ترقی ہوتی اور فضلِ الٰہی کی خوشبوئیں حاصل ہوتی ہیں۔ جس طرح عقلیں ادویات کے فوائد کا ادراک نہیں کر سکتیں حالانکہ ان کا تجربہ بھی ہو سکتا ہے تو پھر ان عقائد و اعمال کا ادراک کرنے سے بھی قاصر ہیں جو آخروی زندگی میں نفع دیں گے جبکہ ان کا تجربہ بھی نہیں کیا جا سکتا اور ان کا تجربہ محض یوں ہو سکتا ہے کہ کوئی مردہ ہمارے پاس آ کر ہمیں بتا دے کہ یہ اعمال مقبول، نفع مند اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں اور یہ اعمال رحمتِ الٰہی سے دوری کا باعث ہیں۔ اسی طرح عقائد کے بارے میں بھی بتا دے لیکن اس کی امید نہیں کی جا سکتی اس لئے تمہیں عقل کا اتنا فائدہ کافی ہے کہ وہ تمہیں رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سچا جاننے کی ہدایت دے اور ان کے اشاروں کے مقاصد سمجھائے۔ بس اس کے بعد عقل کا عمل ترک کر دو اور اتباع کو لازم کر لو۔ اسی اتباع اور تسلیم کرنے میں تمہاری سلامتی ہے۔ اسی لئے مدینے کے تاجدار، باذنِ پروردگار، دو عالم کے مالک و مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بعض علم جہالت ہوتے ہیں اور بعض باتیں

تھکاوٹ (کاباعث) ہوتی ہیں۔'' [1]

ظاہر ہے کہ علم جہالت نہیں ہوتا لیکن نقصان دینے میں وہ جہالت جیسا اثر کرتا ہے۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''تھوڑی توفیق زیادہ علم سے بہتر ہے۔'' [2]

علوم درختوں اور پھلوں کی مانند ہیں:

حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''درخت کتنے زیادہ ہیں لیکن سب پھل نہیں دیتے اور نہ ہی سب پھل عمدہ ہوتے ہیں اسی طرح علوم کتنے زیادہ ہیں لیکن سب نفع نہیں دیتے۔'' [3]

دوسری فصل: الفاظِ علوم میں تبدیلی کا بیان

جان لو! برے علوم علومِ شرعیہ کے ساتھ اس لئے مل گئے ہیں کہ لوگوں نے اغراضِ فاسدہ کی وجہ سے اچھے ناموں میں تحریف کر کے انہیں بدل دیا اور سلف صالحین و قرنِ اوّل والے ان کے جو معانی مراد لیتے تھے انہیں ان کے علاوہ دوسرے معانی کی طرف منتقل کرلیا۔ ایسے پانچ الفاظ کہ جنہیں لوگوں نے برے معانی کی طرف پھیر لیا: (۱) فقہ (۲) علم (۳) توحید (۴) تذکیر (وعظ ونصیحت) اور (۵) حکمت۔ یہ نام اچھے ہیں اور ان سے متصف لوگوں کا دین میں بڑا مقام ہے لیکن اب انہیں برے معانی میں منتقل کرلیا گیا ہے اور چونکہ یہ نام ان لوگوں پر بولے جاتے تھے اس لئے اب جو لوگ ان سے متصف ہیں ان کی مذمت سے دل نفرت کرتے ہیں۔

تفصیل:

﴿1﴾......**فقہ:** اسے دوسرے معنی کی طرف منتقل کرنے کی تحریف تو نہیں کی لیکن اسے اس کے ساتھ خاص کرلیا جو فتاویٰ کی نادر جزئیات کو جانے، ان کی علتوں کی باریکیوں پر مطلع ہو، اس میں بہت زیادہ کلام کرتا اور اس کے متعلق مقالے یاد کرتا ہو۔ جو ان میں بہت زیادہ غور و فکر کرتا اور زیادہ مشغول رہتا ہے اسے بڑا فقیہ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ پہلے

1 ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر، الحدیث: ۵۰۱۲، ج۴، ص۳۹۴۔

2 ......کشف الخفاء، حرف القاف، الحدیث: ۱۸۸۰، ج۲، ص۹۱۔

3 ......تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر، حواریو عیسی ابن مریم علیہ السلام: ۸۹۹۹، ج۶۸، ص۶۶۔
ربیع الابرار، باب العلم والحکمۃ......الخ، ج۷، ص۳۱۔

زمانے میں مطلقاً علمِ طریقِ آخرت، آفاتِ نفس کی باریکیوں کی معرفت، مفسداتِ اعمال، دنیا کی حقارت کا پورا احاطہ کرنے، آخرت کی نعمتوں سے اچھی طرح واقف ہونے اور دل پر خوف کے غالب رہنے کا نام فقہ تھا۔ اس کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد ہے:

لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ (پ ۱۱، التوبۃ:۱۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔

لہٰذا جس فقہ سے ڈرانا اور خوف دلانا حاصل ہوتا ہے وہ یہی ہے نہ کہ طلاق، عتاق، لعان، سلم اور اجارہ کے مسائل کیونکہ ان سے ڈرانا اور خوف دلانا حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اسی میں لگے رہنے سے دل سخت ہوتا اور دل سے خوفِ خدا نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ اب ہم ان لوگوں کا حال دیکھتے ہیں جو صرف اسی کے ہو کر رہ گئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا٘ (پ ۹، الاعراف:۱۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔

اس میں ایمان کے معانی نہ سمجھنا مراد ہے، فتاویٰ کو نہ سمجھنا مراد نہیں۔ میری زندگی کی قسم! لغت میں فقہ اور فہم دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور پہلے اور اب بھی عادتاً ان کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ۝۱۳ (پ ۲۸، الحشر:۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

اس آیت میں ان کے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کم ڈرنے اور لوگوں کے دبدبے کو زیادہ جاننے کی وجہ ان کی قلتِ فقہ بتایا۔ لہٰذا تم غور کرو کہ یہ فتاویٰ کی تفریعات یاد نہ کرنے کا نتیجہ ہے یا جو علوم ہم نے بیان کئے ان کے نہ ہونے کا۔ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی خدمت میں جو لوگ وفد کی صورت میں حاضر ہوتے تھے ان کے لئے ارشاد فرمایا: ''یہ اہلِ علم، دانا اور سمجھدار ہیں۔'' (1)

---

1 ......الفقیه والمتفقه، ذکر تقسیم امیر المؤمنین علی بن ابی طالب......الخ، الرقم: ۱۷۹/۱۷۸، ج ۱، ص ۱۸۵۔
سنن دارمی، المقدمة، باب فی فضل العلم والعالم، الرقم: ۳۳۰/۳۲۹، ج ۱، ص ۱۰۷۔

سب سے بڑا فقیہ:

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابراہیم زہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے پوچھا گیا کہ ''اہلِ مدینہ میں بڑا فقیہ کون ہے؟'' فرمایا: ''وہ جوان میں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ ڈرتا ہے۔'' (۱)

اس میں گویا فقہ کے نتیجے کی طرف اشارہ ہے اور تقویٰ علم باطن کا ثمرہ ہے نہ کہ فتاویٰ اور قضایا کا۔ چنانچہ، رسولوں کے سالار، محبوب پروردگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں کامل فقیہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' عرض کی گئی: ''کیوں نہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''وہ جو لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہ کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیضانِ رحمت سے ناامید نہ کرے اور قرآنِ پاک سے کسی اور چیز کی طرف رغبت نہ کرے۔'' (۲)

غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ عمل:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ صبح سے طلوعِ آفتاب تک بیٹھنا مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔'' (۳)

راوی فرماتے ہیں: یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یزید رقاشی اور زیاد نمیری کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اس وقت ذکر کی محافل تمہاری محفلوں جیسی نہ تھیں۔ تمہاری محافل تو ایسی ہیں کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے رفقا کو وعظ کرتا ہے اور بہت تیز بولتا ہے جبکہ ہم اپنی محفلوں میں بیٹھ کر ایمان کا تذکرہ کرتے، قرآنِ حکیم میں غور و فکر کرتے، دین سمجھتے اور دین کی سمجھ کے لئے خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو شمار کرتے تھے۔'' (۴)

---

1 ......سنن الدارمی، المقدمة، باب من قال:العلم، الخشية، وتقوى اللّٰه، الرقم:۲۹۵، ج۱، ص۱۰۱۔

2 ......جامع بيان العلم وفضله، باب من يستحق أن يسمى فقيها اوعالماً، الحديث۸۵۸، ص۳۰۴۔

3 ......سنن ابی داود، كتاب العلم، باب فی القصص، الحديث۳۶۶۷، ج۳، ص۴۵۲۔

كتاب الدعاء للطبرانی، باب فضل ذكر اللّٰه من صلاة الصبح الی......الخ، الحديث۱۸۷۵، ص۵۲۴۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذكر الفرق بين علماء الدنيا......الخ، ج۱، ص۲۵۹۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآنِ پاک میں غور وفکر کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں شمار کرنے کو فقہ کا نام دیا۔

سردارِ مکۂ مکرمہ، سلطانِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بندہ اس وقت تک کامل فقیہ نہیں بن سکتا جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر لوگوں کو ناراض نہ کرلے اور قرآنِ پاک کے لئے کئی وجوہ کا اعتقاد نہ رکھے۔'' (۱)

یہ حدیثِ پاک حضرتِ سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی موقوفاً مروی ہے اور اس میں اتنا زائد ہے کہ ''پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو تو اس سے بہت زیادہ ناراض ہو۔'' (۲)

کامل فقیہ کی علامات:

حضرت سیِّدُنا فرقد سنجی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا، آپ نے اس کا جواب دیا تو انہوں نے عرض کی: ''فقہا تو اس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''اے فریقد! (یہ فرقد کی تصغیر ہے) تجھے تیری ماں روئے! کیا تو نے اپنی آنکھوں سے کسی فقیہ کو دیکھا ہے؟ فقیہ تو وہ ہوتا ہے جو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں رغبت رکھتا ہو۔ اپنے دین کی سمجھ رکھتا ہو۔ پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرتا ہو۔ پرہیزگار ہو۔ مسلمانوں کی عزتوں کے درپے ہونے سے خود کو بچاتا ہو۔ ان کے مالوں پر نظر نہ رکھے اور عام مسلمانوں کا خیر خواہ ہو۔'' (۳)

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ نہیں فرمایا کہ فتاویٰ کی فروعات کا حافظ ہو، میں نہیں کہتا کہ لفظِ فقہ ظاہری احکام کے فتاویٰ کو شامل نہیں بلکہ بطریقِ عموم وشمول اور بالتبع انہیں بھی شامل ہے لیکن اَسلاف اس کا اطلاق اکثر علمِ آخرت پر کرتے تھے۔ اس تخصیص سے ان لوگوں کا فریب ظاہر ہوگیا جو دل کے احکام اور علمِ آخرت سے غافل ہو کر محض اسی

---

1 ......جامع بیان العلم وفضله، باب من یستحق ان یسمی فقیها اوعالماً، الحدیث:۸۵۹، ص۳۰۵۔

2 ......جامع معمر بن راشد مع مصنف عبدالرزاق، باب العلم، الرقم:۲۰۷۴، ج۱۰، ص۲۳۹۔

تاریخ دمشق لابن عساکر، عویمر بن زید ابو الدرداء:۵۴۷۶، ج۴۷، ص۱۷۳۔

3 ......سنن الدارمی، المقدمة، باب من قال:العلم، خشیة وتقوی اللّٰه، الرقم:۲۹۴، ج۱، ص۱۰۱۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۳۔

کے ہو کر رہ گئے اور انہوں نے اس پر صرف طبیعت کو معاوِن پایا کیونکہ علمِ باطن گہرا، اس پر عمل کرنا مشکل اور اس کے ذریعے حکومت، عہدۂ قضا اور عزت و مال کا حصول دشوار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے شیطان نے اس (یعنی ظاہری فقہ) کو لوگوں کے دلوں میں عمدہ بنانے کا موقع پایا وہ یوں کہ فقہ جو شرع میں ایک پسندیدہ نام ہے اسے خاص کر دیا۔

﴿2﴾...... **علم:** یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات، اس کی نشانیوں اور بندوں کے بارے میں اس کے افعال (کی حکمتوں) کو جاننے پر بولا جاتا تھا یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وِصال پر ملال پر حضرتِ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''علم کے دس میں سے نو حصے چلے گئے۔'' [1] انہوں نے لفظِ علم کو الف لام کے ساتھ معرفہ ذکر کیا پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے علم کے ساتھ اس کی وضاحت کی۔ لوگوں نے تصرف کر کے اس میں بھی تخصیص کر دی وہ یوں کہ انہوں نے اس لفظ کو اس کے ساتھ مشہور کر دیا ہے جو فقہی مسائل میں مدمقابل سے مناظرہ کرنے میں مشغول ہو۔ چنانچہ، (مناظر کے بارے میں) کہا جاتا ہے کہ حقیقت میں عالم تو وہ ہے۔ وہ علم میں مرد ہے اور اس کے برعکس جو اس فن میں مہارت نہیں رکھتا اور نہ اس میں مشغول ہوتا ہے اسے کمزوروں میں شمار کیا جاتا ہے، اہلِ علم کے زمرے میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ بھی تخصیص کے ذریعے تصرف ہے لیکن علم اور علما کے متعلق مروی فضائل اکثر ان کے بارے میں ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات، اس کے احکام و افعال اور صفات کا علم رکھتے ہیں۔ لیکن اب مطلقاً اس کا اطلاق ان پر کیا جاتا ہے جنہیں شرعی علوم میں سے کسی میں بھی مہارت حاصل نہ ہو بلکہ صرف اختلافی مسائل میں جھگڑنے کے طریقے جانتا ہو، اس کا شمار بڑے بڑے علما میں کیا جاتا ہے حالانکہ وہ تفسیر، احادیث اور علمِ مذہب وغیرہ سے جاہل ہوتا ہے اور کثیر طلبۂ علم کی ہلاکت و بربادی کا سبب یہی چیز ہے۔

﴿3﴾...... **توحید:** اب حالت یہ ہے کہ علمِ کلام اور مناظرہ کرنے کے طریقوں کو جاننے، مخالف کے اعتراضات توڑنے کے طریقوں کا احاطہ کرنے، کثرتِ سوال کے لئے بتکلف فصاحت کا اظہار کرنے، شبہات ڈالنے اور الزام تراشی کرنے کا نام **توحید** رکھ دیا گیا۔ حتی کہ بعض گروہوں نے اپنا لقب اہلِ عدل اور اہلِ توحید رکھ لیا ہے اور متکلمین کو علمائے توحید کہا جانے لگا ہے حالانکہ پہلے زمانے میں علمِ کلام کی خاص باتوں میں سے کسی چیز کو نہیں پہچانا جاتا تھا بلکہ وہ

---

[1]......المعجم الکبیر، الحدیث ۸۸۱۰، ج ۹، ص ۱۶۳۔

لوگ اختلافات اور جھگڑوں کا دروازہ کھولنے والے کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ بہر حال جن ظاہری دلائل پر قرآنِ پاک مشتمل ہے اور پہلی سماعت پر ہی جنہیں قبول کرنے میں ذہن جلدی کرتے ہیں، وہ سب کو معلوم تھے اور قرآنِ پاک کا علم ہی تمام علم تھا۔ ان کے نزدیک توحید کسی اور چیز کا نام تھا جسے اکثر علمِ کلام والے نہیں سمجھتے اور اگر سمجھیں تو اس سے متصف نہیں ہوتے۔

حقیقی توحید:

تمام امور کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہونے کا ایسا اعتقاد رکھا جائے کہ اسباب و وسائل کی طرف بالکل توجہ نہ رہے۔ ہر خیر و شر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے جانا جائے۔ یہ ایک معزز مقام و مرتبہ ہے۔ اس کے نتائج و فوائد میں سے ایک توکل بھی ہے جس کا بیان ''کتابُ التَّوَکُّل'' میں آئے گا۔

توحید کے فوائد و ثمرات:

توحید کے ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مخلوق کی شکایت نہ کی جائے، ان پر غصہ نہ کیا جائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم اور فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر رضا مندی کا اظہار کیا جائے، اسی کے ثمرات میں سے امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ قول ہے کہ جب بیماری میں آپ سے عرض کی گئی: ''کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو لے آئیں؟'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔''[1] نیز یہ بھی منقول ہے کہ جب آپ بیمار ہوئے اور پوچھا گیا کہ ''طبیب نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مرض کے بارے میں کیا کہا ہے؟'' تو فرمایا: ''طبیب نے کہا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔''[2]

عنقریب ''کتابُ التَّوَکُّل'' اور ''کتابُ التَّوْحِیْد'' میں اس کے دلائل بیان ہوں گے۔

توحید ایک نفیس جوہر ہے اور اس کے دو پوست (چھلکے) ہیں ایک دوسرے کی بنسبت مغز سے زیادہ دور ہے۔ لوگوں نے لفظِ توحید کو پوست (چھلکے) اور اس کی حفاظت کے کام کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور مغز کو (جو کہ خالص توحید

1 ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد ابی بکر الصدیق، الرقم ۵۸۲، ص ۱۴۲۔

2 ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۱، ج۸، ص ۱۴۶۔

ہے اسے) بالکل چھوڑ دیا ہے۔**توحید کا پہلا پوست** تو یہ ہے کہ تو اپنی زبان سے کہے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس توحید کو تثلیث (یعنی خدا تین ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ) کے خلاف توحید کہا جاتا ہے جس کے نصاریٰ قائل ہیں لیکن کبھی اس منافق سے بھی اس توحید کا صدور ہو جاتا ہے جس کا باطن اس کے ظاہر کے خلاف ہوتا ہے۔**توحید کا دوسرا پوست** یہ ہے کہ دل میں اس قول کی مخالفت اور اس کا انکار نہ ہو بلکہ ظاہر دل بھی اس کے اعتقاد اور تصدیق کو شامل ہو اور یہ عام لوگوں کی توحید ہے۔ علمِ کلام والے اسی پوست کو اہلِ بدعت کی گڑبڑ سے بچاتے ہیں جیسا کہ پیچھے گزرا۔ تیسری چیز مغزِ توحید ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام امور کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہونے کا ایسا اعتقاد رکھا جائے کہ اسباب و وسائل کی طرف بالکل توجہ نہ رہے۔ صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے، اس کے غیر کی عبادت نہ کی جائے۔

حقیقی توحید سے خارج اُمور:

(۱) اس توحید سے خواہشِ نفس کی پیروی خارج ہے اور ہر وہ شخص جس نے خواہشِ نفس کی پیروی کی اس نے خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا۔ **اللہ ربُّ العِبَاد** عَزَّوَجَلَّ کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (پ۲۵، الجاثیۃ:۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔

تاجدارِ انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ معبود زمین پر جس کی پرستش کی جائے وہ خواہشِ نفس ہے۔''(۱)

مثال: تحقیق یہ ہے کہ جو غور کرے گا وہ جان لے گا کہ بت کی پوجا کرنے والا درحقیقت بت کو نہیں بلکہ اپنی خواہشِ نفس کو پوجتا ہے کیونکہ اس کا نفس اس کے آباء و اجداد کے دین کی طرف مائل ہوتا ہے اور وہ اس میلان کی اتباع کرتا ہے اور نفس کا اپنی پسندیدہ باتوں کی طرف مائل ہونا انہی معانی میں سے ایک ہے جنہیں خواہشاتِ نفسانیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

---

(1)......المعجم الکبیر، الحدیث۷۵۰۲، ج۸، ص۱۰۳۔
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، خُصَیب بن جَحْدَر البصری:۶۱۱، ج۳، ص۵۲۲۔

(۲) لوگوں سے ناراض ہونا اور ان کی طرف متوجہ ہونا بھی اس توحید سے خارج ہے کیونکہ جو تمام امور کو مِنْ جانبِ اللہ جانے گا وہ کسی سے ناراض کیوں ہوگا۔ حقیقی توحید اسی مقام کا نام ہے اور یہ صدیقین کا مقام ہے۔

پس تم غور کرو کہ اسے کس معنی کی طرف بدل دیا گیا اور اس کے کس پوست پر قناعت کر لی گئی۔ کس طرح لوگوں نے اپنی تعریف اور فخر میں اس نام سے استدلال کیا جو محمود ہے لیکن اس معنی سے خالی ہے جس کی وجہ سے حقیقی تعریف کا استحقاق ہے۔ یہ اس افلاس (غربت) کی طرح ہے کہ کوئی صبح سویرے اُٹھے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا (پ۷، الانعام:۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر۔[1]

اب اگر اس کا دل خاص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ نہیں تو وہ ہر دن کا آغاز اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جھوٹ بول کر کرتا ہے۔ کیونکہ اگر منہ سے اس کی مراد ظاہری چہرہ ہے تو وہ تو کعبہ شریف کی طرف ہے کہ اسے اس نے باقی تمام جہتوں سے پھیر دیا لیکن کعبہ اس کی جہت نہیں جس نے آسمان و زمین بنائے کہ اس کی سمت توجہ کرنے سے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہونے والا کہلائے، وہ تو اس سے پاک اور بلند ہے کہ سمتوں اور کناروں سے اس کا تعین کیا جائے اور اگر اس کی مراد قلبی توجہ ہے جو عبادت میں اصل مطلوب ہے تو پھر اس حالت میں اس کے قول کی تصدیق کیسے کی جا سکتی ہے جبکہ اس کا دل دنیوی اغراض و حاجات میں لگا ہو اور مال و جاہ اور کثرتِ اسباب کو جمع کرنے کے حیلوں کی تلاش میں مصروف ہو اور مکمل طور پر انہی کی طرف متوجہ ہو تو پھر کب اس نے اپنی توجہ اس کی طرف کی جس نے آسمان و زمین بنائے۔ یہ آیت توحید کی حقیقت کا بیان ہے۔

توحید کا مرکز و سرچشمہ:

پس موحد وہ ہے جس کی نظر صرف ایک خدائے بزرگ و برتر کی طرف ہو اور وہ اپنی توجہ اسی کی جانب لگائے رکھے اور یہ اس ارشادِ باری تعالیٰ کی تعمیل ہے:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ (پ۷، الانعام:۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔

[1] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، الحدیث:۷۷۱، ص۳۹۰۔

اس سے مراد محض زبان سے کہہ دینا نہیں کیونکہ زبان تو دل کی ترجمان ہوتی ہے کبھی سچ بولتی ہے تو کبھی جھوٹ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نظر کا مقام تو وہ ہے جس کی ترجمانی زبان کرتی ہے اور وہ دل ہے اور یہی توحید کا مرکز اور سرچشمہ ہے۔

﴿4﴾......ذکر وتذکیر: اللہ ربُّ العِبَاد عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ۲۷، الذّٰریٰت:۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

محافل ذکر کی فضیلت:

ذکر کی محافل کی فضیلت میں کثیر احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ، حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ نہ کچھ چن لیا کرو۔'' عرض کی گئی: ''جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''ذکر کے حلقے۔'' [1]

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مخلوق کے فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا میں سیاحت (سیر) کرتے ہیں، جب وہ ذکر کی محفلیں دیکھتے ہیں تو ان میں سے بعض بعض کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں: آؤ! اپنے مقصود کی طرف۔ وہ وہاں آتے ہیں، ذکر کرنے والوں کو گھیر لیتے ہیں اور غور سے سنتے ہیں۔ سنو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا کرو اور اپنے آپ کو نصیحت کیا کرو۔ [2]

اس لفظ کو اس کے حقیقی معنی سے بدل دیا گیا ہے کہ اب اس کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے جسے اکثر واعظین ہمیشہ بیان کرتے ہیں اور وہ قصے، اشعار، شطح اور طامات ہیں (مؤخر الذکر دونوں کی وضاحت آگے آرہی ہے)۔ قصے بدعت ہیں اور اسلاف نے قصہ گو کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ قصے نہ تو زمانۂ رسالت میں تھے اور نہ ہی شیخین یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے زمانے میں یہاں تک کہ فتنہ پیدا ہوا اور قصہ گو ظاہر ہوئے۔ [3]

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب۸۷، الحدیث: ۳۵۲۱، ج۵، ص۳۰۴۔

2 ......سنن الترمذی، باب ماجاء ان اللّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض، الحدیث: ۳۶۱۱، ج۵، ص۳۴۴۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب القصص، الحدیث: ۳۷۵۴، ج۴، ص۲۲۷۔

المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الادب، من کرہ القصص وضرب فیه، الحدیث:۱، ج۶، ص۱۹۶۔

قصہ گوواعظین کی مذمت:

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا (اچانک) مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: ''میں قصہ گو کی وجہ سے باہر نکلا ہوں، اگر وہ نہ ہوتا تو میں باہر نہ آتا۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا ضمرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے پوچھا: ''کیا ہم قصہ گو کی طرف منہ کر سکتے ہیں؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''بدعتیوں سے اپنی پیٹھیں پھیرلو۔'' (۲)

حضرت سیِّدُنا ابن عون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا امام ابن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے پوچھا: ''آج کی کیا خبر ہے؟'' میں نے عرض کی: ''حاکم نے قصہ گو لوگوں کو قصے بیان کرنے سے روک دیا ہے۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''حاکم کو درست بات کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔'' (۳)

حضرت سیِّدُنا امام اعمش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بصرہ کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو ایک قصہ گو کو قصے بیان کرتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ ''ہمیں حضرت سیِّدُنا امام اعمش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بیان کیا۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حلقے کے بیچ میں جا بیٹھے اور بغل کے بال اکھیڑنے لگے۔ قصہ گو نے کہا: ''اے شیخ! کیا تمہیں حیا نہیں آتی؟'' فرمایا: ''کس وجہ سے، میں تو سنت پر عمل کر رہا ہوں جبکہ تم جھوٹ بول رہے ہو، میں اعمش ہوں اور میں نے تو تم سے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔''

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے قصہ گو اور بھکاری ہیں۔'' (۴)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے بصرہ کی جامع مسجد سے قصہ گو لوگوں کو نکال دیا۔ جب حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا کلام سنا تو انہیں نہ نکالا کیونکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ علم

❶......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۰۔

❷......المرجع السابق۔ ❸......المرجع السابق، بدون: وفق اللصواب۔

❹......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۰۔

آخرت، موت کو یاد دلانے، نفس کے عیبوں پر آگاہ کرنے، اعمال کی آفات، شیطانی وسوسوں اور ان سے بچنے کے طریقے بیان کر رہے تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو یاد دلانے اور اس کا شکر کرنے میں بندے کے کوتاہ ہونے کے بارے میں کلام کر رہے تھے۔ دنیا کی حقارت، اس کے عیوب، اس کی ہلاکتوں اور اس کے بے وفا ہونے کی پہچان کروا رہے تھے۔ آخرت کے خطرات اور اس کی ہولناکیاں بیان کر رہے تھے۔ یہ اندازِ نصیحت شریعت کو پسند ہے اور حضرت سیِّدُ نا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی حدیث میں اس کی ترغیب بھی موجود ہے۔ چنانچہ،

ذکر کی محفل میں حاضر ہونے کی فضیلت:

مروی ہے کہ ذکر کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز پڑھنے سے افضل ہے اور علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار مریضوں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں میں شرکت کرنے سے افضل ہے۔ عرض کی گئی: ''یارَسُوۡلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! قرآنِ پاک کی تلاوت سے بھی افضل ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''کیا تلاوتِ قرآن علم کے بغیر نفع مند ہے۔'' (۱)

حضرت سیِّدُ نا عطا رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے فرمایا: ''ذکر کی مجلس غفلت کی 70 مجلسوں کا کفارہ ہے۔'' (۲)

چکنی چپڑی باتیں کرنے والوں نے ان احادیث کو اپنے نفسوں کی پاکیزگی وصفائی پر حجت بنالیا اور لفظِ تذکیر کو اپنی خرافات کی طرف پھیر لیا اور شرعاً پسندیدہ ذکر کے راستے سے ہٹ کر ان قصوں میں مشغول ہوگئے جن میں اختلافات اور کمی بیشی ہے۔ قرآنِ مجید میں بیان کردہ واقعات ان قصوں سے خارج اور زائد ہیں کیونکہ بعض قصے سننے سے فائدہ ہوتا ہے اور بعض کا سننا نقصان کا باعث ہے اگرچہ وہ سچے ہی کیوں نہ ہوں۔ جو خود پر یہ دروازہ کھولتا ہے اس پر سچ اور جھوٹ، نفع بخش اور نقصان دہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡاَوَّل نے فرمایا: ''لوگوں کو سچے واقعات بیان کرنے والے کی کتنی ضرورت ہے۔'' (۳)

اگر قصہ انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دینی امور سے متعلق ہو اور قصہ بیان کرنے والا بھی سچا اور صحیح راوی ہو تو میں اسے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ اسے چاہئے کہ جھوٹ سے بچے اور ان احوال کو بیان نہ کرے

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی و الثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۷۔

2 ......المرجع السابق۔ 3 ......المرجع السابق، ص۲۶۰۔

جن میں لغزشوں یا سستیوں کی طرف اشارہ ہو یا عوام جن کے مطالب نہ سمجھ سکیں یا یہ نہ سمجھ سکیں کہ وہ لغزش نادر تھی اور اس کے بعد اس کے کفارے میں کئی نیکیوں کے ذریعے اسے ڈھانپ دیا گیا کیونکہ عام شخص اپنی لغزشوں اور سستیوں میں اس کا سہارا لے گا اور اس میں اپنے لئے بہانے تلاش کرے گا اور اس سے دلیل پکڑے گا کہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض بزرگانِ دین اور بعض اکابرین سے فلاں فلاں خطائیں ہوئی ہیں، ہم سب گناہوں کی راہ پر ہیں اس لئے اگر مجھ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی ہوگئی ہے تو کیا تعجب ہے جبکہ جو مجھ سے بڑے ہیں ان سے بھی نافرمانیاں ہوئی ہیں اور یہ چیز غیر شعوری طور پر اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی پر دلیر کر دے گی۔ اگر ان دو ممنوع باتوں سے بچا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس وقت یہ اچھے واقعات اور قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کی صحیح کتب میں بیان کردہ قصوں کی طرف مراجعت کرے گا۔ بعض لوگوں نے طاعات کی رغبت دلانے والی حکایات وضع کرنے (گھڑنے) کی اجازت دی ہے۔ ان کا گمان ہے کہ ایسی حکایات وضع کرنے کا مقصد لوگوں کو حق کی طرف بلانا ہے، لیکن یہ شیطانی وسوسوں میں سے ہے کیونکہ سچ میں جھوٹ سے بچنے کی بہت گنجائش ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نصیحت کے لئے جو بیان فرما دیا وہی کافی ہے، وضع کرنے اور گھڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔ نیز اس کی اجازت کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ **مُقَفّٰی و مُسَجَّع** کَلَام کرنے کا تکلف بھی ناپسندیدہ ہے اور اسے **تَصَنُّع** (بناوٹ) شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ،

تکلُّف سے کلام کرنے کی ممانعت:

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے عمر کو **مُسَجَّع** کَلَام کرتے سنا تو فرمایا: ''اسی چیز نے تجھے میری نظر میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے، میں اس وقت تک ہرگز تیری کوئی حاجت پوری نہیں کروں گا جب تک تو اس سے توبہ نہ کرلے۔'' حالانکہ اس وقت وہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس کسی کام سے آئے تھے۔

حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبد **اللہ** بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے تین **مُسَجَّع** کَلِمَات سنے تو فرمایا: ''اے ابن رواحہ! **مُسَجَّع** کَلَام سے بچو۔'' (1)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۸۶۔
مسندابی یعلی الموصلی، مسند عائشہ، الحدیث۴۴۵۸، ج۴، ص۸۸۔

سَجَع (قافیہ دار) وہ منع ہے جس میں تکلف ہو اور وہ کلام دو کلموں سے زیادہ پر مبنی ہو۔اسی وجہ سے جب کسی شخص نے جنین (یعنی پیٹ کے بچے) کی دیت کے بارے میں (مُسَجَّع کَلَام کرتے ہوئے) کہا:''کَیْفَ نَدِیْ مَنْ لَاشَرِبَ وَلَااَکَلَ وَلَاصَاحَ وَلَااسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ یعنی: ہم اس کی دیت کیوں ادا کریں جس نے کھایا نہ پیا، چیخا نہ بولا، اور اس جیسے کا خون تو معاف ہوتا ہے۔'' تو پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا:'' دیہاتیوں کی طرح مُسَجَّع کَلَام کرتا ہے۔''(۱)

جہاں تک اشعار کا تعلُّق ہے تو وعظ و نصیحت میں ان کی کثرت مذموم ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ (پ۱۹، الشعرآء:۲۲۴، ۲۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ (پ۲۳، یٰسٓ:۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

واعظین کو اکثر وہ اشعار زیادہ پڑھنے کی عادت ہے جن میں عشق، معشوق کے حسن و جمال، وصالِ یار کی راحت اور فراق کی تکلیف کا بیان ہوتا ہے اور مجلس جاہل عوام سے بھری ہوتی ہے۔ان کے باطن خواہشات سے لبریز ہوتے ہیں۔ان کے دل خوبصورت چہروں کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور اس طرح کے اشعار ان میں چھپی شہوت کو بھڑکاتے ہیں۔ان میں خواہشات کی آگ جل اٹھتی ہے پھر وہ چیختے اور وجد میں آجاتے ہیں۔ان میں اکثر یا تمام شعر فساد پر مبنی ہوتے ہیں۔اس لئے دلیل پکڑنے یا لوگوں کی بوریت کا خاتمہ کرنے کے لئے حکمت یا نصیحت پر مشتمل شعر ہی استعمال کیا جائے۔(اسی وجہ سے) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''بعض شعر ضرور حکمت ہیں۔''(۲)

اگر مجلس میں خاص لوگ ہوں جن کے بارے میں معلوم ہو کہ ان کے دل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں مستغرق ہیں،

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین......الخ، باب دیۃ الجنین، الحدیث:۱۶۸۲، ص۹۲۴۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایجوز من الشعر......الخ، الحدیث:۶۱۴۵، ج۴، ص۱۳۹۔

ان کے ساتھ ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو تو ایسے لوگوں کی موجودگی میں وہ شعر کہنا نقصان دہ نہیں جس کے ظاہر میں مخلوق کی طرف اشارہ ہے کیونکہ سننے والا جو کچھ سنتا ہے اسے اس مفہوم پر ڈھال لیتا ہے جو اس کے دل پر غالب ہو۔ جیسا کہ اس کی تحقیق ''کِتَابُ السَّمَاع'' میں آئے گی۔

میرے رُفقا تو خاص لوگ ہیں:

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی دس سے کچھ زائد لوگوں کے سامنے وعظ فرماتے، اگر اس سے زیادہ ہو جاتے تو وعظ نہ کرتے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس میں کبھی بیس شخص پورے نہ ہوئے۔ ایک بار ابن سالم کے گھر کے دروازے پر ایک جماعت حاضر ہوئی، کسی نے عرض کی: ''حضور! آپ کے رفقا حاضر ہیں انہیں وعظ فرمایئے۔'' فرمایا: ''نہیں، یہ میرے رفقا نہیں یہ تو مجلس والے ہیں۔ میرے رُفقا تو خاص لوگ ہیں۔''

شَطْح سے کیا مراد ہے؟

شَطْح سے مراد دو قسم کا کلام ہے جو بعض صوفیا کی ایجاد ہے: (۱)...... اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور وصال کے لمبے چوڑے دعوے، جس کی وجہ سے انہیں ظاہری اعمال کی حاجت نہیں رہتی یہاں تک کہ بعض لوگوں نے تو اتحاد کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ حجاب اٹھ گیا، وہ اپنی آنکھوں سے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھتے ہیں اور انہیں براہِ راست خطاب ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں یہ کہا گیا ہے اور ہم نے یوں کہا۔ وہ اس میں حضرت سیِّدُنا حسین بن منصور حلاج عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جنہیں اس قسم کے کلمات کہنے کی وجہ سے سولی چڑھایا گیا اور ان کے قول اَنَاالْحَق [1] سے

---

1 ...... عوام میں مشہور ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا حسین بن منصور حلاّج عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق نے اَنَاالْحَق (یعنی میں حق ہوں) کہا تھا اس کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مجدِّدِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت سیِّدی حسین بن منصور حلاّج قُدِّسَ سِرُّہٗ جن کو عوام منصور کہتے ہیں، منصور ان کے والد کا نام تھا، اور ان کا اسم گرامی حسین۔ (آپ) اکابر اہلِ حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بَدَرَجَہا مرتبۂ ولایت ومعرفت میں زائد تھیں۔ وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یادِ الٰہی میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن ان کی آنکھ کھلی، بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتا نہ چلا، اُن کو وسوسہ گزرا، دوسری شب میں قصداً سوتے میں جان ڈال کر جاگتے رہے۔ وہ اپنے وقت پر اُٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہو لئے، دیکھتے رہے۔ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اُترا اور ان کے دہن مبارک (یعنی مُنہ شریف) کے برابر آ لگا، انہوں نے پینا شروع کیا، اِن سے صبر نہ ہو سکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے۔ بے اختیار کہہ اُٹھے کہ بہن! تمہیں اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) کی قسم کہ تھوڑا......

دلیل پکڑتے ہیں اوراسے دلیل بناتے ہیں جوابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے سُبْحَانِی سُبْحَانِی (۱) کہا تھا۔علم کلام کے اس فن سے عوام کو بہت نقصان پہنچا یہاں تک کہ کسانوں کی ایک جماعت

......میرے لئے چھوڑ دو، انہوں نے ایک جُرعَہ (یعنی ایک گھونٹ) چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی، ہر دَر ودِیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا، "اَنَاالْحَق" بیشک میں سب سے زیادہ اس کا سزاوار (یعنی حق دار) ہوں۔لوگوں کے سننے میں آیا، اَنَاالْحَق (یعنی میں حق ہوں۔) وہ (لوگ) دعویٰ خدائی سمجھے، اور یہ (یعنی خدائی کا دعویٰ) کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، ج۴، ص۳۷۸، حدیث:۶۹۲۲ پر ہے کہ) رَسُوْلُ الله (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں: مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ ترجمہ: جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کرو۔ (فتاوی رضویه، ج۲۶، ص۴۰۰)

❶...... مجدد اعظم، سیِّدُ نا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن (متوفی 1340ھ) اس کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُ نا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر (یعنی ان جیسے دیگر اولیا) رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم وقت ورودِ تجلّی خاص (یعنی خاص تجلی وارد ہونے کے وقت) شجرۂ موسیٰ ہوتے ہیں سیِّدُ نا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰه عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْم کو درخت میں سے سنائی دیا: یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (یعنی) اے موسیٰ! بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا۔ کیا یہ ہر پیڑ (یعنی درخت) نے کہا تھا؟ حَاشَا لِلّٰه (یعنی ہرگز نہیں) بلکہ واحد قہار (اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ) نے جس درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی کیا ربُّ العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں! وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم (یعنی کلام فرمانے والا) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تھا، اسی نے وہاں فرمایا: یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (ترجمہ: اے موسیٰ! میں اللّٰہ ہوں رب سارے جہاں کا۔) اسی نے یہاں بھی فرمایا: سُبْحَانِی مَااَعْظَمُ شَانِی (ترجمہ: میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔)

سیِّدی اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه مزید ارشاد فرماتے ہیں: حضرت مولوی قُدِّسَ سِرُّهُ الْمَعْنَوِی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلطِ جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عَزَّوَجَلَّ اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے، بلاشبہ اللّٰہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل۔ اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے زمانہ میں ہو چکا ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ سُبْحَانِی مَااَعْظَمُ شَانِی کہا کرتے ہیں۔ فرمایا: حَاشَا (یعنی ہرگز) میں نہیں کہتا۔ کہا: آپ ضرور کہتے ہیں ہم سب سنتے ہیں۔ فرمایا: جو ایسا کہے وَاجِبُ الْقَتْل (یعنی اسے قتل کرنا واجب) ہے۔ مَیں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر مار دو۔ وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے۔ یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا: سُبْحَانِی مَااَعْظَمُ شَانِی (یعنی) مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط (یعنی خراش) بھی نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم۔ (فتاوی رضویه، ج۱۴، ص۶۶۵، ۶۶۶)

نے کاشتکاری چھوڑ کر اس طرح کے دعوے کرنے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اس قسم کے کلام سے طبیعتیں لطف اندوز ہوتی ہیں کہ اس میں مقامات اور احوال کے حصول کے لئے اعمال اور تزکیہ نفس کی حاجت نہیں ہوتی۔ تو پھر غبی لوگ اپنے لئے اس کا دعویٰ کرنے سے کیوں باز رہیں اور من گھڑت و مہمل باتیں کیوں نہ کہیں اور جب ان پر کوئی اعتراض کرے تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اس اعتراض کا سبب علم اور مناظرہ ہے۔ علم تو حجاب ہے اور مناظرہ نفس کا عمل ہے اور یہ باتیں تو نورِ حق کے مشاہدے کے ساتھ باطن سے اٹھتی ہیں۔ پس یہ اور اس قسم کی باتوں کا شر شہروں میں عام ہو گیا اس سے عوام کو بہت نقصان پہنچا یہاں تک کہ جو اس قسم کی کوئی بات کہے تو دین اسلام میں اسے قتل کر دینا دس کو زندہ رکھنے سے افضل ہے اور حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے بارے میں جو منقول ہے وہ صحیح نہیں اور اگر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے یہ بات سنی بھی گئی ہے تو وہ گویا آپ اپنے دل میں جو کلام بار بار کہتے اس کی حکایت کرتے ہوئے آپ نے کہا ہے جیسا کہ کوئی آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو یہ کہتے ہوئے سنے:

اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْۙ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر۔

تو ضروری ہے کہ اسے بطورِ حکایت ہی سمجھا جائے۔

(۲)......شطح کی دوسری قسم وہ الفاظ ہیں جو سمجھ میں نہ آئیں، ان کے ظاہر تو اچھے ہوں لیکن ان کے معانی ہولناک ہوں اور ان میں کوئی فائدہ نہ ہو نیز وہ کلمات ایسے ناقابلِ فہم ہوں کہ یا تو ان کے کہنے والے کو سمجھ میں نہ آتے ہوں بلکہ عقل کی خرابی اور خیال کی پریشانی کے باعث اس سے صادر ہوتے ہوں، یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جو کلام اس کی سماعت سے ٹکراتا ہے وہ اس کے معنی کا احاطہ نہیں کرتا اور یہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یا پھر وہ الفاظ ایسے ہوں کہ خود کہنے والے کو تو سمجھ میں آئیں لیکن دوسروں کو سمجھا نہ پائے اور مَافِی الضَّمِیْر بیان کرنے کے لئے کوئی عبارت نہ لا پائے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے علم سے شغف نہیں ہوتا اور نہ اس نے معانی کو عمدہ الفاظ سے تعبیر کرنے کا طریقہ سیکھا ہوتا ہے۔ اس طرح کے کلام کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسا کلام دلوں کو پریشان اور عقلوں اور ذہنوں کو حیران کر دیتا ہے۔ یا ایسے کلام کا محمل یہ ہوتا ہے کہ اس سے وہ معانی سمجھ لئے جائیں جو مقصود نہیں اور ہر ایک اپنی خواہش اور طبیعت کے مطابق سمجھ لے۔

لوگوں کے لئے فتنہ:

مروی ہے کہ مکی مدنی سرکار، باذنِ پروردگار، دوعالم کے مالک ومختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی لوگوں کے سامنے ایسی بات بیان کرے جسے وہ سمجھ نہ پائیں تو وہ ان کے لئے فتنہ ہے۔'' (1)

ایک روایت میں ہے کہ ''لوگوں سے وہی باتیں بیان کرو جنہیں وہ مان لیں اور وہ باتیں بیان نہ کرو جن کا وہ انکار کریں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تکذیب ہو؟'' (2)

یہ ارشاد ان باتوں کے بارے میں ہے جنہیں خود کہنے والا سمجھتا ہو مگر سننے والے کی عقل کی وہاں تک رسائی نہ ہو تو پھر ان باتوں کو بیان کرنے کا کیا حال ہوگا جنہیں خود کہنے والا ہی نہ سمجھے۔ اگر کہنے والا سمجھتا ہو اور سننے والا نہ سمجھے تو ایسی بات بیان کرنا جائز نہیں۔

جاہل اور ظالم:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''کسی نااہل کو حکمت سکھانا ظلم اور اہل سے اسے روکے رکھنا بھی ظلم ہے۔ تم اس طبیب کی طرح بن جاؤ جو بیماری کے مطابق دوا تجویز کرتا ہے۔'' (3)

ایک روایت میں ہے کہ ''جو کسی نااہل کو حکمت سکھائے وہ جاہل ہے اور جو اہل سے اسے روکے وہ ظالم ہے۔ بے شک حکمت کا ایک حق ہے اور کچھ لوگ اس کے اہل ہیں لہٰذا ہر حقدار کو اس کا حق دو۔'' (4)

طامات کیا ہیں؟

طامات میں وہ سب باتیں داخل ہیں جو ہم نے شطح کے بیان میں ذکر کیں اور مزید اس میں خاص بات یہ ہے کہ

---

1 ......صحیح مسلم، المقدمۃ، باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع، الحدیث۵، ص ۹۔
کتاب الضفاء للعقیلی، الرقم۱۲۰۲، عثمان بن داود، ج۳، ص۹۳۷۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراھیۃ ان لایفھموا، ج۱، ص۶۷۔
الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ذکر مایستحب فی الاملاء......الخ، الحدیث۱۸، ج۲، ص۱۰۸۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۷۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۷۔

شرعی الفاظ کو ان کے ظاہری مفہوم سے باطنی امور کی طرف پھیر دینا جن کا کوئی فائدہ سمجھ میں نہیں آتا جیسے فرقہ باطنیہ[1] کی عادت ہے کہ وہ تاویلیں کرتے ہیں، یہ بھی حرام ہے اور اس کا نقصان بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ جب الفاظ کو کسی نقلی شرعی دلیل اور ضرورت کے بغیر ان کے ظاہری معانی سے پھیر دیا جائے گا تو اس کی وجہ سے الفاظ سے اعتماد جاتا رہے گا اور اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کلام کا نفع ختم ہو جائے گا اس لئے کہ ظاہر سے جو سمجھ میں آیا اس کا اعتماد نہ رہا اور باطن سب کا یکساں نہیں بلکہ اس میں خیالات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور مختلف صورتوں پر الفاظ کو ڈھالا جا سکتا ہے۔ یہ بھی عام بدعتوں میں سے ایک ہے جس کا نقصان بہت زیادہ ہے اور طامات والوں کا مقصد عجیب وغریب باتیں ہیں کیونکہ نفس ان کی طرف مائل ہوتے اور ان سے لذّت پاتے ہیں اس طریقے سے فرقہ باطنیہ الفاظ کے ظاہری مفاہیم میں تاویلات کر کے اپنی رائے کے مطابق ان کے مفاہیم بنا کر ساری شریعت کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ جیسا کہ ہم نے باطنیہ کے رد میں جو کتاب المستظہری تصنیف کی اس میں ان کے مذاہب بیان کئے ہیں۔

اہل طامات کی تاویلات کی مثالیں:

بعض اس آیت میں تاویل کرتے ہیں:

اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، النّٰزعٰت:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔

کہتے ہیں: ”اس میں دل کی طرف اشارہ ہے اور فرعون سے دل مراد ہے، وہی ہر انسان پر سرکشی کرتا ہے۔“

اس آیت میں بھی تاویل کرتے ہیں:

وَاَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ ؕ (پ۲۰، القصص:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا۔

کہتے ہیں: ”اس میں عصا سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر وہ چیز ہے جس پر بندہ اعتماد کرتا اور اس کا سہارا لیتا ہے اسے چاہئے کہ ایسی چیزوں کو چھوڑ دے۔“

---

1 ...... اہلِ تشیع کا ایک فرقہ جس کا لیڈر حسن بن صباح تھا، اس کے اعتقاد میں ہر شرعی امر کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور دوسرے باطنی۔ یہ لوگ اپنے مخالفین کو فریب سے قتل کر دیا کرتے تھے اور ان کو حشیشین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بھنگ پیا کرتے تھے۔

اس فرمانِ مصطفٰے ''تَسَحَّرُوْافَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً'' یعنی سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔'' [1] میں بھی تاویل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: ''اس میں تَسَحَّرُوْا سے سحری کے اوقات میں استغفار کرنا مراد ہے۔''

اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں یہاں تک کہ انہوں نے شروع سے آخر تک پورے قرآنِ مجید کو اس کے ظاہری معانی سے پھیر دیا ہے اور اس تفسیر سے بھی پھیر دیا جو حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دیگر علما سے منقول ہے۔

مذکورہ تاویلوں کا بطلان:

ان میں سے بعض تاویلوں کا باطل ہونا تو قطعی طور پر معلوم ہے جیسا کہ فرعون سے دل مراد لینا کیونکہ فرعون ایک محسوس شخص ہے۔ اس کے موجود ہونے اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس کو دعوت دینے کی خبریں تواتر سے ہم تک پہنچی ہیں۔ جیسا کہ ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کفار کی اخبار۔ نیز یہ شیاطین یا ملائکہ کی جنس سے نہیں کہ انہیں محسوس نہ کیا جا سکے حتی کہ ان الفاظ میں تاویل کی ضرورت پیش آئے۔ اسی طرح سحری کو استغفار پر محمول کرنا بھی باطل ہے کیونکہ آقائے دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانا تناول فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''سحری کھاؤ اور اس مبارک کھانے کی طرف آؤ۔'' [2]

یہ وہ تاویلات ہیں کہ خبر متواتر اور حس سے ان کا باطل ہونا واضح ہے اور بعض وہ ہیں کہ جن کا بطلان ظن غالب کے طور پر معلوم ہے اور یہ تاویلات ان امور میں ہوتی ہیں جن کو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ الغرض سب کی سب حرام، گمراہی اور لوگوں کے سامنے دین کو بگاڑنا ہے۔ ان میں سے کوئی بات صحابۂ کرام اور تابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے منقول نہیں اور نہ ہی حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے منقول ہے حالانکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے بڑے حریص تھے۔ اس فرمانِ مصطفٰے کہ ''جس نے اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔'' [3] کا معنی و مفہوم یہی ہے۔ وہ یوں کہ اس کا مقصد اور رائے کسی چیز کو ثابت کرنا ہو اور اس پر قرآن سے دلیل لائے اور اسے اس چیز پر محمول کرے حالانکہ اس معنی پر محمول کرنے کی

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب، الحدیث:۱۹۲۳، ج۱، ص۶۳۳۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث العرباض بن ساریۃ، الحدیث:۱۷۱۵۴، ج۶، ص۸۵۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ، الحدیث:۲۹۶۰، ج۴، ص۴۳۹۔

لفظی یعنی لغوی یا نقلی دلیل نہ ہو۔اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآنِ پاک کی تفسیر اجتہاد اور غور وفکر سے نہ کرنا واجب ہے کیونکہ صحابۂ کرام اور مفسرین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے بعض آیات کے پانچ پانچ، چھ چھ اور سات سات معانی منقول ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ تمام معانی انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہیں سنے کیونکہ بعض اوقات وہ معانی ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور ان میں تطبیق نہیں ہوسکتی۔لہٰذا یہ عمدہ فہم اور طویل غور وفکر سے اخذ کئے گئے ہیں۔اسی لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے لئے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ابن عباس کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔'' (1)

اہلِ طامات میں سے جو اس طرح کی تاویلات کو یہ جانتے ہوئے بھی جائز قرار دیتا ہے کہ وہ الفاظ کی مراد نہیں اور یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مقصد لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلانا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اَصْدَقُ الصَّادِقِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف جھوٹ اور من گھڑت بات منسوب کرنے کو جائز قرار دیتا ہے حالانکہ وہ بات فی نفسہٖ درست ہوتی ہے لیکن شرع نے اسے بیان نہیں کیا، جیسے وہ شخص جو ہر مسئلے میں جسے وہ حق جانتا ہے، رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف منسوب کر کے حدیث گھڑتا ہے تو یہ ظلم، گمراہی اور اس وعید میں داخل ہے جو اس فرمانِ عالی سے مفہوم ہوتی ہے کہ ''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔'' (2)

بلکہ ان الفاظ کی تاویل کا شر اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس سے الفاظ پر اعتماد اٹھ جاتا اور قرآنِ حکیم سمجھنے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کا راستہ بالکل ہی کٹ جاتا ہے۔اب تم نے جان لیا کہ شیطان نے کس طرح لوگوں کے ارادوں کو اچھے علوم سے برے علوم کی طرف پھیر دیا۔یہ سب علمائے سوء (برے علما) کی طرف سے ناموں کے بدلنے کی وجہ سے ہوا اور اگر تم مشہور نام پر اعتماد کرتے ہوئے ان لوگوں کے پیچھے چلو گے اور پہلے زمانے میں جو معروف تھا اس کی طرف توجہ نہیں کرو گے تو تم اس کی طرح ہو گے جو حکمت کے شرف کو اس کی پیروی میں تلاش کرتا ہے جسے حکیم کہا جاتا ہے کیونکہ اس زمانے میں حکیم کا اطلاق طبیب، شاعر اور نجومی پر ہوتا ہے اور یہ الفاظ کی تبدیلی سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث:۳۰۳۲، ج۱، ص۷۰۳۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، الحدیث:۱۱۰، ج۱، ص۵۷۔

﴿5﴾...... **حکمت:** پانچواں لفظ حکمت ہے۔ چنانچہ، حکیم کا نام اب طبیب، شاعر، نجومی یہاں تک کہ اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو راستوں میں بیٹھ کر لوگوں کے ہاتھوں پر قرعہ ڈالتا ہے حالانکہ حکمت تو وہ ہے جس کی تعریف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمائی ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُۚ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًاؕ (پ۳، البقرۃ:۲۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ ''حکمت کی بات جسے آدمی سیکھے وہ اس کے لئے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔'' (۱)

پس تم غور کرو کہ حکمت کس چیز کا نام تھا اور اب اسے کس معنی میں منتقل کر لیا گیا ہے۔ اسی پر دوسرے الفاظ کو قیاس کر لو اور علمائے سوء کے دھوکے وفریب سے بچو کیونکہ دین کے معاملے میں ان کا شر شیاطین کے شر سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ شیطان انہی کے واسطے سے آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں سے ایمان نکالتا ہے۔

بدترین مخلوق:

جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بدترین مخلوق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خاموشی اختیار فرمائی اور یہ دعا فرمائی کہ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بخش دے۔ جب بار بار پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: ''بدترین مخلوق برے علما ہیں۔'' (۲)

جب تم اچھے برے علم کو جان چکے اور ان کے گڈ مڈ ہونے کی وجہ بھی معلوم کر چکے تو اب تمہیں اختیار ہے کہ اپنے نفس کا لحاظ کرتے ہوئے اسلاف کی پیروی کرو یا پچھلے لوگوں کی طرح دھوکے کی رسی سے لٹکے رہو۔ اسلاف کے پسندیدہ تمام علوم مٹ گئے اور لوگ جن علوم میں مشغول ہیں ان میں سے اکثر بدعت اور نو پید ہیں۔

---

❶......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الرقم ۱۴۶۹، ص ۲۷۱، عن الحسن بن ابی الحسن۔
المدخل، فصل فی العالم و کیفیة نیته......الخ، ج۱، ص ۵۱۔

❷......مسند البزار، مسند معاذ بن جبل، الحدیث: ۲۶۴۹، ج۷، ص ۹۳۔

غربا کون ہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مکرم ہے کہ ''اسلام غریب الوطنی میں شروع ہوا اور جیسے شروع ہوا ویسے ہی (غریب الوطنی کی حالت میں) لوٹ جائے گا تو غربا کے لئے خوشخبری ہے۔'' کسی نے عرض کی: ''غربا کون ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو میری سنت کی اصلاح کریں گے جب لوگ اسے بگاڑ دیں گے اور وہ جو میری فوت شدہ سنت کو زندہ کریں گے۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''غربا وہ ہیں جو اس چیز کو مضبوطی سے تھامیں گے جس پر آج تم لوگ قائم ہو۔'' (۲)

ایک مقام پر فرمایا: ''غربا کثیر لوگوں میں قلیل صالح لوگ ہیں۔ ان سے نفرت کرنے والے ان کے چاہنے والوں سے زیادہ ہوں گے۔'' (۳)

حقیقی عالم کی ایک علامت:

یہ علوم غریب ہوگئے یوں کہ جو انہیں یاد کرتا ہے لوگ اس کے دشمن ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ کسی عالم کے دوست زیادہ ہیں تو جان لو کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ملاتا ہے کیونکہ اگر وہ خالصتاً حق ہی بیان کرتا تو لوگ اس کے دشمن بن جاتے۔'' (۴)

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب   صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

(1) ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدا غریبا......الخ، الحدیث: ۱۴۵، ص۸۸۔
سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاسلام بدا غریبا......الخ، الحدیث: ۲۶۳۹، ج۴، ص۲۸۶۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۸۔

(2) ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۸۔

(3) ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۷۰۹۰، ج۲، ص۶۸۸۔

(4) ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۸۔

تیسری فصل: اچھے علوم کی قابلِ تعریف مقدار کا بیان

جان لو! اس اعتبار سے علم کی تین قسمیں ہیں: (۱)......وہ علم جو برا ہے کم ہو یا زیادہ (۲)......وہ علم جو قلیل ہو یا کثیر اچھا ہے اور جب بھی وہ زیادہ ہوتا ہے بہتر وافضل ہوتا ہے اور (۳)......وہ علم جو بقدرِ کفایت اچھا ہے اور ضرورت سے زائد اچھا نہیں نیز اس میں بحث وتحقیق کرنا بھی اچھا نہیں اور یہ بدن کے احوال کی طرح ہے۔ ان میں بعض قلیل ہوں یا کثیر اچھے ہیں جیسے تندرستی اور خوبصورتی اور بعض وہ ہیں کہ کم ہوں یا زیادہ برے ہیں جیسے بدصورتی اور بداخلاقی اور بعض احوال میں میانہ روی اچھی ہے جیسے مال خرچ کرنا کہ اس میں زیادہ خرچ کرنا اچھا نہیں حالانکہ وہ بھی خرچ ہی ہے اور جیسا کہ شجاعت کہ اس میں ہلاک کر دینا اچھا نہیں اگرچہ ہلاک کرنا بھی شجاعت ہی سے ہے۔ اسی طرح علم کا معاملہ ہے۔

مذموم علم: وہ علم جو برا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ، یہ وہ ہے جس کا نہ تو کوئی دنیوی فائدہ ہے اور نہ ہی دینی کیونکہ اس کا ضرر اس کے نفع پر غالب ہے جیسے جادو، طلسمات اور علمِ نجوم کہ ان میں سے کسی کا تو بالکل ہی فائدہ نہیں اور اس کے لئے عمر صرف کرنا انسان کا اپنے سب سے قیمتی سرمائے کو ضائع کرنا ہے اور قیمتی چیز کو ضائع کرنا برا ہے اور بعض وہ ہیں کہ ان کا ضرر دنیا میں کسی مقصد کے پورا ہونے کی امید سے بڑھ کر ہے۔ پس ان سے حاصل ہونے والے ضرر کی بنسبت یہ فائدہ قابلِ شمار نہیں۔

محمود علم: جو علم سارے کا سارا اچھا ہے، وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات، افعال، مخلوق کے بارے میں اس کی عادتِ جاریہ اور آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی حکمت کا علم ہے۔ یہ علم اپنی ذات کی وجہ سے بھی مطلوب ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ اُخروی سعادت کا ذریعہ ہے۔ اس کے حصول میں جتنی بھی کوشش کر لی جائے حدِّ واجب سے کم ہے کیونکہ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی تک رسائی نہیں اور گھومنے والے اس کے ساحلوں اور کناروں پر ہی بقدرِ سہولت گھومتے ہیں۔ اس میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اور مضبوط علما ہی غوطہ لگاتے ہیں۔ البتہ ان کے درجات ان کی قوتوں کے اختلاف کے اعتبار سے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے حق میں جو مقدر فرما دیا اس کے تفاوت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ یہی وہ پوشیدہ علم ہے جو کتابوں میں نہیں لکھا جاتا۔ اس پر

آ گہی حاصل کرنے کے لئے علم سیکھنا اور علمائے آخرت کے احوال کا مشاہدہ کرنا مفید ہے جیسا کہ عنقریب علمائے آخرت کی علامات بیان کی جائیں گی۔ یہ ابتدا میں ہے اور آخر میں مجاہدہ وریاضت، تصفیۂ قلب اور علائقِ دنیا سے دل کو فارغ کرنا اور اس میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مشابہت اختیار کرنا اس علم کے حصول کے لئے مفید ہے۔ اس طرح جو بھی اس علم کو پانے کی کوشش کرے گا وہ جتنی کوشش کرے گا اتنا نہیں بلکہ اپنے نصیب کے مطابق اسے پالے گا۔ البتہ اس کے لئے مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ مجاہدہ ہی ہدایت کی چابی ہے، اس کے سوا ہدایت کی کوئی چابی نہیں۔

مخصوص مقدار میں محمود علوم: جو علوم ایک خاص مقدار میں اچھے ہیں وہ ہیں جن کو ہم نے فرضِ کفایہ علوم میں نقل کیا ہے۔

علم کے درجات:

ہر علم کے تین درجے ہیں: (۱)...... بقدرِ ضرورت۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے (۲)...... میانہ روی۔ یہ درمیانہ درجہ ہے اور (۳)...... درمیانی مقدار سے زیادہ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آخر عمر تک حاصل کیا جائے تو تم دو شخصوں میں سے ایک بنو یا اپنی اصلاح میں مشغول رہو یا اپنی اصلاح سے فراغت پا کر دوسروں کی اصلاح کرو لیکن اپنی اصلاح سے قبل دوسروں کی اصلاح میں مشغول مت ہونا۔ اگر تم اپنی اصلاح میں مشغول ہو تو صرف اسی علم کو سیکھو جو تمہارے حال کے مطابق تم پر فرض ہے اور ظاہری اعمال سے متعلقہ علوم میں سے نماز، طہارت، روزے کے مسائل سیکھو اور سب سے اہم دل کی صفات کا علم ہے جسے سب نے چھوڑ دیا ہے اور یہ کہ دل کی کون سی صفات اچھی ہیں اور کون سی بری؟ کیونکہ بری صفات ہر انسان میں ہوتی ہیں جیسے حرص، حسد، ریا، تکبر اور خود پسندی وغیرہ یہ سب ہلاک کر دینے والی صفات ہیں، ان سے بچنا واجبات میں سے ہے اور اس کے ساتھ ظاہری اعمال میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسے خارش اور پھوڑوں کی تکلیف میں ظاہری بدن پر لیپ کرنا مگر پچھنے یا سینگی کے ذریعے فاسد مواد بدن سے نکالنے میں غفلت برتنا۔

نام نہاد علما اور علمائے آخرت:

جیسے راستوں میں بیٹھے طبیب ظاہری بدن کو لیپ کرنے کا کہتے ہیں ایسے ہی نام نہاد علما ظاہری اعمال کا مشورہ

دیتے ہیں جبکہ علمائے آخرت باطن کی صفائی کا مشورہ دیتے اور فاسد مواد کو نکال کر دل سے خرابیوں کو جڑ سے اُکھاڑ دینے کا حکم دیتے ہیں۔

باطنی کے بجائے ظاہری اعمال اختیار کرنے کی وجہ:

اکثر لوگ دلوں کی صفائی کرنے کے بجائے ظاہری اعمال کی طرف اس لئے بھاگتے ہیں کہ ظاہری اعمال آسان ہیں اور دل کے اعمال مشکل جیسے کڑوی دوائی پینے سے گھبرانے والا ظاہری لیپ کو اختیار کرتا ہے، وہ لیپ کرنے میں تھکتا رہتا اور مواد بڑھتا رہتا ہے جس کی وجہ سے بیماریاں دُگنی ہوجاتی ہیں۔لہٰذا اگر تم آخرت کے طالب اور نجات کے خواہش مند ہو اور ہمیشہ کی بربادی سے بچنا چاہتے ہو تو باطنی بیماریوں اور ان کے علاج کا علم سیکھنے میں مشغول ہو جاؤ۔ہم نے **مہلکات** کے باب میں انہیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔یہ علم ضرور تمہیں ان پسندیدہ مقامات تک لے جائے گا جو **منجیات** کے باب میں ذکر کئے گئے ہیں کیونکہ جب دل بری صفات سے خالی ہوگا تو اچھی صفات سے بھر جائے گا جیسا کہ زمین کو جب گھاس سے صاف کیا جائے تو اس میں طرح طرح کی فصلیں اور پھول اُگتے ہیں اور اگر صاف نہ کیا جائے تو یہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں۔

سب سے بڑا احمق:

تم فرضِ کفایہ علوم کو سیکھنے میں مشغول نہ ہو بالخصوص جب انہیں قائم کرنے والا لوگوں میں کوئی موجود ہو کیونکہ دوسرے کی اصلاح کرنے میں خود کو ہلاک کرنے والا بیوقوف ہے۔اس سے بڑا احمق کون ہوگا کہ جس کے کپڑوں میں سانپ اور بچھو گھس گئے ہوں اور اسے مار ڈالنے کے درپے ہوں مگر وہ پنکھا ڈھونڈنے میں مصروف ہو تاکہ اس کے ذریعے دوسروں سے مکھیاں دور کرے جبکہ جسم سے چپکے ہوئے سانپ بچھو اس کے درپے ہوں اور وہ لوگ اس کے کام آئیں نہ اسے ان سے بچائیں۔اگر تم اپنے نفس کو پاک کرنے سے فراغت پاؤ اور ظاہری و باطنی گناہوں کو ترک کرنے پر قادر ہو جاؤ، یہ تمہاری دائمی عادت بن جائے، تمہارے لئے ایسا کرنا آسان ہوجائے اور یہ بات کچھ بعید بھی نہیں تو پھر تم فرضِ کفایہ علوم کے حصول میں مشغول ہو جاؤ لیکن اس میں درجہ بندی کا لحاظ رکھو۔ کِتَابُ اللّٰہ سے شروع کرو پھر حدیثِ نبوی پھر علمِ تفسیر اور باقی قرآنِ پاک کے علوم جیسے ناسخ ومنسوخ، مفصول وموصول، محکم ومتشابہ کا علم

سیکھو۔اسی طرح حدیث میں بھی یہی ترتیب ہے۔اس کے بعد فروع سیکھو یعنی علمِ فقہ سے **مذاہب** کا علم، نہ کہ اختلافی مسائل کا علم پھر اصولِ فقہ سیکھو۔اسی طرح بقیہ علوم حاصل کرتے رہو جہاں تک عمر میں گنجائش ہو اور وقت ساتھ دے، مگر کسی ایک فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے ساری عمر مت لگاؤ کیونکہ علوم زیادہ ہیں اور عمر کم اور یہ علوم آلات ومقدمات ہیں، اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مطلوب ہیں اور ہر وہ چیز جو غیر کی وجہ سے مطلوب ہو اس میں اصل مقصود کو بھول جانا اور آلات کی کثرت کرنا مناسب نہیں۔لہٰذا مروجہ علمِ لغت سے اتنا سیکھ لو کہ عربی سمجھ اور بول سکو اور لغت نادرہ میں سے صرف قرآنِ حکیم اور احادیث کے غریب الفاظ جان لو پھر اس کی زیادہ گہرائی میں مت جاؤ۔علمِ نحو سے بس اتنا سیکھو جتنے کا تعلق قرآن وحدیث سے ہے۔یاد رکھو! ہر علم کے تین درجے ہیں: بقدرِ ضرورت، متوسط اور درجۂ کمال۔ہم حدیث وتفسیر، فقہ اور کلام میں ان تینوں درجوں کو بیان کر دیتے ہیں تاکہ دوسرے علوم کو تم اسی پر قیاس کر لو۔چنانچہ،

تفسیر میں بقدرِ کفایت، متوسط اور اعلیٰ:

تفسیر میں **بقدرِ کفایت** مقدار یہ ہے کہ قرآنِ پاک سے دگنی ہو جیسا کہ حضرت سیِّدُنا امام علی واحدی نیشاپوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی تصنیف ''الوجیز'' **متوسط** درجہ یہ ہے کہ اس سے تین گنا ہو جیسا کہ تفسیر ''الوسیط'' اور **درجۂ کمال** اس سے زائد ہے۔اس کی حاجت نہیں اور نہ ہی ساری عمر اس کی کوئی حد ہو گی۔

حدیث میں بقدرِ کفایت، متوسط اور اعلیٰ:

حدیث میں **بقدرِ کفایت** یہ ہے کہ صحیحین (یعنی بخاری ومسلم) کے مضامین متن حدیث سے باخبر شخص سے نسخے کی تصحیح کے ساتھ پڑھ لو۔راویوں کے نام یاد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کام تم سے پہلے لوگ کر چکے ہیں تمہیں ان کی کتب پر اعتماد کرنا چاہئے، بخاری ومسلم کا متن زبانی یاد کرنا بھی ضروری نہیں بلکہ ان کے متون اتنے سیکھ لو کہ حاجت پڑے تو ضرورت کی بات ان سے تلاش کر سکو۔**متوسط** درجہ یہ ہے کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں موجود صحیح احادیث کو بھی سیکھو اور **درجۂ کمال** یہ ہے کہ ہر ضعیف، قوی، صحیح اور معلل حدیث کو سیکھو، نقلِ حدیث کے طرقِ کثیرہ (یعنی کئی اَسناد)، راویوں کے حالات، ان کے نام اور اوصاف کی پہچان حاصل کرو۔

فقہ میں بقدرِ کفایت، متوسط اور اعلیٰ:

فقہ میں **بقدرِ کفایت** اتنی ہے جس پر "مختصر مزنی" مشتمل ہے اور اسے ہم نے خُلَاصَةُ الْمُخْتَصَر میں مرتب کیا ہے۔ **متوسط** درجہ یہ ہے کہ اس کتاب سے تین گنا زائد ہو یعنی اتنی مقدار جتنی ہم نے "اَلْوَسِیْط" میں لکھی ہے اور **درجۂ کمال** وہ ہے جسے ہم نے "البسیط" میں لکھا ہے اور اس کے علاوہ بڑی بڑی کتابیں۔

علم کلام کا مقصود:

علمِ کلام کا مقصد صرف سلف صالحین سے منقول عقائدِ اہل سنت کی حفاظت ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ امور کے حقائق کا کشف ہے لیکن یہ طریقہ کشف کے بغیر ہے۔ سنت کی حفاظت بطریقِ اختصار عقائد کی مختصر سی کتاب سے ہوسکتی ہے اور یہ مقدار وہ ہے جسے ہم نے اسی کتاب میں "قواعد العقائد" کے تحت بیان کیا ہے۔ **متوسط** درجہ 100 ورق کی مقدار ہے، اسے ہم نے اپنی کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں بیان کیا ہے۔ اس علم کی حاجت اس لئے ہے کہ بدعتی سے مناظرہ کیا جائے اور ایسی باتوں سے اس کی بدعت کا مقابلہ کیا جائے جو بدعت کو توڑ دیں اور عام آدمی کے دل سے اسے نکال دیں یہ بات صرف عوام کو نفع بخش ہے جبکہ وہ تعصُّب میں شدَّت کو نہ پہنچے ہوں اور بدعتی جب مناظرہ سیکھ لیتا ہے اگرچہ کم ہو تو اسے علمِ کلام بہت کم نفع دیتا ہے، اگر تم اسے ساکت ولاجواب بھی کردو پھر بھی وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑے گا کیونکہ وہ اسے اپنا قصور ٹھہرائے گا اور فرض کرے گا کہ کسی دوسرے کے پاس اس کا جواب ہے جس سے وہ عاجز آگیا ہے اور تم نے قوتِ مناظرہ سے اس کو مغالطہ میں ڈال دیا ہے۔ جبکہ عام آدمی کو اگر اس طرح کے مناظرے کے ذریعے حق سے پھیر دیا جائے تو اسی کی مثل مناظرے سے اسے واپس لایا جاسکتا ہے جب تک کہ وہ تعصب میں متشدد نہ ہو اور اگر ان کا تعصب حد سے بڑھ جائے تو پھر ان سے ناامیدی ہوجاتی ہے کیونکہ تعصب کی وجہ سے عقائد دلوں میں پختہ ہوجاتے ہیں اور یہ برے علما کی آفات میں سے ہے کیونکہ وہ حق کے لئے سخت تعصب سے کام لیتے اور مخالفین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں مقابلے اور جوابی کارروائی کا جذبہ جوش مارتا ہے اور وہ باطل کی مدد کرنے پر زیادہ آمادہ ہوجاتے ہیں اور ان کی طرف جو منسوب کیا جاتا ہے وہ اس پر قائم رہنے میں زیادہ مضبوط ہوجاتے ہیں۔

علما نے تعصب کو عادت و آلہ کار بنالیا:

اگر علما تعصب سے بالا تر ہو کر حقارت کی نظر پھیر کر تنہائی میں پیار ومحبت اور خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں سمجھاتے تو ضرور کامیابی پاتے۔ لیکن چونکہ لوگوں کی پیروی کے بغیر مقام و مرتبہ نہیں ملتا اور جب تک مخالف پر لعن طعن نہ کی جائے، اسے برا بھلا نہ کہا جائے تب تک لوگ پیروی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اس لئے انہوں نے تعصب کو اپنی عادت اور آلہ کار بنالیا اور اس کا نام دین کی حفاظت اور مسلمانوں کی حمایت رکھ دیا حالانکہ درحقیقت یہ لوگوں کی بربادی اور دلوں میں بدعت کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔ بہرحال جو اختلافات ان آخری زمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں اور ان میں ایسی تحریرات، تصنیفات اور مناظرے نکلے ہیں جن کی مثال اسلاف میں نہیں ملتی تم ان کے گرد گھومنے سے بچو اور ان سے ایسے بچو جیسے زہرِ قاتل سے بچتے ہیں کیونکہ یہ لاعلاج مرض ہے اور اسی نے فقہا کو ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے اور باہم فخر کرنے پر لگا دیا ہے جیسا کہ عنقریب اس کی ہلاکتوں اور آفتوں کا بیان آئے گا۔ المختصر یہ کہ دانش مندوں کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ تم سمجھو دنیا میں تمہارا نفس صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے۔ تمہارے سامنے موت، ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری، حساب و کتاب اور جنت و دوزخ ہیں پھر غور کرو اور سوچو کہ تمہارے سامنے جو چیزیں ہیں ان میں سے کون سی تمہارے لئے مددگار ہے، اس کے علاوہ سب چھوڑ دو تو تم سلامتی پر ہو۔

صرف دو رکعت نے فائدہ دیا:

کسی بزرگ نے ایک عالم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''جن علوم میں تم جھگڑے اور مناظرے کرتے تھے ان کا کیا ہوا؟'' انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا، اس پر پھونک ماری اور کہا: ''سب کچھ خاک ہو کر اُڑ گیا اور مجھے صرف ان دو رکعتوں سے فائدہ ہوا جو میں نے رات کی تنہائی میں پڑھی تھیں۔'' (1)

حدیثِ مبارکہ میں ہے: ''کوئی بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہیں ہوتی مگر جھگڑنے والے۔'' (2)

پھر یہ آیاتِ مقدسہ تلاوت کیں:

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۲۹۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الزخرف، الحدیث:۳۲۶۴، ج۵، ص۱۷۰۔

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ (پ۲۵،الزخرف:۵۸)
ترجمۂ کنزالایمان: انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔

(ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ ــــ الایة (پ۳، اٰل عمرٰن:۷)
ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ مذکورہ آیت میں مناظرہ بازوں (یعنی جھگڑنے والوں) کا ذکر ہے۔ ان کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: فَاحْذَرْهُمْ ؕ (پ۲۸،المنفقون:۴) تو ان سے بچتے رہو۔ (۱)

بعض بزرگوں نے فرمایا: ''آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جن پر عمل کا دروازہ بند ہوجائے گا اور جھگڑے کا دروازہ کھل جائے گا۔'' (۲)

بعض روایتوں میں ہے: ''بے شک تم اس زمانے میں ہو کہ جس میں تمہیں عمل کا شوق نصیب ہوا عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جن کے دلوں میں جھگڑے کا شوق پیدا ہوگا۔'' (۳)

مشہور حدیث میں ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ شخص ہے جو بہت جھگڑالو ہے۔'' (۴)

یہ بھی حدیث مبارکہ ہے کہ ''جس قوم کو بولنے کی قوت دی گئی وہ عمل سے روک دی گئی۔'' (۵)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

---

(1)......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ آل عمران، الحدیث۴۵۴۷، ج۳، ص۱۸۹۔
قوت القلوب،الفصل الحادی و الثلاثون: کتاب العلم و تفضیلہ،ذکر بیان تفضیل علوم الصمت......الخ،اج ص۲۳۹۔

(2)......قوت القلوب، الفصل الحادی و الثلاثون: کتاب العلم و تفضیلہ، ذکر بیان تفضیل علوم الصمت......الخ،اج ص۲۳۹۔

(3)......قوت القلوب، الفصل الحادی و الثلاثون: کتاب العلم و تفضیلہ، ذکر بیان تفضیل علوم الصمت......الخ،اج ص۲۳۹۔

(4)......صحیح مسلم، کتاب العلم، باب فی الألدالخصم، الحدیث۲۶۶۸، ص۱۴۳۳۔

(5)......قوت القلوب، الفصل الحادی و الثلاثون: کتاب العلم و تفضیلہ، ذکر بیان تفضیل علوم الصمت......الخ،اج ص۲۳۹۔

باب نمبر4: لوگوں کے اختلاف میں پڑنے کی وجہ، مناظرہ کی آفات کی تفصیل اور اس کے جواز کی شرائط

مقدمہ: لوگ اختلافات کی طرف کیوں مائل ہوئے؟

جان لیجئے! حضور نبی اکرم، رسولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد خلافت کا سہرا خلفائے راشدین مہدیین کے سر سجا۔ یہ حضرات عَالِم بِاللّٰہ تھے۔ اَحکاماتِ الٰہیہ کو سمجھتے تھے۔ مقدمات کے فیصلوں میں فتاویٰ کے ماہر تھے۔ فقہا سے کم ہی مدد لیتے تھے سوائے ان واقعات کے جن میں مشورے کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ اس لئے علماءِ علمِ آخرت کے لئے فارغ ہوتے اور محض اس میں مشغول رہتے تھے۔ یہ حضرات فتاویٰ اور لوگوں کے دنیوی احکام کو دوسروں کی طرف ٹال دیتے اور مکمل طور پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہتے جیسا کہ ان کی سیرتوں میں منقول ہے۔ پھر ان کے بعد جب حکومت نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں آئی جو فتاویٰ اور احکام میں غیر مستقل تھے تو وہ فقہا سے مدد لینے اور احکامات جاری کرنے میں ان سے فتوے لینے کے لئے ہر وقت ان کو اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت کچھ تابعی علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام موجود تھے جو پہلے کے طور طریقوں پر کاربند تھے۔ خالص دین سے وابستہ تھے۔ ہمیشہ علمائے سلف کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ جب انہیں طلب کیا جاتا تو بھاگ جاتے اور رُخ پھیر لیتے جس کی وجہ سے حکمرانوں کی مجبوری بن گئی کہ وہ انہیں طلب کریں اور قضا و دیگر حکومتی عہدوں کے لئے اصرار کریں۔ جب اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ علما کا اس قدر مقام و مرتبہ ہے اور حکمرانوں کا طبقہ ان کی طرف متوجہ ہے حالانکہ وہ ان سے اعراض کرتے ہیں تو وہ حکمرانوں کی طرف سے عزت اور مقام و مرتبہ پانے کے لئے طلبِ علم میں مشغول ہو گئے۔ علمِ فتاویٰ میں منہمک ہو گئے اور اپنے آپ کو حکمرانوں کے سامنے پیش کر کے انہیں اپنا تعارف کروایا اور ان سے انعامات اور عہدوں کے مطالبات کئے۔ چنانچہ،

طالب مطلوب اور معزز ذلیل ہو گئے:

ان میں سے کئی تو محروم رہے اور کئی کامیاب ہو گئے لیکن جو کامیاب ہوئے وہ بھی مانگنے اور طفیلی ہونے کی ذلت ورسوائی سے دامن نہ بچا سکے۔ بس پھر فقہا جو پہلے مطلوب تھے، اب طالب بن گئے۔ پہلے حکمرانوں سے منہ موڑ کر معزز تھے اب ان کی طرف متوجہ ہو کر ذلیل ہو گئے۔ مگر یہ کہ ہر زمانے میں ایسے علمائے دین ہوئے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے۔

اختلافی مسائل ومناظروں میں مشغول ہونے کی وجہ:

الغرض اس زمانے میں لوگوں کی زیادہ تر توجہ فتاویٰ اور مقدمات کے فیصلوں کے علم کی طرف رہی کیونکہ حکمرانوں کو اس کی سخت حاجت تھی پھر ان کے بعد کچھ اُمرا اور رئیس ایسے ظاہر ہوئے جو عقائد کے قواعد میں لوگوں کی گفتگو سنتے۔ ان کے دل عقائد کے دلائل سننے کی طرف مائل ہوئے اور علمِ کلام میں مناظرہ ومجادلہ کی طرف ان کی رغبت غالب ہوگئی تو لوگ علمِ کلام میں منہمک ہو گئے۔ اس میں کثیر کتابیں لکھ ڈالیں، مناظرے کے طریقے مرتب کر دیئے اور گفتگو میں مخالف کی بات توڑنے کے گُر نکالے اور گمان یہ کیا کہ ان کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی حمایت، سنت کی حفاظت اور بدعت کی بیخ کنی ہے جیسا کہ ان سے پہلوں کا گمان تھا کہ ہمارا فتاویٰ میں مشغول ہونے اور احکامِ مسلمین کا کفیل ہونے کا مقصد لوگوں کی خیر خواہی کرنا اور ان پر شفقت کرنا ہے۔ پھر ان کے بعد وہ لوگ ظاہر ہوئے جنہوں نے علمِ کلام میں غور وخوض کرنے اور اس میں مناظرے کا دروازہ کھولنے کو درست نہ سمجھا کیونکہ اس کے سبب لوگوں میں سخت تعصُّب اور جھگڑوں کی فضا قائم ہوگئی تھی اور نوبت خونریزی اور شہروں کی بربادی تک آ پہنچی تھی، اس لئے ان کے دل فقہ میں مناظرہ کرنے اور خاص طور پر فقہ شافعی وفقہ حنفی میں کس کی بات اَولیٰ ہے، اسے بیان کرنے کی طرف مائل ہو گئے تو لوگ علمِ کلام اور فنونِ علم کو چھوڑ کر بالخصوص حضرت سیِّدُنا امام شافعی اور حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمَا کے مابین اختلافی مسائل پر توجُّہ دینے لگے اور حضرت سیِّدُنا امام مالک، حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن وغیرہ ائمہ کے درمیان اختلافی مسائل کو نظر انداز کر دیا اور دعویٰ یہ کیا کہ ان کا مقصد شریعت کی باریکیوں کا استنباط، مذہب کی علتوں کو ثابت کرنا اور فتاویٰ کے

اصول تیار کرنا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کثیر کتابیں لکھیں، اجتہادات کئے اور مناظرے کی اقسام وتصانیف کو مرتب کیا، وہ اب (یعنی امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے دور) تک اسی حالت پر ہیں اور ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے بعد کے زمانوں میں کیا حالات ہوں گے۔ اختلافی مسائل اور مناظروں میں لوگوں کے مشغول ہونے کی یہی وجہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں اور اگر دنیاداروں کے دل کسی دوسرے امام کے ساتھ اختلاف یا کسی دوسرے علم کی طرف مائل ہوتے ہیں تو لوگ بھی ان کے ساتھ اسی کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور یہ بہانہ کرنے سے باز نہیں آتے کہ جس میں وہ مشغول ہیں وہ علمِ دین ہے اور ان کا مقصد صرف اللہ ربُّ الْعٰلَمِیْن عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

پہلی فصل: مناظروں کو صحابہ کے مشوروں اور اسلاف کے مذاکروں سے مشابہت دینا دھوکا ہے

جان لو! یہ لوگ عوام کو رفتہ رفتہ اس طرف لے جانا چاہتے ہیں کہ مناظروں سے ہمارا مقصد حق کے بارے میں بحث ومباحثہ کرنا ہے تاکہ وہ واضح ہو کیونکہ حق مطلوب ہے اور علم میں غور وفکر کرنے پر ایک دوسرے کی مدد کرنا نیز کئی آرا کا متفق ہوجانا مفید ہے۔ مشوروں میں صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی عادت بھی یہی تھی جیسا کہ دادا کی موجودگی میں بھائیوں کے (وراثت سے) محروم ہونے، شراب پینے کی حد، حاکم اگر خطا کرے تو اس پر تاوان واجب ہونے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خوف سے ایک عورت کا حمل ضائع ہو جانے اور وراثت کے مسائل میں صحابہ کے باہم مشورے منقول ہیں۔ نیز جس طرح حضرت سیِّدُنا امام شافعی، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل، حضرت سیِّدُنا امام محمد بن حسن، حضرت سیِّدُنا امام مالک اور حضرت سیِّدُنا امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن وغیرہ علما سے منقول ہے۔

طلب حق کے لئے مناظرے کی شرائط وعلامات:

جو میں بیان کروں گا اس سے تمہیں اس دھوکے کی خبر ہوجائے گی اور وہ یہ ہے کہ طلب حق پر تعاون کرنا دینی کام ہے مگر اس کی آٹھ شرائط وعلامات ہیں:

﴿1﴾ ...... مناظرہ چونکہ فرضِ کفایہ ہے اس لئے جو فرضِ عین علوم کو حاصل نہ کر چکا ہو وہ اس میں مشغول نہ ہو اور جس

کے ذمے فرضِ عین ہوں اور وہ فرضِ کفایہ میں مشغول ہو جائے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس کا مقصد طلبِ حق ہے تو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو خود نماز کو ترک کر کے کپڑوں کو حاصل کرنے اور بننے میں لگا ہو اور کہے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ میں اس شخص کے ستر کو ڈھانپوں جس کے پاس لباس نہیں اور وہ برہنہ نماز پڑھتا ہے کیونکہ کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے اور اس کا وقوع ممکن ہے جیسا کہ فقیہ سمجھتا ہے کہ ان نوادرات کا وقوع ممکن ہے جن کے اختلاف میں وہ بحث کرتا ہے۔ مناظرہ میں مشغول ہونے والے ان امور کو چھوڑ دیتے ہیں جو بالاتفاق فرضِ عین ہیں اور جس شخص پر فوراً امانت لوٹانا واجب ہو اور وہ نماز شروع کر دے جو عمدہ عبادات میں سے ہے تو اس نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آدمی کے مطیع و فرمانبردار ہونے کے لئے یہ کافی نہیں کہ جو عمل وہ کرے وہ عبادت وطاعت ہو جب تک کہ وہ اس میں وقت، شرائط اور ترتیب کا لحاظ نہ کرے۔

﴿2﴾......اس کے سامنے مناظرے سے اہم کوئی دوسرا فرضِ کفایہ نہ ہو کیونکہ جو اہم کام کے ہوتے ہوئے اس کے علاوہ کوئی کام کرے گا وہ اپنے اس عمل میں گنہگار ہو گا۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پیاسے لوگوں کا ایک گروہ دیکھے کہ پیاس کی وجہ سے مرنے کے قریب ہیں اور لوگوں نے انہیں نظر انداز کر دیا ہے جبکہ یہ انہیں پانی پلا کر ان کی زندگی بچانے پر قادر ہے مگر پچھنے لگانے کا طریقہ سیکھنے میں مشغول ہو جائے اور کہے کہ یہ فرضِ کفایہ میں سے ہے اگر شہر میں کوئی بھی پچھنے لگانے والا نہیں ہو گا تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اس سے کہا جائے کہ شہر میں پچھنے لگانے والوں کا ایک گروہ موجود ہے اور وہ کافی ہیں تو وہ کہے کہ اس بات سے اس فعل کا فرضِ کفایہ ہونا ختم تو نہیں ہو گیا۔

الغرض جو اس کام کو کرے اور مسلمانوں کے پیاسے گروہ کو پانی پلانے جیسے اہم کام کو چھوڑ دے تو اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جو مناظرہ میں مشغول ہوتا ہے حالانکہ شہر میں کئی فرضِ کفایہ ایسے ہیں جنہیں چھوڑ دیا گیا ہے اور انہیں کوئی قائم کرنے والا نہیں۔ مثال کے طور پر فتویٰ جسے ایک جماعت قائم کئے ہوئے ہے اور شہر میں کئی ایسے فرضِ کفایہ ہیں جنہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے لیکن فقہا ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان میں سے زیادہ قریب طب ہے کہ اکثر شہروں میں مسلمان طبیب موجود نہیں کہ طبی امور میں جن کی گواہی شرعاً مقبول ہو اور کوئی بھی فقیہ اس میں مشغول ہونے کو تیار نہیں اسی طرح اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر (یعنی نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا) بھی فرضِ کفایہ ہے

جبکہ مناظر بعض اوقات اپنی مجلس مناظرہ میں کسی کو ریشم پہنے یا ریشمی بچھونے پر بیٹھے دیکھتا ہے مگر خاموش رہتا ہے اور اس مسئلہ میں مناظرہ کرتا ہے جس کے کبھی بھی واقع ہونے کا اتفاق نہ ہو اور اگر وہ واقع ہو بھی سہی تو فقہا کی ایک جماعت اس کے لئے موجود ہو۔اس کے باوجود وہ سمجھتا ہے کہ فرضِ کفایہ سے اس کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنا ہے جبکہ حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ کسی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کو کب چھوڑ دیا جائے گا؟'' ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے نیک لوگوں میں مداہنت (خوشامد) کا ظہور ہوگا اور بدوں میں بے حیائی پائی جائے گی اور حکومت تمہارے چھوٹوں کے پاس چلی جائے گی جبکہ فقہ ذلیل لوگوں کے سپرد ہو جائے گی۔'' (1)

﴿3﴾......مناظر مجتہد ہو جو اپنی رائے سے فتویٰ دے مذہبِ شافعی یا مذہبِ حنفی وغیرہ پر فتویٰ نہ دے حتی کہ اگر اسے حق مذہبِ حنفی میں معلوم ہو تو مذہبِ شافعی کے موافق رائے کو ترک کر دے اور جو اس پر ظاہر ہوا اس کے مطابق فتویٰ دے جس طرح صحابۂ کرام اور ائمہ دین رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کیا کرتے تھے۔

﴿4﴾......مناظرہ اسی مسئلہ میں کرے جو واقع ہو چکا ہو یا غالب گمان ہو کہ عنقریب واقع ہوگا کیونکہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نئے مسائل ہی میں مشورہ کرتے تھے یا ان میں جو اکثر واقع ہوتے جیسے وراثت کے مسائل اور آپ دیکھو گے کہ اب مناظرین ان مسائل میں تحقیق کا اہتمام نہیں کرتے جن میں عوام مبتلا ہو اور فتوے کی حاجت ہو بلکہ ایسے مسائل ڈھونڈتے ہیں جن میں کسی طرح بحث مباحثے کی گنجائش زیادہ ہو اور بعض اوقات بکثرت واقع ہونے والے مسائل کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مسئلے کا تعلق حدیث سے ہے یا کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ متفقہ ہے، اختلافی مسائل میں سے نہیں تو کتنے تعجب کی بات ہے کہ مقصود طلبِ حق ہے تو وہ مسئلے کو یہ کہہ کر کیوں چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ حدیث سے متعلق ہے حالانکہ حق احادیث ہی سے حاصل ہوتا ہے یا اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں کہ ہم اس میں طویل کلام کریں حالانکہ طلبِ حق میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ مختصر کلام کر کے جلد مقصد کو پہنچا جائے، لمبا کلام نہ کیا جائے۔

---

(1)......سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب قوله تعالٰی: یاایها الذین آمنوا علیکم انفسکم، الحدیث۴۰۱۵، ج۴، ص۳۶۵۔

﴿5﴾......وہ تنہائی میں مناظرہ کرنے کو، محفل میں، امرا اور بادشاہوں کے سامنے مناظرہ کرنے سے زیادہ پسند اور اہم جانے کیونکہ تنہائی میں ذہن مجتمع ہوتا، ذہن وفکر کی صفائی جلد ہو جاتی اور حق کو جلد پایا جا سکتا ہے جبکہ مجمع میں ریا کاری کے اسباب متحرک ہوتے ہیں اور ہر ایک اپنی برتری کا حریص ہوتا ہے حق پر ہو چاہے باطل پر اور آپ جانتے ہیں کہ محفلوں اور مجمعوں میں ان کی خواہش رضائے الٰہی نہیں ہوتی اور یہ کہ ان میں سے کوئی ایک طویل مدت تک اپنے رفیق کے ساتھ تنہا ہوتا ہے مگر اس سے بات نہیں کرتا۔ کبھی اس سے سوال کیا جاتا ہے تو جواب نہیں دیتا۔ جب کسی عہدے دار کے سامنے ہو یا لوگوں کا اجتماع ہو تو وہ تقریر میں اپنی انفرادیت منوانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتا۔

﴿6﴾......طلبِ حق میں مناظر کا حال اس شخص کی طرح ہو جو گمشدہ چیز کو تلاش کر رہا ہو، وہ اس میں فرق نہیں کرتا کہ گمشدہ چیز براہِ راست اسے ملے یا اس کے معاون و مددگار کے ذریعے ملے۔ وہ اپنے رفیق (یعنی مدمقابل) کو مددگار سمجھتا ہے مخالف نہیں اور اگر اس کا رفیق اسے اس کی غلطی بتائے اور اس کے سامنے حق کو واضح کرے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے جیسا کہ اگر وہ اپنی گمشدہ چیز کی تلاش میں ایک راستے کو اختیار کرے تو اس کا رفیق اسے بتائے کہ اس کی گمشدہ چیز دوسرے راستے میں ہے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے، اس کی برائی نہیں کرتا بلکہ اس کی عزت کرتا اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی مشاورتیں ایسی ہی تھیں جیسا کہ،

طالب حق ایسا ہوتا ہے:

ایک مرتبہ امیر المؤمنین **حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کے مجمع میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک عورت نے آپ کی کسی بات کا انکار کیا اور حق بات پر آگاہ کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''عورت نے درست کہا اور مرد سے خطا ہو گئی۔'' [1]

ایک شخص نے امیر المؤمنین **حضرت سیّدنا علی المرتضٰی** کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے سوال کیا، آپ نے جواب دیا تو اس نے عرض کی: ''یا امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! یوں نہیں بلکہ اس طرح ہے۔'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

---

1 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، فصل فی الانصاف فی العلم، الحدیث ۵۸۸، ص ۱۷۹۔

فرمایا: ''تم نے ٹھیک کہا اور میں نے غلطی کی اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وہ بات بتائی جو ان سے رہ گئی تھی تو انہوں نے فرمایا: ''جب تم میں یہ بڑے عالم موجود ہوں تو مجھ سے نہ پوچھا کرو۔'' (۲)

واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: ''وہ جنتی ہے۔'' اس وقت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کوفہ کے امیر تھے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ''دوبارہ پوچھو شاید امیر سوال نہیں سمجھے۔'' لوگوں نے دوبارہ پوچھا مگر امیر کوفہ نے وہی جواب دیا تو حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: ''میں کہتا ہوں، اگر وہ مارا گیا اور حق کو پہنچا تو جنتی ہے۔'' امیر کوفہ حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''حق وہ ہے جو انہوں نے کہا۔'' (۳)

طالب حق کا انصاف ایسا ہوتا ہے۔ اگر اس زمانے میں کسی ادنیٰ فقیہ کو بھی اس طرح کہا جائے تو وہ اس کا انکار کرے گا اور اسے بعید سمجھے گا اور کہے گا کہ ''یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ اگر وہ حق کو پہنچا'' کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے۔ پس تم آج کل کے مناظرین کا حال دیکھو کہ اگر حق کسی مخالف کی زبان سے ظاہر ہو جائے تو کس طرح اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور کیسے وہ اس کی وجہ سے شرمندہ ہوتا ہے۔ وہ اس کا انکار کرنے کی مکمل کوشش کرتا ہے اور طویل عرصے تک اس کی برائی کرتا ہے پھر حق پر غور و فکر کرنے پر مدد کرنے میں اپنے آپ کو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ساتھ تشبیہ دینے میں حیا بھی نہیں کرتا۔

﴿7﴾......وہ مناظرے میں شریک دوسرے شخص کو ایک دلیل سے دوسری دلیل اور ایک اعتراض سے دوسرے اعتراض کی طرف جانے سے منع نہ کرے۔ اسلاف کے مناظرے ایسے ہی ہوتے تھے۔ اپنی گفتگو سے جھگڑے کی تمام نئی باریکیوں کو خارج کر دے خواہ وہ اس کے حق میں ہوں یا اس کے خلاف۔ مثلاً اس کا یہ کہنا کہ ''اسے بیان کرنا

1......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، الحدیث: ۵۸۹، ص۱۷۹۔

2......الموطا للامام مالک، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی الرضاعة بعد الکبر، الحدیث: ۱۳۲۲، ج۲، ص۱۴۷۔

3......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۵تا۲۵۶۔

مجھ پر لازم نہیں، یہ بات تمہاری پہلی بات کے خلاف ہے لہٰذا قبول نہیں کی جائے گی'' کیونکہ حق کی طرف رجوع کرنا باطل کو توڑ دیتا ہے اور اسے قبول کرنا واجب ہے جبکہ آپ دیکھتے ہیں کہ تمام مجلسیں جھگڑوں اور ایک دوسرے کا رد کرنے میں ختم ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ جب کوئی دلیل دینے والا کسی اصل کی ایک علت ٹھہرا کر کلام کرتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ'' تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ اس حکم کی اصل میں علت یہی ہے؟'' وہ کہتا ہے: '' مجھے تو یہی معلوم ہوئی ہے اگر تمہیں اس سے زیادہ واضح اور بہتر علت معلوم ہے تو وہ بیان کرو تاکہ میں اس میں غور وفکر کروں۔'' تو معترض مصر رہتا ہے اور کہتا ہے کہ'' جو تم نے بیان کیا اس کے علاوہ اس کے کئی معانی ہیں جو میں جانتا ہوں لیکن میں وہ بیان نہیں کروں گا کیونکہ مجھ پر انہیں بیان کرنا لازم نہیں۔'' دلیل دینے والا کہتا ہے: '' اس کے علاوہ جس علت کا تم دعویٰ کرتے ہو اسے بیان کرو۔'' لیکن پھر بھی وہ اپنے موقف پر بضد رہتا ہے اور کہتا ہے کہ'' مجھ پر بیان کرنا لازم نہیں۔'' اس طرح کے سوالات سے مناظرے کی مجالس شور شرابے کی نذر ہو جاتی ہیں اور یہ بیچارہ نہیں جانتا کہ اس کا یہ کہنا کہ'' میں جانتا ہوں مگر بیان نہیں کروں گا کیونکہ مجھ پر لازم نہیں۔'' شریعت پر جھوٹ ہے کہ اگر وہ اس کے معنی نہیں جانتا اور محض مخالف کو عاجز کرنے کے لئے کہتا ہے تو وہ فاسق، کذاب ہے، اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی اور ایسی بات کا دعویٰ کر کے جو اسے معلوم نہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کو دعوت دی اور اگر سچا ہے تو شریعت کی بات جسے وہ جانتا ہے چھپانے کی وجہ سے فاسق ہو گیا جبکہ اس کے مسلمان بھائی نے اس سے پوچھا تاکہ وہ اسے سمجھے اور اس میں غور وفکر کرے، اگر وہ قوی ہے تو اس کی طرف رجوع کرے اور اگر ضعیف ہے تو اس کے سامنے اس کا ضعف بیان کر کے اسے جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی دے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ دین کی جو بات وہ جانتا ہے جب اس سے پوچھی جائے تو اس پر بتانا واجب ہے تو پھر اس کی اس بات کہ مجھ پر لازم نہیں کا مطلب یہ ہوا کہ جھگڑے کی شریعت، جسے ہم نے خواہشات اور حیلہ سازی اور کلام کے ذریعے نیچا دکھانے کے طریقوں میں رغبت کی وجہ سے نکالا ہے اس کے مطابق لازم نہیں ورنہ شرعی طور پر یہ لازم ہے کیونکہ اسے بیان کرنے سے رکنے کے سبب وہ کاذب ہے یا فاسق۔ پس تم صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی مشاورتوں اور اسلاف کے مذاکروں کے متعلق تحقیق کر لو کیا وہ ایسے تھے؟ کیا ان میں سے کسی نے ایک دلیل

سے دوسری دلیل کی طرف، قیاس سے اثر کی طرف یا حدیث سے آیت کی طرف جانے سے منع کیا؟ (نہیں) بلکہ ان کے تمام مناظرے اسی قسم کے تھے کہ جو کچھ ان کے دل میں آتا وہ سب کچھ ذکر کر دیتے اور سب اس میں غور وفکر کرتے۔

﴿8﴾...... مناظرہ اس شخص سے کیا جائے جو علم سیکھنے میں مشغول ہو اور اس سے فائدہ حاصل ہونے کی امید ہو لیکن اب مناظرین غالباً بڑے بڑے علما کے ساتھ مناظرہ کرنے سے اجتناب کرتے ہیں اس ڈر سے کہ ان کی زبانوں پر حق جاری ہو جائے گا اور ان سے مناظرہ کرنا پسند کرتے ہیں جو علم میں کمتر ہوں تاکہ ان پر باطل کو رواج دیں۔

شیطان کا کھلونا:

ان کے علاوہ بھی بہت سی باریک شرائط ہیں لیکن ان آٹھ شرائط میں جو بیان ہوا اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون رضائے الٰہی کے لئے مناظرہ کرتا ہے اور کون اس کے سوا کسی اور مقصد کے لئے۔ مختصر یہ کہ یاد رکھو جو شیطان سے مناظرہ نہیں کرتا حالانکہ وہ اس کے دل پر مسلّط اور اس کا سب سے بڑا دشمن اور اسے ہلاکت کی طرف بلاتا رہتا ہے، وہ اس کے علاوہ لوگوں سے ان مسائل میں مناظرہ کرتا ہے جن میں مجتہد راہِ راست پر ہوتا ہے یا اجر وثواب میں درست راہ پانے والے کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ ایسا شخص شیطان کے لئے کھلونا اور مخلص لوگوں کے لئے عبرت ہے۔ اسی لئے شیطان اس پر خوش ہوتا ہے کہ اس نے اسے ان آفات کے اندھیروں میں غوطہ دے رکھا ہے جنہیں ہم ذکر کریں گے اور ان کی تفصیل بیان کریں گے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھی مدد وتوفیق کا سوال کرتے ہیں۔

﴿......ہلاکت میں ڈالنے والے اعمال......﴾

فرمانِ مصطفٰے:

”ہلاکت میں ڈالنے والے سات گناہوں سے بچتے رہو، وہ یہ ہیں: (۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانا (۲) جادو کرنا (۳) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) سود کھانا (۶) میدان جہاد سے فرار ہونا اور (۷) سیدھی سادی، پاک دامن، مومنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔“ (صحیح البخاری، الحدیث ۲۷۶۶، ص ۲۲۲)

دوسری فصل: مناظرے کی آفات اور اس سے جنم لینے والی ہلاکت خیز عادات

جان لیجئے اور یقین کر لیجئے کہ جو مناظرہ غالب آنے، سامنے والے کو خاموش ولاجواب کرنے، اپنی فضیلت وعزت ظاہر کرنے، لوگوں کے سامنے منہ کھول کر باتیں کرنے، فخر وغرور، حجت بازی اور لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کی نیت سے ہو وہ ان تمام مذموم صفات کی بنیاد ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بری اور دشمن خدا ابلیس کو اچھی لگتی ہیں۔ اس کی نسبت تکبر، خود پسندی، حسد، بغض، پاک باز بننے اور حبِّ جاہ وغیرہ باطنی برائیوں کی طرف ایسی ہے جیسے شراب پینے کی نسبت ظاہری برائیوں یعنی زنا، تہمت، قتل اور چوری کی طرف اور جیسے وہ شخص کہ جسے شراب پینے اور دوسری برائیوں کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ شراب کو معمولی سمجھ کر پی بیٹھے پھر شراب کے نشے میں بقیہ گناہوں کا بھی ارتکاب کر بیٹھے۔ اس طرح جس پر دوسروں کو خاموش ولاجواب کرنے، مناظرے میں غلبہ پانے، حبِّ جاہ، فخر وغرور کی خواہش غالب ہو تو یہ چیز اسے دل کی تمام باطنی برائیوں کی طرف لے جائے گی اور اس کے نفس میں تمام بری صفات کی خواہش جوش مارے گی۔ **مہلکات** کے بیان میں قرآن وحدیث سے ان صفات کی برائی کے دلائل آئیں گے لیکن فی الحال ہم ان تمام بری صفات کی طرف اشارہ کریں گے جو مناظرے کے سبب وجود میں آتی ہیں۔ چنانچہ،

مناظرے کے باعث پیدا ہونے والی بری صفات:

﴿1﴾...... **حسد:** سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔''[1]

مناظر حسد سے نہیں بچ سکتا کیونکہ کبھی وہ غالب آتا ہے اور کبھی مغلوب ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کے کلام کی تعریف کی جاتی ہے اور کبھی دوسرے کے کلام کو اچھا کہا جاتا ہے۔ پس جب تک دنیا میں ایک شخص بھی ایسا زندہ رہے گا جس کے قوتِ علم اور قوتِ اجتہاد کا ذکر کیا جائے گا یا اس کے خیال میں اس کا کلام اچھا اور فکر مضبوط ہوگی تو وہ ضرور اس سے حسد کرے گا اور اس سے زوالِ نعمت کی تمنا کرے گا اور پسند کرے گا کہ لوگوں کے دل اس کی طرف سے پھر کر میری

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحسد، الحدیث: ۴۲۱۰، ج۴، ص۴۷۳۔

طرف مائل ہو جائیں۔ حسد ایک جلانے والی آگ ہے پس جو اس میں مبتلا ہوا وہ دنیا میں بھی عذاب میں گرفتار ہوا اور آخرت کا عذاب تو زیادہ سخت اور بڑا ہے۔ اسی لئے حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''علم کو جہاں پاؤ لے لو لیکن فقہا کے وہ اقوال قبول نہ کرو جو ایک دوسرے کے خلاف ہوں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے ایسے ہی دشمن ہیں جیسے باڑے میں بکرے ایک دوسرے کے دشمن ہوتے ہیں۔'' (۱)

﴿2﴾...... تکبر اور خود کو لوگوں سے بلند سمجھنا: سردارِ مکۂ مکرمہ، سلطانِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تکبر کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے پست کر دیتا ہے اور جو عاجزی وانکساری اپناتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔'' (۲)

نیز حدیث قدسی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''عظمت میرا ازار ہے اور کبریائی میری چادر تو جو ان میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے تباہ و برباد کر دوں گا۔'' (۳)

مناظر اپنے ہم عصروں اور ہم مثل لوگوں پر تکبر کرنے اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر مرتبہ چاہنے سے نہیں بچ سکتا حتی کہ وہ مجالس میں بیٹھنے کی جگہ پر جھگڑتے ہیں، بلند و پست جگہ، مقامِ صدارت سے قرب و دُوری اور راستے تنگ ہونے کی صورت میں پہلے داخل ہونے پر مقابلہ کرتے ہیں۔ کبھی ان میں سے غبی، مکار اور دھوکے باز بہانہ کرتا ہے کہ وہ تو علم کی حفاظت چاہتا ہے اور ''مومن کو اپنے نفس کی تذلیل سے منع کیا گیا ہے۔'' (۴)

پس وہ تواضع جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قابل تعریف قرار دیا اسے ذلت سے تعبیر کرتا ہے اور تکبر جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک برا ہے اسے دین کی عزت بتاتا ہے۔ ناموں میں تحریف کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرے جس طرح حکمت اور علم وغیرہ ناموں میں تحریف کی گئی۔

---

❶......جامع بیان العلم وفضله، باب حکم قول العلماء بعضهم فی بعض، الحدیث:۲۱۱۸، ص۴۳۵۔

❷......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب البراءة من الکبر والتواضع، الحدیث:۴۱۷۶، ج۴، ص۴۵۸۔
موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، الحدیث:۷۷، ج۳، ص۵۵۲۔

❸......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب البراءة من الکبر والتواضع، الحدیث:۴۱۷۴، ج۴، ص۴۵۷۔
المستدرک، کتاب الایمان، باب اهل الجنة، المغلوبون الضعفاء......الخ، الحدیث:۲۰۹، ج۱، ص۲۳۵۔

❹......سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب۶۷، الحدیث:۲۲۶۱، ج۴، ص۱۱۲۔

﴿3﴾ ......**کینہ:** مناظر اس سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتا حالانکہ مکی مدنی سرکار، محبوب پروردگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کینہ پرور نہیں ہوتا۔'' (1)

کینے کی مذمت و برائی میں جو کچھ مروی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں اور تم کسی مناظر کو اس پر قادر نہ دیکھو گے کہ وہ اس شخص سے کینے کو چھپائے جو اس کے مخالف کا کلام سن کر سر ہلاتا ہے اور اس کا کلام سن کر نہ سر ہلاتا ہے اور نہ اچھے طریقے سے سنتا ہے بلکہ جب مناظر اسے دیکھے گا تو کینے کو چھپانے اور دل ہی دل میں اسے بڑھانے پر مجبور ہو جائے گا اور زیادہ سے زیادہ یہ کر سکے گا کہ نفاق کے طور پر کینے کو چھپا لے گا لیکن عام طور پر وہ ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

نیز مناظر کینے سے کیونکر بچ سکتا ہے جبکہ تمام سننے والوں کا متفقہ طور پر اس کے کلام کو ترجیح دینا متصور نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہر حالت میں وہ اس کے اعتراضات و جوابات کو اچھا بتائیں بلکہ اس کے مخالف سے اگر کوئی چھوٹی سی بات بھی ایسی صادر ہو گئی جس سے اس کے کلام کی طرف توجہ کم ہو گئی تو زندگی بھر اس کے دل میں مخالف کا کینہ جم جائے گا۔

﴿4﴾ ......**غیبت:** اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے غیبت کو مردار کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ مناظر ہمیشہ مردار کھاتا رہتا ہے کیونکہ وہ مخالف کا کلام نقل کرنے اور اس کی مذمت کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ احتیاط کرلے گا کہ مخالف کی جو بات نقل کرے گا اس میں سچ بولے گا، جھوٹ سے کام نہیں لے گا۔ البتہ ایسی باتیں ضرور نقل کرے گا جو اس کے کلام کے عیب، عجز اور اس کی فضیلت کی کمی پر دلالت کریں اور یہی غیبت ہے، اگر اس کے بارے میں جھوٹ نقل کرے گا تو بہتان ہو گا۔ اسی طرح مناظر اس شخص کی عزت کے درپے ہونے سے بھی اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھ سکتا جو اس کے کلام سے اعراض کرے اور اس کے مخالف کا کلام توجہ سے سنے حتی کہ وہ ایسے شخص کو جاہل، احمق، ناسمجھ اور بے وقوف بتائے گا۔

﴿5﴾ ......**خود پسندی کا شکار ہونا:** مناظرے سے جنم لینے والی برائیوں میں سے ایک اپنے نفس کی تعریف کرنا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(1) ......الزواجر عن اقتراف الکبائر، الباب الاول، الکبیرۃ الثالثۃ، ج۱، ص۱۲۴۔
المعجم الاوسط، الحدیث:۴۶۵۴، ج۳، ص۳۰۱۔

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠(۳۲) (پ۲۷،النجم:۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

کسی دانا سے پوچھا گیا: ''براسچ کیا ہے؟'' جواب دیا: ''آدمی کا اپنے منہ میاں مٹھو بننا۔''

مناظر قوّت وغلبہ اور ہم عصروں پر فوقیت کے ساتھ اپنی تعریف کرنے سے نہیں رہ سکتا اور مناظرے کے دوران یہ بھی ضرور کہتا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں جن پر اس جیسی باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ میں مختلف علوم کا ماہر، اصول واحادیث یاد کرنے میں منفرد ہوں۔ اس کے علاوہ وہ باتیں جن سے اپنی تعریف کی جاتی ہے کبھی تو شیخی مارنے کے طور پر کہتا ہے اور کبھی ضرورت کی وجہ سے تاکہ اس کا کلام مشہور ہو۔ یہ بات معلوم ہے کہ شیخی مارنا اور خود پسندی کا شکار ہونا دونوں شرعی طور پر بھی برے ہیں اور عقلی طور پر بھی۔

﴿6﴾...... تجسس اور لوگوں کے چھپے عیوب تلاش کرنا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عظیم ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا (پ۲۶،الحجرٰت:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور عیب نہ ڈھونڈھو۔

مناظر اپنے ہم عصروں کی خطائیں اور مخالف کے عیوب تلاش کرنے سے باز نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ اگر اسے خبر ملے کہ اس کے شہر میں کوئی مناظر آرہا ہے تو وہ ایسے شخص کو تلاش کرتا ہے جو اس کے پوشیدہ حالات اسے بتائے۔ سوال کر کر کے اس کی برائیاں نکالتا اور ضرورت کے وقت اسے ذلیل ورسوا اور شرمندہ کرنے کے لئے ذخیرہ کرتا ہے۔ اس کے بچپن کے حالات اور بدن کے عیوب تک پوچھتا ہے کہ شاید اس کی کوئی لغزش یا اس کا کوئی عیب مثلاً گنجا ہونا وغیرہ معلوم ہو جائے۔ پھر جب اس کا معمولی غلبہ محسوس کرے تو اگر وہ سنجیدہ ہو تو کنایۃً اس کا عیب بیان کرتا ہے اور اس بات کو اچھا سمجھا جاتا اور نکتہ وباریک بینی شمار کیا جاتا ہے اور اگر وہ بے حیائی اور مذاق مسخری سے خوش ہوتا ہو تو اس کی برائی کھل کر بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ معتبر مناظرین کے بارے میں منقول ہے جو بڑے پائے کے مناظر شمار کئے جاتے ہیں۔

﴿7﴾...... لوگوں کی برائیوں پر خوش ہونا اور خوشی پر رنجیدہ ہونا: جو اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو وہ مسلمانوں کے اخلاق سے دُور ہے۔ پس ہر وہ شخص جو اپنی فضیلت ظاہر کر کے فخر کرنا چاہتا ہے اسے وہ بات ضرور خوش کرتی ہے جو اس کے ہم عصروں اور فضیلت میں اس کے ہم پلہ لوگوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

ان میں ایسی دشمنی ہوتی ہے جیسی سوکنوں میں ہوتی ہے۔جس طرح ایک سوکن جب دوسری کو دور سے دیکھتی ہے تو گھبرا کر لرز جاتی اور اس کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے اسی طرح تم مناظر کو دیکھو گے کہ جب وہ کسی دوسرے مناظر کو دیکھ لیتا ہے تو اس کا رنگ بدل جاتا اور وہ گھبرا جاتا ہے جیسے اس نے کوئی سرکش جنّ یا شکاری درندہ دیکھ لیا ہو۔تو کہاں ہے وہ محبت و پیار جو علما کے درمیان باہم ملاقات کے وقت ہوتا ہے اور کہاں ہے وہ جو علما کے بارے میں بھائی چارہ، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور خوشی غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونا منقول ہے۔

مربوط رشتہ:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: ''علم اہل فضل وعقل کے درمیان مربوط رشتہ ہے۔'' لٰہذا جن لوگوں کے درمیان قطعی دشمنی ہے وہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے مذہب کی اقتدا کا دعویٰ کیسے کرتے ہیں؟ غلبہ وفخر کی خواہش ہوتے ہوئے ان میں محبت کی فضا ہرگز ہرگز قائم نہیں ہوسکتی۔تمہیں مناظرے کی اتنی برائی کافی ہے کہ منافقین کے اخلاق تمہاری عادات بن جائیں اور تم مؤمنین ومتقین کے اخلاق سے محروم ہو جاؤ۔

﴿8﴾......**منافقت:** اس کی مذمت میں دلائل دینے کی حاجت نہیں، مناظرین اس پر مجبور ہوتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے مخالفین اور ان کے محبین ومتبعین سے ملتے ہیں تو زبان سے ان کی محبت اور ان کے مقام ومرتبے کے شوق کا اظہار کرنے کے سوا انہیں کوئی چارہ نہیں ہوتا حالانکہ متکلم ومخاطب اور تمام سننے والے جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ، منافقت اور فجور ہے کیونکہ وہ زبان سے تو محبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن دلوں میں ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں۔ہم ان سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگ علم سیکھیں اور عمل چھوڑ دیں، زبانوں سے اظہارِ محبت کریں اور دلوں میں بغض وعداوت رکھیں اور رشتے کاٹیں اس وقت ان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہوگی اور وہ انہیں اندھا اور بہرہ کر دے گا۔''[1] اس روایت کی صحت اس حالت کے مشاہدے سے ثابت ہے۔

[1]......الزهد للامام احمد بن حنبل، فضل ابی هريرة، الحديث:٨٣٦، ص١٧٦۔
العقوبات لابن ابی الدنيا، اسباب العقوبات وانواعها، الحديث:١، ص٢٤۔

﴿9﴾...... حق سے تکبر کرنا، اسے برا جاننا اور اس میں جھگڑنے کو پسند کرنا: مناظرے سے جنم لینے والی برائیوں میں سے ایک برائی حق سے تکبر کرنا، اسے برا جاننا اور اس میں جھگڑنے کو پسند کرنا بھی ہے۔ یہاں تک کہ مناظر کے لئے یہ بات سب سے زیادہ قابلِ نفرت ہوتی ہے کہ اس کے مخالف کی زبان پر حق ظاہر ہو۔ اگر ظاہر ہو جائے تو اس کا انکار کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے اور اسے رد کرنے کے لئے دھوکا، مکر وفریب اور حیلہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ حتی کہ اس میں جھگڑا کرنے کی طبعی عادت بن جاتی ہے۔ پھر وہ جو بھی کلام سنتا ہے اس کی طبیعت اس پر اعتراض کرنے کی طرف راغب ہوتی ہے اور معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ قرآنِ حکیم کے دلائل اور شریعت کے الفاظ کے بارے میں بھی اعتراض کی عادت اس کے دل پر غالب آجاتی ہے۔ پھر وہ بعض الفاظ کو بعض کے مقابلے میں لاتا ہے حالانکہ باطل کے مقابلے میں بھی جھگڑا کرنا ممنوع ہے کیونکہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حق کے ساتھ باطل کے خلاف جھگڑا ترک کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ،

تاجدارِ دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو باطل پر ہو اور جھگڑا چھوڑ دے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کے ایک کونے میں گھر بنائے گا اور جو حق پر ہو اور جھگڑا نہ کرے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کے اوپر والے درجے میں گھر بنائے گا۔''[1]

نیز **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے حق کو جھٹلانے اور ذاتِ الٰہی پر جھوٹ باندھنے والوں کو یکساں قرار دیا ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ (پ۲۱، العنکبوت:۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ (پ۲۴، الزمر:۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے۔

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی المراء، الحدیث: ۲۰۰۰، ج۳، ص۴۰۰۔
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، الحدیث: ۴۸۰۰، ج۴، ص۳۳۲، بتغیرٍ۔

﴿10﴾...... ریاکاری اور لوگوں پر نگاہ رکھنا: ریاکاری، لوگوں پر نگاہ رکھنا، ان کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ان کے چہروں کو اپنی طرف پھیرنے کی کوشش کرنا بھی مناظرے کی برائیوں میں سے ایک برائی ہے۔ ریاکاری ایک لاعلاج بیماری ہے، جو بڑے بڑے گناہوں کی طرف لے جاتی ہے۔ جیسا کہ "کتاب الریا" میں آئے گا۔ مناظر کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو اور لوگ اس کی تعریف کریں۔

مذکورہ 10 برائیاں بڑی بڑی باطنی برائیوں میں سے ہیں اور وہ عادات جو غیر سنجیدہ مناظرین میں پائی جاتی ہیں ان کے علاوہ ہیں جیسے ایسا جھگڑا جس میں مار دھاڑ، تھپڑ رسید کرنا، چہرے پر مارنا، کپڑے پھاڑنا، داڑھی پکڑنا، والدین کو گالیاں دینا، اساتذہ کو برا بھلا کہنا اور کھلم کھلا تہمت لگانا اور الزام تراشی کرنا ہے۔ بلاشبہ ایسے لوگوں کا شمار سمجھدار لوگوں میں نہیں ہوتا۔ ان میں سے جو اکابر اور اہلِ عقل ہوتے ہیں وہ بھی ان 10 خصلتوں میں مبتلا ہوتے ہی ہیں۔ البتہ کچھ لوگ، بعض خصلتوں سے محفوظ رہتے ہیں جبکہ مدِمقابل مناظر اس سے کم مرتبہ ہو یا زیادہ مرتبے والا ہو یا اس کے شہر اور اسبابِ معیشت سے دور کا ہو اور اگر دونوں ہم پلہ ہوں تو پھر ان خصلتوں سے نہیں بچ سکتے۔ پھر ان 10 خصلتوں میں سے ہر ایک خصلت سے مزید 10 بے ہودہ حرکات جنم لیتی ہیں ہم ان میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کر کے گفتگو کو طویل نہیں کریں گے، جیسا کہ ناک چڑھانا، غصہ کرنا، دشمنی رکھنا، لالچ کرنا، غلبہ پانے اور فخر کرنے کی قدرت حاصل کرنے کے لئے طلب مال وعزّت کی محبت، غرور، اِترانا، مالداروں اور بادشاہوں کی تعظیم کرنا، ان کے درباروں میں آنا جانا، ان کے حرام مال حاصل کرنا، گھوڑوں، سواریوں اور ممنوع کپڑوں سے زینت اختیار کرنا، فخر وغرور میں مبتلا ہو کر لوگوں کو حقیر سمجھنا، فضول کاموں میں غور وخوض کرنا، زیادہ باتیں کرنا، دل سے خوف وخشیت اور نرمی نکل جانا، دل پر غفلت طاری ہو جانا کہ ان میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کون سی نماز پڑھی؟ کہاں سے قراءت کی؟ اور کس کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہے؟ مناظرے میں مددگار علوم میں تمام عمر مشغول رہنے کے باوجود وہ اپنے دل میں خشوع محسوس نہیں کرتا اور یہ علوم یعنی عمدہ گفتگو، مُقَفّٰی و مُسَجَّع الفاظ اور نادر ونایاب باتوں کو یاد کر لینا اور ان کے علاوہ بے شمار امور ہیں جو آخرت میں نفع بھی نہیں دیں گے۔ جبکہ مناظرین اپنے درجات کے مطابق ان میں مختلف ہیں۔ ان کے مختلف درجات ہیں جو ان میں سے دین میں بڑا اور عقل ودانائی میں زیادہ ہو وہ بھی ان خصائل سے نہیں بچ سکتا بہت زیادہ کوشش کر کے اتنا کر لے گا کہ اپنے نفس پر قابو پا کر انہیں چھپا

لے گا۔ یاد رکھو! یہ گھٹیا اخلاق اس میں بھی ضرور پائے جاتے ہیں جو وعظ و نصیحت میں مشغول ہو جبکہ اس کا مقصد لوگوں میں مقبولیت پانا، اپنا مرتبہ قائم کرنا اور مال وعزت حاصل کرنا ہو۔ اس میں بھی ضرور پائے جاتے ہیں جو علمِ مذہب وفتاویٰ میں مشغول ہو جبکہ اس کا مقصد قاضی بننا، اوقاف کا متولی بننا اور اپنے ہم عصروں سے آگے بڑھنا ہو۔

ہمیشہ کی ہلاکت و بربادی یا حیات جاودانی:

مختصر یہ کہ یہ بری خصلتیں ہر اس شخص میں لازمی پائی جاتی ہیں جو آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے حصولِ ثواب کے علاوہ مقصد کے لئے علم حاصل کرتا ہے، کیونکہ علم عالم کو ایسے نہیں چھوڑتا بلکہ اسے ہمیشہ کی ہلاکت و بربادی کا نشانہ بنا دیتا یا حیاتِ جاوِدانی بخش دیتا ہے اسی لئے سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بروزِ قیامت لوگوں میں سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم نے نفع نہ دیا ہوگا۔'' (1)

بے شک یہاں علم نے نقصان دیا نفع نہیں دیا کاش! وہ برابر برابر ہی نجات پا لیتا۔ خبردار! خبردار! علم کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کا طالب دائمی بادشاہی اور ہمیشہ کی نعمتوں کا طالب ہوتا ہے۔ پس وہ بادشاہ بن کر یا ہلاک ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ دنیوی بادشاہی کے طالب کی طرح ہے کہ اگر وہ مال حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو تو ذلت سے بچنے کی امید بھی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے سخت رسوا کن حالات ضروری ہو جاتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ مناظرے کی اجازت دینے میں فائدہ ہے کہ اس سے لوگوں کو طلبِ علم کی ترغیب ملتی ہے، اگر حکومت کی محبت نہ ہو تو علوم مٹ جائیں گے۔؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو تم نے کہا ایک اعتبار سے سچ ہے، لیکن اس کا فائدہ نہیں کیونکہ اگر بچے کو گیند بلے اور چڑیوں سے کھیلنے کی لالچ نہ دی جائے تو وہ مدرسہ میں دلچسپی نہیں لیتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کھیل کود کا شوق اچھا ہے۔ اسی طرح اگر حکومت کی محبت نہ ہو تو علوم مٹ جائیں گے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حکومت کا طالب نجات پائے گا بلکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

(1) ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی نشرالعلم، الحدیث: ۱۷۷۸، ج۲، ص۲۸۵۔
المجالسة وجواھرالعلم للدینوری، الحدیث: ۹، ج۱، ص۵۷۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دین کی مدد ان لوگوں سے بھی لیتا ہے جن کے اخلاق نہیں۔'' (1)

ایک روایت میں ہے کہ ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ فاسق و فاجر شخص سے بھی اس دین کی مدد لے لیتا ہے۔'' (2)

آگ اور شمع کی مثل:

پس طالبِ حکومت خود ہلاک ہورہا ہوتا ہے۔ البتہ اس کے سبب کبھی دوسروں کی اصلاح ہوجاتی ہے جبکہ وہ ترکِ دنیا کی طرف بلائے اور یہ اس شخص میں ہوتا ہے جس کا ظاہری حال علمائے سلف کے ظاہر جیسا ہو۔ اگر وہ دل میں مقام و مرتبہ کی خواہش چھپائے ہوئے ہو تو اس کی مثال اس شمع جیسی ہے جو خود تو جلتی ہے مگر دوسرے اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اس کی ہلاکت میں دوسروں کی اصلاح ہے اور اگر وہ طلبِ دنیا کی طرف بلائے تو اس کی مثال آگ جیسی ہے جو خود بھی جلتی ہے اور دوسروں کو بھی جلاتی ہے۔

علما کی اقسام:

علما کی تین قسمیں ہیں: (۱) جو خود کو بھی اور دوسروں کو بھی ہلاک کرنے والے ہیں اور یہ وہ ہیں جو علانیہ دنیا کی ترغیب دلاتے اور اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ (۲) جو خود بھی سعادت مند ہوتے ہیں اور دوسروں کی بھی خوش بختی کا ذریعہ بنتے ہیں اور یہ وہ ہیں جو ظاہر و باطن میں لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلاتے ہیں۔ (۳) جو خود ہلاک ہوتے ہیں مگر دوسروں کی سعادت مندی کا ذریعہ بنتے ہیں اور یہ وہ ہیں جو آخرت کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ بظاہر تو دنیا چھوڑ چکے ہوتے ہیں لیکن دل میں لوگوں میں مقبولیت اور جاہ و حشمت کی تمنا رکھتے ہیں۔ پس تم غور کرو کہ تم کس قسم میں داخل ہو اور کس کی تیاری میں مگن ہو؟ اور ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے علم و عمل کو قبول فرمالے گا جو خالصۃً اس کی رضا کے لئے نہیں۔ عنقریب ''کتاب الریا'' بلکہ تمام **مہلکات** میں ایسی گفتگو آئے گی جو تمہارے شک و شبہ کو ختم کردے گی۔

اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ......السنن الکبری للنسائی، کتاب السیر، باب الاستعانۃ بالفجار فی الحرب، الحدیث۸۸۸۵، ج۵، ص۲۷۹۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ان اللہ یؤید......الخ، الحدیث:۳۰۶۲، ج۲، ص۳۲۹۔

باب نمبر5: شاگرد اور اُستاذ کے آداب

پہلی فصل: طالب علم کے آداب

شاگرد کے ظاہری آداب تو بہت زیادہ ہیں لیکن انہیں 10 جملوں کی لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔

﴿1﴾......**دل کو برے اخلاق اور بری صفات سے پاک کرنا:** سب سے پہلے طالبِ علم اپنے دل کو برے اخلاق اور بری صفات سے پاک کرے کیونکہ علم دل کی عبادت، راز کی نماز اور باطن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب کا نام ہے۔ جس طرح وہ نماز جو ظاہری اعضاء کا عمل ہے، بدن کو نجاستوں اور ناپاکیوں سے پاک کئے بغیر درست نہیں ہوتی اسی طرح باطن کی عبادت اور علم سے دل کی آبادکاری اسے گندے اخلاق اور ناپاک اَوصاف سے پاک کئے بغیر درست نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ، خلق کے رہبر، شفیعِ محشر، محبوبِ دَاوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃ یعنی دین کی بنیاد پاکی پر ہے۔ [1]

پاکی ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پ۱۰، التوبة:۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: مشرک نرے (بالکل) ناپاک ہیں۔

اس میں عقل والوں کو تنبیہ ہے کہ طہارت ونجاست صرف ظاہر کے ساتھ خاص نہیں۔ دیکھو! مشرک نے کبھی صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوتے اور غسل بھی کیا ہوتا ہے اس کے باوجود وہ اصلاً ناپاک ہے یعنی اس کا باطن ناپاکیوں سے آلودہ ہے۔ نجاست اس چیز کا نام ہے جس سے اجتناب کیا جائے اور دوری اختیار کی جائے اور باطنی ناپاک صفات سے بچنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ وہ فی الحال ناپاک اور بالآخر ہلاک کرنے والی ہیں۔ اسی لئے سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' [2]

بھونکنے والے کتے:

دل گھر ہے، جائے نزول ملائکہ، ان کے اثرات اور ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور گھٹیا عادات مثلاً غصہ، شہوت،

---

[1] ......جمع الجوامع، حرف التاء، التاء مع النون، الحديث:۱۰۶۲۴، ج۴، ص۱۱۵۔

[2] ......صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب التصاوير، الحديث:۵۹۴۹، ج۴، ص۸۷۔

بغض وکینہ، حسد، تکبر، خود پسندی وغیرہ بھونکنے والے کتے ہیں تو فرشتے اس دل میں کیسے داخل ہوں گے جوان کتوں سے بھرا ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم کا نور فرشتوں کے ذریعے ہی دلوں میں داخل فرماتا ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ (پ۲۵، الشوریٰ:۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے۔

اسی طرح دلوں میں بھیجی جانے والی علوم کی رحمت اس پر مقرر فرشتوں کے ذریعے ہی آتی ہے اور وہ فرشتے پاک ہیں۔ بری صفات سے محفوظ ہیں۔ اس لئے وہ پاک ہی کو دیکھتے ہیں اور ان کے پاس جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے خزانے ہیں وہ ان سے پاک لوگوں کو ہی معمور فرماتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

میں یہ نہیں کہتا کہ لفظ بیت (یعنی گھر) سے مراد دل اور کلب (یعنی کتے) سے مراد غصہ اور دیگر بری صفات ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات پر آگاہ کرنا اور ظاہری معنی کو برقرار رکھتے ہوئے ظاہر سے باطنی معنی مراد لینا ہے۔ پس اسی قضیہ سے ہمارے اور فرقہ باطنیہ والوں کے درمیان فرق ہوگیا۔ یہی عبرت حاصل کرنے کا طریقہ اور ائمہ ابرار (نیک ائمہ) کا مسلک ہے اور عبرت حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس سے نصیحت پکڑو جو کسی دوسرے کے لئے بیان کیا جائے اور اسے اس کے ساتھ خاص نہ سمجھو۔ جیسا کہ عقل مند شخص کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھتا ہے تو وہ اس سے عبرت پکڑتا ہے کہ یہ مصیبت اسے بھی لاحق ہوسکتی ہے کیونکہ دنیا تو جائے انقلاب ہے۔ پس اس کا دوسرے کے حالات سے خود عبرت پکڑنا اور اپنی حالت سے دنیا کی حقیقت پر عبرت پکڑنا اچھا ہے۔ اس لئے تم بھی لوگوں کے بنائے ہوئے گھر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بنائے ہوئے گھر یعنی دل کا اندازہ لگاؤ اور وہ کتا جس کی برائی اس کی بری خصلت کی وجہ سے کی جاتی ہے نہ کہ صورت کی وجہ سے، وہ اس میں موجود ناپاکی اور درندگی ہے اس سے اس روح کا اندازہ لگاؤ جس میں درندگی پائی جاتی ہے۔

شکاری کتا، ظالم بھیڑیا، چیتا اور شیر:

یاد رکھو! جو دل غصے اور دنیا کی حرص سے لبریز ہو، اس پر لڑتا ہو اور لوگوں کی عزتوں کو پامال کرنے کا حریص ہو وہ

معنوی طور پر کتا ہے۔ البتہ! صورت میں دل ہے پس نورِ بصیرت معانی کو دیکھتا ہے صورتوں کو نہیں، دنیا میں صورتیں معانی پر غالب ہیں اور معانی ان میں پوشیدہ ہیں۔ جبکہ آخرت میں صورتیں معانی کے پیچھے چلیں گی اور معانی غالب ہوں گے۔ اسی وجہ سے ہر شخص کو اس کی معنوی صورت پر اُٹھایا جائے گا۔ لہٰذا لوگوں کی عزتوں کو پاش پاش کرنے والا شکاری کتے کی شکل میں [1]، لوگوں کے اموال کا حریص ظالم بھیڑیے کی شکل میں، تکبر کرنے والا چیتے کی صورت میں اور حکومت کا طالب شیر کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ اس مضمون کی احادیث وارد ہیں اور اہلِ بصیرت واہلِ بصارت کے نزدیک عبرت اس پر گواہ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ کتنے گھٹیا اخلاق کے طلبہ ایسے ہیں جنہوں نے علوم حاصل کر لئے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) افسوس! وہ حقیقی علم سے کتنے محروم ہیں جو آخرت میں نفع بخش اور سعادت وخوش بختی کا ذریعہ ہے کیونکہ علم کے آغاز میں سے یہ بات ہے کہ طالبِ علم پر ظاہر ہو جائے کہ گناہ زہرِ قاتل ہیں اور کیا تم نے کبھی ایسا شخص دیکھا ہے جو یہ جانتے ہوئے زہر کھائے کہ یہ باعث ہلاکت ہے؟ اور جو تم نے رسمی لوگوں سے سنا ہے وہ تو ایک بات ہے جسے وہ ایک بار اپنی زبانوں سے بنا سنوار کر کہتے ہیں اور دوسری بار ان کے دل اس بات کا رد کر دیتے ہیں، اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ علم تو ایک نور ہے جو دل میں رکھا جاتا ہے۔

بعض علما نے فرمایا: علم خشیت (الٰہی کا نام) ہے۔ کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ (پ۲۲، فاطر:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

گویا اس میں علم کے نتائج کی طرف اشارہ ہے اسی وجہ سے بعض محققین نے علما کے اس قول ''ہم نے علم کو غیرِ خدا کے لئے حاصل کیا تو علم نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کے لئے حاصل ہونے سے انکار کر دیا'' کا مفہوم یہ بیان کیا کہ علم نے

[1] ......فیض القدیر، حرف اللام، تحت الحدیث: ۷۴۳۷، ج۵، ص۳۸۰۔

انکار کر دیا اور ہم سے کنارہ کشی اختیار کر لی پس ہم پر علم کی حقیقت آشکار نہ ہوئی ہمیں صرف اس کے الفاظ حاصل ہوئے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ میں نے محققین علما وفقہا کی ایک جماعت دیکھی جنہوں نے فروع واصول میں نمایاں مقام حاصل کیا اور وہ اکابرین میں شمار کئے جاتے ہیں حالانکہ وہ برے اخلاق کے حامل ہیں، اتنے علم سے بھی وہ پاک نہ ہو سکے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تم مراتب علم اور علمِ آخرت کو پہچان جاؤ گے تو تم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جس چیز میں وہ مشغول ہیں اس کا علم ہونے کی حیثیت سے فائدہ کم ہے بلکہ اس کا فائدہ تو رضائے الٰہی کے لئے عمل ہونے کے اعتبار سے ہے جبکہ اس سے مقصود قربِ الٰہی کا حصول ہو۔ اس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عنقریب اس کی مزید وضاحت آئے گی۔

﴿2﴾...... **دنیوی مشغولیات سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کرنا:** طالبِ علم اپنی دنیوی مشغولیات کو کم کرے، اپنے گھر والوں اور وطن سے دور رہے کیونکہ یہ تعلقات اسے مشغول رکھتے اور طلبِ علم سے پھیر دیتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔

(پ ۲۱، الاحزاب: ۴)

اور جب خیالات منتشر ہو جائیں تو حقائق جاننے میں کمی آجاتی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ علم تجھے اپنا بعض اس وقت تک نہ دے گا جب تک تم اسے اپنا سب کچھ نہ دے دو گے اور جب تم اپنا سب کچھ اسے دے دو گے تو تمہیں اس کا بعض مل جائے گا لیکن اس میں بھی خطرہ ہوگا (کہ وہ مفید ہے یا نقصان دہ) اور مختلف کاموں میں بٹی ہوئی سوچ اس نالے کی طرح ہے جس کا پانی بکھر جائے، پھر اس میں سے کچھ زمین خشک کر دے، کچھ ہوا میں مل جائے اور اتنا نہ بچے جو جمع ہو کر کھیت تک پہنچے۔

﴿3﴾...... **علم پر تکبر نہ کرنا:** طالبِ علم، علم پر تکبر نہ کرے، استاذ پر حکم نہ چلائے بلکہ اپنے تمام معاملات کی لگام مکمل طور پر استاذ کے ہاتھ میں دے دے اور اس کی نصیحت کو ایسے قبول کرے جیسے جاہل بیمار، شفیق وماہر طبیب کی نصیحت کو

مانتا ہے اور اسے چاہئے کہ اپنے استاذ سے عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آئے اور اس کی خدمت کرکے ثواب و فضیلت کا طالب ہو۔

علما و اکابرین اور اہل بیت کا مقام و مرتبہ:

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک شخص کی نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے اور ان کا خچر قریب لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں، اتنے میں حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تشریف لائے اور خچر کی رکاب تھام لی۔ حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: ''اے رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچازاد بھائی! آپ زحمت نہ فرمایئے!'' حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''ہمیں علما و اکابرین کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' پھر حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا: ''ہمیں اہلِ بیت رسول کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' (1)

حضور نبی کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خوشامد مسلمان کی صفات میں سے نہیں مگر طلبِ علم میں۔'' (2)

طالب علم کو استاذ کے سامنے تکبر نہیں کرنا چاہئے اور یہ بھی تکبر ہے کہ وہ مشہور و معروف علما کے علاوہ سے علم حاصل کرنے کو ناپسند کرے اور یہ عین حماقت ہے کیونکہ علم نجات اور سعادت کا ذریعہ ہے اور جو شخص چیر پھاڑ دینے والے درندے سے بھاگنا چاہتا ہے وہ اس میں فرق نہیں کرے گا کہ بھاگنے کی راہ کوئی مشہور شخص بتائے یا گمنام اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بے خبر لوگوں کے لئے آگ کی درندگی کا نقصان تمام درندوں کے نقصان سے زیادہ ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں پائے غنیمت جانے اور جس نے اس کی طرف رہنمائی کی اس کا احسان مانے وہ جو بھی ہو، اسی لئے کہا گیا ہے:

اَلْعِلْمُ حَرْبٌ لِلْفَتَی الْمُتَعَالِی   كَالسَّيْلِ حَرْبٌ لِلْمَكَانِ الْعَالِي

---

1 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، الحدیث:۸۵۷، ص۱۷۴۔
عیون الاخبار للدنیوری، کتاب السؤدد، التواضع، ج۱، ص۳۸۰ تا ۳۸۱۔

2 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، الحدیث:۸۵۸، ص۱۷۸۔

ترجمہ: علم کو متکبر شخص سے عداوت ہوتی ہے جیسے سیلاب کو بلند جگہ سے عداوت ہوتی ہے۔

پس علم تواضع اور توجہ کے ساتھ سنے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ(۳۷) (پ۲۶، قٓ:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

دل رکھنے والے سے مراد یہ ہے کہ وہ علم کو سمجھ سکتا ہو پھر سمجھنے کی قدرت اسے فائدہ نہ دے گی جب تک کہ وہ توجہ کے ساتھ کان لگا کر نہ سنے گا تاکہ جو کچھ اسے بتایا جائے اچھی توجہ، انکساری، شکریہ، خوشی اور احسان ماننے کے ساتھ اسے قبول کرلے۔ شاگرد کو استاذ کے سامنے نرم زمین کی طرح ہونا چاہئے جو موسلا دھار بارش کو جذب کرکے اسے مکمل طور پر قبول کرلیتی ہے اور جب استاذ اسے علم سیکھنے کا کوئی طریقہ بتائے تو اسے چاہئے کہ اپنی رائے کو چھوڑ کر استاذ کے بتائے ہوئے طریقے کو اختیار کرے کیونکہ اس کے رہنما کی خطا اس کے لئے اپنی درستی سے زیادہ مفید ہے۔ اس لئے کہ تجربہ ایسی باریکیوں پر مطلع کرتا ہے جن کو سننے سے تعجب ہوتا ہے حالانکہ ان کا نفع بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کتنے گرم مزاج مریض ایسے ہیں کہ طبیب ان کا علاج گرم دواؤں کے ساتھ کرتا ہے تاکہ ان کی حرارت اس حد تک زیادہ ہوجائے کہ وہ علاج کا صدمہ برداشت کرسکے، اس سے اس شخص کو تعجب ہوتا ہے جو فن طب سے نابلد ہوتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا خضر اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعہ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے، جب حضرت سیِّدُنا خضر عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کہا:

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا(۶۷) وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا(۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے، اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

(پ۱۵، الکھف:۶۷، ۶۸)

پھر انہوں نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر چُپ چاپ مان لینے کی پابندی لگادی اور کہا:

فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْــٴَـلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۠(۷۰) (پ۱۵، الکھف:۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

پھر حضرت سیِّدُ نا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبر نہ کر سکے اور بار بار انہیں ٹوکتے رہے یہاں تک کہ یہ بات ان کے درمیان جدائی کا سبب بن گئی۔ مختصر یہ کہ جو شاگرد استاذ کے سامنے اپنی رائے کو ترجیح دیتا ہے اس پر محرومی اور خسارے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

(پ ۱۴، النحل: ۴۳)

یہاں تو سوال کرنے کا حکم ہے!؟ یاد رکھو کہ بات ایسی ہی ہے لیکن اس چیز کے بارے میں سوال کرے جس کے متعلق سوال کرنے کی استاذ اجازت دے کیونکہ جو چیز تمہاری سمجھ میں نہ آ سکے اس کے بارے میں پوچھنا مذموم ہے۔ اسی لئے حضرت سیِّدُ نا خضر نے حضرت سیِّدُ نا موسیٰ کلیم اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوچھنے سے منع کر دیا تھا یعنی اس کے وقت سے پہلے مت پوچھو۔ استاذ زیادہ جانتا ہے کہ تم کس کے اہل ہو اور اس بات کو ظاہر کرنے کا کون سا وقت ہے؟ اور بلند درجات میں سے ہر درجہ میں جس چیز کو بیان کرنے کا وقت نہیں آیا اس کے بارے میں پوچھنے کا وقت بھی نہیں آیا۔

عالم کے حقوق:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''عالم کے حقوق میں سے ہے کہ تم اس سے زیادہ سوال نہ کرو، جواب میں اس پر سختی نہ کرو، وہ تھک جائے تو اصرار نہ کرو، جب وہ اٹھنے لگے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو، اس کے بھید نہ کھولو، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، اس کے عیب نہ ڈھونڈو، اگر لغزش کرے تو اس کا عذر قبول کرو، جب تک وہ دین کی حفاظت کرے تب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تم پر اس کی تعظیم و توقیر واجب ہے، اس کے آگے نہ بیٹھو اور جب اسے کوئی حاجت ہو تو سب سے پہلے اس کی خدمت کرو۔'' (1)

1 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، الحدیث ۵۸۵، ص ۱۷۵۔

﴿4﴾......**ابتداءً لوگوں کے اختلافات پر دھیان نہ دینا:** طالبِ علم ابتدا میں لوگوں کے اختلافات پر دھیان نہ دے خواہ وہ دنیوی علوم ہوں یا اُخروی، کیونکہ یہ بات اس کی عقل کو پریشان، ذہن کو حیران، اس کی رائے کو سست اور مسائل کو جاننے سمجھنے سے مایوس کردے گی بلکہ اسے چاہئے کہ پہلے ایک اچھے اور منفرد طریقے کا یقین کرے جو اس کے استاذ کو بھی پسند ہو پھر اس کے بعد دوسرے مذاہب اور شبہات کی طرف توجہ دے۔ اگر استاذ ایک رائے کو اختیار کرنے میں پختہ نہ ہو بلکہ اس کی عادت ہو کہ وہ محض مذاہب اور ان کی ابحاث کو نقل کرتا ہو تو اس سے بچے کیونکہ اس کی گمراہی رہنمائی سے زیادہ ہوگی کہ اندھا اندھوں کی قیادت ورہنمائی نہیں کرسکتا۔ جس شخص کی یہ حالت ہو وہ خود جہالت وحیرت کے جنگل میں بھٹکتا رہتا ہے۔ ابتدائی طالبِ علم کو شبہات سے روکنا ایسا ہے جیسے نومسلم کو کفار کے ساتھ میل جول سے منع کرنا اور قوی کو اختلافات میں نظر کرنے کی ترغیب دلانا ایسا ہے جیسے قوی کو کفار سے میل جول کی رغبت دلانا۔ اسی وجہ سے بزدل کو لشکرِ کفار پر حملہ کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور بہادر کو اس کی رغبت دلائی جاتی ہے۔ بعض ضعیف لوگوں نے اس باریک نکتہ سے غافل ہونے کی وجہ سے یہ گمان کیا کہ طاقت ور لوگوں سے جو کمزوریاں منقول ہیں ان میں ان کی پیروی جائز ہے اور یہ نہ جانا کہ ان کے معاملات کمزور لوگوں کے معاملات سے جداگانہ ہیں۔ اسی کے بارے میں بعض بزرگوں نے فرمایا: ''جس نے مجھے ابتدا میں دیکھا وہ صدیق ہوگیا اور جس نے مجھے انتہا میں دیکھا وہ زندیق ہوگیا۔'' کیونکہ انتہا میں اعمال باطن کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور ظاہری اعضاء فرائض کے علاوہ اعمال سے رک جاتے ہیں تو دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ سستی اور بے کاری ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ تو عین حضوری میں دل کی نگرانی اور ہمیشہ ذکر کو اختیار کرنا ہے جو سب اعمال سے افضل ہے۔

سمندر میں جو خاصیت ہے وہ کوزے میں نہیں:

طاقت ور کے ظاہر حال کو دیکھ کر اسے لغزش سمجھنے والا کمزور شخص اس شخص کی طرح عذر پیش کرتا ہے جو پانی کے کوزے میں معمولی سی نجاست ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نجاست سے کئی گنا زیادہ سمندر میں ڈالی جاتی ہے اور سمندر کوزے سے بہت بڑا ہے پس جو سمندر کے لئے جائز ہے وہ کوزے کے لئے بدرجہ اَولیٰ جائز ہوگا وہ بے چارہ یہ نہیں جانتا کہ سمندر اپنی قوت وطاقت سے نجاست کو پانی میں تبدیل کردیتا ہے تو نجاست کا عین پانی کے غلبے کی وجہ سے اس کی

صفت سے بدل جاتا ہے اور قلیل نجاست کوزے پر غالب آجاتی ہے اور اس میں موجود پانی کو اپنی صفت پر لے آتی ہے اسی وجہ سے حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے وہ باتیں جائز تھیں جو دوسروں کے لئے جائز نہ تھیں یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو (بیک وقت) نو اَزواج (بیویاں) رکھنے کی اجازت تھی۔[1] کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایسی قوت حاصل تھی جس سے عورتوں میں عدل وانصاف فرماتے اگرچہ وہ بہت ساری ہوں جبکہ کوئی دوسرا کچھ عدل پر قادر نہیں بلکہ عورتوں کے درمیان کا نقصان اسے پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ عورتوں کی رضاجوئی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا فرشتوں کو لوہاروں پر قیاس کرنے والا کیسے فلاح پا سکتا ہے۔

﴿5﴾...... عمدہ علم کے ہر فن اور ہر قسم کو جاننے کی کوشش کرنا: طالبِ علم اچھے علوم کا کوئی فن اور اس کی کوئی قسم نہ چھوڑے، اس میں اس قدر غور وفکر کرے کہ اس کی غرض وغایت معلوم ہو جائے پھر اگر زندگی وفا کرے تو اس میں مہارت حاصل کرے ورنہ اس سے زیادہ اہم میں مشغول ہو کر اسے پورا کرے اور بقیہ علوم میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل کرلے کیونکہ علوم ایک دوسرے کے مددگار اور ایک دوسرے سے مربوط (جڑے ہوئے) ہیں۔ فی الحال علم سے علیحدگی اختیار کرنے والا جہالت کے باعث اس علم سے عداوت رکھتا ہے، کیونکہ لوگ جس سے جاہل ہوتے ہیں اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ﴿۱۱﴾ (پ۲۶،الاحقاف:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا بہتان ہے۔

شاعر کہتا ہے:

وَمَنْ یَكُ ذَا فَمٍ مَرِیْضٍ　　　یَجِدُ مُرًّا بِهِ الْمَاءَ الزُّلَالَا

ترجمہ: کڑوے منہ والا مریض میٹھے پانی کو بھی کڑوا سمجھتا ہے۔

علوم کے مختلف درجات ہیں یا تو وہ بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف لے جاتے ہیں یا اس میں کسی نہ کسی قسم کی اعانت کرتے ہیں اور مقصود سے قریبی ودوری میں ہر علم کا ایک مقرر مقام ہے۔ ان علوم کو قائم کرنے والے ان کے محافظ ہیں

1 ......صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، الحدیث۵۰۶۸، ج۳، ص۴۲۳۔

جس طرح جہاد میں اسلامی سرحدوں کے محافظ ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک مرتبہ ہے اور اسی مرتبے کے اعتبار سے آخرت میں اس کے لئے اجر ہے جبکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔

﴿6﴾......ترتیب علوم کا لحاظ رکھنا اور سب سے پہلے اہم کو شروع کرنا: طالبِ علم دفعتاً علم کے فنون میں سے کسی فن میں مشغول نہ ہو بلکہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور سب سے پہلے اہم کو شروع کرے کیونکہ عام طور پر زندگی تمام علوم سیکھنے کا موقع نہیں دیتی۔ لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ ہر فن میں سے عمدہ کو حاصل کرلے اور اس میں سے تھوڑے پر اکتفا کرے اور اس سے حاصل ہونے والی تمام قوت اس علم کی تکمیل میں صرف کرے جو سب سے افضل ہے اور وہ علم آخرت یعنی اس کی دونوں اقسام: **علم معاملہ** اور **علم مکاشفہ** ہے۔ علم معاملہ کی انتہا مکاشفہ ہے اور علم مکاشفہ کی انتہا معرفتِ الٰہی ہے۔ اس سے میری مراد وہ اعتقاد نہیں جسے عوام باپ داداؤں سے سنتے آئے ہوں یا زبانی یاد کرلیا ہو اور نہ ہی تحریر کلام کا طریقہ اور مجادلہ مراد ہے جس کے ذریعے وہ اپنے کلام کو مخالف کی دھوکا بازیوں سے بچاتا ہے جیسا کہ علم کلام والے کی یہ غرض ہوتی ہے بلکہ مکاشفہ تو یقین کی ایک قسم ہے جو اس نور کا ثمرہ ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بندے کے دل میں ڈالتا ہے جو مجاہدے کے ذریعے باطن کو خباثتوں سے پاک کرلیتا ہے یہاں تک کہ وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ایمان کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ ایمان کہ اگر ساری کائنات کے ایمان سے تولا جائے تو بھی وزنی رہے۔ جیسا کہ تاجدارِ رسالت، ماہ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کی گواہی دی ہے۔[1]

اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تمام صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے اس راز کی وجہ سے افضل ہیں جو ان کے سینے میں راسخ تھا۔ لہٰذا تم اس راز کی معرفت کے حریص بن جاؤ جو فقہا اور متکلمین کی ہمت سے خارج ہے اور اسے تلاش کرنے کی تمہاری حرص ہی اس کی طرف تمہاری رہنمائی کرے گی۔ بہر حال تمام علوم سے افضل اور تمام علوم کی غرض و غایت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت ہے اور معرفتِ الٰہی ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی تک نہیں پہنچا جاسکتا اس میں بندوں کے درجات میں سب سے افضل درجہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہے پھر اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا پھر ان سے متصل لوگوں کا۔

❶......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، عبداللّٰہ بن عبدالعزیز: ۱۰۱۴، ج۵، ص۳۳۵۔

پُرحکمت تحریر:

منقول ہے کہ پہلے کے داناؤں میں سے دو کی تصویر ان کی عبادت گاہ میں دیکھی گئی، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں موجود ورق پر لکھا تھا کہ اگر تم ہر چیز کو اچھے طریقے سے سیکھ لو تو یہ نہ سمجھو کہ تم نے کسی چیز کو اچھے طریقے سے جان لیا ہے جب تک کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل نہ کرلو اور یہ یقین نہ کرلو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب اور تمام چیزوں کا موجد ہے اور دوسرے دانا کے ہاتھ میں موجود ورق پر لکھا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل کرنے سے پہلے میں پانی پینے کے باوجود پیاسا رہتا تھا اور معرفت کے حصول کے بعد میں بغیر پیے سیراب رہتا ہوں۔

﴿7﴾......ایک فن کی تکمیل کے بعد دوسرے فن کی طرف متوجہ ہونا: طالبِ علم اس وقت تک دوسرے فن میں مشغول نہ ہو جب تک پہلے کو مکمل نہ کرلے کیونکہ علوم ترتیب ضروری پر مرتب ہیں اور ان میں سے بعض بعض کا ذریعہ ہیں اور توفیق یافتہ وہ ہے جو اس ترتیب اور درجہ بندی کی رعایت کرے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہئے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔

یعنی وہ ایک فن سے اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے جب تک علم وعمل کے لحاظ سے اسے پختہ نہ کرلیں۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ وہ جس علم کے حصول کا ارادہ کرے اس سے اس کا مقصد اس سے اعلیٰ علم کی طرف ترقی کرنا ہو اور کسی علم کے بارے میں اس علم کے جاننے والوں میں اختلاف واقع ہونے یا اس میں کسی ایک یا چند ایک سے غلطی ہوجانے یا لوگوں کے اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس علم کے فساد کا حکم نہ لگائے۔ تم دیکھتے ہو کہ ایک جماعت نے عقلیات وفقہیات میں غور وفکر کرنا چھوڑ دیا اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر ان کی کوئی اصل ہوتی تو ان کے جاننے والے اسے ضرور پاتے۔ اس اعتراض کا جواب معیار العلم کے بیان میں گزر چکا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ ایک گروہ طبیب کی غلطی کو دیکھ کر طب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے اور ایک گروہ کسی نجومی کی اتفاقیہ درست بات کو دیکھ کر علمِ نجوم کو صحیح گردانتا ہے اور کوئی گروہ کسی دوسرے نجومی کی اتفاقی غلطی کی وجہ سے اسے باطل بتاتا ہے حالانکہ یہ سب غلط ہے بلکہ چاہئے تو یہ کہ فی نفسہٖ شے کو جانا جائے کیونکہ ہر شخص ہر علم کا ماہر نہیں ہوتا اسی لئے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی

کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: ''حق کو افراد سے نہ پہچانو بلکہ فی نفسہٖ حق کی پہچان حاصل کرو افراد کو خود ہی پہچان جاؤ گے۔'' (1)

﴿8﴾......افضل علم تک پہنچانے والے سبب کی معرفت حاصل کرنا: طالبِ علم اس سبب کو پہچانے جس کے ذریعے وہ تمام علوم سے افضل علم کو حاصل کر سکے اور کسی علم کا شرف دو چیزوں سے ہوتا ہے: (۱)......انجام کی فضیلت (۲)......دلیل کی مضبوطی وقوت سے۔ اس کی مثال علم دین اور علم طب ہے کہ ان میں سے ایک کا نتیجہ حیاتِ سرمدی اور دوسرے کا حیاتِ فانی ہے۔ لہٰذا علم دین افضل ہوا (کہ اس کا نتیجہ حیاتِ سرمدی ہے)۔ ایک مثال علم حساب اور علم نجوم کی ہے کہ علم حساب دلائل کی مضبوطی اور قوت کی وجہ سے افضل ہے، اگر حساب کی نسبت طب کی طرف کی جائے تو نتیجے کے اعتبار سے طب افضل ہے جبکہ دلائل کے اعتبار سے حساب افضل ہے لیکن نتیجے کا اعتبار کرنا زیادہ بہتر ہے اس لئے طب افضل ہے اگرچہ اس کا اکثر حصہ ظنی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ تمام علوم میں افضل علم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا علم اور ان علوم تک پہنچانے والے راستے کا علم ہے۔ اس لئے تمہیں اسی میں دلچسپی لینی چاہئے اور اسی کا حریص ہونا چاہئے۔

﴿9﴾......باطن کی صفائی: طالبِ علم کا مقصود یہ ہو کہ وہ پہلے اپنے باطن کی صفائی کرے گا اور اسے فضیلت سے آراستہ کرے گا اور آخر میں **اللّٰہ** سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرے گا اور ملائکہ ومقربین کی بارگاہ کے قرب تک رسائی پائے گا۔ یہ نیت نہ کرے کہ علم سے حکومت، مال ودولت، مقام ومرتبہ، بیوقوفوں سے جھگڑا اور ہم عصروں پر فخر کرے گا۔ اگر اچھی نیت سے علم حاصل کیا تو اپنے مقصود سے قریب تر یعنی علم آخرت کو ضرور طلب کرے گا لیکن اس کے باوجود وہ باقی علوم کو بنظر حقارت نہ دیکھے یعنی علم فتاویٰ، علم نحو وعلم لغت جو قرآن وحدیث سے متعلق ہو اور اس کے علاوہ دیگر فرض کفایہ علوم جنہیں ہم نے مقدمات اور متممات میں بیان کیا ہے۔

علم آخرت کے مقابلے میں دیگر علوم کی حیثیت:

علم آخرت کی تعریف میں ہمارے مبالغہ کرنے سے تم یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ باقی علوم مذموم ہیں۔ ان علوم کے حامل

---

(1)......صید الخاطر لابن الجوزی، فصل ولا تنس نصیبک من الدنیا، ط۲۔

سرحدوں کی حفاظت کرنے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے غازیوں کی طرح ہیں۔ان میں سے کچھ لڑتے ہیں تو کچھ حملوں کو روکتے ہیں۔بعض مجاہدین کو پانی پلاتے ہیں تو بعض ان کی سواریوں کی حفاظت کرتے اور ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ان میں سے کوئی بھی اجروثواب سے محروم نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی نیت اعلائے کلمۂ حق کی ہو نہ کہ غنیمتیں اکٹھی کرنے کی۔علما کے بھی مختلف درجات ہیں۔اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸،المجادلۃ:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں۔

فضیلت ایک اضافی چیز ہے۔ہمارا صرافوں کو بادشاہوں کی نسبت کم تر سمجھنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ بھنگیوں کی بنسبت بھی حقیر ہیں اس لئے تم یہ گمان نہ کرو کہ جو سب سے بلند مرتبہ سے کم درجہ ہے اس کا کوئی مرتبہ نہیں بلکہ سب سے بلند مرتبہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہے پھر اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا پھر پختہ علم والے علما کا پھر صالحین کا ان کے درجات کے اعتبار سے ہے۔مختصر یہ کہ،

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۠﴿۸﴾

(پ۳۰، الزلزال:۷،۸)

ترجمۂ کنزالایمان: جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

اور جو شخص علم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل کرنے کا قصد کرے گا وہ علم خواہ کوئی سا بھی ہو اسے ضرور نفع ملے گا اور بلندی نصیب ہوگی۔

﴿10﴾...... مقصد کی جانب علم کی نسبت کو جاننے کی کوشش کرنا: طالبِ علم علم کی طرف مقصد کی جو نسبت ہے اسے جانے تاکہ قریب اور اعلیٰ کو بعید اور ادنیٰ پر اور اہم (یعنی مقصود بالذات) کو غیر مقصود پر ترجیح دے سکے۔یہاں مُھِـمّ (اہم) سے مراد وہ ہے"جو تجھے فکر مند کرے"اور تجھے صرف دنیا وآخرت کا معاملہ ہی فکر مند کرتا ہے اور جب دنیا کی لذّتوں اور آخرت کی نعمتوں کو اکٹھا کرنا ممکن نہیں جیسا کہ قرآنِ حکیم نے اس بات کو بیان کیا اور نورِ بصیرت جو

مشاہدے کے قائم مقام ہے وہ بھی اس پر گواہ ہے تو حقیقت میں اہم وہ ہے جس کا نفع ہمیشہ باقی رہے۔

منزل، سواری اور مقصدِ حقیقی:

دنیا گویا ایک منزل ہے (جہاں کچھ دیر قیام کیا جاتا ہے) اور یہ بدن ایک سواری ہے (جس پر سوار ہو کر مراد تک پہنچا جاتا ہے) اور اس سے صادر ہونے والے اعمال مقصد کی طرف دوڑ ہے اور مقصدِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات ہے اسی میں تمام نعمتیں ہیں اگرچہ دنیا میں بہت تھوڑے لوگ اس علم کی قدر جانتے ہیں۔

مراتبِ علم مثال کے آئینے میں:

لقاءِ الٰہی اور بلا حجاب دیدارِ الٰہی کی سعادت کی طرف نسبت کے اعتبار سے علم کے تین درجے ہیں۔ دیدار سے مراد وہ ہے جس کے طالب انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور وہ اسے سمجھتے ہیں۔ وہ دیدار مراد نہیں جس کی طرف عوام اور متکلمین کا ذہن جاتا ہے۔ ان تین درجات کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی غلام کو کہا جائے کہ اگر تم مکمل حج کرلو تو تمہیں غلامی سے آزادی کا پروانہ بھی ملے گا اور بادشاہی بھی عطا کی جائے گی اور اگر حج کے راستے پر چلنا شروع کردیا اور وہاں تک پہنچنے کی کوشش بھی کی مگر کوئی سخت رکاوٹ آڑے آگئی اور حج نہ کرسکا تو صرف غلامی کی شقاوت سے رہائی ملے گی، بادشاہی کی سعادت نصیب نہ ہوگی تو اس پر تین قسم کے کام لازم ہوں گے۔ پہلا یہ کہ اسباب تیار کرے مثلاً اونٹنی خریدے، مشک سیئے، زادِ راہ اور کجاوہ تیار کرے۔ دوسرا یہ کہ وطن کو چھوڑ کر کعبہ شریف کی طرف منزل بہ منزل چلے۔ تیسرا یہ کہ افعالِ حج میں مشغول ہوکر ایک ایک رکن ادا کرے پھر ارکانِ حج کی ادائیگی سے فراغت کے بعد اور حالت احرام اور طواف وداع سے نکلنے کے بعد وہ (غلامی سے رہائی اور) بادشاہی کا مستحق ہو جائے گا۔ اس کے لئے ان مقامات میں سے ہر مقام پر منزلیں ہیں۔ اسباب کی تیاری کے شروع سے لے کر اس کے آخر تک۔ جنگلوں کا سفر شروع کرنے سے ختم کرنے تک۔ ارکانِ حج کے شروع سے آخر تک اور ارکانِ حج شروع کرنے والا شخص سعادت کے جتنا قریب ہے اتنا قریب وہ نہیں جو ابھی زادِ راہ اور کجاوہ کی تیاری میں مشغول ہے اور نہ ہی وہ جس نے سفر شروع کردیا بلکہ ارکانِ حج شروع کرنے والا ان دونوں سے زیادہ سعادت کے قریب ہے۔

اسی طرح علوم کی بھی تین اقسام ہیں: **ایک قسم** زادِ راہ جمع کرنے، کجاوہ تیار کرنے اور اونٹنی خریدنے کے قائم

مقام ہے اور وہ علم طب، علم فقہ اور دنیا میں مصالح بدن سے متعلقہ علوم ہیں۔ **دوسری قسم** جنگلوں میں چلنے اور گھاٹیاں طے کرنے کی طرح ہے اور وہ یہ ہے کہ باطن کو بری صفات سے پاک وصاف کرنا اور ان اونچی گھاٹیوں پر چڑھنا جن پر چڑھنے سے توفیق یافتہ لوگوں کے علاوہ تمام اوّلین وآخرین عاجز ہیں۔ اس راستے پر چلنا اور اس کا علم حاصل کرنا ایسے ہے جیسے راستے کی سمتوں اور اس کی منزلوں کا علم حاصل کرنا اور جس طرح منزلوں اور جنگلی راستوں کا علم اس وقت تک نفع مند نہیں جب تک ان پر چلا نہ جائے اسی طرح اچھے اخلاق کا علم انہیں اپنائے بغیر مفید نہیں لیکن عمدہ اخلاق سے خود کو آراستہ کرنا ان کا علم حاصل کئے بغیر ممکن نہیں۔ **تیسری قسم** نفس حج اور اس کے ارکان کے قائم مقام ہے اور یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات، اس کے فرشتوں اور اس کے افعال نیز ان تمام باتوں کا علم ہے جو ہم نے علم مکاشفہ کے ضمن میں بیان کیں۔ یہ علم ہلاکت سے نجات اور سعادت کے حصول میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور نجات ہر سالک کو حاصل ہوتی ہے جبکہ اس کا مقصد حق ہو اور سعادت کے حصول میں کامیابی صرف اہل معرفت کو نصیب ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مقرب بندے ہیں اس کے حضور روح وریحان اور جنتی نعمتوں سے سرفراز ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو درجۂ کمال تک نہیں پہنچ پاتے انہیں عذاب سے نجات اور سلامتی ہی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۟ۙ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ ۟ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۟ۙ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۟ؕ (پ۲۷، الواقعۃ:۸۸تا۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے، تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ، اور اگر دہنی طرف والوں سے ہو، تو اے محبوب تم پر سلام دہنی طرف والوں سے۔

اور ہر وہ شخص جو مقصد کی طرف توجہ نہ کرے، اسے پانے کی کوشش نہ کرے یا اس کی طرف متوجہ ہو لیکن حکم الٰہی کی بجا آوری اور عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ کسی دنیوی غرض سے تو وہ بائیں طرف والوں اور گمراہوں میں سے ہے۔ کھولتے پانی سے اس کی مہمانی ہوگی اور اسے جہنم کی آگ میں دھنسا دیا جائے گا۔

پس سعادت علم مکاشفہ کے بعد حاصل ہوتی ہے اور علم مکاشفہ علم معاملہ کے بعد حاصل ہوتا ہے اور علم معاملہ راہِ آخرت پر چلنے کا نام ہے۔ صفات کی گھاٹیوں کو پار کرنا اور برے اخلاق کے خاتمہ کی راہ پر چلنا صفات کا علم سیکھنے کے

بعد ہوتا ہے۔طریقہ علاج اور اسے اختیار کرنے کی کیفیت کا علم بدن کی سلامتی کے علم اور اسبابِ تندرستی کی تیاری کے بعد حاصل ہوتا ہے اور بدن کی سلامتی اکٹھے رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور باہمی تعاون کے ذریعے اشیائے خوردونوش، کپڑے اور رہائش کے انتظامات ہوتے ہیں اور اس کام کا تعلق بادشاہ کے ساتھ ہے اور عدل وحکمت کے ساتھ لوگوں کو منضبط رکھنے کا قانون فقیہ سے متعلق ہے اور رہے اسبابِ صحت تو وہ طبیب کی ذمہ داری ہے اور جس نے کہا کہ علم دو ہیں: علم الابدان اور علم الادیان اور اس سے فقہ کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اس سے مروجہ ظاہری علوم مراد لئے باطنی نادر علوم مراد نہیں لئے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم یہ کہو کہ علم طب اور علم فقہ کو زادِراہ اور کجاوہ کی تیاری کے ساتھ کیوں تشبیہ دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ معرفت الٰہی کے لئے دل کوشش کرتا ہے تا کہ اس کا قرب حاصل ہو بقیہ بدن اس کی کوشش نہیں کرتا اور دل سے میری مراد محسوس ہونے والا گوشت نہیں بلکہ وہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کا اِدراک کرنے سے حس قاصر ہے اور اس کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جسے کبھی روح سے اور کبھی نفس مطمئنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ شریعت میں اسے دل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حاصل کلام:

ہر وہ علم جس کا مقصد بدن کی مصلحت ہو وہ سواری کے مصالح میں سے ہے اور ظاہر ہے کہ طب کا بھی یہی معاملہ ہے کیونکہ صحت بدن کی حفاظت کے لئے اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر بالفرض ایک ہی انسان ہوتا تو اسے بھی اس کی ضرور حاجت ہوتی جبکہ فقہ کا معاملہ اس سے جدا ہے کہ اگر بالفرض صرف ایک انسان ہوتا تو کبھی اسے فقہ کی ضرورت نہ بھی ہوتی۔لیکن انسان کی پیدائش اس انداز پر کی گئی ہے کہ وہ اکیلا زندگی نہیں گزار سکتا کیونکہ کھیتی باڑی کرنے، روٹی پکانے، آٹا گوندھنے، لباس اور رہائش حاصل کرنے اور اس کے تمام آلات تیار کرنے کے لئے تنہا انسان ناکافی ہے وہ مل کر رہنے اور تعاون حاصل کرنے پر مجبور ہے اور جب لوگ اکٹھے رہتے اور ان کی خواہشات جوش مارتی ہیں تو وہ اپنی خواہشات واسباب کو ایک دوسرے سے کھینچتے ہیں، لڑتے جھگڑتے ہیں اور اس وجہ سے ہلاک

ہو جاتے ہیں۔ یہ ہلاکت کا ظاہری سبب ہے جس طرح باطنی اخلاط کے اختلاف کی وجہ سے وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ طب کے ذریعے ایک دوسرے کی مخالف ان باطنی اخلاط میں اعتدال پیدا کیا جاتا ہے جبکہ حکمت عملی اور عدل وانصاف کے ذریعے خارجی جھگڑوں میں اعتدال کی فضا قائم کی جاتی ہے۔لہٰذا اندرونی اخلاط میں اعتدال کا طریقہ جاننا علم طب اور معاملات وافعال میں لوگوں کو راہِ اعتدال پر رکھنے کا علم علم فقہ کہلاتا ہے۔ یہ دونوں علوم بدن کی حفاظت کرتے ہیں جو سواری ہے۔

پس جو علم فقہ اور علم طب کے حصول ہی میں کوشاں رہتا ہے، مجاہدہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اونٹنی خریدتا ہے، اس کے لئے گھاس خریدتا ہے اور مشکیزہ خرید کر تیار کرتا ہے لیکن حج کے راستے پر نہیں چلتا اور فقہی جھگڑوں میں جاری ہونے والے دقیق کلمات کے سیکھنے میں زندگی بسر کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو زندگی بھر ان اسباب کی تیاری میں مصروف رہتا ہے جن کے ذریعے سفر حج میں لے جانے والے مشکیزے کو سینے کے لئے دھاگا مضبوط کیا جاتا ہے۔

ان فقہائے کرام کو ان لوگوں سے جو اصلاحِ قلب کے اس راستے کے راہی ہیں جس کی منزل علم مکاشفہ ہے وہ نسبت ہے جو مشکیزہ درست کرنے والوں کو حج کے راستے پر چلنے والوں یا اس کے ارکان کی ادائیگی کرنے والوں سے ہے۔تو پہلے اس بات پر غور کرو اور اس شخص کی طرف سے مفت نصیحت قبول کرو جو اس کام میں اکثر وقت گزار چکا اور سخت محنت کے بعد اس تک پہنچا ہے اور اس نے عام وخاص لوگوں میں امتیاز کے لئے بڑی جرأت سے کام لیا اور ان کی تقلید سے گریز کرتے ہوئے اپنی خواہش کو کچل دیا۔مُتَعَلِّم (طالب علم) کے آداب کے سلسلے میں اتنی ہی بات کافی ہے۔

﴿......تُوْبُوْا اِلَی اللّٰه   اَسْتَغْفِرُاللّٰه......﴾

﴿......صَلُّوْاعَلَی الْحَبِیْب   صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

دوسری فصل:

راہنما استاذ کے فرائض

یادرکھو! جس طرح مال حاصل کرنے اور جمع کرنے کے اعتبار سے انسان کی چار حالتیں ہیں اسی طرح علم کے اعتبار سے بھی انسان کی چار حالتیں ہیں۔ چنانچہ،

مال کے اعتبار سے انسان کی حالتیں:

مال کے اعتبار سے انسان کی چار حالتیں ہیں: (۱)......**کمانے کی حالت:** اس حالت میں وہ مُکْتَسِب ہوتا ہے۔ (۲)......**کمایا ہوا مال جمع کرنے کی حالت:** اس حالت میں وہ مانگنے سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ (۳)......**خود پر خرچ کرنے کی حالت:** اس میں وہ مُنْتَفِع (فائدہ اٹھانے والا) کہلاتا ہے۔ (۴)......**اپنا مال دوسروں پر خرچ کرنے کی حالت:** ایسی صورت میں وہ سخی اور فضیلت والا شمار ہوتا ہے اور یہ سب سے افضل حالت ہے۔

علم کے اعتبار سے انسان کی حالتیں:

جس طرح مال جمع کیا جاتا ہے اسی طرح علم بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا علم کے اعتبار سے بھی انسان کی چار حالتیں ہیں: (۱)......**طلبِ علم اور حصولِ علم** کی حالت۔ (۲)......**دوسروں سے بے پرواہ ہونے کی حالت:** یوں کہ علم حاصل کر لینے کے بعد اسے دوسروں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (۳)......**غور وفکر کی حالت:** یوں کہ حاصل کئے ہوئے علم میں غور وفکر کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا۔ (۴)......**دوسروں تک علم پہنچانے کی حالت:** یہ تمام حالتوں سے افضل ہے۔

علم پر عمل کرنے اور نہ کرنے والے کی مثال:

لہٰذا جس نے علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا اور دوسروں تک پہنچایا تو وہ شخص آسمانوں میں عظیم شمار کیا جاتا ہے۔ بیشک وہ آفتاب کی مانند ہے جو خود بھی روشن ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی روشنی پہنچاتا ہے اور کستوری کی طرح ہے جو خود معطر ہوتی اور دوسروں کو بھی معطر کرتی ہے اور وہ شخص جو علم سیکھتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا وہ اس رجسٹر کی مثل ہے جو دوسروں کو فائدہ دیتا ہے مگر خود علم سے خالی ہوتا ہے۔ اس سان (یعنی دھار دار آلے) کی مانند ہے جو دوسرے اوزاروں کو تیز کرتا ہے مگر خود نہیں کاٹتا۔ اس سوئی کی طرح ہے جو دوسروں کے لئے لباس تیار کرتی ہے مگر خود برہنہ رہتی ہے اور

چراغ کی بتی کی مثل ہے جو خود جل کر اَوروں کو روشنی مہیا کرتی ہے۔ جیسا کہ (بے عمل عالم کے بارے میں) کہا گیا ہے:

مَا هُوَ اِلَّا ذُبَالَةٌ وَقَدَتْ　　　تُضِيْءُ لِلنَّاسِ وَهِيَ تَحْتَرِقُ

ترجمہ: وہ تو محض ایک بتی ہے جو لوگوں کو روشنی دیتی اور خود جلتی ہے۔

جب وہ علم سکھانے میں مشغول ہوتا ہے تو بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے۔ اس لئے اسے چاہئے کہ اس کے آداب اور ذمہ داریوں کا لحاظ رکھے۔

اُستاذ کے آداب

﴿1﴾...... **استاذ** شاگردوں پر شفقت کرے اور انہیں اپنے بیٹوں جیسا سمجھے۔ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لئے ہوتا ہے۔'' (1)

استاذ کا مقصود یہ ہو کہ وہ شاگردوں کو آخرت کے عذاب سے بچائے گا۔ یہ مقصد والدین کے اپنی اولاد کو دنیا کی آگ سے بچانے سے زیادہ اہم ہے۔ اسی وجہ سے استاذ کا حق ماں باپ کے حق سے زیادہ ہے۔ کیونکہ والد اس کے موجودہ وجود اور فانی زندگی کا ذریعہ ہوتا ہے جبکہ استاذ باقی رہنے والی زندگی کا سبب ہوتا ہے۔ اگر استاذ نہ ہو تو باپ کے ذریعے حاصل ہونے والی چیز اسے دائمی ہلاکت کی طرف لے جائے۔ جو اُستاذ آخرت کی دائمی زندگی کے لئے مفید ہے، اس سے وہ اُستاذ مراد ہے جو علومِ آخرت سکھاتا ہے یا وہ مراد ہے جو علوم دنیا آخرت کی نیت سے سکھاتا ہے نہ کہ دنیاوی مقصد سے کیونکہ جہاں تک دنیا کی نیت سے علم سکھانے کا معاملہ ہے تو اس میں خود بھی ہلاک ہونا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے۔ ہم اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس طرح ایک باپ کی اولاد کا فرض بنتا ہے کہ باہم ایک دوسرے سے محبت کریں اور تمام مقاصد میں ایک دوسرے سے تعاون کریں ایسے ہی ایک استاذ کے شاگردوں کا حق بنتا ہے کہ آپس میں پیار و محبت قائم رکھیں اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ ان کا مقصد آخرت ہو، اگر ان کا مقصد دنیا کا حصول ہوگا تو انہیں آپس میں بغض و حسد کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ علما اور آخرت کے طلبگار دنیا کے راستے سے گزرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی کی طرف سفر پر گامزن ہیں اور دنیا کے سال اور مہینے

(1)......سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة وسننها، باب الاستنجاء بالحجارة......الخ، الحديث: ۳۱۳، ج ۱، ص ۱۹۹۔

اس راستے کی منازل ہیں۔ جب عام شہروں کی طرف جانے والے مسافروں کے درمیان نرمی ایک دوسرے سے محبت ودوستی کا ذریعہ ہے تو پھر فردوسِ اعلیٰ کی طرف سفر اور اس کے راستے میں کیسی نرمی ہونی چاہئے، سعادتِ آخرت تنگ نہیں اسی لئے اس کے طلبگاروں میں جھگڑا نہیں ہوتا اور دنیا کی کامیابیوں میں وسعت نہیں جس کی وجہ سے دنیادار ہجوم کی تنگی سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ جو لوگ علوم کے ذریعے حکومت کے طالب ہوتے ہیں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس ارشاد کے مصداق نہیں بن سکتے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (پ۲۶، الحجرٰت:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

بلکہ وہ اس فرمان کے مصداق ہوں گے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴿۶۷﴾ (پ۲۵، الزخرف:۶۷) ترجمۂ کنزالایمان: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

اُستاذ کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہو:

﴿2﴾...... **اُستاذ** حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرے اور علم پر اجرت طلب نہ کرے نہ اس سے کسی صلے یا تعریف وشکریہ کا قصد کرے بلکہ خالصتاً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا وخوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے علم سکھائے، شاگردوں پر اپنا کوئی احسان نہ سمجھے اگرچہ ان پر اس کا احسان ضرور ہے بلکہ ان کی فضیلت واحسان تصور کرے کہ انہوں نے اپنے دلوں کو تیار کیا تاکہ ان میں علوم کے بیج بو کر انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قریب کیا جائے جیسے کوئی شخص تمہیں اپنی زمین اُدھار دے تاکہ تم اس میں اپنے لئے کھیتی باڑی کرو تو تمہارا نفع مالکِ زمین سے زیادہ ہوگا۔ تو شاگرد پر کیسے احسان قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تمہارا ثواب اس سے زیادہ ہے۔ اگر طالب علم نہ ہوتا تو تم اس ثواب کو نہ پاسکتے تھے۔ لہٰذا صرف خدا عَزَّوَجَلَّ سے اپنا اجر طلب کرو۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًاؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (پ۱۲، ھود:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور اے قوم! میں تم سے کچھ اس پر مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے۔

مال و دولت خادم جبکہ علم مخدوم ہے:

مال اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب بدن کے خادم ہیں اور بدن نفس کی سواری ہے جبکہ مخدوم علم ہے کہ اسی کی بدولت نفس کو فضیلت حاصل ہوتی ہے تو جس نے علم کے ذریعے مال طلب کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے جوتے کے تلوے کو چہرے سے صاف کرتا ہے تو اس نے مخدوم (چہرے) کو خادم اور خادم (جوتے) کو مخدوم بنا دیا اور یہ کامل درجے کی تبدیلی ہے۔ لہٰذا ایسا شخص قیامت کے دن ان مجرموں (یعنی کفار و مشرکین) کے ساتھ کھڑا ہوگا جو اپنے ربّ کے پاس (اپنے افعال و کردار سے نادم و شرمسار ہوکر) سر نیچے کئے ہوں گے۔

بہرحال فضیلت و احسان استاذ کے لئے ہے۔ پس تم دیکھو کہ دین کا معاملہ کس طرح ان لوگوں کے پاس چلا گیا جنہیں علم فقہ، علم کلام یا ان کے علاوہ دوسرے علوم کی تدریس حاصل ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کا مقصود قربِ الٰہی کا حصول ہے حالانکہ وہ جاگیریں حاصل کرنے کے لئے بادشاہوں کی خدمت میں مال اور عزت خرچ کرکے طرح طرح کی ذلتیں اٹھاتے ہیں اگر وہ یہ چھوڑ دیں تو انہیں نظر انداز کر دیا جائے اور کوئی بھی ان کے پاس نہ جائے۔ پھر استاذ شاگرد سے توقع رکھتا ہے کہ وہ ہر مصیبت میں اس کے کام آئے، اس کے دوست کی مدد کرے اور دشمن سے عداوت رکھے، اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تیار رہے اور اس کے مقاصد میں اس کے تابع رہے۔ اگر شاگرد اس میں کوتاہی کرے تو استاذ اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کا دشمن بن جاتا ہے، تو ایسا عالم کتنا کمینہ ہے جو اپنے لئے اس مقام کو پسند کرتا ہے پھر اس پر خوش ہوتا ہے اور یہ کہتے ہوئے اسے حیا نہیں آتی کہ تدریس سے میرا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنے کے لئے علم کو پھیلانا اور اس کے دین کی مدد کرنا ہے۔ پس تم ان نشانیوں کو دیکھو تا کہ طرح طرح کی دھوکے بازیوں پر تمہاری نظر رہے۔

﴿3﴾......**استاذ** طالبِ علم کو نصیحت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے، یوں کہ کسی مرتبے کے استحقاق سے قبل اسے حاصل کرنے کی خواہش سے منع کرے اور ظاہری علوم سے فراغت سے پہلے پوشیدہ علوم میں مشغول ہونے سے روکے۔ پھر اسے تنبیہ کرے کہ علوم حاصل کرنے کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب ہے حکومت، فخر اور جھگڑے کرنا نہیں اور جس قدر ممکن ہو پہلے ہی اس کے دل میں اس چیز کی خرابی کا تصور پختہ کر دے کیونکہ بدعمل عالم کا فساد اس کی اصلاح

سے زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اگر اُستاذ کو طالبِ علم کی باطنی حالت معلوم ہو جائے کہ وہ دنیا کے لئے علم حاصل کر رہا ہے تو اس علم کو دیکھے جسے وہ حاصل کر رہا ہے اگر وہ فقہی اختلافات، علم کلام کے جھگڑوں یا مقدمات میں فیصلوں اور فتووں کا علم ہو تو اسے ان علوم کے حاصل کرنے سے روک دے کیونکہ یہ علوم، علومِ آخرت میں سے نہیں اور نہ ہی ان علوم میں سے ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''ہم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کے لئے علم سیکھنا چاہا مگر اس نے رضائے الٰہی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے حاصل ہونے سے انکار کر دیا'' بلکہ یہ تو علم تفسیر، علم حدیث اور علم آخرت ہے جس میں اسلاف مشغول ہوتے تھے نیز یہ نفس کے اخلاق اور ان کو اپنانے کے طریقے کی معرفت کا علم ہے۔

لہٰذا اگر طالب علم دنیوی مقصد کے لئے علم حاصل کرے تو استاذ کو چاہئے کہ اسے چھوڑ دے کیونکہ اس سے وعظ اور لوگوں کی پیروی کی خواہش جنم لیتی ہے۔ البتہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے دوران یا آخر میں وہ خبردار ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف پیدا کرنے، دنیا کی حقارت بتانے اور آخرت کی عظمت بیان کرنے والے علوم بھی ہیں اس لئے ممکن ہے کہ وہ آخر کار راہِ راست پر آجائے اور دوسروں کو جو وعظ کرتا ہے اس سے خود بھی نصیحت حاصل کرے۔ لوگوں میں مقبولیت اور مقام و منزلت کی خواہش اس دانے کی طرح ہے جسے جال کے اردگرد پھینکا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے پرندے کا شکار کیا جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی بندوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا کہ شہوت کو پیدا فرمایا تاکہ اس کے ذریعے انسانوں کی نسل باقی رہے اور حبِ جاہ کی تخلیق فرمائی تاکہ علوم کی زندگی کا سبب بنے اور یہ بات ان علوم میں متوقع ہے۔ البتہ محض اختلافی مسائل، علم کلام کے جھگڑے اور نادر فروعی مسائل کو جاننے میں مشغول رہنے اور دیگر علوم کی طرف توجہ نہ دینے سے دل سخت ہوتا، بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہو جاتا، گمراہی میں بڑھ جاتا اور مقام و مرتبے کا طالب بن جاتا ہے مگر وہ کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے بچالے یا وہ جو اس کے ساتھ دوسرے دینی علوم کو ملالے۔ اس پر تجربے اور مشاہدے جیسی کوئی دلیل نہیں پس تم دیکھو اور عبرت حاصل کرو اور نگاہِ بصیرت سے بندوں اور شہروں میں اس کی تحقیق معلوم کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔

ہمیں لوگوں نے تجارت گاہ بنالیا:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو غمگین دیکھ کر کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''ہم دنیاداروں کے

لئے تجارت گاہ بن گئے کوئی دنیادار ہمارے پاس آتا ہے یہاں تک کہ جب وہ علم سیکھ لیتا ہے تو قاضی، گورنر یا منشی بنا دیا جاتا ہے۔“ (۱)

﴿4﴾......**استاذ** کی یہ ذمہ داری فن تعلیم کی باریکیوں میں سے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو اشاروں کنایوں میں شاگرد کو برے اخلاق سے منع کرے، صراحتاً نہ روکے، پیار ومحبت سے منع کرے، جھڑک کر ملامت کرتے ہوئے نہ روکے۔ کیونکہ واضح لفظوں میں کسی کو ملامت کرنے سے ہیبت کا پردہ چاک ہو جاتا اور مخالفت کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور وہ منع کردہ بات پر اصرار کرنے کا حریص بن جاتا ہے۔ ہر معلم کے رہبر ورہنما حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر لوگوں کو مینگنی توڑنے سے روکا جائے تو وہ اسے توڑیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا ضرور اس میں کوئی بات ہے۔“ (۲)

حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللّٰہ اور حضرت سیِّدَتُنا حوا عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور جس سے انہیں روکا گیا تھا تمہیں اس پر خبردار کرتا ہے۔ میں نے تم سے اس واقعہ کا تذکرہ کہانی کی غرض سے نہیں کیا بلکہ اس لئے کہ تم اس کے ذریعے عبرت حاصل کرتے ہوئے آگاہ ہو جاؤ اور اشاروں کنایوں میں سمجھانے سے عمدہ نفوس اور ذہین وفطین اذہان اس کے معانی کے استنباط کی طرف مائل ہوتے ہیں اور مختلف معانی نکالنے کی خوشی ان کے علم میں راغب ہونے کا ذریعہ بنتی ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ان باتوں سے ہے جو اس کی سمجھ سے پوشیدہ نہیں۔

اساتذہ کی بری عادات:

﴿5﴾...... کسی علم کے ذمہ دار **استاذ** کو چاہئے کہ وہ طالبِ علم کے دل میں اس کے علاوہ دیگر علوم کی برائی نہ ڈالے جیسا کہ لغت کے استاذ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ علم فقہ کی برائی کرتا ہے اور فقہ پڑھانے والا علم حدیث اور علمِ تفسیر کو برا کہتا ہے کہ یہ تو محض نقلی اور سماعی باتیں ہیں اور یہ بوڑھی عورتوں کا کام ہے، اس میں عقل کو کوئی دخل نہیں۔ علم کلام کا استاذ فقہ سے نفرت دلاتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ فروعی مسائل ہیں، عورتوں کے حیض کی باتیں ہیں اس کو علم کلام سے کیا نسبت؟ علم کلام میں تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفات کا بیان ہوتا ہے۔ یہ اساتذہ کی بری عادات ہیں، انہیں ان سے اجتناب

(۱)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ذکر فضل علم المعرفۃ، ج۱ ص۲۳۱۔

(۲)......عیون الاخبار للدنیوری، کتاب الطبائع والاخلاق المذمومۃ، ج۲، ص۴۔

کرنا چاہئے بلکہ کسی علم کے ذمہ دار استاذ کو چاہئے کہ وہ طالبِ علم پر دوسرے علم سیکھنے کے راستے کھولے اور اگر اس کے پاس کئی علوم کی ذمہ داری ہے تو اس بات کا لحاظ کرے کہ طالبِ علم بِالتَّدْرِیْج (آہستہ آہستہ) ایک درجے سے دوسرے درجے کی طرف بڑھتا چلا جائے۔

﴿6﴾......**استاذ** طالب علم کو وہی باتیں بتائے جنہیں وہ سمجھ سکے، جو بات اس کی سمجھ و عقل سے بالاتر ہو وہ نہ بتائے ورنہ اسے علم کے مشغلے سے نفرت ہو جائے گی یا وہ پریشان ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں استاذ، معلِّمِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا و پیروی کرے۔

لوگوں کی عقلوں کے مطابق کلام کرو:

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ہم گروہِ انبیاء کو حکم ہے کہ لوگوں کو ان کے مراتب پر رکھیں اور ان سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔'' (۱)

پس استاذ بھی طالب علم کے سامنے کوئی حقیقت اس وقت ظاہر کرے جب جانتا ہو کہ وہ اسے سمجھ لے گا۔

آقائے دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص لوگوں سے ایسی بات کرتا ہے جو ان کی عقلوں میں نہیں آتی تو وہ ان میں سے بعض کے لئے فتنے کا باعث ہوتی ہے۔'' (۲)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہاں بہت سے علوم ہیں اگر کوئی انہیں سمجھنے والا ہو۔'' (۳)

نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سچ فرمایا کہ ''قُلُوْبُ الْاَبْرَارِ قُبُوْرُ الْاَسْرَار یعنی نیکوکاروں کے دل بھیدوں کے دفینے ہوتے ہیں۔''

---

(1)......کتاب الضعفاء للعقیلی، یحیی بن مالک بن انس ۲۰۵۷، ج۴، ص۱۵۳۴۔

صحیح مسلم، المقدمة، ص۵۔

سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، الحدیث: ۴۸۴۲، ج۴، ص۳۴۳۔

(2)......صحیح مسلم، المقدمة، باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع، الحدیث: ۵، ص۹۔

کتاب الضعفاء للعقیلی، الرقم: ۱۲۰۲، عثمان بن داود، ج۳، ص۹۳۷۔

(3)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر بیان تفضیل علوم الصمت......الخ، ۱ج ص۲۳۲۔

لہٰذا اُستاذ کو چاہئے کہ جو وہ جانتا ہے ہر ایک کو نہ بتائے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ طالبِ علم اسے سمجھتا تو ہو مگر اس سے نفع اٹھانے کا اہل نہ ہو تو پھر ان باتوں کا کیا ہوگا جنہیں وہ سمجھتا ہی نہ ہو۔

خنزیر کے گلے میں موتیوں کا ہار:

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''موتیوں کے ہار خنزیروں کے گلے میں نہ ڈالو کیونکہ علم موتی سے بہتر ہے اور جو علم کو ناپسند کرے وہ خنزیروں سے بد تر ہے۔''(۱)

اسی لئے کسی نے کہا: ''ہر شخص کو اس کی عقل کے معیار پر ناپو اور اس کی سمجھ کے میزان میں تولو تاکہ تم اس سے محفوظ رہو اور وہ تم سے نفع حاصل کر سکے ورنہ معیار کے مختلف ہونے کی وجہ سے وہ انکار کر دے گا۔''(۲)

ایک عالم سے کسی نے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ سائل نے کہا: کیا آپ نے رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ''جس نے علم نافع کو چھپایا وہ بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اسے آگ کی لگام ڈالی گئی ہوگی۔''(۳) عالم صاحب نے کہا: ''لگام چھوڑو اور جاؤ! اگر میرے پاس کوئی سمجھدار آئے اور میں اس سے علم کو چھپاؤں تو مجھے لگام ڈالی جائے گی۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (پ۴، النسآء:۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو علم کو نقصان پہنچائے اس سے علم کو بچانا زیادہ بہتر ہے۔ نا اہل کو علم سکھانے کا ظلم، علم کو اس کے اہل سے روکنے کے ظلم سے کم نہیں۔

شاعر کہتا ہے:

اَاَنْثُرُ دُرًّا بَیْنَ سَارِحَةِ النَّعَمِ ۔۔۔ فَاَصْبَحَ مَخْزُوْنًا بِرَاعِیَةِ الْغَنَمِ

لِاَنَّهُمْ اَمْسَوْا بِجَهْلٍ لِقَدْرِهٖ ۔۔۔ فَلَا اَنَا اُضَحِّیْ اَنْ اُطَوِّقَهُ الْبُهُم

---

❶......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۷۔

❷......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۷۔

❸......المعجم الاوسط، من اسمه عبدالصمد، الحدیث۴۸۱۵، ج۳، ص۳۵۰۔

فَاِنْ لَطُفَ اللّٰہُ اللَّطِیْفُ بِلُطْفِہٖ وَصَادَفَ اَھْلًا لِلْعُلُوْمِ وَلِلْحِکَمِ

نَشَرْتُ مُفِیْدًا اِسْتَفَدْتُ مُوَدَّۃً وَاِلَّا فَمَخْزُوْنٌ لَدَیَّ وَمُکْتَتَم

فَمَنْ مَنَحَ الْجُھَّالَ عِلْمًا اَضَاعَہٗ وَمَنْ مَنَعَ الْمُسْتَوْجِبِیْنَ فَقَدْ ظَلَم

ترجمہ: (۱) کیا میں جانور چرانے والے کے آگے موتی پھیلا دوں کہ بکریاں چرانے والے کے پاس اس کا خزانہ جمع ہو جائے۔

(۲) کیونکہ وہ علم کی قدر و قیمت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں چلے گئے تو میں جانوروں کو اس (علم) کا ہار پہنا کر روشن نہیں کر سکتا۔

(۳) اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر اپنا لطف و کرم فرمائے اور مجھے علوم و حکمت کے اہل لوگوں سے ملا دے۔

(۴) تو میں علم کو عام کروں گا اور لوگوں کی محبت حاصل کروں گا ورنہ وہ علم کی دولت میرے پاس جمع رہے گی اور چھپی رہے گی۔

(۵) لہٰذا جس نے جاہلوں (یعنی نااہلوں) کو علم دیا اس نے اسے ضائع کر دیا اور جس نے حقداروں (یعنی اہلوں) سے اسے روکے رکھا اس نے ظلم کیا۔

﴿7﴾......اگر طالب علم کوتاہ فہم ہو تو **استاذ** اسے واضح بات بتائے جسے وہ آسانی سے سمجھ سکے اور یہ نہ بتائے کہ اس کے علاوہ باریک باتیں بھی ہیں جو اس سے روک رکھی ہیں۔ کیونکہ اس طرح واضح باتوں میں بھی اس کی رغبت کم ہو گی، اس کا دل تشویش میں مبتلا ہو جائے گا اور اسے یہ وہم لاحق ہو گا کہ استاذ نے اسے سکھانے میں بخل سے کام لیا ہے، اس لئے کہ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ وہ ہر باریک علم کا اہل ہے۔ ہر ایک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس بات پر راضی ہے کہ اس نے اسے کامل عقل عطا فرمائی ہے اور جو لوگوں میں زیادہ بے وقوف اور زیادہ کمزور عقل والا ہوتا ہے وہ بھی اپنی عقل کو کامل سمجھ کر زیادہ خوش ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عوام میں سے جو شخص شریعت کا پابند ہو اور اس کے دل میں اسلاف سے منقول عقائد بغیر کسی تشبیہ و تاویل کے راسخ ہوں، ساتھ ساتھ اس کی سیرت بھی اچھی ہو اور اس کی عقل اس سے زیادہ کی متحمل نہ ہو سکتی ہو تو ایسے شخص کو اس کے اعتقاد کے بارے میں تشویش میں نہ ڈالا جائے بلکہ اسے اس کے کام میں مشغول چھوڑ دیا جائے کیونکہ اگر اسے ظاہری تاویلیں بتائی جائیں گی تو وہ عوام کے زمرے سے نکل جائے گا اور اس کے لئے خواص

میں شامل ہونا آسان نہ ہوگا جس کی وجہ سے اس کے اور گناہوں کے درمیان حائل دیوار ہٹ جائے گی اور وہ سرکش شیطان بن کر خود کو بھی ہلاک کرے گا اور دوسروں کو بھی۔ بلکہ عوام کے ساتھ باریک علوم کے حقائق کے بارے میں گفتگو نہیں کرنی چاہئے، انہیں صرف عبادات سکھانی چاہئیں اور جن معاملات میں وہ مشغول ہوں ان میں امانت داری کی تعلیم دینی چاہئے، جنت کی رغبت اور دوزخ کی ہیبت سے ان کے دلوں کو بھر دینا چاہئے جیسا کہ قرآنِ حکیم نے بیان کیا ہے اور ان کے سامنے کسی شبہ کو حرکت نہ دی جائے، کیونکہ کبھی وہ شبہ عام آدمی کے دل کو پکڑ لیتا ہے پھر اس کا حل اسے دشوار ہوتا ہے نتیجۃً وہ بدبخت و ہلاک ہوجاتا ہے۔

مختصر یہ کہ عوام کے سامنے بحث ومباحثہ کا دروازہ نہ کھولا جائے ورنہ ان کے وہ معاملات معطل ہو کر رہ جائیں گے جن سے لوگوں کے نظام اور خواص کی زندگی کی بقا ہے۔

استاذ اور شاگردوں کی مثال:

﴿8﴾...... **اُستاذ** اپنے علم پر عمل کرتا ہوتا کہ اس کے قول وفعل میں یکسانیت ہو، اس لئے کہ علم باطنی نگاہوں سے جبکہ عمل ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور ظاہری آنکھ والوں کی کثرت ہے لہٰذا اگر اس کا عمل علم کے خلاف ہوگا تو ہدایت میں رکاوٹ آئے گی اور ہر وہ شخص جو کوئی چیز کھا کر لوگوں سے کہتا ہے کہ اسے مت کھانا یہ زہر قاتل ہے، تو لوگ اس کا مذاق اڑاتے اور اس پر تہمت لگاتے ہیں اور جس چیز سے لوگوں کو منع کیا جائے اس کی حرص انہیں زیادہ ہوجاتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ چیز اچھی اور لذیذ نہ ہوتی تو وہ خود اسے اختیار نہ کرتا۔ ہدایت دینے والے استاذ اور شاگردوں کی مثال ایسی ہے جیسے نقش اور مٹی، لکڑی اور سائے کی، کہ اُس چیز سے مٹی میں کیسے نقش بنے گا کہ جس میں خود نقش نہیں اور جب لکڑی ہی ٹیڑھی ہوگی تو اس کا سایہ کیونکر سیدھا ہوگا۔

اسی مضمون کو شعر میں یوں بیان کیا گیا ہے:

لَا تَنْـــهِ عَنْ خُـلُقٍ وَتَـأْتِـيْ مِثْلَــه　　　　عَـــارٌ عَـلَيْكَ اِذْ فَـعَـلْـتَ عَـظِـيْـمٌ

ترجمہ: لوگوں کو ایسی بات سے منع نہ کر جسے تو خود کرتا ہے اگر تو ایسا کرے تو یہ تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (پ ۱، البقرة:۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

اسی وجہ سے عالم کے گناہوں کا بوجھ جاہل کے گناہوں کے بوجھ سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ عالم کے پھسلنے سے خلق کثیر پھسل جاتی ہے اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس پر اس برے طریقہ کا گناہ بھی ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی۔''

عالم اور جاہل کا دھوکا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''دو شخصوں نے میری کمر توڑ ڈالی ہے ایک بے عزّت عالم اور دوسرا جاہل عبادت گزار۔ پس جاہل عبادت گزار بن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے اور عالم اپنی رسوائی سے لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرتا ہے۔'' (1)

واللّٰہُ اَعْلَم

......مدنی قافلوں اور فکر مدینہ کی برکتیں......

''دعوتِ اسلامی'' کے سنتوں کی تربیت کے ''مدنی قافلوں'' میں سفر اور روزانہ ''فکرِ مدینہ'' کے ذریعے ''مدنی انعامات'' کا رسالہ پُر کرکے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی 10 دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوت اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے ''پابندِ سنت'' بننے، ''گناہوں سے نفرت'' کرنے اور ''ایمان کی حفاظت'' کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

(1) ......فیض القدیر للمناوی، حرف النون، تحت الحدیث ۹۲۲۴، ج ۶، ص ۳۷۸۔

باب نمبر6: علم کی آفات، علمائے آخرت اور علمائے سُوء کی علامات کا بیان

پہلی فصل: علمائے سوء کی نشانیاں

علم اور علما کے جو فضائل مروی ہیں ہم انہیں بیان کر چکے ہیں۔ اب یہ بیان کریں گے کہ علمائے سوء کے بارے میں بہت سخت سزائیں مروی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ بروزِ قیامت لوگوں میں سب سے سخت عذاب برے علما کو ہوگا۔ اس لئے علمائے دنیا اور علمائے آخرت کے درمیان فرق کرنے والی علامات کی پہچان اہم امور میں سے ہے۔ علمائے دنیا سے مراد برے علما ہیں جن کا مقصد علم سے دنیا کی نعمتوں اور دنیاداروں کی نظر میں مقام ومرتبہ حاصل کرنا ہے۔

آفات علم کے متعلِّق آٹھ فرامینِ مُصطَفٰے

﴿1﴾......بے شک بروزِ قیامت لوگوں میں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔[1]

﴿2﴾......آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہوسکتا جب تک اپنے علم پر عمل نہ کرے۔[2]

﴿3﴾......علم دو ہیں: ایک وہ جو زبان پر ہوتا ہے، یہ مخلوق کے خلاف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حجت ہے اور دوسرا وہ جو دل میں ہوتا ہے، یہ علم نفع بخش ہے۔[3]

﴿4﴾......آخری زمانے میں جاہل عابد اور فاسق علما ہوں گے۔[4]

﴿5﴾......علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعے علما پر فخر کرو گے، جاہلوں سے جھگڑا کرو گے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو گے، جو ایسا کرے گا وہ آگ میں جائے گا۔[5]

---

1 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی نشرالعلم، الحدیث: ۱۷۷۸، ج۲، ص۲۸۵۔

2 ......فیض القدیر للمناوی، حرف العین، تحت الحدیث: ۵۶۵۹، ج۴، ص۴۸۹۔

3 ......تاریخ بغداد، احمد بن الفضل ۲۴۹۵، ج۵، ص۱۰۸۔

4 ......المستدرک، کتاب الرقاق، باب اربع اذا کان فیک......الخ، الحدیث: ۷۹۵۳، ج۵، ص۴۴۹۔

5 ......سنن ابن ماجه، المقدمة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، الحدیث: ۲۵۳-۲۵۴، ج۱، ص۱۶۵۔

﴿6﴾...... جوعلم کو چھپائے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آگ کی لگام ڈالے گا۔ (۱)

﴿7﴾...... پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''مجھے تم پر دجال سے زیادہ دوسری چیز کا خوف ہے۔'' عرض کی گئی: ''وہ کیا ہے؟'' ارشادفرمایا: ''گمراہ کُن ائمہ۔'' (۲)

﴿8﴾...... جس کے علم میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن ہدایت نہیں بڑھتی اس کی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری ہی بڑھتی ہے۔ (۳)

حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشادفرمایا: ''کب تک تم رات میں چلنے والوں کے لئے راستے صاف کرتے رہو گے اور خود حیرت زدہ لوگوں کے ساتھ کھڑے رہو گے۔'' (۴)

مذکورہ اَحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علم کا خطرہ بہت زیادہ ہے، کیونکہ عالم یا تو دائمی ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے یا دائمی سعادت پا جاتا ہے اور علم میں غور وخوض کرنے سے اگر وہ سعادت نہ پائے تو سلامت بھی نہیں رہتا۔

آفاتِ علم کے متعلق نو اقوالِ بُزُرگانِ دین

﴿1﴾...... امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''مجھے اس امت پر سب سے زیادہ خوف صاحبِ علم منافق کا ہے۔'' لوگوں نے عرض کی: ''صاحب علم منافق کیسے ہوسکتا ہے؟'' فرمایا: ''زبان کا عالم ہوگا جبکہ دل اور عمل کا جاہل۔'' (۵)

﴿2﴾...... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''ان لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے علما سے علم اور حکما سے نرم اشاروں والی گفتگو کو تو حاصل کرلیا مگر عمل میں جاہلوں کی طرح رہے۔''

---

1 ...... سنن ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علم فکتمه، الحدیث: ۲۶۵، ج ۱، ص ۱۷۲۔
العلل المتناهیة لابن الجوزی، کتاب العلم، باب اثم من سئل عن علم، الحدیث: ۱۴۱، ج ۱، ص ۱۰۴۔

2 ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۳۵۴_۲۱۳۵۵، ج ۸، ص ۶۷۔

3 ...... المقاصد الحسنة، حرف المیم، الحدیث: ۱۰۷۸، ص ۴۰۷۔
المجالسة وجواهر العلم، الجزء العاشر، الحدیث: ۱۲۸۷، ج ۲، ص ۴۶۔

4 ...... صفة الصفوة، محمد بن صبیح بن السماک ۴۵۵، ج ۳، ص ۱۱۵۔

5 ...... الاحادیث المختارة، ابوعثمان عبدالرحمن عن عمر رضی اللہ عنه، الحدیث: ۲۳۶، ج ۱، ص ۳۴۴۔
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب، الحدیث: ۳۱۰، ج ۱، ص ۱۰۱۔

﴿3﴾......ایک شخص نے حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں عرض کی: ''میں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ اسے ضائع کر بیٹھوں گا۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''علم کو ضائع کرنے کے لئے اسے چھوڑ دینا ہی کافی ہے۔''[۱]

﴿4﴾......حضرت سیِّدُ نا ابراہیم بن عتبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کسی نے پوچھا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ ندامت و شرمندگی کسے ہوگی؟'' فرمایا: ''دنیا میں اسے جو کسی ناشکرے سے بھلائی کرتا ہے اور موت کے وقت گنہگار عالم کو۔''[۲]

﴿5﴾......نحو اور لغت کے امام حضرت سیِّدُ نا امام خلیل بن احمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد نے فرمایا: ''آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں: (۱)......جو علم رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اسے علم ہے، وہ عالم ہے اس کی اتباع کرو۔ (۲)......جو علم رکھتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اسے علم ہے ایسا شخص سو رہا ہے اسے جگا دو۔ (۳)......جسے علم نہیں اور وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس علم نہیں، ایسا شخص ہدایت کا طالب ہے اسے ہدایت دو۔ (۴)......وہ شخص جس کے پاس علم نہیں اور اسے معلوم بھی نہیں کہ اس کے پاس علم نہیں، ایسا شخص جاہل ہے اسے چھوڑ دو۔''[۳]

﴿6﴾......حضرت سیِّدُ نا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''علم عمل کو پکارتا ہے وہ سن لے تو ٹھیک ورنہ علم چلا جاتا ہے۔''[۴]

﴿7﴾......حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''بندہ اس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک علم حاصل کرتا رہے اور جب یہ سمجھ لے کہ وہ عالم بن چکا ہے تو وہ جاہل ہوتا ہے۔''[۵]

﴿8﴾......حضرت سیِّدُ نا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''مجھے تین طرح کے لوگوں پر رحم آتا ہے: ''(۱)......کسی قوم کا معزز شخص جو ذلیل ہو جائے۔ (۲)......کسی قوم کا مالدار شخص جو محتاج ہو۔ (۳)......اس عالم پر

1......تاریخ مدینة دمشق لابن عساکر، ابوھریرة الدوسی۸۸۹۵، ج۶۷، ص۳۶۸۔

2......المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الرابع فی العلم والادب......الخ، ج۱، ص۴۱۔

3......عیون الاخبار للدینوری، کتاب العلم والبیان، ج۲، ص۱۴۳۔

4......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع القول فی العمل بالعلم، ص۲۵۸۔

5......المجالسة وجواھر العلم، الجزء الثانی، الحدیث۳۰۷، ج۱، ص۱۶۳۔

جس کے ساتھ دنیا کھیلتی ہے۔'' (۱)

﴿9﴾......حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''علما کی سزا دل کا مردہ ہوجانا ہے اور دل کا مردہ ہونا یہ ہے کہ آخرت کے عمل کے بدلے دنیا طلب کی جائے۔'' (۲)

پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ اشعار پڑھے:

عَجِبْتُ لِمُبْتَاعِ الضَّلَالَةِ بِالْهُدٰى وَمَنْ يَشْتَرِىْ دُنْيَاهُ بِالدِّيْنِ اَعْجَبُ

وَاَعْجَبُ مِنْ هٰذَيْنِ مَنْ بَاعَ دِيْنَهُ بِدُنْيَا سِوَاهُ فَهُوَ مِنْ ذَيْنِ اَعْجَبُ

ترجمہ: (۱) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتا ہے اور جو دین کے بدلے دنیا خریدتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

(۲) اور ان دونوں سے زیادہ تعجب اس پر ہے جو کسی اور کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنا دین بیچتا ہے، وہ ان دونوں سے زیادہ عجیب ہے۔

بے عمل عالم کا انجام:

حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالم کو سخت عذاب دیا جائے گا، اس کے عذاب کی شدت کو بڑا سمجھتے ہوئے جہنمی اس کے پاس آئیں گے۔'' (۳)

اس سے بدعمل عالم مراد ہے۔

حضرت سیِّدُنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم، نور مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ قیامت کے دن عالم کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈالا جائے گا جس سے اس کی آنتیں باہر آجائیں گی وہ اس کے گرد ایسے چکر لگائے گا جیسے گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، جہنمی اس کے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے: ''تجھے کیا ہوا؟'' وہ کہے گا: ''میں نیکی کا حکم دیتا تھا مگر خود عمل نہیں کرتا تھا، برائی سے منع کرتا

❶......المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، الحديث۹۸، ص۷۰۔

❷......شعب الايمان للبيهقي، باب فى نشر العلم، الحديث۱۸۳۷، ج۲، ص۲۹۶۔

❸......صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب عقوبة من يأمر بالمعروف......الخ، الحديث۲۹۸۹، ص۱۵۹۵۔

تھا مگر خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔'' (1)

عالم کی نافرمانی پر اسے دُگنا عذاب محض اس وجہ سے دیا جائے گا کہ وہ علم ہونے کے باوجود معصیت میں مبتلا ہوا۔اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ (پ۵،النسآء:۱۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

اس لئے کہ انہوں نے جاننے کے بعد انکار کیا اور یہودیوں کو عیسائیوں سے بدتر قرار دیا حالانکہ (اکثر) یہود نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اولاد ثابت نہیں کی اور نہ انہوں نے یہ کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے لیکن ان کو بدترین قرار دینے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ جاننے کے بعد منکر ہوئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْؕ (پ۲،البقرۃ:۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ(۸۹) (پ۱،البقرۃ:۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بلعم بن باعوراء کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ(۱۷۵) (پ۹،الاعراف:۱۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہوگیا۔

یہاں تک کہ فرمایا:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ

(1)......صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب عقوبة من یأمر بالمعروف......الخ، الحدیث:۲۹۸۹، ص۱۵۹۵۔

یَلۡهَثۡ اَوۡ تَتۡرُكۡهُ یَلۡهَثۡ ؕ (پ۹،الاعراف:۱۷۶) کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔

یہی حال بدعمل عالم کا ہے۔ بلعم کو کِتَابُ اللّٰہ کا علم دیا گیا تو وہ خواہشات کی طرف مائل ہو گیا۔ چنانچہ، اسے کتے سے تشبیہ دی گئی یعنی اسے حکمت ملے یا نہ ملے وہ خواہشات کی طرف ہانپتا ہے۔

برے علما کی مثال:

حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ رُوۡحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''برے علما کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جو نہر کے کنارے واقع ہو نہ خود پانی پئے اور نہ پانی کو کھیتی تک جانے دے۔ برے علما کی مثال بیت الخلا کی اس نالی کی طرح ہے جس کے ظاہر پر تو چونا کیا ہوا ہو جبکہ باطن گندا اور ناپاک ہو اور برے علما کی مثال قبروں کی طرح ہے جن کا ظاہر تو پختہ ہو مگر اندر مردوں کی ہڈیاں ہوں۔'' (1)

ان اَحادیث اور آثار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قیامت کے دن دنیادار عالم کا حال دوسرے لوگوں سے گھٹیا ہوگا اور اسے جاہل سے بھی سخت عذاب ہوگا جبکہ کامیاب و مقرب لوگ علمائے آخرت ہیں۔ ان کی کچھ نشانیاں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

......اھل بیت سے حسن سلوک......

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔''

(الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۸۸۲، ص۵۳۳)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص ۲۴۴۔
فیض القدیر للمناوی، حرف الشین، تحت الحدیث: ۴۸۶۲، ج۴، ص۲۰۶۔

دوسری فصل: **عُلمائے آخرت کی 12 نشانیاں**

﴿1﴾......علمائے آخرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ عالم اپنے علم سے دنیا طلب نہ کرے کیونکہ عالم کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے حقیر، گھٹیا، گدلا اور ناپائیدار ہونے کو جانے نیز آخرت کے عظیم ہونے، ہمیشہ رہنے، اس کی نعمتوں کے خالص ہونے اور آخرت کی سلطنت کے بڑا ہونے کا علم رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

دنیا و آخرت کی مثال:

یہ دونوں **دو سوکنوں** کی طرح ہیں اگر ایک کو راضی رکھو گے تو دوسری کو ناراض کر بیٹھو گے۔ ترازو کے **دو پلڑوں** کی مانند ہیں، ایک پلڑا بھاری ہوگا تو دوسرا ہلکا ہوگا۔ **مشرق و مغرب** کی مثل ہیں ایک سے جتنا قریب ہوگے دوسری سے اتنا دور ہو جاؤ گے۔ **دو پیالوں** کی طرح ہیں جن میں سے ایک بھرا ہوا ہے اور دوسرا خالی، بھرے ہوئے پیالے سے جس قدر دوسرے میں ڈالتے جاؤ گے اسی قدر بھرا ہوا خالی ہوتا جائے گا یہاں تک کہ جب خالی پیالہ بھر جائے گا تو بھرا ہوا خالی ہو جائے گا۔

پس جو شخص دنیا کے حقیر ہونے، گدلا ہونے اور اس کی لذتوں کے اس کی تکلیفوں کے ساتھ ملے ہونے کو نہ جانے اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ دنیا کی خالص نعمتیں جلد ختم ہو جاتی ہیں تو اس کی عقل خراب ہے کیونکہ مشاہدہ اور تجربہ اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا وہ شخص علما میں کیسے شمار ہو سکتا ہے جسے عقل نہیں؟ اور جو آخرت کے معاملے کی عظمت اور اس کے دوام کا علم نہیں رکھتا وہ تو کافر ہے۔ اس کا ایمان چھین لیا گیا ہے۔ لہٰذا جس کے پاس ایمان ہی نہیں وہ علما میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جو شخص یہ نہیں جانتا کہ دنیا آخرت کی ضد ہے انہیں جمع کرنا ایک ایسی لالچ ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں وہ تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعتوں سے ناواقف ہے بلکہ وہ تو پورے قرآن کا منکر ہے۔ اس کا شمار گروہِ علما میں کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جو یہ سب کچھ جانتے ہوئے آخرت کو دنیا پر ترجیح نہ دے وہ شیطان کا قیدی ہے۔ اس کی خواہش نے اسے برباد کر دیا اور اس پر اس کی بدبختی غالب آ گئی۔ لہٰذا اس درجے کا آدمی علما کے زمرے میں کیسے آ سکتا ہے؟

دنیادار عالم کی کم سے کم سزا:

حضرت سیِّدُ نا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''جو عالم میری محبت پر اپنی خواہش کو ترجیح دیتا ہے میں اسے کم سے کم سزا یہ دیتا ہوں کہ اسے اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔ اے داوٗد! میرے متعلق کسی ایسے عالم سے نہ پوچھنا جسے دنیا نے نشے میں ڈال دیا ہو، وہ تمہیں میری محبت کے راستے سے روک دے گا، یہ لوگ میرے بندوں کا راستہ کاٹنے والے ہیں۔ اے داوٗد! جب تم میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ۔ اے داوٗد! جو کسی بھاگے ہوئے کو میری بارگاہ میں لے کر آتا ہے میں اسے باخبر لکھ دیتا ہوں اور جسے میں باخبر لکھ دوں اسے کبھی عذاب نہ دوں گا۔'' (۱)

حضرت سیِّدُ ناحسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''علما کی سزا دل کا مردہ ہوجانا ہے اور دل کا مردہ ہونا یہ ہے کہ آخرت کے عمل کے بدلے دنیا طلب کی جائے۔'' (۲)

حضرت سیِّدُ نا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی نے فرمایا: ''علم وحکمت کا نور اسی وقت رخصت ہوتا ہے جب انہیں طلب دنیا کا ذریعہ بنایا جائے۔'' (۳)

حضرت سیِّدُ نا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''جب تم کسی عالم کو مالداروں کے پاس آتا جاتا دیکھو تو جان لو کہ وہ چور ہے۔'' (۴)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جب تم کسی عالم کو دنیا سے محبت کرنے والا پاؤ تو اسے اپنے دین کے معاملے میں مشکوک جانو کیونکہ ہر محبت کرنے والا اس چیز میں غور وفکر کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔'' (۵)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۴۔

2 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی نشر العلم، الحدیث۱۸۳۷، ج۲، ص۲۹۶۔

3 ......موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذمّ الدنیا، الحدیث۴۷۶، ج۵، ص۱۹۳۔

4 ......مختصر منہاج القاصدین، الربع الاوّل، ج۱، ص۲۱۔

5 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذمّ الفاجر من العلماء......الخ، ص۲۴۲۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے فرمایا: میں نے ایک سابقہ کتاب میں پڑھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''جو عالم دنیا سے محبت کرتا ہے میں اسے سب سے کم سزا یہ دیتا ہوں کہ اس کے دل سے اپنی مناجات کی لذت نکال دیتا ہوں۔'' (۱)

علم نور اور گناہ تاریکی ہے:

ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ ''بیشک تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے علم عطا کیا گیا ہے۔لہٰذا گناہوں کی تاریکی سے علم کے نور کو بجھا نہ دینا کہ اس دن اندھیرے میں رہ جاؤ جس دن علم والے اپنے علم کے نور میں دوڑیں گے۔'' (۲)

اے اصحابِ علم! شریعت محمدیہ کہاں ہے؟

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی علمائے دنیا سے فرمایا کرتے تھے: ''اے اصحابِ علم! تمہارے محلات قیصری (یعنی شاہِ روم قیصر کے محلات کی طرح) ہیں۔تمہارے گھر کسریٰ (یعنی شاہِ ایران) کے گھروں جیسے ہیں۔تمہارے کپڑے طاہری (یعنی عبداللہ بن طاہر وزیر کے کپڑوں کی مثل) ہیں۔تمہارے موزے جالوتی (یعنی جابر بادشاہ جالوت کے موزوں کی مانند)،سواریاں قارونی (یعنی قارون کی سواریوں جیسی) اور برتن فرعونی (یعنی فرعون کے برتنوں جیسے) ہیں۔تمہارے گناہ دورِ جاہلیت کے افعال جیسے اور تمہارے مذاہب شیطانی ہیں تو پھر شریعتِ محمدیہ کہاں ہے؟'' (۳)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

وَرَاعِی الشَّاۃِ یَحْمِی الذِّئْبَ عَنْھَا ۔۔۔ فَکَیْفَ اِذَا الرُّعَاۃُ لَھَا ذِئَابُ

ترجمہ: بکریوں کا چرواہا بھیڑیے سے بکریوں کی حفاظت کرتا ہے تو اس وقت کیا حال ہوگا جب چرواہے خود ہی بھیڑیئے بن جائیں گے۔ ایک دوسرے شاعر نے کہا:

یَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ! یَا مِلْحَ الْبَلَدِ! ۔۔۔ مَا یَصْلُحُ الْمِلْحُ اِذَا الْمِلْحُ فَسَدَ

ترجمہ: اے علما کے گروہ! اے شہروں کے نمک! جب نمک خود ہی خراب ہو جائے گا تو وہ کسی کو کیسے ٹھیک کرے گا۔

---

(1) ......مرقاة المفاتيح، كتاب الدعوات، تحت الحديث۲۲۸۸، ج۵، ص۸۷۔

(2) ......فيض القدير، حرف الهمزة، تحت الحديث۱۱۳، ج۱، ص۱۵۵۔

(3) ......حياة الحيوان الكبرى، باب الذال العجمة، الذئب، ج۱، ص۵۰۴، بتغيرٍ۔

معرفت الٰہی سے محرومی کا سبب:

ایک عارف سے پوچھا گیا کہ ''جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک گناہ ہوں کیا وہ معرفت الٰہی حاصل نہیں کرسکتا؟'' فرمایا: ''مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت نہیں رکھتا جبکہ یہ اس شخص سے (کہ جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک گناہ ہوں) بہت کم ہے۔''

یہ مت سمجھنا کہ علمائے آخرت کے ساتھ ملنے کے لئے صرف ترکِ مال کافی ہے بلکہ مقام ومرتبہ مال سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے فرمایا: حَدَّثَنَا دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ لہٰذا جب تم کسی شخص کو حَدَّثَنَا کہتے سنو تو جان لو کہ وہ کہتا ہے: ''مجھے جگہ دو۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے 10 سے زیادہ کتابوں کے بستے اور ٹوکرے دفن کر دیئے تھے اور فرماتے تھے: ''مجھے خواہش ہے کہ میں حدیث بیان کروں اور جب مجھے حدیث بیان کرنے کی خواہش نہ رہے گی تو میں ضرور حدیث بیان کروں گا۔'' (۲)

آپ اور آپ کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا فرمان ہے کہ ''جب تجھے حدیث بیان کرنے کی خواہش ہو تو خاموش رہ اور جب خواہش نہ رہے تب حدیث بیان کر۔'' (۳)

یہ اس لئے کہ فائدہ پہنچانے اور تعلیم کے منصب کی لذت دنیا کی ہر لذت سے بڑھ کر ہے تو جس نے اس معاملے میں اپنی خواہش کو پورا کیا وہ دنیا کے طلبگاروں میں سے ہے۔ اسی لئے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''حدیث بیان کرنے کا فتنہ مال اور بال بچوں کے فتنے سے سخت تر ہے۔'' (۴)

اور اس فتنے کا خوف کیوں نہ کیا جائے جبکہ سیِّدُ المرسلین، خَاتَمُ النَّبِیِّیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرمایا گیا:

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۳۳۔

2 ......المرجع السابق، ص۲۶۸۔ 3 ......المرجع السابق، بتغیرٍ۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۶۸، بتغیرٍ۔
حلیة الاولیاء، عبدالرحمن بن مهدی، الحدیث: ۱۲۸۵۷، ج۹، ص۶، قول عبدالرحمن بن مهدی، بتغیرٍ۔

وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْــٴًـا قَلِیْلًاۗۙ(۷۴) (پ۱۵،بنیٓ اسرآئیل:۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔

علم دنیا اور عمل آخرت ہے:

حضرت سیِّدُنا سہل بن عبداللہ تستری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: ''علم سارے کا سارا دنیا ہے اور اس پر عمل آخرت ہے اور اخلاص کے بغیر تمام اعمال بے کار ہیں۔'' (۱)

نیز یہ بھی فرمایا کہ ''تمام لوگ مردہ ہیں سوائے علما کے اور علما سب نشے میں ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے اور عمل کرنے والے سب دھوکے میں ہیں سوائے اخلاص والوں کے اور جو مخلص ہیں انہیں خوف لاحق ہے کہ نہ معلوم ان کا خاتمہ کیسا ہوگا۔'' (۲)

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: ''جب آدمی حدیث طلب کرتا ہے یا شادی کرتا ہے یا طلب معاش کے لئے سفر کرتا ہے تو وہ دنیا کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔'' (۳)

اس سے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مراد عالی سندیں ہیں یا وہ حدیث طلب کرنا جس کی طلب آخرت میں ضرورت نہیں۔

وہ عالم نہیں:

حضرت سیدنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص اہلِ علم میں سے کیسے ہو سکتا ہے جس کا سفر آخرت کی طرف ہو جبکہ وہ دنیا کے راستوں کی طرف متوجہ ہو اور اس کا شمار علما میں کیسے ہو سکتا ہے جو اس لئے علم نہیں سیکھتا کہ اس پر عمل کرے بلکہ دوسروں کو بتانے کے لئے علم حاصل کرتا ہے۔'' (۴)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۱، بتغیرٍ قلیلٍ۔

2 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی اخلاص العمل......الخ، الحدیث:۶۸۶۸، ج۵، ص۳۴۵۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۹، بتغیرٍ۔

4 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی نشر العلم، الحدیث:۱۷۱۹، ج۲، ص۳۱۴، بتغیرٍ قلیلٍ۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر بیان تفضیل علوم......الخ، ج۱ ص۲۳۹۔

حضرت سیِّدُنا صالح بن کیسان بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''میں ایسے کئی مشائخ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے ملا جو بدکار عالِم حدیث سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے تھے۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو اُس علم کو حاصل کرے جس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا تلاش کی جاتی ہے اور اس کا مقصد دنیا کا مال حاصل کرنا ہو تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔'' (۲)

علمائے دنیا اور علمائے آخرت کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے برے علما کا یہ وصف بیان کیا کہ وہ علم کے بدلے دنیا کماتے ہیں جبکہ علمائے آخرت کو وصف خشوع وزہد سے متصف فرمایا۔ چنانچہ، علمائے دنیا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا فرمائی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کیے۔

علمائے آخرت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں، جن کا ثواب ان کے ربّ کے پاس ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا: ''علما (بروزِ قیامت) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گروہ میں اٹھائے جائیں

(۱)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۳۔

(۲)......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللّٰہ، الحدیث: ۳۶۶۴، ج۳، ص۴۵۱، بتغیرٍ۔

گے اور قاضی بادشاہوں کے زُمرے میں۔''[1] اور ہر وہ فقیہ قاضی کے معنی میں شامل ہے جو اپنے علم سے طلبِ دنیا کا ارادہ کرتا ہے۔

دنیا کی خاطر علم دین سیکھنے والوں کا انجام:

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ جو لوگ دین کے علاوہ (کسی اور مقصد) کے لئے فقہ سیکھتے ہیں، عمل کے علاوہ کے لئے علم حاصل کرتے ہیں، عمل آخرت کے بدلے دنیا طلب کرتے ہیں، لوگوں کو دکھانے کے لئے اُونی لباس پہنتے ہیں، ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں جیسے ہیں، ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی اور دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں، وہ مجھے دھوکا دینا چاہتے اور مجھ سے استہزا کرتے ہیں، ان سے فرمادو کہ میں ضرور انہیں ایسے فتنے میں ڈالوں گا جو بردبار کو بھی پریشان کر چھوڑے۔'' [2]

عالم دو طرح کے ہیں:

حضرت سیِّدُنا ضحاک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس امت کے علما دو قسم کے ہیں **ایک** وہ جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم عطا کیا تو اس نے اسے لوگوں پر خرچ کیا اور اس پر کوئی اُجرت لی نہ ہی اس کے بدلے کوئی قیمت لی، یہی وہ خوش نصیب ہے جس کے لئے آسمان کے پرندے، پانی کی مچھلیاں، زمین کے چوپائے اور لکھنے والے معزز فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں ایک معزز سردار ہو کر آئے گا یہاں تک کہ مرسلین کی رفاقت اختیار کرے گا اور **دوسرا** وہ ہے کہ جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں علم سے نوازا تو اس نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کے سامنے اس علم کو بیان کرنے میں بخل سے کام لیا، اس پر لالچ کی اور اس کے بدلے قیمت وصول کی، یہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسے آگ کی لگام ڈالی گئی

---

1 ......کشف الخفاء، حرف الیاء التحتانیة، الحدیث: ۳۲۲۸، ج۲، ص۳۶۰۔

2 ......المدخل، فصل فی العالم و کیفیة نیته......الخ، ج۱، ص۵۰، ''لافتحن'' بدله ''لاتیحن''۔

الفقیه والمتفقه، ماجاء فی ورع المفتی وتحفّظه، الحدیث: ۱۰۶۸، ج۲، ص۳۴۲، بتغیرٍ قلیلٍ۔

ہوگی۔ پھر ساری مخلوق کے سامنے ایک پکارنے والا پکارے گا: ''یہ فلاں ابن فلاں ہے۔ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں علم عطا فرمایا تھا لیکن اس نے بندوں پر اس علم کو بیان کرنے میں بخل کیا، اس پر لالچ کی اور اس کے بدلے قیمت وصول کی۔'' پھر اسے عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ سب لوگوں کا حساب ختم ہو جائے۔ (1)

دین کے بدلے دنیا طلب کرنے کا انجام:

اس سے زیادہ سخت یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت کیا کرتا تھا اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مجھے حضرت سیِّدُنا موسیٰ صَفِیُّ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے بیان کیا۔ مجھے حضرت سیِّدُنا موسیٰ نَجِیُّ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے بتایا۔ مجھے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے خبر دی۔ یہاں تک کہ وہ مالدار ہو گیا اور اس کے پاس کافی مال آ گیا۔ جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے نہ پایا تو اس کے بارے میں پوچھنے لگے لیکن اس کی کوئی خبر نہ ملی حتی کہ ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس کے ہاتھ میں ایک خنزیر تھا جس کے گلے میں سیاہ رسی تھی۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے دریافت فرمایا: ''کیا تم فلاں کو جانتے ہو؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں! یہ خنزیر وہی شخص ہے۔'' آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی ''اسے اس کی سابقہ حالت پر لوٹا دے تا کہ میں اس سے اس حالت کا سبب پوچھوں۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ''اگر تم مجھ سے ان کلمات کے ساتھ دعا کرو جن کے ساتھ آدم اور دوسرے انبیا نے کی تھی جب بھی قبول نہ کروں گا لیکن یہ بتا دیتا ہوں کہ اس کے ساتھ یہ معاملہ کیوں کیا اس لئے کہ یہ دین کے بدلے دنیا کماتا تھا۔'' (2)

علما اور جہنم کے طبقات:

اس سے بھی زیادہ سخت یہ روایت ہے جو حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے کہ حضور نبی اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالم کے فتنے میں سے ہے کہ اسے تقریر سننے سے تقریر کرنا زیادہ پسند ہو حالانکہ تقریر کرنے میں بناوٹ اور مبالغہ ہو جاتا ہے اور تقریر

1 ......المعجم الاوسط، من اسمه محمد، الحدیث۷۱۸۷، ج۵، ص۲۳۷، بتغیرٍ۔

2 ......المدخل، فصل فی العالم و کیفیة نیته......الخ، ج۱، ص۶۲۔

کرنے والا غلطی سے محفوظ نہیں جبکہ خاموشی میں سلامتی اور علم ہے۔ بعض علما اپنے علم کو جمع رکھتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ علم دوسروں کے پاس پایا جائے ایسے لوگ جہنم کے **پہلے طبقے** میں ہوں گے۔ بعض علما وہ ہیں جو اپنے علم میں بادشاہ کی طرح ہیں کہ اگر ان کے علم میں سے کسی چیز کے متعلق ان پر اعتراض کیا جائے یا ان کے حق میں کمی کی جائے تو وہ غصے میں آ جاتے ہیں ایسے علما جہنم کے **دوسرے طبقے** میں ہوں گے۔ کچھ عالم ایسے ہوتے ہیں جو اپنا علم اور عمدہ گفتگو معزز اور مالدار لوگوں کو ہی پیش کرتے ہیں اور ضرورت مندوں کو اس کا اہل نہیں سمجھتے ایسے علما جہنم کے **تیسرے طبقے** میں ہوں گے۔ بعض علما اپنے آپ کو فتویٰ دینے کے لئے مقرر کر لیتے ہیں اور غلط فتویٰ دیتے ہیں، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تکلف کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے ایسے علما جہنم کے **چوتھے طبقے** میں ہوں گے۔ بعض علما دوسروں کے سامنے یہود و نصاریٰ کا کلام بیان کرتے ہیں تاکہ اس وجہ سے ان کے علم کی قدر ہو ایسے علما جہنم کے **پانچویں طبقے** میں ہوں گے۔ کچھ علما اپنے علم کو لوگوں میں شہرت، فضیلت اور مروت کا ذریعہ بناتے ہیں وہ جہنم کے **چھٹے طبقے** میں جائیں گے اور بعض علما ایسے ہیں کہ جن پر خود پسندی اور تکبر کی کیفیت طاری رہتی ہے، اگر وعظ کریں تو سختی کرتے ہیں مگر جب انہیں نصیحت کی جائے تو ناک چڑھاتے ہیں، وہ جہنم کے **ساتویں طبقے** میں ہوں گے۔ لہٰذا اے بھائی! خاموشی کو لازم کر لو اس کے ذریعے شیطان پر غالب آ جاؤ گے، بغیر تعجب کے مت ہنسو اور بغیر ضرورت کے مت چلو۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''کسی بندے کی تعریف اتنی عام ہوتی ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان کو بھر دیتی ہے جبکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کی حیثیت مچھر کے پَر برابر بھی نہیں ہوتی۔'' (۲)

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مجلس (وعظ) سے فارغ ہوئے تو ایک خراسانی شخص نے ایک تھیلا آپ کی خدمت میں پیش کیا جس میں 5 ہزار درہم اور 10 باریک کپڑے تھے اور عرض کی: ''اے ابوسعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمَجِیْد! یہ درہم خرچ کے لئے اور کپڑے پہننے کے لئے ہیں۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا:

---

1 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی آداب العلم والمتعلم، فصل فی فضل الصمت وحمده، الحدیث:۲۰، ص۱۹۱۔
تنزیه الشریعة، کتاب العلم، الفصل الثانی، الحدیث:۵، ج۱، ص۲۶۹۔
اللآلی المصنوعة، کتاب العلم، ج۱، ص۲۰۴، [قال فیه: باطل مسنداً وموقوفاً]۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۹۔
تذکرة الموضوعات، باب الاخلاق المحمود......الخ، ص۱۸۹، (قال فیه: لم یوجد لاکن فی الصحیحین معناه)۔

"اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے عافیت دے! یہ اٹھالو اور انہیں اپنے پاس رکھو ہمیں ان کی حاجت نہیں اور جو میری اس مجلس جیسی مجلس قائم کرے گا پھر لوگوں سے اس طرح کا نذرانہ لے گا وہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہوگا۔" (1)

کس عالم کی صحبت اختیار کی جائے؟

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو صرف اسی عالم کے پاس بیٹھو جو تمہیں پانچ خصلتوں سے پانچ کی طرف بلائے: (۱) شک سے یقین کی طرف (۲) ریاکاری سے اخلاص کی طرف (۳) دنیا کی رغبت سے بے رغبتی کی طرف (۴) تکبر سے عاجزی کی طرف اور (۵) عداوت سے خیر خواہی کی طرف۔" (2)

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًاۚ

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔

(پ۲۰، القصص: ۷۹، ۸۰)

پس اہلِ علم نے جان لیا کہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینی چاہیے۔

﴿2﴾......علمائے آخرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ عالم کا فعل اس کے قول کی مخالفت نہ کرے بلکہ وہ اس وقت تک کسی چیز کا حکم نہ دے جب تک پہلے خود اس پر عمل نہ کرلے۔

چند فرامین باری تعالیٰ ملاحظہ ہوں:

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۹، بتغیرٍ۔

2 ......حلیة الاولیاء، شقیق البلخی۳۹۵، الحدیث۱۱۴۱۷، ج۸، ص۷۵۔

﴿۱﴾

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (پ ۱، البقرۃ: ۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

﴿۲﴾

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ (پ ۲۸، الصف: ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

﴿۳﴾ حضرت سیِّدُنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ (پ ۱۲، ھود: ۸۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کا خلاف کرنے لگوں۔

﴿۴﴾

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ یُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ (پ ۳، البقرۃ: ۲۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

﴿۵﴾

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا (پ ۲، البقرۃ: ۱۹۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو۔

﴿۶﴾

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ (پ ۷، المآئدۃ: ۱۰۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰه عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ارشاد فرمایا: ''اے ابن مریم! پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو اگر وہ مان جائے تو پھر دوسروں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔'' (1)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا ''تم کون ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ہم نیکی کا حکم دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ برائی سے روکتے

(1)......الزھد للامام احمد بن حنبل، من مواعظ عیسٰی علیہ السلام، الحدیث: ۳۰۰، ص ۹۳۔

تھے لیکن خود اس کا ارتکاب کرتے تھے۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''میری امت کی ہلاکت بدکار عالم اور جاہل عابد کی وجہ سے ہوگی، بدترین لوگ برے علما اور بہترین لوگ اچھے علما ہیں۔'' (۲)

قبروں کی شکایت:

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ قبروں نے بارگاہِ الٰہی میں کفار کے مردہ اجسام کی بدبو کی شکایت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں فرمایا کہ ''برے علما کے باطن تمہارے اندر موجود بدبو سے زیادہ بدبودار ہیں۔'' (۳)

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن فاسق علما کا حساب بت پرستوں سے بھی پہلے ہوگا۔'' (۴)

سات بار ہلاکت:

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جو علم نہیں رکھتا اس کے لئے ایک بار ہلاکت ہے اور جو علم رکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا اس کے لئے سات بار ہلاکت ہے۔'' (۵)

تمہیں کیا چیز جہنم میں لے گئی:

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ جنتی بعض جہنمیوں کو دیکھ کر پوچھیں گے: ''تمہیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں تمہارے ہی ادب سکھانے اور تعلیم دینے کے طفیل جنت میں داخل کیا ہے۔'' وہ کہیں گے: ''ہم نیکی کا حکم کرتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے۔ برائی سے روکتے تھے لیکن خود اس کا ارتکاب کرتے تھے۔'' (۶)

---

1 ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ذکر وصف الخطباء الذین......الخ، الحدیث:۵۳، ج۱، ص۱۳۵، مفہومًا۔

2 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذمّ الفاجر من العلماء......الخ، الحدیث:۷۴، ص۲۴۱۔

3 ......المرجع السابق۔ 4 ......المرجع السابق، بتغیرٍ۔

5 ......حلیۃ الاولیاء، ابو الدرداء، الحدیث:۷۸۱، ج۱، ص۲۷۰، بتغیرٍ قلیلٍ۔

6 ......الزہد لابن المبارک، باب من طلب العلم لعرض فی الدنیا، الحدیث:۶۴، ص۲۱، باختصارٍ۔

حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت اس شخص کو ہوگی جس نے لوگوں کو علم سکھایا اور لوگوں نے اس کے علم پر عمل کیا لیکن اس نے خود اس پر عمل نہ کیا لوگ تو عمل کے سبب نجات پا گئے لیکن وہ ہلاک ہو گیا۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے فرمایا: ''جب عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے تو اس کی نصیحت لوگوں کے دلوں سے ایسے پھسلتی ہے جیسے صاف پتھر سے پانی کا قطرہ پھسل جاتا ہے۔'' (۲)

شاعر کہتا ہے:

يَا وَاعِظَ النَّاسِ قَدْ اَصْبَحْتَ مُتَّهَمًا　　اِذْ عِبْتَ مِنْهُمْ اُمُوْرًا اَنْتَ تَاْتِيْهَا

اَصْبَحْتَ تَنْصَحُهُمْ بِالْوَعْظِ مُجْتَهِدًا　　فَالْمُوْبِقَاتُ لَعَمْرِيْ اَنْتَ جَانِيْهَا

تَعِيْبُ دُنْيَا وَنَاسًا رَاغِبِيْنَ لَهَا　　وَاَنْتَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ رَغْبَةً فِيْهَا

ترجمہ: (۱) اے لوگوں کو وعظ کرنے والے! تم تہمت زدہ ہو کیونکہ جن باتوں کو ان میں عیب بتاتے ہو انہیں خود کرتے ہو۔

(۲) تم انہیں وعظ ونصیحت کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہو اور مجھے میری زندگی کی قسم! ہلاک کرنے والی چیزیں تمہاری طرف آ رہی ہیں۔

(۳) تم دنیا اور اس میں رغبت رکھنے والوں کو عیب لگاتے ہو حالانکہ خود ان سے زیادہ دنیا میں رغبت رکھتے ہو۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَاْتِيْ مِثْلَهٗ　　عَارٌ عَلَيْكَ اِذْ فَعَلْتَ عَظِيْمٌ

ترجمہ: لوگوں کو ایسی بات سے منع نہ کر جسے تو خود کرتا ہے اگر تو ایسا کرے تو یہ تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔

نصیحت آموز عبارت:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں میرا گزر ایک پتھر کے قریب سے ہوا اس پر لکھا تھا: ''مجھے پلٹ کر دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔'' میں نے اسے پلٹ کر دیکھا تو اس پر لکھا تھا کہ ''جس

(۱)......تحفة الحبيب على شرح الخطيب، مبحث امّابعد، ج۱، ص۱۷۔

(۲)......الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد محمد بن سيرين، الحديث:۱۸۸۱، ص۳۲۵۔

کا تجھے علم ہے اس پر تو عمل نہیں کرتا پھر جس کا علم نہیں اسے جاننے کی طلب کیوں کرتا ہے۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا ابن سماک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق نے فرمایا: ''دوسروں کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد دلانے والے کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو خود اسے بھول جاتے ہیں۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرانے والے کتنے ہی ایسے ہیں جو خود اس پر جرأت کرتے ہیں۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کرنے والے کتنے ہی ایسے ہیں جو خود اس سے دور ہیں۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلانے والے کتنے ہی ایسے ہیں جو خود اس سے بھاگتے ہیں اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اس کی آیات سے الگ رہتے ہیں۔'' (۲)

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: ''ہم نے اپنی گفتگو کو فصیح کیا تو اس میں غلطی نہ کی اور اپنے اعمال میں غلطی کی تو انہیں درست نہ کیا۔'' (۳)

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''جب فصاحت و بلاغت آجاتی ہے تو خشوع وخضوع رخصت ہو جاتا ہے۔'' (۴)

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن غنم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے دس صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے خبر دی کہ ہم مسجد قبا میں علم حاصل کرنے میں مشغول تھے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ''جو سیکھنا چاہتے ہو سیکھ لو لیکن یہ یاد رکھو کہ جب تک عمل نہیں کرو گے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اجر نہیں دے گا۔'' (۵)

علم پر عمل نہ کرنے والے کی مثال:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''جو علم سیکھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا

---

1 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع القول فی العمل بالعلم، ص۲۵۳۔

2 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی نشر العلم، الحدیث:۱۹۱۱، ج۲، ص۳۱۳۔۳۱۴، مختصراً۔
التفسیر الکبیر للرازی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ:۳، ج۱، ص۲۰۲۔

3 ......المجالسۃ وجواھر العلم، الجزء السادس، الحدیث:۸۵، ج۱، ص۳۳۳۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۸۲، بتغیر الفاظٍ۔

5 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع القول فی العمل بالعلم، الحدیث:۱۲۷۴، ص۳۵۳۔

اس کی مثال اس عورت کی طرح ہے جو چھپ کر زنا کرتی ہے اور حاملہ ہو جاتی ہے پھر اس کا حمل ظاہر ہوتا ہے تو وہ ذلیل ورسوا ہوتی ہے یہی حال اس کا ہوگا جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، اللہ جبار وقہار عَزَّوَجَلَّ اسے قیامت کے دن سب لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا۔‘‘ (۱)

عالم کی لغزش باعث ہلاکت ہے:

حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’عالم کی لغزش سے ڈرو کیونکہ لوگوں میں اس کی بڑی قدر ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ لغزش میں بھی اس کی پیروی کرتے ہیں۔‘‘ (۲)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’جب عالم پھسلتا ہے تو اس کے پھسلنے سے ایک جہان پھسل جاتا ہے۔‘‘ (۳)

انہی کا فرمان ہے کہ اہل زمانہ تین باتوں کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں ان میں سے ایک عالم کی لغزش ہے۔ (۴)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دلوں کی شیرینی کھاری ہو جائے گی تو اس وقت نہ عالم کو اس کے علم سے کچھ فائدہ ہوگا اور نہ طالب علم کو کچھ نفع ہوگا۔ ان کے علما کے دل اس بنجر زمین کی طرح ہو جائیں گے جس پر بارش برستی ہے لیکن پھر بھی اس میں مٹھاس نہیں پائی جاتی۔‘‘ اور یہ اس وقت ہوگا جب علما کے دل دنیا کی محبت اور اسے آخرت پر ترجیح دینے کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے دلوں سے حکمت کے چشمے نکال لے گا اور ہدایت کے چراغ بجھا دے گا۔ جب تم ان کے کسی عالم سے ملو گے تو وہ زبان سے تمہیں کہے گا کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں مگر اس کے اعمال میں بدکاری ظاہر ہوگی۔ اس وقت زبانیں بڑی شیریں ہوں گی مگر دل خشک ہوں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! یہ اس لئے ہوگا کہ اساتذہ نے غیر خدا کے لئے علم سکھایا اور شاگردوں نے غیر خدا کے لئے علم سیکھا ہوگا۔ تورات اور

---

1 ......فیض القدیر للمناوی، حرف الهمزة، تحت الحدیث: ۲۲۲۶، ج۲، ص۵۴۹۔

2 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع بیان مایلزم الناظر، الحدیث: ۹۲۵، ص۳۵۲، باختصارٍ۔

3 ......الزهد لابن المبارک، الحدیث: ۱۴۷۴، ص۵۲۰، (قول عیسٰی علیه السلام)۔

4 ......الزهد لابن المبارک، الحدیث: ۱۴۷۵، ص۵۲۰، مفهومًا۔

انجیل میں لکھا ہے کہ ''جب تک اپنے علم پر عمل نہ کرلو اس وقت تک اس علم کو طلب نہ کرو جو تمہیں حاصل نہیں۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تم ایسے زمانے میں ہو کہ اس میں جس نے اپنے علم کے دسویں حصے پر عمل کرنا چھوڑ دیا وہ ہلاک ہوگیا اور عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں جس نے اپنے علم کے دسویں حصے پر عمل کرلیا وہ نجات پالے گا اور یہ جھوٹوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔'' (۲)

عالم اور قاضی:

یاد رکھو! عالم کی مثال قاضی جیسی ہے اور مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قاضی تین قسم کے ہیں **ایک** وہ جو علم رکھتا اور حق فیصلہ کرتا ہے وہ جنتی ہے۔ **دوسرا** وہ جو ناحق فیصلہ کرتا ہے وہ جہنم میں جائے گا چاہے اسے علم ہو یا نہ ہو اور **تیسرا** وہ جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔'' (۳)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن:

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار بیان کرتے ہیں کہ آخری زمانے میں ایسے علما ہوں گے جو لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی کا کہیں گے لیکن خود اس میں رغبت رکھیں گے۔ لوگوں کو خوف دلائیں گے لیکن خود نہیں ڈریں گے۔ انہیں حکمرانوں کے پاس جانے سے روکیں گے لیکن خود ان کے پاس جائیں گے۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے لیکن اپنی زبانوں کی کمائی کھائیں گے۔ مالداروں کے قریب رہیں گے لیکن غریبوں سے دور۔ علم پر ایسے جھگڑیں گے جس طرح عورتیں مردوں پر جھگڑتی ہیں۔ ان کا کوئی ہم نشین اگر دوسرے کی مجلس میں بیٹھے گا تو اس سے ناراض ہو جائیں گے۔ یہ لوگ متکبرین اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہوں گے۔ (۴)

---

1 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع القول فی العمل بالعلم، ص۲۵۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ج۱، ص۲۳۸، بتغیرٍ۔
سنن الترمذی، کتاب الفتن، بَاب مَا جَاءَ فِی النَّهْیِ عَنْ سَبِّ الرِّیَاحِ، الحدیث۲۲۵۹، ج۴، ص۱۱۸، مفهومًا۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء عن رسول اللّٰه......الخ، الحدیث۱۳۲۷، ج۳، ص۶۰، مفهومًا۔

4 ......المجالسة وجواهر العلم، الجزء الثانی والعشرون، الحدیث:۳۰۹، ج۳، ص۱۲۷، باختصارٍ۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج۱، ص۲۴۳، دون قوله:اولئک الجبارون اعداء الرحمن۔

سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان اکثر تمہیں علم کے ذریعے سست بنا دیتا ہے۔'' کسی نے عرض کی: ''وہ کیسے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ کہتا ہے علم حاصل کر اور جب تک علم مکمل نہ کر لے عمل مت کرنا پھر وہ علم طلب کرنے کا کہتا رہتا ہے اور عمل میں سستی دلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ علم پر عمل کئے بغیر اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔'' (1)

علم کی حفاظت کا نسخۂ کیمیا:

حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ایک شخص جس کو ظاہری علوم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا اچانک اس نے عبادت کے لئے لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں برباد کرے تم کب تک علم کو ضائع کرتے رہو گے!'' تو میں نے کہا: ''میں تو علم کو محفوظ کر رہا ہوں۔'' اس نے کہا: ''علم کی حفاظت اس پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔'' بس پھر میں طلب علم کو چھوڑ کر عمل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ (2)

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''علم کثرتِ روایت کا نہیں بلکہ خشیت الٰہی کا نام ہے۔'' (3)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''جتنا چاہو علم حاصل کر لو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب تک عمل نہیں کرو گے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اجر نہیں دے گا۔ بیوقوفوں کا مقصد علم کی روایت ہے جبکہ علما کا مقصد علم کی حفاظت۔'' (4)

حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''علم طلب کرنا اور اسے پھیلانا اچھا عمل ہے جبکہ نیت درست ہو لیکن دیکھا کرو کہ جو چیز صبح سے شام تک تمہارے ساتھ رہتی ہے اس پر کسی دوسری چیز کو ترجیح نہ دو۔'' (5)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، کتاب العلم وتفضیلہ ج ۱، ص۲۲۸، بتغیرٍ۔

2 ......فیض القدیر للمناوی، حرف الھمزۃ، تحت الحدیث ۱۳۰۱، ج۳، ص۲۰۹، بتغیرِ الفاظٍ۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ج۱، ص۲۳۰، بتغیرِ الفاظٍ۔

3 ......الزھد للامام احمد بن حنبل، فی فضل ابی ھریرۃ، الحدیث ۸۶۷، ص۱۸۰۔

4 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع القول فی العمل بالعلم، الحدیث ۱۲۵۷، ص۲۵۳۔(قول انس بن مالک)

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ذکر فضل علم المعرفۃ......الخ، ج۱ ص۲۳۰۔

5 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ذکر فضل علم المعرفۃ......الخ، ج۱ ص۲۳۳۔

نزولِ قرآن کا مقصد:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''قرآنِ حکیم اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، تم نے اس کے پڑھنے پڑھانے کو بھی عمل بنا لیا، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اس کو نیزے کی طرح سیدھا کریں گے وہ تم میں بہتر لوگ نہیں ہوں گے اور جو عالم عمل نہیں کرتا اس مریض کی طرح ہے جو دوائی کی تعریف کرتا ہے اور اس بھوکے کی طرح ہے جو لذیذ کھانوں کی تعریف کرتا ہے لیکن ان کو پاتا نہیں۔'' (۱)

اس جیسے شخص کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

نیز حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''مجھے اپنی امت پر عالم کی لغزش اور منافق کے قرآن میں جھگڑنے کا ڈر ہے۔'' (۲)

﴿3﴾......علمائے آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایسے عالم کا مقصد آخرت میں نفع دینے والے اور اطاعت میں رغبت دلانے والے علم کا حصول ہو، ان علوم سے بچے جن کا نفع کم، جھگڑا اور بحث ومباحثہ زیادہ ہو پس اس شخص کی مثال جو اعمال کے علم سے غافل ہو کر جدال (جھگڑوں وغیرہ) میں مشغول ہو جائے اس مریض کی سی ہے جو کئی بیماریوں میں مبتلا ہو وہ کسی ماہر طبیب کو تنگ وقت میں ملے کہ اس کے چلے جانے کا خوف ہو لیکن وہ جڑی بوٹیوں اور ادویات کی خصوصیات اور طب کی عجیب وغریب باتیں پوچھنا شروع کر دے اور اس اہم بات کے بارے میں نہ پوچھے جس میں وہ مبتلا ہے، وہ نرا بے وقوف ہے۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''مجھے علم کی عجیب وغریب باتیں بتائیں!'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: ''تم نے بنیادی علم کے بارے میں کیا سیکھا؟'' اس نے عرض کی: ''بنیادی علم کیا ہے؟'' فرمایا: ''کیا تم نے رب عَزَّوَجَلَّ کو پہچانا؟'' اس نے عرض کی: ''جی ہاں!'' ارشاد فرمایا: ''تم نے اس

---

❶......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۰۔

❷......المعجم الکبیر، الحدیث۲۸۲، ج۲۰، ص۱۳۹، مفہومًا۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۹۵۔

کے حق کی ادائیگی میں کیا عمل کیا؟'' عرض کی: ''جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا۔'' ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے موت کو جانا؟'' عرض کی: ''جی ہاں!'' ارشاد فرمایا: ''اس کے لئے کیا تیاری کی؟'' عرض کی: ''جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا۔'' ارشاد فرمایا: ''جاؤ! پہلے اس میں پختہ ہو جاؤ پھر ہمارے پاس آنا ہم تمہیں علم کے غرائب میں سے کچھ سکھا دیں گے۔''[1]

8 انمول ہیرے:

ایک طالب علم کو ایسا ہونا چاہئے جیسا حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے شاگرد رشید حضرت سیِّدُنا حاتمِ اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے استاذ حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ان سے پوچھا: ''تم کتنے عرصے سے میری صحبت میں ہو؟'' عرض کی: ''33 سال سے۔'' پوچھا: ''اس مدت میں مجھ سے کیا سیکھا؟'' عرض کی: ''آٹھ باتیں۔''

حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے افسوس کرتے ہوئے یہ آیت مبارکہ پڑھی: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔

اور کہا: ''میری زندگی کا ایک عرصہ تمہارے ساتھ گزر گیا اور تم نے صرف آٹھ باتیں سیکھی ہیں؟'' حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے عرض کی: ''استاذِ محترم! میں نے ان کے علاوہ کچھ نہیں سیکھا اور مجھے جھوٹ بولنا پسند نہیں۔'' استاذ صاحب نے فرمایا: ''وہ آٹھ باتیں بیان کرو کہ میں سنوں۔''

(۱)......عرض کی: میں نے لوگوں کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ہر شخص ایک محبوب سے محبت کرتا ہے اور (محبوب کے مرنے پر) اس کے ساتھ قبر تک جاتا ہے پھر اس سے جدا ہو جاتا ہے تو میں نے اچھے اعمال کو اپنا محبوب بنا لیا تا کہ جب میں قبر میں داخل ہوں تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ داخل ہو۔

حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''اے حاتم! بہت اچھا۔''

(۲)......عرض کی: میں نے اس فرمانِ باری تعالیٰ میں غور و فکر کیا:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہونے

---

1 ......حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، الحدیث ۵۴، ج ۱، ص ۵۶۔

عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ(۴۱) سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔ (پ۳۰، النّٰزعٰت:۴۰،۴۱)

تو میں نے جان لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان حق ہے پھر میں خواہش کو دور کرنے کے لئے اپنے نفس کو تیار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری پر پختہ ہوگیا۔

(۳)......عرض کی: میں نے لوگوں کو غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ ہر وہ شخص جس کے پاس کوئی قدر و قیمت والی چیز ہے وہ اسے بلند کرتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے پھر میں نے اس فرمانِ الٰہی میں غور کیا:

مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍؕ ترجمۂ کنزالایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (پ۱۴، النحل:۹۶)

اب جب بھی میرے پاس کوئی قدر و قیمت والی چیز آتی ہے تو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف پھیر دیتا ہوں تاکہ محفوظ رہے۔

(۴)......عرض کی: لوگوں کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ہر ایک کی توجہ مال، حسب ونسب اور شرف کی طرف ہے۔ میں نے ان چیزوں کے بارے میں غور کیا تو ان کی کوئی حیثیت معلوم نہ ہوئی پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں غور کیا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ (پ۲۶، الحجرٰت:۱۳)

تو میں نے تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کی تاکہ بارگاہِ الٰہی میں عزت والا ہو جاؤں۔

(۵)......عرض کی: میں نے حسد کے سبب لوگوں کو ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے دیکھا پھر اس آیت مقدسہ میں غور وخوض کیا:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان میں ان کی زیست (زندگی گزارنے) کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ (پ۲۵، الزخرف:۳۲)

تو میں حسد کو ترک کر کے مخلوق سے الگ ہوگیا اور میں نے جان لیا کہ تقسیم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اس لئے میں نے لوگوں سے عداوت ترک کردی۔

(۶)......عرض کی: میں نے لوگوں کو ایک دوسرے پر زیادتی کرتے اور آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھا پھر اس فرمان باری تعالیٰ کی طرف نظر کی:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ (پ۲۲، فاطر:۶) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

تو میں نے صرف شیطان سے دشمنی کی اور اس سے بچنے کی کوشش کی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے گواہی دی ہے کہ وہ میرا دشمن ہے اس لئے میں نے اس کے علاوہ کسی سے دشمنی نہیں کی۔

(۷)......عرض کی: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک روٹی کے ٹکڑے کی طلب میں اپنے نفس کو ذلیل کرتا اور اس چیز میں مشغول ہوتا ہے جس میں مشغول ہونا اس کے لئے جائز نہیں پھر میں نے اس آیت مبارکہ میں غور کیا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ۱۲، ھود:۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

تو اس نتیجے پر پہنچا کہ میں بھی ان چلنے والوں میں سے ایک ہوں جن کا رزق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ کرم پر ہے، پھر میں اس کام میں مشغول ہو گیا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مجھ پر لازم ہے اور اسے چھوڑ دیا جو میرے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے۔

(۸)......عرض کی: میں نے لوگوں کو دیکھا سب مخلوق پر بھروسا کئے ہوئے ہیں، کوئی اپنی زمین پر، کوئی اپنے کاروبار پر، کوئی اپنے فن پر، کوئی اپنی صحت پر الغرض ہر مخلوق اپنی مثل مخلوق پر توکل کئے ہوئے ہے تو میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی طرف توجہ کی:

وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ (پ۲۸، الطلاق:۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

لہٰذا میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کر لیا اور وہی مجھے کافی ہے۔'' حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''اے حاتم! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں توفیق دے! بے شک میں نے توریت، انجیل، زبور اور قرآنِ حکیم میں غور وفکر کیا تو بھلائی اور دیانت کی تمام اقسام کو اس طرح پایا کہ وہ تمام انہی آٹھ باتوں کے گرد گھومتی ہیں۔ جو ان پر عمل کرلے گا وہ

چاروں (آسمانی) کتابوں پر عامل ہو جائے گا۔''

الغرض! علمائے آخرت ہی اس طرح کا علم حاصل کرنے اور اسے سمجھنے کا اہتمام کرتے ہیں جبکہ علمائے دنیا تو اس چیز میں مشغول ہوتے ہیں جس سے مال و جاہ کا حصول آسان ہو اور ان جیسے علوم کو چھوڑ دیتے ہیں جن کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت سیِّدُنا ضحاک بن مزاحم عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡحَاکِم بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے صحابۂ کرام رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡن کا زمانہ پایا ہے وہ ایک دوسرے سے تقویٰ کے علاوہ کچھ نہیں سیکھتے تھے اور اب لوگ علم کلام کے سوا کچھ نہیں سیکھتے۔'' (1)

﴿4﴾......علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ ایسا عالم کھانے پینے کی اشیا میں آسودگی، لباس میں زیبائش، گھریلو سامان اور رہائش کے مکان میں خوبصورتی کی طرف مائل نہ ہو بلکہ ان تمام چیزوں میں میانہ روی اپنائے، اس میں سلف صالحین کی مشابہت اختیار کرے اور کم سے کم پر قناعت کا ذہن رکھے۔ پس جب اس کی توجہ کمی کی جانب بڑھے گی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف اس کا قرب بھی زیادہ ہوگا اور علمائے آخرت میں اس کا مقام بلند ہوگا۔

سیِّدُنا حاتم عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡحَاکِم کا اندازِ نصیحت:

حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡاَکۡرَم کے شاگرد حضرت سیِّدُنا ابو عبد **اللہ** خواص عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق سے منقول یہ حکایت اس کی گواہ ہے۔ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡاَکۡرَم کے ساتھ (خراسان کے بڑے شہر) رے کی طرف گیا۔ ہمارے ساتھ 320 آدمی تھے۔ ہم حج کا ارادہ رکھتے تھے۔ سب نے اُونی کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ کسی کے پاس بھی توشہ دان اور کھانا نہیں تھا۔ ''رے'' مقام پر پہنچ کر ہم ایک تاجر کے پاس گئے جو تنگ دست تھا لیکن مسکینوں کو دوست رکھتا تھا۔ اس رات اس نے ہماری ضیافت کی۔ اگلے دن اس نے حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡاَکۡرَم سے کہا کہ ''اگر آپ کو کوئی حاجت ہو تو فرمایئے کیونکہ ایک فقیہ بیمار ہیں میں نے ان کی عیادت کو جانا ہے۔'' آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے فرمایا: ''مریض کی عیادت تو ثواب کا کام ہے اور فقیہ کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے۔ چلو، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔'' وہ بیمار فقیہ رے کا قاضی محمد بن مقاتل رازی تھا۔ جب ہم اس کے دروازے پر پہنچے تو بلند اور خوبصورت محل دیکھ کر حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡاَکۡرَم متعجب ہو کر فرمانے لگے:

(1)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ج۱، ص۲۳۹۔

''عالم کا دروازہ اور اس طرح کا؟'' اجازت ملی، اندر گئے تو دیکھا کہ ایک وسیع وعریض اور عمدہ وخوبصورت گھر ہے۔ اس میں پردے لٹک رہے ہیں۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سوچ میں پڑ گئے۔ پھر قاضی کی مجلس میں پہنچے تو دیکھا کہ قاضی ایک نرم بچھونے پر آرام فرما ہے اور سر کی جانب ایک غلام ہاتھ میں پنکھا لئے موجود ہے۔زیارت کی غرض سے آنے والے تاجر نے سر کے پاس بیٹھ کر حالت دریافت کی جبکہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کھڑے رہے۔ ابن مقاتل نے آپ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن آپ نہ بیٹھے۔اس نے کہا: ''شاید آپ کو کوئی حاجت ہے؟'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''ہاں!'' پوچھا: ''کیا حاجت ہے؟'' فرمایا: ''ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔'' کہا: ''پوچھئے۔'' فرمایا: ''پہلے سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں پھر پوچھوں گا۔''

چنانچہ، قاضی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: ''تم نے علم کس سے حاصل کیا ہے؟'' جواب دیا: ''معتبر علما سے۔'' پوچھا: ''انہوں نے کس سے سیکھا؟'' جواب دیا: ''صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے۔'' پوچھا: ''انہوں نے کس سے سیکھا؟'' کہا: ''رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے۔'' پوچھا: ''حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس سے؟'' جواب دیا: ''حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطے سے خدائے بزرگ و برتر سے۔'' حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: ''جو علم حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے خالق کائنات عَزَّوَجَلَّ سے لے کر معلم کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے صحابہ کو عطا فرمایا، صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے معتبر علما کو بتایا اور معتبر علما نے تمہیں سکھایا کیا تم نے اس میں یہ سنا ہے کہ جس کے گھر کی بلندی اور وسعت زیادہ ہوگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا مرتبہ زیادہ ہوگا؟'' اس نے کہا: ''نہیں میں نے ایسا نہیں سنا۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''پھر کیسا سنا ہے؟'' جواب دیا: ''میں نے سنا ہے کہ جو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں رغبت رکھتے ہوئے مسکینوں سے محبت اور آخرت کی تیاری کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔'' حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے پوچھا: ''پھر تم نے کس کی پیروی کی، محبوبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی یا فرعون اور نمرود کی جنہوں نے سب سے پہلے چونے اور اینٹ سے پکا مکان بنایا۔اے علمائے سو! تم جیسوں کو دیکھ کر دنیا سے رغبت رکھنے والا جاہل حریص کہتا ہے کہ جب عالم کی یہ حالت ہے تو میں اس سے برا کیوں نہ بنوں۔'' یہ

کہہ کر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وہاں سے تشریف لے گئے اور ابن مقاتل کا مرض اور بڑھ گیا۔ وہاں کے لوگوں کو ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا پتا چلا تو انہوں نے حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم سے عرض کی: ''قزوین میں طنافسی ان سے بڑا مالدار ہے۔''

نصیحت کا انوکھا انداز:

حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم قصداً وہاں چلے گئے۔ طنافسی کے پاس پہنچے تو کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! میں ایک عجمی شخص ہوں، چاہتا ہوں کہ تم مجھے میرے دین کی ابتدا اور نماز کی چابی سکھاؤ یعنی میں نماز کے لئے وضو کس طرح کروں؟'' طنافسی نے کہا: ''اچھا، بہت بہتر۔'' پھر غلام سے برتن میں پانی لانے کو کہا، پانی پیش کیا گیا تو طنافسی نے بیٹھ کر وضو کیا اور تین تین مرتبہ اعضاء دھوئے پھر کہا: ''اس طرح وضو کیا کرو۔'' حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے کہا: ''تم اپنی جگہ ٹھہرو تا کہ میں تمہارے سامنے وضو کروں اور میرا مقصد پورا ہو جائے۔'' وہ ٹھہر گیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بیٹھ کر وضو شروع کیا اور اپنے بازوؤں کو چار، چار مرتبہ دھویا۔ طنافسی نے کہا: ''اے شخص! تم نے اسراف کیا ہے۔'' پوچھا: ''کس چیز میں؟'' کہا: ''تم نے اپنے بازو چار مرتبہ دھوئے ہیں۔'' حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے کہا: سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم! میں پانی کے ایک چلو میں اسراف کا مرتکب ہو گیا اور تم نے یہ جو اتنا کچھ جمع کر رکھا ہے، یہ اسراف نہیں؟'' طنافسی سمجھ گیا کہ ان کا مقصد سیکھنا نہیں بلکہ یہی بتانا تھا۔ پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور 40 دن تک لوگوں کے سامنے نہ آیا۔

تین خصلتیں:

جب حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم بغداد تشریف لائے تو وہاں کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو کر کہنے لگے: ''اے ابوعبدالرحمٰن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن! آپ ایک عجمی شخص ہیں اور رک رک کر بات کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جس سے بھی بات کرتے ہیں اسے لاجواب کر دیتے ہیں۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میری تین خصلتیں ہیں جنہیں میں اپنے مقابل پر ظاہر کرتا ہوں: (۱)...... جب میرا مقابل درست ہو تو میں خوش ہوتا ہوں۔ (۲)...... غلطی کرے تو غمگین ہوتا ہوں (۳)...... اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھتا ہوں کہ اسے اپنی جہالت دکھاؤں۔''

دنیا سے بچنے کا طریقہ:

جب یہ بات حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ''واہ! کتنے سمجھدار ہیں۔ہمیں بھی ان کے پاس لے چلو۔'' ان کے ہاں پہنچ کر پوچھا: ''اے ابوعبدالرحمٰن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن! دنیا سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟'' حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے جواب دیا: ''اے ابو عبداللہ! تمہیں چار خصلتیں حاصل ہو جائیں تو تم دنیا سے محفوظ رہ سکتے ہو: (۱)......لوگوں کی جہالت کو معاف کردو (۲)......اپنی جہالت کو ان سے روک لو (۳)......اپنی چیز ان پر خرچ کرو اور (۴)......ان کی چیزوں سے مایوس ہو جاؤ۔ جب ایسے ہو جاؤ گے، تو دنیا سے بچ جاؤ گے۔''

یہ تو فرعون کا شہر ہے:

پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سوئے مدینہ چل دیئے۔ وہاں پہنچے تو اہلِ مدینہ نے پر جوش استقبال کیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: ''اے لوگو! یہ کون سا شہر ہے؟'' لوگوں نے عرض کی: یہ مَدِیْنَۃُ الرَّسُوْل ہے۔'' پوچھا: ''تو رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا محل کہاں ہے، تاکہ میں اس میں نماز پڑھوں؟'' لوگوں نے عرض کی: ''حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا محل نہیں تھا بلکہ ایک گھر تھا جو زمین سے ملا ہوا تھا۔'' پھر فرمایا: ''تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے محلات کہاں ہیں؟'' عرض کی: ''ان کے محلات نہیں تھے وہ تو زمین سے ملے ہوئے گھروں میں رہتے تھے۔'' حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: ''یہ تو فرعون کا شہر ہے؟'' لوگوں نے آپ کو پکڑ کر حاکم وقت کے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ ''یہ عجمی شخص کہتا ہے کہ یہ فرعون کا شہر ہے۔'' حاکم نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا: ''مجھ پر جلدی نہ کرو، میں ایک عجمی مسافر شخص ہوں، شہر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا: ''یہ کون سا شہر ہے۔'' تو لوگوں نے کہا: ''یہ مَدِیْنَۃُ الرَّسُوْل ہے۔'' پھر پوچھا: ''ان کا محل کہاں ہے۔'' یوں آخر تک پورا واقعہ بیان کر کے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(پ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

لہٰذا بتاؤ! تم نے کس کی پیروی کی، رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یا فرعون کی جس نے سب سے پہلے چونے اور اینٹ کا پکا گھر بنایا۔ پھر لوگ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔

یہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کی حکایت ہے۔ نیز خستہ حالی اور زیب وزینت کو ترک کرنے پر مشتمل اسلاف کی مبارک زندگیوں کے کچھ گوشوں کا بیان ان کے مقام پر آئے گا جو علمائے آخرت کی اس نشانی کی تائید کرتا ہے۔

اس میں تحقیق یہ ہے کہ مباح چیزوں کے ساتھ زینت اختیار کرنا حرام نہیں لیکن اس میں زیادہ دلچسپی اس سے مانوس ہونے کا سبب ہے جس کی وجہ سے اسے چھوڑنا دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ مسلسل زینت اختیار کئے رہنے کے لئے اسباب کا حصول ضروری ہے اور عام طور پر ان کے حصول کے لئے کئی گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً چاپلوسی، جائز و ناجائز ہر کام میں لوگوں کی رعایت، دکھلاوا اور دیگر کئی ممنوع کام کرنے پڑتے ہیں اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ زیب وزینت سے اجتناب کیا جائے کیونکہ جو دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے وہ اس سے بالکل محفوظ نہیں رہ سکتا اور اگر اس میں زیادہ مشغولیت کے باوجود بھی اس سے بچنا ممکن ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ترکِ دنیا میں اتنا مبالغہ نہ فرماتے حتی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نقش ونگار والی قمیص اُتار دی نیز دورانِ خطبہ سونے کی انگوٹھی اُتار دی اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں جن کا بیان آگے آئے گا۔

سیِّدُنا یحییٰ بن یزید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمَجِیْد کا خط:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن یزید نوفلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خط لکھا (مضمون کچھ یوں تھا): بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ، یحییٰ بن یزید بن عبد الملک کی طرف سے مالک بن انس کے نام خط:

اَمَّا بَعْدُ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ باریک کپڑے پہنتے، چپاتی کھاتے، نرم نشست پر بیٹھتے اور اپنے دروازے پر دربان بٹھاتے ہیں حالانکہ آپ علم کی مجلس قائم کرتے ہیں۔ لوگ سفر کر کے آپ کے پاس آتے ہیں۔ آپ کو اپنا پیشوا مانتے اور آپ کی بات کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا اے مالک! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈریں اور عاجزی

اختیار کریں۔ میں نے آپ کی طرف نصیحت بھرا خط لکھا ہے جس کا علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کو نہیں۔ وَالسَّلَام

سَیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کا جواب:

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب میں لکھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم۔ مالک بن انس کی طرف سے یحییٰ بن یزید کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم:

آپ کا خط موصول ہوا، اس میں میرے لئے نصیحت، شفقت اور ادب ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو تقویٰ پر استقامت عطا فرمائے اور اس نصیحت کا بہترین صلہ دے۔ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے توفیق کا سوال کرتا ہوں کہ نیکی کرنے کی قوت اور گناہوں سے بچنے کی طاقت عظمت و بلندی والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ ہی کی مدد سے ہے۔ آپ نے میری جن باتوں کا تذکرہ کیا کہ میں باریک کپڑے پہنتا، چپاتی کھاتا، دربان بٹھاتا اور نرم نشست پر بیٹھتا ہوں یہ سب میں کرتا ہوں اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگتا ہوں۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ (پ۸، الاعراف: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ! کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔

بے شک میں جانتا ہوں کہ اسے ترک کرنا اختیار کرنے سے بہتر ہے۔ آپ ہمیں خط لکھنا نہ چھوڑیئے گا ہم بھی آپ کو خط لکھتے رہیں گے۔ وَالسَّلَام

حضرت سَیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کا انصاف تو دیکھئے کہ اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ اسے ترک کرنا اختیار کرنے سے بہتر ہے اور اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دونوں باتوں میں سچے تھے۔ ایسے عَظِیْمُ الْمَنْصَب شخص نے اس طرح کی نصیحت قبول کرنے اور اعتراف کرنے میں انصاف سے کام لیا اور اپنے نفس کو جائز کاموں کی حدود جاننے پر بھی پکا کرلیا تاکہ وہ انہیں چاپلوسی، دکھلاوے اور دوسری ناپسندیدہ باتوں کی طرف تجاوز کی راہ پر نہ لے جائے جبکہ کوئی دوسرا اس طرح نہیں کرسکتا۔ پس مباح چیزوں سے لطف اندوز ہونے کی طرف مائل ہونے میں بڑا خطرہ ہے اور یہ چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف وخشیت سے دور ہے جبکہ ربانی علما کی خاصیت خشیت الٰہی ہے اور خشیت کی خاصیت ہے کہ خطرے واندیشے والی جگہوں سے دور رہا جائے۔

﴿5﴾......علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ عالم حکمرانوں سے دور رہے، جب تک ان سے بھاگنے کی راہ ملے ہرگز ان کے پاس نہ جائے، بلکہ ان کی ملاقات سے بھی احتراز کرے اگرچہ وہ اس کے پاس آئیں کیونکہ دنیا میٹھی اور تروتازہ ہے اوراس کی لگام حکمرانوں کے ہاتھ میں ہے۔ان سے ملنے والا ان کی رضا وخوشنودی پانے اوران کے دل اپنی طرف مائل کرنے کے لئے تکلُّفات سے نہیں بچ سکتا باوجود یہ کہ وہ ظالم ہوتے ہیں۔ ہر دیندار کے لئے ضروری ہے کہ ان پر اعتراض کرے، ان کے مظالم اور برے افعال ظاہر کرکے ان کے دل تنگ کرے کیونکہ ان کے پاس جانے والا یا تو ان کی زیب وزینت کو دیکھ کرخود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسانات کو حقیر سمجھتا ہے یا ان پر اعتراض کرنے سے خاموش رہ کر منافقت اختیار کرتا ہے یا ان کی خوشنودی کی خاطر اپنی گفتگو میں تکلف کرتا اوران کی حالت کو اچھا بتاتا ہے حالانکہ یہ کھلا جھوٹ ہے یا ان کی دنیا سے کچھ مل جانے کی طمع کرتا ہے اور یہ حرام ہے۔ حلال وحرام کے بیان میں اس بات کا ذکر آئے گا کہ حکمرانوں کے اموال سے کون کون سے عطیات وانعامات لینا جائز ہیں اور کون سے ناجائز؟ مختصر یہ کہ ان سے میل جول کئی برائیوں کی چابی ہے اور علمائے آخرت کا راستہ احتیاط ہے۔

آقائے دوجہاں، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جو بن باسی ہوا (دیہات میں رہائش اختیار کی) وہ سخت دل ہوگیا۔ جو شکار کے پیچھے رہا وہ غافل ہوگیا اور جو بادشاہ کے پاس پہنچا وہ فتنہ میں پڑا۔'' (۱) (۲)

❶......المسندللامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث:۹۶۸۹، ج۳، ص۴۴۳۔

❷...... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مراٰۃ المناجیح، ج5، ص360 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: ''دیہات کے باشندے اکثر سخت دل ہوتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا (پ ۱۱، التوبۃ:۹۷) کیونکہ انہیں علم کی روشنی علما کی صحبت نہیں نصیب ہوتی، لہٰذا خود عالم دین جو دیہات میں رہیں، اور وہ دیہات والے جو علماء سے تعلق رکھیں اور شہر میں آتے جاتے رہیں وہ اس حکم سے خارج ہیں (اور) جو شکار کا شغل اپنا وطیرہ بنالے کہ محض شوقیہ شکار کھیلتا رہے وہ اللہ کے ذکر نماز و جماعت جمعہ، رقت قلب سے محروم رہتا ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کبھی شکار نہ کیا (اشعہ) بعض صحابہ نے شکار کیا ہے مگر شکار کرنا اور ہے اور شکار کا مشغلہ وہ بھی محض شوقیہ کچھ اور شکار کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے یہاں مشغلہ شوقیہ کا ذکر ہے لہٰذا یہ حدیث حکم قرآن کے خلاف نہیں (اور) جو عزت و دولت کمانے کے لیے ظالم بادشاہ کا درباری اور حاضر باش بنا وہ اپنا دین یا دنیا تباہ کرلے گا کیونکہ اگر وہ اس کے ظلم کی حمایت کرے گا تو اپنا دین برباد کرلے گا، اور اگر اس کی مخالفت کرے گا تو اپنی دنیا برباد کرلے گا، لہٰذا جو کوئی عادل بادشاہ کا مصاحب بنے اس کے عدل کی حمایت کرنے تک میں دین کا رواج دینے کو اور اُسے اچھے مشورے دے تو وہ اعلیٰ درجے کا مجاہد ہے، یوں ہی ظالم بادشاہ کی اصلاح کے لیے اُس کے ساتھ رہے تو وہ غازی ہے مگر ایسا بہت مشکل ہے لہٰذا (امیر المؤمنین)......

ایک روایت میں ہے کہ ''عنقریب تم پر ایسے حکمران ہوں گے جن میں اچھی باتیں بھی ہوں گی اور بری بھی۔ پس جس نے (ان کا) انکار کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے ناپسند کیا وہ بھی بچ گیا لیکن جو (ان سے) راضی رہا اور پیروی کی اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔'' عرض کی گئی: ''کیا ہم ان سے لڑائی نہ کریں؟'' ارشاد فرمایا: ''نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''جہنم میں ایک وادی ہے جس میں صرف وہ علما رہیں گے جو بادشاہوں کی ملاقات کو جاتے ہیں۔'' (۲)

فتنوں کی جگہیں:

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''فتنے کی جگہوں سے بچو۔'' کسی نے پوچھا: ''وہ کون سی جگہیں ہیں؟'' فرمایا: ''حکمرانوں کے دروازے، تم میں سے کوئی شخص حاکم کے پاس جاتا ہے تو اس کے جھوٹ کو سچ بتاتا ہے اور اس کی شان میں وہ باتیں کہتا ہے جو اس میں نہیں ہوتیں۔'' (۳)

علما بندوں پر رسولوں کے امین ہیں:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علما اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں پر رسولوں کے امین ہوتے ہیں جب تک وہ حکمرانوں سے میل جول نہ رکھیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو وہ رسولوں کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ پس تم ان (کے شر) سے ڈرو اور ان سے علیحدہ رہو۔'' (۴)

......حضرت علی (کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) کو خلفائے راشدین کا مصاحب بننا اور حضرت امام ابو یوسف (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) کا سلطان ہارون رشید کا قاضی القضاہ بننا گناہ نہ تھا ثواب تھا، امام ابو یوسف کی یہ قضاء حنفی مذہب کی اشاعت کا ذریعہ بنی۔

1. ......سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب۷۸، الحدیث:۲۲۷۲، ج۴، ص۱۱۷، دون قوله:ابعد اللہ۔
   جامع بیان العلم وفضله، باب ذم العالم علی مداحلة السلطان الظالم، الحدیث:۷۰، ص۲۲۶۔
2. ......تفسیر النسفی، سورة هود، تحت الآیة:۱۱۳، ص۵۱۵۔
3. ......المصنف لعبدالرزاق، کتاب الجامع، باب ابواب السلطان، الحدیث:۲۰۸۰۹، ج۱۰، ص۲۸۰۔
4. ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف العین، الحدیث:۱۴۵۲۹، ج۵، ص۲۰۱۔
   تفسیر روح البیان، سورة هود، تحت الآیة:۱۱۳، ج۴، ص۱۹۶۔

کسی نے حضرت سیِّدُ نا اَعمش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی: ''حضور! آپ نے اپنے کثیر شاگردوں کے ذریعے علم کو زندہ کر دیا ہے۔'' فرمایا: ''جلدی نہ کرو، ان میں سے ایک تہائی تو علم کے فوائد حاصل ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں، ایک تہائی حکمرانوں کے دروازوں سے چمٹ جاتے ہیں، وہ لوگوں میں بدترین ہیں اور باقی ایک تہائی میں سے کم ہی ہیں جو فلاح پاتے ہیں۔'' (1)

حضرت سیِّدُ نا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''جب تم عالم کو امرا کے پاس آتے جاتے دیکھو تو اس سے احتراز کرو کیونکہ وہ چور ہے۔'' (2)

حضرت سیِّدُ نا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس عالم سے زیادہ ناپسند کوئی چیز نہیں جو حکام کے کسی کارندے سے ملاقات کرتا ہے۔'' (3)

بدترین علما اور بہترین امرا:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بدترین علما وہ ہیں جو امرا کے پاس جاتے ہیں اور بہترین امرا وہ ہیں جو علما کے پاس جاتے ہیں۔'' (4)

آگ کے سمندر میں غوطے لگانے والا:

حضرت سیِّدُ نا مکحول دمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: ''جس نے قرآن سیکھا اور دین کا علم حاصل کیا پھر حاکم کا مصاحب بن گیا، اس کی خوشامد کی، اس کے مال کی طمع رکھی تو وہ اپنے گناہوں کی تعداد کے برابر جہنم کی آگ کے سمندر میں غوطے لگائے گا۔'' (5)

---

1 ...... جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذم العالم علی مداخلۃ السلطان الظالم، ص۲۳۲۔

2 ...... الاداب الشرعیۃ الکبری للمقدسی، فصل انقباض العلماء المتقین......الخ، ج۳، ص۴۷۱۔

فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث:۱۰۸۳، ج۱، ص۱۶۴، بتغیرٍ،عن ابی ھریرۃ۔

3 ...... تفسیر النسفی، سورۃ ھود، تحت الایۃ:۱۱۳، ص۵۱۵۔

الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم۲۷۶ بکیر بن شھاب، ج۲، ص۲۰۴، عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ۔

4 ...... طبقات الشافعیۃ الکبری، الطبقۃ الخامسۃ، من اصحاب الامام المطلبی، ج۷، ص۲۹۰۔

5 ...... فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث۱۱۴، ج۱، ص۱۷۱، بتغیرٍ،عن عباد بن جبل۔

علمائے بنی اسرائیل سے زیادہ برے:

حضرتِ سیِّدُنا سمنون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''وہ عالم کتنا برا ہے کہ اس کے پاس کوئی جائے تو اسے نہ پائے اور جب اس کے بارے میں پوچھا جائے تو بتایا جائے کہ وہ حاکم کے پاس ہے۔'' (1)

مزید فرماتے ہیں: ''میں یہ کہتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ جب تم ایسے عالم کو دیکھو جو دنیا سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے دین کے معاملے میں مشکوک جانو حتی کہ مجھے اس کا تجربہ ہو گیا کہ میں جب کبھی حاکم کے پاس گیا اور وہاں سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو میں نے اس میں بہت دوری پائی حالانکہ میں جس سختی اور درشتی سے اس کے ساتھ پیش آتا ہوں اور اس کی خواہش کی مخالفت کرتا ہوں وہ تمہارے سامنے ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ حاکم کے پاس جانے سے بچ جاؤں حالانکہ نہ میں اس سے کوئی چیز لیتا ہوں اور نہ پانی کا کوئی گھونٹ پیتا ہوں۔''

پھر فرمایا: ''ہمارے زمانے کے علما بنی اسرائیل کے علما سے زیادہ برے ہیں کہ حاکم کو رخصتیں اور وہ باتیں بتاتے ہیں جو ان کی خواہش کے موافق ہوں اور اگر وہ انہیں ایسی باتیں بتائیں جو ان کے خلاف ہوں اور ان میں ان کی نجات ہو تو حکمران انہیں بوجھ جانیں اور ان کا اپنے پاس آنا ناپسند کریں حالانکہ یہ بات ان کے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کے لئے نجات کا ذریعہ ہے۔''

حکمرانوں کی صحبت منافقت کا باعث ہے:

حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک صاحب تھے جو اسلام میں سبقت رکھتے تھے اور صحابیٔ رسول تھے۔ حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس سے حضرتِ سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مراد ہیں۔ فرمایا: وہ حکمرانوں کے پاس نہیں جاتے تھے اور ان سے دور رہتے تھے۔ ان کے بیٹوں نے ان سے عرض کی: ''یہ لوگ جو صحابیت اور اسلام میں مقدم ہونے کے اعتبار سے آپ کی مثل نہیں ہیں وہ حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں اگر آپ بھی جائیں تو کیا حرج ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''اے میرے بیٹو! کیا میں اس مردار دنیا کے پاس جاؤں جسے لوگوں نے گھیر رکھا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر مجھ سے ہو سکا تو

---

(1)......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذم العالم علی مداخلۃ السلطان الظالم، تحت الحدیث: ۱۷، ص۲۳۳۔

میں اس میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوں گا۔" بیٹوں نے عرض کی: "ابا جان! اس طرح تو ہم فقر وافلاس کی حالت میں ہلاک ہوجائیں گے۔" آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اے میرے بیٹو! میں ایمان کی حالت میں غریب وکمزور ہوکر مرجاؤں یہ مجھے حالت منافقت میں موٹا ہوکر مرنے سے زیادہ پسند ہے۔" حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ اپنے بیٹوں پر غالب آگئے کیونکہ انہوں نے جان لیا کہ قبر کی مٹی گوشت اور موٹاپے کو تو فنا کر دیتی ہے مگر ایمان محفوظ رہتا ہے۔" (1)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حاکم کے پاس جانے والا نفاق سے ہرگز نہیں بچ سکتا اور نفاق ایمان کی ضد ہے۔

حضرت سیِّدُنا جندب بن جنادہ ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سلمہ بن عمرو بن اکوع اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: "اے سلمہ! بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جایا کرو کیونکہ تم ان کی دنیا سے اس وقت تک کچھ نہیں لے سکتے جب تک وہ تمہارے دین میں سے اس سے افضل نہ لے لیں۔" (2)

یہ علما کے لئے بہت بڑا فتنہ اور شیطان کے لئے ان پر غالب آنے کا زبردست ذریعہ ہے بالخصوص جن کا انداز مقبول اور کلام شیریں ہو کیونکہ شیطان ان کے دل میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ تمہارے ان کے پاس جانے اور انہیں وعظ کرنے سے وہ ظلم سے باز رہیں گے اور اسلامی احکام جاری کریں گے حتی کہ وہ سمجھتا ہے کہ ان کے پاس جانا بھی دینی کام ہے پھر جب وہ ان کے پاس جاتا ہے تو جلد ہی اس کے کلام میں نرمی آجاتی ہے، وہ چاپلوسی کرتا اور بادشاہ کی تعریف میں مشغول ہوکر اس میں مبالغہ کرتا ہے، اس میں دین کی بربادی ہے۔

کہا جاتا تھا کہ "علما جب علم حاصل کرتے ہیں تو عمل میں لگ جاتے ہیں، جب عمل کرتے ہیں تو مصروف ہو جاتے ہیں، جب مصروف ہوتے ہیں تو گمنام ہوجاتے ہیں، گمنام ہوتے ہیں تو انہیں طلب کیا جاتا ہے اور جب انہیں طلب کیا جائے تو بھاگ جاتے ہیں۔" (3)

---

1 ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العزلۃ والانفراد، الحدیث:۲۰۲، ج۶، ص۵۴۴۔

2 ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الفتن، ماذکر فی عثمان، الحدیث:۷، ج۸، ص۶۹۸۔

3 ......المجالسۃ وجواہر العلم، الحدیث:۳۵۳، ج۱، ص۱۸۱۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو لکھا: مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جن سے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین پر مدد حاصل کروں۔ حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے جواب میں لکھا کہ دیندار تو آپ کے پاس آنا پسند نہیں کریں گے اور دنیا داروں کو آپ پسند نہیں کریں گے۔ البتہ آپ معزز لوگوں کو اپنے ساتھ رکھیں کیونکہ وہ اپنی عزت و شرافت کو خیانت کے ساتھ میلا ہونے سے بچاتے ہیں۔" [1]

یہ ہے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کی سیرت جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے زاہد تھے۔ جب دینداروں کے لئے ان سے بھی دور رہنا شرط ہے تو پھر ان کے علاوہ کسی اور کی طلب اور اس کے ساتھ رہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ اسلاف علمائے کرام مثلاً حضرت سیّدُنا حسن بصری، حضرت سیّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مبارک، حضرت سیّدُنا فضیل بن عیاض، حضرت سیّدُنا ابراہیم بن ادہم، حضرت سیّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اہلِ مکہ و شام وغیرہ کے علمائے دنیا کو اس لئے عیب لگاتے ہیں کہ وہ دنیا کی طرف مائل ہوتے یا حکمرانوں سے میل جول رکھتے تھے۔

﴿6﴾......علمائے آخرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ ایسا عالم فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ توقف کرے اور جب تک ہوسکے اپنے آپ کو فتویٰ دینے سے بچائے۔ نیز اگر اس سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھا جائے جسے وہ نصِ قرآنی یا نصِ حدیث یا اجماع یا قیاسِ جلی کی دلیل سے یقینی طور پر جانتا ہے تو اس کے بارے میں فتویٰ دے اور اگر ایسی بات پوچھی جائے جس میں اسے شک ہے تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔ اگر ایسا مسئلہ دریافت کیا جائے جسے وہ اجتہاد و اندازے سے سمجھ سکتا ہے تو بھی احتیاط کرے، اپنے آپ کو بچائے اور اگر کوئی دوسرا بتانے والا ہو تو اس کی طرف پھیر دے، اسی میں بچت ہے کیونکہ اجتہاد کا خطرہ سر لینا بڑی بات ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ علم تین ہیں: "قرآنِ پاک، سنت قائمہ اور لَا اَدْرِی (یعنی میں نہیں جانتا)۔" [2]

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۳۳۔

2 ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۰۰۱، ج۱، ص۲۸۴۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، کتاب العلم وتفضیله، المقام الثالث من الیقین، ج۱ ص۲۳۶۔

آدھا علم:

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: ''لَا اَدْرِی (یعنی میں نہیں جانتا)، آدھا علم ہے اور معلوم نہ ہونے کی صورت میں جواب نہ دینے والا اجر وثواب میں جواب دینے والے سے کم نہیں کیونکہ لاعلمی کا اعتراف نفس پر بہت گراں ہے۔''[۱] نیز صحابۂ کرام اور اسلاف کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی یہی عادت تھی۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے جب کسی معاملے کا شرعی حکم پوچھا جاتا تو فرماتے: ''اس حاکم کے پاس جاؤ جس نے لوگوں کے معاملات کا ذمہ اٹھا رکھا ہے، اسے بھی اس کی گردن میں ڈالو۔''[۲]

عالم کی ڈھال:

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: جو لوگوں کے ہر سوال کا جواب دیتا ہے وہ مجنوں ہے۔[۳] اور لَا اَدْرِی (یعنی میں نہیں جانتا) عالم کی ڈھال ہے۔ کیونکہ اگر اس نے غلط مسئلہ بتادیا تو ہلاکت میں مبتلا ہوگا۔[۴]

عالم کی خاموشی شیطان کی بے ہوشی:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: شیطان پر اس عالم سے سخت کوئی چیز نہیں جو بعض علم بیان کرتا ہے اور بعض میں خاموش رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے: اس کی طرف دیکھو اس کی خاموشی مجھ پر اس کے بولنے سے زیادہ سخت ہے۔[۵]

---

1 ……سنن الدارمی، المقدمة، باب فی الذی یفتی الناس فی کل مایستفتی، الحدیث:۱۸۰، ج۱، ص۷۴۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب اعلم وتفضیله، المقام الثالث من الیقین، ج۱ص۲۳۶، باختصارٍ۔

2 ……قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، کتاب العلم وتفضیله، ذکرفضل علم المعرفة……الخ، ج۱ ص۲۲۸۔

3 ……سنن الدارمی، المقدمة، باب فی الذی یفتی الناس فی کل مایستفتی، الحدیث:۱۷۴، ج۱، ص۷۳۔
المعجم الکبیر، الحدیث:۸۹۲۴، ج۹، ص۱۸۸۔

4 ……الأمالی فی آثارالصحابة لعبد الرزاق الصنعانی، الحدیث:۱۶۲، ص۱۰۴۔
تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم:۷۰۴ اسماعیل بن ابان، ج۸، ص۳۶۳، عن مالک بن انس۔

5 ……جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، الحدیث:۵۶۳، ص۱۷۱، بتغیرٍ۔
قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، کتاب اساس المریدین، ج۱، ص۲۷۱۔

بعض علما نے ابدال کا تعارف کرواتے ہوئے کہا: ان کا کھانا فاقہ (کے وقت)، ان کی نیند غلبے (کے وقت) اور ان کا کلام ضرورت (کے وقت) ہوتا ہے۔(۱) یعنی جب تک ان سے پوچھا نہ جائے وہ خاموش رہتے ہیں اور جب پوچھا جائے اور انہیں کوئی دوسرا جواب دینے والا مل جائے تو بھی بات نہیں کرتے اور جب مجبور ہوں تب جواب دیتے ہیں اور وہ سوال سے پہلے بولنا شروع کر دینے کو کلام کی خفیہ شہوت شمار کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کو وعظ کر رہا تھا۔ دونوں نے فرمایا: ''یہ کہتا ہے مجھے پہچانو۔'' (۲)

بعض بزرگوں نے فرمایا: ''عالم تو وہ ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اسے ایسا لگے جیسے اس کی داڑھ نکالی جارہی ہے۔'' (۳)

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے: ''تم لوگ ہمیں پل بنا کر اس سے گزر کر جہنم کی طرف جانا چاہتے ہو۔'' (۴)

حضرت سیِّدُنا ابو حفص نیشاپوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''عالم وہی ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ خوف زدہ ہو کہ بروزِ قیامت اس سے کہا جائے گا کہ تم نے کہاں سے جواب دیا۔'' (۵)

حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو رونے لگتے اور فرماتے: ''تمہیں میرے علاوہ کوئی اور نہیں ملا جو تمہیں میری ضرورت پڑ گئی۔''

حضرت سیِّدُنا ابو عالیہ ریاحی، حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم اور حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی دو تین یا چند لوگوں کے سامنے گفتگو کرتے تھے اور جب لوگوں زیادہ ہو جاتے تو واپس چلے جاتے تھے۔

زمین کا بہترین اور بدترین حصہ:

معلم کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے نہیں معلوم کہ عزیر نبی تھے یا

---

❶......قوت القلوب، الفصل الرابع عشر، فی ذکر تقسیم قیام اللیل......الخ، ج۱، ص۴۷۔

❷......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۶۔

❸......المرجع السابق۔ ❹......المرجع السابق۔ ❺......المرجع السابق۔

نہیں؟ میں (اپنے علم سے) نہیں جانتا کہ تبع لعنتی ہے یا نہیں؟ اور میں (اپنے علم سے) نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں؟۔"[۱] اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زمین کے سب سے بہتر اور بدتر حصے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "میں (اپنے علم سے) نہیں جانتا۔" یہاں تک کہ حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام حاضر خدمت ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا انہوں نے عرض کی: "میں نہیں جانتا۔" یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خبر دی کہ زمین کا بہترین حصہ مساجد اور بدترین حصہ بازار ہیں۔"[۲]

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے دس مسائل پوچھے جاتے تو آپ ایک کا جواب دیتے اور نو کے بارے میں خاموشی اختیار فرماتے۔[۳]

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نو کا جواب دیتے اور ایک کے بارے میں سکوت فرماتے۔[۴]

نیز ایسے فقہا بھی ہیں جو اَدْرِی (یعنی میں جانتا ہوں) سے زیادہ لَا اَدْرِی (یعنی میں نہیں جانتا) کہا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل، حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض اور حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی انہی میں سے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: "میں نے اس مسجد میں 120 صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو پایا جب ان میں سے کوئی کسی سے حدیث یا مسئلہ پوچھتا تو وہ پسند کرتے کہ ان کا بھائی اس میں کفایت کرے۔"[۵] دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ "جب ان میں سے کسی کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تو وہ اسے دوسرے کی طرف بھیج دیتے، وہ آگے دوسرے کی طرف یہاں تک کہ وہ پھر پہلے کے پاس آجاتا۔"[۶]

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی التخییر بین الانبیاء، الحدیث ۴۶۷۴، ج۴، ص۲۸۸۔
جامع بیان العلم وفضله، باب مایلزم العالم اذاسئل عمالایدریه من وجوه العلم، الحدیث ۸۸۴۔۸۸۵، ص۳۱۱۔

2 ......جامع بیان العلم وفضله، باب مایلزم العالم اذاسئل عمالایدریه من وجوه العلم، الحدیث ۸۸۴، ص۳۱۰۔
المستدرک، کتاب العلم، باب خیرالبقاع المساجد وشرالبقاع الاسواق، الحدیث ۳۱۳، ج۱، ص۲۷۹۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکرفضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۲۸۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکرفضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۲۸۔

5 ......المرجع السابق۔ 6 ......المرجع السابق۔

ایثارِ صحابہ:

مروی ہے کہ ''اصحاب صفہ میں سے کسی کو بھنا ہوا سر پیش کیا گیا تو سخت فاقہ سے ہونے کے باوجود دوسرے کو ہدیہ کر دیا اورانہوں نے آگے ہدیہ کر دیا یوں وہ ان کے درمیان گھومتا رہا یہاں تک کہ پھر پہلے کے پاس آ گیا۔''

لہٰذا تم دیکھو کہ اب علما کا معاملہ کیسے الٹ ہو گیا ہے کہ جس سے بھاگنا چاہئے اسے طلب کیا جاتا ہے اور جسے طلب کرنا چاہئے اس سے بھاگا جاتا ہے۔فتویٰ دینے سے احتراز کرنا اچھا ہے اس پر یہ مسند روایت شاہد ہے۔ چنانچہ،

حضورِ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ہی فتویٰ دیتے ہیں (۱)......حاکم (۲)...... یا اس کا نائب (۳)...... یا تکلف کرنے والا۔'' [1]

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن چار چیزوں سے بچا کرتے تھے: ''(۱)......حکمرانی سے (۲)......وصی بننے سے (۳)......امانت رکھنے سے اور (۴)......فتویٰ دینے سے۔'' [2]

بعض اکابرین نے کہا کہ ''وہ شخص فتویٰ دینے میں زیادہ جلدی کرتا ہے جس کے پاس علم کم ہوتا ہے اور اس سے بچنے کی زیادہ کوشش وہ کرتا ہے جو زیادہ پرہیز گار ہوتا ہے۔'' [3]

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پسندیدہ کام:

صحابۂ کرام وتابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن پانچ چیزوں میں مشغول رہتے تھے: ''(۱)......تلاوتِ قرآن (۲)......مساجد کی آبادکاری (۳)......ذِکْرُ اللّٰہ (۴)......نیکی کی دعوت دینا اور (۵)......برائی سے منع کرنا۔'' [4] اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یہ فرمان مصطفےٰ سن رکھا تھا کہ ''ابن آدم کا ہر کلام اس کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے سوائے تین کے: (۱)......نیکی کی دعوت دینا (۲)...... برائی سے منع کرنا اور (۳)......ذِکْرُ اللّٰہ کرنا۔'' [5]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی و الثلاثون: کتاب العلم و تفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۲۸۔

2 ......المرجع السابق، ص۲۲۹، بتغیرٍ۔ 3 ......المرجع السابق، ص۲۲۹۔ 4 ......المرجع السابق، ص۲۲۹۔

5 ......سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث: ۲۴۲۰، ج۴، ص۱۸۵۔

قوت القلوب، الفصل الحادی، والثلاثون: کتاب العلم و تفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۲۹۔

لَا خَیۡرَ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰىهُمۡ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۭ بَیۡنَ النَّاسِ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔

(پ۵، النسآء:۱۱۴)

ایک عالم صاحب نے کوفہ کے ایک مجتہد کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''تم جو فتویٰ دیتے اور رائے سے کام لیتے تھے اس کے بارے میں کیا دیکھا؟'' انہوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے رخ پھیر لیا اور بتایا کہ ''ہم نے اسے کچھ بھی نہیں پایا اور اس کا انجام اچھا نہیں پایا۔'' (1)

حضرت سیِّدُنا ابو حصین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''موجودہ علما میں سے کوئی ایسے مسئلے کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے کہ اگر وہ مسئلہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا تو آپ اس کے لئے تمام اہلِ بدر کو جمع فرماتے۔'' (2)

بہرحال بغیر ضرورت کے نہ بولنا ہمیشہ سے علما کی عادت رہی ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ ''جب تم کسی کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی عطا ہوئی ہے تو اس کے قریب جاؤ کیونکہ اسے حکمت سکھائی گئی ہے۔'' (3)

عام وخاص عالم میں فرق:

منقول ہے کہ عالم یا تو عام عالم ہوتا ہے اور یہ مفتی ہے یہ لوگ حکمرانوں کے مصاحب ہوتے ہیں یا پھر وہ خاص عالم ہوتا ہے یہ وہ ہے جو اعمالِ قلب اور توحید کا عالم ہوتا ہے یہ لوگوں سے الگ تھلگ اور تنہا رہتے ہیں۔ (4)

دریائے دجلہ اور میٹھے کنوئیں کی مانند:

کہا جاتا تھا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی مثال دریائے دجلہ جیسی ہے جس سے ہر ایک

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۲۹۔

2 ......المرجع السابق، ص۲۳۰۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم۴۶۰۷، عثمان بن عاصم بن حصین، ج۳۸، ص۴۱۱۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الزهد فی الدنیا، الحدیث:۴۱۰۱، ج۴، ص۴۲۲۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة......الخ، ج۱ ص۲۳۱۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۵۔

چلو بھر لیتا ہے [1] اور حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کی مثال میٹھے کنوئیں جیسی ہے جو ڈھکا ہوا ہو لوگ اس کی طرف ایک ایک کر کے جاتے ہیں۔ [2]

لوگ کہا کرتے تھے کہ فلاں عالم ہے، فلاں متکلم ہے، فلاں زیادہ کلام کرتا ہے اور فلاں زیادہ علم والا ہے۔ [3]

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کہتے ہیں کہ معرفت کلام سے زیادہ سکوت کے قریب ہے۔ [4]

منقول ہے کہ جب علم زیادہ ہوتا ہے تو گفتگو کم ہو جاتی ہے اور جب گفتگو زیادہ ہوتی ہے تو علم کم ہو جاتا ہے۔ [5]

سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو نصیحت:

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط لکھا اور یہ دونوں ان میں سے ہیں جن کے درمیان حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔ [6] (خط کا مضمون کچھ اس طرح ہے:) اے میرے بھائی! میں نے سنا ہے کہ آپ طبیب بن کر مریضوں کا علاج کرتے ہیں، غور کر لیں اگر آپ واقعی طبیب ہیں تو اس کے متعلق کلام کریں، آپ کے کلام میں شفا ہوگی اور اگر بتکلف طبیب بنے ہیں تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈریں کہ کہیں کسی مسلمان کی جان نہ لے لیں۔ [7] اس کے بعد جب حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کچھ پوچھا جاتا تو توقف فرماتے۔

فلاں سے پوچھو:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کچھ پوچھا جاتا تو فرماتے: ''ہمارے آزاد کردہ غلام حسن بصری سے پوچھو۔'' [8]

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۵۔

2 ......المرجع السابق۔ 3 ......المرجع السابق۔ 4 ......المرجع السابق۔ 5 ......المرجع السابق، مختصراً۔
قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، کتاب اساس المریدین، ج۱، ص۲۷۱، ''العلم'' بدلہ ''العقل''۔

6 ......صحیح البخاری، کتاب الادب، باب صنع الطعام والتکلف للضیف، الحدیث:۶۱۳۹، ج۱، ص۱۳۷۔

7 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۴۔

8 ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما قالوا فی البکاء من خشیۃ اللّٰہ، الحدیث:۷، ج۸، ص۳۰۶۔
الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم۳۰۵۵ الحسن بن ابی الحسن، ج۷، ص۱۳۰۔

حضرت سیِّدُ نا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے کچھ پوچھا جاتا تو فرماتے: ''حارثہ بن زید سے پوچھو۔'' (۱)

حضرت سیِّدُ نا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے کچھ پوچھا جاتا تو فرماتے: سعید بن مسیّب سے پوچھو۔'' (۲)

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی موجودگی میں ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے 20 احادیث بیان فرمائیں۔ ان سے اس کی شرح پوچھی گئی تو فرمایا: ''میرے پاس وہی تھا جو میں نے بیان کردیا ہے۔'' پھر حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ایک ایک حدیث کی شرح بیان کی تو لوگ ان کی عمدہ شرح اور ان کے حافظے سے حیران ہوگئے۔ تو صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مٹھی میں کنکریاں لے کر لوگوں کو ماریں اور فرمایا: ''تم مجھ سے علم کے بارے میں پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے درمیان یہ بڑے عالم موجود ہیں۔'' (۳)

﴿7﴾......علمائے آخرت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایسا عالم علم باطن، دل کی نگرانی، راہِ آخرت اور اس پر چلنے کی کیفیت کو جاننے کی زیادہ کوشش کرے۔ مجاہدہ و مراقبہ کے ذریعے اس کے انکشاف کی سچی امید رکھے کیونکہ مجاہدے کے ذریعے مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور علوم قلب کی باریکیوں سے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ کتابیں اور تعلیم اس میں کام نہیں آتیں بلکہ حکمت تو شمار سے باہر ہے جو محض مجاہدے و مراقبے، ظاہری و باطنی اعمال بجالانے اور تنہائی میں حضورِ قلب اور صاف فکر و سوچ کے ساتھ مَاسِوَی اللّٰہ سے بے تعلق ہو کر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حضور حاضر ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ الہام کی چابی اور کشف کا منبع ہے۔ کتنے ہی طالب علم ایسے ہیں جو عرصہ دراز تک علم سیکھتے رہے مگر سنے ہوئے ایک کلمہ سے آگے بڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے اور کتنے ایسے ہیں کہ علم سیکھنے میں کوتاہ ہیں لیکن علم اور مراقبہ بہت زیادہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے لئے حکمت کے ایسے اسرار کھول دیتا ہے کہ عقلمندوں کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ اسی لئے سردارِ مکہ مکرمہ، سلطان مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ علم بھی عطا فرما دیتا ہے جو اسے حاصل نہ ہو۔'' (۴)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج۱، ص۲۵۴، "حارثة بن زید" بدله "جابر بن زید"۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۴۔

3 ......المرجع السابق، ص۲۵۴۔۲۵۵۔

4 ......حلیة الاولیاء، احمد بن ابی الحواری، الحدیث۱۴۳۲۲، ج۱۰، ص۱۳۔

علم تو تمہارے دلوں میں ہے:

بعض سابقہ کتب میں لکھا ہے کہ ''اے بنی اسرائیل! یہ نہ کہو کہ علم آسمان پر ہے اسے کون زمین پر اُتارے گا، نہ یہ کہو کہ علم زمین کی تہ میں ہے اسے اوپر کون لائے گا، نہ یہ کہو کہ سمندر کے اس پار ہے سمندر عبور کر کے اسے کون لائے گا بلکہ علم تمہارے دلوں میں رکھا گیا ہے۔ میرے سامنے روحانی آداب سیکھو اور صالحین کے اخلاق اپناؤ میں تمہارے دلوں میں اتنا علم ڈال دوں گا جو تمہیں ڈھانپ لے گا۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا سہل بن عبداللہ تستری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: علما، عابدین اور زاہدین دنیا سے چلے گئے اور ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں، صرف صدیقین اور شہدا کے دل کھلے ہیں۔ (۲)

پھر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔ (پ۷، الانعام: ۵۹)

اور اگر اہلِ قلوب کے دلوں کا اِدراک باطنی نور کے ساتھ علم ظاہر پر حاکم نہ ہوتا تو رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ نہ فرماتے کہ ''اپنے دل سے فتویٰ لو اگرچہ لوگ تمہیں کچھ بھی فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تمہیں کچھ بھی فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تمہیں کچھ بھی فتویٰ دیں۔'' (۳)

قربِ الٰہی کے جلوے:

نیز حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ ''بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ج۱، ص۲۳۸، بتغیرٍ قلیلٍ۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۲۔

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصۃ بن معبد، الحدیث: ۱۸۰۲۸، ج۶، ص۲۹۳۔

قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۶۲۔

بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام میں تردد نہیں ہوتا جسے میں کرتا ہوں۔ میں کسی کام کے کرنے میں کبھی اس طرح تردد نہیں کرتا جس طرح جانِ مومن قبض کرتے وقت تردد کرتا ہوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو برا جانتا ہوں۔" (۱) (۲)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث:۶۵۰۲، ج۴، ص۲۴۸۔

2 ......ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی وارث ہوگیا کہ اُسے ایک آن کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴿۱۹۶﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۶) اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالیٰ کی عبادت کا متولی ہوجائے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مراد ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر مرید مراد فرق صرف ابتداء میں ہے یہ مقام قال سے وراء ہے حال سے معلوم ہوسکتا ہے۔ جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہوجائے خدا کی پناہ، یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر بندے کو رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے، ایک سودخوار، دوسرے دشمن اولیاء، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۹)۔ علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لیے عداوت وعناد کہ ولی اللہ ہے یہ تو کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف رائے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہٰذا اس حدیث کی بنا پر یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا، عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے، اس کے لیے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے حتی کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ واسمٰعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کی مخالفت کی، اس لیے یہاں عادی فرمایا خالف نہ فرمایا اور ولی ولیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔ مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں، مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کی ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ، چرس، حرام گانے بجانے کو خدارسی کا ذریعہ سمجھیں نماز روزے کے قریب نہ جائیں۔ بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا پیارا ہوجاتا ہے کیونکہ وہ فرائض ونوافل کا جامع ہوتا ہے (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے۔ اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کرجاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ وبو، کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہیں گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرارہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا، صرف میرے لیے استعمال کرتا ہے ہر چیز......

قرآنِ حکیم کے اسرار میں سے کتنے ہی دقیق معانی ایسے ہیں جو ان لوگوں کے دلوں پر ظاہر ہوتے ہیں جو ذکر وفکر کے لئے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیتے ہیں، کتبِ تفسیر ان معانی سے خالی ہیں اور بڑے درجے کے مفسرین بھی ان پر مطلع نہیں ہوتے۔ جب کسی مراقبہ کرنے والے سالک پر یہ معانی منکشف ہوئے اور یہ معانی اس نے مفسرین کو پیش کئے تو انہوں نے اس کی تحسین کی اور جان لیا کہ یہ پاکیزہ دل والوں اور بلند ہمت لوگوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا لطف وکرم ہے جو اس کی طرف متوجہ ہے۔اسی طرح علوم مکاشفہ، علوم معاملہ کے اسرار اور دلوں پر گزرنے والے خطرات کی

......میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فنافی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ویسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لا کر شام میں حاضر کر دیا۔ حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچا دی۔ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرما لیے۔ یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نار کی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہے، بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے۔ وہ بندہ مقبول الدعاء بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سنتا ہوں معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا۔ سبحان اللّٰہ! کیا نازو انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل، جو چاہوں حکم کروں، مگر ایک موقعہ پر ہم توقف وتامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقتِ موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولاً موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں اور بیماریاں پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے، یہاں تردد کے معنے حیرانی پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کو موت وزندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اپنے اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یار خنداں رود بجانب یار کا ظہور ہوتا ہے۔ غرضیکہ ہماری موت تو چھوٹنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لیے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ مشیت، رضا کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۳، ص۳۰۸تا۳۱۰، مخلصًا)

باریکیوں کا معاملہ ہے۔ کیونکہ ان علوم میں سے ہر علم ایک سمندر ہے جس کی گہرائی کو نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس میں ہر طالب اتنا ہی غوطہ زن ہوتا ہے جتنا اس کے مقدر میں ہوتا اور جس قدر اسے حسنِ عمل کی توفیق ہوتی ہے۔

علما زندہ رہتے ہیں:

علما کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک طویل حدیث پاک میں فرمایا کہ ''دل برتنوں کی مانند ہیں اور ان میں بہترین وہ ہیں جن میں زیادہ بھلائی جمع ہے۔ لوگ تین قسم کے ہیں: (۱) عالم ربانی (۲) راہِ نجات پر چلنے والا طالب علم اور (۳) بے وقوف اور معمولی درجے کے لوگ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں، ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ جھک جاتے ہیں، نورِ علم سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی مضبوط سہارا لیتے ہیں۔ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی تم حفاظت کرتے ہو۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ علم، دین ہے اسے اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے زندگی میں اطاعت کی جاتی اور بعد وصال یہ ذکرِ خیر کا ذریعہ ہے۔ علم حاکم ہے جبکہ مال محکوم۔ مال ختم ہونے سے اس کی منفعت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ مال جمع کرنے والے مر جاتے ہیں جبکہ علما کا ذکر زندہ رہتا ہے جب تک زمانہ باقی ہے۔'' (۱)

پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لمبا سانس لیا اور سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''یہاں بہت علم ہے۔ کاش! مجھے کوئی ایسا مل جاتا جو اسے اٹھا سکتا، میں ایسا طالب پاتا ہوں جو با اعتماد نہیں، وہ دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی وجہ سے اس کے اولیا پر زبانِ طعن دراز کرتا اور اس کی مخلوق پر حجت بازی کر کے غالب آتا ہے یا اہلِ حق پر تنقید کرتا ہے لیکن اس کے دل میں پہلا شبہ وارد ہوتے ہی شک جم جاتا ہے۔ اسے کوئی بصیرت حاصل نہیں ہوتی نہ یہ نہ وہ یا وہ لذّات کا غلام اور خواہشات کی قید میں بند ہے۔ یا اموال جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے سے دھوکا کھانے والا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہے اور ان دونوں کاموں میں وہ چرنے والے جانوروں کے مشابہ ہے۔ اسی طرح جب علم کے محافظ فوت ہو جاتے ہیں تو کیا یونہی علم فوت ہو جاتا ہے، نہیں بلکہ زمین ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہوتی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے حجت قائم کریں بلکہ یا تو وہ ظاہر مشہور ہوتے ہیں یا پوشیدہ اور چھپے ہوئے تاکہ

(۱)......حلیة الاولیاء، علی بن ابی طالب، الرقم۲۴۴، ج۱، ص۱۲۱، بتغیرٍ قلیلٍ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حجتیں اور دلائل باطل نہ ہوں۔ وہ لوگ کتنے ہیں اور کہاں ہیں؟ وہ تعداد کے اعتبار سے کم ہیں لیکن ان کا مقام بہت بلند ہے وہ ظاہری طور پر مفقود ہوتے ہیں مگر ان کی مثالیں دلوں میں موجود ہوتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے ذریعے اپنے دلائل کی حفاظت فرماتا ہے تاکہ وہ ان دلائل کو اپنے بعد والوں کے حوالے کریں اور ان کے دلوں میں انہیں محفوظ اور پختہ کریں۔ علم نے انہیں معاملے کی حقیقت تک پہنچا دیا تو یہ یقین کی روح سے جا ملے اور انہوں نے ان امور کو نرم پایا جنہیں خوشحال لوگ سخت پاتے اور غافل لوگ وحشت کھاتے ہیں۔ یہ اس سے مانوس ہو گئے اور ان ہستیوں کی ارواح کے ساتھ مل کر دنیا کی مصاحبت اختیار کی جو کہ اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ مخلوق میں سے یہی لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اولیا ہیں، اس کے امین، زمین میں اس کے عمال اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔''

یہ فرمانے کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے پھر فرمایا: ''ان لوگوں کو دیکھنے کا کتنا شوق ہے۔''(1)

آخر میں ذکر کی گئی نشانی علمائے آخرت کی علامت ہے اور یہ وہی علم ہے جس کا اکثر عمل اور مجاہدہ پر ہمیشگی اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

یقین کی اہمیت وفضیلت:

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یقین مکمل ایمان ہے۔''(2)

لہٰذا علم یقین کی ابتدائی باتوں کا سیکھنا ضروری ہے پھر دل کے لئے اس کا راستہ کھل جائے گا۔

اسی وجہ سے پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تَعَلَّمُوا الْیَقِیْن یعنی علم یقین حاصل کرو۔''(3)

اس حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ یقین والوں کے پاس بیٹھو اور ان سے علم یقین کی سماعت اور ان کی اقتدا پر ہمیشگی اختیار کرو تاکہ تمہارا یقین بھی اسی طرح قوی ہو جائے جس طرح ان کا یقین قوی ہے اور تھوڑا یقین زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، ذکر فضل علم المعرفة، ج۱ ص۲۳۲۔
حلیة الاولیاء، علی بن ابی طالب، الرقم۲۴۲، ج۱، ص۱۲۱، بتغیر قلیلٍ۔

2 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصبر علی المصائب، الحدیث:۹۷۱۶، ج۷، ص۱۲۳۔

3 ......حلیة الاولیاء، ثور بن یزید، الحدیث۷۹۵۵، ج۶، ص۹۹۔
موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث۷، ج۱، ص۲۲۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ ''ایک شخص کا یقین اچھا ہے مگر وہ گناہ بکثرت کرتا ہے اور ایک شخص عبادت میں کوشش بہت کرتا ہے لیکن اس کا یقین تھوڑا ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''(انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علاوہ) ہر شخص کے کچھ گناہ ہوتے ہیں۔'' (۱)

لیکن عقل جس کی قوت اور عادت جس کا یقین ہو اسے گناہ نقصان نہیں پہنچاتے کیونکہ جب کبھی اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ توبہ و استغفار کرتا اور شرمندہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور توبہ و استغفار سے اس کا کچھ حصہ بچ جاتا ہے جس کے بدلے اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

اسی لئے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اس کا قلیل ترین یقین اور صبر پر پختگی ہے اور جسے ان دونوں میں سے کچھ حصہ ملا اسے رات کے قیام اور دن کے روزوں کے فوت ہونے کی کوئی پرواہ نہیں۔'' (۲)

حضرت سیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بیٹے! عمل کی استطاعت یقین سے حاصل ہوتی ہے اور آدمی اپنے یقین کے مطابق ہی عمل کرتا ہے اور عمل میں کمی اس وقت کرتا ہے جب اس کا یقین ناقص ہو جاتا ہے۔'' (۳)

نورِ توحید اور شرک کی آگ:

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''بے شک توحید کے لئے ایک نور اور شرک کے لئے ایک آگ ہے۔ نورِ توحید مؤمنین کے گناہوں کو اس سے زیادہ جلاتا ہے جتنا شرک کی آگ مشرکین کی نیکیوں کو جلاتی ہے۔'' (۴)

نورِ توحید سے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مراد یقین ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں اہلِ یقین کا ذکر کثیر مقامات پر فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یقین بھلائیوں اور سعادتوں کے درمیان رابطہ ہے۔

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون: کتاب العلم وتفضیلہ، المقام الثالث من الیقین، ا/ج ص۲۳۵۔

2 ......المرجع السابق۔ 3 ......المرجع السابق، یتغیرٍ۔ 4 ......المرجع السابق۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ یقین اور اس کے قوی وضعیف ہونے کا مطلب کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یاد رکھو پہلے یقین کو سمجھنا پھر اسے طلب کرنا اور سیکھنا ضروری ہے کیونکہ جس چیز کا پتا نہ ہو اسے طلب کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا جان لو کہ یقین ایک لفظ مشترک ہے جسے دونوں فریق (یعنی فقہا و متکلمین) دو مختلف معانی کے لئے بولتے ہیں۔

یقین کے متعلق متکلمین کی اصطلاح:

مناظرین اور متکلمین یقین کو عدمِ شک سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے کسی شے کی تصدیق کی طرف نفس کے میلان کے چار احوال ہیں:

﴿1﴾...... تصدیق اور تکذیب کا برابر ہونا ہے اس حالت کو شک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ **مثال:** جب تم سے کسی شخص معین کے بارے میں سوال کیا جائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو عذاب دے گا یا نہیں اور تمہیں اس کا حال معلوم نہ ہو تو تمہارا نفس اس کے بارے میں اِثبات یا نفی کا حکم لگانے کی طرف مائل نہ ہو گا بلکہ تمہارے نزدیک دونوں باتوں کا اِمکان برابر ہو گا اسی کا نام **شک** ہے۔

﴿2﴾...... تمہارا نفس دو باتوں میں سے ایک کی طرف مائل ہو حالانکہ اس کی نقیض (خلاف) کے ممکن ہونے کا شعور رکھتا ہو لیکن یہ امکان پہلی بات کے امکان کی ترجیح کو مانع نہ ہو۔ **مثال:** تم سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جائے جس کی نیک نامی اور پرہیزگاری تم خاص طور پر جانتے ہو کہ اگر وہ اسی حالت پر مر جائے تو کیا اسے عذاب ہو گا تو تمہارا نفس اسے عذاب ہونے سے زیادہ اس بات کی طرف مائل ہو گا کہ اسے عذاب نہیں ہو گا اور یہ علاماتِ نیکی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کے باوجود تم اس بات کو ممکن مانتے ہو کہ ہو سکتا ہے اس کا کوئی باطنی معاملہ ایسا ہو جس کی وجہ سے اسے عذاب میں گرفتار ہونا پڑے۔ یہ امکان نفس کے اس میلان کے مساوی ہے تاہم پہلے امکان کی طرف رجحان کو دفع نہیں کرتا۔ اسی حالت کا نام **ظن** رکھا جاتا ہے۔

﴿3﴾...... تمہارا نفس کسی شے کی تصدیق کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ نفس پر غالب آ جائے اور دل میں اس کے غیر کا خیال تک نہ گزرے اور اگر خیال آئے بھی تو نفس اسے قبول کرنے سے انکار کر دے لیکن یہ تصدیق معرفتِ حقیقی

کے ساتھ نہیں ہوتی کیونکہ اگر اس حالت سے دو چار شخص اچھی طرح غور و فکر کرے اور تشکیک و تجویز (شک و جواز) کی طرف توجہ کرے تو اس کے نفس میں تجویز (جواز) کی گنجائش نکل آئے گی۔اس حالت کو یقین کے قریب **اعتقاد** کا نام دیا جاتا ہے اور یہ عوام کا تمام شرعی مسائل میں اعتقاد ہے کیونکہ یہ اعتقاد ان کے دلوں میں محض سننے سے ہی راسخ ہو گیا یہاں تک کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کے صحیح ہونے، اپنے امام اور متبوع (پیشوا) کے درست ہونے پر وثوق (یقین) رکھتا ہے اور اگر ان میں سے کسی کے پاس اس کے امام کی غلطی کا امکان ذکر کیا جائے تو وہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔

﴿4﴾...... معرفت حقیقیہ جو ایسی دلیل سے حاصل ہو جس میں کوئی شک بلکہ شک کا تصور بھی نہ ہو اور جب شک کا پایا جانا اور اس کا امکان ممتنع ہو تو متکلمین اسے **یقین** کا نام دیتے ہیں۔**مثال:** جب کسی عقل مند سے پوچھا جائے کہ کیا کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے جو قدیم ہو؟ تو اس کے لئے فوری طور پر اس کی تصدیق کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ قدیم کو محسوس نہیں کیا جا سکتا کہ وہ چاند سورج کی طرح نہیں کیونکہ ان دونوں کے پائے جانے کی تصدیق حس کے ذریعے ہوتی ہے۔کسی قدیم شے کے وجود کا علم اَزَلی اور بدیہی نہیں جیسے اس بات کا علم کہ دو ایک سے زیادہ ہے اور اس علم کی طرح بھی نہیں کہ کسی حادث کا بغیر سبب کے پیدا ہونا محال ہے کہ یہ بھی بدیہی ہے۔لہٰذا عقلِ سلیم کا تقاضا ہے کہ وہ قدیم کے وجود کی تصدیق کو غور و فکر کے طریقہ پر موقوف کرے۔ پھر لوگوں میں کوئی وہ ہے جو اس بات کو سنتا ہے اور سن کر تصدیق کر دیتا اور اسی پر قائم رہتا ہے یہ اعتقاد ہے اور یہ تمام عوام کا حال ہے۔کوئی وہ ہے جو اس کی دلیل کے ساتھ تصدیق کرتا ہے اور وہ یہ کہ اس سے کہا جائے کہ اگر وجود میں کوئی قدیم نہیں تو تمام موجودات حادث ہوں گی اور اگر تمام موجودات حادث ہیں تو پھر وہ تمام یا ان میں سے بعض بغیر کسی سبب کے حادث ہیں، یہ محال ہے اور محال تک پہنچانے والا بھی محال ہوتا ہے۔ پس عقلی طور پر ضرورتاً کسی قدیم شے کے وجود کی تصدیق لازم ہوئی اس لئے کہ موجودات کی تین قسمیں ہیں: (۱)......تمام موجودات قدیم ہیں (۲)......تمام حادث (۳)...... کچھ قدیم اور کچھ حادث ہیں۔اگر تمام موجودات قدیم ہوں تو مطلوب حاصل ہو جائے گا اس لئے کہ اس طرح قدیم کا وجود ثابت ہو گا اور اگر تمام حادث ہوں تو یہ محال ہے کیونکہ یہ بغیر سبب کے حدوث کی طرف لے جاتا ہے۔لہٰذا تیسری یا پہلی قسم ثابت ہو گی اور وہ تمام علوم جو اس طرح حاصل ہوں انہیں متکلمین یقین کا نام دیتے ہیں خواہ وہ **نظر و فکر** سے حاصل ہوں جیسا کہ ہم اس کے متعلق ذکر کر آئے یا **حس** سے حاصل ہوں یا **عقلِ سلیم** سے جیسا کہ اس بات کا علم کہ حادث کا بغیر کسی سبب

کے ہونا محال ہے یا **تواتر** کے ذریعے حاصل ہو جیسے شہر مکہ مکرمہ کے وجود کا علم یا **تجربہ** سے حاصل ہو جیسا کہ اس بات کا علم کہ پکا ہوا سقمونیا دست آور ہے یا دلیل سے حاصل ہو جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

خلاصہ: متکلمین کے نزدیک لفظ یقین کا اطلاق عدم شک کے وقت ہوتا ہے۔لہٰذا ہر وہ علم جس میں شک نہ ہو متکلمین کے نزدیک وہ یقین ہے اس بنیاد پر یقین ضعف کے ساتھ متصف نہیں ہوتا کیونکہ شک کی نفی میں تفاوت نہیں۔

یقین کے متعلق فقہا وصوفیہ کی اصطلاح:

فقہائے کرام،صوفیائے عظام اور اکثر علمائے دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کی مراد یہ ہے کہ یقین میں تجویز اور شک کے اعتبار کرنے کی طرف بالکل توجہ نہ دی جائے بلکہ عقل پر اس کے استیلا اور غلبہ کی طرف دھیان دیا جائے یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ ”فلاں شخص کا موت پر یقین کمزور ہے حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں۔“ نیز کہا جاتا ہے کہ ”فلاں شخص کو رزق ملنے پر بڑا یقین ہے حالانکہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ کبھی اسے رزق نہ ملے۔“

خلاصہ: تو جب کبھی دل کسی شے کی تصدیق کی طرف مائل ہو اور یہ میلان اس کے دل پر اتنا غالب آجائے اور دل کو اتنا گھیر لے کہ یہ نفس میں کسی چیز کے امکان ومنع (یعنی ہونے یا نہ ہونے) کا حکم لگانے والا اور تصرف کرنے والا ہو جائے تو اسے یقین کا نام دیا جاتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ سب لوگ موت کے یقینی ہونے اور اس میں شک کے نہ ہونے میں برابر ہیں اس کے باوجود ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس کی طرف دھیان نہیں دیتے اور نہ موت کی تیاری کرتے ہیں گویا انہیں موت کا یقین نہیں ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ جن کے دل پر موت کی فکر قابض ہوتی ہے یہاں تک کہ ان کی ساری ہمت موت کی تیاری ہی میں صرف ہوتی ہے اور موت کی تیاری میں وہ اپنے غیر کے لئے کچھ گنجائش نہیں چھوڑتے۔اس حالت کو قوتِ یقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی وجہ سے بعض نے کہا کہ ”جس یقین میں تو شک کو نہ پائے وہ اس شک کی مثل ہے جس میں یقین نہ ہو جیسے موت۔“ (1)

اس اصطلاح کی بنیاد پر یقین ضعف اور قوت سے متصف ہو سکتا ہے اور ہمارے اس قول کہ **”علمائے آخرت کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی قوت،یقین پختہ کرنے میں صرف کرتے ہیں“** سے دونوں معنی مراد ہیں اور وہ یہ کہ شک کی نفی پھر یقین

1 ……موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث۴۲، ج۱، ص۴۰۔
حلیة الاولیاء، سلمة بن دینار، الرقم:۳۹۲۱، ج۳، ص۲۶۹، بتغیرٍ قلیلٍ۔

کو نفس پر مسلط کرنا یہاں تک کہ وہ اس پر غالب آجائے اور نفس پر حکم لگانے والا اور اس میں تصرف کرنے والا ہو جائے۔

یقین کی اقسام:

اگر تم یہ سمجھ گئے ہو تو پھر یہ بھی جان گئے ہو گے کہ ہمارے قول کا مطلب یہ ہے کہ یقین تین قسموں کی طرف منقسم ہوتا ہے: (۱)......قوت وضعف (۲)......کثرت وقلت اور (۳) ظہور وخفا۔ **قوت وضعف** کے اعتبار سے اس کی تقسیم اِصطلاحِ ثانی (فقہا کی اصطلاح) کے مطابق ہے اور اصطلاحِ ثانی دل پر غالب آنے کے اعتبار سے ہے اور قوت وضعف میں یقین کے معانی کے درجات بے انتہا ہیں۔ ان معانی کے اعتبار سے یقین کے تفاوت کے مطابق مخلوق موت کی تیاری میں بھی مختلف ہے۔ **ظہور وخفا** کے اعتبار سے یقین میں تفاوت پہلی (یعنی متکلمین کی) اصطلاح کے مطابق ہے۔ یقین کا **قلیل اور کثیر** ہونا اس کے متعلقات کے کثیر ہونے کی وجہ سے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں سے زیادہ عالم ہے یعنی اس کی معلومات اس سے زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے کوئی عالم تمام شرعی مسائل میں قوی یقین والا ہوتا ہے اور کوئی بعض مسائل میں قوی یقین رکھتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ میں یقین، اس کے قوی وضعیف، کثیر وقلیل، ظاہر وخفی ہونے کو شک کی نفی یا دل پر اس کے غلبہ پانے کے معنی سے سمجھ گیا ہوں اب مجھے یہ بتائیں کہ یقین کے متعلقات اور اس کے جاری ہونے کا معنی کیا ہے اور کس میں یقین مطلوب ہے؟ کیونکہ میں اس بات کو جانے بغیر کہ یقین کن باتوں میں مطلوب ہے، اسے طلب کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جان لو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو بھی احکام لے کر تشریف لائے ان تمام پر یقین رکھنا ضروری ہے اس لئے کہ یقین خاص معرفت کا نام ہے جو ان معلومات سے متعلق ہے جو شریعت میں وارد ہوئی ہیں، انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا تاہم میں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کروں گا جو ان تمام کی اصل ہیں۔

(۱)......توحید: اور وہ یہ ہے کہ سب چیزیں مسبب الاسباب (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کی طرف سے جانی جائیں اور اسباب کی طرف دھیان نہ دیا جائے بلکہ اسباب کے بارے میں یہ نظریہ رکھا جائے کہ وہ تو خود مسخّر ہیں، ان کا اپنا کوئی حکم نہیں۔ پس اس بات کی تصدیق کرنے والا صاحب یقین ہے۔ جب یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سورج، چاند،

ستارے، جمادات، نباتات، حیوانات اور ساری مخلوق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے اس طرح تابع ہے جس طرح قلم کاتب کے ہاتھ میں اور یہ کہ قدرتِ ازلیہ ہی تمام مخلوق کے صادر ہونے کا ذریعہ ہے تو اس کے دل پر توکل، رضا اور تسلیم کا غلبہ ہوگا اور وہ ایسا یقین والا ہوگا جو غضب، بغض و کینہ، حسد اور برے اخلاق سے بری ہوگا۔ یہ یقین کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

(۲)......رزق کا ضامن اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے: اس پر یقین ہو کہ سب کے رزق کا ضامن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا (پ۱۲، ھود:۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

اور اس بات کا یقین کہ اس کا رزق اسے مل کر ہی رہے گا اور جو کچھ اس کے مقدَّر میں ہے وہ اس تک ضرور پہنچایا جائے گا۔ جب یہ یقین اس کے دل پر غالب آجائے گا تو وہ طلب میں شدَّت نہیں کرے گا، نہ تو اس کی حرص وخواہش بڑھے گی اور نہ ہی رزق کے فوت ہونے پر اسے افسوس ہوگا۔ اس یقین کے نتیجے میں تمام نیکیاں اور عمدہ اخلاق حاصل ہوتے ہیں۔

(۳)......اس بات کا یقین رکھنا کہ جو ذرہ بھر بھلائی کرے گا اسے دیکھے گا اور ذرہ بھر برائی کرے گا اسے دیکھے گا: اس سے ثواب وعذاب کا یقین مراد ہے حتی کہ وہ ثواب کی طرف طاعات کی ایسی ہی نسبت جانے جیسے روٹی کی نسبت شکم سیری کی طرف ہے اور گناہوں کی نسبت عذاب کی طرف ایسے خیال کرے جیسے زہر اور سانپوں کی نسبت ہلاکت کی طرف ہے۔ چنانچہ، جس طرح وہ شکم سیری کے لئے روٹی حاصل کرنے پر حریص ہے اور اس کی کمی وزیادتی کا خیال رکھتا ہے اسی طرح تمام نیکیوں پر بھی حریص ہو تھوڑی ہوں یا زیادہ اور جس طرح زہر سے اجتناب کرتا ہے تھوڑا ہو یا زیادہ اسی طرح گناہوں سے بھی اجتناب کرے چاہے کم ہوں یا زیادہ، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ یقین پہلے معنی کے اعتبار سے عام ایمان والوں میں بھی پایا جاتا ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے مقربین کے ساتھ خاص ہے۔ اس یقین کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی حرکات وسکنات اور خطرات کو اچھی طرح دیکھتا رہتا ہے، تقویٰ میں مبالغہ کرتا اور ہر قسم کی برائی سے

بچتا ہے۔ جب یقین غالب ہوجاتا ہے تو وہ گناہوں سے بہت زیادہ بچتا اور ہر وقت فرمانبرداری کے لئے تیار رہتا ہے۔

(۴)......اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر حال میں مطلع ہے: اس بات کا یقین کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر حال میں تجھ پر مطلع ہے، تیرے دل کے وسوسوں، پوشیدہ خطروں اور فکروں کو دیکھ رہا ہے اور معنی اوّل جو کہ **''عدم شک ہے''** کے اعتبار سے ہر مومن اس بات کا یقین رکھتا ہے۔ بہر حال معنی ثانی جو کہ مقصود بھی ہے اور قلیل بھی یہ صرف صدیقین کے ساتھ خاص ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی اپنے تمام معاملات میں ادب کو اس شخص کی طرح ملحوظِ خاطر رکھے جو بہت بڑے بادشاہ کے سامنے بیٹھا ہو اور بادشاہ اسے دیکھ رہا ہو تو وہ گردن جھکائے اپنے تمام معاملات میں باادب رہتا اور خلافِ ادَب ہر بات سے بچتا ہے۔ اسی طرح جب وہ یقین کرلے کہ اللہ عَلِیْم وخَبِیْر عَزَّوَجَلَّ اس کی خفیہ باتوں پر اس طرح مطلع ہے جیسے مخلوق اس کی ظاہری باتوں پر تو وہ اپنے باطنی معاملات میں بھی اس طرح فکرمند ہوگا جس طرح اپنے ظاہری معاملات میں فکرمند ہوتا ہے بلکہ باطن کو سنوارنے، اسے پاکیزہ رکھنے اور مزین کرنے میں اس سے زیادہ مبالغہ کرے گا جتنا اپنے ظاہر کو لوگوں کے لئے مزین کرنے میں مبالغہ کرتا ہے۔ اس مرتبے کا یقین حیا، خوف، انکساری، عاجزی، مسکنت، خضوع اور تمام اچھے اخلاق پیدا کرتا ہے جو بلند ترین طاعتوں کا سبب ہیں۔ لہٰذا یقین ان تمام امور میں سے ہر امر میں ایک درخت کی مثل ہے اور یہ اخلاق دل میں ان شاخوں کی مثل ہیں جو یقین کے درخت سے نکلی ہوں اور اخلاق سے صادر ہونے والے اعمال اور طاعات ان پھلوں اور شگوفوں کی طرح ہیں جو ٹہنیوں سے نکلتے ہیں۔ پس یقین اصل اور بنیاد ہے اس کے جاری ہونے کے کئی ابواب ہیں جو ہماری ذکر کردہ تفصیل سے بہت زیادہ ہے۔ عنقریب ان کا ذکر اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ منجیات (یعنی نجات دینے والے امور) کے بیان میں آئے گا۔ اس وقت یقین کے بارے میں اتنی تفصیل ہی کافی ہے۔

﴿9﴾......علمائے آخرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایسا عالم غمگین ہوکر انکساری سے سر جھکائے خاموش رہے اور خشیت کا اثر اس کی سیرت وصورت، لباس، حرکات وسکنات، بولنے اور خاموش رہنے سے ظاہر ہو، دیکھنے والا جب اسے دیکھے تو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ یاد آجائے، اس کی صورت اس کے عمل پر دلیل ہو اور اس کا ظاہر اس کے باطن کا آئینہ ہو۔ نیز علمائے آخرت سکون، عاجزی اور تواضع میں اپنی پیشانیوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ منقول ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے

کو وقار کے ساتھ عاجزی سے زیادہ خوبصورت لباس نہیں پہناتا اور یہی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لباس ہے اور صالحین وصادقین کو بھی اس لباس سے خاص کیا جاتا ہے۔"[1] جبکہ زیادہ گفتگو کرنا، ہر وقت ہنسی مذاق کرنا، حرکت و گفتگو میں تیزی دکھانا، یہ تمام تکبر کی علامات ہیں۔ بے خوفی اور غفلت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذابوں میں سے ایک بڑا عذاب اور اس کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔ یہ معرفتِ الٰہی رکھنے والوں کا طریقہ نہیں بلکہ دنیاداروں کا طریقہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہوتے ہیں۔

علما کی اقسام:

حضرت سَیِّدُنا سہل بن عبداللہ تستری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ علما کی تین اقسام ہیں:

(۱)......وہ علما جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوامر سے واقف ہیں لیکن اس کے ایام کو نہیں جانتے۔ یہ حلال وحرام کا فتویٰ دینے والے مفتی ہیں اور یہ ایسا علم ہے جس سے خوف (خدا) پیدا نہیں ہوتا۔

(۲)......وہ علما جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ تو اس کے اَوامر کو جانتے ہیں اور نہ ہی ایام سے واقف ہوتے ہیں، یہ عام مؤمنین ہیں۔

(۳)......وہ علما جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس کے اَوامر اور ایام کا علم بھی رکھتے ہیں۔ یہ صدیقین ہیں، ان پر خشیت وخشوع کا غلبہ رہتا ہے۔[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایام سے مراد اس کی پوشیدہ سزائیں اور باطنی نعمتیں ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے گزرے ہوئے لوگوں پر اُتاریں۔ لہٰذا جس شخص کا علم اس کا احاطہ کر لے گا اس کے خوفِ خدا میں اضافہ اور خشوع وخضوع ظاہر ہوگا۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "علم سیکھو اور علم کے لئے سکینہ، وقار اور حلم سیکھو، جس سے علم سیکھتے ہو اس کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور جو تم سے علم سیکھے وہ تمہارے سامنے عاجزی اور تواضع اختیار کرے۔ تکبر کرنے والے علما میں سے نہ ہونا تاکہ تمہارا علم تمہاری جہالت کی طرح نہ ہو جائے۔"[3]

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج۱، ص۲۴۲۔ 2 ......المرجع السابق۔

3 ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عمر بن الخطاب، الحدیث:۶۳۰، ص۱۴۸۔

شعب الایمان للبیھقی، باب فی نشر العلم، الحدیث:۱۷۸۹، ج۲، ص۲۸۷۔

متقین کا امام:

منقول ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ جس بندے کو علم عطا فرماتا ہے اسے حلم، عاجزی، اچھے اخلاق اور نرمی بھی عطا فرماتا ہے اور یہی علم نافع ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”جس بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علم، زہد، عاجزی اور اچھے اخلاق عطا فرمائے وہ متقین کا امام ہے۔“ (۱)

حضور اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میری امت کے بہترین لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو بظاہر رحمت الٰہی کی وسعت کے سبب خوش ہوتے ہیں لیکن باطنی طور پر عذاب الٰہی کے خوف سے گریہ کناں رہتے ہیں۔ ان کے بدن تو زمین پر ہوتے ہیں لیکن دل آسمان پر، ان کی روحیں دنیا میں مگر عقلیں آخرت میں (نجات کے حصول میں مگن) ہوتی ہیں۔ اطمینان اور پرسکون انداز سے چلتے اور وسیلہ کے ذریعے قرب حاصل کرتے ہیں۔“ (۲)

علم کا وزیر، باپ اور لباس:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حلم علم کا وزیر، نرمی اس کا باپ اور تواضع اس کا لباس ہے۔“ (۳)

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ”جس نے علم کے ذریعے سرداری چاہی وہ بارگاہِ الٰہی میں ایسے حاضر ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہوگا اور وہ زمین وآسمان میں مبغوض ہوگا۔“ (۴)

جس عمل میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو وہ مردود ہے:

اسرائیلی مرویات میں ہے کہ ایک حکیم نے حکمت پر 360 کتابیں لکھیں یہاں تک کہ حکیم کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس قوم کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ”فلاں شخص سے کہہ دو تو نے زمین کو کثرتِ کلام

---

❶......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۴۔

❷......المستدرک، کتاب الھجرۃ، باب وصف اھل الصفۃ مفصلاً، الحدیث۴۳۵۵، ج۳، ص۵۵۴۔

حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، الحدیث۲۸، ج۱، ص۴۸۔

❸......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۴۔

❹......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکرالفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱،ص۲۴۵۔

سے بھر دیا لیکن اس سے میری رضا کا ارادہ نہیں کیا، میں تیرے کثیر کلام میں سے کچھ بھی قبول نہیں کروں گا۔'' پھر اس شخص نے شرمندہ ہو کر یہ کام چھوڑ دیا اور عام لوگوں کے ساتھ مل جل کر بازاروں میں چلنا پھرنا شروع کر دیا، بنی اسرائیل کے ساتھ کھانا پینا اختیار کر لیا اور عاجزی وانکساری کا پیکر بن گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس دور کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ''اس سے کہہ دو اب تجھے میری رضا کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔'' (۱)

سپاہی سے زیادہ برے:

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا بلال بن سعد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''تم میں سے کوئی سپاہی کو دیکھتا ہے تو اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتا ہے اور علمائے دنیا کو دیکھتا ہے جو مخلوق اور حکومت کے شوق میں بناوٹ اختیار کئے ہوتے ہیں تو ان کو برا نہیں سمجھتا حالانکہ وہ اس سپاہی سے زیادہ برے سمجھے جانے کے حقدار ہیں۔'' (۲)

سب سے برے لوگ:

مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! افضل عمل کون سا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''محرمات سے بچنا اور ہر وقت ذِکْرُ اللہ سے اپنی زبان کو تر رکھنا۔'' پھر عرض کی گئی: ''اچھا دوست کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ایسا دوست کہ اگر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے تو وہ تیری مدد کرے اور اگر تو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کو بھول جائے تو وہ تجھے یاد دلائے۔'' پھر عرض کی گئی: ''برا دوست کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''برا دوست وہ ہے کہ اگر تو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو بھول جائے تو وہ تجھے یاد نہ دلائے اور اگر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے تو وہ تیری مدد نہ کرے۔'' پھر عرض کی گئی: ''لوگوں میں بڑا عالم کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا۔'' عرض کی گئی: ''ہمیں ہمارے اچھے لوگوں کے بارے میں خبر دیجئے تاکہ ہم ان کے ساتھ بیٹھا کریں۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آجائے۔'' عرض کی گئی: ''لوگوں میں سے برے کون ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مغفرت فرما۔'' لوگوں نے پھر عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۴۶۔

2 ......المرجع السابق، ص۲۴۵۔

ہمیں ان کے بارے میں خبر دیجئے!''ارشادفرمایا:''**علما**،جب فساد برپا کریں۔''(1)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:''بروزِ قیامت لوگوں میں سے سب سے زیادہ امن میں وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں سب سے زیادہ فکر میں رہے ہوں گے، آخرت میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ وہ لوگ ہنسیں گے جو دنیا میں سب سے زیادہ روئے ہوں گے اور آخرت میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوش وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بہت زیادہ غمگین رہے ہوں گے۔''

سب سے بڑا جاہل:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنے ایک خطبے میں ارشادفرمایا:''میرا ذمہ رہن ہے اور میں اس کا ضامن ہوں کہ تقویٰ پر کسی قوم کی کھیتی نہیں سوکھے گی (یعنی جو رضائے الٰہی کے لئے عمل کرے گا اس کا عمل باطل نہیں ہوگا) اور ہدایت پر ہوتے ہوئے اس کی جڑ کو پیاس نہیں لگے گی۔ لوگوں میں سے سب سے بڑا جاہل وہ شخص ہے جو اپنی قدر نہیں پہچانتا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مخلوق میں سے سب سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو علم جمع کرتا اور اس کے ذریعے فتنے کے اندھیروں میں غوطے کھاتا ہے، اس جیسے اور ذلیل ترین لوگ اسے عالم کہتے ہیں حالانکہ وہ پورا ایک دن بھی علم میں نہیں گزارتا، صبح سویرے اس چیز کی کثرت کرتا ہے جس کا تھوڑا اس کے زیادہ سے بہتر ہے حتی کہ جب وہ بدبودار پانی سے سیراب ہوتا اور بیکار کاموں میں زیادتی کرتا ہے تو لوگوں کا اُستاذ بن بیٹھتا ہے تاکہ ان کاموں سے خلاصی دلائے جو دوسروں پر مشتبہ ہوگئے ہیں اور مبہمات میں سے کوئی چیز اس کے سامنے پیش ہو تو اس کے لئے اپنی رائے سے غلط قیاس قائم کرلیتا ہے۔ وہ شخص شبہات کو ختم کرنے میں مکڑی کے جالے کی مثل ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ وہ راہِ راست پر ہے یا غلطی پر۔ بہت سی جہالتوں کا پلندہ اور بغیر سوجھ بوجھ کے بے ڈھنگی باتیں کرنے والا ہے۔ جس بات کا علم نہیں اس کے بتانے سے عذر نہیں کرتا کہ بچ جائے اور نہ ہی علم پر مضبوطی حاصل کرتا ہے کہ غنیمت پائے۔ اس کی وجہ سے خون بہتے ہیں۔ اس کے فیصلوں سے زنا حلال ہوتے ہیں۔ جو سوال اس سے کیا جائے اس کا جواب نہیں دے سکتا اور جو اس کے حوالے کیا جائے اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سزاؤں کے حقدار ہیں۔ ان پر عمر بھر رونا اور نوحہ کرنا چاہیے۔''(2)

---

(1)......قوت القلوب، ص۲۴۶۔ (2)......المرجع السابق، ص۲۴۶، بتغیرٍ قلیلٍ۔

مزید فرماتے ہیں کہ ” جب علم کی بات سنو تو خاموش رہو اور اسے بیہودہ باتوں سے نہ ملاؤ ورنہ دل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔“ (۱)

بعض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا: ” عالم جب ایک مرتبہ ہنستا ہے تو علم کا ایک لقمہ نکال پھینکتا ہے۔“ (۲)

اُستاذ و شاگرد کی تین عمدہ خصلتیں:

منقول ہے کہ ” اگر اُستاذ میں تین باتیں ہوں تو اس کے سبب شاگرد پر نعمت مکمل ہوجاتی ہے: (۱)......صبر (۲)......عاجزی اور (۳)......اچھے اخلاق اور اگر شاگرد میں تین باتیں ہوں تو اس کے سبب اُستاذ پر نعمت کامل ہوجاتی ہے: (۱)......عقل (۲)......ادب اور (۳)......اچھی سمجھ۔“ (۳)

الغرض علمائے آخرت قرآنِ حکیم میں بیان کردہ اخلاق سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے اس لئے کہ وہ عمل کے لئے قرآنِ مجید سیکھتے ہیں نہ کہ حکومت کے حصول کے لئے۔

قرآن سے پہلے ایمان:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ” ہم نے ایک زمانہ گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایمان قرآن سے پہلے دیا گیا جب کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ اس کے حلال وحرام، اَوامر ونواہی کو سیکھ لیتا اور جہاں توقف کرنا مناسب ہوتا وہاں توقُّف کرتا اور میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جن میں سے کسی کو ایمان سے پہلے قرآن دیا گیا وہ سورۂ فاتحہ سے لے کر آخر تک سارا قرآنِ پاک پڑھ لیتا ہے لیکن اس کے اَوامر ونواہی کو نہیں جانتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ کہاں توقف کرنا مناسب ہے۔ وہ اسے ردی کھجوروں کی طرح بکھیرتا چلا جاتا ہے۔“ (۴)

ایک روایت میں اس طرح کا مفہوم ہے کہ ” ہمیں (یعنی صحابۂ کرام کو) قرآن سے پہلے ایمان عطا ہوا اور عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جنہیں ایمان سے پہلے قرآن ملے گا۔ وہ اس کے حروف کو تو درست کریں گے لیکن اس کی حدود اور اس کے حقوق ضائع کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے قرآنِ پاک پڑھا ہے ہم سے بڑا قاری کون ہے؟ ہم نے سیکھا ہے، ہم سے بڑا عالم کون ہے؟ پس ان کا حصہ یہی ہے۔“

---

1 ......قوت القلوب، ص۲۵۰۔ 2 ......المرجع السابق، ص۲۵۱۔ 3 ......المرجع السابق، ص۲۵۱۔

4 ......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلاة، باب البیان انه انما قیل ......الخ، الحدیث۵۲۹۰، ج۳، ص۱۷۱۔

ایک روایت میں اتنا زائد ہے کہ ''وہ اس امت کے برے لوگ ہیں۔''(1)

پانچ اچھے اخلاق:

منقول ہے کہ ''کِتَابُ اللّٰہ کی پانچ آیات میں سے جو پانچ اخلاق سمجھے گئے ہیں وہی علمائے آخرت کی علامات ہیں: (۱) خوف (۲) خشوع (۳) عاجزی (۴) حسنِ اخلاق اور (۵) آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا یعنی زہد اختیار کرنا۔

خشیت: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے ثابت ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (پ۲۲، فاطر:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

خشوع: اس آیتِ مبارکہ سے ثابت ہے:

خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے دل اللّٰہ کے حضور جھکے ہوئے، اللّٰہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے۔

تواضع: کا ذکر اس آیتِ مقدسہ میں ہے:

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ (پ:۱۴، الحجر:۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اپنی رحمت کے پروں میں لے لو۔

حسن اخلاق: کا ثبوت اس فرمانِ باری تعالیٰ سے ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللّٰہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔

زہد: کا بیان اس آیتِ طیبہ میں ہے:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ (پ۲۰، القصص:۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللّٰہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔

---

(1) ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۰۔۲۵۱۔

’’یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ‘‘ سے مراد:

آقائے دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّہۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ (پ۸، الانعام:۱۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

تو عرض کی گئی: ’’شرح‘‘ سے کیا مراد ہے؟‘‘ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’جب نور دل میں ڈالا جاتا ہے تو اس کے لئے سینہ کھل جاتا اور کشادہ ہو جاتا ہے۔‘‘ پھر عرض کی گئی: ’’کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟‘‘ ارشاد فرمایا: ’’ہاں! دھوکے کے گھر (یعنی دنیا) سے دور رہنا اور دائمی گھر (یعنی آخرت) کی طرف رجوع کرنا اور موت سے پہلے اس کے لئے تیار رہنا۔‘‘ [1]

﴿10﴾......علمائے آخرت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ان کی گفتگو اکثر اعمال کے علم اور ان اُمور کے متعلق ہوتی ہے جو فسادِ اعمال کا باعث بنتے، دلوں کو تشویش میں مبتلا کرتے، وسوسے پیدا کرتے اور شر کو پھیلاتے ہیں۔ کیونکہ دین کی اصل، برائی سے بچنا ہے۔ اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

عَرَفۡتُ الشَّرَّ لَا لِلشَّرِّ لٰکِنۡ لِتَوۡقِیۡہِ ... وَمَنۡ لَا یَعۡرِفِ الشَّرَّ مِنَ النَّاسِ یَقَعُ فِیۡہِ

ترجمہ: میں شر کو صرف شر ہونے کی وجہ سے نہیں پہچانتا بلکہ اس سے بچنے کے لئے بھی پہچانتا ہوں۔ لوگوں میں سے جو بھی شر کو نہیں پہچانتا وہ اس میں پڑ ہی جاتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جو اعمال فعلی (یعنی ظاہری اعضا سے کئے جاتے) ہیں وہ آسان ہیں اور ان سے بھی بلند تر اور عظیم عمل زبان اور دل سے ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے رہنا ہے اور شان تو ان چیزوں کے جاننے میں ہے جو فساد اعمال اور دلی تشویش کا باعث بنتی ہیں۔ اس کے شعبہ جات بہت زیادہ اور تفریعات بہت لمبی ہیں۔ راہِ آخرت پر چلنے کے لئے ان تمام کی حاجت پڑتی ہے جبکہ عام لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

جہاں تک علمائے دنیا کی بات ہے تو وہ حکومت اور فیصلوں میں نادر تفریعات کی پیروی کرتے ہیں اور ایسی صورتیں وضع کرتے نہیں تھکتے جو زمانوں تک کبھی واقع نہ ہوں اور اگر کبھی واقع ہوں بھی تو انکا وقوع کسی خاص زمانے

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث:۱۰۵۵۲، ج۷، ص۳۵۲۔

میں کسی اور کے لئے ہو نیز جب ان کا وقوع ہو تو ان کے بتانے والے کئی لوگ موجود ہوں اور جس چیز سے ہر وقت ان کا واسطہ پڑتا ہے اور رات دن ان کے دلوں، وسوسوں اور اعمال میں اس کی تکرار ہوتی ہے اسے چھوڑے بیٹھے ہیں۔

واضح نقصان:

وہ شخص سعادت مندی سے کتنا دور ہے جو اپنے لئے ضروری چیز کو کسی نادر ضرورت کے بدلے فروخت کر دیتا اور اس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب کے بدلے مخلوق کے قرب اور قبولیت کو اختیار کر لیتا ہے اور اس کا شر اس میں ہے کہ دنیا کے باطل پرست لوگ اسے فاضل، محقق علومِ عقلیہ اور پیچیدہ عبارات و مسائل کا عالم جانیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس بندے کی جزا یہ ہے کہ اسے دنیا میں لوگوں میں مقبولیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس پر زمانے کے مصائب اُنڈیل دیئے جاتے ہیں پھر وہ قیامت کے دن مفلسی کی حالت میں آئے گا اور عمل کرنے والوں کا نفع اور مقربین کی کامیابی دیکھ کر حسرت کرے گا اور یہی واضح (کھلا) نقصان ہے۔

کلامِ انبیا کے مشابہ کلام:

بے شک حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا کلام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کلام کے زیادہ مشابہ تھا اور باعتبارِ ہدایت لوگوں میں سب سے زیادہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے قریب تھے۔ ان کے حق میں اس بات پر اتفاق ہے۔

نیز ان کا اکثر کلام دلوں کے خطرات، اعمال کے فساد، نفس اور دل کے وسوسوں اور نفس کی پوشیدہ خواہشات کے بارے میں ہوتا تھا۔ ایک بار ان سے پوچھا گیا: ''اے ابوسعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمَجِیْد! آپ ایسا کلام فرماتے ہیں جو آپ کے سوا ہم کسی سے نہیں سنتے۔ آپ اسے کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟'' فرمایا: ''حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے۔'' (1)

حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں عرض کی گئی: ''ہم آپ کو اس حال میں دیکھتے ہیں کہ آپ ایسا کلام کرتے ہیں جو دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے نہیں سنا جاتا۔ آپ نے اسے کہاں

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۸، بتغیرٍ۔

سے حاصل کیا؟'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے اس کلام سے خاص فرمایا کہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خیر کے بارے میں پوچھتے تھے جبکہ میں شر کے بارے میں سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں برائی میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور میں یہ بات جانتا تھا کہ بھلائی کا علم مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔'' ایک مرتبہ یوں فرمایا: ''میں جانتا تھا کہ جو برائی کو نہیں جانتا وہ بھلائی کو بھی نہیں جانتا۔''

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن عرض کیا کرتے: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو کوئی فلاں فلاں نیک کام کرے اس کا اجر کیا ہے؟'' وہ اعمال کے فضائل کے متعلق پوچھتے تھے جبکہ میں عرض کرتا: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فلاں فلاں عمل کے فساد کا باعث کون سی چیز ہے؟ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیکھا کہ میں اعمال کی آفات کے بارے میں سوال کرتا ہوں تو مجھے اس علم کے ساتھ خاص فرمایا۔''(۱)

راز دار صحابی:

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو منافقین کے بارے میں خصوصی علم تھا۔ علم نفاق، اس کے اسباب اور فتنوں کی پیچیدگیوں کی معرفت میں آپ کو انفرادی حیثیت حاصل تھی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی اور بڑے بڑے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عام و خاص فتنوں اور منافقین کے بارے میں پوچھا کرتے تو آپ انہیں جواب دیتے کہ اتنے منافقین باقی رہ گئے ہیں لیکن ان کے نام نہ بتاتے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب اپنے بارے میں پوچھتے کہ کیا مجھ میں بھی نفاق پایا جاتا ہے تو آپ انہیں اس سے بری قرار دیتے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب کسی کا جنازہ پڑھانے کے لئے کہا جاتا تو دیکھتے اگر حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ موجود ہوتے تو پڑھاتے ورنہ نہیں۔ حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو صاحب سر (یعنی رازدان) کہا جاتا تھا۔(۲)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، الحدیث:۳۶۰۶، ج۲، ص۵۰۲۔
قوت القلوب، الفصل الحادی و الثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۸۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی و الثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۸۔

علمائے آخرت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ دل کے مقامات اور اس کے احوال پر نظر رکھنا بھی ہے۔ کیونکہ دل ہی تو ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب کی طرف سعی کرتا ہے لیکن اب یہ فن نادر ہو گیا ہے اور جب کوئی عالم اس میں سے کسی چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اس پر تعجب کرتے اور اسے بعید جانتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ تو واعظین کا اپنے کلام کو مزین کرنا ہے تحقیق کہاں ہے اور تحقیق کو محض جھگڑا خیال کرتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے:

اَلطُّرُقُ شَتّٰی وَطُرُقُ الْحَقِّ مُفْرَدَةٌ ۔۔۔ وَالسَّالِكُوْنَ طَرِيْقَ الْحَقِّ اَفْرَادُ

لَا يُعْرَفُوْنَ وَلَا تُدْرٰى مَقَاصِدُهُمْ ۔۔۔ فَهُمْ عَلٰى مَهْلٍ يَمْشُوْنَ قُصَّادُ

وَالنَّاسُ فِيْ غَفْلَةٍ عَمَّا يُرَادُ بِهِمْ ۔۔۔ فَجُلُّهُمْ عَنْ سَبِيْلِ الْحَقِّ رُقَّادُ

ترجمہ: (۱) راستے تو مختلف ہیں مگر حق کا راستہ ایک ہی ہے اور حق کے راستے پر چلنے والے بھی منفرد ہوتے ہیں۔

(۲) نہ انہیں کوئی پہچانتا ہے اور نہ ان کے مقاصد معلوم ہوتے ہیں پس وہ راہِ حق کا ارادہ کر کے چلتے ہیں۔

(۳) اور لوگ ان کے مقاصد سے غافل ہیں کیونکہ کثیر لوگ حق کے راستے سے غافل ہیں۔

علم یقین، احوال قلب اور باطنی صفات کے عالم:

خلاصہ: یہ کہ اکثر لوگ آسان اور طبیعت کے موافق چیز کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لئے کہ حق کڑوا ہے اس پر قائم رہنا مشکل، اسے حاصل کرنا دشوار اور اس کا راستہ پیچیدہ ہے۔ خصوصاً دل کی صفات کو جاننا اور اسے مذموم اخلاق سے پاک کرنا اس لئے کہ یہ ہمیشہ جانکنی کی حالت ہوتی ہے اور ایسا شخص دوا پینے والے کی طرح ہوتا ہے جو شفا کی امید رکھتے ہوئے دوا کی کڑواہٹ پر صبر کرتا ہے اور اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو تمام عمر روزوں میں گزارتا اور مصائب کو برداشت کرتا ہے تاکہ موت کے وقت اس کی عید ہو، ایسے طریقے میں رغبت کی کثرت کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شہر بصرہ میں 120 حضرات وعظ و نصیحت کرتے تھے لیکن سوائے تین کے علم یقین، دلوں کے احوال اور باطن کی صفات کے بارے میں کلام کرنے والا کوئی نہیں تھا ان میں ایک حضرت سیِّدُنا سہل بن عبداللہ تستری، دوسرے حضرت سیِّدُنا صُبیحی اور تیسرے حضرت سیِّدُنا عبدالرحیم رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن تھے۔ دوسروں کی صحبت میں کثیر لوگ بیٹھتے تھے جن کا شمار نہیں جبکہ ان کے پاس بہت کم لوگ ہوتے تھے کبھی کبھار 10 سے زیادہ ہو جاتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

نفیس اور عمدہ کے قابل خاص لوگ ہی ہوتے ہیں جبکہ عوام کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ آسان ہوتا ہے۔

﴿11﴾......علمائے آخرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ دل کی صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے علوم میں بصیرت اور اس کے ادراک پر اعتماد کرتے ہیں، نہ کہ کتابوں پر اور نہ اس چیز کی تقلید پر جو کسی غیر سے سنی ہو اور بلاشبہ تقلید صرف صاحب شریعت کی ہے[1] ہر اس چیز میں جس کا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم یا اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہو اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی تقلید بھی اس حیثیت سے کی جائے کہ یقیناً ان کے افعال رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سننے پر دلالت کرتے ہیں۔

پھر جب وہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اقوال وافعال کو قبول کر کے آپ کی تقلید کرلے تو چاہئے کہ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اسرار کو سمجھنے پر حریص ہو جائے کیونکہ تقلید کرنے والا یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ صاحبِ شریعت نے ایسا کیا اور ان کے ایسا کرنے میں ضرور کوئی راز ہوگا۔ لہٰذا اعمال اور اقوال کے اسرار خوب تلاش کرلے اس لئے کہ اگر وہ سنی ہوئی بات کو یاد کرنے پر ہی اکتفا کرے گا تو گویا وہ علم کا ایک برتن ہو کر ہی رہ جائے گا عالم نہیں ہوگا۔

وہ علم کا برتن ہے نہ کہ عالم:

کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص علم کے برتنوں میں سے ایک برتن ہے اسے عالم نہیں کہا جاتا تھا کیونکہ وہ حکمتوں اور رازوں پر مطلع ہوئے بغیر صرف حافظ ہو کر رہ جاتا تھا اور جو شخص اپنے دل سے پردوں کو دور کرتا اور ہدایت کے نور سے روشن ہو جاتا ہے اس کی پیروی اور تقلید کی جاتی ہے اس وقت اسے کسی دوسرے کی تقلید نہیں کرنی چاہئے اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا ہر ایک کے علم سے کچھ لیا جاتا اور کچھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔''[2]

---

1 ......یہاں تقلید سے اتباع مراد ہے نہ کہ وہ جو فقہ میں ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی ہوتی ہے۔ تقلید کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان کی مایہ ناز تصنیف **"جاء الحق"** حصہ اول (مطبوعہ: قادری پبلشرز لاہور) صفحہ 20 تا 38 کا مطالعہ کیجئے۔ علمیہ

2 ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۹۴۱، ج ۱۱، ص ۲۶۹، بتغیرٍ۔

سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے استاذ:

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فقہ میں حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اور قراءَت میں حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے شاگرد تھے۔ پھر فقہ اور قراءَت میں ان دونوں سے اختلاف بھی کیا۔ (۱)

بعض بزرگوں نے فرمایا: ''رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانب سے ہمارے پاس جو کچھ آیا ہم نے اس تمام کو سر اور آنکھوں سے قبول کیا اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی طرف سے جو کچھ آیا اس میں سے ہم نے کچھ لے لیا اور کچھ چھوڑ دیا اور تابعین کی جانب سے جو کچھ ملا تو وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں۔'' (۲)

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو فضیلت دینے کی وجہ:

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو اس لئے فضیلت دی گئی کہ انہوں نے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احوال مبارکہ کے قرائن کا مشاہدہ کیا، ان کے دل ان امور سے متعلق تھے جو قرائن سے معلوم ہوئے اور یہی بات ان کی درستی کی وجہ ہے کیونکہ روایت اور عبارت میں مشاہدہ کا دخل نہیں ہوتا ان پر نورِ نبوت کا اتنا فیضان تھا کہ وہ اکثر خطا سے محفوظ رہتے تھے۔ لہٰذا جب کسی سے سنی سنائی بات پر بھی اعتماد کرنا ایک ناپسندیدہ تقلید ہے تو پھر کتابوں پر اعتماد کرنا تو اس سے بھی بعید ہے۔

تصنیف و تالیف کی ابتدا کب سے ہوئی:

کتابیں بعد میں لکھی گئی ہیں زمانۂ صحابہ و تابعین کے ابتدائی دور میں ان کا وجود تک نہیں تھا یہ ہجرت کے 120 برس بعد تمام صحابۂ کرام اور تابعین عظام مثلاً حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب، حضرت سیِّدُنا حسن بصری اور دیگر اکابر تابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے وصال کے بعد تالیف ہوئیں۔ بلکہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو احادیث لکھنا اور کتابیں تصنیف کرنا ناپسند جانتے تھے اس وجہ سے کہ کہیں لوگ احادیث کو زبانی یاد کرنے، قرآنِ پاک میں تدبر کرنے اور اس کے سمجھنے سے غافل ہو کر ان کتابوں ہی میں مشغول نہ ہو جائیں۔ یہ حضرات فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح ہم یاد کرتے تھے تم بھی اس طرح یاد کرو۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۴۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۴۔

قرآن پاک کتابی صورت میں:

یہی وجہ تھی کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر اور دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کی ایک جماعت نے قرآنِ پاک کو مصحف میں جمع کرنے کو ناپسند جانا اور فرمایا کہ ہم وہ کام کیوں کریں جو ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہیں کیا اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ مصحف ہی پر اعتماد نہ کر بیٹھیں اس لئے انہوں نے فرمایا: ''ہم قرآنِ پاک کو اس طرح رہنے دیتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کو پڑھائیں سکھائیں تاکہ ان کا شغل اور مقصود یہی رہے۔'' یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اور بعض دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن نے اس اندیشہ کے باعث قرآنِ پاک کی کتابت کا مشورہ دیا کہ کہیں لوگ سستی کا شکار ہو کر اسے چھوڑ نہ بیٹھیں اور اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں جھگڑا ہو اور کوئی اصل نسخہ نہ ملے جس کی مدد سے کسی متشابہ کلمے یا قراءَت میں دُرستی کی جاسکے پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سینہ بھی کھل گیا۔ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآنِ پاک کو مصحف میں جمع فرما دیا۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل موطا امام مالک کی تصنیف کے بارے میں حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق پر اعتراض کرتے اور فرماتے کہ ''انہوں نے وہ کام کیا جو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن نے نہیں کیا۔''

اسلام میں تصنیف کی جانے والی ابتدائی کتب:

منقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے **ابن جریج** کی کتاب تصنیف ہوئی جس میں آثار اور حضرت عطا، مجاہد اور ابن عباس کے دیگر شاگردوں سے منقول تفاسیر ہیں یہ کتاب مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں تصنیف ہوئی۔ پھر یمن میں حضرت سیِّدُنا **معمر بن راشد** صنعانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی کتاب تصنیف ہوئی جس میں حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی احادیث ہیں۔ پھر مدینہ طیبہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَکْرِیْمًا میں حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کی **''موطا''**۔ پھر حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی کتاب **''جامع''** تصنیف ہوئی۔ پھر چوتھی صدی میں علم کلام میں کتابیں لکھی گئیں اور جنگ وجدل اور مقالات کو باطل کرنے میں غور وخوض ہونے لگا۔ اس کے بعد

لوگ اس کی طرف، قصہ گوئی اور وعظ کی طرف مائل ہوئے۔اس زمانے میں علم یقین مٹنے لگا، اس کے بعد علم قلوب، صفاتِ نفس اور شیطان کے مکر وفریب کے بارے میں دریافت کرنا ایک عجیب بات ہوگئی سوائے چند لوگوں کے باقی سب نے اس سے منہ پھیر لیا اور جھگڑا کرنے والا متکلم عالم کہلانے لگا، مُسَجَّعْ عِبَارَت سے اپنا کلام مزین کرنے والا قصہ گو بھی عالم شمار ہونے لگا کیونکہ انہیں عوام ہی سنتے ہیں جنہیں حقیقت علم اور اس کے غیر میں فرق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے احوال ان کے پیشِ نظر ہوتے کہ وہ فرق معلوم کرتے۔پس ایسے لوگوں کو علما کا نام دیا جانے لگا اور پہلوں سے بعد والوں تک یہ نام چلتا آیا۔علم آخرت لپیٹ دیا گیا۔علم اور کلام کے درمیان فرق چند مخصوص لوگوں کے سوا سب کے نزدیک مخفی ہو کر رہ گیا جب ان سے پوچھا جاتا کہ ''فلاں کے پاس زیادہ علم ہے یا فلاں کے پاس؟'' تو وہ کہتے: ''فلاں کے پاس علم زیادہ ہے اور فلاں کلام میں اس پر فائق ہے۔'' خواص علم اور کلام پر قدرت کے درمیان فرق جانتے تھے۔پچھلی صدیوں میں دین اتنا کمزور ہوگیا تھا تو اس زمانے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ کلام وغیرہ کا انکار کرنے والے کو پاگل کہا جاتا ہے۔اس لئے بہتر یہی ہے کہ انسان اپنی اصلاح میں مشغول ہوجائے اور خاموش رہے۔

﴿12﴾.....علمائے آخرت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ ایسا عالم بدعتوں سے بہت زیادہ بچے اگرچہ سب لوگ ان میں ملوث ہوں۔صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے بعد پیدا ہونے والی بدعتوں [1] (یعنی خلاف شرع

---

[1] ...... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مرأۃ المناجیح، ج1، ص146 پر ایک حدیث شریف کے اس جز **''اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے''** کے تحت فرماتے ہیں: مُحْدَث کے معنے ہیں جدید اور نوپید چیز، یہاں وہ عقائد یا برے اعمال مراد ہیں جو حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی وفات کے بعد دین میں پیدا کیے جائیں، بدعت کے لغوی معنٰے ہیں نئی چیز، رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۱، البقرۃ:۱۱۷، ترجمۂ کنز الایمان: نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا) اصطلاح میں اس کے تین معنٰے ہیں (۱) نئے عقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں۔(۲) وہ نئے اعمال جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں اور حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہوں۔(۳) ہر نیا عمل جو حضور کے بعد ایجاد ہوا۔پہلے دو معنٰے سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں، تیسرے معنی کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بری، یہاں بدعت کے پہلے معنی مراد ہیں یعنی برے عقیدے کیونکہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا۔گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں، بے نماز گناہ گار ہے گمراہ نہیں اور رب (عَزَّوَجَلَّ) کو جھوٹا یا حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعقیدگی اور......

کاموں) پر لوگوں کے متفق ہونے سے دھوکے میں نہ پڑے بلکہ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے احوال واعمال اوران کی سیرت کو دریافت کرنے میں حریص ہو اور یہ جانے کہ وہ کن امور میں زیادہ کوشش کرتے تھے۔ کیا وہ تدریس، تصنیف، مناظرہ، قضا، حکمرانی، اوقاف اور وصیتوں کی تولیت (یعنی نگرانی کرنے)، یتیموں کے اموال (ناحق) کھانے اور حکمرانوں سے میل جول رکھنے میں مصروف رہتے تھے یا خوفِ خدا، غم، تفکر، مجاہدہ وریاضت، ظاہر وباطن کی نگرانی، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب، نفس کی خفیہ خواہشات اور شیطان کے مکروفریب کی جانچ وغیرہ علوم باطن میں مصروف رہتے تھے۔

حق کے زیادہ قریب کون؟

اس بات کا یقین کرلو کہ اس زمانے میں جو شخص صحابۂ کرام رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡن کے زیادہ مشابہ اور اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے راستے سے زیادہ واقف ہے وہی زیادہ علم والا اور حق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ دین انہی لوگوں سے لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم سے عرض کی گئی کہ آپ نے فلاں کی مخالفت کی ہے تو انہوں نے فرمایا: ''ہم میں بہتر وہ ہے جو اس دین کی زیادہ پیروی کرتا ہے۔'' غرض یہ کہ تم صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی موافقت میں موجودہ زمانے کے لوگوں کی مخالفت کی پرواہ نہ کرو کیونکہ لوگوں نے صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے معاملات کے بارے میں اپنی طبیعتوں کے میلان کے مطابق ایک رائے قائم

گمراہی ہے، اور اگر دوسرے معنی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر تیسرے معنی مراد ہوں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے بدعت حسنہ اور سیئہ یہاں بدعت سیئہ مراد ہے بدعت حسنہ کے لیے **کتاب العلم** کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے: ''مَنۡ سَنَّ فِی الۡاِسۡلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً'' الحدیث یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔ بدعت حسنہ کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہوتی ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں دیکھو نیز شامی اور ہماری کتاب جاء الحق میں بھی ملاحظہ کرو، بعض لوگ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی، مگر یہ معنی بالکل فاسد ہیں کیونکہ تمام دینی چیزیں چھ کلمے، قرآن شریف کے ۳۰ پارے، علم حدیث اور حدیث کی اقسام اور کتب، شریعت وطریقت کے چار سلسلے، حنفی شافعی یا قادری چشتی وغیرہ، زبان سے نماز کی نیت، ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ اور دنیا کی تمام چیزیں پلاؤ، زردے، ڈاک خانہ ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہوئیں حرام ہونی چاہئیں حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

کر رکھی ہے اور ان کا نفس یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ یہ طریقہ جنت سے محرومی کا باعث ہے۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے سوا جنت کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

بری رائے والا اور دنیا کا پجاری:

اسی لئے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''اسلام میں دو نئے آدمی پیدا ہوں گے ایک بری رائے کا مالک ہوگا جو یہ خیال کرے گا کہ جنت اُسی کو نصیب ہوگی جس کی رائے اِس کے موافق ہوگی اور دوسرا وہ مالدار ہوگا جو دنیا کا پجاری ہوگا، دنیا ہی کی وجہ سے غصہ کرے گا، اسی کے لئے راضی ہوگا اور اسی کو طلب کرے گا، ان دونوں کو جہنم کی طرف چھوڑ دو۔ ایک آدمی اس دنیا میں دو ایسے آدمیوں کے درمیان ہوگا کہ ان میں سے ایک مالدار ہوگا جو اسے اپنی دنیا کی طرف بلائے گا اور دوسرا خواہش کا پجاری ہوگا جو اسے اپنی خواہش کی طرف راغب کرے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ان دونوں سے محفوظ رکھے گا۔ وہ اسلاف کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا مشتاق ہوگا۔ ان کے افعال کے بارے میں پوچھتا، ان کی پیروی کرتا اور اجر عظیم کا طلب گار رہوگا۔ لہٰذا تم بھی ایسے بنو۔'' (۱)

کلام اور سیرت:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''دو ہی چیزیں ہیں کلام اور سیرت۔ بہترین کلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہے اور بہترین سیرت رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہے۔ خبردار! بدعتوں (یعنی خلاف شرع کاموں) سے دُور رہو کہ بدترین امور بدعات ہیں۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت (جو شریعت کے خلاف ہو) گمراہی ہے۔ خبردار! لمبی عمر کا خیال دل میں مت آنے دینا ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ خبردار! جو وقت آنے والا ہے وہ قریب ہے اور دور وہ ہے جو آنے والا نہیں۔'' (۲)

خوش بخت کون؟

حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خطبہ مبارکہ میں ہے: ''اس کے لئے خوش خبری ہے

(1) ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۵۔

(2) ......سنن ابن ماجه، المقدمة، الحدیث۴۶، ج۱، ص۳۴۔

جسے اس کے عیبوں نے دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے روک دیا، اپنے پاکیزہ مال میں سے راہِ خدا میں خرچ کیا، علما کی صحبت میں بیٹھتا رہا، خطا کاروں اور نافرمانوں کی صحبت سے دور رہا۔ خوشخبری ہے اس کے لئے جو عاجزی اختیار کرتا، اس کے اخلاق اچھے، باطن صالح اور وہ لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہے۔ خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے اپنے علم پر عمل کیا، ضرورت سے زائد مال (راہِ خدا میں) خرچ کیا اور فضول باتوں سے بچا، سنت نے اسے اپنے دامن میں لے کر بدعت تک جانے سے روک دیا۔‘‘ (۱)

اچھے شخص کی پہچان:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ ’’آخری زمانے میں اچھا کردار اعمال کی کثرت سے بہتر ہوگا۔ تم جس زمانے میں ہو اس میں تم میں سے اچھا وہ ہے جو اعمالِ صالحہ میں جلدی کرتا ہے۔ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں میں سے اچھا آدمی کثرتِ شبہات کی وجہ سے توقف کرے گا۔‘‘ (۲)

بے شک آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سچ فرمایا کیونکہ اس زمانے میں توقف نہ کرنے والا، عام لوگوں کی موافقت کرنے والا اور ان امور میں مشغول ہونے والا جن میں وہ مشغول ہیں اسی طرح ہلاک و برباد ہوگا جس طرح وہ تباہ و برباد ہوں گے۔

آج کے دور کی نیکی گزشتہ زمانے کی برائی:

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ’’اس بات پر زیادہ تعجب ہے کہ تمہارے دور کی نیکی گزشتہ زمانے کی برائی تھی اور تمہارے زمانے کی برائی آنے والے زمانے میں نیکی بن جائے گی، جب تک تم حق کی پہچان رکھو گے بھلائی پر رہو گے اور تمہارے دور کا عالم حق نہیں چھپاتا۔‘‘ (۳)

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سچ فرمایا بے شک اس زمانے کی اکثر نیکیاں صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کے زمانے میں برائیاں سمجھی جاتی تھیں۔ ہمارے زمانے میں مساجد کو سجانا، انہیں آراستہ کرنا اور عمارتوں کی باریکیوں

(۱)......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۶۲، ج۷، ص۳۵۵، بتغیرٍ قلیلٍ۔
(۲)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۶۔
(۳)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۷۶۔

میں بہت زیادہ مال خرچ کرنا اور ان میں قیمتی بچھونے (مثلاً کارپیٹ، قالین وغیرہ) بچھانا نیکی سمجھا جاتا ہے حالانکہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے زمانے میں مسجد میں چٹائی بچھانا بھی بدعت شمار ہوتا تھا۔

مساجد میں چٹائی بچھانا کس کی ایجاد؟

منقول ہے کہ مساجد میں چٹائی بچھانا حجاج بن یوسف ثقفی کی بدعات میں سے ہے۔ پہلے کے لوگ اپنے اور مٹی کے درمیان بہت کم رکاوٹ ڈالتے تھے۔ اسی طرح دقیق مسائل پر جھگڑنا اور مناظرے کرنا اِس زمانے کے بڑے بڑے علوم میں شمار ہوتا ہے اور اِن لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قربِ خداوندی کا بہت بڑا ذریعہ اور عظیم عبادت ہے حالانکہ پہلے زمانے میں یہ منکرات میں شمار ہوتا تھا۔ تلاوتِ قرآن اور اذان میں لحن کرنا بھی انہی بدعات سے ہے۔ پاکیزگی میں مبالغہ اور طہارت میں وسوسہ بھی بدعت ہے۔ کپڑوں کی نجاست کے بارے میں اسبابِ بعیدہ فرض کئے جاتے ہیں جبکہ خوراک کے حلال وحرام ہونے کے سلسلے میں تساہل برتا جاتا ہے۔ اس قسم کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بالکل سچ فرمایا کہ ''تم اس زمانے میں ہو جس میں خواہش علم کے تابع ہے اور عنقریب وہ دور آئے گا کہ علم، خواہش کے تابع ہو جائے گا۔'' (1)

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرمایا کرتے تھے: ''لوگ علم ترک کر کے نادر و عجیب باتوں میں مشغول ہو گئے ہیں۔ ان کا علم کتنا کم ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی مددگار ہے۔'' (2)

حضرت سیِّدُنا امام مالک بن اَنس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''گزشتہ زمانے کے لوگ ان امور کے بارے میں ایسے نہیں پوچھتے تھے جیسا کہ آج کل لوگ پوچھتے ہیں اور علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام بھی یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ حرام ہے، یہ حلال ہے۔ بلکہ میں نے انہیں یوں کہتے سنا کہ یہ مستحب ہے یہ مکروہ ہے۔'' (3)

مطلب یہ کہ وہ کراہت اور استحباب کی باریکیوں کو دیکھتے تھے کیونکہ حرام کی برائی تو واضح ہے۔

لوگوں سے بدعت کے بارے میں نہ پوچھو!

حضرت سیِّدُنا ہاشم بن عروہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''آج کے دور میں لوگوں سے ان کی ایجاد کردہ

---

1 ……قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا……الخ، ج۱، ص۲۸۴۔

2 ……المرجع السابق، ص۲۸۴، بتغیرٍ قلیلٍ۔ 3 ……المرجع السابق، ص۲۸۴۔

بدعات کے بارے میں نہ پوچھو کیونکہ انہوں نے اس کا جواب تیار کر رکھا ہے ان سے سنت کے بارے میں پوچھو اس لئے کہ یہ اسے جانتے ہی نہیں۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرمایا کرتے تھے: ''جس کے دل میں کوئی اچھی بات ڈالی گئی وہ اس پر اس وقت تک عمل نہ کرے جب تک کہ اس کے بارے میں کوئی حدیث نہ سن لے۔ پھر اگر وہ حدیث اس کے دل میں پیدا ہونے والی بات کے موافق ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے۔'' (۲)

یہ بات آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس لئے فرمائی کہ جو نئی آرا آتی ہیں وہ کانوں کو کھٹکھٹاتی اور دلوں سے معلق ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات دل کی صفائی مشکوک ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ روایات کی شہادت سے اسے ظاہر کیا جائے۔

منبر رکھنا بدعت نہیں:

جب مروان نے نمازِ عید کے موقع پر عیدگاہ میں منبر رکھا تو حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے مروان! یہ کیا بدعت ہے؟'' اس نے کہا: ''یہ بدعت نہیں بلکہ یہ تمہاری معلومات کے مقابلے میں بہتر ہے کیونکہ لوگ زیادہ ہو گئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان سب تک آواز پہنچے۔'' حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میرے علم کے مطابق تم کبھی بھی اچھا کام نہیں کرو گے۔ بخدا! میں تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔''

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ اعتراض اس لئے کیا کیونکہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عید اور نمازِ استسقا کے خطبہ میں کمان یا لاٹھی پر ٹیک لگاتے تھے نہ کہ منبر پر۔ (۳)

ہر نیا کام جو دین سے نہ ہو مردود ہے:

مشہور حدیث میں ہے کہ سیِّدِ عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ہمارے دین

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۸۵۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۸۵۔

3 ......المعجم الصغیر، من اسمہ یحییٰ، الحدیث: ۱۱۷۷، ج۲، ص۱۴۳، بتغیرٍ۔ قوت القلوب، ج۱، ص۲۸۶۔

میں ایسا کام جاری کیا جو دین سے نہیں تو وہ کام مردود ہے۔‘‘ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ’’جس نے میری امت سے دھوکا کیا اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔‘‘ عرض کی گئی: ’’یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کی امت کے ساتھ دھوکا کیا ہے؟‘‘ ارشاد فرمایا: ’’کوئی بدعت جاری کر کے لوگوں کو اس کی ترغیب دینا۔‘‘ (۲)

شفاعت سے محرومی کا سبب:

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک فرشتہ ہر روز پکارتا ہے: جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول کی سنت کی مخالفت کی اسے حضور کی شفاعت سے حصہ نہیں ملے گا۔‘‘ (۳)

خلاف سنت بدعت جاری کرنے والے کی مثال:

دین میں سنت کی مخالف بدعت جاری کرنے والا شخص، گناہ کرنے والے کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کسی بادشاہ کی حکومت کو بدلنے میں اس کی نافرمانی کرنے والے کے مقابلے میں وہ شخص جو کسی مقررہ خدمت میں اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ کیونکہ اس (یعنی مقررہ خدمت میں نافرمانی کرنے والے) کی معافی ہو سکتی ہے لیکن حکومت بدلنے کی کوشش کرنے والے کے لئے معافی نہیں۔

بعض علما فرماتے ہیں: ’’جس مسئلے میں اسلاف نے گفتگو کی ہے اس میں خاموشی اختیار کرنا ظلم ہے اور جس میں انہوں نے خاموشی اختیار کی اس میں گفتگو کرنا تکلف ہے۔‘‘ (۴)

ایک عالم صاحب کا قول ہے: ’’حق بات گرہ ہے جس نے اس سے تجاوز کیا وہ ظالم ہے، جس نے اس میں کوتاہی کی وہ عاجز ہے اور جس نے اس پر توقف کیا وہ کفایت کرنے والا ہے۔‘‘ (۵)

حضور اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’اس درمیانے راستے کو لازم پکڑو

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح......الخ، الحدیث:۲۶۹۷، ج۲، ص۲۱۱۔

2 ......جامع الاحادیث، حرف المیم، الحدیث۲۲۴۹۸، ج۷، ص۲۸۷۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۹۵۔

4 ......المرجع السابق، ص۲۹۶۔ 5 ......المرجع السابق، ص۲۹۶۔

جس کی طرف بلندی پر جانے والا لوٹ آئے اور پیچھے رہنے والا اس کی طرف بلندی اختیار کرے۔"[1]

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: گمراہ لوگ اپنے دلوں میں گمراہی کی حلاوت محسوس کرتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَذَرِ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَعِبًا وَّلَہۡوًا (پ۷،الانعام:۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَہٗ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ (پ۲۲، فاطر:۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بھلا سمجھا۔

لہٰذا ہر وہ ضرورت سے زائد کام جو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡن کے بعد شروع ہوا وہ لہو ولعب ہے۔[2]

شیطان کا لشکر اور گروہِ صحابہ و تابعین:

ابلیس لعین کے بارے میں حکایت ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡن کے زمانے میں اس نے اپنے لشکر کو ادھر ادھر پھیلایا جب وہ پریشان حال تھکے ماندے واپس آئے تو اس نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا؟" انہوں نے کہا: "ہم نے کسی کو ان (یعنی صحابہ) کی طرح نہیں دیکھا ہمیں ان سے سوائے تھکاوٹ کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔" اس نے کہا: "تم ان پر قابو نہیں پا سکتے انہوں نے اپنے نبی کی صحبت اختیار کی ہے اور اپنے ربّ کی طرف سے نزول (وحی) کا مشاہدہ کیا ہے۔ البتہ ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن سے تمہاری حاجت پوری ہوگی۔" جب تابعین کا زمانہ آیا تو اس نے اپنے لشکر کو اِدھر اُدھر بھیجا وہ شکستہ حال واپس آئے اور کہا کہ ہم نے ان سے زیادہ تعجب خیز لوگ نہیں دیکھے تاہم ان کے گناہوں کے سبب ہم کچھ نہ کچھ حصہ ضرور حاصل کرلیں گے۔ جب شام کا وقت ہوا تو تابعین نے معافی طلب کرنا شروع کردی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی برائیاں نیکیوں سے بدل دیں۔ شیطان نے کہا: "تم ان سے بھی کچھ حاصل نہیں کرسکتے کیونکہ ان کا عقیدہ توحید صحیح ہے اور یہ اپنے نبی کی سنت پر عمل پیرا ہیں۔ البتہ ان کے بعد کچھ

1 ......تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ:۱۴۳، ج۲، ص۱۱۷، موقوفاً عن علی رضی اللّٰہ عنہ۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۹۷، باختصارٍ۔

لوگ آئیں گے ان سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی تم ان کے ساتھ جیسے چاہے کھیلنا، ان کی خواہشات کی لگام پکڑ کر جہاں چاہو لے جانا وہ بخشش طلب کریں گے تو ان کی بخشش نہ ہوگی اور وہ توبہ بھی نہیں کریں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے۔''

راوی فرماتے ہیں: ''پہلی صدی کے بعد ایک قوم آئی تو شیطان نے ان میں خواہشات پھیلا دیں اور بدعات کو ان کے لئے مزین کر دیا۔ چنانچہ، انہوں نے انہیں حلال سمجھا اور دین بنا لیا نہ تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور نہ ہی توبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان پر دشمن (یعنی شیطان) غالب ہو گئے اب وہ جہاں چاہتے ہیں انہیں لے جاتے ہیں۔''

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ اس قائل کو کہاں سے معلوم ہوا کہ ابلیس نے یہ بات کہی ہے حالانکہ اس نے نہ تو ابلیس کو دیکھا ہے اور نہ ہی اس سے گفتگو کی؟ تو جان لو کہ اہل دل پر ملکوت (یعنی عالم ملائکہ) کے راز منکشف ہوتے رہتے ہیں کبھی بطورِ الہام ان کے دل میں ڈالے جاتے ہیں اور انہیں معلوم تک نہیں ہوتا، کبھی سچے خواب کے ذریعے اور کبھی بیداری میں ان کے معانی مثالوں کے مشاہدے کے ذریعے واضح کئے جاتے ہیں جیسا کہ خواب میں ہوتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور یہ نبوت کا بلند درجہ ہے جیسے سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے تو تمہیں اس علم کے انکار سے بچنا چاہئے جو تیری ناقص عقل کی حد سے پار ہو گیا اس سلسلے میں مہارت کا دعویٰ کرنے والے علما بھی ہلاک ہو گئے جن کا خیال تھا کہ انہوں نے عقلی علوم کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس عقل سے جہالت بہتر ہے جو اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے بارے میں ایسے علوم کا انکار کرے اور جو شخص اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے بارے میں ایسی باتوں کا انکار کرتا ہے اس پر انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا انکار لازم آتا ہے اور وہ دین سے مکمل طور پر نکل جاتا ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا: ''ابدال، لوگوں سے قطع تعلقی کر کے زمین کے مختلف کونوں میں جا بسے ہیں اور وہ جمہور کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ان میں آج کے دور کے علما کو دیکھنے کی ہمت نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ علما اسرارِ الٰہیہ سے واقف نہیں مگر یہ لوگ خود کو عالم سمجھتے ہیں اور جاہل بھی انہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ پس یہ (جھوٹے علما اور انہیں علما سمجھنے والے) سب لوگ جاہل ہیں۔'' (1)

(1)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۹۸۔

سب سے بڑی معصیت:

حضرت سیِّدُ نا سہل تستری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بڑی معصیت جہالت سے ناواقف ہونا، عام لوگوں کی طرف دیکھنا اور غافل لوگوں کا کلام سننا ہے۔ جو عالم دنیا میں مشغول رہتا ہے اس کی بات سننا مناسب نہیں بلکہ اس کی ہر بات پر اسے تہمت زدہ جاننا چاہئے کیونکہ ہر شخص اپنی پسندیدہ چیز میں مشغول رہتا ہے اور جو کچھ اس کے محبوب کے موافق نہ ہو اسے رد کر دیتا ہے۔'' (1)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ (پ۱۵،الکھف:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

عام گنہگار ان لوگوں سے زیادہ خوش بخت ہے جو دین کے راستے سے بے خبر ہیں حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ علما میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ عام گنہگار شخص اپنی کوتاہی کا اقرار کر کے بخشش طلب کرتا اور توبہ کرتا ہے جبکہ جاہل علم کا مدعی ہے اور یہ ان علوم میں مشغول ہے جو طریق دین کے بجائے حصولِ دنیا کا وسیلہ ہیں لہٰذا نہ تو یہ توبہ کرتا ہے اور نہ ہی مغفرت طلب کرتا ہے بلکہ مرتے دم تک اسی حالت پر رہتا ہے۔ لہٰذا جنہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے محفوظ فرمایا ان کے علاوہ جب یہ بات اکثر لوگوں پر غالب ہے اور ان کی اصلاح کی کوئی امید بھی نہیں رہی تو دیندار محتاط شخص کے لئے سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ان سے الگ تھلگ رہے جیسا کہ ''کِتَابُ الْعُزْلَہ'' (یعنی گوشہ نشینی کے بیان) میں آئے گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ۔

لوگوں سے زیادہ میل جول باعث ہلاکت ہے:

حضرت سیِّدُ نا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُ نا حذیفہ مرعشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ ''آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جسے گنہگار کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو اس کے ساتھ مل کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے یا پھر کوئی ایسا شخص تو مل جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ذکر کرنا گناہ کا ذریعہ بنتا ہے۔''

---

(1)......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۹۸، باختصارٍ۔

یہ بات آپ رَحْمَۃُ اللہِ تعَالٰی عَلَیْہ نے اس لئے دریافت فرمائی کہ آپ کسی کو اس کا اہل نہیں پاتے تھے۔ واقعی آپ نے سچ فرمایا کیونکہ لوگوں سے میل جول رکھنا غیبت کرنے، سننے یا برائی پر خاموش رہنے سے خالی نہیں ہوتا۔

انسان کی بہترین حالت:

انسان کی بہترین حالت یہ ہے کہ وہ علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے یا خود فائدہ حاصل کرے۔ اگر یہ مسکین غور کرتا اور اس بات کو جانتا کہ اس کا فائدہ پہنچانا ریاکاری کے شائبے، مال و دولت اور ریاست حاصل کرنے کی طلب سے خالی نہیں تو اسے معلوم ہو جاتا کہ فائدہ حاصل کرنے والا بھی اسے طلبِ دنیا کے لئے آلہ اور برائی کے لئے وسیلہ بنا رہا ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں وہ اس کا مددگار ہے اور اس کے لئے اسباب مہیا کرتا اور ڈاکوؤں کو تلوار بیچنے والے کی طرح ہے۔ علم تلوار کی مانند ہے بھلائی کے لئے اسے بہتر بنانا ایسے ہے جیسے جہاد کے لئے تلوار کو درست کرنا اسی لئے کسی ایسے شخص کو تلوار بیچنا جائز نہیں جس کے بارے میں علامات وقرائن سے معلوم ہو کہ وہ ڈاکوؤں کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

علمائے آخرت کی علامات میں سے یہ 12 علامتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اسلاف علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اخلاق کو جامع ہے۔ پس تم دو شخصوں میں سے ایک ہو جاؤ یعنی یا تو ان صفات کو اپنا لو یا اپنی کوتاہی تسلیم کر لو، تیسرے نہ بننا ورنہ تم پر معاملہ مشتبہ ہو جائے گا اور تم دنیا کے آلہ کو دین سمجھنے لگو گے اور جھوٹوں کی عادات کو علمائے راسخین کی سیرت خیال کرو گے اور یوں اپنی جہالت اور انکار کی وجہ سے تباہ و برباد اور مایوس لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤ گے۔

دُعا:

ہم شیطان لعین کے مکر وفریب سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے کئی لوگ ہلاک ہوئے۔ ہم اللہ مُجِیْبُ الدَّعْوَات سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان خوش نصیبوں میں سے بنا دے جنہیں دنیوی زندگی دھوکا نہیں دیتی اور نہ ہی شیطان انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حلم پر دھوکا دیتا ہے۔

باب نمبر7:

عقل،اس کی عظمت،حقیقت اوراَقسام کا بیان

پہلی فصل:

عقل کی عظمت

یادرکھئے!عقل کی عظمت کو بیان کرنے میں تکلف کی ضرورت نہیں بالخصوص جبکہ علم کی فضیلت عقل کی وجہ سے ظاہر ہے اور عقل علم کا منبع،مطلع اور بنیاد ہے۔علم کی نسبت عقل سے ایسی ہے جیسے پھل کی درخت سے،روشنی کی سورج سے اور دیکھنے کی آنکھ سے تو وہ چیز عظمت والی کیوں نہ ہو جو دنیا وآخرت میں سعادت کا ذریعہ ہے۔نیز اس میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے جبکہ جانور اپنے سوجھ بوجھ کی کمی کے سبب عقل سے شرماتا ہے یہاں تک کہ سب سے بڑے جسم والا،سب سے زیادہ نقصان دینے والا اور سب سے زیادہ خوفناک جانور بھی جب انسان کو دیکھ لیتا ہے تو گھبرا کر بھاگ جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انسان اس پر غلبہ پالے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی خاصیت ہے کہ وہ حیلوں کو جانتا ہے۔

بوڑھے شخص کو فضیلت کیوں حاصل ہے؟

حضور اکرم،نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''بوڑھا شخص اپنی قوم میں ایسے ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔''(1)

اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس کے پاس مال کی کثرت ہوتی ہے۔وہ عمر رسیدہ ہوتا ہے یا اس کو قوت زیادہ حاصل ہوتی ہے بلکہ اس لئے کہ اس کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے جو عقل کا نتیجہ ہے۔اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ ترکی،کردی اور عرب کے بیوقوف بلکہ تمام وہ لوگ بھی جو جانور سمجھے جاتے ہیں فطری طور پر بوڑھوں کی عزت کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کئی دشمن،رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شہید کرنے کے ارادے سے آئے لیکن جب چہرہ نور بار کا دیدار کیا تو تعظیم وتکریم بجالائے اور مبارک پیشانی پر نورِ نبوت درخشاں دیکھا اگرچہ وہ حضور سراپا نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دل میں پوشیدہ تھا جیسے عقل پوشیدہ ہوتی ہے۔الغرض!عقل کی عظمت وفضیلت ایک بدیہی چیز ہے اور ہم محض اس کی فضیلت وعظمت میں واردشدہ آیات واحادیث کو ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

---

(1)......المقاصد الحسنة، حرف الشين المعجمة، الحديث:٦٠٩، ص٢٦٤۔

﴿عقل کی فضیلت وعظمت میں وارد 4 فرامین باری تعالیٰ﴾

اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن نے عقل کا نام نور رکھا ہے۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌؕ (پ۱۸، النور:۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نور ہے زمین وآسمان کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق۔

علم جو عقل سے حاصل ہوتا ہے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روح، وحی اور حیات قرار دیا۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿۲﴾ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَاؕ (پ۲۵، الشوریٰ:۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جان فزا چیز اپنے حکم سے۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿۳﴾ اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ (پ۸، الانعام:۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ کہ مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے۔

نور وظلمت کے ذکر سے مراد علم اور جہالت ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿۴﴾ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۬ؕ (پ۳، البقرۃ:۲۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

﴿عقل کی فضیلت وعظمت میں وارد 14 فرامین مصطفٰے﴾

﴿1﴾...... اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے احکامات کو سمجھو اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی تلقین کرو یوں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا انہیں جان جاؤ گے۔ یاد رکھو! عقل تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تمہارے درجات بلند کرتی ہے اور جان لو! عقل مند وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرے اگرچہ صورت میں اچھا نہ ہو، کمتر ہو، اس کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہو اور پراگندہ حال ہو جبکہ جاہل وہ ہے جو ربّ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرے اگرچہ خوبصورت ہو، بڑی شان وشوکت کا مالک ہو، اچھی حالت اور قدر ومنزلت رکھتا اور فصیح گفتگو کرتا ہو۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بندر اور خنزیر اس کے نافرمان سے زیادہ عقل مند ہیں، اس بات سے دھوکا نہ کھانا کہ دنیادار اس کی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ تو خود

خسارہ پانے والوں میں سے ہیں۔ (۱)

﴿2﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا پھر اس سے فرمایا: ''آگے آ تو وہ آگے ہوگئی۔'' پھر فرمایا: ''پیچھے جا تو وہ پیچھے چلی گئی۔'' پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ معزز ہو، میں تیرے ہی سبب سے پکڑ کروں گا اور تیرے ہی سبب عطا کروں گا، تیری ہی وجہ سے ثواب دوں گا اور تیرے ہی سبب عذاب دوں گا۔'' (۲)

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر عقل عرض ہے تو اسے اجسام سے پہلے کیسے پیدا کیا گیا اور اگر جوہر ہے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جوہر قائم بنفسہٖ ہو اور کسی جگہ کو گھیرے ہوئے نہ ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کا تعلق علم مکاشفہ سے ہے اور علم معاملہ میں اسے ذکر کرنا مناسب نہیں اور اس وقت ہمارا مقصد علم معاملہ کو بیان کرنا ہے۔

﴿3﴾......حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: کچھ لوگوں نے بارگاہِ رسالت میں ایک شخص کی بہت زیادہ تعریف کی تو رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: ''اس کی عقل کیسی ہے؟'' لوگوں نے عرض کی: ''ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے عبادت میں اس کی کوشش اور اس کی مختلف نیکیوں کا تذکرہ کر رہے ہیں اور آپ ہم سے اس کی عقل کے بارے میں استفسار فرما رہے ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''بے وقوف اپنی جہالت کی وجہ سے بدکار سے زیادہ برائی کر لیتا ہے اور کل بروزِ قیامت بارگاہِ ربُّ الْعُلٰی میں قرب کے درجات پر لوگ اپنی عقلوں کے مطابق فائز ہوں گے۔'' (۳)

﴿4﴾......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بندہ عقل کی فضیلت کی مثل نہیں کماتا، عقل صاحبِ عقل کو ہدایت دیتی اور

---

1 ......المطالب العالیة، کتاب العقل لداود بن المحبر، الحدیث: ۲۷۹۴، ج۷، ص۳۱۱۔

2 ......اللآلئ المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب المبتدأ، ج۱، ص۱۲۰، بتغیرٍ قلیلٍ۔

فردوس الاخبار، باب الالف، الحدیث: ۴، ج۱، ص۲۹۔

3 ......المطالب العالیة، من کتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحدیث: ۲۸۰۵، ج۷، ص۳۱۹۔

ہلاکت سے بچاتی ہے۔ جب تک آدمی کی عقل کامل نہ ہو تب تک نہ تو اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا دین درست ہوتا ہے۔'' (۱)

﴿5﴾......انسان اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کے درجے کو پالیتا ہے اور کسی بھی آدمی کے اچھے اخلاق اس وقت تک مکمل نہیں ہوتے جب تک اس کی عقل کامل نہ ہو اور جب اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے تو اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتا اور اپنے دشمن شیطان کی نافرمانی کرتا ہے۔ (۲)

﴿6﴾......حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور مسلمان کا ستون اس کی عقل ہے۔ اس کی عبادت اس کی عقل کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ فساق و فجار جہنم میں کہیں گے:

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۰﴾ (پ۲۹، الملك: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔'' (۳)

﴿7﴾......منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا تمیم داری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: ''تم میں سرداری کس کی ہے؟'' عرض کی: ''عقل کی۔'' تو امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی پوچھا تھا جیسے تم سے پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہی فرمایا جو تم نے جواب دیا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا: ''سرداری کس کی ہے؟'' تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا: ''عقل کی۔'' (۴)

1 ......المطالب العالية، من كتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحديث: ۲۸۰۷، ج۷، ص۳۲۲۔
2 ......المطالب العالية، من كتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحديث: ۲۷۸۵، ج۷، ص۳۰۹۔
مسند الحارث، باب ماجاء فی العقل، الحديث: ۸۲۳، ج۳، ص۱۳۴۱۔
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحديث: ۲۵۵۹۴، ج۹، ص۵۵۵، باختصارٍ۔
3 ......المطالب العالية، من كتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحديث: ۲۷۹۶، ج۷، ص۳۱۴۔
4 ......المطالب العالية، من كتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحديث: ۲۷۹۵، ج۷، ص۳۱۴۔

﴿8﴾......حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کثیر سوالات کئے گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''اے لوگو! ہر چیز کی ایک سواری ہوتی ہے اور آدمی کی سواری عقل ہے اور تم میں سے رہنمائی اور حجت کی پہچان میں سب سے عمدہ وہ ہے جو باعتبارِ عقل تم میں سب سے افضل ہے۔'' (1)

﴿9﴾......حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ انور، شافع محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غزوہ احد سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کو کہتے سنا کہ فلاں فلاں سے زیادہ بہادر ہے اور فلاں زیادہ تجربہ کار ہے جب تک فلاں تجربہ کار نہ ہو جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''تمہیں اس بات کا علم نہیں۔'' لوگوں نے عرض کی: ''تو پھر کیسا ہے؟'' ارشادفرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لئے جو عقل مقدر فرمائی انہوں نے اس کے مطابق جہاد کیا، ان کی مدد و نصرت اور ان کی نیت ان کی عقلوں کے مطابق تھی، ان میں سے بعض کو مختلف مرتبے حاصل ہوئے۔ بروز قیامت وہ اپنی نیتوں اور عقلوں کے مطابق مراتب پائیں گے۔'' (2)

﴿10﴾......حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''فرشتوں نے عقل کے مطابق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں جدو جہد کی اور بنی آدم میں مسلمانوں نے اپنی عقلوں کے مطابق کوشش کی تو ان میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا زیادہ مطیع و فرمانبردار وہ ہوگا جو ان میں زیادہ عقل والا ہوگا۔'' (3)

﴿11﴾......ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دنیا میں لوگ ایک دوسرے سے کس وجہ سے افضل ہوتے ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''عقل کی وجہ سے۔'' میں نے عرض کی: ''اور آخرت میں؟'' ارشاد فرمایا: ''عقل کے سبب۔'' میں نے عرض کی: ''کیا انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ نہیں دیا جائے گا؟'' ارشادفرمایا:

---

1 ......المطالب العالیة، من کتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحدیث: ۲۸۰۳، ج۷، ص۳۱۸، بتغیرٍ قلیلٍ۔

2 ......المطالب العالیة، من کتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحدیث: ۲۸۰۴۔ ج۷، ص۳۱۸۔

3 ......المطالب العالیة، من کتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحدیث: ۲۷۹۲، ج۷، ص۳۱۲۔

''اے عائشہ! لوگ اس عقل کے مطابق ہی تو عمل کرتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں عطا فرمائی تو ان کے اعمال ان کی عقلوں کے مطابق ہی ہوتے ہیں اور انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔'' (۱)

﴿12﴾......حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر چیز کا ایک آلہ ہوتا ہے اور مومن کا آلہ عقل ہے۔ ہر چیز کی ایک سواری ہوتی ہے اور آدمی کی سواری عقل ہے۔ ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون عقل ہے۔ ہر قوم کی ایک غایت ہوتی ہے اور عابدوں کی غایت عقل ہے۔ ہر قوم کا ایک داعی ہوتا ہے اور عبادت گزاروں کا داعی عقل ہے۔ ہر تاجر کا ایک سرمایہ ہوتا ہے اور مجتہدین کا سرمایہ عقل ہے۔ تمام گھر والوں کا ایک منتظم ہوتا ہے اور صدیقین کے گھر کی منتظم عقل ہے۔ ہر ویرانی کی آبادی ہوتی ہے اور آخرت کی آبادی عقل ہے۔ ہر شخص کا ایک جانشین ہوتا ہے جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی اور اسی کی وجہ سے اسے یاد کیا جاتا ہے اور صدیقین کی جانشین عقل ہے جس کی طرف ان کی نسبت کی جاتی اور اسی کی وجہ سے انہیں یاد کیا جاتا ہے اور ہر سفر کا ایک خیمہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کا خیمہ عقل ہے۔'' (۲)

﴿13﴾......مسلمانوں میں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کے لئے تیار رہے، اس کے بندوں کی خیر خواہی کرے، اس کی عقل کامل ہو، اپنے نفس کو نصیحت کرے، اس کی نگرانی کرے اور وہ عقل کے ذریعے اپنی زندگی میں عمل کر کے فلاح و کامیابی پاتا ہے۔ (۳)

﴿14﴾......تم میں سے عقل کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا اور اَوامر و نواہی کو سب سے زیادہ جانتا ہو اگرچہ نوافل میں تم میں سب سے کمتر ہو۔ (۴)

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

❶......المطالب العالية، من كتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحديث۲۷۸۷، ج۷، ص۳۱۰۔

❷......المطالب العالية، من كتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحديث۲۷۸۸، ج۷، ص۳۱۰، بتغيرٍ قليلٍ۔

❸......تنزيه الشريعة المرفوعة، كتاب المبتدأ، الحديث۱۲۸، ج۱، ص۲۲۱، باختصارٍ۔

❹......المطالب العالية، من كتاب العقل لداود بن المحبر......الخ، الحديث۲۷۹۳، ج۷، ص۳۱۳۔

دوسری فصل: عقل کی حقیقت اوراس کی اقسام

یادرکھو!عقل کی تعریف اوراس کی حقیقت میں لوگوں کا اختلاف ہےاوراکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ عقل کا نام مختلف معانی پر بولا جاتا ہے۔ یہی بات ان کے اختلاف کا سبب بنی اوراس میں خفا کوزائل کرنے والی حق بات یہ ہے کہ عقل کا اطلاق مشترکہ طور پر چار معانی پر ہوتا ہے جس طرح لفظ عین چند معانی پر بولا جاتا ہےاوروہ الفاظ جواس کی مثل ہیں اس لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کی تمام اقسام کے لئے ایک تعریف تلاش کی جائے بلکہ ہر قسم کی الگ الگ وضاحت کی جائے گی۔ چنانچہ،

عقل کے چار معانی:

﴿1﴾...... ''عقل ایک ایسا وصف ہے جس کے ذریعے انسان تمام جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے۔'' اسی کے ذریعے اس میں علومِ نظریہ قبول کرنے اور چھپی ہوئی فکری صنعتوں کی تدبیر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت سیِّدُنا حارث بن اسد محاسبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے عقل کی جو تعریف بیان کی ہے اس سے ان کی مراد یہی ہے۔ انہوں نے عقل کی تعریف اس طرح بیان فرمائی: ''یہ ایک فطری قوت ہے جس کے ذریعے علومِ نظریہ کا اِدراک کیا جاتا ہے گویا یہ ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اشیاء کے ادراک کے لئے تیار ہوتا ہے۔''[1] جو اس بات کا انکار کرتا اور عقل کو صرف ضروری اور بدیہی علوم کی طرف پھیرتا ہے وہ انصاف نہیں کرتا کیونکہ علوم سے غافل اور سوئے ہوئے شخص کو چونکہ یہ قوت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اسے عقل مند کہا جاتا ہے حالانکہ علوم ضرور یہ اس وقت موجود نہیں ہوتے۔ جس طرح زندگی ایک قوت ہے جس کے ذریعے جسم اختیاری حرکات اور حسی ادراکات کے لئے تیار ہوتا ہے اسی طرح عقل بھی ایک فطری قوت ہے جس کے ذریعے بعض حیوانات نظری علوم کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اگر اس فطری قوت اور حسی اِدراکات میں انسان اور گدھے کے درمیان مساوات (برابری) مان کر کہا جائے کہ ''ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں صرف یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی عادتِ مبارکہ کے مطابق انسان میں علوم کو پیدا کرتا ہے جبکہ گدھے اور دوسرے جانوروں میں پیدا نہیں کرتا۔'' تو یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ ''گدھے اور جمادات (پتھر وغیرہ) کی

---

[1]......ذمّ الھوی، الباب الاوّل فی ذکر العقل......الخ، ص۹۱، بتغیرٍ قلیلٍ۔

زندگی برابر ہے۔'' اور یہ بھی کہا جائے گا کہ'' ان کے درمیان کوئی فرق نہیں البتہ یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی عادتِ مبارکہ کے مطابق گدھے میں مخصوص حرکات پیدا کرتا ہے۔'' اگر گدھے کو بے جان پتھر تصوُّر کیا جائے تو یہ کہنا لازمی ہوگا کہ ''اس سے جو حرکت نظر آتی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے نظر آنے والی ترتیب سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔'' تو جیسے یہ کہنا ضروری ہے کہ گدھے کا حرکات میں جمادات سے ممتاز ہونا اس خاص قوت کی بنیاد پر ہے جس کا نام زندگی ہے تو اسی طرح انسان بھی علومِ نظریہ میں حیوانات سے ایک خاص قوت کے ذریعے ممتاز ہوتا ہے اور وہ عقل ہے۔ یہ اس شیشے کی مانند ہے جو صورتوں اور رنگوں کو دکھانے میں ایک خاص صفت کے ذریعے دوسرے اجسام سے جدا ہے اور وہ صفت اس کا صاف شفاف اور روشن ہونا ہے۔ اسی طرح آنکھ اپنی صفات اور شکل کے اعتبار سے جو اسے دیکھنے کے قابل کرتی ہیں پیشانی سے ممتاز ہے۔ لہٰذا اس قوت (یعنی عقل) کی علوم کی طرف نسبت ایسے ہی ہے جیسے آنکھ کی دیکھنے کی طرف اور علوم کی وضاحت کے سلسلے میں قرآن وشریعت کی اس قوت کی طرف نسبت اس طرح ہے جیسے سورج کی روشنی کو آنکھوں کے نور سے۔ لہٰذا اس قوت کو اسی طرح سمجھنا چاہئے۔

﴿2﴾...... عقل سے مراد وہ علوم ہیں جو سمجھ دار بچے کی ذات میں پائے جاتے ہیں کہ وہ جائز چیزوں کو جائز اور محال چیزوں کو محال سمجھتا ہے۔ مثلاً وہ جانتا ہے دو ایک سے زیادہ ہوتے ہیں اور ایک شخص ایک ہی وقت دو جگہوں میں نہیں ہوسکتا۔ بعض متکلمین نے عقل کی تعریف کرتے ہوئے جو مندرجہ ذیل بات کہی ہے اس سے ان کا مطلب بھی وہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: عقل بعض بدیہی علوم ہیں جیسے جائز چیزوں کے جواز اور محال اشیاء کے محال ہونے کا علم۔ [1] یہ بھی فی نفسہٖ صحیح تعریف ہے کیونکہ یہ علوم موجود ہیں اور انہیں عقل کہنا بھی ظاہر ہے البتہ اس قوت کا انکار کرنا اور یوں کہنا کہ صرف علوم بدیہی ہی موجود ہیں، فاسد خیال ہے۔

﴿3﴾......وہ علوم جو حالات کی تبدیلی سے تجربہ کی بنیاد پر حاصل ہوں۔ کیونکہ جس شخص کو تجربات سمجھ دار اور مذاہب مہذب بنادیں اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عادت میں عقل مند ہے اور جو اس سے موصوف نہ ہو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ شخص کند ذہن، نا تجربہ کار اور جاہل ہے تو یہ علوم کی ایک اور قسم ہے جسے عقل کہا جاتا ہے۔

﴿4﴾...... ''یہ قوت اس حد تک پہنچ جائے کہ معاملات کے انجام کی پہچان حاصل ہوجائے اور لذت کی طرف بلانے

---

1 ......البحر المحيط فى اصول الفقه، مقدمات اصول الفقه، ج۱، ص۶۲۔

والی شہوت کونیست ونابود کردے۔'' جب کسی کو یہ قوت حاصل ہو جائے تو اسے عقل مند کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا کسی چیز کی طرف بڑھنا اور اس سے رکنا انجام پر نظر کے مطابق ہوتا ہے فوری شہوت کی وجہ سے نہیں۔ یہ بھی انسان کے ان خواص میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔

پہلا معنی بنیاد اور منبع ہے، دوسرا معنی اس کی فرع ہے جو اس کے زیادہ قریب ہے، تیسرا معنی پہلے اور دوسرے کی فرع ہے کیونکہ فطری قوت اور علومِ ضروریہ کی بنیاد پر تجرباتی علوم حاصل ہوتے ہیں اور چوتھا معنی آخری نتیجہ ہے اور یہی مقصود ہے۔ پہلے دو فطری اور طبعی طور پر حاصل ہوتے ہیں جبکہ دوسرے دو عمل اور اکتساب سے حاصل ہوتے ہیں اسی لئے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا:

رَاَیْتُ الْعَقْلَ عَقْلَیْنِ فَمَطْبُوْعٌ وَمَسْمُوْعٌ

وَلَا یَنْفَعُ مَسْمُوْعٌ اِذَا لَمْ یَكُ مَطْبُوْعٌ

کَمَا لَا تَنْفَعُ الشَّمْسُ وَضَوْءُ الْعَیْنِ مَمْنُوْعٌ

ترجمہ: (۱) میں نے عقل کو دو صورتوں میں دیکھا ایک فطری اور دوسری سنی ہوئی۔

(۲) اور سنی ہوئی اس وقت تک فائدہ نہیں دیتی جب تک فطری عقل موجود نہ ہو۔

(۳) جیسے سورج کی روشنی اس وقت تک فائدہ نہیں دیتی جب تک آنکھوں کی روشنی نہ ہو۔

نبیوں کے سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس ارشادِ گرامی کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائی جو اس کے نزدیک عقل سے زیادہ معزز ہو۔''[1] سے عقل کی پہلی قسم مراد ہے۔

اور اس ارشادِ گرامی کہ ''جب لوگ مختلف قسم کی نیکیوں اور اعمال صالحہ کے ذریعے قربِ الٰہی حاصل کریں تو تم اپنی عقل کے ذریعے قرب حاصل کرو۔''[2] سے آخری قسم مراد ہے۔

عقل مند کی پہچان:

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے جو کچھ فرمایا اس سے

1 ......مفردات الفاظ القرآن للراغب، کتاب العین، ص۵۷۸۔

2 ......حلیة الاولیاء، مقدمة المصنف، الحدیث۳۲، ج۱، ص۵۰، بتغیرٍ قلیلٍ۔

بھی یہی مراد ہے۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا: ''اے ابودرداء! اپنی عقل میں اضافہ کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں زیادہ مقرب بن جاؤ گے۔'' انہوں نے عرض کی: ''آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر میرے ماں باپ قربان! میں ایسا کس طرح کر سکتا ہوں؟'' ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حرام کردہ کاموں سے اجتناب اور فرائض کو پابندی سے ادا کرتے رہو عقل مند ہو جاؤ گے۔ اچھے اعمال اختیار کرو دنیا میں تمہیں بلند رتبہ ملے گا اور عزت میں اضافہ ہوگا جبکہ آخرت میں ربّ عَزَّوَجَلَّ کا قرب نصیب ہوگا اور عزت حاصل ہوگی۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق، حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب اور حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے؟'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو عقل مند ہے۔'' عرض کی: ''زیادہ عبادت گزار کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جو عقل مند ہے۔'' عرض کی: ''سب سے زیادہ فضیلت والا کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جو عقل مند ہے۔'' عرض کی: ''کیا عقل مند وہ ہے جس کی باطنی صفات مکمل ہوں، فصاحت ظاہر، ہاتھ سخی اور مقام عظیم کا مالک ہو؟'' تو حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کے اسباب ہیں اور آخرت تمہارے ربّ کے پاس پرہیزگاروں کے لئے ہے۔'' پھر فرمایا: ''عقل مند وہ ہے جو متقی ہے اگرچہ دنیا میں بظاہر ذلیل و رسوا ہو۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ''بے شک عقل مند وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا، اس کے رسولوں کی تصدیق اور اس کی فرمانبرداری کی۔'' (۳)

خلاصہ: مناسب یہ ہے کہ اس قوت کا اصل نام لغت اور استعمال کے اعتبار سے ہو اور علوم پر اس کا اطلاق اس وجہ سے ہو کہ وہ اس کے ثمرات و نتائج ہیں جیسے کسی چیز کی پہچان اس کے (نتیجہ اور) ثمرہ سے ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے علم خشیّتِ الٰہی کا نام ہے اور عالم وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے کیونکہ خشیّت علم کا نتیجہ ہے تو اس (عقلی) قوت کے غیر پر عقل کا اطلاق مجازاً ہوگا لیکن لغت سے بحث کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ چاروں اقسام موجود ہیں اور یہ نام

1 ......اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب ماجاء فی العقل، الحدیث: ۷۰۷۰، ج۷، ص۳۷۵۔

2 ......المرجع السابق، الحدیث: ۷۰۳۶، ص۳۶۵۔ 3 ......المرجع السابق، الحدیث: ۷۰۵۸، ص۳۷۱۔

(یعنی عقل) ان سب پر بولا جاتا ہے۔ پہلی قسم کے علاوہ کسی کے وجود میں کوئی اختلاف نہیں اور صحیح یہ ہے کہ تمام اقسام پائی جاتی ہیں اور یہی اصل ہے۔ جبکہ یہ علوم گویا فطرتاً اس قوتِ عقلیہ میں ضمناً پائے جاتے ہیں لیکن وجود میں اس وقت پائے جاتے ہیں جب کوئی ایسا سبب جاری ہو جو انہیں وجود کا جامہ پہنائے۔ یہ علوم کوئی ایسی چیز نہیں جو باہر سے وارد ہوئی ہے گویا وہ اس قوتِ عقلیہ میں موجود تھے اب ظاہر ہو گئے۔ **اس کی مثال** زمین میں پانی کا موجود ہونا ہے جو کنواں کھودنے سے ظاہر اور جمع ہوتا اور قوتِ حسیہ کے ذریعے ممتاز ہو جاتا ہے یہ بات نہیں کہ اس کی طرف کسی نئی چیز کو لایا گیا ہے۔ اسی طرح بادام میں روغن اور گلاب میں عرق ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۛۚ (پ۹، الاعراف: ۱۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے ربّ نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا ربّ نہیں سب بولے کیوں نہیں۔

فائدہ: اس سے مراد ان کے نفوس کا اقرار ہے نہ کہ زبانوں کا کیونکہ زبانوں کے اقرار کے اعتبار سے اقرار کرنے والے اور منکرین میں ان کی تقسیم اس وقت ہوئی جب ان کی زبانوں اور اشخاص کو پیدا کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (پ۲۵، الزخرف: ۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے احوال کا اعتبار کیا جائے تو ان پر ان کے نفوس اور باطن گواہی دیں گے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَاؕ (پ۲۱، الروم: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

فائدہ: یعنی ہر شخص کو ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے بلکہ ہر چیز کو ماہیت کی معرفت پر پیدا کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گویا اس کے اندر یہ معرفت رکھی گئی ہے کیونکہ اس کی استعداد ادراک کے قریب ہے۔ پھر جب فطرتاً نفوس میں ایمان کو رکھا گیا ہے تو اس اعتبار سے لوگوں کی دو اقسام ہیں:

(۱)......وہ جس نے منہ پھیرا اور (اللہ عَزَّوَجَلَّ کو) بھلا دیا یہ کافر ہے۔(۲)......وہ جس نے اپنے خیال کو دوڑایا تو یاد آ گیا۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو گواہ بنا پھر غفلت کی وجہ سے بھول گیا لیکن بعد میں اسے یاد آ گیا۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۲۱﴾ (پ۲،البقرۃ:۲۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ (پ۲۳، صٓ:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور عقل مند نصیحت مانیں۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ (پ۶،المآئدۃ:۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ (پ۲۷،القمر:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اور اس طریقے کو تذکُّر (یعنی یاد کرنا) کہنا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ گویا یاد آنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......وہ اس صورت کو یاد کرے جس کا وجود اس کے دل میں حاضر تھا لیکن پائے جانے کے بعد غائب ہو گیا اور

(۲)......وہ اس صورت کو یاد کرے جو فطرت کے ضمن میں وہاں پائی جاتی ہے اور یہ حقائق دیکھنے والے کو نورِ بصیرت سے نظر آتے ہیں لیکن اس شخص پر بھاری ہوتے ہیں جس کا تکیہ تقلید اور سماعت ہو، کشف اور مشاہدہ کرنا نہ ہو اسی لئے تم دیکھو گے کہ وہ اس قسم کی آیات میں دیوانہ پن اختیار کرتا ہے اور تذکُّر اور نفوس کے اقرار کے سلسلے میں دور از کار تاویلات نکالتا ہے نیز احادیث اور آیات کے سلسلے میں اس کے ذہن میں اس طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں بلکہ بعض اوقات یہ بات اس پر غالب آ جاتی ہے تو وہ ان کی طرف حقارت کی نظر سے دیکھتا اور ان میں تضاد سمجھتا ہے۔ **اس کی مثال:** نابینا شخص جیسی ہے۔

دل کا اندھا پن زیادہ نقصان دہ ہے:

نابینا شخص جب گھر میں داخل ہوتا اور گھر میں ترتیب سے رکھے ہوئے برتنوں کی وجہ سے گر جاتا ہے تو کہتا ہے کیا وجہ ہے کہ ''برتنوں کو ترتیب سے ایک جگہ کیوں نہیں رکھا جاتا۔'' تو اسے کہا جاتا ہے: ''یہ اپنی جگہ پر ہیں خرابی تو تمہاری آنکھوں میں ہے۔'' بصیرت کی خرابی بھی اس کی طرح ہوتی ہے بلکہ اس سے زیادہ بڑی ہوتی ہے کیونکہ نفس سوار کی طرح اور جسم سواری کی مانند ہے اور سوار کا اندھا ہونا سواری کے اندھے پن سے زیادہ نقصان دہ ہے اس وجہ سے کہ باطنی بصیرت ظاہری بصیرت کے مشابہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ (پ۲۷، النجم: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۷، الانعام: ۷۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

اور اس کی ضد کو اندھا پن قرار دیا۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ (پ۱۷، الحج: ۴۶) ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾ (پ۱۵، بنیۤ اسرآءیل: ۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور اور بھی زیادہ گمراہ۔

یہ امور انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے واضح کئے گئے ان میں سے بعض کا تعلق ظاہری بصیرت سے اور بعض کا باطنی بصیرت سے ہے اور ان سب کو رویت (دیکھنا) کہا گیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس شخص کی باطنی نگاہ کامل نہ ہو اسے دین سے صرف چھلکے اور مثالیں حاصل ہوتی ہیں دین کا مغز اور حقائق حاصل نہیں ہوتے۔ یہ وہ اقسام ہیں جن پر لفظِ عقل کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

تیسری فصل: عقل کے اعتبار سے انسانی نفوس میں تفاوت

عقل میں فرق کے بارے میں بھی لوگوں کی آرا مختلف ہیں لیکن کم علموں کا کلام نقل کرنے کا کیا فائدہ بلکہ سب سے بہتر اور اہم بات واضح حق کی طرف جلدی کرنا ہے اس سلسلے میں واضح حق یہ ہے کہ دوسری قسم **''جو جائز چیزوں کے جواز اور محالات کے محال ہونے سے متعلق ضروری علم ہے''** کے علاوہ عقل کی تمام اقسام میں فرق ہے کیونکہ جو یہ جانتا ہے کہ دو ایک سے زیادہ ہوتے ہیں یقیناً یہ بات بھی اس کے علم میں ہے کہ ایک جسم ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر موجود نہیں ہوسکتا اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی چیز قدیم بھی ہو اور حادث بھی۔ اس طرح دیگر مثالیں اور وہ امور بھی ہیں جن کا ادراک کسی شک کے بغیر ٹھیک ٹھیک ہوتا ہے لیکن تین اقسام میں فرق پایا جاتا ہے۔

چوتھی قسم جو یہ ہے کہ **''خواہشات کو ختم کرنے کے لئے قوت کا حاصل ہونا''** اس میں لوگوں کے درمیان تفاوت پوشیدہ نہیں بلکہ اس میں ایک شخص کی مختلف حالتوں میں بھی فرق ہوتا ہے اور یہ فرق کبھی خواہش میں فرق کے باعث ہوتا ہے کیونکہ عقل مند شخص بعض خواہشات کو چھوڑنے پر قادر ہوتا ہے اور بعض کو نہیں لیکن ان کا چھوڑنا مشکل نہیں ہوتا۔ نوجوان کبھی زنا کو چھوڑنے سے عاجز ہوتا ہے لیکن جب بڑا ہوجاتا اور اس کی عقل کامل ہوجاتی ہے تو وہ اس پر قادر ہوجاتا ہے جبکہ ریاکاری اور اقتدار کی خواہش بڑھاپے کی وجہ سے کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ کبھی اس کا سبب اس علم کا تفاوت ہوتا ہے جو شہوت کی خرابی سے روشناس کراتا ہے۔

عقل کا لشکر اور سامان جہاد:

اسی لئے طبیب بعض نقصان دہ کھانوں سے بچنے پر قادر ہوتا ہے لیکن بعض اوقات غیر طبیب عقل میں اس طبیب کے برابر ہونے کے باوجود اس پر قادر نہیں ہوتا اگرچہ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہ نقصان دہ ہے لیکن چونکہ طبیب باعتبار علم زیادہ کامل ہوتا ہے اس لئے اس کا خوف بھی زیادہ ہوتا ہے۔ لٰہذا خوف خواہشات کا قلع قمع کرنے کے لئے عقل کا لشکر اور سامانِ جہاد ہے۔ یونہی عالم گناہوں کو چھوڑنے پر جاہل سے زیادہ قادر ہوتا ہے کیونکہ وہ گناہوں کے نقصانات کا زیادہ علم رکھتا ہے اس سے مراد حقیقی عالم ہے علمائے دنیا اور بیہودہ گفتگو کرنے والے مراد نہیں اور اگر خواہش کے اعتبار سے تفاوت ہو تو وہ عقل کا تفاوت نہیں اور اگر وہ علم کی وجہ سے ہے تو ہم نے اس قسم کے علم کا نام عقل بھی رکھا ہے کیونکہ

وہ قوتِ عقلیہ کو مضبوط کرتا ہے۔فرق اس چیز میں ہوتا ہے جس کی طرف یہ نام لوٹتا ہے اور بعض اوقات صرف قوتِ عقلیہ میں فرق کی وجہ سے تفاوت ہوتا ہے جب یہ قوت مضبوط ہوگی تو یقیناً شہوت کو زیادہ ختم کرنے والی ہوگی۔

تیسری قسم جو **تجرباتی علوم** سے متعلق ہے اس میں لوگوں کا مختلف ہونا ناقابلِ انکار ہے کیونکہ وہ بات تک زیادہ پہنچنے اور اسے جلد از جلد پانے کے اعتبار سے مختلف ہیں اور اس کا سبب یا تو عقلی قوت میں فرق ہوتا ہے یا تجربہ میں فرق اس کا باعث بنتا ہے۔

پہلی قسم یعنی **قوتِ عقلیہ** اور یہی اصل ہے۔اس اعتبار سے بھی انسانوں میں تفاوت کا انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ایک نور کی مثل ہے جو نفس پر چمکتا ہے اور اس کی صبح طلوع ہوتی ہے اور اس کے چمکنے کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب وہ (یعنی بچہ اشیاء میں) تمیز کرنے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے پھر وہ مسلسل پرورش پاتا اور اس کی نشوونما میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ خفیہ طور پر تدریجاً بڑھتا ہے یہاں تک کہ یہ (نور) 40 سال کی عمر کے قریب کامل ہوجاتا ہے اور یہ صبح کی روشنی کی مانند ہوتا ہے کیونکہ وہ شروع میں اس قدر مخفی ہوتی ہے کہ اس کا ادراک مشکل ہوتا ہے پھر تدریجاً بڑھتی ہے یہاں تک کہ سورج کی ٹکیہ کے طلوع ہونے کے ساتھ مکمل ہوجاتی ہے۔

نورِ بصیرت میں فرق آنکھوں کی روشنی میں فرق کی طرح ہے کمزور بینائی اور تیز بینائی والے کے درمیان فرق محسوس ہوتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو تدریجاً پیدا کرنے کا طریقہ جاری فرمایا ہے حتی کہ شہوانی قوت بچے کے بالغ ہوتے ہی اس میں اچانک اور یکدم ظاہر نہیں ہوتی بلکہ تدریجاً تھوڑی تھوڑی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح تمام قوتیں اور صفات تدریجاً ظاہر ہوتی ہیں اور جو شخص اس قوت میں لوگوں کے درمیان تفاوت کا انکار کرتا ہے گویا وہ عقلی قوت سے خالی ہے اور جو یہ خیال کرے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عقل مبارک کسی دیہاتی اور جنگلوں میں رہنے والے گنواروں کی عقل کی طرح ہے تو وہ تو کسی دیہاتی سے بھی زیادہ خسیس ہے وہ قوتِ عقلیہ میں تفاوت کا کیسے انکار کرسکتا ہے کیونکہ اگر یہ فرق نہ ہوتا تو علوم کے سمجھنے میں لوگوں کے مختلف درجات نہ ہوتے اور کند ذہن، ذہین اور کامل میں ان کی تقسیم نہ ہوتی۔

کند ذہن: وہ ہوتا ہے جو سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتا حتی کہ اساتذہ کو اس پر بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔

ذہین: وہ ہوتا ہے جو ادنیٰ اشارے سے سمجھتا ہے۔

کامل: وہ ہوتا ہے کہ تعلیم دیئے بغیر بھی اس سے حقائق امور کا ظہور ہو جاتا ہے۔ جیسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

یَكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍؕ (پ۱۸، النور:۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے، نور پر نور ہے۔

اور یہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفت ہے کیونکہ سیکھنے اور سننے کے بغیر بھی ان کے باطن میں نہایت باریک اور پوشیدہ امور روشن ہو جاتے ہیں اور اسے الہام کہا جاتا ہے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس ارشادِ گرامی میں یہی بات بیان فرمائی کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ ''جس سے محبت کرنا چاہتے ہیں محبت کریں بے شک آپ اس سے جدا ہونے والے ہیں اور جب تک چاہتے ہیں زندہ رہیں بالآخر آپ انتقال فرمانے والے ہیں اور جو چاہیں عمل کریں آپ کو اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔''[1]

اور فرشتوں کی طرف سے نبیوں کو اس طرح کی خبر دینا وحی صریح کے خلاف ہے جو کان کے ذریعے سنی جاتی اور آنکھوں سے فرشتے کو دیکھا جاتا ہے اسی لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے دل میں ڈالنے (الہام) سے تعبیر فرمایا۔ وحی کے درجات بہت زیادہ ہیں اور ان میں بحث کرنا علم معاملہ کے لائق نہیں بلکہ اس کا تعلق علم مکاشفہ سے ہے اور تمہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وحی کے درجات، منصب وحی کو دعوت دیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ طبیب بیمار کو صحت کے درجات سکھا دے اور عالم کسی فاسق کو عدالت کے درجات کی تعلیم دے اگرچہ وہ فاسق ان درجات سے ناواقف ہو۔ لہٰذا علم کچھ اور چیز ہے اور کسی معلوم چیز کا وجود کچھ اور۔ پس ہر وہ شخص جو نبوت اور ولایت کی پہچان رکھتا ہو نبی یا ولی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی تقویٰ و پرہیزگاری اور ان کی باریکیوں کو جاننے والا متقی ہوسکتا ہے۔

خلاصہ: لوگوں کی تقسیم یوں ہے کہ ایک وہ شخص ہے جو ذاتی طور پر آگاہ ہوتا اور سمجھتا ہے۔ دوسرا وہ ہے کہ جو کسی کے آگاہ کرنے اور سکھانے کے بغیر نہیں سمجھتا اور تیسرا وہ ہے کہ جسے تعلیم و تنبیہ بھی فائدہ نہیں دیتی جس طرح زمین کی

---

[1]......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصرالامل، الحدیث ۱۰۵۴۳، ج۷، ص۳۴۹، بتغیرٍ قلیلٍ۔

مختلف صورتیں ہیں کہ بعض جگہ پانی جمع ہوتا اور اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ خودبخود چشموں کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے، بعض مقامات پر کنواں کھودنے کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ وہ نالیوں کی طرف نکلے جبکہ بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں کھودائی کا بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور وہ خشک جگہ ہوتی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ صفات کے اعتبار سے زمین کے جواہر مختلف ہیں۔ اسی طرح قوتِ عقلیہ کے اعتبار سے انسانی نفوس بھی مختلف ہیں **نقلی دلائل** کے اعتبار سے عقل کے مختلف ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ،

عرش سے بڑھ کر عظمت والی چیز:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے طویل حدیث مروی ہے۔ اس کے آخر میں عرش کی عظمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ فرشتوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ''اے ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ! کیا تو نے عرش سے بڑی چیز بھی کوئی پیدا کی ہے؟'' تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! وہ عقل ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''اس کی قدر ومنزلت کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''رہنے دو، اس کے علم کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، کیا تمہیں ریت (کے ذرات) کی تعداد کا علم ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے ریت (کے ذرات) کی تعداد کی مثل عقل کو مختلف قسموں میں پیدا کیا ہے۔ بعض لوگوں کو ایک ذرّہ دیا گیا، بعض کو دو، بعض کو تین اور چار، بعض کو ایک فرق (ایک پیمانہ جس میں آٹھ سیر غلہ آتا ہے)، بعض کو وسق (60 صاع غلہ) اور بعض کو اس سے بھی زیادہ دیا گیا۔'' (1)

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم پوچھو کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو صوفی بنے بیٹھے اور عقل ومعقول کی برائی بیان کرتے ہیں؟ تو یاد رکھئے! اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے مجادلہ ومناظرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے پر اعتراضات اور الزامات لگانے کا نام عقل رکھ لیا ہے اور یہ فن کلام کے سبب ہے اور لوگ اس پر قادر نہیں کہ انہیں بتائیں کہ تم نے نام رکھنے میں خطا کی ہے کیونکہ یہ نام ان کی زبانوں پر جاری اور دلوں میں یوں راسخ ہوگیا کہ اب ان کے دلوں سے نکل نہیں سکتا لہٰذا انہوں نے عقل ومعقول کی برائی بیان کرنا شروع کردی اور ان کے نزدیک یہی عقل ہے۔

---

(1) ......اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب ماجاء فی العقل، الحدیث۷۰۶۷، ج۷، ص۳۷۴، بتغیرٍ قلیلٍ۔

رہا نورِ بصیرت کہ جس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس کے رسولوں کی صداقت نصیب ہوتی ہے تو اس کی برائی و مذمت کا تصور کیسے ممکن ہے حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی تعریف فرمائی ہے اگر اس کی مذمت کی جائے تو پھر کس چیز کی تعریف کی جائے گی؟ جب شریعت قابلِ تعریف ہے تو شریعت کی صحت کا علم کیسے حاصل ہوگا؟ اگر شریعت کی صحت کا علم عقل کے ذریعے ہو جو خود مذموم ہے اور اس پر یقین نہیں ہے تو شریعت بھی مذموم ہوگی۔ نیز جو کہتا ہے کہ اس (یعنی شریعت) کا ادراک یقین کی آنکھ اور نورِ ایمان سے ہوتا ہے نہ کہ عقل کے ذریعے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ہمارے نزدیک بھی عقل، عَیْنُ الْیَقِیْن اور نورِ ایمان کی مراد ایک ہی ہے اور وہ باطنی صفت ہے جس کے ذریعے انسان جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ذریعے وہ ہر چیز کی حقیقت کو پالیتا ہے۔

اس قسم کے اکثر مغالطے ان لوگوں کی جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جو حقائق کو الفاظ سے تلاش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ مغالطے میں پڑتے جاتے ہیں کیونکہ الفاظ میں لوگوں کی اصطلاحات مغالطوں کا شکار ہیں۔ عقل کے بیان میں اتنا ہی کافی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور اس کے فضل سے علم کا بیان مکمل ہوا۔ ہمارے سردار حضرت **محمد** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور زمین و آسمان کے ہر منتخب بندے پر رحمت ہو۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا

﴿......تُوْبُوْا اِلَى اللّٰه　　　اَسْتَغْفِرُ اللّٰه......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب　　　صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد......﴾

عقائد کا بیان

قوائدِعقائد کا بیان چار فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل: پہلے اسلامی رکن کلمۂ شہادت کے متعلق عقیدۂ اہلسنّت کی وضاحت

اس فصل میں عقائدِ اہلسنّت میں سے اس عقیدے یعنی کلمۂ شہادت کے متعلّق وضاحت کی گئی ہے کہ جس کا اقرار وتصدیق پہلا اسلامی رکن ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ توفیق سے میں کہتا ہوں کہ سب خوبیاں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو پیدا کرنے والا، دوبارہ زندہ کرنے والا، جو چاہے کرنے والا، عرش کا مالک عزت والا، سخت گرفت فرمانے والا، اپنے پسندیدہ بندوں کو صراطِ مستقیم اور درست طرزِ عمل کی طرف ہدایت دینے والا، شک وتردد کی اندھیریوں سے اپنے عقائد کو بچا کر اقرارِ توحید پر جم جانے والوں پر انعام فرمانے والا، اپنے فضل وکرم سے اپنے پسندیدہ بندوں کو محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت اور معزز ومشرف صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشنے والا ہے۔ اپنے پسندیدہ بندوں پر اپنی ذات وافعال کو ان عمدہ اوصاف کے ذریعے روشن فرماتا ہے کہ جن کا ادراک وہی کرسکتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتا اور بارگاہ میں حاضر رہتا ہے اور وہ انہیں اپنی ذات کی معرفت بھی عطا فرماتا ہے کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، یکتا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں، بے نیاز ہے کوئی اس کے جوڑ کا نہیں، تنہا ہے کوئی اس کا ہم رتبہ نہیں، واحد وقدیم ہے کہ اس سے پہلے کسی چیز کا وجود نہ تھا، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ ہی انتہا، بذاتِ خود قائم اور اوروں کا قائم رکھنے والا ہے۔ اس کا کوئی اختتام نہیں، وہ باقی اور غیر فانی ہے۔ اس کے لئے انجام وزوال نہیں۔ اس کی ذات بزرگی پر دلالت کرنے والی صفات سے متصف ہے۔ زمانے گزرتے اور دن رات ختم ہوتے جائیں گے لیکن اس کی ذات نہ ختم ہونے والی ہے، نہ ٹوٹنے والی بلکہ اس کی شان یہ ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳﴾ (پ۲۷، الحدید:۳)

ترجمۂ کنز الایمان: وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

کلمۂ شہادت کے پہلے جز عقیدۂ توحید کی وضاحت

ہر عیب و نقص سے پاک ذات:

اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی جسم وجسمانیت سے پاک ہے۔ وہ متناہی اور قسمت کے تابع جوہر نہیں۔ وہ جسم کی مثل نہیں کیونکہ اجسام تو ایک حد میں محدود اور قابلِ تقسیم ہوتے ہیں۔ نہ تو وہ جوہر ہے نہ عرض [1] اور نہ ہی جواہر وعوارض اس میں حلول کئے ہوئے ہیں۔ نہ تو وہ کسی موجود کے مشابہ ہے اور نہ ہی کوئی موجود اس کے مشابہ۔ (بلکہ قرآنِ مجید میں ہے:)

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (پ۲۵، الشوریٰ: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

اور نہ ہی وہ کسی جیسا ہے۔ وہ مقداروں میں شمار ہونے اور کناروں وسمتوں میں احاطہ کئے جانے سے یوں پاک ہے کہ زمین وآسمان بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی شایانِ شان اور اپنے فرمان وارادے کے مطابق عرشِ عظیم پر استوا فرمائے ہوئے ہے۔ اس کا استوا چھونے، جائے گیر ہونے، جائے پذیر ہونے، کسی چیز میں حلول کرنے اور منتقل ہونے سے منزہ ہے۔ عرش اسے نہیں اٹھاتا بلکہ عرش وحاملینِ عرش کا قیام اس کی قدرت ولطف کا محتاج اور ان سب کا نظام اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ تحت الثریٰ کی گہرائیوں، آسمان کی وسعتوں اور عرش کی بلندیوں سے بلند تر ہے۔ اس کی اِس بلندی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زمین وتحت الثریٰ سے دُور اور ان کی نسبت عرش وآسمان سے قریب ہے بلکہ وہ زمین وتحت الثریٰ سے جس طرح بلند وعظمت والا ہے اسی طرح عرش وآسمان سے بھی عظیم تر ہے۔ لیکن ان تمام تر بلندیوں اور عظمتوں کے باوجود وہ ہر موجود شے کے قریب اور انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾ (پ۲۲، السبا: ۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

جس طرح اس کی ذات اجسام کی مانند نہیں، اسی طرح اس کا قرب بھی عام طور پر ایک جسم کے دوسرے جسم کے قریب ہونے کی طرح نہیں۔ نہ وہ کسی شے میں حلول [2] کئے ہوئے ہے اور نہ ہی کوئی شے اس میں حلول کئے ہوئے

---

1 ...... اہلسنّت کے نزدیک: **جوہر** سے مراد وہ جز ہے جو تقسیم نہ ہو سکے اور **عرض** وہ ہے جو بذاتِ خود قائم نہ رہ سکتا ہو بلکہ کسی محل کا محتاج ہو۔ (الحدیقۃ الندیۃ، ج۱، ص۲۴۷)

2 ...... حلول یعنی ایک چیز کا دوسری چیز میں اس طرح داخل ہو جانا کہ دونوں میں تمیز نہ ہو سکے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص۱۳۱)

ہے۔جس طرح کوئی زمانہ اسے نہیں گھیر سکتا اسی طرح وہ کسی مکان میں بھی نہیں سما سکتا بلکہ وہ مکان وزمان کی تخلیق سے بھی پہلے کا موجود ہے اوراب بھی پہلے کی طرح ہی ہے۔اپنی جمیع صفات سمیت مخلوق سے ممتاز ہے۔نہ تو اس کی ذات میں کوئی دوسرا ہے اور نہ ہی وہ کسی دوسرے کی ذات میں ہے۔وہ بدلنے، منتقل ہونے اور حوادث وعوارض کے لاحق ہونے سے منزہ ومبرا ہے۔وہ اپنی بزرگ وبرتر صفات کے ساتھ دائمی طور پر متصف اور فنا سے پاک ہے۔اس کی صفاتِ کمالیہ مزید کمال پانے سے مستغنی ہیں۔ذات باری تعالیٰ کا وجود عقل سے بھی جانا جاسکتا ہے۔نیک لوگ اس کے فضل وکرم سے جنت میں اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور دیدارِ الٰہی سے ہی اس کی عطا کردہ نعمتیں پایۂ تکمیل کو پہنچیں گی۔

صفات باری تعالٰی

حیات وقدرت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ زندہ، قادر مطلق، غالب اور عظمت والا ہے۔کوتاہی وعاجزی سے ورا ہے۔اسے نہ اُونگھ آئے نہ نیند۔ اس کے لئے فنا ہے نہ موت۔ملکوت وملک اور عزت وعظمت کا مالک ہے۔حقیقی بادشاہت واقتدار والا ہے۔ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اسی کے اختیار میں ہے۔تمام آسمان اور جمیع مخلوق اسی کے تحت قدرت ہے۔وہ تخلیق وایجاد اور بے مثل اشیاء پیدا کرنے میں یکتا ولاشریک ہے۔مخلوق، اس کے اعمال کی تخلیق اور ان کے لئے رزق وموت کی تعیین فرمانے والا ہے۔کسی بھی شے کا وجود اور معاملات میں تصرُّفات اس کے اختیار سے باہر نہیں نیز اس کے تحتِ قدرت اشیاء کا شمار اور ان کی معلومات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

علم الٰہی:

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام معلومات کا عالم ہے۔زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک ہونے والے تمام معاملات اس کے احاطے میں ہیں۔وہ ایسا عالم ہے کہ زمین وآسمان کی ذرّہ بھر چیز بھی اس سے پنہاں نہیں بلکہ اندھیری رات میں صاف چٹان پر سیاہ چیونٹی کے چلنے کی آواز اور فضا میں بکھرے ذرّات کی حرکات کو بھی جانتا ہے۔اسے ظاہر وپوشیدہ ہر چیز کا علم ہے۔اپنی قدیم اَزَلی اور ہمیشہ سے ہمیشہ رہنے والی صفتِ علم سے دل میں اُبھرنے والے خطروں،

وسوسوں اور پوشیدہ باتوں سے باخبر ہے۔اس کا علم ایسا نہیں کہ اس کی ذات میں حلول وانتقال سے نو پید ہو۔

ارادۂ خداوندی:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تخلیق کائنات کا ارادہ فرمانے والا اور نو پید چیزوں کی تدبیر فرمانے والا ہے۔عالم بالا ہو یا عالمِ دنیا اس کا ہر تھوڑا و زیادہ، چھوٹا و بڑا، اچھا و برا، نفع ونقصان، کفر وایمان، علم وجہالت، کامیابی وناکامی، کمی وبیشی اور طاعت ومعصیت ذاتِ باری تعالیٰ ہی کی قضا وقدرت اور حکمت ومشِیَّت سے ہے۔اس نے جو چاہا وہ ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا۔حتی کہ پلک کی جھپک اور دل کی کھٹک تک مشیتِ الٰہی سے خارج نہیں بلکہ وہی نئے سرے سے پیدا کرنے والا، دوبارہ زندہ کرنے والا اور جب جو چاہے کرنے والا ہے۔کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کے امر میں رکاوٹ بنے یا اس کے فیصلے کو ٹال سکے۔بندے کا اس کی نافرمانی سے بچنا یا اس کی عبادت پر کمر بستہ ہونا اس کی توفیق ورحمت اور اس کے ارادے ومشیت سے ہی ممکن ہے۔اگر تمام جن وانس اور ملائکہ وشیاطین مل کر مشیتِ خداوندی کے بغیر کائنات کے محض ایک ذرّے کو ہی حرکت دینا یا ٹھہرانا چاہیں تو ایسا نہیں کر سکتے۔اس کا ارادہ تمام صفات سمیت اس کی ذات سے قائم اور ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جن اشیاء کو جن اوقات میں پیدا کرنے کا ازل میں ارادہ فرمایا، وہ سب چیزیں ازلی ارادۂ خداوندی کے عین مطابق بغیر کسی تقدیم وتاخیر اور بلا کسی تغیر وتبدل کے اپنے مقررہ وقت وحالت میں وجود میں آ گئیں۔اس کے کاموں کی تدبیر سوچ بچار اور وقت کا انتظار کرنے سے منزہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک کام اسے دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔

سمیع وبصیر:

اللہ عَزَّوَجَلَّ سمیع وبصیر ہے۔وہ سنتا دیکھتا ہے۔کوئی بھی سنی جانے والی چیز کیسی ہی مخفی ہو اور کوئی بھی چیز خواہ کتنی ہی باریک ہو اس کی سماعت وبصارت سے غائب ومخفی نہیں ہو سکتی۔دوری وتاریکی اس کی سماعت وبصارت میں خلل نہیں ڈال سکتی۔جس طرح وہ علم کے لئے دل کا، گرفت کے لئے عضو کا اور تخلیق کے لئے آلہ جات کا محتاج نہیں بالکل اسی طرح دیکھنے اور سننے کے لئے آنکھوں اور کانوں کا محتاج نہیں کیونکہ جس طرح اس کی ذات مخلوق کے مشابہ نہیں اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کی مثل نہیں۔

کلامِ الٰہی:

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کلام فرمانے والا، حکم دینے والا، منع کرنے والا اور وعدہ ووعید فرمانے والا ہے۔کلام، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ قائم اَزَلی وقدیم صفات میں سے ایک صفت ہے۔اس کا کلام، مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں۔اس کا کلام ہوا کے اندر سے یا اجسام کی رگڑ سے پیدا ہونے والی آواز نہیں نیز اس کا کلام کرنا ہونٹوں کے ملنے اور زبان کے حرکت کرنے کا بھی محتاج نہیں۔قرآن، توریت، زبور اور انجیل اس کے رسولوں پر نازل ہونے والی اس کی کتابیں ہیں۔ قرآنِ پاک زبانوں سے پڑھا جاتا، اوراق پر لکھا جاتا اور دلوں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔اس کے باوجود یہ کلامِ پاک قدیم اور ذاتِ الٰہی کے ساتھ قائم ہے۔اسے اَوراق پر لکھنے یا دلوں میں محفوظ کرنے سے ایسا نہیں کہ یہ ذاتِ الٰہی سے جدا یا الگ ہو گیا۔حضرتِ سیِّدُ نا موسیٰ کلیم اللّٰہ علٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام بغیر آواز اور حروف کے سماعت فرمایا۔یوں ہی نکوکاروں کو جنت میں اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار بھی اس طرح ہوگا کہ وہ نہ جوہر ہوگا نہ عرض۔

وہ ان صفات سے متصف ہے تو محض ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ حیات، قدرت، علم، ارادہ، سماعت، بصارت اور کلام کی وجہ سے زندہ، عالم، قادر، ارادہ کرنے والا، سننے اور دیکھنے والا اور کلام فرمانے والا ہے۔

افعالِ الٰہیہ:

سوائے ذات باری تعالیٰ کے ہر شے کا وجود اسی کے فعل اور اسی کے فیضانِ عدل سے ہے۔وہ سب چیزوں کا وقوع نہایت اچھے، کامل، مکمل اور مناسب طریقے پر فرماتا ہے۔اس کے تمام اَفعال واَحکام حکمت وعدل پر مشتمل ہوتے ہیں۔اس کے عدل وانصاف کو بندوں کے عدل وانصاف پر قیاس نہیں کیا جائے گا کیونکہ بندے سے ظلم ہوسکتا ہے اس طرح کہ جب وہ غیر کی مِلک میں تصرُّف کرے گا تو ظالم کہلائے گا جبکہ مالکِ دوجہاں عَزَّوَجَلَّ سے ظلم ہونا متصور ہی نہیں کیونکہ اُس کے سوا کسی کی ملک ہے ہی نہیں چہ جائیکہ اس میں تصرُّف یا ظلم کیا جائے۔سوائے اس کی ذات کے جو بھی ہے جنّ وانسان، فرشتہ وشیطان، زمین وآسمان، حیوان وبے جان، سبزہ، جوہر وعرض، سمجھی اور محسوس کی جانے والی تمام کی تمام معدوم اشیاء کو اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے وجود بخشا اور نیست (یعنی غیر موجود) کو ہست (یعنی موجود) فرمایا۔وہ اَزَل میں موجود تھا اس کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔پھر اس نے اپنے ارادے کو ثابت کرنے اور اپنی قدرت کو

ظاہر کرنے کے لئے کائنات کی تخلیق فرمائی اس وجہ سے کہ وہ ازل میں اس کی تخلیق کا ارادہ فرما چکا تھا، یہ وجہ نہیں کہ اسے اس کی کوئی ضرورت وحاجت تھی۔

وہ مخلوق کو پیدا کرے، بنائے اور انہیں مکلّف ٹھہرائے تو یہ محض اس کا فضل ہے، اس پر ضروری ولازم نہیں۔ اسی طرح وہ اپنی مخلوق کو انعامات سے نوازے اور ان کی اصلاح کرے تو یہ اس کی مہربانی ہے، اس پر لازم نہیں۔ وہی فضل واحسان اور انعام واکرام فرمانے والا ہے۔ وہ بندوں کو طرح طرح کے عذابات میں مبتلا کرنے اور انہیں مختلف مصائب وآلام سے دوچار کرنے پر قادر ہے۔ اگر وہ ایسا کرے بھی تو یہ اس کی طرف سے برائی یا ظلم نہیں بلکہ عدل ہی عدل ہے۔ اپنے مومن بندوں کو نیکیوں کا اچھا صلہ دینا محض اس کے کرم ووعدے کے مطابق ہے ورنہ نہ تو بندے اس کے مستحق ہیں اور نہ ہی اس پر ایسا کرنا لازم ہے کیونکہ کسی کی وجہ سے کوئی فعل کرنا اس پر واجب نہیں اور کسی کا اس پر کچھ حق بھی نہیں اور ظلم کی نسبت تو اس کی طرف کر ہی نہیں سکتے۔

اس نے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واسطے سے بندوں پر اپنا حق بصورتِ طاعت لازم کیا۔ محض عقل کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا پھر ان کے صدق کو ظاہر وباہر معجزات کے ذریعے ثابت کیا اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ربُّ الانام کے احکام، اس کی منع کردہ چیزوں اور اس کے وعدہ ووعید کا پیغام خلق تک پہنچایا۔ اب بندوں پر لازم ہے کہ وہ ان نفوسِ قدسیہ کے لائے ہوئے پیغام کو سچا جانیں۔

کلمۂ شہادت کے دوسرے جز کی وضاحت

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دینا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے غیب کی خبریں دینے والے، کسی آدمی سے نہ پڑھنے والے اور قبیلۂ قریش سے تعلق رکھنے والے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عرب وعجم کے تمام علاقہ جات اور جن وانس میں سے ہر ایک کی جانب پیغامِ رسالت دے کر مبعوث فرمایا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سوائے ان باتوں کے جنہیں باقی رکھنا مقصود تھا سابقہ تمام شرعی اَحکام شریعتِ محمدی لاکر منسوخ فرما دیئے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت دے کر بنی آدم کا سردار بنایا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر اعتقاد رکھنے کو اس وقت تک قبول نہ فرمایا جب تک کہ

اس کے ساتھ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کو نہ ملایا جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق پر لازم کر دیا کہ وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمورِ دنیا و آخرت کے متعلّق دی ہوئی خبروں کو سچا جانیں نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے موت کے بعد پیش آنے والے احوال کی جو خبریں دیں جب تک بندہ ان پر ایمان نہ لائے گا مومن نہیں کہلائے گا۔

منکر نکیر کے سوالات:

ان احوال میں سے ایک منکر نکیر کا سوال کرنا ہے۔(۱) یہ دونوں ڈراؤنی اور ہیبت ناک انسانی شکل میں تشریف لاتے اور بندے کو قبر میں سیدھا بٹھا دیتے ہیں۔ اس وقت بندہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر وہ بندے سے توحید ورسالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا ربّ کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ یہ دونوں فرشتے قبر کی آزمائش ہیں(۲) اور بندے کے لئے بعد موت پہلی آزمائش منکر نکیر کے سوالات کا سامنا کرنا ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ وہ عذابِ قبر کو حق جانے اور اس پر یقین رکھے(۳) اور جسم وروح دونوں پر اللہ ربُّ العزَّت کا اپنی مشیت کے مطابق حکم نافذ کرنا عدل پر مبنی ہے۔

میزانِ عمل:

بندے پر یقین رکھنا ضروری ہے کہ میزان حق ہے۔ ''اس کے دو پلڑے اور ایک زبان ہے۔''(۴) اس کے ایک پلڑے کی وسعت زمین وآسمان کے طبقات جتنی ہے۔ اس میں قدرتِ الٰہی سے لوگوں کے اَعمال تولے جائیں گے۔ اس دن رائی کے دانوں اور ذرّوں تک کو باٹ بنا کر کمالِ عدل وانصاف کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ نیک اعمال کو اچھی صورت عطا کر کے میزان کے نورانی پلڑے میں رکھا جائے گا اور وہ پلڑا بفضلِ الٰہی ان اعمال پر مقرَّر کردہ درجوں کے مطابق بھاری ہو جائے گا اور برے اَعمال قبیح صورت میں میزان کے کالے پلڑے میں پھینکے جائیں گے اور وہ پلڑا ربِّ لم یَزَل کے عدل کے سبب ہلکا پڑ جائے گا۔

1. ......سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، الحدیث: ۱۰۷۳، ج۲، ص۳۳۷۔
2. ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۰۴، ج۲، ص۵۸۱۔
3. ......السنن الکبری للنسائی، کتاب صفۃ الصلاۃ، الحدیث: ۱۲۳۱، ج۱، ص۳۸۹۔
4. ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ۲۹۲۷، ج۱، ص۶۸۳، باختصارٍ۔

پلِ صراط:

پلِ صراط کے حق ہونے کا یقین رکھنا بھی ضروری ہے[1] جو جہنم کی پشت پر بنایا گیا ہے۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اسے پار کرتے ہوئے کفار کے قدم بحکمِ خداوندی پھسلیں گے اور وہ جہنم میں جا گریں گے جبکہ مسلمان رحمتِ خداوندی کے سبب اسے ثابت قدمی سے پار کر کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حوضِ کوثر:

اس حوض پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جہاں مسلمان آئیں گے۔ یہ حوض حضرت سیّدنا محمدِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عطا ہوا ہے۔ مسلمانوں کو پلِ صراط پار کرنے کے بعد اور دخولِ جنت سے پہلے اس حوض کا مشروب پینا نصیب ہوگا۔ جسے اس کا ایک گھونٹ بھی پینے کو مل گیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس حوض کی چوڑائی ایک مہینے کی مسافت ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے کناروں پر ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ کوزے رکھے ہوئے ہیں۔ جنتی چشمۂ کوثر سے دو پرنالے اس حوض میں آتے ہیں۔[2]

حساب و کتاب:

حساب و کتاب پر ایمان لانا اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مختلف لوگوں سے مختلف طریقہ سے حساب و کتاب ہوگا، کسی کا حساب سختی سے اور کسی کا نرمی سے ہوگا جبکہ مقربینِ بارگاہِ اِلٰہی تو بلا حساب و کتاب داخلِ جنت ہوں گے۔[3] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے جس سے چاہے گا فریضۂ رسالت سرانجام دینے کے متعلق اور کفار میں سے جس سے چاہے گا رُسلِ عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی بابت پوچھ گچھ فرمائے گا۔[4] (خلافِ شرع کام کرنے والے) بدعتی سنت چھوڑنے کی وجہ سے جواب دہ ہوں گے[5] اور مسلمانوں سے اُنہیں کے اعمال کے متعلق

---

1 ……صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، الحدیث۱۸۲، ص۱۱۱۔

2 ……صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا……الخ، الحدیث۲۲۹۹،۲۳۰۰،۲۳۰۱، ص۱۲۵۹،۱۲۶۰، بتغیرٍ۔

3 ……صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف……الخ، الحدیث۲۱۸، ص۱۳۶، باختصارٍ۔

4 ……صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب و کذلک جعلناکم امّۃ وسطا……الخ، الحدیث۴۴۸۷، ج۳، ص۱۶۹۔

5 ……سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، الحدیث۴۸، ج۱، ص۶۵، بتغیرٍ۔

پوچھا جائے گا۔ (۱)

مومن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا:

اس بات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ جہنم میں داخل ہونے والے مسلمانوں کو ان کے کئے کی سزا دینے کے بعد وہاں سے نکال لیا جائے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے کوئی بھی صاحب ایمان ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔ (۲)

عقیدۂ شفاعت:

شفاعت پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس کا اذن سب سے پہلے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا جائے گا، پھر علما، پھر شہدا اور پھر عام مؤمنین کو ان کے مقام و مرتبے کے اعتبار سے اِذنِ شفاعت حاصل ہوگا۔ (۳) پھر وہ مؤمنین کہ جنہیں کسی کی شفاعت نہ ملی، انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے جہنم سے نکالے گا بلکہ جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی ایمان ہوگا اسے بھی دوزخ سے چھٹکارا عطا فرمادے گا اس لئے کہ مومن ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور ان کا مقام و مرتبہ:

ہر بندے کو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اور ان کی بالترتیب فضیلت کا بھی اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور یہ کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد لوگوں میں سے افضل ترین امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق، پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم، پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی، پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم ہیں (۴) نیز تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا لازم ہے اور ان نفوسِ قدسیہ کی تعریف و توصیف اسی طرح بیان کرے جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب قول النبی......الخ، الحدیث۸۶۴، ج ۱، ص ۳۲۹۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، الحدیث۱۸۲، ص ۱۱۱۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الشفاعة، الحدیث۴۳۱۳، ج۴، ص ۵۲۶۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، الحدیث۱۸۳، ص۱۱۴۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، الحدیث۳۶۵۵، ج۲، ص۵۱۸۔

فتح الباری، کتاب فضائل اصحاب النبی، تحت الحدیث۳۶۵۵، ج۸، ص۱۴۔۱۵۔

اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔[1]

اہلسنّت کی پہچان:

ذکر کردہ تمام عقائد احادیثِ مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں اور اقوالِ صحابہ بھی ان پر شاہد ہیں۔ لہٰذا جس شخص کا ان سب عقائد پر یقینی اعتقاد ہے، وہ اہلِ حق و اہلِ سنت میں سے ہے گمراہوں اور بدعتیوں سے بے تعلّق ہے۔ ہم بارگاہِ ربُّ العزَّت میں اپنی ذات بلکہ ہر مسلمان کے لئے ملتجی ہیں کہ وہ اپنی رحمتِ کاملہ سے ہم سب کو یقینِ کامل کی دولت اور دین اسلام پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ بے شک وہی سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ہر پسندیدہ بندے پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمتیں نازل ہوں۔

دوسری فصل: مرحلہ وار رہنمائی کرنے کی وجہ اور اعتقاد کے درجات کا بیان

جان لیجئے! عقیدے کے باب میں ذکر کردہ باتیں بچے کو شروع سے ہی سکھا دی جائیں تاکہ وہ انہیں اچھی طرح ذہن نشین کرلے اور بڑا ہونے تک بتدریج ان کے معانی و مطالب پر مطلع ہوتا رہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو اوّلاً یاد کرنا اور سمجھنا ہوتا ہے اس کے بعد ان پر یقین کرنے، ایمان لانے اور انہیں سچ جاننے کا مرحلہ آتا ہے۔ بچے کا عقائد کو یاد کرنے سے سچ جاننے تک کا ارتقائی (ترقی پزیر) سفر بلا دلیل و حجت کے طے ہوجاتا ہے اور اللّٰہ تبارک و تعالٰی کا یہ بہت بڑا فضل ہے کہ وہ قلبِ انسانی کو تربیت کے ابتدائی مراحل میں بغیر دلیل و حجت کے قبولِ ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ نیز اس بات کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ عوام کے تمام عقائد کی ابتدا محض تلقین و تقلید ہے۔ ہاں! وہ اعتقادی مسائل جن کا حصول محض تقلید سے ہوتا ہے، ابتداءً ان میں کچھ ضعف محسوس ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اگر اس عقیدے کے خلاف کوئی بات آجائے تو عین ممکن ہے کہ بندہ اپنے سابقہ عقیدے سے دور ہوجائے، جبکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ نوعمر اور عام افراد کا ذہن عقائدِ اہلِ سنت کے حوالے سے اس طرح پختہ اور مضبوط بنا دیا جائے کہ وہ پھر کبھی بھی نہ ڈگمگائے اور بچے و عام آدمی کے ذہن میں عقائد کو پختہ اور ثابت کرنے کے لئے فن مناظرہ اور علم کلام سیکھنا ضروری

[1] ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، الحدیث ۳۶۷۳، ج ۲، ص ۵۲۲۔

نہیں بلکہ قرآن، تفسیر، حدیث، شروحات کا مطالعہ اور عبادات کی پابندی کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ جب دلائل و براہین قرآنیہ اس کی سماعتوں کو چھوئیں گے، احادیثِ کریمہ سے عقائدِ اہل سنت کی تائیدات وثبوت ملیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ عبادت پر ہمیشگی کا نور اپنے جلوے دکھائے گا تو اس کے قلب وذہن میں عقائدِ اہل سنت راسخ ہوتے چلے جائیں گے۔ اسی طرح نیک لوگوں کی زیارت وصحبت، ان کے ملفوظات اور ان کی للّٰہیت پر مبنی ظاہری و باطنی یکساں پاکیزگی وعاجزی کی برکت سے بھی عقائدِ اہل سنت پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا ابتدا میں سمجھانا گویا سینے کی کھیتی میں عقیدے کا بیج بونے اور مذکورہ اسباب (یعنی قرآن وحدیث کا مطالعہ اور نیکی اور نیکوں سے لگاؤ) اس کھیتی کی سیرابی اور دیکھ بھال کے مترادف ہیں۔ حتی کہ یہ بیج نشو ونما اور تقویت پا کر ایک ایسے مضبوط، بلند اور پاکیزہ درخت کی سی حیثیت اختیار کر جاتا ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان تک بلند ہوتی ہیں۔

ایک احتیاط:

یہاں ایک احتیاط کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے کہ بچے کو ابتدائی تربیت کے مراحل میں مناظرانہ گفتگو اور علمِ کلام کی پیچیدہ ابحاث سے بالکل دور رکھا جائے کیونکہ نوعمر کے لئے مناظرانہ گفتگو میں تربیت واصلاح جیسے فوائد کم اور فساد واضطراب جیسے نقصان کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ بلکہ بچے کی تربیت مناظرے کے ذریعے کرنا ایسا ہی ہے جیسے درخت کو مضبوط کرنے کی اُمید پر لوہے کے ہتھوڑے سے کوٹنا، اس عمل کے تسلسل سے درخت مضبوط تو کیا؟ الٹا ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اس طرح کے کاموں کا عموماً یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اب مزید وضاحت ودلائل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی یہ عمومی مشاہدہ ہی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

عام نیک لوگوں کے اور مناظرین ومتکلمین کے عقیدے میں فرق:

اگر عام نیک ومتقی لوگوں کے عقیدے کی پختگی کا تقابل مناظرین ومتکلمین کے عقیدے کی پختگی سے کیا جائے تو عقیدے کے اعتبار سے عام آدمی بلند ومضبوط پہاڑ کی مانند مستقل نظر آئے گا جسے آفات اور بجلیاں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں جبکہ عقلی دلائل اور مناظروں کے ذریعے اپنے عقیدے کی حفاظت کرنے والے علم کلام کے ماہر شخص کا عقیدہ فضا میں لٹکے ہوئے دھاگے کی طرح ہوتا ہے جسے ہوا کے جھونکے کبھی ادھر کر دیتے ہیں کبھی ادھر۔ مگر ان سے عقیدے کی دلیل

سننے والا دلیل کو تقلید کے طور پر اسی طرح مانتا ہے جس طرح نفس اعتقاد کو کیونکہ تقلید خواہ دلیل سیکھنے میں ہو یا مدلول سیکھنے میں، دونوں برابر ہیں۔ پس دلیل بتانا الگ چیز ہے اور دلیل سے مسئلہ ثابت کرنا دوسری بات جو اس سے بہت دور ہے۔

پھر اگر بچہ عقائدِ اہلِ سنت پر کاربند رہتے ہوئے زندگی گزارے اور اس حوالے سے مزید کچھ سیکھنے کے بجائے دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جائے تو اگرچہ کئی بند عقدے اس پر نہیں کھلے ہوں گے، لیکن بروزِ قیامت وہ ان عقائدِ حقہ کی برکت سے سلامت رہے گا کیونکہ شریعتِ اسلامیہ نے عرب کے کند ذہن لوگوں کو عقائدِ حقہ کے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا۔ نیز انہیں بحث و تحقیق اور دلائل جمع کرنے کا پابند ہرگز نہیں بنایا گیا۔

ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص راہِ آخرت اختیار کرنا چاہے اور رحمتِ الٰہی بھی اس کے شاملِ حال ہو اور وہ خواہشاتِ نفسانیہ کو ترک کرنے کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ، تقویٰ اور ریاضت و مجاہدہ کی پابندی کرے تو اس مجاہدہ کی برکت سے اس کا دل نورِ الٰہی سے منور ہو گا جس کی روشنی میں عقائدِ اہلِ سنت کے حقائق اس پر واضح ہوتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ ہے:

وَ الَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۶۹﴾

(پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

بلند درجات کے حصول کا سبب:

یہی نور وہ نفیس جوہر ہے جو صدیقین و مقربین کے ایمان کی انتہا ہے اور یہی وہ راز ہے کہ جب یہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سینے میں ودیعت کیا گیا تو آپ انبیا کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہو گئے۔ بہترین مقام کے حامل رازوں بلکہ تمام اَسرار کے کئی درجات ہیں۔ مجاہدات کی جتنی زیادہ کثرت ہو گی اور دل جس قدر غیرِ خدا سے خالی اور نورِ یقین سے منور ہو گا بلند مقام بھی اسی تفاوت کے اعتبار سے کم یا زیادہ حاصل ہو گا۔ اس مقام میں درجات کا فرق بھی بالکل علمِ طب و فقہ اور بقیہ دیگر علوم میں فرق کی طرح ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگوں میں ریاضت اور ذہانت و فطانت کا ایک فطری تفاوت پایا جاتا ہے اور علمی درجات کی طرح ان اسرار کے بھی کئی درجات ہیں۔

علم کلام سیکھنا کیسا؟

سوال: کیا فن مناظرہ اور علمِ کلام کا سیکھنا بھی علمِ نجوم کی طرح مذموم یا مباح یا مستحب ہے؟

جواب: علم کلام وفن مناظرہ سیکھنے یا نہ سیکھنے کے حوالے سے دو موقف ہیں اور دونوں سخت ہیں:

﴿1﴾......منع کرنے والے اس پر بدعت وحرام کا حکم لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ سے آلودہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونے والا شخص علمِ کلام سیکھنے والے سے بہتر ہے۔

﴿2﴾......جواز کا حکم دینے والے اسے واجب، فرضِ عین یا فرضِ کفایہ مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ افضل عمل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے کیونکہ اس علم سے علمِ توحید کا اثبات اور دین اسلام کا دفاع کیا جاتا ہے۔

منع وحرمت کے قائلین میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی، حضرت سیِّدُنا امام مالک، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل، حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری اور متقدمین محدثین کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام شامل ہیں۔

علم کلام اور متکلمین کے بارے میں علما کی آرا

سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا نظریہ:

✿......حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے شاگرد حضرت سیِّدُنا یونس بن عبد الاعلیٰ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعُلٰی کا بیان ہے کہ جس دن علم کلام جاننے والے معتزلی حفص فرد نامی شخص سے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا مناظرہ ہوا تو میں نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ سوائے شرک کے ہر گناہ کر کے دربارِ الٰہی میں حاضر ہونے والا اُس سے بہتر ہے جو علمِ کلام میں سے کچھ سیکھ کر بارگاہِ خداوندی میں پیش ہو۔ میں نے حفص سے ایک ایسی بات بھی سنی ہے جسے بیان کرنا مجھے گراں محسوس ہوتا ہے۔ (۱)

✿......مجھے متکلمین کی ایسی ایسی باتوں کا پتا چلا ہے جن کے بارے میں، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ علمِ کلام کی طرف مائل ہونے والا شرک کے علاوہ ہر گناہ میں مبتلا ہونے والے سے برا ہے۔ (۲)

1......جامع بیان العلم وفضله، باب ماتكره فيه المناظرة......الخ، الحديث۹۸۷، ص۳۶۶۔

2......المرجع السابق۔

……حضرت سیِّدُ نا حسین بن علی کرابیسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی سے علمِ کلام کا کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو آپ جلال میں آ گئے اور فرمانے لگے: ''جاؤ! اس مسئلے کا حل حفص فرد اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں رسوا کرے۔'' (۱)

……جب حضرت سیِّدُ نا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی بیمار ہوئے تو حفص فرد ان کے پاس آ کر پوچھنے لگا کہ ''میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' فرمایا: ''تو حفص فرد ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تیری حفاظت کرے نہ تجھے رعایت دے، جب تک اس سے توبہ نہ کر لے جس میں تو مبتلا ہے۔''

……اگر لوگ علمِ کلام کی در پردہ برائیاں جان لیں تو اس سے ایسے ہی بھاگیں جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ (۲)

……جب تم کسی شخص کو یہ کہتے سنو کہ اسم ہی مُسَمّٰی (۳) ہے یا یہ کہ اسم مُسَمّٰی کا غیر ہے تو جان لو کہ ایسی باتیں کرنے والا علمِ کلام میں پڑا ہوا اور بے دین ہے۔ (۴)

……حضرت سیِّدُ نا حسن بن محمد زعفرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ''میں چاہتا ہوں کہ علمِ کلام والوں پر ڈنڈے برسائے جائیں، پھر انہیں ہر قبیلے اور خاندان میں پھرا کر اعلان کیا جائے کہ جو قرآن وحدیث چھوڑ کر علمِ کلام سیکھنے میں لگ جائیں ان کی سزا یہ ہے۔'' (۵)

سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کا نظریہ:

……علمِ کلام سیکھنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور اچھی طرح جان لو کہ جو علمِ کلام کی طرف مائل ہو گا اس کے دل میں ضرور فساد چھپا ہو گا۔ (۶)

……حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے علمِ کلام کی مذمت میں اس قدر مبالغہ فرمایا کہ حضرت

---

1 ……جامع بیان العلم وفضله، باب ماتكره فيه المناظرة……الخ، الحديث۹۸۷، ص۳٦۷۔

2 ……المرجع السابق، ص۳٦۷۔

3 ……مُسَمّٰی یعنی نامزد چیز۔ جس شے پر دلالت کرنے کے لئے اسم وضع کیا جائے۔

4 ……جامع بیان العلم وفضله، باب ماتكره فيه المناظرة……الخ، الحديث۹۸۷، ص۳٦۷۔

5 ……المرجع السابق، ص۳٦۷۔ 6 ……المرجع السابق، ص۳٦۷۔

سیِّدُ نا حارث بن عبد اللہ محاسبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی جیسے بہت بڑے عابد وزاہد سے بھی صرف اس وجہ سے قطع تعلقی فرمالی کہ انہوں نے بدعتیوں کے رد میں ایک کتاب لکھی تھی۔ کتاب دیکھ کر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان سے فرمایا: ''جناب! کیا آپ نے کتاب لکھتے ہوئے پہلے بدعتیوں کی بدعات تحریر کر کے اس کا رد نہیں کیا؟ کیا آپ نے اس اندازِ تحریر سے عوامُ النّاس کو بدعتوں کا مطالعہ کرنے اور پھر شکوک وشبہات میں پڑنے کا دعوت نامہ فراہم نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ دینی واعتقادی مسائل میں اضطراب والجھاؤ کا شکار ہوں؟''

✿......علمائے متکلمین زندیق ہیں۔[1]

سیِّدُ نا اِمام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کا نظریہ:

✿......اگر متکلمین کا اپنے سے زیادہ اس فن کے ماہر شخص سے واسطہ پڑے تو وہ اس کی سن کر اپنا اعتقاد بدل دے گا اور یوں ہر روز وہ اپنا دین بدلتا پھرے گا[2] کیونکہ مجادلہ ومناظرہ کرنے والوں کے اقوال وآرا مختلف ہوتے ہیں۔

✿......بدعتیوں اور اَہْلِ ھَوَا (خواہشات کے پیروکار) کی گواہی نامقبول ہے۔[3]

حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کے بعض شاگردوں نے کہا کہ ''اَہْلِ ھَوَا سے امام صاحب کی مراد متکلمین ہیں خواہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں۔''

سیِّدُ نا امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا نظریہ:

✿......جو علم کلام کی طلب میں مشغول ہوا وہ گمراہ ہوا۔[4]

سیِّدُ نا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا نظریہ:

✿......نہ تو بدعتیوں سے مناظرہ کرو، نہ ان کی محفل میں بیٹھو اور نہ ہی ان کی کوئی بات سنو۔[5]

---

1 ......حیاۃ الحیوان، باب الھمزۃ، ج۱، ص۲۳۔

2 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ماتکرہ فیہ المناظرۃ......الخ، ص۳۶۷۔

3 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ماتکرہ فیہ المناظرۃ......الخ، ص۳۶۸۔

4 ......الکامل فی ضعفاء الرجال، الباب السادس والعشرون، ج۱، ص۱۱۱، بتغیرٍ۔

5 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ماتکرہ فیہ المناظرۃ......الخ، ص۳۶۹۔

متأخرین محدثین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا نظریہ:

متأخرین محدثین علمِ کلام کے مذموم ہونے پر متفق ہیں۔اس کی مذمت میں ان کے سخت اور بے شمار اقوال منقول ہیں۔چنانچہ،

……اس علم کی طرف صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن مائل نہیں ہوئے حالانکہ یہ حضرات حقائق کی معرفت اور ترتیبِ الفاظ میں بعد والے لوگوں سے زیادہ فصیح تھے۔اسی وجہ سے سرکارِ عالی وقار، شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین بار ارشاد فرمایا: ”بال کی کھال اتارنے والے ہلاک ہوگئے۔“[1] یعنی لایعنی بحث اور بے فائدہ تحقیق کرنے والے (ہلاک ہوگئے)۔

……اپنے مؤقف کو مزید پختہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علمِ کلام اگر کوئی دینی کام ہوتا تو حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ضرور اس کا حکم دیتے، اسے حاصل کرنے کا طریقہ ارشاد فرماتے، اس کی اور اسے حاصل کرنے والوں کی تعریف وتوصیف فرماتے (لیکن ایسا نہیں ہوا) بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو استنجا کرنے کا طریقہ بتایا،[2] انہیں علمِ میراث سیکھنے کی رغبت دلائی اور ان کی تعریف فرمائی[3] لیکن قضا وقدر میں بحث کرنے سے اپنے اس ارشاد کے ذریعے منع فرمادیا کہ ”تقدیر کے معاملے میں خاموش رہو۔“[4] صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس حکم پر کاربند رہے۔یہ نفوسِ قدسیہ ہمارے اُستاذ ورہنما اور ہم ان کے شاگرد و پیروکار ہیں اور شاگرد کی اُستاذ پر پیش قدمی ظلم اور سرکشی کہلاتی ہے۔

مؤیدینِ علمِ کلام کے دلائل:

……علمِ کلام کی مخالفت اگر اس میں استعمال ہونے والے الفاظ کی وجہ سے ہے جیسے جوہر، عرض اور دَورِ صحابہ میں نہ بولی جانے والی نئی نئی اصطلاحات تب تو معاملہ آسان ہے کیونکہ ہر علم کی تفہیم وتعلیم کے لئے اصطلاحات وضع کی

1 ……صحیح مسلم، کتاب العلم، باب هلک المتنطعون، الحدیث۲۶۷۰، ص۱۴۳۴۔

2 ……صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة، الحدیث۲۶۲، ص۱۵۵۔

3 ……سنن ابن ماجه، کتاب الفرائض، باب الحث علی تعلیم الفرائض، الحدیث:۲۷۱۹، ج۳، ص۳۱۶۔

4 ……المعجم الکبیر، الحدیث۱۰۴۴۸، ج۱۰، ص۱۹۸۔

گئیں مثلاً علمِ حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ، جیسے قیاسی اصطلاحات نقض، کسر، ترکیب، تعدیہ اور فسادِ وضع اگر انہیں صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن پر پیش کیا جاتا تو وہ انہیں نہ سمجھتے۔لہٰذا کسی مقصدِ صحیح کو بیان کرنے کی خاطر نئے الفاظ کا چناؤ بھی ایسے ہی درست ہے جیسے جائز استعمال کے لئے نئی طرز کا برتن بنانا۔

......اگر مخالفت کسی معنوی خرابی کی وجہ سے کی جاتی ہے تو یاد رکھئے! اس علم سے ہمارا مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ عالَم کے حادث ہونے اور اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت اور صفات کو شریعت کی روشنی میں دلائل سے جانا جائے۔لہٰذا دلیل کے ذریعے معرفتِ خداوندی کو حرام تو نہیں کہا جا سکتا۔

......اگر ممنوع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بنا پر (بحث ومناظرہ کرتے ہوئے آخر کار) جھگڑا، عداوت اور بغض وکینہ جیسے امراض جنم لیتے ہیں تو یہ چیزیں واقعی حرام اور قابلِ اجتناب ہیں بالکل ایسے ہی کہ اگر علمِ حدیث، تفسیر اور فقہ سیکھنے پر تکبر، خود پسندی اور جاہ طلبی پیدا ہو جائے تو یہ چیزیں حرام ہوں گی اور ان سے بچنا بھی ضروری ہوگا۔لیکن ان امراض کو دلیل بنا کر مذکورہ علوم کی تعلیم سے نہیں روکا جائے گا تو پھر علمِ کلام کے ذریعے دلیل پیش کرنا، دلیل کا مطالبہ کرنا اور اس میں بحث کرنا کیسے ممنوع ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان سب امور کا ثبوت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک کلام میں موجود ہے۔ چنانچہ،

مدلل اور مناظرانہ اندازِ گفتگو کے متعلق قرآنی دلائل:

﴿۱﴾

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (پ ۱، البقرۃ: ۱۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل۔

﴿۲﴾

لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰى مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ (پ ۱۰، الانفال: ۴۲)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جئے دلیل سے جئے۔

﴿۳﴾

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ (پ ۱۱، یونس: ۶۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تمہارے پاس اس کی کوئی بھی سند نہیں۔

اس آیت میں سلطان سے مراد سند و دلیل ہے۔

﴿۴﴾

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ج (پ۸،الانعام:۱۴۹) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تو اللّٰہ ہی کی حجت پوری ہے۔

﴿۵﴾

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ (پ۳،البقرۃ:۲۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے ربّ کے بارے میں اس پر کہ اللّٰہ نے اسے بادشاہی دی جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا ربّ وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے بولا میں جلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم نے فرمایا تو اللّٰہ سورج کو لاتا ہے پورب (مشرق) سے تو اس کو پچھّم (مغرب) سے لے آ تو ہوش اُڑ گئے کافر کے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دلیل پیش کرنے، دلیل طلب کرنے، مناظرہ کرنے اور اس طریقے پر مخالف کو لاجواب کر دینے کی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تعریف فرمائی۔

﴿۶﴾

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ (پ۷،الانعام:۸۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔

﴿۷﴾

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا (پ۱۲،ھود:۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے نوح! تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے۔

﴿۸﴾ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کے مکالمے کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے یوں بیان فرمایا:

مَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: سارے جہان کا ربّ کیا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا ربّ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو۔ اپنے آس پاس والوں سے بولا کیا تم غور

وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ(۲۶) قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ(۲۷) قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَیْنَهُمَاؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ(۲۸) قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ(۲۹) قَالَ اَوَ لَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍۚ(۳۰) (پ۱۹، الشعرآء:۲۳تا۳۰)

سے سنتے نہیں۔ موسیٰ نے فرمایا ربّ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا بولا: تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔ موسیٰ نے فرمایا رب پورب (مشرق) اور پچھّم (مغرب) کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں عقل ہو۔ بولا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا فرمایا کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں۔

الغرض قرآنِ پاک از اوّل تا آخر کفار کے خلاف دلائل سے معمور ہے۔

توحید، نبوت اور بعثت کے متعلق قرآنی دلائل:

توحید باری تعالیٰ کے ثبوت پر متکلمین کی بہترین دلیل یہ آیت طیبہ ہے:

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَاۚ (پ۱۷، الانبیآء:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے۔

نبوت کی دلیل یہ آیتِ مقدسہ ہے:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ (پ۱، البقرۃ:۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔

مرکر دوبارہ جی اٹھنے پر یہ آیت مبارکہ دلیل ہے:

قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍؕ (پ۲۳، یٰسٓ:۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔

مذکورہ امور کی تائید وتوثیق پر مزید آیات ودلائل بھی موجود ہیں اور رُسل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی کفار کو دلائل دیتے اور ان سے مناظرانہ طرز پر گفتگو فرماتے رہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ (پ۱۴، النحل:۱۲۵) ترجمۂ کنز الایمان: اوران سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

نیز صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡهِمۡ اَجۡمَعِیۡن نے بھی بوقتِ ضرورت منکرین کے خلاف دلائل پیش کئے اوران سے مناظرے کئے اگرچہ انہیں ایسے مواقع بہت کم پیش آئے۔

صحابہ وتابعین عَلَیۡهِمُ الرِّضْوَان کے مناظروں کی چند مثالیں:

﴿1﴾......اظہارِ حق کی خاطر مناظرے کی رِیت سب سے پہلے امیر المؤمنین **حضرت سیِّدُنا علی المرتضی** کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡهَهُ الۡکَرِیۡم نے ڈالی کہ حضرت سیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا کو خارجی فرقے سے مناظرہ کے لئے بھیجا۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا نے خارجیوں سے پوچھا: ''تمہیں اپنے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡهَهُ الۡکَرِیۡم کی کس بات پر اعتراض ہے؟'' کہا: ''انہوں نے جنگ[1] کی، لیکن مالِ غنیمت اکٹھا کیا نہ قیدی بنائے۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡه نے فرمایا: ''ان سب چیزوں کے حصول کا جواز کفار سے جنگ کرنے پر ہوتا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ اگر جنگ جمل[2] میں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهَا جنگی قیدی بن کر تم میں سے کسی کے حصے میں آتیں تو کیا تم ان سے لونڈیوں والا سلوک کرتے؟ حالانکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهَا بنصِ قرآنی (یعنی صاف وصریح آیت کے مطابق) اُمُّ المؤمنین ہیں۔'' انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا[3] اور اس مناظرے میں

1......یہ واقعہ جنگ صفین جو حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡهَهُ الۡکَرِیۡم اور حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡه کے مابین صفر ۳۷ ہجری کو ہوئی تھی، سے واپسی پر پیش آیا۔ جب کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡهَهُ الۡکَرِیۡم سے الگ ہو کر خارجی فرقے سے منسوب ہوئے اور اہلِ حق سے جنگ وجدال اور لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ یہ واقعات ۳۸ ہجری میں پیش آئے۔ (مستفاد از تاریخ الخلفاء، ص۱۱۲)

2......جنگ جمل جمادی الآخر ۳۶ ہجری امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡهَهُ الۡکَرِیۡم کے دورِ خلافت میں لڑی گئی۔ اس میں ایک طرف امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡهَهُ الۡکَرِیۡم اور دوسری جانب حضرت سیِّدُنا زبیر، حضرت سیِّدُنا طلحہ وام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡهِمۡ اَجۡمَعِیۡن تھے۔ وجہ نزاع خونِ عثمان کا مطالبہ تھا۔

(مستفاد از تاریخ الخلفاء، ص۱۱۲)

3......المستدرک، کتاب قتال اهل البغیی، مناظرة ابن عباس مع الحروریة، الحدیث:۲۷۰۴، ج۲، ص۴۹۵۔۴۹۶۔

لا جواب ہو کر دو ہزار افراد توبہ کر کے حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بیعت میں آ گئے۔

﴿2﴾......**مشہور تابعی بزرگ حضرت سیِّدُنا حسن بصری** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا ایک منکرِ تقدیر سے مناظرہ ہوا، بالآخر وہ اپنی بد مذہبی سے تائب ہو گیا۔

﴿3﴾......**امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ** کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے بھی ایک منکرِ تقدیر سے مناظرہ کیا۔

﴿4﴾......**حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حضرت سیِّدُنا یزید بن عمیرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایمان کے متعلق مناظرہ ہوا۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا موقف یہ تھا کہ اگر تم کہو کہ ''میں مومن ہوں تو لازماً یہ بھی کہو کہ میں جنتی ہوں۔'' اس کے جواب میں حضرت سیِّدُنا یزید بن عمیرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: ''اے صحابیٔ رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ! اس مسئلے میں آپ سے سہو ہوا ہے۔ ایمان تو اس چیز کا نام ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اس کے رسولوں، فرشتوں اور اس کی کتابوں کو مانا جائے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور میزانِ عمل قائم ہونے کو تسلیم کیا جائے، نماز، روزہ اور زکوٰۃ جیسے احکام کی تعمیل کی جائے۔ ہم گناہ گار ہیں اگر معلوم ہو جائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے گناہ بخش دے گا تو ہم جنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو صرف مومن کہتے ہیں، جنّتی نہیں۔'' یہ جواب سن کر حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ درستی پر ہیں، غلط فہمی مجھے ہوئی تھی۔''[1]

مناظرانہ انداز میں اسلاف کا طرزِ عمل:

یہ کہنا درست ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن مناظرہ و مجادلہ کی طرف بہت کم اور مختصر وقت کے لئے ضرورتاً توجہ دیتے، اس میں زیادہ پڑنا، اسے زیادہ وقت دینا یا اس کے لئے باقاعدہ تصنیف و تدریس کا اہتمام کرنا اور اسے مشغلے کے طور پر لینا ان کی عادت میں شامل نہیں تھا۔ کم توجہ کی وجہ کم ضرورت تھی کہ اس دَور میں بدعتوں کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ بحث میں اختصار کی وجہ یہ تھی کہ بحث سے اصل مقصود مدِمقابل کو خاموش کرانا، اپنی بات منوانا، حق کو واضح اور شکوک وشبہات کو زائل کرنا ہوتا ہے۔ اگر مدِمقابل کا اعتراض یا اصرار طول پکڑتا تو بالضرور ان حضرات کے کلام و جواب میں بھی طوالت ہوتی۔ یہ نفوسِ قدسیہ اپنا کلام شروع فرمانے کے بعد اس کی ضرورت کا اندازہ کسی ترازو یا پیمانے سے نہیں لگاتے تھے اور جہاں تک یہ بات ہے کہ ان حضرات نے علمِ کلام کی تصنیف و تدریس کو لائق توجہ نہ

[1] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، یزید بن عمیرۃ الزبیدی، ج۶۵، ص۳۳۸-۳۳۹، بتغیرٍ۔

جانا تو جواباً عرض ہے کہ علم حدیث، تفسیر اور فقہ کی تصنیف وتدریس کی طرف بھی ان کا میلان نہیں تھا۔

مجادلہ ومناظرہ کے طریقے وضع کرنے کا مقصد:

اگر فقہ کی تصنیف اور قلیل الوقوع نادر جزئیات وضع کرنے کا جواز اس طور پر ہو کہ جب کبھی ایسی صورت کا وقوع ہو اگرچہ نادر ہی ہو تو یہ فقہی ذخیرہ کام آئے یا پھر ذکاوت ذہنی (ذہانت وتیزفہمی) پیشِ نظر ہو تو ہمارا مجادلہ کے طریقے وضع کرنے سے بھی یہی مقصود ہوتا ہے کہ جب شکوک وشبہات سر اٹھائیں اور بدعتی مقابل آئیں یا ذکاوتِ ذہنی اور دلائل کا ذخیرہ جمع کرنا مقصود ہو تو ایسے مواقع پر غور وفکر کرنے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ فوری جواب پیش کیا جاسکے۔ یہ سب ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص جنگ سے پہلے جنگ کے لئے کارآمد اسلحہ تیار رکھے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو علمِ کلام کی تائید کرنے والوں اور رد کرنے والوں کی جانب سے حتی الامکان بیان کردی گئیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ کہیں کہ علمِ کلام کے متعلق آپ کا کیا موقف ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علمِ کلام کو نہ تو بالکل غلط قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بالکل درست بلکہ اس پر حکم لگانے میں کچھ تفصیل درکار ہوگی۔ پہلے یہ بات جان لیجئے کہ **بعض چیزوں کی حرمت ذاتی ہوتی ہے:** جیسے شراب اور مردار۔ یہاں **''ذاتی''** اس لئے کہا کہ وجہ حرمت ان حرام چیزوں کی ذات میں موجود ہے اور وہ شراب کا نشہ آور ہونا اور مردار کا (بغیر ذبح شرعی کے) مرنا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص شراب ومردار کا حکم معلوم کرے گا تو مطلقاً حرام کا حکم دیا جائے گا اور یہ شقیں بیان نہیں کی جائیں گی کہ بحالتِ مجبوری مردار کھانا جائز ہے اور اگر لقمہ حلق میں پھنسا ہو اور سوائے شراب کے کوئی مشروب نہ ملے تو اس وقت شراب کا گھونٹ حلال ہے۔ **بعض چیزیں کسی خارجی امر کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں:** جیسے مسلمان کے سودے پر ایامِ خیار میں سودا کرنا، اذانِ جمعہ کے وقت کاروبار کرنا اور مٹی کھانا۔ مٹی کھانا اس لئے حرام ہے کہ اس میں انسانی صحت کا نقصان ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: (۱)......مٹی کھانا کم ہو یا زیادہ دونوں صورتوں میں اگر نقصان دہ ہو تو مطلقاً حرام کہا جائے گا جس طرح زہر قلیل ہو یا کثیر، ہلاکت خیز ہے۔ (۲)......اگر مٹی کی کثیر مقدار ہی فسادِ صحت کا سبب بنے تو ایسی صورت میں مطلقاً جواز کا قول اختیار کیا جائے گا جیسے شہد (کہ اس کا کھانا اگرچہ حلال ہے) لیکن اس کی کثیر مقدار گرم مزاج افراد کے لئے

باعثِ نقصان ہے، یہی حکم مٹی خوری کا ہے۔ لہٰذا مٹی خوری اور شراب نوشی کو مطلقاً حرام کہنا اور شہد کو مطلقاً حلال کہنا اکثر حالات کی بنا پر ہے۔ (اس قدر تفصیل بیان کرنے سے مقصود یہ سمجھانا تھا) کہ اگر کسی چیز میں حالات مختلف ہوں تو سب سے بہتر اور شکوک وشبہات سے بالاتر یہی ہے کہ اسے بالتفصیل بیان کیا جائے۔ اب ہم دوبارہ اپنی گفتگو کو علمِ کلام کی طرف لاتے ہوئے اپنا موقف واضح کرتے ہیں۔

علم کلام کے متعلق مصنف کا نظریہ:

اس علم کا فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی۔ جب یہ علم فوائد کا موجب بنے تو ان فوائد کے پیشِ نظر اور حالات کے مطابق اسے جائز یا مستحب یا واجب کہا جائے گا اور جب نقصان رساں ثابت ہو تو حرام کا حکم دیا جائے گا۔

علم کلام کے نقصانات:

﴿1﴾......اس علم کی وجہ سے شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں۔ یقین اور پختگی رخصت اور عقائد متزلزل ہو جاتے ہیں اور یہ وہ نقصانات ہیں جن کا صدور اس علم کی ابتدا ہی میں ہو جاتا ہے اور دلیل پا کر دوبارہ عقائد کی پختگی پا لینا بھی یقینی نہیں ہوتا۔ نیز لوگوں کی حالت بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس علم کا ایک نقصان عقائدِ حقہ (یعنی درست عقائد) میں خلل ڈالنا ہے۔

﴿2﴾......اہلِ بدعت اپنے بدعتی عقیدوں پر جم جاتے ہیں اور بدعت ان کے سینوں میں یوں قرار پکڑ لیتی ہے کہ وہ اسی کے ہو کر رہ جاتے اور اسی پر مصر رہتے ہیں۔ لیکن علمِ کلام کی وجہ سے پیش آنے والا یہ نقصان اس تعصب کا نتیجہ ہوتا ہے جو جدل ومناظرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام بدعتی کو اس کی بدعقیدگی سے توبہ کرانا آسان اور جلد ممکن ہوتا ہے۔ ہاں! اگر اس کی نشو ونما جدل اور تعصب زدہ علاقے میں ہو تو پھر خواہ اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہو کر اس کے سینے کو بدعت سے پاک کرنا چاہیں تو نہ کر پائیں بلکہ خواہشِ نفس، تعصُّب اور مناظرین ومخالفین کی مخالفت اس کے دل کو اپنے قبضے میں لے لیتی اور اسے قبولِ حق سے روک دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس بدعتی کے لئے یہ بھی ممکن ہو جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی آنکھوں سے پردے ہٹا کر اس پر حق واضح کر دیا جائے اور اسے بتا دیا جائے کہ دوسری جانب والے ہی اہلِ حق ہیں، تو پھر بھی وہ ناخوش ہی ہوگا کیونکہ اب اسے یہ ڈر رہے گا کہ اس بات سے اس کا مخالف خوش ہو جائے گا۔ یہ ہے فساد کی ایک قسم اور بھیانک بیماری جو متعصب مناظرین کی وجہ سے شہروں اور لوگوں

میں پھیلتی جارہی ہے۔ یہ بھی علم کلام کا ایک نقصان ہے۔

علم کلام کے فوائد:

﴿1﴾...... (یہ گمان کیا جاتا ہے کہ) اس کے ذریعے حقائق کی وضاحت اور ماہیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے مگر افسوس کہ یہ عظیم مقصد اس سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وضاحت ومعرفت کے بجائے دیوانگی وگمراہی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ علمِ کلام کی مذمت اگر کوئی محدث کرے یا کوئی بے علم شخص اس کے خلاف بولے تو وسوسہ آسکتا ہے کہ لوگ جس چیز کا علم نہیں رکھتے اس کے مخالف ہوجاتے ہیں۔ تو سنئے! یہ مذمت وہ شخص کررہا ہے (امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی اپنی طرف اشارہ کررہے ہیں) جس نے علمِ کلام اور اس کے متعلقات کو خوب اچھی طرح پرکھا اور چوٹی کے ماہرین علم کلام کے درجوں تک پہنچا لیکن نتیجہ یہی معلوم ہوا کہ اس طرف سے آنے والوں کے لئے حقائق کے دروازے بند ہیں۔

﴿2﴾...... میری عمر کی قسم! علمِ کلام کا **ایک فائدہ** یہ ہے کہ اس کے ذریعے بعض امور منکشف، واضح اور معروف ہوجاتے ہیں لیکن اس کا وقوع بہت کم اور ان ظاہری اُمور تک محدود ہے جن کی توضیح علمِ کلام میں غور وفکر کے بغیر بھی ممکن ہے۔

﴿3﴾...... اس سے عوام کے لئے ہمارے بیان کردہ عقائد کی حفاظت ہوتی اور بدعتیوں کے مناظروں سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ایک عام آدمی کمزور ہوتا ہے اور وہ بدعتی کی مناظرانہ گفتگو کا محض زبانی کلامی جواب دینے کے لئے پُرجوش ہوتا ہے اگرچہ یہ فاسد رویہ ہے اور فاسد رویے سے ہی فاسد کا مقابلہ اسے دُور کرسکتا ہے۔ نیز عام لوگ ہمارے بیان کردہ عقائد کو ہی اپناتے ہیں اس لئے کہ شریعت نے انہی عقائد کو بیان کیا اور سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے بھی یہی عقائد اپنائے کیونکہ انہی عقائد میں سب کے دین ودنیا کی بھلائی ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری:

جس طرح حاکم وقت اس امر کا ذمہ دار ہے کہ اپنی رعایا کے اموال پر ظالموں اور غاصبوں کو ہاتھ نہ ڈالنے دے اسی طرح علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ عامۃُ الْمُسْلِمِیْن کو بدعتیوں کی فریب کاریوں سے بچائیں۔

علم کلام کے استعمال کے طریقے:

علمِ کلام کے فوائد ونقصانات سے باخبر ہونے کے بعد علمائے کرام کو چاہئے کہ جس طرح ایک ماہر طبیب نقصان

دہ ادویات کو صرف مقامِ ضرورت پر تجویز کرتا ہے، اسی طرح وہ بھی علمِ کلام کو بقدرِ ضرورت اور بوقتِ حاجت ہی استعمال میں لائیں۔

﴿1﴾......دنیاوی کاموں اور کاروبار میں مصروف عام مسلمانوں کے عقائد اگر مذکورہ عقائدِ اہل سنت کے مطابق ہوں تو ضروری ہے کہ اسی پر اکتفا کیا جائے۔ اس لئے کہ عوام کے حق میں علمِ کلام کی تعلیم باعثِ نقصان ہے۔ کیونکہ وہ بعض اوقات شکوک وشبہات میں پڑ کر اپنے عقائد کی پختگی کھو بیٹھتے ہیں اور پھر ان کی اصلاح کے آثار معدوم ہو جاتے ہیں اور بدعتی عقائد اختیار کرنے والے عام شخص کو سختی سے نہیں بلکہ خوش اخلاقی اور ایسی نرم گفتگو سے راہِ حق پر چلنے کی دعوت دی جائے جو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین اور نصیحت وخوفِ خدا کے تأثرات سے بھرپور ہو جس کی بنا پر نفس مطمئن ہو اور دل کھنچ جائے۔ یہ وہ طریقہ ہے جو شرائطِ متکلمین کے مطابق مناظرانہ گفتگو سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ایک عام آدمی سے بحث ومباحثہ کے تناظر میں گفتگو کر کے اسے اگر لاجواب بھی کر دیا جائے تو وہ یہی سمجھے گا کہ یہ محض مناظرانہ انداز سے اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش ہے اور میرا ہم مذہب مناظر بھی اسے لاجواب کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ لہٰذا بدعتی عقائد کے حامل اور شکوک وشبہات میں گرفتار عام آدمی سے مناظرہ کرنا حرام ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ منتشر الذہن (یعنی حیران وپریشان) افراد کے شبہات کا نرمی، وعظ ونصیحت اور ایسے دلائل سے ازالہ کیا جائے جو علمِ کلام کی مشکل ابحاث سے پاک اور معقول ومقبول طرز پر ہوں۔

﴿2﴾......علمِ کلام کے انتہائی درجوں کو چھونا ایک صورت میں مفید ہے وہ یہ کہ بالفرض ایک عام شخص کسی مناظرے سے متأثر ہو کر بدعتی عقائد اختیار کر بیٹھا تو ایسے شخص کے سامنے اسی طرح کی مناظرانہ گفتگو اسے واپس راہِ راست پر لا سکتی ہے۔ لیکن یہ بھی اسی صورت میں ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ شخص مذکور مناظرہ ہی چاہتا ہے، وعظ ونصیحت اور ڈرانے والے عمومی دلائل پر اکتفا نہیں کرتا۔ یہ بدعقیدگی کی وہ خراب حالت ہے جس کا علاج مناظرے کی دوا سے کرنے کی اجازت ہے۔

﴿3﴾......وہ علاقہ جات جہاں بدعتیں اور مذہبی اختلافات کم ہیں، وہاں مذکورہ عقائد ہی کو بیان کرنے پر اکتفا کیا جائے اور اس وقت تک دلائل کو نہ چھیڑا جائے جب تک شبہات سر نہ اٹھائیں۔ جب شبہات پڑنا شروع ہوں تو بقدرِ حاجت دلائل بیان کر دیئے جائیں۔ اگر بدمذہبی کا فتنہ زوروں پر ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ بچے اس فتنے کی زد میں آسکتے ہیں

تو انہیں ”رسالۂ قدسیہ“ میں ہمارے ذکر کردہ دلائل سکھا دیئے جائیں تا کہ اگر بدمذہب مناظروں کے راستے اپنا تأثر قائم کرنا چاہیں تو یہ دلائل اسے بے اثر بنا دیں۔ یہ دلائل مختصر ہیں اسی وجہ سے ہم نے انہیں اس رسالے میں ذکر کیا ہے۔

﴿4﴾...... اگر مبتدی (ابتدائی طالب علم) ذہین ہو اور ذہانت کی بنا پر مقامِ سوال سے باخبر ہو جاتا ہو یا اس کے دل میں شبہ پیدا ہو جائے تو جان لینا چاہئے کہ قابلِ اجتناب علت اور بیماری سامنے آچکی۔ ایسی صورتِ حال کے حل کے لئے علما اس قدر آگے بڑھ سکتے ہیں جو ہم نے 50 اَوراق پر مشتمل رسالے ”اَلْاِقْتِصَادُ فِی الْاِعْتِقَاد“ میں بیان کیا ہے۔ اس میں علمائے متکلمین کی دیگر ابحاث سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، صرف عقائد کے اصول وقواعد بیان کئے گئے ہیں۔ اگر اسی کو کافی سمجھے تو مزید کچھ سکھانے بتانے کی ضرورت نہیں اور اگر پھر بھی مطمئن نہ ہو تو سمجھ لیں کہ بیماری پرانی ہو گئی اور غالب آچکی ہے اور مرض جسم میں سرایت کر چکا ہے۔ پس طبیب بقدرِ امکان علاج کرے اور انتظار کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے حکم سے اس کے لئے وضاحتِ حق کا کوئی سبب پیدا فرما دے یا پھر جب تک اس کے مقدر میں ہے شکوک وشبہات میں پڑا رہے۔ پس ”اَلْاِقْتِصَادُ فِی الْاِعْتِقَاد“ جیسی کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے اس سے نفع کی امید کی جا سکتی ہے۔

بے فائدہ علمِ کلام کی اقسام:

کتاب ”رسالۂ قدسیہ“ اور ”اَلْاِقْتِصَادُ فِی الْاِعْتِقَاد“ میں مذکور علم کلام کے علاوہ جو ہے وہ غیر مفید ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

﴿1﴾...... قواعدِ عقائد کے علاوہ امور کو زیر بحث لانا، مثلاً اعتمادات (یعنی اسباب وعلل)، موجودات اور اشیاء کی نفی واثبات میں بحث کرنا اور اس بات میں غور کرنا کہ کیا رویت (یعنی دیکھنے) کی ضد رکاوٹ کہلائے گی یا نابینائی؟ اور دکھائی نہ دینے والی سب اشیاء کے لئے ایک ہی رکاوٹ ہے یا قابلِ رویت اشیاء کی تعداد کے برابر رکاوٹیں ہیں؟ وغیرہ وغیرہ جیسی باطل وگمراہ کن باتیں۔

﴿2﴾...... بیان کردہ قواعدِ عقائد کے علاوہ ان دلائل کو زیادہ بیان کرنا اور بہت زیادہ سوال وجواب کرنا ہے۔ یہ عمل بھی ایک ایسی انتہا ہے جو ہمارے دلائل سے غیر مطمئن شخص کی گمراہی اور جہالت میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ کیونکہ کئی کلام ایسے ہیں جن کو طول دینا اور لمبی تقریر کرنا دقت وابہام (یعنی دشواری وپوشیدگی) کا سبب بنتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اشیاء کی نفی و اثبات اور علل و اسباب کی حکمتوں سے بحث کرنا دل کی تیزی کا سبب ہے اور دل دین کا آلہ ہے جیسے تلوار جہاد کا آلہ ہے۔تو دل کی تیزی پیدا کرنے میں کیا حرج ہے؟ جواب، یہ دلیل تو ایسی ہی بے تکی ہے جیسے کوئی کہے کہ شطرنج کھیلنے سے دل کو تیزی ملتی ہے لہٰذا شطرنج کھیلنا بھی ایک دینی کام ہوا۔حالانکہ یہ خواہش پروری کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ دل تمام علومِ شرعیہ سے تیز ہوتا ہے جن میں کوئی خطرے کی بات بھی نہیں ہوتی۔علمِ کلام کتنی مقدار میں، کس وقت اور کس کے لئے مفید و لائقِ تعریف ہے اور کس کے لئے نہیں یہ سب بیان ہو چکا۔

علم کلام دوا اور علم فقہ غذا کی مثل ہے:

چونکہ گزشتہ صفحات میں بدمذہبوں کی تردید کے لئے علمِ کلام کی ضرورت کو آپ تسلیم کر چکے اور اب جبکہ لوگوں میں بدمذہبی پھیلتی جا رہی ہے تو علمِ کلام کی ضرورت متحقق (ثابت) ہو گئی لہٰذا اس کا حصول فرضِ کفایہ ہونا چاہئے۔جس طرح اموال اور دیگر حقوق کی حفاظت کے لئے قضا و ولایت وغیرہ ضروری ہیں اور جب تک علمائے کرام اس علم کو پھیلانے، پڑھانے اور اس کی تحقیق کی ذمہ داری نہیں سنبھالیں گے اس وقت تک اسے دوام حاصل نہیں ہوگا۔اس علم سے بالکل بے رُخی برتنا اسے مٹانے کے مترادف ہے اور اسے سیکھے بغیر محض طبعی صلاحیتوں کے بل بوتے پر بدمذہبوں کی تردید کرنا ایک مشکل امر ہے۔لہٰذا اس علم کی تدریس و تحقیق کو فرضِ کفایہ کا درجہ حاصل ہونا چاہئے اور جہاں تک زمانۂ صحابہ کی بات ہے تو اس وقت اس علم کی ضرورت ہی نہ تھی۔

جواب: ہونا تو یہی چاہئے کہ ہر شہر میں اس علم کا ماہر ہو جو اس شہر میں بدمذہبوں کے اٹھنے والے اعتراضات کا جواب دے اور یہ تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔لیکن اس کی تدریس تفسیر و فقہ کی تدریس کی طرح عام نہ ہو۔اسے یوں سمجھئے کہ علمِ کلام دوا کی مثل ہے اور علمِ فقہ غذا کی مثل۔غذا کے ضرر کا کوئی ڈر نہیں لیکن دوا کے نقصان سے ضرور بچنا ہوگا اور اس کے نقصانات ہم بیان کر چکے ہیں۔

علم کلام کسے سکھایا جائے؟

ماہرِ علمِ کلام صرف تین اوصاف کے حامل شخص کو یہ علم سکھائے:

﴿1﴾......اس علم کا طالب، اسی کے لئے وقف اور اسی کا خواہش مند ہو کیونکہ دیگر مشاغل کی طرف توجہ اس علم کی تکمیل اور وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دینے کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوگی۔

﴿2﴾......طالبِ علم ذہین وفطین اور فصیحُ اللِّسان (یعنی بولنے کا ماہر) ہو کیونکہ کند ذہن اس علم سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا اور کم فہم شخص کے لئے بھی اس کے دلائل فائدہ مند ثابت نہ ہوں گے۔ لہٰذا ایسے شخص کے حق میں علمِ کلام سے نفع کی اُمید کم جبکہ نقصان کا خوف زیادہ ہے۔

﴿3﴾......طالبِ علم کی طبیعت نفسانی خواہشات سے دور اور اصلاح، دیانت داری اور تقویٰ و پرہیز گاری جیسی قابلِ قدر خوبیوں سے معمور ہو کیونکہ فاسق کو چھوٹا سا شبہ بھی دین سے دور کر دیتا اور اس کے اور خواہشاتِ نفسانیہ کے درمیان پردے کو اُٹھا دیتا ہے۔ پھر وہ شخص شبہات کو دور کرنے کے بجائے انہیں دین اور دینی ذمہ داریوں کو چھوڑنے کے لئے بہانے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا ایسے طالبِ علم سے بھی فوائد کے بجائے نقصانات کی توقعات زیادہ ہیں۔

جب آپ علمِ کلام کی تقسیمات جان چکے تو میں یہ بات بھی واضح کرتا چلوں کہ اس علم میں بہترین دلیل اسے تصور کیا جاتا ہے جو دلائلِ قرانیہ جیسی ہو یعنی کلمات نرم، دل نشین اور اطمینان کن ہوں۔ درمیان میں ایسی اقسام اور دقیق ابحاث نہ لائی جائیں جو اکثر لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوں اور اگر سمجھ بھی لیں تو یہی تاثر پیدا ہو کہ یہ اس کی شعبدہ بازی اور فن کاری ہے جسے لوگوں کی دھوکا دہی کے لئے استعمال کرتا ہے اس فن میں اس جیسا ماہر اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

بعض احکام میں تبدیلی کا ایک سبب:

آپ جانتے ہیں کہ علمِ کلام کے بیان کردہ نقصانات کے پیشِ نظر حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی اور دیگر کئی بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے اس علم کے لئے وقف ہو جانے اور اس میں بہت زیادہ غور وخوض کرنے سے منع فرمایا ہے۔ رہی بات اس مناظرے کی جو حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا خارجیوں سے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا منکرِ تقدیر سے ہوا اور اس طرح کے دیگر مناظرے تو وہ واضح اور ظاہر کلام کے ساتھ بوقتِ ضرورت منعقد ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں اچھا ہی جانیں اور مانیں گے۔ ہاں! یہ بات ہے کہ کسی دَور میں اس علم کی ضرورت زیادہ محسوس ہوگی اور کسی میں کم تو اسی حساب سے اس علم کے

حکم کا بدلتے رہنا کچھ عجب نہیں۔

علمی وسعتیں پانے کا نسخہ:

علمِ کلام کا مذکورہ حکم، دفاع اور حفاظت کا طریقہ کار ان عقائد کے لئے بیان کیا گیا ہے جنہیں عَامَۃُ الْمُسْلِمِیْن اپناتے ہیں۔اس کے علاوہ شبہات دُور کرنے، حقائق سے باخبر ہونے، اشیاء کا وجود جس طور پر ہے اسے پہچاننے اور بیان کردہ عقائد کے لئے استعمال ہونے والے ظاہری الفاظ کے اسرار ورموز کو جاننے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ طاعاتِ الٰہیہ بجالانا، نفسانی خواہشات ترک کرنا، بارگاہِ الٰہی کی طرف مکمل متوجّہ رہنا اور ہمیشہ اپنے ذہن کو جھگڑوں کے مرض سے پاک رکھنا ہے۔ یہ تمام اُمور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہیں۔توفیقِ الٰہی کے شاملِ حال ہوتے ہوئے جو شخص ان امور کی خوشبوئیں پانے کی جس قدر کوشش کرتا اور جتنی قلبی صفائی وصلاحیت رکھتا ہے اسی تناسب سے انہیں پالیتا ہے۔ یہ اتنا وسیع سمندر ہے جس کی گہرائیوں اور کناروں تک پہنچنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

مذکورہ وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علوم کی کچھ باتیں ظاہر ہیں اور کچھ پوشیدہ، بعض ابتداءً ہی واضح ہوجاتی ہیں اور بعض مخفی رہتی ہیں جن کی وضاحت کے لئے عبادت وریاضت، انتھک کوشش وصلاحیت، فکری پاکیزگی اور تمام غیر ضروری دنیاوی افکار سے قلبی صفائی ضروری ہے۔جبکہ یہ بات خلافِ شرع معلوم ہوتی ہے کیونکہ شریعت ظاہر وباطن اور پوشیدہ وعلانیہ جیسی تقسیمات میں بٹی ہوئی نہیں بلکہ اس میں ظاہر وباطن اور علانیہ وپوشیدہ ایک ہی ہیں؟

جواب، علوم دو قسموں پر مشتمل ہوتے ہیں: (۱) ظاہری (۲) باطنی۔

اس بات سے اہلِ علم تو انکار نہیں کرتے بلکہ انہی کم علموں کو انکار ہوتا ہے جو نوعمری کے زمانے میں جو کچھ سیکھتے ہیں اسی پر جم جاتے ہیں۔علمی ترقی اور درجاتِ اولیا وعلما کی طرف پیش قدمی ان کے نصیب میں نہیں ہوتی۔ وگرنہ علوم کی مذکورہ تقسیم پر دلائلِ شرعیہ موجود ہیں۔

علوم کی تقسیم پر دلائلِ شرعیہ:

﴿1﴾......حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معرفت نشان ہے: ”اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَاھِرًا

وَبَاطِنًا وَحَدًّا وَمَطَّلَعًا یعنی: بے شک قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اس کی ایک حد ہے اور ایک مطلع۔'' (۱)

﴿2﴾......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنے سینۂ مبارکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہاں بہت سے علوم موجود ہیں۔ کاش! مجھے انہیں حاصل کرنے والا کوئی مل جائے۔'' (۲)

﴿3﴾......حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باکمال ہے: ''ہم گروہ انبیا کو حکم ہے کہ عوام سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔'' (۳)

﴿4﴾......سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے کہ ''لوگوں کی عقلوں سے ماوراگفتگو کرنے والا ان کے لئے فتنے کا باعث ہے۔'' (۴)

﴿5﴾......اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ۲۰، العنکبوت: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

﴿6﴾......سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ نور بار ہے کہ ''بعض علوم پوشیدہ خزانوں کی طرح مخفی ہیں جنہیں معرفتِ خداوندی رکھنے والے ہی جانتے ہیں۔'' (۵)

﴿7﴾......حضور نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ ''اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔'' (۶)

غور فرمائیے کہ اگر یہ ایسا راز نہ ہوتا جسے عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے یا کسی اور وجہ کی بنا پر ظاہر کرنے سے منع فرما دیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن پر کیوں ظاہر نہ فرمایا؟

---

1 ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ذکر العلة الّتی من اجلها......الخ، الحدیث:۷۵، ج۱، ص۱۴۶، باختصارٍ۔

2 ......التذکرة الحمدونیة، الباب الاوّل، ج۱، ص۱۰۔

3 ......المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، الحدیث:۱۸۱، ص۱۰۲-۱۰۳۔

4 ......صحیح مسلم، المقدمة، الحدیث۵، ص۹، بتغیرٍقلیلٍ۔

5 ......فردوس الاخبار، باب الالف، الحدیث۷۹۹، ج۱، ص۱۲۶۔

6 ......صحیح مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، الحدیث:۹۰۱، ص۴۴۸۔

حالانکہ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ اگر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ راز صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سامنے بیان فرماتے تو وہ ضرور اس کی تصدیق کرتے۔

﴿8﴾......حِبْرُ الْاُمَّہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس آیتِ طیبہ:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں، حکم ان کے درمیان اترتا ہے۔

(پ۲۸، الطلاق: ۱۲)

کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ”اگر میں اس کی تفسیر بیان کرتا تو تم مجھے سنگ سار (یعنی پتھر مار کر ہلاک) کر دیتے۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”اگر میں اس کی تفسیر بیان کرتا تو تم مجھے کافر قرار دیتے۔“ (۱)

﴿9﴾......حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ”بارگاہِ رسالت سے مجھے دو طرح کے علم عطا ہوئے ایک کو تو میں نے ظاہر کر دیا اگر دوسرا بھی ظاہر کر دوں تو میری گردن کاٹ دی جائے۔“ (۲)

﴿10﴾......حضور نبیٔ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ابوبکر صدیق کی تم پر فضیلت کی وجہ نماز وروزہ کی کثرت نہیں بلکہ وہ راز ہے جو ان کے سینے میں ودیعت کیا گیا ہے۔“ (۳)

بلاشبہ وہ راز دینی اصولوں کے متعلق ہی تھا اس سے خارج نہ تھا اور دینی اصولوں کے متعلق امور اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن پر مخفی نہ تھے۔

﴿11﴾......حضرت سیِّدُنا سہل تستری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ”حقیقی عالم کو تین قسم کے علوم نصیب ہوتے ہیں: (۱)......علمِ ظاہر جسے وہ صرف اہلِ ظاہر پر ظاہر کرتا ہے۔ (۲)......علمِ باطن جسے وہ صرف اہلِ باطن پر ظاہر کرتا ہے۔ (۳)......وہ علم جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس عالم کے درمیان راز ہے، جسے نہ تو وہ اہلِ ظاہر پر ظاہر کرتا ہے اور نہ ہی اہلِ باطن کو اس پر آگاہ کرتا ہے۔“ (۴)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون فیہ شرح مقامات الیقین، ج۱، ص۴۲۱۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، الحدیث: ۱۲۰، ج۱، ص۶۳۔

3 ......المقاصد الحسنۃ، حرف المیم، الحدیث: ۹۷۰، ص۳۷۶۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۱، ص۱۴۸۔

﴿12﴾......بعض عارفین کا قول ہے کہ ربوبیت کے رازوں کو ظاہر کرنا کفر ہے۔

﴿13﴾......ایک عارف فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک راز ایسا بھی ہے کہ اگر ظاہر ہو جائے تو نبوت ہی باطل ہو جائے اور نبوت کا ایک راز ایسا ہے کہ اگر وہ کھل جائے تو علم باطل ہو جائے اور علمائے ربانیین کا ایک راز ایسا ہے کہ اگر وہ اسے ظاہر کر دیں تو احکامِ شرع باطل ہو جائیں۔'' (1)

مومنِ کامل:

اس قول کے قائل بزرگ کی اگر یہ مراد نہ ہو کہ کمزور لوگ عقل وفہم کی کمی کے سبب نبوت کے اہل نہیں ہوتے تو جو کچھ انہوں نے ذکر کیا وہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس میں تناقض نہیں کہ مومن کامل وہ ہے جس کی معرفت کا نور، اس کی پرہیزگاری کے نور کو نہ بجھائے اور پرہیزگاری کی اصل نبوت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

مذکورہ آیات واحادیث میں تاویل ہوگی۔لہٰذا ہمارے سامنے واضح کرو کہ علوم کے ظاہر وباطن کے اختلاف سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ ہو کہ باطن ظاہر کے مخالف ہے تو یہ شریعت کو باطل کرنے اور ان لوگوں کی تائید کرنے کے مترادف ہے جو کہتے ہیں کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے۔حالانکہ یہ قول کفر ہے کیونکہ ظاہری احکام کو شریعت اور باطنی احکام کو حقیقت کہتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ باطن ظاہر کے مخالف ومتضاد نہیں تو پھر علوم کا ظاہر وباطن ایک ہی ہوا اور اس کی ظاہری وباطنی تقسیم بے معنی ہو جائے گی۔نیز شریعت کا کوئی راز ایسا نہ رہے گا جسے ظاہر نہ کیا جا سکے بلکہ پوشیدہ اور ظاہر ایک ہی ہوگا۔

یہ سوال ایک بڑے امر کو حرکت دینے، علمِ مکاشفہ کی طرف لے جانے اور اصل مقصود یعنی علمِ معاملہ سے ہٹانے والا ہے جسے اس کتاب میں بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ہمارے ذکر کردہ عقائد کا تعلُّق دل کے اعمال سے ہے جنہیں قبول کرنا اور سچے دل سے ان کی تصدیق کرنا ہم پر لازم ہے۔یہ لازم نہیں کہ ان کی حقیقتوں تک رسائی پائیں کیونکہ عوام الناس کو اس امر کا مکلّف نہیں بنایا گیا۔اگر عقائد کا تعلُّق اعمال سے نہ ہوتا تو انہیں اس کتاب میں بیان نہ کیا جاتا

(1)......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۴۷۔

اور اگر ان کا تعلُّق ظاہر دل سے نہ ہوتا بلکہ باطن سے ہوتا تو انہیں اس کتاب کے پہلے حصے میں ذکر نہ کیا جاتا۔ کیونکہ حقیقت کا کھل جانا تو دل اور اس کے باطن کے راز کی صفت ہے۔ لیکن جب کلام سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ظاہر باطن کے خلاف ہے تو اس شبے کے ازالے کے لئے مختصر وضاحت کی ضرورت پیش آئی۔ لہٰذا جو کہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف یا ظاہر باطن کے متضاد ہے تو وہ شخص ایمان کی بنسبت کفر کے زیادہ قریب ہے۔

خواص کے اسرار کی اقسام:

جن اسرار کا اِدراک صرف مقربین کے لئے خاص ہے، دیگر علما ان کے ساتھ شریک نہیں اور انہیں ان رازوں کو فاش کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ ایسے اسرار کی پانچ اقسام ہیں:

﴿1﴾......کوئی شے ذاتی طور پر بہت باریک اور عوام کی سمجھ سے بالاتر ہو، جسے صرف خواص ہی سمجھ سکتے ہیں اور ان خواص پر بھی لازم آتا ہے کہ نااہل پر اس شے کے راز کو فاش نہ کریں۔ ورنہ وہ کم عقلی اور ناسمجھی کی بنا پر فتنے میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ''روح کے راز کو بھی چھپایا جائے گا جسے ظاہر کرنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی منع تھا۔''[1] کیونکہ حقیقتِ روح کے ادراک وتصوُّر تک عوام کی سمجھ اور خیال کو رسائی نہیں۔ کسی کو وسوسہ نہ آئے کہ حضور نبی غیب دان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حقیقتِ رُوح کا علم نہ تھا (بلکہ بعطائے ربُّ العزّت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حقیقتِ رُوح کا بھی علم رکھتے ہیں) کیونکہ جسے حقیقتِ روح کا علم نہیں اسے اپنے نفس کی معرفت بھی حاصل نہیں اور جسے اپنے نفس کی معرفت نہیں وہ معرفتِ ربّ کیسے پا سکتا ہے؟ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان اسرار سے بعض اولیا وعلما کو بھی حصہ مل جائے اگرچہ وہ نبی نہیں ہوتے لیکن آدابِ شریعت کا پاس رکھتے ہیں اور جس مسئلے میں شریعت خاموش ہے وہ بھی اس میں خاموش رہتے ہیں۔ بلکہ صفاتِ باری تعالیٰ میں کچھ باتیں مخفی ہیں جہاں اکثر لوگوں کی عقل نہیں پہنچ سکتی۔ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان صفات مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم وقدرت وغیرہ کے صرف ظاہری معنی بیان فرمائے۔ جسے لوگوں نے ایک مناسب طریقے پر سمجھا اور خود کو حاصل علم وقدرت جیسی صفات کے مشابہ جانا کیونکہ مخلوق کو بھی کچھ صفات کی عطا ہے جنہیں علم وقدرت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس پر قیاس کر کے علم وقدرتِ الٰہی کو خیال کیا۔

---

[1]......صحیح مسلم، کتاب صفة القيامة......الخ، باب سوال اليهود النبى......الخ، الحديث: ۲۷۹۴، ص ۱۵۰۱۔

اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسی صفاتِ الٰہیہ کو بیان فرماتے جن کے مشابہ صفات مخلوق کے پاس نہ ہوتیں تو وہ صفاتِ باری تعالیٰ کو نہ سمجھ پاتے۔ مثال کے طور پر کسی بچے یا عِنِّین کے سامنے جماع کی لذت بیان کی جائے تو وہ اس کی حقیقت سے نابلد رہے گا اور اسے کسی کھانے کے ذائقے کی طرح سمجھے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اور مخلوق کے علم وقدرت میں فرق:

یاد رہے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم وقدرت اور مخلوق کے علم وقدرت کے درمیان فرق، کھانے اور جماع کی لذت کے درمیان فرق سے کہیں زیادہ ہے۔ بہرحال! انسان اوّلاً اپنی ذات اور اپنی موجودہ یا سابقہ صفات کو سمجھتا ہے پھر اس پر قیاس کر کے مزید اشیاء کی جان پہچان حاصل کرتا ہے پھر اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ صفاتِ ربّ اور صفاتِ عبد میں شرف وکمال کے اعتبار سے بہت فرق ہے۔ بشری طاقت صرف اتنی ہے کہ وہ اپنی ذات میں ثابت شدہ فعل اور علم وقدرت وغیرہ جیسی صفات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اس فرق ویقین کے ساتھ ثابت مانے کہ وہ ان صفات میں بزرگ وبرتر اور اکمل ترین ہے جبکہ انسان کی انتہائی رسائی اپنی ذات تک ہی محدود ہوتی ہے، ربّ تعالیٰ کے لئے مختص بزرگی تک رسائی بندے کو حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی: (یا اللہ عَزَّوَجَلَّ!) میں تیری ایسی حمد وثنا نہیں کرسکتا جیسی حمد وثنا تو اپنے لئے کرتا ہے۔'' (1)

اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اسے بیان نہیں کرسکتا بلکہ یہ کہ جلالت وعظمت الٰہی کو کامل طور پر نہ جاننے کا معترف ہوں۔ اسی بنا پر بعض عارفین کہتے ہیں کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حقیقت کو وہ خود ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔'' (2)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے اپنی معرفت کی طرف مخلوق کو راہ نہیں دی بلکہ انہیں اس سے عاجز رکھا۔'' (3)

اب ہم اپنی گفتگو کو مقصود کی طرف لاتے ہیں کہ اسرار ورموز کی ایک قسم وہ ہے جس کا ادراک عوام الناس کے بس سے

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود، الحدیث:۴۸۶، ص۲۵۲۔

2 ......روح البیان، الجزء الخامس والعشرون، سورة الشوری، ج۸، ص۲۹۴۔

3 ......الرسالة القشیریة، باب التوحید، ص۳۳۲، ''سبحان'' بدلہ ''الحمدللہ''۔

باہر ہے۔رُوح اور صفاتِ باری تعالیٰ کے اسرار اسی قسم سے متعلق ہیں اور یہ حدیثِ پاک بھی شاید اسی طرف مشیر (اشارہ کرتی) ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور کے 70 حجابات ہیں اگر وہ انہیں ہٹادے تو اس کی تجلیات تا حد نگاہ سب کچھ جلادیں۔“ [1]

بے دینی کا باعث:

﴿2﴾......(مقربین کے ساتھ خاص اسرار میں سے دوسری قسم) وہ پوشیدہ امور جو بذاتِ خود قابلِ فہم ہیں۔عقل کی ان تک رسائی ہے لیکن انبیا و اولیا کو ان امور کے بیان کی اجازت نہیں ہوتی کیونکہ اکثر لوگ ان امور کا بیان سن کر نقصان اٹھاتے ہیں لیکن انبیا و اولیا اس نقصان سے محفوظ رہتے ہیں جیسے مسئلۂ تقدیر کا راز، اہلِ علم حضرات کو اس راز کا افشا (ظاہر کرنا) منع ہے۔کیونکہ عام مشاہدہ ہے کہ بعض حقیقتوں کا بیان بعض لوگوں کے لئے باعثِ نقصان ہے جیسے گوبر کے کیڑے کو گلاب کی خوشبو اور چمگادڑ کی آنکھوں کو سورج کی روشنی ضرر دیتی ہے۔نیز یہ قول بالکل حق ہے کہ کفر، زنا، گناہ اور دیگر تمام برائیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم، ارادہ اور مشیت سے ہیں مگر اس سے بعض لوگ فتنے میں پڑیں گے اور گمان کریں گے کہ یہ بات خلافِ حکمت، بے وقوفی کی علامت اور برائی و ظلم پر رضامندی کی نشانی ہے۔ابن راوندی اور دیگر ذلیل لوگوں کی بے دینی کا سبب اسی طرح کی باتیں بنیں۔

اسی طرح رازِ تقدیر کا اِفشا کئی لوگوں کو اس شبہ میں ڈال سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عاجز ہے (معاذاللہ) کیونکہ عوام اُن باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے جن سے اس شبہ کا ازالہ کیا جاسکے۔قیامت کے متعلق اگر کوئی شخص کہے کہ وہ ایک ہزار سال یا اس سے کچھ عرصہ پہلے یا بعد واقع ہوگی تو اس کی بات بالکل معقول ہے، لیکن بندوں کی مصلحت اور اندیشۂ ضرر کے پیشِ نظر اس مدّت کو بیان نہیں کیا گیا کیونکہ قیامت آنے میں اگر زیادہ عرصہ باقی ہوتا تو لوگ عذاب میں تاخیر کو دلیل بنا کر غفلت شِعار ہوجاتے اور اگر علمِ الٰہی میں قیامت کا وقوع جلدی ہوتا اور لوگوں کو یہ بات بتادی جاتی تو وہ زیادہ خوف میں مبتلا اور اعمال سے روگرداں ہوجاتے اور نظامِ دنیا خراب ہوجاتا۔مذکورہ بیان اگر صحیح اور درست سمت پر ہو تو دوسری قسم کی مثال بن سکتا ہے۔

﴿3﴾......(مقربین کے ساتھ خاص اسرار میں سے تیسری قسم) کسی چیز کا صراحتاً ذکر اگرچہ اندیشۂ ضرر سے خالی اور قابلِ فہم ہو، اس کے باوجود اسے اشاروں کنایوں میں بیان کرنا تاکہ وہ چیز سامع کے دل میں زیادہ اثر کرے اور یہی مصلحت

---

[1]......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله علیه السلام......الخ، الحدیث:۱۷۹، ص۱۰۹، باختصارٍ۔

واضح بھی ہو۔مثلاً کوئی کہے: ''میں نے فلاں شخص کو خنزیروں کے گلے میں موتیوں کے ہار ڈالتے دیکھا'' اور اس قول سے یہ بتانا چاہے کہ ''فلاں شخص علم وحکمت کے موتی نااہلوں کو لٹا رہا ہے'' یہ قول سننے والا عام شخص اس کا ظاہری معنی مراد لے سکتا ہے لیکن زیرک شخص جب اس شخص کے متعلق سنے اور دیکھے گا کہ اس کے پاس موتی ہیں نہ خنزیر تو وہ اس قول کے باطنی معنی اور راز کو پالے گا۔ایسے معانی اور اسرار کو سمجھنے کے سلسلے میں لوگوں کی حالت مختلف ہوتی ہے۔

درزی اور جولاہا:

اسی مفہوم کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

رَجُلَانِ خَيَّـــاطٌ وَآخَـــرُ حَـــائِكٌ ❊ مُتَـقَـابِلَانِ عَـلَـى السَّـمَـاكِ الْاَعْـزَلِ

لَا زَالَ يَـنْـسُـجُ ذَاكَ خِـرْقَـةَ مُـدْبِـرٍ ❊ وَيَـخِـيْـطُ صَـاحِـبُـهٗ ثِـيَـابَ الْـمُـقْـبِـلِ

ترجمہ: دو آدمی جن میں سے ایک درزی اور دوسرا جولاہا ہے دونوں آسمانِ بالا پر ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ایک ہمیشہ بدبختوں کے لباس بُنتا اور دوسرا نیکوکاروں کے لباس سیتا ہے۔

شاعر نے سعادت وشقاوت جیسے آسمانی اسباب کو دو کاریگروں سے تعبیر کیا۔یہ ہے وہ قسم جس میں بات کو اس انداز سے بیان کیا جائے کہ اس میں وہی معنی یا اس جیسا مفہوم پایا جائے۔

''مسجد سکڑتی ہے'' سے مراد:

ایسا ہی مفہوم اس حدیث پاک میں بھی ہے: ''اِنَّ الْمَسْجِدَ لَيَنْزَوِي مِنَ النُّخَامَةِ كَمَا تَنْزَوِي الْجِلْدَةُ عَلَى النَّارِ یعنی: رینٹھ سے مسجد ایسے سکڑتی ہے جیسے آگ سے چمڑا۔'' (1)

حالانکہ ظاہر میں ایسا نہیں ہوتا کہ رینٹھ کی وجہ سے صحن مسجد سکڑتا ہو بلکہ اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ رُوحِ مسجد قابلِ تعظیم ہے، یہاں رینٹھ ڈالنا توہین اور معنیٔ مسجدیت کے خلاف ہے جس طرح آگ چمڑے کے اجزاء کے خلاف ہے۔

گدھے جیسا منہ:

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے: ''کیا امام سے پہلے سر اٹھانے والا اس بات سے نہیں ڈرتا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس

(1)......المصنف لابن ابی شيبة، كتاب صلاة التطوع والامامة، الحديث٩، ج٢، ص٢٦٠۔

کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنا دے۔‘‘ (۱)

(رکوع وسجود میں امام سے آگے بڑھنے والے مقتدی کے ساتھ) اس حدیث کے ظاہری معنی کے مطابق صورتِ حال کبھی پیش نہ آئی (۲)۔ ہاں! معنوی اعتبار سے ممکن ہے یعنی اس آدمی کا سر رنگ وشکل کے اعتبار سے گدھے کے سر جیسا نہیں ہوتا بلکہ خاصیت یعنی بے وقوفی وکم عقلی میں گدھے جیسا ہو جاتا ہے۔ پس جو مقتدی (رکوع وسجود میں) امام سے پہلے سر اٹھائے تو اس کا سر بے وقوفی اور کم عقلی میں گدھے کے سر جیسا ہے۔ حدیث شریف کی مراد یہی ہے حقیقتاً گدھے کی صورت مراد نہیں جو الفاظ کا ظاہری معنی ہے اور دو متضاد چیزوں کو یکجا کرنا مقتدی کی بہت بڑی بے وقوفی ہے کہ اقتدا بھی کرے اور امام سے آگے بھی بڑھے۔

مرادی معنی کی پہچان کا طریقہ:

اسرار کی اس قسم میں ظاہری معنی مراد نہیں اس کی پہچان کے دو طریقے ہیں: (۱) دلیل عقلی (۲) دلیل شرعی۔

(۱)......دلیلِ عقلی: یوں کہ ان الفاظ کی ظاہری مراد پر عمل ناممکن ہو۔ جیسا کہ اس حدیثِ مبارکہ میں ہے: ’’قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰن یعنی: مومن کا دل رحمٰن کی اُنگلیوں میں سے دو اُنگلیوں کے درمیان ہے (۳)۔‘‘(۴) لہٰذا اگر قلبِ مومن

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اثم من رفع راسه قبل الامام، الحدیث: ۶۹۱، ج ۱، ص ۲۴۹۔

2 ...... ممکن ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے زمانہ تک ایسا کوئی واقعہ رونما نہ ہوا ہو اسی لئے آپ نے یہ فرمایا مگر اسے حقیقی معنی پر محمول کرنا بھی ممکن ہے چنانچہ، حضرت سیِّدُنا علامہ علی بن سلطان محمد القاری المعروف ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی مذکورہ حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: حقیقی معنی کا احتمال اس دلیل کی بنا پر ہے کہ اس امت میں بھی صورتوں کا مسخ ہونا ممکن ہے جیسا کہ علامات قیامت کے متعلق مروی روایات میں مذکور ہے۔ نیز ایسا ثابت بھی ہے کہ سر گدھے کے سر کی طرح ہو گیا۔ چنانچہ، منقول ہے کہ ’’ایک محدث حدیث لینے کے لئے ایک بڑے مشہور شخص کے پاس دمشق میں گئے اور ان کے پاس بہت کچھ پڑھا، مگر وہ پردہ ڈال کر پڑھاتے، مدتوں تک ان کے پاس بہت کچھ پڑھا، مگر ان کا منہ نہ دیکھا، جب زمانہ دراز گزرا اور انہوں نے دیکھا کہ ان کو حدیث کی بہت خواہش ہے تو ایک روز پردہ ہٹا دیا، دیکھتے کیا ہیں کہ ان کا منہ گدھے کا سا ہے، انہوں نے کہا: ’’صاحب زادے! امام پر سبقت کرنے سے ڈرو کہ یہ حدیث جب مجھ کو پہنچی میں نے اسے مستبعد (یعنی بعض راویوں کی عدم صحت کے باعث دور از قیاس) جانا اور میں نے امام پر قصداً سبقت کی، تو میرا منہ ایسا ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔‘‘ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، تحت الحدیث: ۱۱۴۱، ج ۳، ص ۲۲۱)

3 ......صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللّٰہ تعالٰی القلوب......الخ، الحدیث: ۲۶۵۴، ص ۱۴۲۷۔

4 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج 1، ص 99 پر اس کے تحت فرماتے......

کو دیکھا جائے تو وہاں انگلیاں نہیں ملیں گی، جس سے معلوم ہوا کہ انگلیوں سے اشارتاً قدرت مراد ہے۔ یہ قدرت اُنگلیوں کا راز اور ان کی مخفی روح ہے۔ اُنگلیوں سے قدرت کیوں مراد لی؟ اس لئے کہ اس انداز سے اقتدارِ اعلیٰ بخوبی سمجھایا جا سکتا ہے[1]۔ اسی طرح اس آیت مقدسہ میں بھی قدرتِ الٰہیہ کو اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۠(۴۰) (پ۱۴، النحل:۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

اس آیت سے ظاہری معنی مراد لینا ناممکن ہے کیونکہ اگر کسی شے کو وجود سے پہلے لفظِ ''کُنْ'' سے مخاطب کیا جائے تو یہ محال ہے کہ معدوم شے خطاب کیسے سمجھے گی؟ اور اگر یہ خطاب موجود کو ہے تو اسے وجود میں لانے کا کیا مطلب؟ مگر اس طرح کا کنایہ چونکہ انتہائی درجہ کی قدرت سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا اسے استعمال میں لایا گیا۔

(۲)......دلیلِ شرعی: کسی راز کے اگرچہ ظاہری معنی مراد ممکن ہو لیکن روایات بتاتی ہوں کہ یہاں ظاہری معنی مراد نہیں۔ جیسا کہ اس فرمانِ الٰہی کی تفسیر میں ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا (پ۱۳، الرعد:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان سے پانی اُتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے۔

اس آیتِ مبارکہ میں **پانی** سے مراد **قرآنِ پاک** اور **وادیوں** سے مراد **دل** ہیں۔ بعض دل قرآن کا فیضان زیادہ پاتے ہیں، بعض کم اور بعض بالکل ہی نہیں۔ **جھاگ**[2] سے مراد **کفرونفاق** ہے، کیونکہ یہ اگرچہ سطحِ آب پر ابھرا ہوتا ہے

...... ہیں کہ ''یہ عبارت متشابہات میں سے ہے کیونکہ رب تعالیٰ انگلیوں ہاتھوں وغیرہ اعضاء سے پاک ہے، مقصد یہ ہے کہ تمام کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں کہ نہایت آسانی سے پھیر دیتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے تمہارا کام میری انگلیوں میں ہے یا میں سوالات کا جواب چٹکیوں سے دے سکتا ہوں۔''

[1]...... مثلاً چٹکیوں میں کام کرنا، انگلیوں پر نچانا جیسے محاوروں کا استعمال۔

[2]...... یہاں سے مذکورہ آیتِ مبارکہ کے اگلے کچھ حصے کی تفسیر بیان کی جارہی ہے۔ مکمل آیت طیبہ یہ ہے: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًاؕ وَ مِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءًۚ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِؕ ......

لیکن باقی نہیں رہ پاتا جبکہ ہدایت لوگوں کے لئے مفید بھی ہے اور اسے بقا بھی حاصل ہے۔

اسرار کی اس تیسری قسم میں بعض لوگوں نے معاملاتِ آخرت جیسے میزانِ عمل اور پل صراط وغیرہ میں تاویلات بیان کیں، جو کہ بدعت ہیں کیونکہ ان تاویلات کا نہ تو روایات سے ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی ان معاملات کے ظاہری معنیٰ مراد لینا ناممکن ہے، لہٰذا انہیں ظاہری معنیٰ پر ہی محمول کیا جائے گا۔

﴿4﴾......(مقربین کے ساتھ خاص اسرار میں سے چوتھی قسم) ابتداءً آدمی کسی چیز کو اجمالاً (مختصراً) جانے پھر دلیل و تجربے سے اس کی تفصیلات حاصل کرے حتیٰ کہ وہ چیز اس کا حال بن جائے اور اسے لازم ہو جائے۔ ان دونوں طریقوں (یعنی مختصر اور تفصیلی) میں فرق ہو گا۔ پہلا چھلکے کی مثل ہے دوسرا مغز کی طرح۔ پہلا ظاہر کی مانند ہے دوسرا باطن کی مثل۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اندھیرے میں یا دُور سے کسی کو دیکھے تو اسے ایک طرح کا علم حاصل ہو جاتا ہے، جب دُوری یا اندھیرا ختم ہوتا ہے تو پہلے اور دوسرے علم میں فرق پاتا ہے۔ لیکن یہ دوسرا علم پہلے سے متضاد نہیں بلکہ اسے مکمل کرنے والا ہے۔ علم، ایمان اور تصدیق بھی اسی طرح ہیں۔ یونہی عشق، بیماری اور موت میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی انسان ان کی حقیقت پر یقین رکھتا ہے مگر جب ان میں مبتلا ہوتا ہے تو اس یقین میں پہلے سے زیادہ پختگی آ جاتی ہے۔ بلکہ انسان کو اپنے تمام احوال بشمول شہوت و عشق کی تین مختلف حالتوں اور تین جدا جدا فہموں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس حالت کے واقع ہونے سے پہلے، واقع ہوتے وقت اور واقع ہونے کے بعد اس کی تصدیق کرنا۔ جیسے بھوک کا فہم بھوک ختم ہونے کے بعد ویسا نہیں ہوتا جیسا بھوک کی حالت میں تھا۔ اسی طرح علومِ دینیہ میں سے کوئی علم حاصل کیا جائے تو وہ مکمل ہو کر پہلے کی بنسبت باطن کی طرح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صحت کے متعلق جو فہم و اِدراک مریض کو ہوتا ہے وہ تندرست کو نہیں ہوتا۔

اسرار کی ان چار اقسام میں لوگوں کی سمجھ بوجھ کی قوت آپس میں مختلف ہوتی ہے۔ لیکن ان میں کوئی ایسا باطن نہیں جو ظاہر کے خلاف ہو بلکہ وہ ظاہر کو اسی طرح پورا اور مکمل کرتا ہے جس طرح گودا چھلکے کو۔ ان باتوں کے ماننے والوں کو سلام۔

......كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ (پ۱۳، الرعد: ۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اس نے آسمان سے پانی اُتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے تو پانی کی رو (دھار) اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا (زیور) یا اور اسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں اللہ بتاتا ہے کہ حق و باطل کی یہی مثال ہے تو جھاگ تو پُھک کر دور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

زبانِ حال اور زبانِ قال میں فرق اور ان کی مثالیں:

﴿5﴾......(مقربین کے ساتھ خاص اسرار میں سے پانچویں قسم) جب زبانِ حال کو زبانِ قال سے بیان کیا جاتا ہے[1] تو کم عقل شخص اس بات کے صرف ظاہر پر واقفیت پاتا اور اسے ظاہری زبان سے بولنا خیال کرتا ہے جبکہ حقیقت سے آشنا بات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً کوئی بیان کرے کہ دیوار نے میخ سے کہا: تو مجھے کیوں چیرتی ہے؟ جواب دیا: مجھ سے نہیں اس سے پوچھ جس نے مجھے بھی نہیں چھوڑا اور مجھے بھی کوٹ رہا ہے اور اس پتھر کو بھی دیکھ جو میرے پیچھے ہے۔ یہ ہے زبانِ حال کو زبانِ قال سے تعبیر کرنا۔ قرآن پاک میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًاؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ(۱۱) (پ۲۴، حٰمۤ السجدۃ:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دُھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

کم عقل شخص مذکورہ آیتِ مبارکہ سے یہ سمجھے گا کہ زمین وآسمان زندگی پاتے، عقل رکھتے اور آواز والفاظ کے مجموعہ پر مشتمل بات کو سنتے اور سمجھتے ہیں اور آواز والفاظ کے ساتھ ہی یوں جواب دیتے ہیں:

اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ(۱۱) (پ۲۴، حٰمۤ السجدۃ:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

جبکہ صاحبِ بصیرت جان لے گا کہ یہاں زبانِ حال کا استعمال ہے اور اس بات سے باخبر کیا جارہا ہے کہ زمین وآسمان لازماً مسخر اور مجبور ہیں۔ قرآنِ پاک سے اسی قسم کی ایک اور مثال مُلاحظہ ہو:

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (پ۱۵، بنیۤ اسرآءیل:۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی (تعریف کرتی) ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔

اس آیت سے کم فہم شخص یہ سمجھے گا کہ جامد اشیاء (پتھر وغیرہ) زندہ، عاقل اور آواز والفاظ کے ساتھ بولنے پر قادر ہیں اور تسبیح پڑھنے کے لئے سُبْحٰنَ اللّٰه کہتی ہیں۔ جبکہ عقل مند جان لے گا کہ یہاں (بیانِ تسبیح کے لئے) زبان سے بولنا مراد نہیں ہے بلکہ یہ اشیاء اپنے وجود اور زبانِ حال سے تسبیح کرتی، اپنی ذات سے ربّ تعالیٰ کی پاکی بولتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ

[1]......یعنی بے کہے حالت سے ظاہر ہونے والے امر کو زبان سے کہہ کر بیان کرنا۔

کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں۔جیسا کہ کہا جاتا ہے:

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اٰیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہُ الْوَاحِدُ

ترجمہ: ہر چیز میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانی ہے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔

اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ ”یہ کاریگری اپنے بنانے والے کے حسنِ تدبیر اور کمالِ علم کی گواہی دیتی ہے۔“ مراد یہ نہیں کہ وہ چیز اپنی زبان سے گواہی دیتی ہے بلکہ اس کا وجود اور حالت گواہ بنتے ہیں۔اسی طرح ہر چیز ذاتی طور پر ایسی ہستی کی محتاج ہے جو اسے بنائے، پھر اسے اور اس کے اوصاف کو باقی رکھے اور اسے مختلف حالتوں سے گزارے تو وہ چیزیں اپنی حاجت کے تحت اپنے خالق کی پاکی بیان کرتی ہیں جسے صرف اہلِ بصیرت سمجھ سکتے ہیں، نہ کہ ظاہر بینی پر اَڑے ہوئے لوگ۔اسی لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: ہاں! تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

(پ۱۵، بنیۤ اسرآءیل:۴۴)

ظاہر بین اور اہلِ بصیرت کے علمی مقام میں فرق:

بہرحال کم عقل بالکل سمجھ ہی نہیں سکتے، جبکہ مقربینِ بارگاہ اور جید علما اپنی اپنی عقل و بصیرت کے مطابق جان سکتے ہیں، پوری گہرائی تک ان کی بھی رسائی نہیں کیونکہ ہر چیز میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیس و تسبیح پر بہت سی شہادتیں ہیں جن کی تعداد علمِ معاملہ بیان نہیں کرسکتا۔الغرض! یہ فن بھی ان فنون میں سے ہے جن میں ظاہر بین اور اہلِ بصیرت کے علمی مقام میں فرق پایا جاتا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن دو جدا جدا چیزیں ہیں۔اس مقام پر اہلِ علم کے لئے حد سے بڑھنے کا راستہ بھی ہے اور میانہ روی اختیار کرنے کا بھی۔

حد سے بڑھنے والوں کے دو گروہ ہیں:

(۱)......بعض نے تاویلات کرنے میں غلو کیا (۲)......بعض نے ختم کرنے میں غلو کیا۔

حد سے بڑھنے والے:

پہلا گروہ: یہ تو اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ انہوں نے تمام یا اکثر ظاہری الفاظ اور دلائل میں تاویلات کر دیں

حتی کہ ان آیاتِ قرآنیہ میں بھی:

﴿۱﴾

وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ (پ۲۳، یٰسٓ:۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اوران کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

﴿۲﴾

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ:۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

اسی طرح منکر نکیر کے سوالات، میزانِ عمل، پل صراط اور حساب و کتاب اور اہلِ بہشت واہلِ نار کے درمیان ہونے والی درج ذیل گفتگو میں زبانِ حال مراد لی:

اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ (پ۸، الاعراف:۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: (دوزخی بہشتیوں سے کہیں گے) ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا۔

دوسرا گروہ: جن حضرات نے تاویلات نہ کرنے میں غلو کیا ان میں سے ایک حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل بھی ہیں۔ یہ اس آیتِ قرآنی میں بھی تاویل نہیں کرتے:

كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ (پ۱۴، النحل:۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے۔

ان کا خیال ہے کہ یہ خطاب ہر لحہ حروف اور آواز کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اشیاء کی تعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے حتی کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کے بعض شاگردوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ تاویل صرف احادیثِ مبارکہ کے ان تین جملوں میں ہوگی:

(۱)......اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ یَمِیْنُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ یعنی: حجر اسود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کا دایاں ہاتھ ہے۔[1]

---

1 ......الکامل فی ضعفاء الرجال، اسحاق بن بشر ۱۷۲، ج ۱، ص ۵۵۷۔
المصنف لعبد الرزاق، باب الرکن من الجنۃ، الحدیث: ۸۹۱۵، ج ۵، ص ۲۸، بدون لفظ "الاسود"۔

(۲)......قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یعنی: مومن کا دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔[1]

(۳)......اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ یعنی: مجھے یمن سے خوشبوئے رحمٰن آتی ہے۔[2] اسی طرح اصحابِ ظواہر بھی تاویلات کے حق میں نہیں۔

تاویل کرنے سے روکنے کی وجہ:

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کے متعلق ہمارا حسن ظن ہے کہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ استوا سے مراد قرار پکڑنا اور نزول سے مراد جسمانی طور پر اترنا نہیں ہے۔ آپ نے مخلوق کی اصلاح اور تاویلات کے دروازے کو بند کرنے کے لئے تاویل سے منع فرمایا کیونکہ اگر تاویلات کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تو معاملہ گہرا ہو جائے گا، ہاتھ سے نکل جائے گا اور حد سے بڑھ جائے گا کیونکہ جو معاملہ حدِّ اعتدال سے نکل جائے اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اس طرزِ عمل میں کوئی مضائقہ نہیں، اس پر دیگر اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی حمایت بھی حاصل ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ لفظوں کو اسی طرح رہنے دو جس طرح وہ وارد ہوئے ہیں۔

لفظ "استوا" کے متعلق عقیدہ:

حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق سے کسی نے **"استوا"**[3] کا مفہوم دریافت کیا تو فرمایا: "لفظِ **استوا** کا معنی معلوم ہے، لیکن یہ استوا کس طرح کا ہے؟ اس کی ہمیں خبر نہیں، بہرحال اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے متعلق پوچھنا بدعت ہے۔"[4]

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللّٰہ تعالٰی القلوب......الخ، الحدیث:۲۶۵۴، ص۱۴۲۷۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث:۱۰۹۷۸، ج۳، ص۶۴۹، بتغیرِ الفاظٍ۔

3 ......**ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ** (پ۸، الاعراف:۵۴) اور **اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی**۝(پ۱۶، طٰہٰ:۵) میں وارِد لفظ "اِسْتَوٰی" کے متعلق سوال تھا۔

4 ......تذکرۃ الحفاظ للذہبی، الطبقۃ الخامسۃ، ج۱، ص۱۵۵۔

میانہ روی اختیار کرنے والا گروہ:

اشاعرہ: نے راہِ اعتدال اختیار کی یوں کہ انہوں نے صفاتِ خداوندی سے متعلق ہر امر میں تاویلات کو روا (جائز) جانا اور امورِ آخرت کے متعلقات کو ان کے ظاہری معنی پر رکھا اور ان میں تاویل کرنے سے منع کیا۔

تاویلات کے متعلق معتزلہ اور فلاسفہ کا نظریہ:

معتزلہ: مذکورہ سب گروہوں سے آگے بڑھ گئے، انہوں نے صفاتِ الٰہیہ میں سے رویت اور اس کے سمیع وبصیر ہونے میں تاویل کی، وہ معراج رسول میں بھی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں: معراج جسمانی نہیں تھی۔ عذابِ قبر، میزانِ عمل، پل صراط اور تمام اُخروی امور میں تاویل کرتے ہیں۔ ہاں! اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے اور جنت ایک حقیقت ہے، جہاں کھانا پینا، نکاح کرنا اور لطف اُٹھانا ہے۔ وہ جہنم کی حقیقت کو بھی تسلیم کرتے اور مانتے ہیں کہ اس کا ایک محسوس وجود ہے جس میں کھالوں کو جلانے اور چربیوں کو پگھلانے کی صلاحیت موجود ہے۔

فلاسفہ: تو معتزلہ سے بھی آگے نکل گئے۔ انہوں نے ہر اس بات میں تاویل کی جس کا تعلق روزِ آخرت سے ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تکالیف ولذّات محض عقلی اور روحانی ہیں۔ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے منکر ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ نفس باقی رہیں گے اور انہیں ملنے والی جزا یا سزا اعضاء کو محسوس نہ ہوگی۔

قولِ فیصل:

بہرحال یہ سب فرقے حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان فرقوں کے حد سے بڑھنے اور حنابلہ کے تاویل کو بالکل چھوڑ دینے کے بیچ ایک معتدل اور مخفی راستہ ہے جس پر صرف وہی مطلع ہو سکتے ہیں جنہیں محض سن کر نہیں بلکہ نورِ الٰہی سے امور کے اِدراک کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ان حضرات پر جب امور کے اسرار کی حقیقت منکشف ہوتی ہے تو وہ سنی ہوئی باتوں اور اس بارے میں وارد ہونے والے الفاظ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پس جو ان حضرات کے مشاہدہ کئے ہوئے نورِ یقین کے موافق ہو اسے برقرار رکھتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہو اس میں تاویل کرتے ہیں اور جو حضرات ان امور پر محض سننے کے واسطے سے مطلع ہوتے ہیں وہ نہ تو ثابت قدم ہوتے ہیں اور نہ اپنے موقف سے مطمئن۔ محض سننے پر اکتفا کرنے والے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے مقام کے لائق ہیں۔

مذکورہ تمام بحث کا مقصود:

اب چونکہ ان امور میں حد اعتدال کی مزید وضاحت علم مکاشفہ میں داخل اور طویل کلام کی محتاج ہے۔ لہٰذا ہم اس کی گہرائی میں نہیں جاتے۔ ہمارا مقصود صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ ظاہر و باطن آپس میں مطابقت رکھتے ہیں مخالفت نہیں۔ تو مذکورہ (مقربین کے ساتھ خاص، اسرار کی) پانچ اقسام کے بیان نے بہت سے امور منکشف کر دیئے۔ عقائد کا جس قدر بیان ہم تحریر کر چکے، ہمارے خیال میں عوام کے لئے اتنا کافی ہے کہ اوّلاً اس سے زیادہ کا حکم نہیں دیا جاتا۔ ہاں! جب بد مذہبیت پھیلنے کا اندیشہ ہو تو پھر عقائد کے اگلے درجے کی طرف بڑھنے کی ضرورت ہوگی جس میں مختصر اور روشن دلیلیں ہوں، زیادہ گہرائی نہ ہو۔

ہم اس کتاب میں وہ روشن دلائل لکھتے اور صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں جو ہم نے اہلِ قدس کے لئے اپنے رسالے "اَلرِّسَالَۃُ الْقُدْسِیَّۃ فِی قَوَاعِدِ الْعَقَائِد" میں لکھا ہے۔ یہ رسالہ اس کتاب کی تیسری فصل میں مذکور ہے۔

﴿......دو دن اور دو راتیں﴾

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **84** صفحات پر مشتمل کتاب، **''دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی''** صَفْحَہ **76** پر ہے: حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے ہیں: ''کیا میں تمہیں ان دو دنوں اور دو راتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جن کی مثل مخلوق نے نہیں سنی: **(۱)**......ایک دن وہ ہے کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آنے والا تیرے پاس رضائے الٰہی کا مژدہ لے کر آئے گا یا اس کی ناراضی کا پیغام۔ **(۲)**......دوسرا دن وہ ہے کہ جب تو اپنا نامۂ اعمال لینے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا اور وہ نامۂ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں۔ (اور دو راتوں میں سے): **(۱)**......ایک رات وہ ہے جو میت اپنی قبر میں گزارے گی اور اس سے پہلے اس نے ایسی رات کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ **(۲)**......دوسری رات وہ ہے جس کی صبح کو قیامت کا دن ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے گی۔''

تیسری فصل: الرسالة القدسیه فی قوائد العقائد

یہ رسالہ قدس والوں کے لئے مرتب کیا گیا ہے جو عقائدِ اہل سنت کے روشن دلائل پر مشتمل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے اہلِ سنت و جماعت کو انوارِ یقین دے کر سب سے ممتاز کر دیا۔ اہلِ حق کو ارکانِ دین کی طرف دعوت دینے کے لئے منتخب فرمایا۔ انہیں بد مذہبوں کی بد مذہبی اور گمراہوں کی گمراہی سے بچا کر رسولوں کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی اتباع واطاعت کرنے کی توفیق بخشی اور ان کے لئے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے طریقۂ کار پر چلنا آسان کر دیا حتی کہ انہوں نے عقلی تقاضوں کو مضبوط رسی سے تھام لیا اور اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے عقائد و اعمال کو واضح راستے کے ذریعے اختیار کیا۔ پھر عقلی نتائج اور منقول شرعی احکام سب کو قبول کیا اور ثابت کیا کہ کلمۂ طیبہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ جسے پڑھنا اگرچہ ضروری ہے لیکن یہ پڑھنا اس وقت تک بے فائدہ اور لاحاصل ہے جب تک ان اصول و ارکان کو نہ جان لیا جائے جن پر یہ کلمہ منحصر ہے۔ اہل حق اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کلمۂ توحید و رسالت اگرچہ الفاظ میں مختصر ہے لیکن اس کے معانی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات و صفات و افعال اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔ نیز انہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ ایمان کے چار بنیادی رکن ہیں اور ہر رکن دس اصولوں پر مشتمل ہے۔

ایمان کے چار بنیادی اَرکان

﴿1﴾......ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت: یہ دس اصولوں پر مشتمل ہے، یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ (۱) اللہ تعالیٰ موجود ہے (۲) قدیم ہے (۳) باقی ہے (۴) نہ تو وہ جوہر ہے (۵) نہ جسم اور (۶) نہ ہی عرض (۷) کوئی جہت وسمت اس کے لئے مختص نہیں (۸) وہ کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہیں (۹) آخرت میں اس کا دیدار ہوگا اور (۱۰) وہ ایک ہے۔

﴿2﴾......صفاتِ باری تعالیٰ کی معرفت: یہ بھی دس اصولوں پر مشتمل ہے، یعنی اس بات کا یقین رکھنا کہ (۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ زندہ (۲) عالم موجودات (۳) قادر مطلق (۴) سنتا (۵) دیکھتا اور (۶) کلام فرماتا ہے (۷) اسے حادثات لاحق نہیں ہو سکتے (۸، ۹، ۱۰) اس کا علم، ارادہ اور کلام اَزَلی و قدیم ہے۔

﴿3﴾......**افعال الٰہیہ کی معرفت:** یہ بھی دس اصولوں پر مشتمل ہے، یعنی اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ (۱) بندوں کے افعال کا خالق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے (۲) بندے محض کوشش کرتے ہیں (۳) یہ افعال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مرضی سے ہی سرانجام پاتے ہیں (۴) وہی پیدا کرنے اور بنانے کی فضیلت سے متصف ہے (۵) اسے جائز ہے کہ وہ کسی پر ناقابلِ برداشت بوجھ ڈالے اور (۶) بے گناہ کو سزا دے (۷) نیکوکاروں کو رعایت دینا اس پر واجب نہیں (۸) ہم پر واجب امور کا سبب شریعت ہے نہ عقل (۹) اس کا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمانا حق ہے اور (۱۰) ہمارے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت بالکل ثابت ہے جسے معجزات کی تائید حاصل ہے۔

﴿4﴾......**منقول روایات کو حق وسچ جاننا:** یہ بھی دس اصولوں پر مشتمل ہے (۱) مرکر دوبارہ اٹھنے (۲) قیامت قائم ہونے (۳) منکر نکیر کے سوالات (۴) عذابِ قبر (۵) میزانِ عمل اور (۶) پل صراط کو حق جاننا (۷) اس بات پر ایمان لانا کہ جنت ودوزخ کی تخلیق ہو چکی ہے (۸) امامت وخلافت کے احکام (۹) ان کی شرائط ماننا اور (۱۰) درجوں کے مطابق صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی فضیلت تسلیم کرنا۔

پہلے رکن کی تفصیل

ارکانِ ایمان میں سے پہلا رکن ذاتِ باری تعالٰی کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کرنا ہے۔ اس رکن کے دس اصول ہیں۔

﴿1﴾......**وجودِ باریِ تعالٰی کی معرفت:** پہلی چیز جس کے ذریعے انوار کی روشنی اور معتبر راستے کی ہدایت نصیب ہوتی ہے وہ قرآنِ پاک کی راہنمائی ہے کیونکہ خدا تعالٰی کے کلام سے بڑھ کر کسی کا کلام نہیں۔

وجود باری تعالٰی پر قرآنی دلائل:

﴿۱﴾

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًاۙ(۶) وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًاﭪ(۷) وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًاۙ(۸) وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًاۙ(۹) وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًاۙ(۱۰) وَّ جَعَلْنَا

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا اور رات کو پردہ پوش کیا اور دن کو روزگار

النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ (پ۳۰،النبا:۶ تا۱۶)

کے لئے بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں (تعمیر کیں) اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا اور بھری بدلیوں سے زور کا پانی اُتارا کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ اور گھنے باغ۔

﴿۲﴾

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (پ۲،البقرۃ:۱۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اُتار کر مردہ زمین کو اس سے جِلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

﴿۳﴾

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ (پ۲۹، نوح:۱۵ تا۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشنی کیا اور سورج کو چراغ اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا۔ پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا۔

﴿۴﴾

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ

ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔ کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم نے تم

الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ
نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾
اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ
اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا
فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ
نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ
تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ
نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا
فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ
تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ
نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ
مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿۷۳﴾ (پ۲۷،الواقعۃ:۵۸تا۷۳)

میں مرنا ٹھہرایا، اور ہم اس سے ہارے نہیں۔ کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔ تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر چٹّی (تاوان) پڑی۔ بلکہ ہم بے نصیب رہے۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے اُتارا یا ہم ہیں اتارنے والے۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔ ہم نے اسے جہنّم کی یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ۔

ذرا سی عقل رکھنے والا شخص بھی اگر ان آیات کے مضامین میں تھوڑا سا غور کرے اور زمین و آسمان کی رنگا رنگ مخلوق اور حیوانات و نباتات کی انوکھی پیدائش کی طرف نظر کرے، تو یہ بات اس پر مخفی نہ رہے گی کہ اس تعجب خیز معاملہ اور مضبوط ترکیب کا ضرور کوئی بنانے والا ہے جو انہیں منظّم رکھتا ہے اور لازماً کوئی ایسا ہے جو انہیں مضبوط کرتا اور ان کا مقدر بناتا ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ مخلوق کی اصل و پیدائش اس بات کی گواہی دے کہ یہ تمام اشیاء اس ذات کے تابع رہنے پر مجبور اور اس کی مشیت کے مطابق بدلتی ہیں۔

وجود باری تعالٰی پر عقلی دلائل:

انسانی فطرت اور قرآنی دلائل بیان کرنے کے بعد مزید دلائل کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی مگر اپنے موقف کو مزید مدلَّل کرنے اور مناظر علما کی پیروی کرنے کی کوشش میں کچھ عقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ، یہ بات عقلاً بالکل

ظاہر و باہر ہے کہ کوئی بھی حادث چیز پیدا ہونے کے لئے کسی پیدا کرنے والے سبب سے بے نیاز نہیں اور عالم حادث ہے تو لازماً یہ بھی اپنے وجود کے لئے کسی سبب کا محتاج ہے۔لہٰذا ہمارا قول کہ **''حادث اپنی پیدائش کے لئے کسی سبب سے بے نیاز نہیں''** واضح ہے۔ کیونکہ ہر حادث کے لئے ایک خاص وقت ہے اور عقل اس بات کو ممکن جانتی ہے کہ حادث شے اپنے مخصوص وقت سے پہلے یا بعد میں ظہور پذیر ہو تو اس کا ایک معین وقت میں ہونا اس سے پہلے یا بعد میں نہ ہونا وقت کی تخصیص کرنے والے کے وجود کا تقاضا کرتا ہے اور ہمارے قول **''عالم حادث ہے''** کی دلیل یہ ہے کہ اجسام حرکت وسکون کی حالت سے باہر نہیں ہو سکتے اور یہ دونوں حالتیں حادث ہیں اور جس چیز کو حوادث لاحق ہوتے ہیں وہ بھی حادث ہوتی ہے۔

﴿2﴾......اس بات پر ایمان لانا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قدیم، اَزَلی اور ہمیشہ سے ہے۔ ہر زندہ و بے جان چیز سے پہلے اس ذات کا وجود ہے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں۔

﴿3﴾......اس بات پر یقین رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اَزَلی واَبدی ہے (یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا)، وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن۔اس کے وجود کا کوئی اختتام وانجام نہیں کیونکہ قدیم معدوم نہیں ہوسکتا۔

﴿4﴾......اس پر ایمان لانا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جوہر بھی نہیں اور اس کی ذات کسی جگہ میں سمائی ہوئی بھی نہیں بلکہ وہ مکان کی نسبتوں سے بلند و برتر ہے۔اس پر دلیل یہ ہے کہ ہر جوہر کسی جگہ میں گھرا ہوا اور اس جگہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ جس کی دو صورتیں بنتی ہیں: (۱)......اسی جگہ ساکن ہوگا یا (۲)......وہاں سے حرکت کرتا ہوگا۔یعنی وہ ان دونوں حالتوں میں سے کسی ایک میں ہوگا اور یہ دونوں حادث ہیں اور جس ذات کو حوادث لاحق ہوں وہ بھی حادث ہوتی ہے۔

﴿5﴾......یہ عقیدہ رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کوئی جسم نہیں جو جواہر سے مرکب ہو اس لئے کہ جواہر سے مرکب چیز کا نام جسم ہے اور جب اس ذات کا کسی مکان میں سمایا ہوا جوہر ہونا محال ہے تو اس کا جسم ہونا بھی باطل ہے کیونکہ ہر جسم کسی مکان کے ساتھ مختص اور جوہر سے مرکب ہوتا ہے اور جوہر کا سکون وحرکت، شکل ومقدار اور جدا وجمع ہونے جیسی علاماتِ حدوث سے خالی ہونا محال ہے۔

﴿6﴾......یہ اعتقاد رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات عرض نہیں جو کسی جسم کے ساتھ قائم یا کسی جگہ میں داخل ہو کیونکہ عرض وہ ہوتا ہے جو کسی جسم کے ساتھ قائم ہو اور ہر جسم یقیناً حادث ہے اور اس کا خالق اس جسم سے پہلے موجود تھا۔تو یہ کیسے

ممکن ہے کہ خالقِ باری تعالیٰ کسی جسم میں آ جائے؟ حالانکہ ازل میں صرف وہی تھا، اس کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ اَجسام واَعراض سب اس نے بعد میں پیدا فرمائے۔

ان مذکورہ چھ اُصولوں کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ موجود اور بذاتِ خود قائم ہے۔ وہ جوہر وعرض اور جسم نہیں اس کے علاوہ تمام کا تمام عالَم جوہر، عرض اور جسم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ وہ کسی کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ۔ وہ زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ کوئی شے اس کی مثل نہیں اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ مخلوق خالق کے، ماتحت حاکم کے اور تصویر مصور کے مشابہ ہو۔ اجسام واعراض سب کے سب اسی کی تخلیق وایجاد ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کا اس ذات کے مشابہ ومماثل ہونا قطعاً ناممکن ہے۔

﴿7﴾......اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سمت وجہت کی تخصیص سے پاک ہے۔ (اس پر تین دلیلیں:) (۱)...... سمت اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے پیچھے کو کہتے ہیں، ان سب سمتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خلقتِ انسانی کے واسطے سے پیدا فرمایا۔ (۲)...... بالفرض اس کے لئے کوئی سمت ہو تو وہ جواہر کی طرح کسی مکان میں سمایا ہو گا یا عرض کی طرح جوہر کے ساتھ خاص ہو گا، جب اس کا جوہر وعرض ہونا محال ثابت کیا جا چکا تو اس کا کسی سمت کے ساتھ مختص ہونا بھی محال ہے۔ (۳)...... اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ عالَم کے اوپر ہوتا تو اس کے محاذی یعنی مقابل بھی ہوتا اور کسی جسم کی محاذی چیز اس کی مثل ہو گی یا چھوٹی بڑی۔ یہ تینوں صورتیں مقدار کی محتاج ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

پھر دعا مانگتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ کیوں اُٹھائے جاتے ہیں؟ جواب، دعا کا قبلہ آسمان ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعاؤں کو سننے والا عالی صفات کا مالک اور بزرگ وبرتر ہے چونکہ اوپر والی جہت بلندی پر دلالت کرتی ہے اور وہ ذات قوت وغلبہ میں سب سے بلند ہے۔

﴿8﴾......اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی شایانِ شان عرش پر اسی طرح استوا فرمائے ہوئے ہے جو استوا سے اس نے مراد لیا ہے۔ (متشابہ آیات میں) اہلِ حق تاویل کرنے پر مجبور ہوئے جیسا کہ اہلِ باطل اس آیت میں تاویل کرنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَمَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ (پ۲۷،الحدید:۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے، تم کہیں ہو۔

اس آیتِ مبارکہ میں بالاتفاق معیت سے احاطہ اور علم (یعنی ہر چیز کو گھیرے میں لینا اور سب کو جاننا) مراد لیا گیا ہے۔

نیز ان فرامین مصطفےٰ (میں بھی تاویل کی گئی) ہے: قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ۔ (1)

اس میں انگلیوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت وغلبہ مراد لیا گیا ہے۔'' اور ''اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ يَمِيْنُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِه۔ (2)

اس میں دائیں ہاتھ سے عزت و بزرگی مراد لی گئی ہے۔ اگر یہ تاویلات نہ کی جاتیں تو محال لازم آتا۔ اسی طرح استوا کے ظاہری معنی ٹھہرنا اور قرار پکڑنا مراد لئے جاتے تو یہ بھی ماننا پڑتا کہ ٹھہرنے اور قرار پکڑنے والا ایک جسم ہے جو عرش سے مس ہو رہا ہے اور یہ بھی کہ وہ جسم عرش کے برابر ہے یا اس سے چھوٹا بڑا حالانکہ یہ سب چیزیں محال ہیں اور محال کی طرف لے جانے والی چیز بھی محال ہوتی ہے۔

﴿9﴾...... یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ شکل و مقدار اور جہات و اطراف سے پاک ہے لیکن جنتی جنت میں سر کی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ﴿۲۳﴾ (پ۲۹،القیامۃ:۲۲،۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنے ربّ کو دیکھتے۔

ہاں! دُنیا میں (بحالتِ بیداری) اس کا دیدار ممکن نہیں۔ اس کی تصدیق اس آیتِ قرآنیہ سے ہوتی ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ (پ۷،الانعام:۱۰۳) ترجمۂ کنزالایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

﴿10﴾...... یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ کوئی اس کی مثل نہیں۔ وہ تخلیق کرنے اور عدم کو وجود دینے میں منفرد اور ایجادات اور عجائب و غرائب پیدا کرنے میں خود مختار ہے۔ اس کا کوئی مثل نہیں جو اس کا ہمسر بن سکے اور نہ کوئی مقابل ہے جو اس سے منازعت و عداوت کرے۔ اس کی دلیل یہ آیتِ قرآنی ہے:

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللّٰہ تعالٰی القلوب......الخ، الحدیث:۲۶۵۴، ص۱۴۲۷۔

2 ......الکامل فی ضعفاء الرجال، اسحاق بن بشر۱۷۲، ج۱، ص۵۵۷۔

المصنف لعبد الرزاق، باب الرکن من الجنۃ، الحدیث:۸۹۵۵، ج۵، ص۲۸۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (پ۱۷، الانبیآء:۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہوجاتے۔

دوسرے رکن کی تفصیل

ایمان کے بنیادی اَرکان میں سے دوسرا رکن صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہے اس کے بھی دس اُصول ہیں۔

﴿1﴾...... یہ اعتقاد رکھنا کہ خالقِ عالَم قادرِ مطلق ہے اور اس کا یہ فرمان برحق ہے:

وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۙ ۝۱ (پ۲۹، الملك:۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کیونکہ عالَم اپنی بناوٹ وپیدائش کے اعتبار سے مضبوط ومنظّم ہے۔ اگر کوئی شخص صنعت میں عمدہ اور نقش ونگار سے خوب آراستہ ریشمی کپڑا دیکھ کر کہے کہ یہ کسی بے قوت مُردے یا بے اختیار انسان کی کاریگری ہے، تو ایسا کہنے والا وہی ہوگا جو عقل سے پیدل اور زمرۂ جہلا میں شامل ہو۔

﴿2﴾...... یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام موجودات کا علم رکھنے والا اور تمام مخلوقات پر حاوی ہے۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (پ۱۱، یونس:۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے ربّ سے ذرّہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان بھی بالکل حق اور سچ ہے:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۲۹ (پ۱، البقرۃ:۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿3﴾...... اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ زندہ ہے کیونکہ جس ذات کے لئے علم وقدرت ثابت ہو اس کے لئے یقیناً حیات بھی ثابت ہوگی۔

﴿4﴾...... اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کاموں کا ارادہ فرمانے والا ہے۔ ہر موجود کا وجود اس کی مشیت سے اور ہر چیز کا صدور اس کے ارادے سے ہے۔ کسی بھی چیز کو پہلی دفعہ تخلیق کرنے والا اور دوسری دفعہ وجود دینے والا

وہی ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿5﴾...... یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سمیع و بصیر (یعنی سنتا دیکھتا) ہے۔ پوشیدہ خیالات اور مخفی وساوس واَفکار کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اندھیری رات میں صاف چٹان پر چلنے والی سیاہ چیونٹی کے چلنے کی آواز بھی اس کی سماعت سے باہر نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سننے دیکھنے والا کیوں نہ ہو؟ کہ سماعت و بصارت یقیناً کمال ہے نقص نہیں، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مخلوق خالق سے کمال میں زیادہ اور اپنے بنانے والے سے ارفع واعلیٰ ہو؟

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بت پرست چچا آزر کو ان الفاظ سے دلیل دی:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا ۝۴۲

(پ۱۶، مریم: ۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اپنے باپ سے بولا[1] اے میرے باپ! کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔

﴿6﴾...... اس پر ایمان لانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ صفت کلام کے ساتھ متصف ہے۔ اس کا یہ وصف اس کی ذات کے ساتھ قائم اور حروف وآواز سے منزہ (پاک) ہے۔ بلکہ جس طرح اس کا وجود کسی دوسرے کے وجود کے مشابہ نہیں، اسی طرح اس کا کلام بھی کسی اور کے کلام کی مثل نہیں اور درحقیقت کلام، کلامِ نفسی ہے۔ آواز تو محض بیانِ مقصود کے لئے ادائیگی حروف کا کام دیتی ہے۔

﴿7﴾...... یہ عقیدہ رکھنا کہ صفتِ کلام ذاتِ خدا کے ساتھ قائم اور قدیم ہے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام صفات قدیم ہیں۔ کیونکہ اس کی ذات کو حوادث کا لاحق ہونا محال ہے کہ حوادث تو بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اس کی صفات کا بھی قدیم ہونا ضروری ہے، تاکہ اس پر نہ تغیرات طاری ہوں اور نہ ہی حوادث لاحق ہوں۔ وہ عمدہ صفات کے ساتھ اَزَل سے

---

1 ...... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان اپنی تفسیر ''نور العرفان'' میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''یہاں باپ سے مراد چچا آزر ہے نہ کہ حقیقی والد یعنی تارخ اور چچا کو عرف میں باپ کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت آدم (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) سے لے کر حضرت عبداللہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) تک حضور کے آباء وامہات میں کوئی مشرک نہیں ہوا۔ رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: ''وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝۲۱۹ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۱۹) ''ہم آپ کے نور کی گردش کو پاک پشتوں اور پاک شکموں میں دیکھ رہے ہیں۔''

متصف ہے اور ابد تک متصف رہے گا۔ وہ حالات کے تغیر سے پاک ہے۔

﴿8﴾......اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم قدیم ہے وہ اَزَل سے اپنی ذات وصفات اور مخلوق میں پیش آنے والے احوال کو جانتا ہے۔ مخلوق میں سے جب بھی کسی کو وجود ملتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اس وجود کا اس وقت کوئی نیا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ سب کچھ وہ اپنے علمِ اَزَلی سے جانتا ہے۔

﴿9﴾......اس پر ایمان لانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ قدیم ہے اور حوادثات کو ان کے مخصوص اور مناسب وقت میں وجود میں لانے کے لئے علمِ ازلی کے مطابق، اَزَل سے ہی ان کے متعلق ہو گیا ہے۔

﴿10﴾......اللہ تعالیٰ صفتِ عِلم کے ساتھ عالم، حیات کے ساتھ زندہ، قدرت کے ساتھ قادر، ارادہ کے ساتھ مرید (یعنی ارادہ کرنے والا)، کلام کے ساتھ متکلم (یعنی کلام کرنے والا)، سماعت کے ساتھ سننے والا اور بصارت کے ساتھ دیکھنے والا ہے۔ اس کی یہ صفات بھی صفاتِ قدیمہ ہیں۔

تیسرے رکن کی تفصیل

افعالِ الٰہیہ کی معرفت حاصل کرنا یہ بھی دس اصولوں پر مشتمل ہے۔

﴿1﴾......یہ عقیدہ رکھنا کہ عالَم میں ہونے والا ہر واقعہ اسی کا فعل، اسی کی تخلیق اور اسی کی ایجاد ہے۔ ان سب چیزوں کا خالق وموجد صرف وہی ہے۔ اس نے مخلوق اور ان کے رزق کو پیدا فرمایا اور ان کے لئے قدرت وحرکت ایجاد فرمائی۔ بندوں کے تمام افعال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق اور اس کے زیرِ قدرت ہیں۔ اس پر درج ذیل قرآنی آیات شاہد ہیں۔ چنانچہ، فرمان باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ٘ (پ۲۴، الزمر: ۶۲)   ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۶)   ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

﴿2﴾......بندوں کی حرکات کا خالق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ جب کوشش کرے تو حرکات پر اس کا کوئی اختیار ہی نہ ہو۔ بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کے لئے طاقت بھی پیدا فرمائی اور تقدیر بھی۔ اختیار بھی پیدا

کیا اور مختار بھی بنایا۔ بہر حال اختیار بندے کا وصف اور ربّ کی مخلوق ہے، اس کا کسب نہیں۔ جبکہ حرکت ربّ تعالیٰ کی مخلوق، بندے کا وصف اور اس کا کسب ہے۔ حرکت پر بندے کو قدرت عطا کی گئی جو اس کا وصف ہے اور حرکت کو دوسری صفت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسے قدرت کہتے ہیں اور اس نسبت کے اعتبار سے حرکت کو کسب کا نام دیا جاتا ہے۔ حرکت بندے کے لئے محض جبر نہیں ہو سکتی، کیونکہ بندہ اختیار و اضطرار میں ضرور فرق کر سکتا ہے۔

﴿3﴾...... بندے کا فعل اس کا کسب ہونے کے باوجود مشیتِ الٰہی سے باہر نہیں ہو سکتا۔ زمین و آسمان میں پلک کی جھپک، قلبی میلان اور آنکھ کی توجہ یہ سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا و قدرت اور اس کے ارادے و مشیت سے ہی ہوتا ہے۔ نیز اچھا برا، نفع نقصان، کفر و ایمان، انکار و معرفت، کامیابی و ناکامی، ہدایت و گمراہی، اطاعت و نافرمانی، شرک و توحید اسی کی طرف سے ہے، اس کے فیصلوں کو رد کرنے والا اور اس کے احکام کو ٹالنے والا کوئی نہیں۔ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔ خود ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

مشیتِ الٰہی کا ثبوت نقلی دلائل سے:

اُمّتِ مسلمہ کے اس متفقہ قول سے بھی اس بات پر دلالت ہوتی ہے: مَا شَآءَ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو چاہا وہ ہوا جو نہ چاہا نہیں ہوا۔

﴿4﴾...... تخلیق و ایجاد اور بندوں کو شریعت کا پابند بنانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل و احسان ہے اس پر لازم نہیں۔

معتزلہ کا عقیدہ: یہ سب امور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر لازم ہیں کہ اس میں بندوں کی بہتری ہے۔

جواب: معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ کیونکہ واجب کرنا، حکم دینا اور منع کرنا تو اس کی شان ہے، خود اس پر کوئی امر لازم و واجب کیسے ہو سکتا ہے؟

﴿5﴾...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جائز ہے کہ بندوں پر اس کام کو لازم کر دے جس کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں۔ اس موقف میں بھی معتزلہ، ہم اہلسنّت سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر یہ امر ممکن نہ ہوتا تو اس سے پناہ مانگنے کا سوال محال ہوتا۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یہ سوال کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ (پ۳، البقرۃ:۲۸۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ربّ ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو۔

﴿6﴾……اللہ عَزَّوَجَلَّ مخلوق کو ان کے کسی سابقہ جرم اور ثواب آئندہ کے بغیر بھی عذاب و تکلیف میں مبتلا کر سکتا ہے۔ جبکہ معتزلہ اس مسئلے میں مختلف ہیں۔ ہم اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی مِلْک میں تصرُّف کرتا ہے اور اس کے متعلّق یہ تصوُّر غلط ہے کہ اس کا تصرُّف اس کی مِلْک سے بڑھ سکتا ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر اس کی مِلْک میں تصرُّف کو ظلم کہتے ہیں جو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محال ہے کیونکہ اس کے علاوہ کسی کی مِلْک ہے ہی نہیں کہ اس میں تصرُّف ظلم قرار پائے۔ ہمارے موقف کی دلیل یہ عمل بھی ہے کہ جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، انہیں تکلیف دی جاتی ہے اور آدمی انہیں طرح طرح کی سختیوں میں مبتلا کرتا ہے۔ جانوروں کے ساتھ یہ سلوک ان کے کسی سابقہ جرم کی بنا پر تو نہیں ہوتا۔

﴿7﴾……اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔ بندوں کے لئے بہتری کی رعایت اس پر واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے بلکہ عقل بھی اس سے انکاری ہے کہ اس پر کوئی چیز واجب ہو۔ خود ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

معتزلہ نے جو قول اختیار کیا کہ بندوں کے لئے بہتری کی رعایت اللہ عَزَّوَجَلَّ پر واجب ہے تو وہ اس کا جواب دیں۔

سوال: فرض کریں دو ایسے مسلمان جن میں سے ایک بالغ ہو کر اور دوسرا نابالغی میں فوت ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ محشر بالغ کو نابالغ پر فضیلت دیتا اور اسے زیادہ درجات عطا فرماتا ہے کیونکہ اس نے بعدِ بلوغ ایمان و اطاعت کی مشقت برداشت کی ہے اور معتزلہ کے عقیدے کے مطابق اس طرح کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر واجب ہے۔ اگر نابالغ بارگاہِ الٰہ میں یہ گزارش کرے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بالغ کا درجہ مجھ سے زیادہ کیوں؟ تو جواب عطا ہو: اس لئے کہ وہ بالغ ہوا اور طاعت پر کوشش کی۔ بچہ پھر عرض کرے: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے مجھے کم عمری میں موت دی، تجھ پر واجب تھا کہ مجھے لمبی عمر دیتا تاکہ بالغ ہو کر طاعات بجا لاتا، لیکن تو نے صرف اسے لمبی عمر دی اور اب اسے زیادہ فضیلت عطا کی یہ

انصاف تو نہ ہوا۔

جواب: اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے: تجھے نابالغی میں موت دینے کی وجہ یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ تو بڑا ہو کر سرکش یا مشرک ہو جائے گا۔ تو تیرے لئے بچپن کی موت بہتر تھی۔ اللہ تواب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے معتزلہ یہ جواب بیان کرتے ہیں لیکن ان کے اس جواب پر بھی اعتراض ہے۔

معتزلہ پر اعتراض: اس جواب پر اگر جہنم کی گہرائیوں سے کفار اس طرح عرض گزار ہوں کہ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو جانتا تھا کہ ہم بڑے ہو کر کفر وشرک میں مبتلا ہوں گے تو تو نے ہمیں بچپن میں ہی موت کیوں نہ دے دی؟ ہم تو اس مسلمان بچے کو ملنے والے مقام سے بھی کمتر پر راضی ہو جاتے۔

جی! اب کیا جواب دیں گے معتزلہ؟ ایسی صورت میں یہی کہا جائے گا کہ امورِ الٰہیہ کی شان وجلالت ایسی نہیں کہ معتزلہ اسے اپنے ترازو میں تولتے پھریں۔

﴿8﴾......اللہ ربُّ العزَّت عَزَّوَجَلَّ کی معرفت وطاعت اس کے اور شریعت کے واجب کرنے کی وجہ سے واجب ہے، عقل کی وجہ سے نہیں۔ اس میں بھی معتزلہ کا اختلاف ہے۔ نیز کسی چیز کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل کے ترک پر نقصان ہو اور شریعت کے وجوب کا مطلب ہے کہ وہ متوقع نقصان کی پہچان کراتی ہے۔ کیونکہ عقل تو اس بات سے قاصر ہے کہ وہ اس نقصان کی پہچان کرائے جو موت کے بعد شہوات کی پیروی کے باعث پیش آ سکتا ہے۔ یہ ہے شرعاً وعقلاً وجوب کا معنی اور وجوب میں ان کے مؤثر ہونے کا مفہوم۔ اگر احکامِ شرع کے ترک پر خوفِ عذاب نہ ہوتا تو واجب بھی ثابت نہ ہوتا کیونکہ واجب اسی چیز کو کہتے ہیں جس کا ترک نقصانِ آخرت کا باعث بنے۔

بعثتِ انبیا:

﴿9﴾......بعثتِ انبیا محال نہیں ہے۔ برخلاف فرقہ براہمہ[1] کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''بعثتِ انبیا بے فائدہ ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ عقل کی موجودگی میں اس کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔'' ہم کہتے ہیں کہ ''عقل جس طرح صحت کے لئے مفید اَدویات کی پہچان کرانے سے قاصر ہے اسی طرح بروز قیامت مغفرت کا سبب بننے والے امور تک رہنمائی

[1]......اپنے آپ کو دین ابراھیمی کا پیروکار سمجھنے والا ہند کے حکیموں کا ایک گروہ۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ج۲، ص۳۱۱)

کرنے سے بھی قاصر ہے۔ لہٰذا مخلوق کو طبیب کی طرح انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن طبیب کا صدق تجربے سے اور نبی کا صدق معجزے سے معلوم ہوتا ہے۔

خَاتَمُ النَّبِیّٖن:

﴾10﴿...... بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آخری نبی اور ماقبل یہود و نصاریٰ کی شریعتوں کو منسوخ اور مذہبِ مجوس کو ختم کرنے والا بنا کر بھیجا۔ چاند کے شق ہونے، کنکریوں کے تسبیح پڑھنے، جانوروں کے کلام کرنے، انگلیوں سے چشمے پھوٹنے[1] جیسے روشن معجزات اور واضح علامات کے ذریعے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تائید فرمائی۔ قرآنِ پاک آپ کے بلند ترین معجزات میں سے ایک ہے۔ جس کے ذریعے پورے عرب کو چیلنج کیا گیا۔ نیز وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قید کرنے، لوٹنے، جان سے مارنے اور شہر بدر کرنے جیسے مظالم ڈھانے پر تو اتر آئے لیکن قرآن پاک کی نظیر پیش کرنے کا چیلنج قبول نہ کر سکے جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید جیسی خوش بیانی اور حسنِ ترتیب طاقتِ بشری سے باہر ہے۔ علاوہ ازیں اس میں امم سابقہ کی خبریں بھی ہیں۔ حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ کسی مخلوق سے پڑھے اور نہ ہی کتب کا مطالعہ کیا پھر بھی غیب کی خبریں دیں جو مستقبل میں سچ ثابت ہوئیں۔

جیسا کہ فرامین باری تعالیٰ اس پر شاہد ہیں۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَۙ

(پ۲۶، الفتح:۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ان یریھم النبی......الخ، الحدیث:۳۶۳۶، ج۲، ص۵۱۱۔
دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ماجاء فی تسبیح الحصبات......الخ، ج۶، ص۶۴۔۶۵۔
دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ذکر البعیر الذی سجد للنبی......الخ، ج۶، ص۲۸۔۳۰۔
صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، الحدیث:۴۱۵۲، ج۳، ص۶۹۔

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْۤ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ۚ (پ۲۱،الروم:۱تا۴)

ترجمۂ کنزالایمان: رُومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے، چند برس میں۔

اور معجزہ تصدیقِ رسالت پر اس لئے دلالت کرتا ہے کہ ہر وہ کام جو انسان کے بس سے باہر ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہوتا ہے۔ تو جب بھی حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسے فعل کو اپنی صداقت پر واضح دلیل بنائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ فرما رہا ہے: ''میرے رسول نے سچ کہا۔'' اس کی مثال یوں سمجھئے! جیسے کوئی آدمی بادشاہ کے سامنے اس کی رعایا کی موجودگی میں دعویٰ کرے کہ میں تمہارے لئے اس بادشاہ کا قاصد ہوں۔ پھر وہ شخص بادشاہ سے عرض گزار ہو کہ اگر میں اپنے دعوے میں سچا ہوں تو آپ اپنی مسند پر خلافِ معمول تین بار اُٹھئے بیٹھئے، اگر بادشاہ اسی طرح کر دے تو رعایا کو یقین ہو جائے گا کہ بادشاہ نے قاصد کا دعویٰ سچ ثابت کر دیا۔

چوتھے رکن کی تفصیل

یہ رکن سنی سنائی باتوں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منقول روایات کو سچ جاننے کے متعلق ہے۔ یہ بھی دس اصولوں پر مشتمل ہے۔

﴿1﴾......**حشر و نشر:** کے متعلق شریعتِ اسلامیہ نے جو کچھ بیان کیا وہ برحق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ ایسا ہونا عقلاً ممکن ہے اور حشر و نشر کا مطلب ہے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنا۔ اس امر پر اللہ عَزَّوَجَلَّ قادر ہے جس طرح وہ عدم کو وجود دینے پر قادر ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ (پ۲۳، یٰسٓ:۷۸،۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں؟ تم فرماؤ! انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔

﴿2﴾......**منکر نکیر:** سوالات منکر نکیر کی تصدیق کرنا بھی واجب ہے کیونکہ اس بارے میں احادیث مروی ہیں۔ نکیرین کا سوالات کرنا ممکن ہے۔ اس معاملے کا تقاضا سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ زندگی کو کسی ایسے جز کی طرف لوٹا دیا جائے جس کے ذریعے خطاب کو سمجھا جاتا ہے اور ایسا ہونا فی نفسہٖ ممکن ہے۔

ایک سوال اور اس کے دو جواب:

میت کے اجزا تو حالتِ سکون میں ہوتے ہیں اور سوالاتِ نکیرین بھی (ہم زندوں کو) سنائی نہیں دیتے (تو پھر نکیرین کا سوال کرنا اور میت کا جواب دینا کیسے ثابت ہوا)؟ اس کے دو جواب ہیں: (۱)......محوِ خواب شخص بھی بظاہر سکون میں نظر آتا ہے، لیکن اسے باطنی طور پر دکھ سکھ کا احساس ہو رہا ہوتا ہے جس کا اثر بیداری کے بعد بھی رہتا ہے۔

(۲)...... بارگاہِ رسالت میں حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام جب حاضر ہوتے تو ''آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں مُلاحظہ بھی فرما رہے ہوتے اور ان کا کلام بھی سن رہے ہوتے جبکہ شرکائے بارگاہِ رسالت حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ دیکھ رہے ہوتے اور نہ سن رہے ہوتے اور انہیں صرف اسی قدر علم حاصل ہوتا جتنا اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا۔''[1] چونکہ (دنیاوی حیات میں) عوامُ النّاس کو فرشتوں کی زیارت اور ان کے کلام کی سماعت پر قدرت نہیں دی گئی اس لئے وہ حضرتِ سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

﴿3﴾......**عذابِ قبر:** شریعت مطہرہ میں اس کے متعلق بھی روایات منقول ہیں۔

اللہ ربُّ العزت عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

نیز آقائے دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور بزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا عذابِ قبر سے پناہ مانگنا منقول ہے۔[2] عقلاً بھی اس کا وقوع ممکن ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

جسے مختلف درندوں نے کھا لیا ہو یا مختلف پرندوں نے نوچ لیا ہو۔ اس پر عذابِ قبر کیسے ہوگا؟ جواب، اجزائے میت کا درندوں کے پیٹوں یا پرندوں کے پوٹوں میں متفرق ہونا عذابِ قبر کو ماننے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا، کیونکہ

1 ......صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، الحدیث ۳۲۱۲، ج۲، ص۳۸۳۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب ما یستعاذ منه فی الصلاة، الحدیث ۵۸۸، ص۲۹۶۔

عذاب کی تکلیف کا احساس حیوان کے مخصوص اجزاء کو ہوتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر قادر ہے کہ وہ ان اجزاء کو پھر سے قابلِ احساس بنا دے۔

﴿4﴾...... **میزانِ عمل:** کے حق ہونے پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پ ۱۷، الانبیآء: ۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹ (پ۸، الاعراف: ۸، ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جن کے پلّے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے اور جن کے پلے ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی اُن زیادتیوں کا بدلہ جو ہماری آیتوں پر کرتے تھے۔

میزانِ عمل قائم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اعمال کے صحیفوں میں، اعمال کے ان درجوں کے مطابق جو اس کے ہاں ہیں وزن پیدا فرما دے گا تا کہ بندوں کو اپنے اعمال کی مقدار معلوم ہو جائے اور عذاب کی صورت میں عدلِ الٰہی اور ثواب کے اضافے وعفو کی صورت میں فضلِ الٰہی واضح ہو جائے۔

﴿5﴾...... **پل صراط:** یہ جہنم کی پشت پر بنایا گیا ہے۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝۲۳ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝۲۴ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۲۳، ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: ان سب کو ہانکو راہِ دوزخ کی طرف اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔

اس پُل کا ہونا بھی ممکن ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔ نیز جو ذاتِ باری تعالیٰ پرندے کو ہوا میں اُڑانے پر قادر ہے، اسے انسان کو پل صراط پر چلانے کی بھی قدرت ہے۔

﴿6﴾...... **جنت و جہنم:** تخلیق ہو چکی ہے۔ چنانچہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

ترجمۂ کنز الایمان: اور دوڑو اپنے ربّ کی بخشش اور ایسی جنّت

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۳۳) کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

مذکورہ آیت میں لفظ (اُعِدَّتْ بمعنی تیار رکھنا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جنت وجہنم پیدا کی جا چکیں ہیں۔ان الفاظ کے ظاہری معنی مراد لینے میں کوئی محال لازم نہیں آتا، لہٰذا اس کے ظاہر پر عمل کرنا واجب ہے۔

﴿7﴾......**خلافت کا بیان:** خلافت پر کسی کو فائز کرنے کے متعلق مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کوئی واضح اور یقینی روایت منقول نہیں، ورنہ معاملۂ خلافت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مختلف شہروں اور لشکروں پر مقرر کردہ گورنر وامرا کے معاملات جو کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں، سے بھی زیادہ واضح ہوتا، لہٰذا اس کا مخفی رہنا کیسے ممکن ہوا؟ اور اگر مسئلہ خلافت ظاہر تھا تو چھپا کیسے کہ ہمیں معلوم تک نہ ہو سکا۔

جہاں تک امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلیفہ بننے کا معاملہ ہے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے انتخاب اور بیعت سے اس مسند پر فائز ہوئے۔اگر کوئی جری کسی اور صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے خلافت کی نص گھڑنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اجماعِ صحابہ کا مخالف اور ان تمام (انتخاب وبیعت کرنے والے) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر شاہِ خیر الانام صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مخالفت کا الزام لگانے والا ہے اور ایسی جرأت بدروافض کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔

اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن مقامِ تقویٰ کی بلندیوں پر فائز اور اس تعریف کے مستحق ہیں جو خدا اور رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے حق میں بیان فرمائی۔

﴿8﴾......**فضیلت صحابہ بترتیب خلافت:** ان نفوسِ قدسیہ کی فضیلت اور اس میں بھی ترتیب کی باریکیاں وہی حضرات جانتے تھے جنہوں نے وحی اور نزولِ قرآن کا مشاہدہ کیا اور احوال کی مناسبت سے فضیلت کی باریکیوں کو پالیا۔ اگر یہ حضرات اس ترتیب وفضیلت کی سمجھ نہ پاتے تو کبھی بھی حقِ خلافت کی مذکورہ ترتیب قائم نہ کرتے کیونکہ ان نفوسِ قدسیہ کو امورِ دینیہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں کوئی راہِ حق سے ہٹا سکتا ہے۔

﴿9﴾......**حق خلافت کی پانچ شرائط:** مسلمان اور مُکَلَّف (عاقل، بالغ، آزاد) ہونے کے بعد حقِ خلافت کی پانچ شرائط

ہیں:(۱) مرد ہونا (۲) متقی ہونا (۳) عالم ہونا (۴) امورِ خلافت سرانجام دینے کی اہلیت رکھنا اور (۵) قریشی ہونا[1]۔ جیسا کہ سلطان مکہ مکرمہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی: خلفا قریش سے ہوں گے۔''[2] اگر ان صفات سے متصف لوگ ایک سے زیادہ ہوں تو پھر خلافت کا مستحق وہ ہوگا جس کی بیعت زیادہ لوگ کریں۔

﴿10﴾......فاسق وفاجر شخص کو خلیفہ تسلیم کرنا: تقویٰ اور علم کی شرائط سے خالی شخص اگر مسندِ خلافت پر قبضہ رکھنا چاہتا ہے اور اسے ہٹانے میں ناقابلِ برداشت فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، تو اسی کو خلیفہ تسلیم کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

یہ ہیں چالیس اصولوں پر مشتمل چار ارکان جو عقائد کے قواعد ہیں۔ ان کے مطابق عقیدہ رکھنے والا اہل سنت و جماعت میں شامل اور بدمذہبوں سے دُور ہے۔

دُعا:

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے بلند پایہ فضل وکرم اور جود وعطا کے صدقے ہمیں راہِ حق کی سچائی ثابت کرنے اور اس پر عمل پیرا رہنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ **اللّٰہ** ربُّ العزّت کی رحمتیں ہوں ہمارے سردار حضرت **محمد** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل اور ہر برگزیدہ بندے پر۔

---

1 ......احناف کے نزدیک امام وخلیفہ کی شرائط وتفصیل۔ امامت دو قسم ہے: (۱)...... صغریٰ (۲)......کبریٰ۔

امامتِ صغریٰ، امامتِ نماز ہے۔ **امامتِ کبریٰ** نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نیابتِ مطلقہ، کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام اُمورِ دینی و دنیوی میں حسبِ شرع تصرّفِ عام کا اختیار رکھے اور غیرِ معصیت میں اُس کی اطاعت، تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہو اِس امام کے لیے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی، علوی، معصوم ہونا اس کی شرط نہیں۔ اِن کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے، جس سے اُن کا یہ مقصد ہے کہ برحق اُمرائے مؤمنین خلفائے ثلٰثہ ابوبکر صدیق وعمرِ فاروق وعثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو خلافت سے جدا کریں، حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا اِجماع ہے۔ مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم وحضرات حسنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے اُن کی خلافتیں تسلیم کیں اور علویت کی شرط نے تو مولیٰ علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا، مولیٰ علی، علوی کیسے ہو سکتے ہیں! رہی عصمت، یہ انبیا وملائکہ کا خاصہ ہے، جس کو ہم پہلے بیان کر آئے، امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۲۳۷)

2 ......السنن الکبری للنسائی، کتاب القضاء، الأئمة من قریش، الحدیث:۵۹۴۲، ج۳، ص۴۶۷۔

چوتھی فصل: ایمان اور اسلام کے مابین اتصال وانفصال، ان کے گھٹنے بڑھنے اور اسلاف کا اس میں (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے ساتھ) استثنا کرنے کی وجہ کا بیان

مسئلہ 1: ایمان واسلام دو چیزیں ہیں یا ایک؟

اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اسلام ہی ایمان ہے یا اس سے جدا ہے؟ اور اگر جدا ہے تو کیا ایمان کے بغیر بھی اس کا وجود ممکن ہے یا اس کے ساتھ وابستہ ولازم ہے؟ اس کے جواب میں کئی اقوال ہیں:

﴿1﴾......اسلام وایمان ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

﴿2﴾......یہ دو الگ الگ اور جدا جدا چیزیں ہیں۔

﴿3﴾......یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔

مصنف کا موقف:

شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس مسئلے پر بہت گنجلک اور طویل کلام فرمایا ہے۔ لیکن ہم لا حاصل گفتگو سے صرفِ نظر کرتے ہوئے امرِ حق کو وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کریں گے۔ ہمارے اختیار کردہ موقف کے مطابق اس مسئلہ کی تین ابحاث ہیں: (۱)......ان دونوں کا لغوی معنی کیا ہے۔ (۲)......شرعی طور پر ان سے کیا مراد ہے۔ (۳)......ان کا دنیوی واخروی حکم کیا ہے؟ پہلی بحث کو لغوی، دوسری کو تفسیری اور تیسری کو فقہی شرعی کہیں گے۔

پہلی بحث: لُغوی معنی کا بیان

ایمان دراصل، تصدیق کا نام ہے۔ جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا (پ۱۲، یوسف:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے۔

اس آیت مبارکہ میں مومن بمعنی مصدِّق (یعنی تصدیق کرنے والا) استعمال ہوا ہے۔

اور اسلام کا معنی ہے: ماننا اور دل سے قبول واطاعت پر سرِ تسلیم خم کرنا۔ نیز سرکشی، انکار اور مخالفت کو ترک کرنا۔ تصدیق کا مقام دل ہے اور زبان اس کی ترجمان۔ جبکہ ماننا عام ہے دل، زبان اور دیگر اعضاء سب کے ساتھ ہوتا

ہے۔ ہر تصدیقِ قلبی، ماننا اور انکار و سرکشی کو ترک کرنا ہے، اسی طرح زبان سے اقرار کرنا اور دیگر اعضاء سے طاعت و فرمانبرداری کرنا بھی۔ لہٰذا لُغوی اعتبار سے اسلام عام اور ایمان خاص ہوا اور اسلام کے اجزاء میں سے بہترین جز کا نام ایمان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر تصدیق، تسلیم تو ہے لیکن ہر تسلیم، تصدیق نہیں۔

دوسری بحث: معنیٔ شرعی کا بیان

درحقیقت شریعت میں یہ الفاظ (یعنی ایمان واسلام) تین طرح استعمال ہوئے ہیں: (۱)...... دونوں ہم معنی (۲)...... الگ الگ معنی میں اور (۳)...... ایک کے معنی میں دوسرے کا معنی شامل ہے۔

دونوں کے ہم معنی ہونے کی مثالیں:

﴿1﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

(پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۳۵، ۳۶)

اور یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ وہاں (مؤمنین و مسلمین کا) ایک ہی گھر تھا۔

﴿2﴾ يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ (پ ۱۱، یونس: ۸۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر اسلام رکھتے ہو۔

﴿3﴾...... فرمانِ مصطفٰے ہے: ''بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے[1]۔'' [2]

ایک دفعہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں بھی

---

1 ...... عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ یعنی: حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ مبلِّغِ اعظم، تاجدارِ اُمَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے: پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم، الحدیث ۸، ج ۱، ص ۱۴)

2 ...... صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام...... الخ، الحدیث ۱۶، ص ۲۷۔

یہی پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں[۱]۔[۲]

دونوں کے جدا جدا معنی میں استعمال ہونے کی مثالیں:

﴿1﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا (پ۲۶،الحجرات:۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے۔ ہاں! یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔

یعنی یوں کہو کہ ہم ظاہراً دین اسلام کی طاعت قبول کرتے ہیں۔ مذکورہ آیتِ کریمہ میں ایمان سے فقط تصدیقِ قلبی مراد ہے اور اسلام سے مراد ظاہری طور پر زبان اور دیگر اعضاء سے طاعت قبول کرنا ہے۔

﴿2﴾......**حدیثِ جبریل:** جب حضرتِ سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو رحمتِ عالمیان، سرورِ کون ومکان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَبِالْحِسَابِ وَبِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ یعنی: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالٰی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یومِ آخرت، مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے، حساب وکتاب اور اس بات پر ایمان لائے کہ اچھی بری تقدیر اسی (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کی طرف سے ہے۔''[۳]

پھر انہوں نے اسلام کے متعلق پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا اور ظاہری قول وعمل کے ساتھ ماننے کو اسلام کا نام دیا۔

﴿3﴾......حضرتِ سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک بار محبوب ربُّ العزت، مخزنِ جود وسخاوت صَلَّی

---

❶......(قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) اِنَّ الْاِيْمَانَ بُنِيَ عَلٰى خَمْسٍ: تَعْبُدَ اللّٰهَ، وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَحُجَّ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ۔ كَذٰلِكَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عليهِ وسَلَّم یعنی: (حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں:) بلاشبہ ایمان کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ کی عبادت کرنا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اسی طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی علیہ وسلَّم نے ہمیں ارشاد فرمایا۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، باب ماقالوافی الغزو واجب هو، الحدیث:۸، ج۴، ص۲۰۰)

❷......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصیام، باب فرض صوم شهر رمضان، الحدیث:۷۸۹۳، ج۴، ص۳۳۵۔

❸......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام......الخ، الحدیث:۸، ص۲۲۔

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ بن العباس......الخ، الحدیث:۲۹۲۴، ج۱، ص۶۸۳۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو کوئی چیز عنایت فرمائی اور دوسرے کو عطا نہ فرمائی تو میں نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا اسے نہ دیا حالانکہ وہ بھی مومن ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یا مسلمان۔'' میں نے دوبارہ یہی عرض کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر وہی ارشاد فرمایا: ''یا مسلمان[1]۔'' [2]

دونوں کے ایک دوسرے کے معنی کو شامل ہونے کی مثالیں:

بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ ''کون سا عمل افضل ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اسلام۔'' پھر عرض کی گئی: ''کون سا اسلام افضل ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ایمان۔'' [3]

مذکورہ روایت سے ثابت ہوا کہ اسلام و ایمان معنی میں مختلف بھی ہیں اور ایک دوسرے میں شامل بھی اور یہ استعمال لغت کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔ کیونکہ ایمان ایک عمل بلکہ افضل عمل ہے اور اسلام تسلیم کرنے کا نام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا دیگر اعضاء سے اور اس تسلیم میں سے بہتر دل کی تسلیم ہے جسے تصدیق اور ایمان کا نام دیا جاتا ہے۔

تیسری بحث: حکم شرعی کا بیان

اسلام اور ایمان کے دو حکم ہیں: (١)......اخروی (٢)......دنیوی۔

اُخروی حکم: جہنم سے نکالنا اور اس میں ہمیشہ رہنے سے بچانا۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفٰے ہے: ''جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔'' [4]

---

1 ...... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج5، ص600 پر فرماتے ہیں: ''اس فرمان عالی میں ان صاحب کے ایمان کی نفی نہیں بلکہ حضرت سعد کو تعلیم ہے کہ کسی کے متعلق اس کے ایمان کی گواہی قطعی نہ دو کہ ایمان دلی تصدیق کا نام ہے جس پر اللّٰہ تعالیٰ ہی خبردار ہے۔ اسلام ظاہر کا نام ہے تم اس کی گواہی دے سکتے ہو خیال رہے کہ کبھی ایمان و اسلام ہم معنی آتے ہیں اور کبھی ان میں فرق کیا جاتا ہے کہ دلی عقیدوں کا نام ایمان ہوتا ہے اور ظاہری اطاعت کا نام اسلام یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تألف قلب من یخاف......الخ، الحدیث: ١٥٠، ص ٨٩۔

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الشامیین، حدیث زید بن خالد الجھنی، الحدیث: ١٧٠٢٤، ج٦، ص٥٨، باختصارٍ۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، الحدیث: ٤٤، ج١، ص٢٨۔

ہاں! اس بارے میں اختلاف ہے کہ مذکورہ حکمِ اخروی کس پر مرتب ہوگا یعنی اس ایمان کی کیا تعریف ہے (جو جہنم سے نکالنے اور اس میں ہمیشہ رہنے سے بچانے کا کام دے گا)؟

﴿1﴾......کسی نے کہا: ایمان محض تصدیقِ قلبی کا نام ہے۔

﴿2﴾......کسی نے کہا: دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے۔

﴿3﴾......کسی نے تیسری چیز یعنی اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا بھی اضافہ کیا۔

پہلا درجہ: ہم اصل بات کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو شخص ان تینوں باتوں (تصدیق، اقرار اور اعمالِ صالحہ) پر کاربند ہو، وہ بلا اختلاف جنتی ہے۔ یہ ایک درجہ ہوا۔

دوسرا درجہ: دو باتیں موجود ہوں اور تیسری کا کچھ حصہ ہو یعنی تصدیق و اقرار اور کچھ اعمالِ صالحہ ہوں اور اس شخص سے ایک یا ایک سے زیادہ کبیرہ گناہ بھی سرزد ہوئے ہوں تو اس کے بارے میں معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ شخص فاسق، دائرۂ اسلام سے خارج اور ہمیشہ کا جہنمی ہے لیکن کافر نہیں۔ اس کا ایک تیسرا مقام ہے (یعنی نہ مومن ہے نہ کافر) معتزلہ کا یہ قول باطل ہے، ہم عنقریب اس کی وضاحت کریں گے۔

تیسرا درجہ: تصدیقِ قلبی اور شہادتِ لسانی پائی جائے لیکن اعضاء سے اعمال کا وجود نہ ہو تو ایسے شخص کے حکم میں اختلاف ہے۔

اَعمالِ صالحہ جزوِ ایمان نہیں:

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ''اعمالِ صالحہ جزوِ ایمان ہیں، ان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے اس موقف پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور ایسے دلائل پیش کئے ہیں جو انہی کے موقف کے خلاف جاتے ہیں۔ جیسے ان کا اس دلیلِ قرآنی کو پیش کرنا:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ (پ ۱، البقرۃ: ۸۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنت والے ہیں۔

اس آیت سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کا درجہ ایمان کے بعد ہے، وہ نفسِ ایمان میں شامل نہیں، وگرنہ

اعمال کا دوبارہ سے ذکر تکرار کے حکم میں ہوگا اور حیرت ہے کہ شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اپنے موقف کو اجماعی بھی قرار دیتے ہیں اور یہ حدیثِ پاک بھی ذکر کرتے ہیں: ''لَا یَکْفُرُ اَحَدٌ اِلَّا بَعْدَ جُحُوْدِہٖ لِمَا اَقَرَّ بِہٖ یعنی: کوئی بھی مسلمان اس وقت تک کافر نہیں ہوگا جب تک وہ اقرار کی ہوئی چیز کا انکار نہ کرے۔'' (1)

شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی معتزلہ کے اس عقیدے ''کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا'' کا رد کرتے ہیں حالانکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے موقف کا قائل مذہبِ معتزلہ کا قائل ہے۔ کیونکہ اگر آپ کے مذہب کے قائل سے پوچھا جائے کہ ''جو شخص دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتے ہی (بغیر کوئی عمل کئے) فوت ہو جائے تو کیا وہ جنتی ہے؟'' تو اس کا جواب لازماً اثبات میں ہوگا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ایمان بغیر عمل کے پایا جاتا ہے۔

ہم اپنے سوال کو طول دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس شخص کو اس قدر مزید زندگی مل جائے کہ وہ ایک نماز کا وقت پالے لیکن قضا کر دے، یا زنا کا مرتکب ہو اور پھر مر جائے تو کیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو معتزلہ کا بھی یہی عقیدہ ہے اور نہ کی صورت میں ثابت ہو گیا کہ اعمالِ صالحہ نفسِ ایمان کے لئے نہ رکن ہیں نہ اس کے وجود کے لئے شرط اور نہ ہی جنت کا استحقاق ان پر موقوف۔ اگر جواب دینے والا کہے کہ میری مراد یہ ہے کہ اگر وہ شخص طویل مدت تک زندہ رہے، نہ نماز پڑھے اور نہ دیگر شرعی احکام کی پیروی کرے (تب اس پر ہمیشہ کے لئے جہنمی ہونے کا حکم لگے گا) تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ وہ مدت کتنی ہوگی؟ کتنی مقدار میں طاعات کا ترک اور کس قدر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ایمان کو باطل کر دیتا ہے؟ یہ تعداد نہ متعین ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کی طرف کسی نے رجوع کیا۔

چوتھا درجہ: کسی شخص نے دل سے تصدیق کی لیکن زبانی شہادت ادا کرنے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے سے پہلے ہی اسے موت آ گئی تو کیا وہ بارگاہِ خداوندی میں مومن شمار ہوگا؟ اس میں اختلاف ہے۔ زبانی اقرار کو تکمیلِ ایمان کے لئے شرط قرار دینے والے حضرات کہتے ہیں: ''اس شخص کو ایمان سے پہلے موت آئی ہے۔'' لیکن ان کا یہ قول غلط ہے کیونکہ نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔'' (2) اس شخص کا دل تو ایمان سے لبریز ہے تو پھر وہ ابدی جہنمی کیسے؟

---

1 ......المعجم الاوسط، من اسمہ عبداللّٰہ، الحدیث۴۴۳۳، ج۳، ص۲۳۲۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، الحدیث۴۴، ج۱، ص۲۸۔

نیز حدیثِ جبریل میں ایمان کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور روزِ آخرت کی تصدیق کے سوا کوئی شرط نہیں رکھی گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا۔

پانچواں درجہ: کسی شخص نے دل سے تصدیق کی، پھر اسے زبان سے کلماتِ شہادت ادا کرنے کا موقع بھی ملا اور اسے اس کے وجوب کا بھی علم تھا لیکن ادا نہ کیا۔ تو ممکن ہے اس نے اس کی ادائیگی سے اسی طرح غفلت برتی ہو جس طرح نماز سے غفلت برتتا ہے۔ لہٰذا ہم اسے مومن اور جہنم میں ہمیشہ نہ رہنے والا کہیں گے۔ کیونکہ ایمان محض تصدیقِ قلبی کا نام ہے، جبکہ زبان ایمان کی ترجمان ہے۔ اس بنا پر لازم ہے کہ ایمان زبان کی ادائیگی سے قبل ہی تام مانا جائے تاکہ زبان اس کی ترجمانی کرسکے۔ یہی موقف سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس الفاظِ حدیث کے معانی کی اتباع کے سوا حکم بیان کرنے کی کوئی سند نہیں۔ لغوی اعتبار سے بھی ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور حضور پرنور، شافع یوم النشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔'' (1)

جس طرح دیگر واجبات کے ترک سے ایمان ختم نہیں ہوتا اسی طرح ایمان کے بارے میں زبانی شہادت کا وجوب ترک کردینے سے دل ایمان سے خالی نہیں ہوجاتا۔ بعض نے کہا: زبان سے اقرار کرنا ایمان کا رکن ہے کیونکہ کلماتِ شہادت دل کی خبر نہیں دیتے، بلکہ وہ دوسرے معاملے کی انشاء اور شہادت والتزام کی ابتدا ہیں۔ لیکن پہلا قول (یعنی ہمارا موقف) ہی سب سے زیادہ واضح ہے۔

اس مسئلے میں مرجئہ فرقے نے تو حدیں ہی پار کردیں اور یہ موقف اختیار کیا کہ یہ شخص جہنم میں جا ہی نہیں سکتا۔ وہ کہتے ہیں: مومن چاہے گناہ گار ہی کیوں نہ ہو، جہنم میں نہیں جائے گا۔ ہم عنقریب ان کے موقف کا رد پیش کریں گے۔

چھٹا درجہ: کوئی شخص زبان سے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کہے لیکن دل سے اس کی تصدیق نہ کرے تو ایسا شخص اخروی حکم کے اعتبار سے بلا شک وشبہ کافر اور ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ شخص امرا وخلفا سے تعلق رکھنے والے دنیاوی احکام میں مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس کی قلبی کیفیت پر آگاہ نہیں ہوا جاسکتا۔ لہٰذا ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ ہم اس کی قلبی حالت کو بھی ویسا ہی جانیں جیسا وہ اپنی زبان سے اقرار کررہا ہے۔

---

(1)......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، الحدیث۴۴، ج۱، ص۲۸۔

غورطلب مسائل:

تیسرے امر میں ہمیں شک ہے یعنی وہ دنیوی حکم جو اس بندے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے جیسے اسی حالت (یعنی صرف زبانی قبولِ اسلام ہے قلبی نہیں) میں اس کا کوئی قریبی مسلمان رشتہ دار فوت ہو جائے، پھر وہ دل سے ایمان لے آئے اور اپنے بارے میں فتویٰ لیتے ہوئے کہے کہ ''میں اپنے رشتہ دار کی فوتگی کے وقت دل سے مومن نہیں تھا اور اب وراثت میرے قبضے میں ہے، تو کیا عنداللہ یہ وِرثہ میرے لئے حلال ہے؟'' یا وہ شخص کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنے کے بعد دل سے مومن ہوتا ہے تو کیا اس نکاح کا اعادہ کرنا ہوگا؟ یہ مسائل غورطلب ہیں۔ ممکن ہے ان مسائل کا جواب یوں دیا جائے: دنیاوی احکام کے ظاہر و باطن کا دارومدار ظاہر پر ہے۔ یا یہ جواب دیا جائے کہ ظاہر کا حکم دوسروں کے لئے ہے کیونکہ وہ اس کی قلبی کیفیت پر مطلع نہیں ہو سکتے اور خود اس کے لئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اس کا باطن، ظاہر ہے۔ حقیقی علم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اور ہمارے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ یہ مالِ وراثت اس شخص کے لئے حلال نہیں اور اس پر نکاح کا اعادہ لازم ہے۔ اسی بنا پر حضرت سَیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منافقین کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے اور امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اس چیز کا خیال رکھتے اور جس جنازے میں حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شرکت نہ کرتے آپ بھی نہ جاتے اور نماز دنیا میں ایک ظاہری عمل ہے اگرچہ عبادات میں سے ہے اور حرام سے اجتناب بھی ان امور میں سے ہے جو نماز کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے واجب کردہ ہیں۔ جیسا کہ، حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ یعنی: رزقِ حلال کی تلاش ایک فرض کے بعد دوسرا فرض ہے۔'' (1)

اور ہمارا یہ کہنا اس قول کے خلاف نہیں ہے کہ وراثت اسلام کا حکم ہے اور اسلام، تسلیم کا نام ہے۔ بلکہ مکمل تسلیم تو وہ ہے جو ظاہر و باطن دونوں کو شامل ہو۔ یہ ابحاث فقہی اور ظنی ہوتی ہیں، ان کا دارومدار ظاہری الفاظ، عمومی ابحاث اور قیاسات پر ہوتا ہے۔ لہٰذا کم علم اس خیال میں نہ رہے کہ یہاں قطعی حکم تک رسائی مطلوب ہے جیسے علمِ کلام میں قطعیت طلب کرنے کا رواج ہے۔ تو جو شخص علوم میں رسوم وعادات کی طرف نظر کرتا ہے فلاح نہیں پاتا۔

سوال: معتزلہ اور مرجئہ فرقوں کا شبہ کیا ہے؟ اور ان کا موقف باطل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ **جواب:** یہ فرقے

(1) ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی حقوق الاولاد والاھلین، الحدیث: ۸۷۴۱، ج۶، ص۴۲۰۔

قرآن کے عمومی حکم سے شبہ میں پڑ گئے۔ جیسے

فرقۂ مرجئہ کا شبہ اور ان کے دلائل:

کوئی بھی مومن جہنم میں نہیں جائے گا، اگرچہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔

﴿۱﴾

فَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخۡسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ (پ۲۹، الجن: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جو اپنے ربّ پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف نہ زیادتی کا۔

﴿۲﴾

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ﴿ۖ﴾ (پ۲۷، الحدید: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے۔

﴿۳﴾

كُلَّمَاۤ اُلۡقِیَ فِیۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ یَاۡتِكُمۡ نَذِیۡرٌ ﴿۸﴾ قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ ۙ۬ فَكَذَّبۡنَا وَ قُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ ۚۖ (پ۲۹، الملک: ۸، ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے، پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اوتارا۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں (كُلَّمَاۤ اُلۡقِیَ فِیۡهَا فَوۡجٌ) کے الفاظ میں عموم ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں ہر پھینکا جانے والا شخص وہی ہو جو جھٹلاتا ہو۔

﴿۴﴾

لَا یَصۡلٰىهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی ﴿ۙ۱۵﴾ الَّذِیۡ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿ؕ۱۶﴾ (پ۳۰، اللیل: ۱۵، ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت، جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

اس آیتِ مقدسہ میں حصر، اثبات اور نفی ہے۔

﴿۵﴾

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا ۚ وَهُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ يَّوۡمَئِذٍ اٰمِنُوۡنَ ﴿۸۹﴾ (پ۲۰،النمل:۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جو نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر صلہ ہے اور ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے۔

ایمان تو تمام نیکیوں کی بنیاد ہے اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿۶﴾

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۳۴﴾ (پ۴،اٰل عمرٰن:۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیک لوگ اللّٰہ کے محبوب ہیں۔

﴿۷﴾

اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ (پ۱۵، الکھف:۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم ان کے نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

مذکورہ دلائل کے جوابات:

ان آیات سے اُن کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ مذکورہ آیات میں جہاں ایمان کا ذکر ہے وہاں (محض ایمان نہیں بلکہ) ایمان بمع عمل مراد ہے۔ جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ لفظِ ایمان کبھی اسلام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور وہ دل، زبان اور اعمال کی موافقت کا نام ہے اور اس تاویل پر وہ بہت ساری روایات دلیل ہیں جن میں گناہگاروں کا انجام اور عذاب کی مقدار کا بیان ہے۔ نیز یہ حدیثِ پاک کہ "جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔"[1] اگر داخل ہی نہ ہوا تو نکالے جانے کا کیا مطلب؟

﴿۱﴾

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ (پ۵، النسآء:۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

قرآنِ پاک کے ان الفاظ "جسے چاہے معاف فرما دے" سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے نہ چاہے گا نہ بخشے گا۔

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانه، الحدیث۴۴، ج۱، ص۲۸۔

﴿۲﴾

وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ﴿ؕ۲۳﴾ (پ۲۹،الجن:۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے ،تو بیشک ان کے لئے جہنّم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

اس آیتِ مبارکہ کو کفار کے ساتھ خاص کرنا ہٹ دھرمی ہے۔

﴿۳﴾

اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡ عَذَابٍ مُّقِیۡمٍ ﴿۴۵﴾ (پ۲۵،الشورٰی:۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: سنتے ہو! بے شک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

﴿۴﴾

وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَکُبَّتۡ وُجُوۡہُہُمۡ فِی النَّارِ ؕ (پ۲۰،النمل:۹۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو بدی لائے تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں۔

عمومی حکم پر مشتمل ان آیات میں ان دلائل کے جوابات ہیں جن سے فرقہ مرجئہ نے عموم ثابت کیا۔ان دونوں طرف کے دلائل میں تاویل و تخصیص کی ضرورت ہے۔کیونکہ ''روایات میں گناہ گاروں کے عذاب میں مبتلا ہونے کی صراحت ہے۔''[1] بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُہَا ۚ (پ۱۶،مریم:۷۱) ترجمۂ کنزالایمان:اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔

مذکورہ فرمانِ باری تعالیٰ میں صراحت ہے کہ یہ حکم سب کے لئے ہے کیونکہ (سوائے خاص لوگوں کے) کوئی بھی مومن تمام گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَا یَصۡلٰىہَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی ﴿ۙ۱۵﴾ الَّذِیۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿ؕ۱۶﴾ (پ۳۰،اللیل:۱۵،۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت،جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

اس آیتِ کریمہ میں مخصوص گروہ یا ایک معین بدبخت شخص مراد ہے۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قول اللّٰہ تعالی انّ رحمۃ اللّٰہ......الخ،الحدیث ۷۴۵۵، ج۴، ص۵۵۹۔

كُلَّمَآ اُلۡقِیَ فِیۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَآ (پ۲۹،الملك:۸)

ترجمۂ کنز الایمان: جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے۔

یہاں فوج سے کفار کی فوج مراد ہے اور عام کو خاص کرنا جائز ہے۔اس آیتِ مقدسہ کو دلیل بنا کر حضرت سیّدُنا امام ابوالحسن اشعری عَلَیۡهِ رَحۡمَةُ اللهِ الۡقَوِی اور کچھ متکلمین نے الفاظ کے عموم کا انکار کر دیا اور کہا: ''ایسے الفاظ میں اس وقت تک توقف اختیار کیا جائے جب تک ان کے معنی پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ نہ پایا جائے۔''

معتزلہ کا شبہ اور ان کے دلائل:

ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا لیکن کافر نہیں ہے۔درج ذیل آیاتِ طیبات بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

﴿۱﴾

وَاِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی ﴿۸۲﴾ (پ۱۶،طٰهٰ:۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

﴿۲﴾

وَالۡعَصۡرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (پ۳۰،العصر:۱تا۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اس زمانۂ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے، مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔

﴿۳﴾

وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا ﴿۷۱﴾ (پ۱۶، مریم:۷۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو، تمہارے ربّ کے ذمّہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

﴿۴﴾......پھر ارشاد فرمایا:

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا (پ۱۶، مریم:۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے۔

﴿۵﴾

وَمَنۡ یَّعۡصِ اللهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے،

جَهَنَّمَ (پ۲۹،الجن:۲۳) تو بے شک ان کے لئے جہنّم کی آگ ہے۔

مذکورہ آیاتِ بینات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا بھی ذکر فرمایا۔

﴿۶﴾

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (پ۵،النسآء:۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے۔

مذکورہ دلائل کے جوابات:

مذکورہ دلائلِ قرآنیہ کے عموم میں بھی ذیل کی آیات کے سبب تخصیص ہے۔

﴿۱﴾

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (پ۵،النسآء:۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

اس آیت کی رو سے کفر و شرک کے علاوہ گناہوں کی مغفرت مشیتِ الٰہی پر منحصر ہے۔

﴿۲﴾ اسی طرح سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔'' (1)

﴿۳﴾

اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۚ﴿۳۰﴾ (پ۱۵، الکھف:۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم ان کے نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

﴿۴﴾

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾ (پ۱۱،التوبہ:۱۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ نیکوں کا نیگ (اجر و انعام) ضائع نہیں کرتا۔

اب بتایئے! ایک گناہ کے سبب اصل ایمان اور تمام عبادات کا اجر کیسے ضائع کر دیا جائے گا؟ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا

1 ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، الحدیث:۴۴، ج۱، ص۲۸۔

فرمان ہے:

﴿۵﴾

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (پ۵،النسآء:۹۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے۔

(ہمیشہ کے لئے جہنمی وہ قاتل ہوگا جو کسی مومن کو) مومن ہونے کے ناطے قتل کرے۔ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول بھی یہی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اس تمام بحث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایمان میں عمل کا دخل نہیں، حالانکہ اکابرین ملت سے منقول ایمان کی یہ تعریف مشہور ہے کہ ''ایمان تصدیقِ قلبی، اقرارِ لسانی اور اعمالِ صالحہ کا نام ہے۔ پھر اس کا کیا مطلب ہوا؟ جواب: اعمالِ صالحہ کو ایمان میں شامل کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایمان کو مکمل اور تمام کرنے والے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے: ''سر اور دونوں ہاتھ انسان سے ہیں۔'' یہ تو سب جانتے ہیں کہ اگر سر نہیں تو انسان بھی نہیں۔ لیکن اگر ہاتھ نہ ہوں تو وہ انسان ہونے سے خارج نہیں ہوجاتا۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''تکبیراتِ انتقالات اور تسبیحات نماز سے ہیں اگرچہ ان کا ترک نماز کو باطل نہیں کرتا۔'' تصدیق بالقلب ایمان میں اس طرح ہے جس طرح وجودِ انسانی کے لئے سر کہ اگر تصدیق نہیں تو ایمان بھی نہیں اور بقیہ طاعات دیگر اعضائے جسمانی کی طرح ہیں۔ جن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔

نیز حضور نبیٔ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَایَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِن یعنی: زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔'' [1]

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن معتزلہ کی طرح زانی کو کافر نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ کامل، پورا اور حقیقی مومن نہیں۔ جیسے کٹے ہوئے اعضاء والے مجبور شخص کو کہا جائے: ''یہ انسان نہیں۔'' یعنی حقیقتِ انسانیت کے بعد اسے انسانی کمال کا درجہ حاصل نہیں۔

1 ......صحیح مسلم، کتاب الایمان باب بیان نقصان الایمان......الخ، الحدیث۵۷، ص۴۸۔

مسئلہ 2: ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں

سوال: اسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا یہ متفقہ قول ہے کہ ایمان کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ عبادات سے بڑھتا اور گناہوں سے گھٹتا ہے۔ جب تصدیقِ قلبی ہی ایمان ہے تو پھر اس میں کمی بیشی کیسی؟

جواب: اسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام عادل اور ہمارے لئے دلیلِ راہ ہیں۔ ان کے فرامین حق پر مبنی ہیں۔ جن سے روگردانی کسی بھی مسلمان کو روا نہیں۔ ضرورت ان کی بات سمجھنے کی ہے۔ ان کا فرمان اس بات پر دلیل ہے کہ عمل ایمان کا جزیا اس کا رکن نہیں بلکہ ایک اضافی چیز ہے، جس سے ایمان بڑھ جاتا ہے۔ ایمان میں کمی بیشی کرنے والے افعال موجود ہیں۔ یاد رہے کہ کسی بھی چیز کی ذات میں اضافہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جائے گا کہ انسان سر سے بڑھتا ہے بلکہ یوں کہا جائے گا کہ انسان داڑھی اور موٹاپے میں بڑھتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ نماز رکوع و سجود سے بڑھتی ہے بلکہ کہا جائے گا کہ اس میں سنتوں اور آداب سے اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے قول سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ ایمان کا ایک وجود ہے، پھر وجود کے بعد کمی بیشی سے اس کا حال مختلف ہوتا ہے۔

سوال: اعتراض ابھی بھی باقی ہے کہ تصدیقِ قلبی ایک خصلت ہے، اس میں کمی بیشی کا امکان کیسے؟ **جواب:** اگر دوغلے پن کو چھوڑ کر اور فسادیوں کے شور وشغب سے بے پرواہ ہو کر حقیقت سے پردہ اٹھایا جائے تو اعتراض دور ہو سکتا ہے۔ سنئے! لفظِ ایمان اسمِ مشترک ہے (یعنی وہ اسم جس کے کئی معانی ہوں)، یہ تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

پہلا معنی: اس تصدیقِ قلبی کو ایمان کہا جاتا ہے جو عقیدے اور تقلید کے طور پر ہو، اس میں اسرار و رموز پر مطلع ہونا اور ایمان کے متعلق گہرائی سے جاننا شامل نہیں ہوتا۔ ایمان کا یہ درجہ عوام بلکہ ہر مخلوق کو حاصل ہوتا ہے۔ خواص اس سے اوپر ہیں۔ اس درجے کا اعتقاد دل پر دھاگے کی گرہ کی طرح ایک گرہ ہے جو کبھی سخت و مضبوط ہو جاتی ہے اور کبھی نرم و کمزور پڑ جاتی ہے اور ایسا ہونا ممکن ہے۔ جیسے اپنے عقائد میں متشدد یہودی، عیسائی یا بد مذہب کی مثال لے لیجئے جسے اس کے مذہب سے ہٹانے کے لئے کوئی دھمکی کارگر نہیں ہوتی۔ وساوس، تحقیق و دلیل اور وعظ و نصیحت اس کے لئے بے اثر ہوتے ہیں۔ لیکن بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو مختصر سی گفتگو سے بھی شک میں پڑ جاتے ہیں۔ ذرا سی دھمکی یا لچکدار کلام کے سبب وہ اپنے عقائد کو چھوڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اپنے عقائد میں شک نہیں ہوتا

جس طرح پہلی قسم والے لوگوں کو نہیں ہوتا لیکن ان دونوں قسم کے لوگوں میں عقیدے کی پختگی کا فرق ہوتا ہے۔ پختگی اور شدت کا یہ فرق ہمارے سچے عقیدے کے حامل لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ عقیدے کی پختگی اور بڑھوتری میں عمل کی وہی اہمیت ہے جو درخت کی نشوونما میں پانی کی ہے۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا (پ ۱۱، التوبہ: ۱۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ (پ ۲۶، الفتح: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے۔

بعض احادیث میں یہ فرمان بھی موجود ہے کہ ''اَلْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ یعنی: ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔''[1] اور یہ گھٹنا بڑھنا دل میں عبادت کی تاثیر کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

ایمان گھٹنے بڑھنے کی کیفیت جاننے والا:

اسے صرف وہی شخص معلوم کرسکتا ہے جو حضورِ قلب کے ساتھ کی جانے والی عبادت کے اوقات اور ان کے علاوہ اوقات کا آپس میں موازنہ کرے، تو وہ جان لے گا کہ وقتِ عبادت ایمان اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ کسی وسوسہ ڈالنے والے کا وسوسہ اس کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا۔ اسی طرح یتیم پر شفقت کا اعتقاد رکھنے والا شخص اپنے اعتقاد پر عمل کرتے ہوئے یتیم کے سر پر دستِ شفقت پھیرے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے تو وہ اپنے اس عمل کے سبب دل میں اعتقادِ شفقت کو مزید مضبوط ہوتا محسوس کرے گا۔ یونہی عاجزی کا خوگر جب عاجزی والا عمل کرے گا یا دوسرے کے سامنے عاجزی وانکساری کرے گا تو اسے اپنے اس عمل کی بنا پر دل میں عاجزی کی زیادتی محسوس ہوگی۔

عالم ظاہر اور عالم غیب:

یہی حال تمام قلبی صفات کا ہے۔ ان صفات کے زیر اثر اعضاء عمل کرتے ہیں پھر اعمال کا اثر ان صفات پر پڑتا ہے جو انہیں مضبوط اور زیادہ کرتا ہے۔ اس کا مزید بیان نجات دینے والے اعمال اور ہلاک کرنے والے اعمال کے باب میں آئے گا جہاں باطن کے ظاہر کے ساتھ اور اعمال کے عقائد وقلوب کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ بھی بیان کی

---

1 ......الکامل فی ضعفاء الرجال، احمد بن محمد بن حرب، الرقم: ۴۶، ج ۱، ص ۳۳۰۔

جائے گی کیونکہ یہ عالَمِ ظاہر کے عالَمِ غیب کے ساتھ تعلق کی جنس سے ہیں۔ ملک سے مراد عالَمِ ظاہر ہے جس کا حواس سے علم ہوتا ہے اور ملکوت سے مراد عالَمِ غیب ہے جسے نورِ بصیرت سے جانا جاسکتا ہے۔ **دل عالَمِ غیب سے اور اعضاء واعمال عالَمِ ظاہر** سے ہیں۔ ان دونوں عالَموں میں اس قدر لطیف تعلق ہے کہ بعض نے ان دونوں کو ایک ہی سمجھا اور بعض نے کہا کہ ''عالَمِ ظاہر جو اجسامِ محسوسہ پر مشتمل ہے'' کے علاوہ اور کوئی عالَم نہیں۔ جس شخص نے ان دونوں عالَموں کے وجود اوران کے الگ الگ ہونے کو جانا اور آپس میں ان کی وابستگی کو سمجھا اس نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا:

رَقَّ الزُّجَاجُ وَرَقَّتِ الْخَمْرُ ... وَتَشَابَهَا فَتَشَاكَلَ الْاَمْرُ

فَكَاَنَّمَا خَمْرٌ وَلَا قَدَحٌ ... وَكَاَنَّمَا قَدَحٌ وَلَا خَمْرُ

ترجمہ: رقت کے اعتبار سے شیشہ اور شراب ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئے، گویا شراب ہے پیالہ نہیں یا پیالہ ہے شراب نہیں۔

اب ہم دوبارہ اصل مقصود کی طرف آتے ہیں کیونکہ مذکورہ بحث کا علمِ معاملہ سے کوئی تعلق نہیں لیکن ان دونوں علموں (یعنی علمِ معاملہ وعلمِ مکاشفہ) کے درمیان بھی تعلق ووابستگی ہے، اسی وجہ سے تمہیں علومِ مکاشفہ ہر دم علومِ معاملہ کی طرف مائل ہوتے نظر آئیں گے۔ حتی کہ تکلف کے ساتھ ان کا انکشاف بھی ہوجاتا ہے۔ پس ایمان کا یہ وہ معنی ہے جس کی بنا پر طاعت کو زیادتیٔ ایمان کا سبب جانا جاسکتا ہے۔

چمکتا نشان اور سیاہ نقطہ:

امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ایمان ایک چمکتے نشان کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ بندے کے نیک اعمال اس کی چمک بڑھاتے اور زیادہ کردیتے ہیں جس سے سارا دل روشن ہوجاتا ہے اور منافقت ایک سیاہ نقطے کی طرح ظاہر ہوتی ہے، بندہ جب حرام کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ کر زیادہ ہوجاتا ہے، آخرِ کار اس کے پورے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے اور اس پر مہر لگ جاتی ہے۔ یہی ختم (یعنی مہر) ہے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ آیتِ طیبہ تلاوت فرمائی:

كَلَّا بَلْ ٚسكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ۳۰، المطففین:۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

دوسرا معنی: ایمان سے تصدیق اور عمل دونوں مراد لئے جائیں۔ جیسا کہ رسول کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا یعنی: ایمان کے 70 سے زائد شعبے ہیں۔'' [1]

ایک روایت میں ہے: ''لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِن یعنی: زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔'' [2]

جب ایمان کے معنی میں عمل بھی شامل ہو تو عمل کی کمی بیشی کا خوف نہیں ہوتا۔ اصل ایمان یعنی تصدیقِ قلبی پر بھی کمی بیشی کا اثر ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ غور طلب امر ہے اور ہم نے اشارہ کر دیا کہ یہ بھی اس اثر کو قبول کرتا ہے۔

تیسرا معنی: ایمان سے مراد وہ یقینی تصدیق ہو جو کشف، شرح صدر (سینے کے کھلنے) اور نورِ بصیرت کے ساتھ مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ قسم زیادتی قبول کرنے سے دور ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ شک وشبہ سے خالی یقینی امر میں بھی اطمینانِ قلب ایک جیسا نہیں ہوتا جیسے دو ایک سے زیادہ ہوتا ہے اور عالَم بنایا ہوا اور حادث ہے ان دونوں باتوں میں اگرچہ کوئی شک نہیں لیکن ان میں یقین کی کیفیت ایک جیسی نہیں۔ تمام یقینی امور وضاحت اور اطمینانِ قلب کے درجات میں مختلف ہوتے ہیں۔

ایمان کے ان تینوں معانی سے ثابت ہوا کہ اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا ایمان کے متعلق کمی بیشی کا قول کرنا بالکل درست ہے اور کیوں درست نہ ہو جبکہ حدیثِ پاک میں بھی آچکا ہے کہ ''جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔'' [3]

بعض روایات میں ''دینار برابر'' کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ [4] اگر قلبی تصدیق میں تفاوت نہ ہو تو ان مختلف مقداروں کے بیان کا کیا مطلب؟

مسئلہ 3: ''اِنْ شَآءَ اللّٰہُ'' کے ساتھ اپنے مومن ہونے کا اقرار کرنا

سوال: اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ ''میں مومن ہوں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ؟'' حالانکہ

1 ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان......الخ، الحدیث۳۵، ص۳۹، "شعبةً" بدله "بابًا"۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان......الخ، الحدیث۵۷، ص۴۸۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادة الایمان و نقصانه، الحدیث:۴۴، ج۱، ص۲۸۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالی وجوه یومئذٍ ناضرة......الخ، الحدیث:۷۴۳۹، ج۴، ص۵۵۴۔

استثنا شک ہوتا ہے اور ایمان میں شک کفر ہے۔ یہ سب حضرات اپنے مومن ہونے کا جواب قطعیت کے ساتھ نہیں دیتے تھے اور اس سے اجتناب کرتے تھے۔ جیسے،

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں جو کہے: ''میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مومن ہوں وہ بڑا جھوٹا ہے۔'' اور جو کہے: ''میں حقیقی مومن ہوں وہ بدعتی ہے۔'' جو حقیقت میں اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے وہ جھوٹا کیسے اور حقیقت میں اپنے آپ کو مومن سمجھنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی مومن ہے۔ جیسے اگر کوئی حقیقت میں لمبا یا سخی ہے اور وہ اس بات کو جانتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اسی طرح خوش یا غمگین یا دیکھنے سننے والا بھی ہے۔ اگر کسی انسان سے پوچھا جائے: ''کیا تم جاندار ہو؟'' تو وہ یہ جواب دینا مناسب نہیں سمجھے گا کہ ''میں جاندار ہوں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے جب یہ بات کہی تو ان سے پوچھا گیا کہ ''ہم کیا کہیں؟'' تو فرمایا: ''تم یوں کہو! ہم ایمان لائے **اللہ** پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا۔'' (۲)

یہ قول کہ ''ہم ایمان لائے **اللہ** پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا'' اور ''میں مومن ہوں'' ان دونوں جملوں میں کیا فرق ہے؟

اے حسن! تو جھوٹا ہے:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے پوچھا گیا: ''کیا آپ مومن ہیں؟'' جواب دیا: ''اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔'' پھر کہا گیا: ''اے ابوسعید! اپنے ایمان کا اقرار اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے ساتھ کرنے کی کیا وجہ ہے؟'' فرمایا: ''مجھے ڈر ہے کہ میں ہاں کہوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے: اے حسن! تو نے جھوٹ بولا اور مجھ پر کلمۂ الٰہی (یعنی عذابِ خداوندی) لازم ہو جائے۔''

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرمایا کرتے تھے: ''مجھے اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میرے کچھ ناپسندیدہ اعمال دیکھے اور مجھ سے ناراض ہو کر فرما دے: جا! میں تیرا کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور میں بے فائدہ عمل کرتا رہوں۔'' (۳)

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ''جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا تم مومن ہو؟ تو تم جواب دو: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ)۔ ایک روایت میں ہے یوں کہہ دو: مجھے اپنے ایمان میں شک نہیں اور تیرا

---

(1) ……قوت القلوب، الفصل الخامس و الثلاثون فیہ ذکر اتصال الایمان……الخ، ج۲، ص۲۳۰۔

(2) ……المرجع السابق۔ (3) ……المرجع السابق۔

مجھ سے سوال کرنا بدعت ہے۔''(۱)

حضرت سیِّدُنا علقمہ بن قیس نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا گیا: ''کیا آپ مومن ہیں؟'' تو فرمایا: ''اِنْ شَآءَ اللہُ مجھے یہی امید ہے۔''(۲)

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (اپنا مومن ہونا یوں بیان) فرماتے ہیں: ''ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہم کیا ہیں؟''(۳) تو اس طرح استثنا کے ساتھ اپنے ایمان کو بیان کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: یہ استثنا بالکل درست ہے۔ اس کی چار وجوہات ہیں۔ دو کا تعلق شک سے ہے لیکن یہاں شک اصلِ ایمان میں نہیں بلکہ خاتمۂ ایمان اور کمالِ ایمان میں ہے اور دو کا شک سے کوئی تعلق نہیں۔

جن دو کا شک سے تعلق نہیں:

پہلی وجہ: جس کا شک سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس خوف کی بنا پر حتمی جواب دینے سے اجتناب کیا جاتا ہے کہ کہیں اپنے نفس کی پاکیزگی و بڑائی خود بیان کرنا لازم نہ آئے (کہ یہ مذموم ہے)۔

جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مبارَک ارشادات ہیں:

﴿۱﴾

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔

﴿۲﴾

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ (پ۵، النسآء: ۴۹)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں۔

﴿۳﴾

اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ (پ۵، النسآء: ۵۰)

ترجمۂ کنز الایمان: دیکھو! کیسا **اللہ** پر جھوٹ باندھ رہے ہیں۔

---

❶ ......قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فیه ذکر اتصال الایمان......الخ، ج۲، ص۲۳۰۔

❷ ......المرجع السابق۔ ❸ ......المرجع السابق۔

برا سچ:

کسی دانا سے پوچھا گیا: ''کس سچائی میں برائی ہے؟'' فرمایا: ''آدمی کا خود پسندی میں مبتلا ہونا۔'' ایمان تو بزرگ صفات میں سے ایک عظیم صفت ہے اور اس صفت کا حتمی اقرار مطلقاً خود ستائی ہے اور استثنا (یعنی اِنْ شَآءَ اللہُ) کے الفاظ گویا اپنی بڑائی بیان کرنے سے بچنے کے لئے ہیں۔ جیسے کسی شخص سے پوچھا جائے کہ ''کیا آپ حکیم ہیں یا مفتی یا مفسر؟'' وہ جواب دے: ''جی ہاں! اِنْ شَآءَ اللہُ!'' اس طرح کا جواب شک پر مبنی نہیں بلکہ اپنی تعریف خود کرنے سے بچنے کا حیلہ ہے۔ جس سے نفسِ خبر میں ضعف اور تردُّد آ جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خبر سے لازم آنے والی چیز کو کمزور کرنا مقصود ہے اور وہ چیز خود ستائی ہے۔ اس تاویل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے یہ ذہن نشین رہے کہ اگر کسی سے مذموم صفت کے متعلق پوچھا جائے تو اس کے جواب میں اِنْ شَآءَ اللہُ نہیں کہا جائے گا۔ (1)

دوسری وجہ: اس کلمہ (اِنْ شَآءَ اللہُ) سے مقصود ہر حال میں یادِ الٰہی اور ہر معاملہ مشیتِ خداوندی کے سپرد کرنا ہے۔ جیسے ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تعلیم فرمائی۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ (پ۱۵، الکھف:۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر گز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کر دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

پھر اس بات کو صرف شک والے کاموں تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ ارشاد فرمایا:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ۙ (پ۲۶، الفتح:۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے۔

حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو بخوبی معلوم تھا کہ مسلمان لازمی طور پر مکہ میں داخل ہوں گے، یہی اس کی مشیت بھی تھی، لیکن اس اندازِ بیان سے مقصود اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تعلیم دینا تھا۔

---

(1) ...... جیسے پوچھا جائے کہ ''کیا تم چور ہو؟'' تو اس کا جواب اِنْ شَآءَ اللہُ سے دینا منع ہے۔

قبرستان میں سلام کرنے کا طریقہ:

حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معمول تھا کہ جس امر کی بھی خبر دینا چاہتے خواہ وہ ظنی ہوتا یا یقینی اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہتے۔ یہاں تک کہ جب قبرستان سے گزر ہوتا تو فرماتے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْن یعنی: اے مومن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔'' (1)

حالانکہ مومنوں کے ساتھ ملنا (یعنی وفات پانا) ایک یقینی امر ہے۔ لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا جائے اور ہر امر کا تعلق اس کی مشیت سے جوڑا جائے اور یہ الفاظ (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ) اسی معنی کو ادا کرتے ہیں۔ حتی کہ عوامُ النَّاس میں ان الفاظ کو شوق وتمنا کے اظہار کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اگر آپ کو بتایا جائے کہ فلاں شخص جلد ہی مرنے والا ہے اور آپ کہیں: اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تو اس بات سے یہ اندازہ نہیں ہوگا کہ آپ کو اس کی موت میں شک ہے بلکہ یہ کہ آپ کو اس کی موت میں رغبت ہے اور جب آپ کو بتایا جائے کہ فلاں شخص عنقریب بیماری سے شفا پانے والا ہے اور آپ کہیں: اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تو اس کا مطلب رغبت لیا جائے گا۔ پس معاملہ خواہ کوئی بھی ہو ان الفاظ (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ) کو شک والے معنی سے رغبت والے معنی اور ذکرُ اللّٰہ کی طرف پھیرا گیا ہے۔

جن دو کا شک سے تعلق ہے:

تیسری وجہ: جس کا تعلق شک سے ہے۔ اس کا مطلب ہے میں سچا مومن ہوں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ، کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مخصوص لوگوں کی شان میں ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (پ ۹، الانفال: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: یہی سچے مسلمان ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مومنوں کی دو اقسام ہیں (کامل، غیرِ کامل): چنانچہ، شک کمالِ ایمان میں ہے نہ کہ اصلِ ایمان میں اور کمالِ ایمان میں تو ہر ایک کو شک ہوسکتا ہے، جو کہ کفر نہیں۔ دو وجہ سے کمالِ ایمان میں شک درست ہے: (۱)......منافقت کمالِ ایمان کو دُور کر دیتی ہے اور نفاق ایک مخفی امر ہے جس سے نجات یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتی۔ (۲)......اَعمالِ صالحہ سے ایمان کامل ہوتا ہے اور آدمی کامل طور پر اعمال کے وجود کا علم نہیں رکھتا۔

---

(1)......صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ العزۃ......الخ، الحدیث:۲۴۹، ص۱۵۱۔

عمل کے متعلق 5 فرامین باری تعالیٰ:

﴿۱﴾

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللّٰہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

(پ۲۶، الحجرٰت:۱۵)

شک اس صدق میں ہوتا ہے (جو کامل مسلمانوں کا وصف ہے، نہ کہ اصل ایمان میں)۔

﴿۲﴾

وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ (پ۲، البقرۃ:۱۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں! اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللّٰہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔

اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کے **20** اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے وعدہ وفائی اور مصائب پر صبر کرنا۔
پھر ارشاد فرمایا: اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ (پ۲، البقرۃ:۱۷۷) ترجمۂ کنزالایمان: یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی۔

﴿۳﴾

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

﴿۴﴾

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ (پ۲۷، الحدید:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔

﴿۵﴾

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اللّٰہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں۔

عمل کے متعلق 2 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾......اَلْاِیْمَانُ عُرْیَانٌ وَلِبَاسُہُ التَّقْوٰی یعنی: ایمان بے لباس ہے اس کا لباس تقویٰ ہے۔ (۱)

﴿2﴾......اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ یعنی: ایمان کے 70 سے زائد درجے ہیں جن میں سے کمتر، راستے سے تکلیف دہ چیز دُور کرنا ہے۔ (۲)

ان آیات و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کمال ایمان اعمالِ صالحہ کے سبب حاصل ہوتا ہے۔

(اب وہ روایات مُلاحظہ فرمایئے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ) منافقت اور شرکِ خفی (یعنی ریاکاری) سے دُوری، ایمان کو کمال بخشتی ہے۔ چنانچہ،

نفاق کی مذمت میں وارد 19 روایات و اقوال

﴿1﴾......اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ فَھُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّہٗ مُؤْمِنٌ مَنْ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ یعنی: جس میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ پکا منافق ہے خواہ وہ نماز روزے کا پابند ہو اور خود کو مومن خیال کرتا ہو: (۱)...... جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲)...... جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۳)...... جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور (۴)...... جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔ (۳)

بعض روایات میں ''اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ یعنی: جب وعدہ کرے تو وفا نہ کرے۔'' کے الفاظ ہیں۔ (۴)

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''دل چار قسم کے ہیں: (۱)...... انتہائی صاف جس میں چراغ روشن ہے یہ مومن کا دل ہے۔ (۲)...... دو رُخا دل، جس میں ایمان بھی ہے اور منافقت بھی۔ اس میں ایمان کی مثال سبزی کی طرح ہے، جو میٹھے پانی سے نشو ونما پاتی ہے اور منافقت کی مثال اس ناسور کی سی ہے جسے پیپ اور گندا خون مزید بڑھاتے ہیں۔ تو ان دو میں سے جو زیادہ بڑھا اسی کا حکم لگے گا۔'' (۵) (ایک دل وہ ہے جس

---

1 ......الفقیہ و المتفقہ، ذکر احادیث و اخبار شتی، الحدیث ۱۲۹، ج ۱، ص ۱۴۶۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان......الخ، الحدیث ۳۵، ص ۳۹-۴۰۔

3 ......المرجع السابق، الحدیث ۵۸، ۵۹، ص ۵۰، ۵۱۔ 4 ......المرجع السابق، الحدیث ۵۸، ص ۵۰۔

5 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۱۲۹، ج ۴، ص ۳۶۔

پرغلاف چڑھا ہے اور وہ اپنے غلاف پر بندھا ہے یہ کافر کا دل ہے۔ایک دل وہ ہے جو اوندھا پڑا ہے یہ منافق کا دل ہے۔)

ایک روایت میں ہے:غُلِبَتْ عَلَیْہِ ذَھَبَتْ بِہٖ یعنی:جو مادہ غالب آیا وہ اسے لے جائے گا۔

﴿3﴾......اَکْثَرُ مُنَافِقِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ قُرَّاؤُھَا یعنی:اس امت کے اکثر قاری منافق ہوں گے۔(۱)

﴿4﴾......اَلشِّرْکُ اَخْفٰی فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ عَلَی الصَّفَا یعنی:میری اُمّت میں شرک سخت پتھر پر رینگنے والی چیونٹی سے بھی زیادہ مخفی ہے۔(۲)

﴿5﴾......حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ"زمانۂ رسالت میں کوئی شخص ایک (غیر مناسب) کلمہ کہتا تو وہ تا وفات منافق شمار ہوتا اور اب میں تم سے ایسے کلمات دن میں 10 بار سنتا ہوں۔"(۳)

﴿6﴾......بعض علما فرماتے ہیں:"اَقْرَبُ النَّاسِ مِنَ النِّفَاقِ مَنْ یَرٰی اَنَّہٗ بَرِیْءٌ مِنَ النِّفَاقِ یعنی:جو اپنے آپ کو منافقت سے دُور شمار کرے وہ منافقت کے زیادہ قریب ہے۔"

﴿7﴾......حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ"زمانۂ رسالت کی بنسبت آج منافقین کی تعداد زیادہ ہے۔اُس دَور میں وہ اپنا نفاق چھپاتے تھے اور آج ظاہر کرتے ہیں۔"(۴)

منافقت سچے اور کامل ایمان کی ضد ہے۔یہ ایک مخفی امر ہے۔اس سے زیادہ دور وہی ہے جو اس سے خائف رہتا ہے اور جو اپنے آپ کو اس سے نجات یافتہ سمجھتا ہے وہ اس کے زیادہ قریب ہے۔

﴿8﴾......حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے سامنے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں:"اس دور میں منافقت ختم ہوگئی ہے۔"آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا:"بھائی!اگر منافق ہلاک ہو جائیں تو (راستوں میں چلنے والوں کی کمی کے باعث) تمہیں راستوں سے وحشت ہونے لگے۔"

﴿9﴾......انہی سے یا کسی اور سے مروی ہے کہ"اگر منافقین کی دُمیں ہوں تو (ان کی کثرت کے باعث) ہمارا زمین پر

1......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الشامیین، حدیث عقبة بن عامر الجھنی، الحدیث:۱۷۳۷۴، ج۶، ص۱۳۳۔

2......فردوس الاخبارللدیلمی، باب الشین، الحدیث:۳۴۹۰، ج۲، ص۱۴۔

3......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث حذیفة بن الیمان، الحدیث:۲۳۳۳۷، ج۹، ص۸۰۔

4......صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا قال عند قوم شیئاً......الخ، الحدیث:۷۱۱۳، ج۴، ص۴۴۷، بتغیرٍقلیلٍ۔

پاؤں رکھنا مشکل ہوجائے۔‘‘

﴿10﴾......حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی موجودگی میں ایک شخص اِشاروں کنایوں میں حجاج بن یوسف کی برائی کرنے لگا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’کیا تم اس کی موجودگی میں بھی یہ بات کر سکتے ہو؟‘‘ اس نے عرض کی: ’’نہیں!‘‘ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’زمانۂ رسالت میں ہم اس چیز کو منافقت میں شمار کرتے تھے۔‘‘ (۱)

﴿11﴾......سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ’’مَنْ كَانَ ذَا لِسَانَيْنِ فِي الدُّنْيَا جَعَلَهُ اللّٰهُ ذَا لِسَانَيْنِ فِي الْاٰخِرَةِ یعنی: جو دنیا میں دو زبانوں والا (یعنی دورُخا) ہوگا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آخرت میں بھی اسے دو زبانوں والا بنادے گا۔‘‘ (۲)

﴿12﴾......ایک روایت میں ہے: ’’شَرُّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَّيَأْتِيْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ یعنی: لوگوں میں سے بدترین دورُخا شخص ہے جو اِدھر ایک رُخ کے ساتھ آئے اور اُدھر دوسرے رُخ کے ساتھ۔‘‘ (۳)

﴿13﴾......حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے ان لوگوں کی بابت پوچھا گیا جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی ذات پر منافقت کا کوئی خطرہ نہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ’’اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر مجھے اپنا نفاق سے بری ہونا معلوم ہوجائے تو یہ میرے نزدیک زمین بھر سونا ملنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔‘‘ (۴)

﴿14﴾......آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں: ’’منافقت کی پہچان یہ ہے کہ بندہ دل وزبان، ظاہر و باطن اور اندرونی وبیرونی معاملات میں مختلف ہو۔‘‘ (۵)

﴿15﴾......ایک شخص حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض گزار ہوا کہ مجھے نفاق سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰه بن عمر، الحدیث: ۵۸۳۴، ج۲، ص۴۳۳، مفهومًا، لیس فیه ذکر الحجاج۔
قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فیه ذکر اتصال الایمان......الخ، ج۲، ص۲۲۹۔

2 ......المعجم الاوسط، من اسمه مقدام، الحدیث۸۸۸۵، ج۷، ص۳۱۳۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فیه ذکر اتصال الایمان......الخ، ج۲، ص۲۲۹۔
صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب ذم ذی الوجهین، الحدیث: ۲۵۲۶، ص۱۴۰۳۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فیه ذکر اتصال الایمان......الخ، ج۲، ص ۲۲۹۔

5 ......قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فیه ذکر اتصال الایمان......الخ، ج۲، ص۲۲۹۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اگر تو منافق ہوتا تو تو اس سے بے خوف ہوتا کیونکہ منافق منافقت سے بے خوف ہوتا ہے۔''(۱)

﴿16﴾......حضرتِ سیِّدُنا عبداللّٰہ بن ابی ملیکہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں نے 130، ایک روایت کے مطابق 150 صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے ملاقات کی، یہ تمام نفوسِ قدسیہ نفاق سے خوف زدہ رہتے تھے۔'' (۲)

﴿17﴾......ایک مرتبہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، اس دوران صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایک شخص کا تذکرہ کیا اور اس کی بہت زیادہ تعریف کی۔ اسی اَثنا میں وہ شخص جوتے ہاتھ میں اٹھائے پہنچ گیا، وضو کا اثر اس کے چہرے پر ظاہر تھا پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہی وہ شخص ہے جس کی ہم تعریف کر رہے تھے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اس کے چہرے پر شیطانی کالک نظر آ رہی ہے۔'' اس شخص نے آ کر سلام عرض کیا اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا: ''تجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بتا کیا جب تو یہاں آیا تو تیرے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی تجھ سے بہتر نہیں ہے؟'' اس نے عرض کی: ''جی ہاں!'' (۳)

حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگی: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا عَلِمْتُ وَلِمَا لَمْ اَعْلَمْ یعنی: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اس چیز کی جسے میں جانتا ہوں اور اس کی بھی جسے میں نہیں جانتا۔'' عرض کی گئی: ''کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی خوف محسوس کرتے ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''میں کیسے بے خوف ہو جاؤں، جبکہ دل رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے جیسے چاہے بدل دے۔'' (۴)

﴿18﴾......فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فيه ذكر اتصال الايمان......الخ، ج۲، ص۲۲۹۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فيه ذكر اتصال الايمان......الخ، ج۲، ص۲۳۰۔

3 ......مسند ابی یعلی، مسند ابی بكر الصديق، الحديث۸۵، ج۱، ص۵۹۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الخامس والثلاثون فيه ذكر اتصال الايمان......الخ، ج۲، ص۲۳۲۔
صحیح مسلم، كتاب القدر، باب تصرف الله تعالى القلوب كيف شاء، الحديث۲۶۵۴، ص۱۴۲۷۔

وَبَدَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمۡ يَكُوۡنُوۡا يَحۡتَسِبُوۡنَ ﴿۴۷﴾ (پ ۲۴، الزمر: ۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ ''بعض اعمال، لوگ نیکیاں سمجھ کر کرتے رہیں گے لیکن بروزِ قیامت وہ گناہوں کے پلڑے میں ہوں گے۔''

﴿19﴾......حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص باغ میں جائے جہاں ہر قسم کے درخت ہوں، ان پر ہر قسم کے پرندے ہوں اور ہر پرندہ جدا زبان میں اس شخص سے کلام کرے اور کہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَلِیَّ اللّٰہ یعنی: اے اللہ کے ولی! تم پر سلامتی ہو'' یہ سن کر اگر اس کا نفس راحت محسوس کرے تو وہ ان پرندوں کا اسیر (قیدی) ہے۔

فاروقی ودارانی تقویٰ:

مذکورہ روایات واقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ نفاق کی باریکیوں اور شرکِ خفی کی وجہ سے معاملہ خطرناک ہے۔ اس سے بے خوف نہیں رہا جا سکتا۔ حتی کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اپنے بارے میں پوچھا کرتے تھے کہ ''کہیں میرا شمار منافقین میں تو نہیں ہوا؟''

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''میں نے بعض حکام سے کوئی (خلافِ شرع) بات سنی، تو اس کا رد کرنے کا ارادہ کیا (لیکن خاموش رہا) کہ کہیں میرے قتل کا حکم صادر نہ کر دیا جائے اور ایسا میں نے موت کے ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کیا کہ موت کے وقت کہیں میرے دل میں مخلوق کے سامنے فخر پیدا نہ ہو جائے۔''

بہر حال یہ نفاق اصل ایمان کے نہیں بلکہ کامل، حقیقی اور کھرے ایمان کے خلاف ہوتا ہے۔

نفاق کی اقسام:

نفاق کی دو قسمیں ہیں: (۱)......وہ نفاق جو دائرۂ اسلام سے خارج اور ملتِ کفار میں داخل کر دے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والوں میں شامل کر دے۔ (۲)......وہ نفاق جو بندے کو ایک مخصوص مدت کے لئے جہنمی بنا دے، یا بلند

درجات میں کمی کر کے صدیقین کے مرتبے سے نیچے گرادے۔اس قسم میں شک ہوتا ہے اس لئے یہاں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنا بہتر ہے۔منافقت کی اس قسم کا سبب ظاہر و باطن کا یکساں نہ ہونا ہے۔صرف صدیقین ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے محفوظ اور خود پسندی وغیرہ جیسے امور سے دُور ہوتے ہیں۔

یارب عَزَّوَجَلَّ! وقت موت سلامتیٔ ایمان نصیب فرما!

چوتھی وجہ: جو شک کی طرف منسوب ہے۔اس کا تعلق برے خاتمے کے خوف کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ بندہ نہیں جانتا کہ موت کے وقت اسے سلامتیٔ ایمان نصیب ہوگی یا نہیں؟ اگر خاتمہ کفر پر ہوا تو پوری زندگی کے اعمال ضائع ہو جائیں گے کہ اعمال کے اجر و ثواب کا دار و مدار بوقتِ آخر سلامتیٔ ایمان پر موقوف ہے۔مثلاً کسی روزہ دار سے دو پہر کے وقت اس کے روزے کے صحیح ہونے کے متعلق پوچھا جائے اور وہ کہے: واقعی! میں روزہ دار ہوں۔اس کے بعد دن ہی میں اگر وہ شخص افطار کر دے تو اس کا جھوٹ واضح ہو جائے گا کیونکہ روزہ تبھی صحیح مانا جائے گا جبکہ اسے پورا دن غروبِ آفتاب تک قائم رکھا جائے۔پس جس طرح روزے کی صحت پورے دن پر موقوف ہے اسی طرح ایمان کی صحت پوری زندگی پر موقوف ہے اور اسے آخری وقت سے قبل سابقہ حالت کی بنیاد پر سلامت کہا جاتا ہے۔جس میں شک اور برے انجام کا خوف باقی ہے۔اسی وجہ سے خوفِ خدا رکھنے والے اکثر بزرگ گریہ وزاری کرتے ہیں کیونکہ حسنِ خاتمہ گزشتہ کا انجام ہے اور مشیتِ اَزَلی اسی وقت ظاہر ہوگی جب فیصلہ طلب چیز کا ظہور ہوگا اور اس کا کسی بھی بشر کو علم نہیں ہوتا اور برے خاتمے کا خوف اَزَلی فیصلے کے ظہور کے خوف کی طرح ہے۔اکثر اوقات ایسا اَزَلی فیصلہ موجودہ حالت کے خلاف ہوتا ہے۔تو کسے معلوم کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے مقدر میں بھلائی لکھ دی گئی ہے؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ (پ۲۶،قٓ:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ۔

اس آیتِ مقدسہ میں ''حق'' سے مراد فیصلۂ اَزَلی ہے جس کا ظہور موت کے وقت ہوتا ہے۔

بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کا فرمان ہے: ''میزانِ عمل پر وہی عمل لائے جائیں گے جن پر خاتمہ ہوا ہے۔''(1)

---

(1)......تفسیر عبدالرزاق، سورۃ الانبیاء، الحدیث۱۸۶۷، ج۲، ص۳۸۷۔

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے کہ ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جسے اپنے برے خاتمے کا خوف نہیں ہوتا اس کا خاتمہ برا ہوتا ہے۔''(۱)

یہ بھی منقول ہے کہ ''بعض گناہوں کی سزا برا خاتمہ ہے۔'' ہم ان سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ''وہ گناہ (جو برے خاتمے کا سبب بنتے ہیں) ولایت و کرامت کا جھوٹا دعویٰ کرنا ہے۔''

ایمان پر ملنے والی موت کو شہادت پر ترجیح:

کسی عارف باللّٰہ کا قول ہے کہ ''اگر مجھے اپنے کمرۂ خاص کے دروازہ پر **ایمان پر موت** مل رہی ہو اور **شہادت** عمارت کے صدر دروازہ (MAIN ENTRANCE) پر مُنتَظِر ہو تو (شہادت اگرچہ اعلیٰ دَرَجہ کی سَعادت ہے مگر) میں کمرہ کے دروازے پر ملنے والی ایمان پر موت کو فوراً قبول کرلوں گا کہ کیا معلوم عمارت کے صدر دروازے تک پہنچتے پہنچتے میرا دل بدل جائے۔''

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ''اگر میں کسی کو 50 سال تک مسلمان جانوں، پھر میرے اور اس کے درمیان ایک ستون حائل ہو جائے اور اسی دوران وہ مر جائے تو میں حتمی طور پر یہ نہیں کہوں گا کہ اسے دین اسلام پر موت آئی ہے۔''

حدیثِ پاک میں ہے: جو کہے: ''میں مومن ہوں'' وہ کافر ہے اور جو کہے: ''میں عالم ہوں'' وہ جاہل ہے۔(۲)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ (پ۸، الانعام: ۱۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور پوری ہے تیرے ربّ کی بات سچ اور انصاف میں۔

اس آیتِ مبارَکہ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس کے لئے صدق اور جس کا خاتمہ شرک پر ہوا اس کے لئے عدل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الخامس و الثلاثون فیہ ذکر اتصال الایمان......الخ، ج۲، ص۲۲۸۔

2 ......تفسیر ابن کثیر، سورۃ النساء۴۹، ج۲، ص۲۹۲۔

المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، الحدیث:۶۸۴۶، ج۵، ص۱۳۹۔

وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (پ۱۷،الحج:۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام۔

لہٰذا جب (سلامتیٔ ایمان میں) اس قدر شک ہو تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا ضروری ہوا۔ کیونکہ ایمان وہی ہے جس کے نتیجے میں جنت ملے۔ جیسے روزہ اسے ہی کہیں گے جو بریٔ الذمہ کردے۔ جو روزہ غروبِ آفتاب سے پہلے فاسد ہو جائے، وہ بریٔ الذمہ نہیں کرتا لہٰذا جس طرح وہ روزہ روزہ نہیں کہلائے گا اسی طرح ایمان کا بھی معاملہ ہے، بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ اگر کوئی آپ سے گزشتہ رکھے ہوئے روزے کے بارے میں پوچھے کہ کیا کل آپ روزے سے تھے؟ تو جواب میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا چاہئے کیونکہ اصل روزہ تو وہی کہلائے گا جو بارگاہِ خداوندی میں درجۂ قبولیت پالے اور قبولیت پوشیدہ امور میں سے ہے جس کا علم صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے۔ اسی وجہ سے بہتر ہے کہ ہر عملِ خیر کے ساتھ اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہا جائے اور یہ قبولِ عمل میں شک کی بنیاد پر کہا جائے گا۔ کیونکہ عملِ صالح کے صحیح ہونے کی ظاہری شرائط پوری کرنے کے بعد کچھ پوشیدہ امور قبولِ عمل میں رکاوٹ بن جاتے ہیں جن کا علم رب العالمین جَلَّ جَلَالُہٗ کو ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس شک کو اچھا قرار دیا جائے گا۔

یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنا پر اپنے ایمان کا اقرار اِنْ شَآءَ اللّٰہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ وہ آخری بحث ہے جس پر ہم اپنے باب ”قواعدُ العقائد“ کو نقطۂ اختتام کی طرف لائے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! یہ باب اختتام کو پہنچا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمتیں ہوں ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ہر برگزیدہ بندے پر۔

﴿......تُوْبُوْا اِلَی اللّٰه اَسْتَغْفِرُ اللّٰه......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

طہارت کا بیان

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے اپنے بندوں پر لطف وکرم فرماتے ہوئے انہیں پاکیزگی کا حکم فرمایا اوران کے باطن کو پاک کرنے کے لئے ان پر مہربانیوں کا فیضان جاری کیا ان کے ظاہر کو پاک کرنے کے لئے رقیق اور بہنے والا پانی بنایا اور حضرتِ سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو جن کا نورِ ہدایت کائنات کے گوشے گوشے کو محیط ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پاکیزہ آل پر ایسی رحمت ہو جس کی برکات محشر کے دن ہمیں نجات دلائیں نیز ہمارے اور ہر مصیبت کے درمیان ڈھال کا کام دیں۔

طہارت کے متعلق حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چند فرامین ملاحظہ فرمائیے:

طہارت کے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ

﴿1﴾...... ''بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃِ یعنی: دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔'' (۱)

﴿2﴾...... ''مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ یعنی: نماز کی کنجی طہارت ہے۔'' (۲)

(پاکیزگی حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْاؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ(۱۰۸) (پ۱۱، التوبۃ:۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

﴿3﴾...... ''اَلطُّھُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ یعنی پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔'' (۳)

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ (پ۶، المآئدۃ: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے۔

ان روایات کے ظاہر سے اہلِ بصیرت نے جان لیا کہ سب سے زیادہ اہمیت باطن کی صفائی کی ہے کیونکہ

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل واما نظافۃ جسمہ......الخ، ج۱ص ۶۱۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء، الحدیث: ۶۱، ج۱، ص۵۶۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۵۳۰، ج۵، ص۳۰۸۔

حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کہ **"صفائی نصف ایمان ہے"** کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ظاہر کو تو پانی بہا کا پاک کرلیا جائے مگر باطن کو گندگیوں سے پاک نہ کیا جائے۔

طہارت کے درجات:

طہارت کے چار درجات ہیں: (۱) ظاہر کو ناپاکیوں، نجاستوں اور پاخانے وغیرہ سے پاک کرنا (۲) اعضاء کو جرائم اور گناہوں سے پاک کرنا (۳) دل کو برے اخلاق اور ناپسندیدہ خصلتوں سے پاک کرنا (۴) باطن کو غیر اللہ سے پاک کرنا۔

آخری درجے کی طہارت انبیا وصدیقین کی طہارت ہے۔ ہر رتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے۔ مثلاً باطنی عمل (یعنی چوتھے درجے) میں مقصود یہ ہے کہ اس کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جلالت وعظمت ظاہر ہو جائے اور معرفتِ الٰہی باطن میں اس وقت تک جاگزیں نہیں ہوسکتی جب تک کہ غیر خدا کا خیال دل سے نہ نکل جائے۔ اسی لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔

(پ۷، الانعام: ۹۱)

کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں (اور کسی کے دو دل ہو نہیں سکتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:)

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۚ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔

(پ۲۱، الاحزاب: ۴)

اور جہاں تک دل کی پاکیزگی (یعنی تیسرے درجے) کا معاملہ ہے تو اس میں اصل مقصود دل کی طہارت ہے اور اس کے دو درجے ہیں: (۱) دل کو اچھے اخلاق اور شرعی عقائد سے آباد کرنا اور (۲) برے عقائد اور ناپسندیدہ خصلتوں سے پاک رکھنا ان میں سے ایک درجہ دوسرے کے لئے شرط ہے۔ اس معنٰی کے اعتبار سے پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ دل کی طرح اعضاء کی طہارت کے بھی دو درجے ہیں: (۱) انہیں ممنوعات سے پاک رکھنا اور (۲) طاعات سے مزین کرنا۔ اس میں پہلا درجہ دوسرے کے لئے شرط ہے۔ یہ ایمان کے درجات ہیں اور ہر درجے کے لئے ایک طبقہ ہے۔ بندہ اس وقت تک بلند درجے تک رسائی نہیں پاسکتا جب تک نچلے درجے سے اوپر نہ چلا جائے۔

بلند مقام پر فائز ہونے سے مانع عمل:

بندہ اس وقت تک باطن کو مذموم صفات سے پاک اور اچھی عادات سے آباد نہیں کرسکتا جب تک کہ دل کو بری عادت سے پاک اور اچھے اخلاق سے مزین نہ کرلے اور جو شخص اعضاء کو ممنوعات (ناپسندیدہ امور) سے پاک اور عبادت سے معمور نہ کرلے وہ بلند مقام پر فائز نہیں ہوسکتا۔ پس جب مطلوب قابلِ عزّ و شرف ہو تو اس کا راستہ دشوار اور طویل ہوتا ہے اور گھاٹیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ چیز بآسانی حاصل ہوجائے گی۔ البتہ! جو شخص ان درجات میں فرق کو نہیں سمجھ سکتا وہ طہارت کا آخری درجہ ہی سمجھ سکتا ہے (یعنی ظاہر کو گندگیوں اور نجاستوں سے پاک کرنا) جو کہ مطلوبہ مغز کے اعتبار سے آخری ظاہری چھلکا ہے وہ اس میں بہت غور وخوض کرتا اور اس کے طریقوں میں مبالغہ کرتا ہے۔ نیز اپنے تمام اوقات استنجا کرنے، کپڑے دھونے، ظاہر کی صفائی کرنے اور بہنے والے وافر پانی کی طلب میں گزار دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے وسوسے اور عقلی گمان میں یہی سمجھتا ہے کہ طہارت جو مطلوب ہے وہ یہی ہے۔ ایسا شخص اسلاف کی سیرت سے ناواقف ہے اور نہیں جانتا کہ اسلاف تو ظاہری امور کے مقابلے میں اپنی تمام فکر و ہمت اور کوشش دل کی صفائی میں لگا دیتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر اہل صفہ فرماتے ہیں کہ ”ہم بُھنا ہوا گوشت کھاتے پھر نماز کا وقت ہوجاتا تو ہم اپنی انگلیاں کنکریوں میں ڈال کر مٹی سے پونچھ لیتے اور تکبیر کہتے۔“ (۱)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ”زمانۂ رسالت میں ہم اشنان (ایک قسم کی بوٹی جو صابن کی مثل صفائی کا کام دیتی ہے) کے متعلق نہیں جانتے تھے۔ ہمارے رومال ہمارے پاؤں کے تلوے ہی ہوتے تھے۔ جب ہم چکنائی والی چیز کھاتے تو ہاتھوں کو تلووں ہی سے صاف کرلیتے تھے۔“ (۲)

سب سے پہلی بدعتیں:

منقول ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلے چار بدعتیں ظاہر ہوئیں:

---

1. ……سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الشواء، الحديث: ۳۳۱۱، ج۴، ص۳۱۔
2. ……قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فى فضائل اهل السنة……الخ، ج۲، ص۲۳۹۔

(۱)......چھلنی (۲)......اشنان (۳)......ٹیبل اور (۴)...... پیٹ بھر کر کھانا۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟[1]

الغرض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی تمام تر توجہ باطن کی صفائی کی طرف ہوا کرتی تھی یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ ''جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْهِ السَّلَام نے آقائے دو عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو توجہ دلائی کہ نعلین پاک میں کچھ لگ گیا ہے تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے جوتے اتار دیئے، صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن نے بھی جوتے اُتار دیئے تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: ''تم نے جوتے کیوں اُتارے[2]؟'' [3]

---

[1]...... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْمَنَّان مِرْاٰةُ الْمَنَاجِیْح، ج1، ص469 پر اس حدیث پاک کہ ''یہود کی مخالفت کرو وہ نہ جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں نہ موزوں میں'' کے تحت فرماتے ہیں: یعنی یہود جوتے یا موزے میں نماز جائز نہیں سمجھتے تم جائز سمجھو، خیال رہے کہ موزوں میں نماز ادا کرنا سنت ہے لیکن جوتے اگر پاک ہوں اور اتنے نرم کہ سجدہ میں حرج واقعہ نہ ہو کہ پاؤں کی انگلیاں بخوبی مڑ کر قبلہ رو ہوسکیں تو ان میں نماز جائز ہے ہمارے ملک کی جوتیاں نماز کے قابل نہیں نیز اب لوگ صحابۂ کرام (رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن) جیسے باادب نہیں اگر انہیں جوتوں میں نماز کی اجازت دی جائے، تو مصلے اور مسجدیں گندگی سے بھر دیں گے اس لیے اب جوتے اتار کر ہی مسجدوں میں آنا اور نماز پڑھنا چاہیے (از مرقاۃ و شامی) اس سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی مخالفت کے لیے جائز کام ضرور کرنا چاہئیں جیسے اس زمانے میں میلاد شریف اور گیارہویں، (صاحب) مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اب یہود ہمارے علاقے میں رہے نہیں، اس لیے اب جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ مسجد یا نماز کے ادب کے لیے جوتا اتارنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: **فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى** (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲) اے موسیٰ تم عزت والے جنگل میں ہو جوتے اتار دو، بعض باادب مرید اپنے شیخ کے شہر میں جوتے نہیں پہنتے، امام مالک زمین مدینہ میں کبھی گھوڑے یا کسی اور سواری پر سوار نہ ہوئے، ان کے آداب کا ماخذ یہ آیت ہے اور یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

[2]......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعل، الحدیث: ۶۵۰، ج۱، ص۲۶۱۔

[3]......مِرْاٰةُ الْمَنَاجِیْح، ج1، ص470 پر اس حدیث مبارکہ کے تحت ہے: یہ سب کچھ تھوڑی سی حرکت سے ہوا، ورنہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ حدیث کے جز ''**جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے**'' کے تحت فرماتے ہیں: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم) کی پیروی بہر حال کی جائے وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے دیکھو صحابۂ کرام (عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان) نے حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو نعلین اتارتے دیکھا تو بغیر وجہ کی تحقیق کیے جوتے اتار دیئے اور سرکار نے اس اتباع پر اعتراض نہ فرمایا، دوسرے یہ کہ صحابۂ کرام (عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان) نماز میں بجائے سجدہ گاہ کے اپنے ایمان گاہ یعنی حضور انور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو......

حضرت سیِّدُ نا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (نماز میں) جوتے اتارنے کا رد کرتے ہوئے جوتے اتارنے والوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے: ''میں چاہتا ہوں کہ کوئی حاجت مند آئے اور ان کے جوتے لے کر چلتا بنے۔''

نیز اسلاف کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام (ظاہری) امور میں بہت کم توجہ دیتے تھے بلکہ گلی کوچوں کے کیچڑ سے ننگے پاؤں گزر جاتے، اس پر بیٹھ جاتے، مساجد میں زمین پر (کچھ بچھائے بغیر) نماز ادا کر لیتے، گندم اور جَو کا آٹا استعمال کر لیتے حالانکہ وہ جانوروں کے ذریعے گاہا جاتا اور وہ اس پر چلتے ہیں، وہ نجاست میں لوٹ پوٹ ہونے والے اونٹوں اور گھوڑوں کے پسینے سے نہیں بچتے تھے۔ اسلاف کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں سے کسی کے متعلق منقول نہیں کہ اس نے نجاست کی باریکیوں کے متعلق سوال کیا ہو، اس معاملے میں وہ اس حد تک بے توجُّہ رہتے تھے۔

برائی نیکی اور نیکی برائی بن گئی:

اب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ایک گروہ نے جہالت کا نام پاکیزگی رکھ دیا ہے اور اسے دین کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ ان کا زیادہ وقت ظاہر کو سنوارنے میں گزرتا ہے جیسا کہ دلہن کنگھی سے بالوں کو سنوارتی ہے۔ جبکہ ان کا باطن خراب اور غرور و تکبر، خود پسندی، جہالت، ریا اور نفاق سے بھرا ہوا ہے اور حد تو یہ ہے کہ وہ ان برائیوں کو ناپسند

......دیکھا کرتے تھے ورنہ انہیں آپ کے اس فعل شریف کی خبر کیسے ہوتی جیسے مسجد حرم شریف کا نمازی نماز میں کعبہ کو دیکھے ایسے ہی حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے پیچھے نماز پڑھنے والا نماز میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھے۔ حدیث کے جز ''**ان میں گندگی ہے**'' کے تحت فرماتے ہیں: تھوک رینٹ وغیرہ گھن کی چیز نہ کہ پلیدی اور نجاست ورنہ نماز کا لوٹانا واجب ہوتا کیونکہ اگر گندے کپڑے گندے جوتے میں نماز شروع کردی جائے پھر پتا لگے تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے واقعہ یہ تھا کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خیال فرمایا یہ چیزیں پاک ہیں ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں مضائقہ نہیں رب (عَزَّوَجَلَّ) نے جبریل امین (عَلَیْہِ السَّلَام) کو بھیجا کہ پیارے تمہاری شان کے یہ بھی خلاف ہے تمہارے لباس پاک بھی چاہئیں ستھرے بھی لہٰذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے نماز لوٹائی کیوں نہیں اور نہ یہ اعتراض کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو اپنے نعلین کی بھی خبر نہیں اوروں کی کیا خبر ہوگی جو شہنشاہ زمین پر کھڑے ہو کر اندرون زمین کا عذاب دیکھ لے اور عذاب قبر کی وجہ جان لے اور جو یہ فرمائے کہ نماز صحیح پڑھا کرو مجھ پر تمہارے رکوع سجدے دل کا خشوع خضوع پوشیدہ نہیں اس پر اپنے نعلین کا حال کیسے چھپے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اپنے حبیب کی ہر ادا کی نگرانی فرماتا ہے کیوں نہ ہو خود فرماتا ہے۔ **فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا** (پ۲۷، الطور: ۴۸) اے محبوب تم ہماری نظروں میں رہتے ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) عین نماز میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ادائیں دیکھتے تھے اور حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نقل کرتے تھے۔

نہیں جانتے اور نہ ہی ان پر تعجب کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص صرف پتھر سے استنجا کرے یا زمین پر ننگے پاؤں چلے یا زمین پر نماز پڑھے یا مصلّٰی بچھائے بغیر مسجد کی چٹائی پر نماز پڑھے یا چمڑے کا موزہ پہنے بغیر ننگے پاؤں چلے یا کسی بڑھیا یا بے پرواہ شخص کے برتن سے وضو کرے تو اس پر قیامت ڈھا دیتے اور اعتراض کرتے ہیں۔اسے ناپاک ٹھہراتے اور اپنے گروہ سے خارج کر دیتے ہیں۔اس کے ساتھ کھانا پینا اور میل جول رکھنا پسند نہیں کرتے اور وہ شکستہ حالی جو ایمان کا حصہ ہے اسے ناپاکی ٹھہراتے اور تکبر کو پاکیزگی کا نام دیتے ہیں۔غور کیجئے کہ کیسے برائی نیکی اور نیکی برائی بن گئی اور دین کے رسم ورواج ایسے مٹتے چلے گئے جیسے اس کی حقیقت وعلم مٹ گیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ کہیں کہ صوفیا نے اپنی شکل وصورت اور پاکیزگی کے معاملے میں جو عادات اپنا رکھی ہیں کیا ہم انہیں ممنوعات ومنکرات کہہ سکتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں بغیر تفصیل کے مطلق ایسی بات کہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ حصولِ پاکیزگی، تکلُّف، برتن وآلات تیار کرنا، جوتے استعمال کرنا، گرد وغبار سے بچنے کے لئے چادر اوڑھنا اور اس کے علاوہ اسباب کو اگر ذاتی طور پر دیکھا جائے کوئی دوسری چیز ملحوظ نہ ہو تو یہ چیزیں مباح ہیں۔بعض اوقات ان کے ساتھ کچھ احوال اور نیتیں ملحق ہوتی ہیں جو انہیں کبھی اچھے کاموں سے ملا دیتی ہیں اور کبھی برے کاموں سے۔

اشیاء کا مباح، مذموم اور محمود ہونا:

جہاں تک ان مذکورہ چیزوں کے ذاتی طور پر مباح ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات مخفی نہیں کہ بندہ ان کے ذریعے اپنے مال، بدن اور کپڑوں میں تصرُّف کرتا اور ان کے ساتھ جو چاہے کرتا ہے جب تک کہ اسراف اور مال کا ضیاع نہ ہو۔

ان چیزوں کے مذموم ہونے کی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو انہیں اس فرمانِ رسول کی تفسیر قرار دے کر دین کی اصل قرار دیا جائے کہ ”بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَہ یعنی: دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔“[1] حتی کہ اسلاف کی طرح جو اس پر کم توجہ دے اس کا رد کیا جائے۔ (۲) یا ان چیزوں کا مقصد مخلوق کے لئے ظاہری زیبائش اور ان جگہوں کو سنوارنا ہے جہاں

---

[1]......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل واما نظافۃ جسمہ......الخ، ج۱ص۶۱۔

لوگوں کی نظر پڑتی ہے اور یہ ریا ہے جو کہ ممنوع ہے۔ پس ان دو وجہوں سے یہ چیزیں منکر یعنی بری ہیں۔

جہاں تک اشیاء کا معروف (محمود و نیکی) ہونے کا تعلق ہے تو اس سے بھلائی مقصود ہو نہ کہ زیب و زینت اور اسے ترک کرنے والے کا رد نہ کیا جائے، نہ اس کے سبب اوّل وقت سے نماز کو مؤخر کیا جائے اور نہ ہی اس میں مشغول ہو کر اس سے افضل عمل یا علم وغیرہ کو ترک کیا جائے۔ لہٰذا مذکورہ افعال میں سے کوئی چیز اس کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو تو یہ جائز ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اچھی نیت سے عبادت بن جائے لیکن یہ چیز نکمے لوگوں کو حاصل ہے کہ اگر وہ نماز میں وقت صرف نہ کریں تو نیند یا فضول باتوں میں مشغول ہو جائیں گے تو ان کا اس میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ پاکیزگی کے حصول میں مشغولیت سے ذکرِ الٰہی اور عبادات کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا جب یہ برائی یا اسراف کی طرف نہ لے جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اہل علم وعمل کے اوقات قیمتی جوہر ہیں:

اہلِ علم و عمل کو اپنے اوقات ان (یعنی طہارت و پاکیزگی کے) کاموں میں بقدرِ حاجت ہی صرف کرنے چاہئیں۔ ان کے حق میں زیادہ وقت صرف کرنا برا اور اس عمر کو ضائع کرنا ہے جو قیمتی جوہر اور اس سے نفع اٹھانے پر قادر شخص کے لئے انتہائی عزیز ہے اور اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے (کہ ایک ہی چیز بعض کے حق میں بری ہے اور بعض کے حق میں اچھی) کیونکہ نیکوں کی نیکیاں مقربین کے لئے برائیاں ہوتی ہیں اور نکمے لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ پاکیزگی کا اہتمام نہ کریں اور صوفیا کا رد کریں اور خود کو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡن کی مشابہت کرنے والا گمان کریں کیونکہ ان کے ساتھ مشابہت تو تب ہے کہ اس سے اہم کام کے لئے فارغ ہوں۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ سے پوچھا گیا کہ ''آپ داڑھی میں کنگھی کیوں نہیں کرتے؟'' تو فرمایا: ''میرے پاس اس کے لئے وقت کہاں؟''

(حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡوَالِی فرماتے ہیں:) اسی وجہ سے میں عالم، متعلم (طالب علم) اور عمل کرنے والے کے لئے جائز نہیں سمجھتا کہ وہ دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں سے احتراز کریں اور یہ گمان کریں کہ اس نے دھونے میں کوتاہی کی ہوگی[1] اور یوں خود کپڑے دھونے میں وقت ضائع کریں۔ پہلے زمانے میں لوگ دباغت کئے

1 ...... فتاویٰ امجدیہ، جلد اول، جز1 ص30 تا31 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ......

ہوئے چمڑے پر نماز پڑھ لیتے تھے ان میں سے کسی کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس نے طہارت ونجاست کے معاملے میں دُھلے ہوئے اور دباغت کئے ہوئے کپڑوں میں فرق کیا ہو بلکہ جب وہ خود نجاست دیکھتے تو اس سے اجتناب کرتے اور دقیق (یعنی گہرے اور مشکل) احتمالات کی تلاش میں نہیں رہتے تھے بلکہ ریا وظلم کی باریکیوں کے بارے میں سوچتے تھے۔

فضول خرچی پر مددگار:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے رفیقِ سفر نے ایک مکان کے بلند وبالا دروازے کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کر کیونکہ اگر لوگ اس مکان کی طرف نہ دیکھتے تو مکان والا اس پر اتنا اسراف نہ کرتا۔'' پس اس کی طرف دیکھنے والا بھی فضول خرچی پر مددگار ہے۔

اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اپنے ذہنوں کو اس طرح کی باریکیوں میں استعمال کرتے تھے، نجاست کے احتمالات کے متعلق غور وفکر نہیں کرتے تھے۔

دُنْیَا وَمَا فِیْھَا سے افضل:

اگر کسی عالم کو کوئی ایسا عام شخص ملے جو احتیاطاً اس کے کپڑے دھوئے تو افضل ہے کہ یہ سستی کی بنسبت بہتر ہے اور وہ عام شخص اس دھونے کے سبب نفع حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ برائیوں کا حکم دینے والے نفس کو فی نفسہٖ جائز کام میں مشغول رکھتا ہے۔ لہٰذا اس حال میں وہ گناہوں سے رکا رہتا ہے کہ اگر نفس کسی کام میں مشغول نہ ہو تو وہ انسان کو (گناہوں میں) مشغول کر دیتا ہے اور اگر اس عام شخص کا مقصد عالم کا قرب حاصل کرنا ہو تو یہ اس کے نزدیک افضل عبادت ہے اور عالم کا وقت اس طرح کے کاموں میں استعمال ہونے سے افضل ہے تو یوں یہ وقت محفوظ رہے گا اور عام شخص کا افضل وقت وہ ہے جو اس طرح کے کاموں میں صرف ہو اور اسے ہر طرف سے وافر بھلائی ملے گی۔

اس مثال سے اس قسم کے دوسرے اعمال، ان کے فضائل کی ترتیب اور بعض کے بعض پر مقدم ہونے کے متعلق

......اللّٰہِ الْقَوِی سے سوال ہوا کہ ''دھوبی کو اگر ناپاک کپڑا دیا جائے تو پاک ہو کر آتا ہے یا نہیں۔'' جواب میں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''بہتر تو یہی ہے کہ پاک کر کے دھوبی کو کپڑے دیئے جائیں اور ناپاک کپڑا دیا تو دھل کر پاک ہو جائے گا۔''

معلوم کرنا چاہئے۔ زندگی کے لمحات کو اچھے کاموں میں صرف کرنے کے لئے ان کا حساب کتاب کرنا امورِ دنیا اور اس کے تمام مال و اسباب میں غور و فکر کرنے سے افضل ہے۔

جب آپ نے ابتدائی کلام سمجھ لیا اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ طہارت کے چار درجات ہیں تو یہ بھی جان لیجئے کہ ہم اس کتاب میں صرف چوتھے درجہ یعنی ظاہری طہارت پر کلام کریں گے اس لئے کہ کتاب کے پہلے حصے میں ہم صرف ظاہری طہارت کی بحث کریں گے۔ چنانچہ،

ظاہری طہارت کی اقسام:

ظاہری طہارت (پاکی حاصل کرنے) کی تین قسمیں ہیں: (۱)......نجاست سے طہارت (۲)......نجاست حکمی سے پاکی حاصل کرنا (۳)......بدن کے فضلات سے طہارت اور یہ ناخن کاٹنے، (زیرِ بغل و زیرِ ناف بال صاف کرنے کے لئے) اُسترا یا چُونا استعمال کرنے اور ختنہ سے حاصل ہوتی ہے۔

......مزار پر حاضری کا طریقہ......

بزرگوں کے پاس قدموں کی طرف سے حاضر ہونا چاہئے، پیچھے سے آنے کی صورت میں انہیں مڑ کر دیکھنے کی زحمت ہوتی ہے۔ لہٰذا مزاراتِ اولیا پر بھی پائنتی (قدموں) کی طرف سے حاضر ہو کر قبلہ کو پیٹھ اور صاحبِ مزار کے چہرے کی طرف رخ کر کے کم از کم چار ہاتھ (دو گز) دور کھڑا ہو اور اس طرح سلام عرض کرے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰه وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه

ایک بار سورۂ فاتحہ اور 11 بار سورۂ اخلاص (اول آخر ایک بار درود شریف) پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ "اَحْسَنُ الْوِعَاء" میں ہے، ولی کے قرب میں دعا قبول ہوتی ہے۔ (ماخوذ از مدنی پنج سورہ، ص۴۱۳)

باب نمبر1: نجاست سے طہارت حاصل کرنا

اس میں تین فصلیں ہیں: (۱)......یہ مدنظر رکھنا کہ کس چیز کو دور کیا جا رہا ہے (۲)......کس چیز سے دور کیا جا رہا ہے اور (۳)......دور کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

پہلی فصل: زائل کی جانے والی نجاست کا بیان

اشیاء تین قسم کی ہیں:

(۱)......جمادات (۲)......حیوانات اور (۳)......حیوانات کے اجزا۔شراب اور ہر جھاگ والی نشہ آور چیز کے سوا تمام جمادات پاک ہیں۔کتے اور خنزیر اور ان دونوں یا کسی ایک سے پیدا ہونے والوں کے سوا تمام حیوانات پاک ہیں۔لیکن جب یہ مر جائیں تو پانچ کے علاوہ تمام حیوانات ناپاک ہو جاتے ہیں: (۱)......انسان (۲)......مچھلی (۳)......مکڑی (۴)......سیب کا کیڑا اور (۵)......کھائی جانے والی ہر وہ چیز جو اپنی اصلی حالت پر نہ رہے اور ہر حیوان جس میں بہنے والا خون نہ ہو جیسے مکھی، گبریلا (یہ ایک کیڑا ہے جو گوبر میں ہوتا ہے) وغیرہ۔لہٰذا ان میں سے کسی کے پانی میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

حیوانات[1] کے اجزا کی اقسام اور ان کا حکم:

جہاں تک حیوانات کے اجزا کا معاملہ ہے تو ان کی دو قسمیں ہیں: (۱)......وہ جنہیں کاٹا جاتا ہے اور ان کا حکم وہی ہے جو مردہ کا ہے۔بال کاٹنے اور (جانور کے) مرنے سے نجس نہیں ہوتے جبکہ ہڈی نجس ہو جاتی ہے۔(۲)......اندر سے نکلنے والی رطوبات: جو تبدیل نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کا کوئی ٹھکانا ہے وہ پاک ہیں جیسے آنسو، پسینہ، تھوک اور رینٹھ اور جن کا کوئی ٹھکانا ہے اور وہ بدل جاتی ہیں تو ناپاک ہیں (جیسے خون، پیشاب اور گندگی وغیرہ)۔البتہ! جو حیوان کی

1......جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ذبح شرعی سے اون کا گوشت اور چربی اور چمڑا پاک ہو جاتا ہے مگر خنزیر کہ اس کا ہر جز نجس ہے اور آدمی اگرچہ طاہر ہے اس کا استعمال ناجائز ہے۔(درمختار) ان جانوروں کی چربی وغیرہ کو اگر کھانے کے سوا خارجی طور پر استعمال کرنا چاہیں تو ذبح کر لیں کہ اس صورت میں اوس کے استعمال سے بدن یا کپڑا نجس نہیں ہوگا اور نجاست کے استعمال کی قباحت سے بھی بچنا ہوگا۔(بہارِ شریعت، ج۳، حصّہ ۱۵، ص۳۲۷)

اصل ہو وہ پاک ہے جیسے مَنی [1] اور انڈہ کہ پاک ہیں اور تمام حیوانات کی پیپ، خون، گوبر اور پیشاب نجس ہیں۔ ان نجاستوں میں سے پانچ کے علاوہ کسی میں سے کچھ بھی معاف نہیں اگر چہ تھوڑا ہو (وہ پانچ یہ ہیں):

﴿1﴾......پتھروں سے استنجا کرنے کے بعد نجاست کا اثر جب تک مخرج سے تجاوز نہ کرے، معاف ہے۔

﴿2﴾......راستوں کی کیچڑ اور گوبر کا غبار معاف ہے اگر اتنی نجاست کے لگے ہونے کا یقین ہو جس سے بچنا مشکل ہے اور یہ وہ مقدار ہے کہ اس شخص کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ اِس نے اپنے آپ کو کیچڑ میں لتھیڑا ہے یا یہ اُس میں گِرا ہے۔

﴿3﴾......موزے کے پیچھے لگی ہوئی وہ نجاست [2] کہ اس سے راستہ خالی نہیں ہوتا لہٰذا رگڑنے کے بعد کچھ رہ جائے تو وہ ضرورت کے تحت معاف ہے۔

1......احناف کے نزدیک مَنی ناپاک ہے۔(ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۱، حصّہ۲، ص۳۹۰) منی وہ گاڑھا سفید پانی ہے جس کے نکلنے کی وجہ سے ذَکر کی تُندی اور انسان کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔(تحفۃ الفقھاء، ج۱، ص۲۷)

2......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 40 صفحات پر مشتمل رسالہ **"کپڑے پاک کرنے کا طریقہ مع نجاستوں کا بیان"** میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: نجاست کی دو قسمیں ہیں: (۱) نجاستِ غَلِیظہ (غَ۔لِی۔ظَہ) (۲) نجاستِ خفیفہ (خَ۔فِی۔فَہ)۔ انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غُسل یا وُضو واجِب ہو نَجاستِ غلیظہ ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، حَیض ونِفاس و اِستحاضے کا خون، مَنی، مَذی، وَدی۔ **نجاستِ غلیظہ کا حکم** یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن پر ایک دِرہَم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بغیر پاک کیے اگر نَماز پڑھ لی تو نَماز نہ ہو گی۔ اور اس صورت میں جان بوجھ کر نَماز پڑھنا سخت گناہ ہے، اور اگر نَماز کو ہلکا جانتے ہوئے اس طرح نَماز پڑھی تو کفر ہے۔ اور جن جانوروں کا گوشت حلال ہے، (جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہا) ان کا پیشاب، نیز گھوڑے کا پیشاب اور جس پرند کا گوشت حرام ہے، خواہ شکاری ہو یا نہیں، (جیسے کوّا، چیل، شِکرہ، باز) اس کی بِیٹ نَجاستِ خفیفہ ہے۔ **نجاستِ خفیفہ کا حکم** یہ ہے کہ کپڑے کے جس حصّے یا بدن کے جس عُضو میں لگی ہے اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے تو مُعاف ہے، مَثَلاً آستین میں نجاستِ خَفیفہ لگی ہوئی ہے تو اگر آستین کی چوتھائی سے کم ہے یا دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم ہے یا اسی طرح ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے تو مُعاف ہے یعنی اس صورت میں پڑھی گئی نماز ہو جائے گی اور البتّہ اگر پوری چوتھائی میں لگی ہو تو بغیر پاک کئے نماز نہ ہوگی۔ **مزید فرماتے ہیں:** "اور پیشاب کی نہایت باریک چھینٹیں سُوئی کی نوک برابر کی بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں، تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔" (ماخوذ از نجاست کا بیان مع کپڑے پاک کرنے کا طریقہ) **مزید معلومات** کے لئے **"نجاست کا بیان مع کپڑے پاک کرنے کا طریقہ"** نامی رسالہ کا مطالعہ فرمایئے۔

﴿4﴾......پِسّو کا خون تھوڑا ہو یا زیادہ، معاف ہے۔ البتہ یہ کہ وہ عادت سے بڑھ جائے خواہ وہ تمہارے کپڑے میں لگے یا کسی دوسرے کے کپڑے میں لگے اور تم اُسے پہن لو۔

﴿5﴾......پھنسیوں کا بہنے والا خون اور پیپ(1) وغیرہ معاف ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے چہرے پر پھنسی تھی اس سے خون نکل آیا تو آپ نے اسے دھوئے بغیر نماز پڑھ لی۔ وہ زخم جو ناسور کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں ان سے نکلنے والی رطوبت اور پچھنے لگوانے سے نکلنے والے خون کا بھی یہی حکم ہے۔ مگر وہ پھنسیاں جو کبھی کبھی نکلتی ہیں ان کا حکم استحاضہ(2) کے خون جیسا ہے۔ یہ ان پھنسیوں کے حکم میں نہیں ہوں گی جن سے انسان کسی حال میں پاک نہیں رہ سکتا۔

مذکورہ پانچ قسم کی نجاستوں میں شریعت کی رعایت سے آپ نے جان لیا کہ طہارت کا معاملہ کتنا آسان ہے اور اس میں پیدا ہونے والے وسوسوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

﴿......تُوبُوْا اِلَی اللّٰہ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

1......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 304 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں کہ ”خون یا پیپ یا زرد پانی کہیں سے نکل کر بہا اور اس بہنے میں ایسی جگہ پہنچنے کی صلاحیت تھی جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو وضو جاتا رہے گا اگر صرف چمکا یا ابھرا اور بہا نہیں جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھر یا چمک جاتا ہے یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں انگلی ڈالی اس پر خون کی سرخی آ گئی وہ خون بہنے کے قابل نہ تھا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الطہارۃ،الباب الاول فی الوضو،الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰)

2......وہ خون جو عورت کے آگے کے مقام سے کسی بیماری کے سبب نکلے تو اسے استحاضہ کہتے ہیں۔

(ماخوذ از بہارِشریعت، ج۱، حصّہ۲، ص۳۷۱)

دوسری فصل: **نجاست زائل کرنے والی چیز**

نجاست زائل کرنے والی چیز کی دو قسمیں ہیں: (۱)......یا تو وہ چیز جامد ہوگی (۲)......یا مائع (بہنے والی)۔

جامد جیسے استنجا کے پتھر جو پاک بھی کرتے ہیں اور خشک بھی ہیں بشرطیکہ وہ سخت، پاک، خشک کرنے والے ہوں اور قابلِ احترام نہ ہوں۔

مائعات میں سے صرف پانی نجاست کو زائل کرتا ہے اور ہر پانی نہیں بلکہ ایسا پاک پانی جو کسی غیر ضروری چیز کے ملنے سے بدل نہ گیا ہو۔ اگر نجاست کے ملنے سے پانی کے تین اوصاف ذائقہ، رنگ اور بو میں سے کوئی دو تبدیل ہو جائیں تو پانی ناپاک ہو جائے گا[1] **(اس کے بعد مصنف عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے پانی کی پاکی وناپاکی کے بارے میں ایک دقیق وپیچیدہ بحث فرمائی ہے۔ اہل علم اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ اس بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:)** اس مسئلہ میں **تحقیق** یہ ہے کہ ہر مائع چیز کی خاصیت ہے کہ اپنے اندر گرنے والی چیز کو اپنی صفت پر لے آتی ہے اور وہ چیز اس میں مغلوب ہو جاتی ہے جیسے تم کتے کو دیکھتے ہو کہ وہ نمک (کی کان) میں گر کر نمک ہو جاتا ہے تو نمک بن جانے نیز کتا ہونے کا وصف زائل ہونے کے سبب اسے پاک قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سرکہ اور دودھ پانی میں مل جائیں اور کم مقدار میں ہوں تو ان کی صفت باطل ہو جاتی ہے، پانی کی صفت کا ہی تصور ہوتا ہے اور ان میں پانی کی طبیعت آجاتی ہے۔ البتہ زیادہ ہو اور غالب آجائے تو الگ بات ہے اور اس کا غلبہ اس کے ذائقہ، رنگ اور بو کے غلبہ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی معیار ہے۔ شریعت نے قوی (تیز جاری) پانی کی نجاست کو زائل کرنے کے سلسلے میں اسی معیار کی طرف اشارہ کیا ہے اور بہتر یہی ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جائے۔ پس اس سے حرج دور ہوتا ہے اور اسی سے اس کی صفتِ طہور (یعنی پاک کرنے والا ہونا) ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ جب یہ اس پر غالب ہوتا ہے تو اسے پاک کر دیتا ہے۔

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

1 ...... یہ حکم مائے کثیر کا ہے جبکہ مائے قلیل یعنی تھوڑا پانی جو کہ دَہ در دَہ سے کم ہے اُس میں کوئی نَجاست مل جائے تو وہ پانی نجس یعنی ناپاک ہے۔ (ماخوذ از نور الایضاح مع مراقی الفلاح، ص۳۰)

تیسری فصل: نجاست زائل کرنے کے طریقے

نجاست کی دو قسمیں ہیں: (۱)......حکمیہ (۲)......حقیقیہ۔نجاست حکمیہ: وہ ہے کہ جس کا محسوس جسم نہ ہو اس میں تمام جگہوں پر پانی بہانا کافی ہے اور نجاست حقیقیہ: وہ ہے کہ جس کا محسوس جسم ہو اس کے عین کو زائل کرنا ضروری ہے اور ذائقہ کا باقی رہنا عین کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے اسی طرح رنگ کا باقی رہنا بھی۔البتہ جو نجاست جسم سے مل جائے تو کھرچنے کے بعد (جو زائل نہ ہو) معاف ہے۔بو کا باقی رہنا بھی عین نجاست کی بقا پر دلالت کرتا ہے اس سے صرف اتنا معاف ہے کہ بو اتنی تیز ہو کہ اس کا ازالہ مشکل ہو۔پس رنگ کے معاملے میں کئی بار مَلنا اور ہر بار نچوڑنا کھرچنے کے قائم مقام ہوگا اور وسوسوں کو ختم کرنے کے لئے یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ اشیاء کو پاک پیدا کیا گیا ہے لہٰذا جس چیز پر نجاست نظر نہ آئے اور یقینی طور پر اس کا ناپاک ہونا بھی معلوم نہ ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے اور نجاستوں کی مقدار مقرَّر کرنے کے لئے استنباط نہ کئے جائیں۔

......اُمِّ سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لئے کنواں......

حضرت سیِّدُنا سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری ماں انتقال کرگئی ہیں (میں ان کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں) کون سا صدقہ افضل رہے گا؟'' ارشاد فرمایا: ''پانی۔'' چنانچہ، انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا: ''یہ امِّ سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لئے ہے۔''

(سنن ابی داؤد، الحدیث ۱۶۸۱، ج۲، ص۱۸۰)

باب نمبر2: نجاست حکمی سے پاکی حاصل کرنا

اس میں وضو، غسل اور تیمّم کا بیان ہے۔ان سے پہلے استنجا کا بیان ہے۔

ہم اس کی سنتوں اور آداب کے ساتھ کیفیت بیان کریں گے اور اسباب وضو اور قضائے حاجت کے آداب سے ابتدا کریں گے۔

قضائے حاجت کے آداب

قضائے حاجت کرنے والے کو چاہئے کہ ان آداب کو مدنظر رکھے: (١)......قضائے حاجت کے لئے لوگوں کی نظروں سے دور صحرا میں جائے۔(٢)......کوئی چیز پائے تو اس کے ساتھ پردہ کرلے۔(٣)......بیٹھنے کے بالکل قریب ہونے سے پہلے شرمگاہ کو نہ کھولے۔(٤)......سورج یا چاند کی طرف رخ نہ کرے۔(٥)......قبلہ کی طرف نہ منہ کرے نہ پیٹھ البتہ اگر گھر میں ہو تو حرج نہیں[1] لیکن گھر میں بھی بوقتِ قضائے حاجت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنا افضل ہے اور اگر صحرا میں اپنی سواری کو پردہ بنالے تو جائز ہے اسی طرح دامن سے بھی پردہ کرسکتا ہے۔(٦)......ایسی

[1] ......احناف کے نزدیک گھر میں ہوں یا صحرا میں کہیں بھی قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی سمت منہ یا پیٹھ نہ ہو۔چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 408 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی نقل فرماتے ہیں: پاخانہ یا پیشاب پھرتے وقت یا طہارت کرنے میں نہ قبلہ کی طرف منھ ہو نہ پیٹھ اور یہ حکم عام ہے چاہے مکان کے اندر ہو، یا میدان میں اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف منھ یا پشت کرکے بیٹھ گیا، تو یاد آتے ہی فوراً رخ بدل دے اس میں امید ہے کہ فوراً اس کے لئے مغفرت فرمادی جائے۔

نیز دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 26 صفحات پر مشتمل رسالے **غسل کا طریقہ** صفحہ 11 تا 12 پر ہے کہ ''اگر آپ کے حمام میں فَوّارہ (SHOWER) ہو تو اسے اچھی طرح دیکھ لیجئے کہ اس کی طرف منہ کرکے ننگے نہانے میں منہ یا پیٹھ قبلے شریف کی طرف تو نہیں ہو رہی۔استنجا خانے میں بھی اسی طرح احتیاط فرمائیے۔قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ 45 دَرَجے کے زاوِیے کے اندر اندر ہو۔لہٰذا یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ 45 ڈگری کے زاوِیے (اینگل ANGLE) کے باہَر ہو۔اس مسئلے سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔مہربانی فرما کر اپنے گھر وغیرہ کے ڈبلیو۔سی (W.C) اور فَوّارے کا رُخ اگر غلط ہو تو اس کی اصلاح فرمالیجئے۔زِیادہ اِحتیاط اس میں ہے کہ W.C قبلے سے 90 دَرَجے پر یعنی نَماز پڑھنے میں سلام پھیرنے کے رُخ پر دیجئے۔معمار عُموماً تعمیراتی سَہولت اور خوبصورت کی لحاظ کرتے ہیں آدابِ قبلہ کی پرواہ نہیں کرتے۔مسلمانوں کو مکان کی غیر واجبی بہتری کے بجائے آخرت کی حقیقی بہتری پر نظر رکھنی چاہئے۔

جگہ استنجا وغیرہ نہ کرے جہاں بیٹھ کر لوگ گفتگو کرتے ہوں۔(۷)......ٹھہرے ہوئے پانی، (۸)......پھل دار درخت اور (۹)......سوراخ میں بھی پیشاب نہ کرے۔(۱۰)......سخت جگہ اور (۱۱)......ہوا کے رخ پر بھی پیشاب نہ کرے تاکہ چھینٹوں سے بچے۔(۱۲)......دوران استنجا بائیں (الٹے) پاؤں پر دباؤ ڈالے۔(۱۳)......اگر استنجا خانہ کسی عمارت میں ہو تو داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے۔(۱۴)......کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے (کہ یہ خلاف سنت ہے)۔جیسا کہ

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''جو شخص تم سے یہ کہے کہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اس کی تصدیق نہ کرو۔'' [1]

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔'' [2] (ہاں بوقتِ ضرورت) کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت ہے کیونکہ حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آقائے دو عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا [3]، پھر میں وضو کے لئے پانی لایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔'' [4]

---

1 ......سنن الترمذی، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی النهی عن البول قائماً، الحدیث: ۱۲، ج ۱، ص ۹۰۔

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب فی البول قاعداً، الحدیث: ۳۰۸، ج ۱، ص ۱۹۶۔

3 ...... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج1، ص270 پر اس حدیثِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یا تو وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی کیونکہ کوڑی پر ہر جگہ نجاست ہی ہوتی ہے یا پاؤں شریف میں زخم یا پیٹھ میں درد تھا جس کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مفید تھا۔ اطبا کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر انگارے پر پیشاب کرنا ستر بیماریوں کا علاج ہے۔ (مرقاۃ اشعة للمعات) خیال رہے کہ اس موقع پر سرکار اونچی جگہ کھڑے ہوئے ہوں گے جس سے پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہے ہوں گے۔

مزید معلومات کے لیے فتاوی رضویہ (مخرجہ) ج ۴، ص ۵۸۵ کا مطالعہ فرمالیجئے۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین، الحدیث: ۲۷۳، ص ۱۵۸۔

(۱۵)......غسل خانے میں پیشاب نہ کرے۔

وسوسے پیدا ہونے کا سبب:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عام وسوسے اسی (یعنی غسل خانے میں پیشاب کرنے) سے ہوتے ہیں[1]۔'' [2]

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: غسل خانے میں پیشاب کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ اس پر سے پانی بہہ جائے۔

نیز پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی غسل خانے میں ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں وضو کرے گا کیونکہ عام وسوسے اسی سے ہوتے ہیں۔'' [3]

حضرتِ سیِّدُنا ابن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جاری پانی میں پیشاب کرنے میں حرج نہیں[4]۔''

(۱۶)......استنجا خانے میں ایسی چیز ساتھ نہ لے جائے جس پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ یا رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نام مبارک ہو۔ (۱۷)......استنجا خانے میں ننگے سر نہ جائے۔

بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے کی دُعا:

(۱۸)......استنجا خانے میں داخل ہونے سے پہلے یہ دُعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم یعنی: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع کرتا اور مردود پلید خبیث شیطان سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ

---

1 ...... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج1 ص266 پر اس حدیثِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: اگر غسل خانہ کی زمین پختہ ہو اور اس میں پانی خارج ہونے کی نالی بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حرج نہیں اگرچہ بہتر ہے کہ نہ کرے، لیکن اگر زمین کچی ہو اور پانی نکلنے کا راستہ بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت برا ہے کہ زمین نجس ہو جائے گی، اور غسل یا وضو میں گندا پانی جسم پر پڑے گا۔

2 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب كراهية البول فى المغتسل، الحديث: ۳۰۴، ج ۱، ص ۱۹۴۔

3 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب كراهية البول فى المغتسل، الحديث: ۳۰۴، ج ۱، ص ۱۹۴۔

4 ...... جاری پانی میں پیشاب، پاخانہ کرنا مکروہ ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج ۱، حصہ دوم، ص ۴۰۹)

چاہتا ہوں۔“ (۱)

بیت الخلا سے نکلنے کے بعد کی دُعا:

(۱۹)......نکلنے کے بعد یہ دُعا پڑھے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ وَاَبْقٰی عَلَی مَا یَنْفَعُنِیْ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ سے اذیت کو دُور کیا اور مجھے فائدہ دینے والی چیز کو باقی رکھا۔“ (۲)

(۲۰)......استنجا کے لئے بیٹھنے سے پہلے ڈھیلوں کو گن لے۔ (۲۱)......قضائے حاجت کی جگہ پانی سے استنجا نہ کرے۔ (۲۲)......استنجا کرنے کے بعد استبرا کرلے (یعنی پیشاب کرنے کے بعد ایسا کام کرنا کہ اگر کوئی قطرہ رکا ہو تو گر جائے اور یہ واجب ہے) اس کے تین طریقے ہیں: کھانسنے، عضوِمخصوص کو تین بار جھاڑنے اور عضوِمخصوص کے نچلے حصے پر ہاتھ پھیرنے سے۔ نیز اس معاملے میں زیادہ سوچ بچار نہ کرے کہ اس سے وسوسے پیدا ہوں گے اور اس پر معاملہ دشوار ہوجائے گا۔ لہٰذا استبرا کے بعد جو تری وغیرہ محسوس کرے اسے باقی ماندہ پانی خیال کرے۔ اگر یہ بات اسے اذیت دیتی ہو کہ وسوسے پھر بھی دور نہ ہوں تو میانی (پاجامے کا وہ حصہ جو پیشاب گاہ کے قریب ہوتا ہے اس) پر پانی کے چھینٹے مارے تاکہ اس کے دل میں یہ بات پختہ ہوجائے اور وسوسوں کی وجہ سے اس پر شیطان مسلّط نہ ہو۔ حدیثِ پاک میں بھی ہے کہ ”حضور نبیِّ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسے ہی کیا یعنی (میانی پر) پانی کے چھینٹے مارے۔“ (۳)

پہلے کے لوگوں میں سے جو شخص استنجا سے جلدی فارغ ہوتا وہ ان میں زیادہ فقیہ ہوتا تھا کیونکہ استنجا میں وسوسہ فقاہت کی کمی پر دلالت کرتا ہے۔

ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے کی ممانعت:

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ہر چیز سکھائی حتی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کریں اور ہمیں قبلہ

1 ......المعجم الکبیر، النضر بن انس عن زید بن ارقم، الحدیث: ۵۰۹۹، ج۵، ص۲۰۴، باختصارٍ۔
المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الطهارات، مایقول الرجل اذا دخل الخلاء، الحدیث: ۵، ج۱، ص۱۲۔

2 ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الطهارات، مایقول اذا خرج من المخرج، الحدیث: ۱، ج۱، ص۲۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی النضح بعد الوضوء، الحدیث: ۴۶۲، ج۱، ص۲۶۹۔

رُو ہو کر بول و براز کرنے سے منع فرمایا۔'' (۱)

کسی صحابی سے ایک اعرابی کا جھگڑا ہو گیا، کہنے لگا: میرا خیال ہے کہ تمہیں پیشاب کرنے کا طریقہ بھی اچھی طرح نہیں آتا تو صحابی نے فرمایا: ''مجھے اس میں مہارت حاصل ہے کہ آبادی سے دور جاتا ہوں، ڈھیلے گن کر رکھتا ہوں، گھاس اکٹھی کر کے سامنے رکھتا ہوں، ہوا کی طرف پیٹھ کرتا ہوں، ہرن کی طرح (پنجوں پر دباؤ ڈال کر) بیٹھتا ہوں، شترمرغ کی طرح پچھلے مقام کو اوپر اٹھاتا ہوں۔''

انسان کو پردے کا اہتمام کر کے کسی شخص کے قریب استنجا وغیرہ کرنا جائز ہے کہ ''انتہائی باحیا ہونے کے باوجود حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امت کی رہنمائی کے لئے ایسا کیا۔'' (۲)

استنجا کا طریقہ:

تین ڈھیلوں سے اپنی پیشاب گاہ کو صاف کرے اگر ان سے صاف ہو جائے تو کافی ہے ورنہ چوتھا پتھر استعمال کرے اور صفائی حاصل ہو جائے تب بھی پانچواں پتھر استعمال کرے کیونکہ صاف کرنا واجب ہے اور طاق پتھروں کا استعمال سنت ہے کہ سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِر یعنی: جو شخص پتھروں کا استعمال کرے تو وہ طاق عدد میں پتھر استعمال کرے۔'' (۳)

پتھر استعمال کرنے کا طریقہ:

پتھر بائیں (الٹے) ہاتھ میں لے اور پیشاب گاہ کے اگلے حصے پر نجاست کی جگہ سے پہلے رکھے اور پونچھتا ہوا پیچھے کی طرف لے جائے۔ پھر دوسرا پتھر لے اور اسی طرح پچھلے حصّے پر رکھ کر آگے کی طرف لے آئے۔ پھر تیسرا پتھر لے کر اسے ایک بار شرمگاہ کے اردگرد پھیرے اگر پھیرنا مشکل ہو تو پونچھتے ہوئے آگے سے پچھلی طرف لے جائے تو بھی کافی ہے۔ پھر دائیں (سیدھے) ہاتھ میں بڑا سا پتھر لے کر عضوِ مخصوص کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس پر پتھر کو رگڑے اور عضوِ مخصوص کو حرکت دے اور تین دفعہ ایک ہی پتھر سے تین جگہوں سے پونچھے یا تین پتھروں سے پونچھے یا دیوار کی

---

❶......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة، الحديث: ٢٦٢، ص١٥٤ ـ

❷......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب المسح على الخفين، الحديث: ٢٧٣، ص١٥٨ ـ

❸......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الايتار فى الاستنثار......الخ، الحديث: ٢٣٧، ص١٤٦ ـ

تین جگہوں کے ساتھ صاف کرے یہاں تک کہ پونچھنے والی جگہ پر تری نظر نہ آئے۔ دو مرتبہ میں صفائی حاصل ہو جائے تب بھی تین بار کرے اگر ایک پتھر پر اکتفا کرے تو (پتھر کی علیحدہ علیحدہ) تین جگہوں سے صاف کرنا واجب ہے اگر چار پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے تو طاق پر عمل کے لئے پانچویں پتھر کا استعمال مستحب ہے۔ پھر اس جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے اور پانی سے صفائی حاصل کرے، یوں کہ دائیں (سیدھے) ہاتھ سے جائے نجاست (یعنی مقعد) پر پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے صاف کرے یہاں تک کہ ایسا اثر باقی نہ رہے کہ ہتھیلی لگانے سے اس کا احساس ہو اور اس معاملے میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ یہ وسوسوں کی جگہ ہے۔

جان لیجئے کہ باطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں تک پانی نہیں پہنچتا اور باطنی فضلات جب تک ظاہر نہ ہوں ان پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جاتا، جو نجاست ظاہر ہے اور اس کے لئے نجاست کا حکم ثابت ہے تو اس کے ظہور کی حد یہ ہے کہ پانی اس تک پہنچ کر اسے ختم کر دے وسوسوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

استنجا سے فراغت کے بعد کی دُعا:

استنجا سے فارغ ہو کر یہ دُعا کرے: ''اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِش یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دل کو نفاق سے پاک کر دے اور میری شرمگاہ کو بے حیائی کے کاموں سے بچا۔''

اہل قبا کی فضیلت:

(استنجا سے فراغت کے بعد) اگر ہاتھ میں بو باقی ہو تو ہاتھ کو دیوار یا زمین سے رگڑے (تاکہ بو ختم ہو جائے)۔ پتھروں اور پانی دونوں سے استنجا کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ جب یہ آیتِ مقدسہ نازل ہوئی:

فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْاؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ۝۱۰۸ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

تو حضور نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اہلِ قبا سے ارشاد فرمایا: ''یہ کون سی طہارت ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہم پتھروں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔'' (1)

(1)......تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، کتاب الطھارۃ، باب الاستنجاء، ج۱، ص۳۲۲۔۳۲۳۔

وضو کا طریقہ

استنجا سے فراغت کے بعد وضو میں مشغول ہوجائے کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تو وضو فرماتے اور مسواک سے ابتدا کرتے۔

مسواک کے متعلِّق سات فرامینِ مصطفٰے

﴿1﴾...... بلاشبہ تمہارے منہ قرآنِ پاک کے راستے ہیں پس انہیں مسواک سے صاف کرو۔[1]

نیت: مسواک کرتے ہوئے یہ نیت کرنی چاہئے کہ میں نماز میں قراءتِ قرآن اور ذکرُ اللّٰہ کے لئے منہ صاف کرتا ہوں۔

﴿2﴾...... مسواک (والے وضو) کے بعد نماز بغیر مسواک والی نماز سے پچھتر درجے افضل ہے۔[2]

﴿3﴾...... اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔[3]

﴿4﴾...... کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں تم میرے پاس پیلے دانتوں کے ساتھ آجاتے ہو مسواک کیا کرو۔[4]

﴿5﴾...... حضور انور، شافع روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو بار بار مسواک کرتے تھے۔[5]

﴿6﴾...... حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ ہمیں مسواک کا حکم دیتے رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ عنقریب آپ پر اس بارے میں کچھ (حکم) نازل ہوگا۔[6]

﴿7﴾...... تم پر مسواک لازم ہے بے شک یہ منہ کی پاکیزگی اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا ذریعہ ہے۔[7]

---

1 ......حلیة الاولیاء، سعید بن جبیر، الحدیث: ٥٧٣٦، ج٤، ص٣٢٦۔
سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب السواک، الحدیث: ٢٩١، ج١، ص١٨٧، قول علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشه رضی اللّٰه تعالٰی عنها، الحدیث: ٢٦٤٠٢، ج١٠، ص١٤١۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب السواک، الحدیث: ٢٥٢، ص١٥٢۔

4 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث تمام بن العباس، الحدیث: ١٨٣٥، ج١، ص٤٥٩۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب السواک، الحدیث: ٢٥٦، ص١٥٢۔

6 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللّٰه بن عباس، الحدیث: ٣١٥٤، ج١، ص٧٢٧۔

7 ......سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب الترغیب فی السواک، الحدیث: ٥، ص١٠۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں: ''مسواک حافظہ کو تیز کرتی اور بلغم کو دور کرتی ہے۔''(۱)

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن صبح اس حال میں نکلتے کہ مسواک ان کے کانوں پر ہوتی۔ (۲)

مسواک کا طریقہ:

پیلو کی لکڑی یا کسی دوسرے درخت کی سخت لکڑی سے مسواک کرے جو دانتوں کی زردی کو دور کر دے۔ مسواک (دانتوں کی) چوڑائی اور لمبائی میں جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ اگر ایک طریقے پر کرے تو چوڑائی میں ہونی چاہئے۔ ہر نماز اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا مستحب ہے اگرچہ وضو کر کے نماز نہ پڑھے۔ نیند کی وجہ سے جب منہ کی بو بدل جائے تو بھی مسواک کرے۔ زیادہ دیر تک کچھ نہ کھانے اور ناپسندیدہ بو والی چیز کھانے سے جو بو پیدا ہوتی ہے اسے زائل کرنے کے لئے مسواک کرنا مستحب ہے۔

وضو سے پہلے کی دُعا:

مسواک سے فارغ ہو کر وضو کے لئے قبلہ رُخ بیٹھے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پڑھے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے وضو سے قبل بِسْمِ اللّٰه نہ پڑھی اس کا وضو (کامل) نہیں۔'' (۳)

پھر یہ دُعا پڑھے: ''اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْن یعنی (اے ربّ عَزَّوَجَلَّ!) میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! ان کے حاضر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (۴)

ہاتھ دھونے سے پہلے کی دُعا:

پھر ہاتھ برتن میں داخل کرنے سے قبل تین مرتبہ دھوئے اور یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْيُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُ

---

1 ……فردوس الاخبار للدیلمی، باب الخاء، الحدیث ۲۸۰۲، ج ۱، ص ۳۷۷۔

2 ……سنن الترمذی، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی السواک، الحدیث ۲۳، ج ۱، ص ۱۰۰۔

3 ……سنن الترمذی، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی التسمية، عندالوضوء، الحدیث ۲۵، ج ۱، ص ۱۰۱۔

4 ……المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاة، باب الاستعاذة فی الصلاة، الحدیث: ۲۵۸۰، ج ۲، ص ۵۴۔

قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دُعائم الاسلام……الخ، ج ۲، ص ۱۵۱۔

بِكَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْهَلَكَةِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے برکت کا سوال کرتا ہوں اور بدبختی وہلاکت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"[1]

پھر حدث دُور کرنے یا جوازِ نماز کی نیت کرنے اور چہرہ دھونے تک نیت کو قائم (یعنی یاد) رکھے اگر چہرہ دھوتے وقت بھول گیا تو یہ نیت کافی نہ ہوگی[2]۔

پھر دائیں (سیدھے) ہاتھ سے ایک چلو پانی لے اور تین بار کلی کرے[3] اور غرغرہ کرے یہاں تک کہ پانی حلق تک پہنچ جائے اور روزہ دار ہو تو پانی حلق تک نہ پہنچائے۔

کلی کرتے وقت کی دُعا:

پھر یہ دُعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ كِتَابِكَ وَكَثْرَةِ الذِّكْرِ لَكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنی کتاب کی تلاوت اور اپنے ذکر کی کثرت پر میری مدد فرما۔"[4]

پھر ناک کے لئے ایک چلو پانی لے اور تین بار ناک میں چڑھائے[5] سانس لے کر پانی ناک کے نتھنوں تک کھینچے اور اس میں موجود رینٹھ وغیرہ اچھی طرح صاف کرے۔

ناک میں پانی پہنچاتے وقت کی دُعا:

ناک میں پانی پہنچاتے ہوئے یہ دُعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اَوْجِدْ لِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے لئے جنت کی خوشبو بنادے اس حال میں کہ تو مجھ سے راضی ہو۔"[6]

---

1. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔
2. ......احناف کے نزدیک وضو کے لئے نیت سنت ہے نہ کہ فرض۔ (ماخوذ از ھدایہ، کتاب الطھارۃ، ج۱، ص۱۶)
3. ......احناف کے نزدیک تین چلو سے تین بار کلی کرے۔ چنانچہ، دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت جلد اول** صفحہ 295 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: تین چلو پانی سے تین بار کلی کرے کہ ہر بار منھ کے ہر پرزے پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کرے۔"
4. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔
5. ......احناف کے نزدیک تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے۔ چنانچہ، **بہارِ شریعت جلد اول** صفحہ 295 پر ہے: "پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے۔"
6. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔

ناک صاف کرتے وقت کی دُعا:

ناک صاف کرتے ہوئے یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ رَوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں جہنم کی بدبوؤں اور برے گھر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' (۱)

پھر چہرے کے لئے ایک چلو پانی لے اور لمبائی میں پیشانی کی ابتدا سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھوئے اور پیشانی کے دونوں کناروں پر بال جھڑنے کی جگہ چہرے میں داخل نہیں بلکہ وہ سر کا حصہ ہیں۔ اس جگہ تک بھی پانی پہنچائے جہاں سے عورتیں بال ہٹاتی رہتی ہیں اور یہ وہ مقدار ہے کہ اگر کسی دھاگے کا ایک سرا کان کے اوپر رکھیں اور دوسرا پیشانی کے کنارے پر تو یہ حصہ چہرے کی طرف رہے گا (اس سے مراد کنپٹی ہے)۔ ان جگہوں پر بھی پانی پہنچائے: ابرو، مونچھیں، رخساروں کے بال اور پلکیں کیونکہ عام طور پر یہ کم ہوتے ہیں۔ داڑھی گھنی نہ ہو تو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا واجب ہے لیکن گھنی داڑھی میں یہ حکم نہیں۔ نچلے ہونٹ کے نیچے کے بال ہلکے اور گھنے ہونے میں داڑھی کے حکم میں ہیں۔ پھر تین مرتبہ اسی طرح چہرے پر پانی بہائے اور داڑھی کے لٹکے ہوئے بالوں کے ظاہری حصے پر پانی بہائے (۲) اور آنکھوں کے خانوں اور میل اور سرمہ جمع ہونے کی جگہوں میں انگلیاں داخل کر کے اچھی طرح صاف کرے۔ مروی ہے کہ ''حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی طرح کیا۔'' (۳) آنکھیں دھوتے وقت یہ امید رکھے کہ آنکھوں کے گناہ دھل رہے ہیں اور ہر عضو دھوتے وقت یہی امید رکھے کہ اس عضو کے گناہ دھل رہے ہیں۔

چہرہ دھوتے وقت کی دُعا:

چہرہ دھوتے وقت یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ بِنُوْرِکَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَوْلِیَائِکَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ بِظُلُمَاتِکَ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْہُ اَعْدَائِکَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس دن تیرے اولیا کے چہرے روشن ہوں گے اس دن اپنے نور سے میرے

(1)......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔

(2)......بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 289 پر ہے: داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گردے میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا ضرور نہیں اور اگر کچھ حصہ میں گھنے ہوں اور کچھ چھدرے، تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہیں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔

(3)......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباھلی، الحدیث۲۲۲۸۴، ج۸، ص۲۸۸۔

چہرے کو بھی روشن فرما دینا اور جس دن تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اس دن میرا چہرہ سیاہ نہ فرمانا۔'' (۱)

چہرہ دھوتے وقت گھنی داڑھی کا خلال کرے کہ یہ مستحب ہے۔ پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے، انگوٹھی کو حرکت دے اور اعضاء کی چمک کو زیادہ کرتے ہوئے کہنیوں سے اوپر تک پانی پہنچائے'' کیونکہ اعضائے وضو بروز قیامت چمکتے روشن ہوں گے۔'' مروی ہے کہ، حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو اپنی چمک کو زیادہ کر سکتا ہو وہ کرے۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ''بے شک (قیامت کا) زیور وضو کی جگہوں تک پہنچے گا۔'' (۳)

دایاں بازو دھوتے وقت کی دُعا:

بازو دھونے میں سیدھے ہاتھ سے ابتدا کرے اور یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا اور مجھ سے آسان حساب کرنا۔'' (۴)

بایاں بازو دھوتے وقت کی دُعا:

بایاں بازو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے دے۔'' (۵)

پھر پورے سر کا مسح کرے یوں کہ اپنے ہاتھوں کو تر کرکے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ملائے اور انہیں سر کے اگلے حصے پر رکھے اور گدی کی طرف کھینچے پھر سر کے اگلے حصے پر لے آئے یہ ایک مسح ہے اسی طرح تین مرتبہ کرے (۶)۔

---

1. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون، فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔
2. ......صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب استحباب اطالة الغرة......الخ، الحدیث:۲۴۶، ص۱۵۰۔
3. ......صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء، الحدیث۲۵۰، ص۱۵۱۔
4. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔
5. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔
6. ......احناف کے نزدیک: چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ نیز پورے سر کا ایک بار مسح کرنا سنت ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۱، ص۲۹۱، ۲۹۶)

سر کا مسح کرتے وقت کی دُعا:

پھر یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما اور مجھے اس دن عرش کا سایہ عطا فرمانا جس دن تیرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔'' (۱)

پھر نئے پانی سے دونوں کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ شہادت کی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کر کے انگوٹھوں کو کانوں کے باہر والے حصے پر پھیرے احتیاطاً ہتھیلی دونوں کانوں پر رکھے اور تین بار کانوں کا مسح کرے۔

کانوں کا مسح کرتے وقت کی دُعا:

پھر یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اَللّٰھُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَبْرَار یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ان میں کر دے جو بات سنتے اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ جنت کے منادی کی آواز سنا۔'' (۲)

پھر نئے پانی کے ساتھ گردن کا مسح کرے (۳) کہ سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

---

❶......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۱، ص۱۵۲۔

❷......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۱، ص۱۵۲۔

❸......احناف کے نزدیک سر، کانوں اور گردن کا مسح ایک ہی بار سنت ہے اور ہر بار نیا پانی لینے کی بھی حاجت نہیں۔ **سر کے مسح کا طریقہ:** چنانچہ، دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 499 صفحات پر مشتمل کتاب **نماز کے احکام** صفحہ 11 پر ہے: **سر کا مسح** اس طرح کیجئے کہ دونوں انگوٹھوں اور کلمے کی انگلیوں کو چھوڑ کر دونوں ہاتھ کی تین تین انگلیوں کے سرے ایک دوسرے سے ملا لیجئے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر کھینچتے ہوئے گدی تک اس طرح لے جائیے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں، پھر گدی سے ہتھیلیاں کھینچتے ہوئے پیشانی تک لے آئیے، کلمے کی انگلیاں اور انگوٹھے اس دوران سر پر بالکل مس نہیں ہونے چاہئیں، پھر کلمے کی انگلیوں سے کانوں کی اندرونی سطح کا اور انگوٹھوں سے کانوں کی باہری سطح کا مسح کیجئے اور چھنگلیاں (یعنی چھوٹی انگلیاں) کانوں کے سوراخوں میں داخل کیجئے اور انگلیوں کی پشت سے گردن کے پچھلے حصے کا مسح کیجئے، بعض لوگ گلے کا اور دھلے ہوئے ہاتھوں کی کہنیوں اور کلائیوں کا مسح کرتے ہیں یہ سنت نہیں ہے۔ **سر کا مسح کرنے سے قبل ٹونٹی اچھی طرح بند کرنے کی عادت بنا لیجئے** بلا وجہ نل کھلا چھوڑ دینا یا ادھورا بند کرنا کہ پانی ٹپکتا رہے گناہ ہے۔

”گردن کا مسح بروزِ قیامت طوق سے امان دے گا۔“ (۱)

گردن کا مسح کرتے وقت کی دُعا:

پھر یہ دُعا پڑھے: ”اَللّٰھُمَّ فَكِّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری گردن آگ سے آزاد فرما اور میں جہنم کے طوق اور زنجیروں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ (۲)

پھر تین مرتبہ دایاں پاؤں دھوئے اور بائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں کی انگلیوں کے نیچے سے خلال کرے اور دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے ابتدا کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت کی دُعا:

دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دُعا پڑھے: ”اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ فِی النَّارِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرا قدم پل صراط پر ثابت قدم رکھ جس دن کہ اس پر قدم جہنم کی طرف لغزش کریں گے۔“ (۳)

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دُعا:

بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دُعا پڑھے: ”اَعُوْذُبِكَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَنِ الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْهِ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس دن پل صراط پر منافقین کے قدم پھسل رہے ہوں گے اس دن میں اپنے قدم پھسلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ (۴) پاؤں دھوتے ہوئے پانی آدھی پنڈلیوں تک پہنچائے۔

وضو کے بعد کی دُعا:

وضو سے فارغ ہو کر سر آسمان کی طرف اٹھائے اور یوں کہے: ”اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُكَ اللّٰھُمَّ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ عَبْدًا صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ اَذْكُرُكَ كَثِیْرًا وَاُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ

---

(1) ……تلخیص الحبیر، کتاب الطهارة، ذکر الاحادیث الواردة فی أن الأذنین من الراس، ۱/ ، ص۲۸۶۔

(2) ……قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام……الخ، ۲/ ، ص۱۵۲۔

(3) ……المرجع السابق۔ (4) ……المرجع السابق۔

عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرے لئے پاکی ہے اور تیری ہی تعریف ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے برائی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں مغفرت چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے توبہ کرنے والوں، پاک لوگوں میں کر دے، مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما، مجھے صابر و شاکر بندہ بنا، مجھے ایسا بنا دے کہ کثرت سے تیرا ذکر کروں اور صبح شام تیری پاکی بیان کرتا رہوں۔'' (۱)

منقول ہے کہ جس نے وضو کے بعد یہ کلمات کہے اس کے وضو پر مہر لگا دی جائے گی اور اسے عرش کے نیچے بلند کر دیا جائے گا۔ وہ ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتا رہے گا اور اس کا ثواب قیامت تک وضو کرنے والے کے لئے لکھا جاتا رہے گا۔

وضو کے مکروہات:

وضو میں درج ذیل چیزیں مکروہ ہیں: (۱)...... کسی عضو کو تین سے زیادہ مرتبہ دھونا جس نے زیادہ کیا اس نے ظلم کیا۔ (۲)...... پانی (کے استعمال) میں اسراف کرنا۔ چنانچہ، حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (اعضائے وضو کو) تین بار دھویا اور ارشاد فرمایا: ''جس نے زیادہ کیا اس نے ظلم کیا اور برا کیا۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ''اس امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو دُعا اور طہارت میں حد سے بڑھیں گے۔'' (۳)

منقول ہے کہ وضو میں پانی زیادہ استعمال کرنا آدمی کے علم میں کمی کی علامت ہے۔ (۴)

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ''منقول ہے کہ وسوسوں کی ابتدا وضو سے ہوتی ہے۔'' (۵)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۲۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، الحدیث۱۳۵، ج۱، ص۷۸۔۷۹۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الاسراف فی الماء، الحدیث۹۶، ج۱، ص۶۸۔

4 ......الطھور للقاسم بن سلام، باب مایستحب من الاقتصاد......الخ، الحدیث:۱۰۹، ص۱۲۴۔

5 ......الجامع لاحکام القرآن، پ۳۰، سورۃ الناس:۵، ج۱۰، الجزء:۲۰، ص۱۹۳۔

وضو میں وسوسے ڈالنے والا شیطان[1]:

حضرت سَیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ایک شیطان وضو میں آدمی پر ہنستا ہے اسے وَلَہان کہتے ہیں۔''[2]

(۳)...... ہاتھ جھاڑتے ہوئے پانی کو دور کرنا (۴)......دورانِ وضو گفتگو کرنا (۵)...... چہرے پر زور زور سے پانی مارنا۔حضرت سَیِّدُ نا سعید بن مسیّب اور حضرت سَیِّدُ نا امام زہری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے اعضائے وضو کو خشک کرنا بھی مکروہ کہا ہے۔بطور دلیل فرماتے ہیں کہ'' (بروزِ قیامت) اعضائے وضو کی تری کا وزن کیا جائے گا۔'' لیکن حضرت سَیِّدُ نا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ'' مدینے کے سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے کپڑے کے ایک کنارے سے چہرہ پونچھا۔''[3]

ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ'' میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک تولیہ مبارک تھا (جس سے بعد وضو اعضاء صاف کیا کرتے تھے)۔''[4]

(۶)......پیتل کے برتن سے وضو کرنا مکروہ ہے۔(۷)......دھوپ میں گرم کئے ہوئے پانی سے وضو کرنا بھی مکروہ ہے[5] اور یہ کراہت طب کے اعتبار سے ہے۔حضرت سَیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عمر اور حضرت سَیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے پیتل کے برتن سے وضو کرنے کی کراہت مروی ہے۔بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت سَیِّدُ نا امام شعبہ رَحْمَۃُ

---

1 ......ولہان ایک شیطان کا نام ہے جو وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اس کے وسوسہ سے بچنے کی بہترین تدابیر یہ ہیں: (۱) رُجُوْع اِلَی اللّٰہ (۲) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ (۳) وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ (۴) سورۂ ناس (۵) اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (۶) هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۷) سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْخَلَّاقِ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۙ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ط پڑھنا کہ وسوسہ جڑ سے کٹ جائے گا اور (۸) وسوسہ کا بالکل خیال نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا بھی دافع وسوسہ ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۰۳)

2 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب الطهارة، باب الستر فی الغسل عندالناس، الحدیث۹۵۵، ج۱، ص۳۰۴۔

3 ......سنن الترمذی، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی المندیل بعد الوضوء، الحدیث۵۴، ج۱، ص۱۲۰۔

4 ......سنن الترمذی، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی المندیل بعد الوضوء، الحدیث۵۳، ج۱، ص۱۱۹۔

5 ...... سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج2، ص464 پر فرماتے

اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے لئے پیتل کے برتن میں پانی لایا گیا تو انہوں نے اس سے وضو کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر اور حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس کی کراہت نقل کی۔

جب وضو سے فارغ ہو اور نماز کی طرف متوجہ ہو تو دل میں یہ خیال ہونا چاہئے کہ میں نے اپنے ظاہر کو تو پاک کر لیا جس پر مخلوق کی نظر پڑتی ہے۔ لہٰذا اب دل کو پاک کئے بغیر بارگاہِ الٰہی میں مناجات کرنے سے حیا کرنا چاہئے کہ اسے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ملاحظہ فرماتا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ دل کی پاکیزگی توبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ نیز دل کا برے اخلاق سے کنارہ کش اور اچھے اخلاق سے مزین ہونا ضروری ہے۔ جو صرف ظاہری طہارت پر اکتفا کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے بادشاہ کو گھر میں آنے کی دعوت دینے کا ارادہ کیا اور اندرونی حصے کو گندگیوں سے آلودہ چھوڑ کر بیرونی حصے پر چونا کرنے میں مشغول ہو گیا تو ایسا شخص بادشاہ کے غیض وغضب کا کس قدر حق دار ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

وضو کے فضائل پر مشتمل 10 فرامین مصطفٰے

﴿1﴾...... جس نے اچھی طرح وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں کوئی دنیاوی بات دل میں نہ لایا تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے اس دن تھا کہ جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

﴿2﴾...... ایک روایت میں ہے کہ ان دو رکعتوں میں وہ نہ بھولا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[1]

﴿3﴾...... ”کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خطاؤں کو مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے: (سنو! وہ) دشواری کے وقت کامل وضو کرنا، مساجد کی طرف چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا

ہیں: دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہئے وضو سے نہ غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اس سے بھیگا ہو جب تک سرد (ٹھنڈا) نہ ہو جائے پہننا مناسب نہیں کہ اس پانی کے بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمال برص ہے۔

[1]......المعجم الکبیر، الحدیث۹۱۵، ج۱۷، ص۱۳۳، باختصارٍ۔

المعجم الاوسط، من اسمہ القاسم، الحدیث۴۹۷۲، ج۳، ص۴۱۰، باختصارٍ۔

سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ الوسوسۃ......الخ، الحدیث۹۰۵، ج۱، ص۳۴۲، باختصارٍ۔

انتظار کرنا اور یہ جہاد ہے۔ آخری جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔“ (۱)

﴿4﴾......مروی ہے کہ سیّدِ عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وضو میں ایک ایک بار اعضاء کو دھویا اور ارشاد فرمایا: اس وضو کے بغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ نماز قبول نہیں فرماتا۔“ پھر وضو میں دو دو بار اعضاء کو دھویا اور ارشاد فرمایا: ”جس نے اعضائے وضو کو دو دو بار دھویا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دُگنا اجر عطا فرمائے گا۔“ پھر اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا اور ارشاد فرمایا: یہ میرا، مجھ سے پہلے انبیائے کرام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وضو ہے۔“ (۲)

﴿5﴾......جو وضو کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا تمام جسم پاک فرمائے گا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہ کرے تو اس کا وہی حصہ پاک ہوگا جہاں تک پانی پہنچا۔ (۳)

﴿6﴾......جس نے باوضو ہونے کے باوجود وضو کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (۴)

﴿7﴾......وضو پر وضو، نور پر نور ہے۔ (۵)

یہ تمام روایات نئے وضو کی ترغیب دیتی ہیں۔

﴿8﴾......جب مسلمان وضو کرتا اور کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کی خطائیں نکل جاتی ہیں۔ جب ناک صاف کرتا ہے تو اس کے ناک کی خطائیں نکل جاتی ہیں۔ جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے کی بھی۔ جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کی خطائیں نکل جاتی ہیں حتی کہ کانوں کے نیچے کی بھی۔ جب پاؤں دھوتا ہے تو دونوں پاؤں کی خطائیں نکل جاتی ہیں حتی کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے کی بھی۔ پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا مزید ثواب کا سبب ہوتا ہے۔ (۶)

1......صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، الحدیث: ۲۵، ص۱۵۲۔

2......سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی الوضوء......الخ، الحدیث: ۴۱۹، ۴۲۰، ج۱، ص۲۵۰-۲۵۱۔

3......الجامع الصغیر، حرف المیم، الحدیث: ۸۶۷۵، ص۵۲۶۔

4......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الرجل یجدد الوضوء......الخ، الحدیث: ۶۲، ج۱، ص۵۶۔

﴿9﴾......اَنَّ الطَّاھِرَ کَالصَّائِمِ یعنی وضو کرنے والا روزے دار جیسا ہے۔ (۱)

﴿10﴾......جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور کلمۂ شہادت: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھا اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو۔ (۲)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''اچھا وضو تجھ سے شیطان کو بھگا دے گا۔''

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: ''جو شخص استطاعت رکھتا ہے کہ باوضو، ذکر اور استغفار کے ساتھ رات گزارے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہئے کیونکہ جس عمل پر روحیں قبض کی جاتی ہیں اسی پر اُٹھائی جائیں گی۔'' (۳)

غسل کا طریقہ

(غسل کرنے والا) پانی کے برتن کو سیدھی جانب رکھے پھر بسم اللہ شریف کہہ کر تین بار ہاتھ دھوئے پھر استنجا کرے جس کا طریقہ بیان ہو چکا ہے۔ اگر جسم پر نجاست لگی ہو تو اسے زائل کرے پھر نماز کا سا وضو کرے مگر پاؤں آخر میں دھوئے اگر پاؤں پہلے دھو کر زمین پر رکھے تو یہ پانی کا ضیاع ہوگا۔ پھر سر پر تین مرتبہ پانی بہائے پھر تین مرتبہ دائیں کندھے پر اور تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی بہائے پھر جسم کو آگے پیچھے سے ملے اور سر اور داڑھی کے بالوں کا خلال کرے اور گھنے یا ہلکے بالوں کے اُگنے کی جگہ تک پانی پہنچائے۔ عورت پر مینڈیوں (لٹوں) کو کھولنا لازم نہیں۔ لیکن جب معلوم ہو کہ بالوں کے درمیان پانی نہیں پہنچے گا تو کھولنا ضروری ہے اور بدن کی سلوٹوں کا خاص خیال رکھے۔ دورانِ غسل عضوِ مخصوص کو ہاتھ لگانے سے بچے اگر ایسا کرے تو دوبارہ وضو کرے (۴)۔ اگر غسل سے پہلے وضو کر لیا تو اب دوبارہ وضو کرنے کی حاجت نہیں۔ وضو اور غسل کی سنتوں میں سے وہ باتیں ہم نے ذکر کر دی ہیں جن کا جاننا اور

5......الترغیب والترھیب، کتاب الطھارۃ، الترغیب فی المحافظۃ علی الوضوء......الخ، الحدیث۳۱: ۸، ج ۱، ص۱۲۳۔

6......سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب ثواب الطھور، الحدیث۲۸۲، ج ۱، ص۱۸۲۔

1......یہ حدیث پاک مسند الفردوس میں اس طرح ہے ''اَلطَّاھِرُ النَّائِمُ کَالصَّائِمِ الْقَائِمِ یعنی: وضو کر کے سونے والا روزہ رکھ کر رات بھر قیام کرنے والے کی طرح ہے۔'' (فردوس الاخبار للدیلمی، باب الطاء، الحدیث۳۷۹۴، ج ۲، ص۵۲)

2......سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب مایقال بعد الوضوء، ج ۱، ص۲۷۳۔

عمل کرنا راہِ آخرت پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے۔اس کے علاوہ مختلف احوال پیش آنے سے جن مسائل کی ضرورت پڑتی ہےان کے لئے کتبِ فقہ کی طرف رجوع کریں۔

غسل کے فرائض:

غسل میں دوفرض ہیں:(۱)......نیت(۲)......پورے بدن پر پانی بہانا۔ [1]

وضو کے فرائض:

وضو کے فرائض یہ ہے:(۱)......نیت(۲)......چہرے کا دھونا(۳)......دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا (۴)......اتنے حصے پر مسح کرنا جس پر سر کا اطلاق ہو سکے(۵)......دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا(۶)ترتیب قائم رکھنا۔اعضاء کو پے در پے دھونا واجب نہیں [2]۔

غسل فرض ہونے کے اسباب:

غسل فرض ہونے کے چار اسباب ہیں:(۱)......مَنِی کا(شہوت کے ساتھ)نکلنا(۲)......(مردوعورت کی)شرمگاہوں کا بغیر کسی رکاوٹ کے ملنا(۳)......حیض اور(۴)......نفاس کا ختم ہونا [3]۔

ان مواقع پر غسل کرنا سنت ہے:

عیدین(یعنی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ)،جمعہ،احرام،عرفہ ومزدلفہ میں ٹھہرنے اور مکہ مکرّمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا۔

جن مواقع پر غسل کرنا مستحب ہے:

تین غسل سنت ہیں:ایامِ تشریق کے ہر دن۔ایک قول کے مطابق طوافِ وداع کے لئے غسل کرنا سنت مگر

---

❸......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الطهارات، من کان یقول نم......الخ، الحدیث۳، ج۱، ص۱۴۲۔

❹......احناف کے نزدیک سترِ غلیظ(عضوِ مخصوص)کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہاں دوبارہ کر لینا مستحب ہے۔
(ماخوذاز بہارشریعت، ج۱، ص۳۰۲)

❶......احناف کے نزدیک غسل میں تین فرض ہیں:(۱)...کلی کرنا(۲)...ناک میں پانی ڈالنا(۳)...تمام ظاہر بدن پر پانی بہانا۔
(ماخوذاز بہارشریعت، ج۱، ص۳۱۶،۳۱۷)

درست یہ ہے کہ سنت نہیں بلکہ مستحب ہے۔کافر جب غیر جنبی حالت میں اسلام لائے اور مجنون جب افاقہ پائے اور میّت کو غسل دینے والے کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے۔

تَیَمُّم کا بیان

تیمّم کے جواز کی صورتیں:

جس کے لئے پانی کا استعمال مشکل ہو تلاش کے باوجود نہ ملنے کے سبب یا کوئی درندہ وغیرہ اس تک پہنچنے سے رکاوٹ ہو یا پیاسا ہونے کی وجہ سے اسے خود موجود پانی کی ضرورت ہو یا اس کا رفیق پیاسا ہو یا پانی کسی اور کی ملکیت میں ہو اور وہ رائج قیمت سے زیادہ میں بیچتا ہو یا اعضائے وضو پر کہیں زخم ہو یا بیمار ہو یا پانی کے استعمال سے کسی عضو کے خراب ہونے یا بہت زیادہ کمزوری کا ڈر ہو تو فرض نماز کا وقت داخل ہونے تک صبر کرے۔

تیمّم کا طریقہ:

پھر وہ ایسی پاک مٹی کا قصد کرے جو نرم ہو جس سے غبار اڑتا ہو۔اب اپنی انگلیوں کو ملا کر اس پر دونوں ہاتھوں کو مارے اور ایک بار پورے چہرے کا مسح کرے اور اس وقت جوازِ نماز کی نیت کرے۔بالوں کے نیچے غبار پہنچانے کی مشقت نہ کرے خواہ بال گھنے ہوں یا ہلکے۔غبار سے پورے چہرے کو گھیرنے کی کوشش کرے اور یہ چیز ایک بار مارنے سے حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ چہرے کی چوڑائی ہتھیلیوں کی چوڑائی سے زیادہ نہیں اور گھیرنے میں غالب گمان کافی ہے۔پھر انگوٹھی اُتارے اور اپنی انگلیوں کو کشادہ کر کے دوسری ضرب مارے اس کے بعد دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ظاہر کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے باطن سے اس طرح ملائے کہ انگلیوں کے پورے دوسری طرف کی شہادت کی انگلی سے باہر نہ ہوں پھر بائیں ہاتھ کو جس طرح رکھا تھا اسی طرح دائیں بازو کے ظاہر پر پھیرے پھر بائیں ہتھیلی الٹ کر

---

2 ......احناف کے نزدیک وضو میں چار فرض ہیں:(۱)... منہ دھونا (۲)... کہنیوں سمیت ہاتھ دھونا (۳)... چوتھائی سر کا مسح (۴)... پاؤں کو گٹوں (ٹخنوں) سمیت ایک دفعہ دھونا۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج ۱، ص ۲۸۸ تا ۲۹۰)

3 ......احناف کے نزدیک غسل فرض ہونے کے درج ذیل اسباب ہیں۔چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ......کی مطبوعہ 499 صفحات پر مشتمل کتاب نماز کے احکام صفحہ 107 پر شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانیٔ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں:......منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو

دائیں بازو کے باطن پر پھیرے اور کلائی تک لے آئے پھر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر والے حصے کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ظاہر پر پھیرے پھر بائیں بازو کے ساتھ بھی اسی طرح کرے پھر ہتھیلیوں کا مسح کر کے انگلیوں کے درمیان خلال کرے۔

اس تکلیف کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی ضرب میں کہنیوں تک گھیرنا پایا جائے اگر ایک ہی ضرب سے ایسا مشکل ہو تو دو یا اس سے زیادہ ضربوں میں بھی کوئی حرج نہیں۔ جب اس کے ساتھ فرض پڑھے تو اسے اختیار ہے جیسے چاہے نفل پڑھے اور اگر دو فرضوں کو جمع کرنا چاہے تو دوسری فرض نماز کے لئے دوبارہ تیمّم کرے۔ اسی طرح ہر فرض نماز کے لئے علیحدہ علیحدہ تیمّم کرے(۱)۔

{...... تعریف اور سعادت......}

حضرت سیِّدُنا امام عبداللہ بن عمر بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (متوفی ۶۸۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جو شخص اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فرمانبرداری کرتا ہے دُنیا میں اس کی تعریفیں ہوتی ہیں اور آخرت میں سعادت مندی سے سرفراز ہوگا۔“ (تفسیر البیضاوی، پ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۷۱، ج۴، ص۳۸۸)

سے نکلنا۔(فتاویٰ عالمگیری، ج۱، ص۴)......احتلام یعنی سوتے میں منی نکل جانا۔(خلاصۃ الفتاویٰ، ج۱، ص۱۳)......شرمگاہ میں حشفہ (سپاری) داخل ہو جانا خواہ شہوت ہو یا نہ ہو، انزال ہو یا نہ ہو دونوں پر غسل فرض ہے۔(مراقی الفلاح معہ حاشیۃ الطحطاوی،

باب نمبر3: ظاھری نجاستوں سے پاکی حاصل کرنا

ظاہری نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کی دو قسمیں ہیں: (۱) میل کچیل دور کرنا اور (۲) اجزائے جسم کو صاف کرنا۔

پہلی قسم: میل کچیل اور رطوبات کی آٹھ قسمیں ہیں:

(۱)......سر کے بالوں میں جو مَیل اور جوئیں جمع ہوتی ہیں ان سے پاکیزگی حاصل کرنا: دھونے، کنگھی کرنے اور تیل لگانے کے ذریعے مستحب ہے تاکہ بال اُلجھتے نہ رہیں کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کبھی کبھی سرِ انور میں تیل ڈالنا اور کنگھی کرنا بھی مروی ہے۔ (۱) نیز اس کا حکم بھی فرماتے اور ارشاد فرماتے: ''کبھی کبھی تیل لگایا کرو۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ''جس کے بال ہوں وہ ان کی عزّت کرے۔'' (۳) یعنی انہیں میل کچیل سے بچائے۔

بارگاہِ رسالت میں ایک شخص حاضر ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا اس کے پاس تیل نہیں جس کے ذریعے بالوں کو بٹھا لیتا۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس حالت میں آتا ہے گویا وہ شیطان (کی طرح بال بکھیرے ہوئے) ہے۔'' (۴)

(۲)......کانوں کی سلوٹوں میں جمع ہونے والی میل کچیل: اس میں سے جو ظاہر ہو وہ مسح سے زائل ہو جاتی ہے اور جو کان کے سوراخ کی گہرائی میں جمع ہو جاتی ہے غسل خانہ سے نکلتے وقت اسے نرمی سے صاف کیا جائے کیونکہ بسا اوقات اس کی کثرت سماعت کو نقصان پہنچاتی ہے۔

(۳)......ناک میں جمع ہونے والی رطوبتیں جو اطراف سے ملی ہوتی ہیں: انہیں ناک میں پانی چڑھا کر (الٹے ہاتھ کی) چھنگلیا سے صاف کرے۔

ص۷۹)......حیض سے فارغ ہونا۔(ایضاً)......نفاس (یعنی بچہ جننے پر جو خون آتا ہے اس) سے فارغ ہونا۔(تبیین الحقائق، ج۱، ص۷۱)

❶......احناف کے نزدیک ایک تیمّم سے جس قدر چاہیں فرائض و نوافل ادا کئے جاسکتے ہیں کیونکہ تیمّم وضو کے قائم مقام ہے۔ ہر فرض کے لئے علیحدہ تیمّم کرنا ضروری نہیں۔(ماخوذ از الهداية، كتاب الطهارة، ج۱، ص۲۹)

❶......الشمائل المحمدية للترمذی، باب ماجاء فی ترجل رسول الله، الحديث۳۴_۳۵، ص۴۰_۴۲۔

(۴)......دانتوں اور زبان کے کناروں پر جمع ہونے والی رطوبتیں: انہیں مسواک اور کلی کے ذریعے زائل کرے۔ہم ان دونوں کا ذکر ماقبل میں کر چکے ہیں۔

(۵)......احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے داڑھی میں جمع ہونے والی میل کچیل اور جوئیں: انہیں دھونے اور کنگھی کے ذریعے دور کرنا مستحب ہے۔مروی ہے کہ''حضور نبی اکرم،نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفر وحضر میں کنگھی،سر کھجانے کی لکڑی اور آئینہ اپنے پاس رکھتے تھے۔''[1] اور یہ اہلِ عرب کا طریقہ ہے۔

آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی داڑھی مبارک:

مروی ہے کہ آقائے دوجہان،محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دن میں دو مرتبہ داڑھی میں کنگھی کرتے تھے[2] اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔[3]

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی داڑھی مبارک بھی گھنی تھی۔امیر المؤمنین حضرتِ عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی داڑھی مبارک ہلکی اور لمبی تھی۔امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی داڑھی مبارک چوڑی تھی جو دونوں کندھوں کو بھر لیتی تھی۔

اچھی نیت سے زیب وزینت اختیار کرنا:

ام المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک بار حجرۂ مبارکہ کے پاس کچھ لوگ جمع ہوئے تو ان کی طرف تشریف لے جانے سے پہلے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مٹکے میں موجود پانی میں اپنا عکس دیکھ کر سر اور داڑھی کو درست فرمایا۔میں نے عرض کی:''یارسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ بھی ایسا کر رہے ہیں؟''ارشاد فرمایا:''ہاں! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کو پسند فرماتا ہے کہ جب وہ اپنے (مسلمان) بھائیوں کے پاس جائے تو بن سنور کر جائے۔''[4]

2......سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی النھی عن الترجل الّاغِبًّا، الحدیث:۱۷۶۲، ج۳، ص۲۹۳۔

3......سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی استحباب الطیب، الحدیث:۴۱۶۲، ج۴، ص۱۰۳۔

4......سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب وفی الخلقان، الحدیث:۴۰۶۲، ج۴، ص۷۲۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اھل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۳۔

جاہل شخص یہ خیال کرتا ہے کہ یہ تو لوگوں کے لئے زیب وزینت اختیار کرنا ہے وہ اسے دوسروں کی عادات پر قیاس کرتا ہے اور فرِشتہ صفت لوگوں کو لوہاروں جیسے کم درَجہ لوگوں سے تشبیہ دیتا ہے۔ افسوس ہے ایسے شخص پر۔ حالانکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تبلیغِ اسلام کا حکم تھا اور آپ کی ذمہ داری تھی کہ ان کے دلوں میں اپنی عظمت کو اجاگر کریں تاکہ ان کے دلوں میں آپ کا مرتبہ کم نہ ہو اور ان کی نظروں میں اپنی صورت کو عمدہ کریں تاکہ وہ آپ کو حقیر سمجھ کر آپ سے نفرت نہ کریں۔ منافقین اسی طرح (کی باتوں اور افعال کے ذریعے) لوگوں کے دلوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لوگوں کو دعوت دینے والے عالم پر بھی یہی طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے اور وہ ظاہری طور پر ان چیزوں کا خیال رکھے جو لوگوں کے اس سے متنفر ہونے کا سبب نہ بنیں۔ اس قسم کے امور میں اعتماد کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اور یہ اعمال ہی ہیں جو (حسن نیت کے سبب) مقصود کا درجہ حاصل کرلیتے ہیں۔ اس ارادے سے زیب وزینت اختیار کرنا پسندیدہ ہے اور خود کو زاہد (یعنی دنیا سے کنارہ کش) ظاہر کرنے کے لئے داڑھی کو پراگندہ چھوڑ دینا ممنوع ہے جبکہ نیت یہ ہو کہ لوگ سمجھیں یہ زاہد ہے اور نفس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ البتہ اس سے اہم کام میں مشغولیت کے سبب اسے چھوڑنا اچھا ہے۔ یہ بندے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان پوشیدہ احوال ہیں اور نگرانی کرنے والا اچھی طرح دیکھتا ہے۔ لہٰذا منافقت کسی حال میں فائدہ مند نہیں۔

بری نیت سے زیب وزینت اختیار کرنا:

کتنے ہی جاہل لوگ ایسے ہیں جو مخلوق کی خاطر ان چیزوں کو اختیار کرتے ہیں ایسا شخص خود بھی غلط فہمی کا شکار ہے اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں ڈالتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ اس کا مقصد اچھا ہے۔ پس تم علما کے ایک گروہ کو دیکھو گے کہ وہ قیمتی لباس زیبِ تن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد بدعتیوں اور جھگڑالو لوگوں کا مقابلہ کرنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ یہ بات اس دن واضح ہو جائے گی جس دن دلوں کا امتحان ہوگا اور قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر ہو جائے گا اس دن خالص چاندی اور کھوٹ والی چاندی میں تمیز ہو جائے گی۔ ہم اس بڑی پیشی کے دن کی رسوائی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(۶)......انگلیوں کے بیرونی حصے کے جوڑوں پر جمع ہونے والی میل: اہلِ عرب عام طور پر اسے دھوتے نہ تھے کیونکہ وہ

کھانے کے بعد ہاتھ نہیں دھوتے تھے جس کی وجہ سے انگلیوں کی سلوٹوں میں میل جمع ہوجاتی تھی تو سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں جوڑوں کے دھونے کا حکم ارشاد فرمایا۔[1]

(۷)......انگلیوں کے پوروں کی صفائی: ''مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اہل عرب کو ان کی صفائی کا حکم دیا[2] اور ناخنوں میں جمع ہونے والی میل کچیل کو صاف کرنا کیونکہ (ناخن تراشنے کے لئے) ہر وقت قینچی وغیرہ میسر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ناخنوں میں میل جمع ہوجاتا ہے۔اگرچہ ''سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھیڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے کے لئے چالیس دن مقرر فرمائے۔''[3] مگر ان کی صفائی کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیا۔[4]

مروی ہے کہ ایک بار کچھ دن وحی نہ آئی پھر جب سیِّدُ نا حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو (آپ کے استفسار فرمانے پر) عرض کی: ''ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کیسے آئیں جبکہ آپ (کے امتی) نہ اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو دھوتے ہیں، نہ پوروں کو صاف کرتے ہیں اور نہ ہی مسواک سے دانت صاف کرتے ہیں۔لہٰذا اپنی امت کو اس کا حکم دیں۔''[5]

ناخنوں کے میل کو ''اُف'' اور کانوں کے نیچے کے میل کو ''تُف'' کہا جاتا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے: **فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ** (پ۱۵،بنیۤ اسرآءیل:۲۳) اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ والدین کو ناخنوں کے میل کچیل کے ذریعے تکلیف نہ دو۔ایک قول یہ ہے کہ والدین کو اتنی بھی اذیت نہ دو جتنی تم ناخنوں کے میل کچیل سے محسوس کرتے ہو۔

(۸)......پسینہ بہنے اور گرد وغبار پڑنے کی وجہ سے تمام بدن پر جمع ہوجانے والا میل کچیل: اسے غسل سے دُور کیا جاتا ہے۔(اس کے لئے) حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں کہ بعض صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن شام کے حماموں میں جایا کرتے تھے۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اهل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۳۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اهل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۳۔

3 ......سنن النسائی، کتاب الزینة،اتخاذ الجمّة، الحدیث:۵۲۴۲، ص۸۳۲۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اهل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۳، باختصارٍ۔

سب سے بہتر اور سب سے بدتر گھر:

حضرت سیِّدُنا ابودرداء اور حضرت سیِّدُنا ابوایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ”بہترین گھر حمام ہے کہ یہ بدن کو پاک کرتا اور آگ کی یاد دلاتا ہے۔“(۱) جبکہ بعض صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے منقول ہے کہ ”بدترین گھر حمام ہے کہ یہ شرمگاہ کو ظاہر کرتا اور حیا کو ختم کرتا ہے۔“(۲) یہ دوسرا قول حمام کی آفت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ پہلا قول اس کے فائدے کو بیان کرتا ہے۔ لہٰذا آفت سے بچتے ہوئے فائدے کو طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن حمام میں داخل ہونے والے کے لئے کچھ چیزیں سنّتیں اور کچھ واجب ہیں۔

حمام میں داخل ہونے والے پر واجب امور:

حمام میں داخل ہونے والے پر دو چیزیں اپنی شرمگاہ اور دو دوسرے کی شرمگاہ کے حوالے سے واجب ہیں:

(۱)......اپنی شرمگاہ کے حوالے سے اس پر واجب ہے کہ اسے دوسروں کے دیکھنے اور چھونے سے بچائے۔ اس کی میل اپنے ہاتھوں سے دُور کرے اور ملنے والے کو رانوں اور ناف کے نیچے سے شرمگاہ تک کے حصے کو ہاتھ لگانے سے منع کرے۔ میل دور کرنے کے لئے شرمگاہ کے علاوہ دوسری جگہوں کو ہاتھ لگانے میں جواز کا احتمال ہے لیکن قیاس یہی ہے کہ حرام ہو کیونکہ حرمت کے معاملے میں شرمگاہوں کو چھونے کا وہی حکم ہے جو دیکھنے کا ہے۔ اسی طرح باقی پردے کی جگہوں (یعنی رانوں) کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔

(۲)......دوسرے کی شرمگاہ کے سلسلے میں اس پر واجب ہے کہ اپنی نگاہیں اس سے بچائے اور اسے پردے کی جگہ کھولنے سے منع کرے کیونکہ برائی سے منع کرنا واجب ہے۔ اس پر یاد دلانا واجب ہے عمل کروانا واجب نہیں اور جب تک اسے کسی کی طرف سے مارنے یا گالی گلوچ کرنے یا کسی دوسرے حرام کام کا خوف نہ ہو تب تک اس سے یہ (یعنی برائی سے منع کرنے کی) ذمہ داری ساقط نہیں ہوگی۔ اگر ان میں سے کوئی صورت ہو تو اس پر لازم نہیں کہ وہ کسی کو ایک

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب السواک من الفطرۃ، الحدیث۵۳، ج ۱، ص۵۳۔

2 ......قوت القلوب الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اھل السنۃ......الخ، ج۲، ص۲۳۹۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، الحدیث۲۵۸، ص۱۵۳۔

4 ......قوت القلوب الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اھل السنۃ......الخ، ج۲، ص۲۳۹۔

حرام کام سے روک کر دوسرے حرام کام کا مرتکب بنا دے۔ البتہ وہ عذر پیش کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ بات اسے فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی وہ اس پر عمل کرے گا بلکہ اس پر یاد دلانا لازم ہے کیونکہ دل انکار سننے کے تاثر سے خالی نہیں ہوتا اور گناہوں کے یاد دلانے سے بچنے کے مواقع ہوتے ہیں اور یہ بات اس کام کو اس کی نگاہوں میں قبیح قرار دیتی اور اسے اس سے نفرت دلاتی ہے۔ لہٰذا اسے (یعنی برائی سے منع کرنے کو) چھوڑنا نہیں چاہئے۔ اسی بنا پر آج کل احتیاط کے طور پر حمام میں جانا چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ شرمگاہوں کو ننگا کرنا ہی پڑتا ہے خصوصاً ناف کے نیچے اور شرمگاہ سے اوپر کی جگہ کیونکہ لوگ اسے قابلِ ستر نہیں سمجھتے حالانکہ شریعت نے اسے ستر میں شمار کیا ہے اور گویا اسے ستر کی حد قرار دیا۔ اس لئے حمام میں تنہا جانا مستحب ہے۔

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ''میں اس شخص کو ملامت نہیں کرتا جس کے پاس صرف ایک درہم ہو اور وہ حمام والے کو اس لئے دے دے کہ وہ اس کے لئے حمام خالی کر دے۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو حمام میں یوں دیکھا گیا کہ ''آپ کا چہرہ دیوار کی طرف تھا اور آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔'' (۲)

بعض علما نے فرمایا: ''حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں لیکن دو چادریں ہوں ایک چادر ستر پوشی کے لئے اور ایک سر پر اوڑھنے کے لئے تاکہ شرمگاہ اور آنکھوں کی حفاظت ہو۔'' (۳)

حمام میں داخل ہونے کی دس سنتیں:

(۱)......نیت کرے یوں کہ نماز کے لئے جو زینت پسندیدہ ہے اس کے لئے پاکیزگی حاصل کرنے کی نیت کرے، دنیا کے لئے یا خواہشات پر عمل کرنے کی نیت نہ کرے۔

(۲)......داخل ہونے سے پہلے حمام والے کو اُجرت دے کیونکہ جتنا فائدہ وہ اٹھائے گا وہ مجہول ہے اور حمام والے کو نہ جانے کتنی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ اندر جانے سے پہلے اجرت دینے سے دونوں عوضوں میں سے ایک کی جہالت ختم ہو

5......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ۲۱۸، ج ۱، ص ۵۲۴۔

1......مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، تحت الحدیث: ۴۴۷، ج ۸، ص ۲۵۵، بتغیرٍ قلیلٍ۔

المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الطہارات، من رخص فی دخول الحمام، الحدیث: ۱، ج ۱، ص ۱۳۳، بتغیرٍ قلیلٍ۔

جائے گی اور دل بھی خوش ہو جائے گا۔

(۳)......داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں اندر رکھے۔

حمام میں داخل ہونے سے پہلے کی دُعا:

(۴)......داخل ہونے سے پہلے یہ دُعا پڑھے:''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے سخت ناپاکی اور نہایت شریر پلید شیطان مردود سے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

(۵)......اس وقت حمام میں جائے جب کوئی نہ ہو یا حمام کو خالی کرائے کیونکہ اگر حمام میں صرف دیندار اور محتاط لوگ ہوں تو ننگے بدنوں کی طرف دیکھنا حیا کی کمی پر دلالت کرتا ہے اور یہ چیز شرمگاہوں کو دیکھنے کا خیال لاتی ہے پھر اعضاء کو حرکت دینے سے انسان اس سے نہیں بچ سکتا کہ چادر کا پلو ہٹ جائے اور شرمگاہ ظاہر ہو جائے تو یوں لاشعوری طور پر شرمگاہ پر نظر پڑ جائے گی۔اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنی دونوں آنکھوں پر پٹی باندھی۔

(۶)......حمام میں داخل ہونے سے پہلے اپنے دونوں پہلو دھوئے۔

(۷)......گرم حمام میں داخل ہونے میں جلدی نہ کرے جب تک کہ پہلے پسینہ نہ آجائے۔

(۸)...... پانی زیادہ استعمال نہ کرے بلکہ بقدرِ حاجت پر اکتفا کرے کیونکہ حالات وقرائن کے مطابق اسی کی اجازت ہے۔نیز زیادہ استعمال کرنے کی صورت میں اگر حمامی کو پتا چل جائے تو وہ ناپسند کرے گا خصوصاً جبکہ پانی گرم ہو کیونکہ اس پر خرچ کرنا پڑتا اور تھکاوٹ بھی ہوتی ہے۔

(۹)......حمام کی گرمی سے جہنم کی تپش کو یاد کرے اور کچھ دیر کے لئے خود کو گرم گھر میں قید سمجھے اور اسے جہنم پر قیاس کرے کیونکہ یہ جہنم کے ایک گھر کے مشابہ ہے جس کے نیچے آگ اور اوپر تاریکی ہے، ہم اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں بلکہ عقل مند ایک لمحے کے لئے بھی آخرت کی یاد سے غافل نہیں ہوتا کیونکہ اس نے ادھر ہی جانا ہے اور وہی اس کا ٹھکانا ہے۔پس عقل مند پانی اور آگ وغیرہ جو بھی چیز دیکھے اسے اس سے عبرت اور نصیحت ہی حاصل کرنی چاہئے۔اس لئے کہ انسان اپنی ہمت کے مطابق ہی دیکھتا ہے۔

راہِ آخرت کے مسافر کی پہچان:

مثلاً کوئی کپڑے کا تاجر، بڑھئی، معمار اور جولاہا جب کسی آباد مکان میں جائیں کہ جس میں قالین بچھا ہوا ہو اور انہیں غور وفکر میں گم پائے تو تُو دیکھے گا کہ کپڑے والا قالین دیکھ کر اس کی قیمت میں غور کر رہا ہوگا، جولاہا کپڑے کی بناوٹ میں غور کر رہا ہوگا، بڑھئی چھت بننے کے طریقے پر غور کر رہا ہوگا اور معمار اس کی دیواروں کو دیکھ کر ان کے مضبوط اور سیدھے ہونے کے متعلق سوچ رہا ہوگا۔ اسی طرح راہِ آخرت کا مسافر جب بھی کسی چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اس کے لئے نصیحت اور آخرت کی یاد بن جاتی ہے بلکہ وہ کوئی بھی چیز دیکھتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس میں اس کے لئے عبرت کا راستہ کھول دیتا ہے اگر وہ سیاہی کو دیکھتا ہے تو اسے قبر کی تاریکی یاد آتی ہے، اگر سانپ کو دیکھتا ہے تو اسے جہنم کے سانپ یاد آتے ہیں، اگر کسی بدصورت چیز کو دیکھتا ہے تو منکر نکیر اور زبانیہ (فرشتوں کا ایک گروہ جو نافرمانوں کو جہنم کی طرف دھکیلنے پر معمور ہے) کو یاد کرتا ہے، اگر کوئی خوف ناک آواز سنتا ہے تو صور کا پھونکنا یاد آجاتا ہے، اگر کسی اچھی و خوبصورت چیز کو دیکھتا ہے تو جنت کی نعمتوں کو یاد کرتا ہے، اگر کسی بازار یا گھر سے انکار یا قبولیت کی کوئی بات سنتا ہے تو اپنے اُخروی معاملے میں حساب کتاب کے بعد اپنے مقبول یا مردود ہونے کو یاد کرتا ہے۔ زیادہ مناسب ہے کہ عقل مند کے دل پر یہ بات چھائی رہے کیونکہ دنیا کے کام ہی اسے ان اُمور سے روکتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی وہ دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کا آخرت میں ٹھہرنے کی مدت سے مقابلہ کرے گا اسے حقیر جانے گا بشرطیکہ وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جن کے دل غافل اور بصیرت ختم ہو چکی ہے۔

(۱۰)......حمام میں داخل ہونے والے کے لئے یہ اُمور بھی سنت ہیں کہ داخل ہوتے وقت سلام نہ کرے اگر اسے کوئی سلام کرے تو اس پر لفظ سلام کے ساتھ جواب دینا واجب نہیں اگر کوئی دوسرا شخص جواب دے دے تو خاموش رہے اور اگر بولنا چاہے تو یوں کہے: ''عَافَاکَ اللّٰہُ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے عافیت عطا فرمائے۔'' حمام میں داخل ہونے والے کے لئے مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ابتدائے کلام میں یوں کہے: ''عَافَاکَ اللّٰہُ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے عافیت عطا فرمائے۔'' نہ حمام میں زیادہ باتیں کرے اور نہ ہی بلند آواز سے تلاوت کرے [1]۔

---

2 ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب القسم والنشوز، باب ماجاء فی دخول الحمام، الحدیث: ۱۴۸۰۵، ج۷، ص۵۰۵۔
فردوس الاخبار للدیلمی، باب الباء، الحدیث ۱۹۷۲، ج ۱، ص۲۷۶۔

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اھل السنة......الخ، ج۲، ص۴۲۹۔

البتہ ظاہری الفاظ کے ذریعے شیطان سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرنے میں حرج نہیں۔ غروب آفتاب کے وقت اور مغرب وعشا کے درمیان حمام میں جانا مکروہ ہے کیونکہ یہ وقت شیاطین کے منتشر ہونے کا ہے۔ حمام میں کسی دوسرے کے جسم کو ملنے میں حرج نہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے فلاں شخص غسل دے وہ آپ کے مصاحبین میں سے نہ تھا اور فرمایا کہ ''اس شخص نے ایک مرتبہ حمام میں میرے جسم کو ملا تھا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کا ایسا بدلہ دوں کہ وہ خوش ہو جائے اور وہ اسی طریقے سے خوش ہوگا۔''

بعض صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی روایات بھی جسم ملنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ، مروی ہے کہ مدینے کے تاجور، محبوب رب اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک سفر میں کسی مقام پر پڑاؤ کیا اور پیٹ کے بل لیٹ گئے، ایک سیاہ فام غلام آپ کی پیٹھ مبارک دبانے لگا۔ (راوی کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''میں اونٹنی سے گر گیا تھا۔'' [1]

جیسے ہی حمام سے فارغ ہو تو اس نعمت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے۔ کہا گیا ہے کہ ''سردیوں میں گرم پانی نعمتوں میں سے ہے جس کے متعلق اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''حمام جدید نعمتوں میں سے ہے۔''[2] یہ حکم شرعی اعتبار سے ہے۔

چند مفید باتیں:

اَطِبّا کہتے ہیں کہ ''چونے سے (زیرناف بال صاف کر کے) حمام میں جانا کوڑھ کے مرض سے امان ہے۔'' منقول ہے کہ ''(زیرناف بال صاف کرنے کے لئے) مہینے میں ایک بار چونے کا استعمال صفراء کی گرمی کو ختم کرتا، رنگ کو صاف کرتا اور قوتِ جماع میں اضافہ کرتا ہے۔'' یہ بھی منقول ہے کہ ''سردیوں میں حمام میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دوا سے زیادہ مفید ہے۔'' نیز یہ بھی منقول ہے کہ ''گرمیوں میں حمام سے نکلنے کے بعد سو جانا دوا پینے کے قائم مقام ہے

---

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی فضائل اھل السنة......الخ، ج۲، ص۴۲۹۔

3 ......فیض القدیر، حرف الباء، تحت الحدیث ۳۱۸۱، ج۳، ص۲۷۸۔

اورحمام سے نکلنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے پاؤں دھونا نقرس[1] (نامی بیماری) سے بچاتا ہے۔''[2] حمام سے نکلتے وقت ٹھنڈا پانی پینا یا سر پر ڈالنا مکروہ ہے۔ یہ مَردوں کے احکام بیان ہوئے۔

جبکہ عورتوں کے متعلق حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کسی مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی زوجہ کو حمام میں لے جائے جبکہ گھر میں غسل خانہ موجود ہو۔''[3] اور مشہور ہے کہ ''مَردوں پر تہبند کے بغیر حمام میں داخل ہونا حرام ہے اسی طرح نفاس والی اور بیمار عورتوں کے علاوہ عورتوں کا حمام میں داخل ہونا حرام ہے۔''[4] ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کسی بیماری کے سبب حمام تشریف لے گئی تھیں۔ لہٰذا اگر عورت کسی ضرورت کے تحت حمام میں جائے تو ایک بڑی چادر اوڑھ کر جائے[5] اور مرد کے لئے مکروہ ہے کہ عورت کو حمام میں جانے کے لئے اجرت دے کہ اس طرح وہ مکروہ کام میں عورت کا مددگار ہوگا۔

دوسری قسم: اجزائے بدن کی صفائی، جسم کے زائد اجزا آٹھ ہیں:

(۱)......سر کے بال: جو شخص صفائی کا ارادہ کرے تو اسے سر کے بال منڈوانے میں کوئی حرج نہیں اور جو تیل لگائے اور کنگھی کرے اسے بال رکھنے میں بھی حرج نہیں لیکن چھوٹے بڑے رکھنا منع ہے کیونکہ یہ کم تر لوگوں کا طریقہ ہے یا معززلوگوں کی طرح زلفیں رکھ لے کہ اب یہ ان کی علامت بن گئی ہے اور اگر ایسا کرنے والا شریف لوگوں میں سے نہ ہو تو یہ دھوکا ہوگا۔

(۲)......مونچھوں کے بال: حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قُصُّوا الشَّارِبَ یعنی مونچھوں کو پست کرو۔''[6]

---

1 ...... فتاویٰ فقیہ ملت، جلد 1 صفحہ 69 پر حضرت علامہ مولانا جلال الدین احمد امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: غسل کرتے وقت کلمہ و درود شریف پڑھنا منع اور خلاف سنت ہے کہ اس وقت کسی قسم کا کلام کرنے اور دُعا پڑھنے کی اجازت نہیں۔

1 ......المعجم الاوسط، من اسمه موسى، الحديث٨٠٧٧، ج٦، ص١٨١، مفهومًا۔

قوت القلوب الفصل، السادس والاربعون فيه كتب ذكر دخول الحمام، ج٢، ص٤٣٠۔

2 ......قوت القلوب، الفصل السادس والاربعون فيه كتب ذكر دخول الحمام، ج٢، ص٤٢٩۔

ایک روایت میں ''جُزُّوا الشَّوَارِبَ''[1] کے الفاظ ہیں۔ایک روایت میں ہے:''حُفُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللِّحٰی یعنی مونچھوں کو پست کرواور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔''[2]

بہرحال جہاں تک مونڈنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کوئی روایت مروی نہیں اور احفا مونڈنے کے ہی مترادف ہوتا ہے۔صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے اسی طرح منقول ہے۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی یاد تازہ ہوگئی:

تابعین میں سے کسی نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنی مونچھیں اکھیڑی ہوئی تھیں تو فرمایا:''تو نے مجھے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی یاد دلادی۔''حضرت سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا:رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری طرف دیکھا کہ میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو ارشاد فرمایا:''ادھر آؤ۔''چنانچہ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسواک پر میری مونچھیں تراش دیں۔[3]

مونچھوں کے کنارے والے بالوں کو چھوڑنے میں حرج نہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم اور دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے اس طرح کیا ہے،اس لئے کہ یہ حصہ نہ تو منہ کو ڈھانپتا ہے اور نہ ہی اس میں کھانے کی چکناہٹ باقی رہتی ہے کیونکہ وہ اس جگہ تک نہیں پہنچتی۔سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''اُعْفُوا اللِّحٰی'' کا مطلب یہ ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ۔

یہود کی مخالفت کرو:

حدیثِ پاک میں ہے کہ''یہود مونچھیں بڑھاتے اور داڑھیاں کاٹتے ہیں،لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔''[4] بعض علمانے مونچھیں مونڈنے کو مکروہ سمجھا اور اسے بدعت قرار دیا ہے۔

---

1 ......**نِقْرِس**: وہ درد جو پاؤں کے انگوٹھے میں ہوتا ہے۔(فروزاللغات، ص۱۴۳۷)

2 ......قوت القلوب، الفصل السادس والاربعون فیه کتب ذکر دخول الحمام، ج۲،ص۴۳۰۔

3 ......المرجع السابق، ص۴۳۰۔

4 ......سنن النسائی، کتاب الغسل، باب الرخصة فی دخول الحمام، الحدیث:۴۰۹، ص۷۲۔

سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب دخول الحمام، الحدیث۳۷۴۸، ج۴، ص۲۲۴۔

(۳)......بغلوں کے بال: 40 دن کے اندر اندر بغلوں کے بال اکھیڑنا مستحب ہے۔ جو شخص ابتدا میں ہی اکھیڑنے کی عادت بنالے اس کے لئے اکھیڑنا آسان ہے لیکن جو شروع سے مونڈنے کی عادت بنائے اس کے لئے مونڈنا کافی ہے کیونکہ اکھیڑنے میں اپنے آپ کو عذاب اور تکلیف میں مبتلا کرنا ہے اور مقصود صفائی کا حصول اور یہ کہ اس میں میل کچیل جمع نہ ہو اور یہ چیز مونڈنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

(۴)......زیرِ ناف بال: ان بالوں کو مونڈنا یا چونا لگا کر دور کرنا مستحب ہے اور 40 دن سے تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

(۵)......ناخن تراشنا: یہ مستحب ہے کیونکہ بڑھے ہوئے ناخن برے لگتے ہیں نیز ان میں میل جمع ہو جاتا ہے۔

شیطان کے بیٹھنے کی جگہ:

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! اپنے ناخنوں کو کاٹو کیونکہ بڑھے ہوئے ناخنوں پر شیطان بیٹھتا ہے۔'' [1]

مسئلہ: اگر ناخنوں میں میل ہو تو یہ وضو کے صحیح ہونے سے مانع نہیں کیونکہ یہ پانی پہنچنے کو نہیں روکتی نیز اس وجہ سے کہ اس میں غفلت ہو جاتی ہے اور ضرورت کے تحت اس میں نرمی کی جاتی ہے خصوصاً مرد کے ناخنوں کے معاملے میں۔ اسی طرح عربیوں اور دیہاتیوں کی انگلیوں کے جوڑوں اور ہاتھوں اور پاؤں کی پیٹھ پر جو میل جمع ہو جاتا ہے وہ بھی وضو سے مانع نہیں۔ کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ناخنوں کے کاٹنے کا حکم فرماتے تھے [2] اور ان کے میل کو ناپسند فرماتے لیکن (اس حالت میں پڑھی گئی) نماز لوٹانے کا حکم نہ فرماتے، اگر کبھی حکم دیا بھی تو اس سے مقصود ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ ہوتی تھی۔ **(اس مقام پر حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کے متعلق ایک نفیس و پیچیدہ بحث فرمائی ہے۔ اہل علم حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ خلاصہ یہ ہے)**

ناخن کاٹنے کا مسنون طریقہ:

حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے منقول ہے کہ سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کر کے

---

5 ......قوت القلوب، الفصل السادس والاربعون فيه كتب ذكر دخول الحمام، ج۲، ص۴۳۰۔

6 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، الحديث:۸۷۶۷، ج۳، ص۵۔

ترتیب وار چھنگلیا سمیت ناخن تراشیں مگر انگوٹھا چھوڑ دیں۔ اب الٹے ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کرکے ترتیب وار انگوٹھے سمیت ناخن تراش لیں۔ اب آخر میں سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا جو باقی تھا اس کا ناخن بھی کاٹ لیں۔ اس طرح سیدھے ہاتھ ہی سے شروع ہوا اور سیدھے ہاتھ ہی پر ختم ہوا (حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میں نے کتابوں میں ناخن کاٹنے کی ترتیب کے متعلق کوئی روایت نہیں دیکھی البتہ، میں نے مشائخ سے سنا ہے کہ حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے (ناخن کاٹنے) شروع فرماتے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم فرماتے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم فرماتے۔

پاؤں کے ناخن تراشنے کا احسن طریقہ:

جہاں تک پاؤں کی انگلیوں کا تعلق ہے کہ اگر ان کے متعلق کوئی روایت نہ ہو تو اس میں میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے جیسے ان کا خلال کیا جاتا ہے۔

سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ:

افعال کی ترتیب کے سلسلے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سرمہ لگانے کو ہی دیکھ لیجئے کہ نبیوں کے سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں لگاتے تھے اور دائیں آنکھ کی شرافت کی وجہ سے اس سے آغاز کرتے۔[1]

دونوں آنکھوں میں سرمہ ڈالتے ہوئے فرق اس لئے رکھتے تھے تاکہ مجموعہ طاق ہو جائے کہ طاق کو جفت پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ "اللہ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی وتر (طاق) ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔"[2] لہٰذا ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ بندے کا کوئی فعل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اوصاف میں سے کسی وصف سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ اسی لئے استنجا کرتے ہوئے طاق پتھر استعمال کرنا مستحب ہے اور (سرمہ لگانے میں) تین بار پر اکتفا نہیں کیا گیا حالانکہ یہ طاق عدد ہے کیونکہ اس طرح بائیں آنکھ میں صرف ایک بار سرمہ لگانا پڑتا اور غالب یہ ہے کہ ایک بار سرمہ لگانا پلکوں کی جڑوں تک بھی نہیں پہنچتا اور (بائیں کے مقابلے میں) دائیں آنکھ میں تین سلائیاں لگانے کی وجہ یہ ہے کہ فضیلت طاق عدد میں ہے اور

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، الحدیث: ۲۶، ص۱۵۴۔

دائیں آنکھ افضل ہونے کے سبب اس کا زیادہ حق رکھتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کہا جائے کہ بائیں آنکھ میں دو پر کیوں اکتفا کیا گیا حالانکہ یہ جفت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ضرورت کے تحت کیا گیا ہے کیونکہ ہر آنکھ میں طاق عدد میں لگانے سے اس کا مجموعہ جفت ہو جاتا۔ کیونکہ طاق اور طاق مل کر جفت ہو جاتے ہیں اور فعل کے مجموعہ میں طاق کا خیال رکھنا ایک ایک میں طاق کا خیال رکھنے سے بہتر ہے اس کی ایک اور صورت بھی ہے وہ یہ کہ وضو پر قیاس کرتے ہوئے ''دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں لگائے''(1) اور یہی زیادہ بہتر ہے۔

الغرض اگر میں ان تمام باتوں کی باریکیوں کی تلاش میں لگ جاؤں جن کا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے افعال میں خیال رکھا ہے تو بات طویل ہو جائے گی۔ لہٰذا جو کچھ تم نے سنا اسی پر اسے بھی قیاس کرلو جو نہیں سنا۔

جان لیجئے کہ کوئی عالم اس وقت تک حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وارث نہیں بن سکتا جب تک کہ شریعت کے تمام معانی پر آگاہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درمیان صرف ایک درجہ فرق رہ جائے اور وہ درجۂ نبوت ہے اور یہی درجہ وارث اور مورث کے درمیان فرق کرنے والا ہے کیونکہ مورث وہ ہوتا ہے جسے مال حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کے حصول میں مشغول ہوتا ہے اور وہ اس پر قادر ہوتا ہے جبکہ وارث وہ ہوتا ہے جسے مال حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس پر قادر ہوتا ہے لیکن جب وہ مال مورث کو حاصل ہوتا ہے تو اس کے بعد وارث کی طرف منتقل ہوتا ہے اور یہ اس سے لے لیتا ہے۔

یہ ایسی باتیں ہیں کہ گہرائی اور پوشیدگی کے اعتبار سے باوجود آسان ہونے کے ابتداءً ان کا ادراک صرف انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہی ہوتا ہے پھر ان کی طرف سے آگاہی کے بعد استنباط کے ذریعے صرف علما ہی جان سکتے ہیں کیونکہ وہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔

(۶، ۷)......**ناف اور قلفہ کا بڑھا ہوا حصہ:** ناف (کا بڑھا ہوا حصہ) تو ولادت کے وقت کاٹ دیا جاتا ہے اور ختنہ کے ذریعے طہارت حاصل کرنے میں یہودیوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرتے ہیں لیکن ان

---

2 ......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، الحديث: ۲۵۹، ص ۱۵۴، بلفظ "احفو"۔

کی مخالفت کرتے ہوئے اگلے دانت نکلنے تک تاخیر کرنا پسندیدہ اور خطروں سے دور ہے[1]۔ مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت اور عورتوں کے لئے باعثِ عزت ہے[2]۔'' [3]

عورتوں کے ختنہ میں مبالغہ نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بچیوں کے ختنے کیا کرتی تھیں، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشادفرمایا: ''اے اُمِّ عطیہ! ذراسی بوسنگھادو اور زیادہ نہ کاٹو کیونکہ اس سے چہرے کی تازگی زیادہ ہوگی اور خاوند لذَّت زیادہ پائے گا۔''[4] یعنی چہرے کی رونق اور خون زیادہ ہوگا اور جماع میں شوہر زیادہ لطف اندوز ہوگا۔

پس غور کیجئے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس طرح کنایۃً پیارے انداز میں بیان فرمایا اور نورِ نبوت کی چمک کو دیکھیں کہ اس نے کس طرح اُخروی مقاصد کو دنیوی مقاصد تک پہنچایا یہاں تک کہ آپ پر یہ باتیں منکشف ہوگئیں حالانکہ آپ نے (مخلوق میں) کسی سے پڑھا نہیں تھا۔ اگر یہ باتیں واضح نہ ہوتیں اور آپ سے غفلت کے باعث صادر ہوتیں تو اس کے نقصان کا خوف ہوتا پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تاکہ آپ کی بعثت کی برکت سے دین و دنیا کی بھلائیاں جمع ہو جائیں۔

(۸)......**داڑھی کے بڑھے ہوئے بال کاٹنا:** اسے ہم نے آخر میں اس لئے ذکر کیا تاکہ اس میں جو باتیں سنت یا

---

3 ......سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی ترک الوضوء ممّا مست النار، الحدیث۱۸۸، ج۱، ص۹۶۔

4 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباہلی، الحدیث:۲۲۳۴۴، ج۸، ص۳۰۰۔

قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اہل السنۃ......الخ، ج۲، ص۲۴۲۔

1 ......فردوس الاخبار للدیلمی، باب القاف، الحدیث:۴۶۱۲، ج۲، ص۱۵۴، بخطاب علی رضی اللّٰہ عنہ۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، الحدیث۲۵۷۔۲۵۸، ص۱۵۳۔

1 ......المعجم الکبیر، الحدیث۱۳۳۵۴، ج۱۲، ص۲۷۹، بتغیرٍ قلیلٍ۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ......الخ، باب فی اسماء اللّٰہ تعالی......الخ، الحدیث۲۶۷۷، ص۱۴۳۹۔

1 ......سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب من اکتحل وترا، الحدیث:۳۴۹۹، ج۴، ص۱۱۶۔

1 ......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد 3 صفحہ 589 پر ہے:

مستحب ہیں انہیں بھی اس کے ساتھ ہی ذکر کر دیا جائے کیونکہ یہاں ان باتوں کا ذکر زیادہ مناسب ہے۔

(ایک مٹھی سے) زائد داڑھی (کاٹنے) میں اختلاف ہے۔منقول ہے کہ اگر آدمی اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد حصے کو کاٹ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کہ حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر اور تابعین رَضِیَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَنْہُم کے ایک گروہ نے ایسا کیا اور حضرت سیِّدُنا امام شعبی اور حضرت سیِّدُنا امام ابن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے اسے اچھا جانا جبکہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری اور حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے اسے مکروہ قرار دیا اور فرمایا: ''اسے بڑھا ہوا چھوڑنا زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اُعْفُوْا اللِّحْیَۃَ یعنی داڑھیاں بڑھاؤ۔'' (۱)

اگر داڑھی کاٹنے اور کناروں سے گول کرنے کی نوبت نہ آئے تو (ایک مٹھی سے) زائد داڑھی کاٹنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ حد سے بڑھی ہوئی داڑھی کبھی صورت کو بگاڑ دیتی اور غیبت کرنے والوں کی زبانیں کھول دیتی ہے۔لہٰذا اس نیت کی بنا پر اس سے بچنے میں حرج نہیں۔حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں کہ ''مجھے طویل داڑھی والے عقل مند شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی بڑھی ہوئی داڑھی کیوں نہیں کاٹتا اور اسے دو داڑھیوں کے درمیان کیوں نہیں کرتا اس لئے کہ ہر چیز میں اعتدال اچھا لگتا ہے۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ جب داڑھی (زیادہ) بڑھ جاتی ہے تو عقل رخصت ہو جاتی ہے۔'' (۲)

داڑھی کے مکروہات:

دس باتیں داڑھی میں مکروہ (ناپسندیدہ) ہیں اور بعض بعض سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں: (۱)......سیاہ خضاب لگانا (۲)......گندھک سے سفید کرنا (۳)......(مطلقاً داڑھی کے بال) اکھیڑنا (۴)......سفید بال اکھیڑنا (۵)......داڑھی میں کمی یا زیادتی کرنا (۶)......ریاکاری کی نیت سے کنگھی کرنا (۷)......زہد دکھانے کی نیت سے کنگھی کے بغیر بال بکھرے چھوڑ دینا (۸)......جوانی پر فخر کرتے ہوئے اس کی سیاہی پر خود پسندی میں مبتلا ہونا (۹)......بڑی عمر پر تکبر کرتے ہوئے اس کی سفیدی پر خوش ہونا اور (۱۰)......سرخ اور پیلا خضاب لگانا جبکہ صالحین کے ساتھ مشابہت کی نیت نہ ہو۔

ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال کی عمر تک ہے اور بعض علما نے یہ فرمایا کہ ولادت سے ساتویں دن کے بعد ختنہ کرنا جائز ہے۔

2 ......بہارِ شریعت جلد 3 صفحہ 589 پر مزید فرماتے ہیں: ''ختنہ سنت ہے اور یہ شعارِ اسلام ہے کہ مسلم و غیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا

سیاہ خضاب سے ممانعت کی روایات:

﴿1﴾......**سیاہ خضاب لگانا:** مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''تم میں سے بہترین نوجوان وہ ہیں جو تمہارے بوڑھوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور تم میں سے بُرے بوڑھے وہ ہیں جو تمہارے نوجوانوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔'' (۱)

بوڑھوں سے مشابہت اختیار کرنے کا مطلب وقار میں مشابہت اختیار کرنا ہے نہ کہ بالوں کو سفید کرنے میں۔

نیز سیاہ خضاب سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ھُوَ خِضَابُ اَھْلِ النَّار یعنی یہ جہنمیوں کا خضاب ہے۔'' (۲)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَلْخِضَابُ بِالسَّوَادِ خِضَابُ الْکُفَّار یعنی سیاہ خضاب کفار کا خضاب ہے۔ (۳)

حکایت: دھوکے باز:

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں ایک شخص نے نکاح کیا وہ سیاہ خضاب لگاتا تھا۔ جب خضاب اُترا تو بڑھاپا ظاہر ہوگیا عورت کے گھر والوں نے معاملہ عدالتِ فاروقی میں پیش کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کا نکاح فسخ کردیا اور اسے خوب مارا اور فرمایا: ''تو نے ان لوگوں کو جوانی کے ساتھ دھوکا دیا اور بڑھاپے کو چھپایا۔'' منقول ہے کہ سیاہ خضاب سب سے پہلے فرعون ملعون نے لگایا۔ (۴)

خوشبوئے جنت سے محروم لوگ:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔'' (۵)

ہے اسی لیے عرفِ عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں۔''

اور لڑکیوں کے ختنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت، مجدِّدِ دین وملت، شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تاکیدی حکم نہیں اور یہاں پاک وہند میں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر ہنسیں گے اور یہ ان کے گناہِ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اور حفظِ دینِ مسلمانان واجب ہے۔ لہٰذا یہاں (پاک وہند میں) اس کا حکم نہیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج۲۲، ص۶۸۰)

سرخ یا زرد رنگ کا خضاب لگانے کا حکم:

﴿2﴾ ......**سرخ اور زرد رنگ کا خضاب لگانا:** یہ جہاد میں کفار پر جوانی ظاہر کرنے کے لئے جائز ہے۔ اگر اس نیت سے نہ ہو بلکہ دین دار لوگوں سے مشابہت کے لئے ہو تو مذموم (برا) ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''زرد خضاب مسلمانوں کا خضاب ہے اور سرخ خضاب مؤمنین کا خضاب ہے۔''(۱) اور صحابۂ کرام اور تابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سرخی کے لئے مہندی اور زردی کے لئے خلوق اور کتم (۲) لگاتے تھے نیز بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے جہاد کے لئے سیاہ خضاب لگایا ہے اور جب نیت صحیح ہو اور خواہشات کا عمل دخل نہ ہو تو اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

فضیلت کا باعث علم ہے نہ کہ بڑی عمر:

﴿3﴾ ......**داڑھی کو گندھک سے سفید کرنا:** تاکہ جلدی جلدی بڑی عمر ظاہر ہو، لوگ عزّت کریں، گواہی قبول کی جائے، مشائخ سے روایت کرنے پر تصدیق ہو جائے، جوانوں پر فوقیت حاصل ہو، کثرتِ علم کا اظہار ہو اور یہ خیال ہو کہ عمر کا زیادہ ہونا اس کے لئے باعث فضیلت ہوگا، لیکن افسوس! عمر کی زیادتی سے جاہل کی جہالت میں ہی اضافہ ہوتا ہے کیونکہ علم تو عقل کا نتیجہ ہے اور یہ فطرتی چیز ہے اس میں بڑھاپا اثر انداز نہیں ہوتا اور جس کی فطرت میں ہی حماقت ہو تو مدت کی طوالت اس کی حماقت کو پختہ کرتی ہے جبکہ مشائخِ کرام علم کی بدولت جوانوں کو ترجیح دیتے تھے (نہ کہ عمر کی زیادتی کے سبب)۔ چنانچہ، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو نوجوان ہونے کے باوجود بڑی عمر والے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے مقدَّم کرتے تھے اور انہیں سے پوچھتے تھے۔

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کو جوانی میں ہی علم

---

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند البصریین، حدیث أسامة الهذلی، الحدیث۲۰۷۴۵، ج۷، ص۳۸۱۔

4 ......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الاشربة، باب السلطان یکره علی الاختتان، الحدیث۱۷۵۵۹، ج۸، ص۵۶۲۔

1 ......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، الحدیث۲۵۹، ص۱۵۴۔

عطا فرماتا ہے اور تمام بھلائی جوانی میں ہے۔(1) پھر یہ تین آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں:

﴿۱﴾

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ؕ﴿۶۰﴾ (پ۱۷،الانبیآء:۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: ان میں کے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔

﴿۲﴾

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۖ﴿۱۳﴾ (پ۱۵،الکھف:۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی۔

﴿۳﴾

وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾ (پ۱۶،مریم:۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سفید بال:

حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ''جب رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وصال فرمایا تو آپ کے سرانور اور داڑھی مبارک میں بیس (۲۰) سفید بال تھے۔'' حضرت سیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا: ''اے ابوحمزہ! پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر مبارک تو کافی ہوچکی تھی۔'' فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بڑھاپے کا عیب نہ لگایا۔'' عرض کی گئی: ''کیا یہ عیب ہے؟'' فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک اسے ناپسند کرتا ہے۔'' (2)

کم عمری میں عہدۂ قضا:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ اکثم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کو 21 سال کی عمر میں عہدۂ قضا سونپا گیا تو چھوٹی عمر کی وجہ سے ایک شخص نے رسوا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ، ایک بار مجلس میں اس نے پوچھا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ قاضی صاحب کی

---

2 ......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اھل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۴۔

1 ......المعجم الکبیر، الحدیث۲۰۲، ج۲۲، ص۲۲۔

مدد فرمائے، ان کی عمر کتنی ہے؟'' تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''جب مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عتاب بن اسید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مکہ معظّمہ کا والی بنایا تو جتنی عمر اُن کی تھی (اتنی میری ہے)۔'' یوں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے لاجواب کر دیا۔ (۱)

بکرے کی بھی داڑھی ہوتی ہے:

حضرت سیِّدُنا مالک بن اَنَس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں نے بعض کتابوں میں پڑھا کہ تجھے داڑھی دھوکا نہ دے اس لئے کہ بکرے کی بھی داڑھی ہوتی ہے۔'' (۲)

حضرت سیِّدُنا ابوعمرو بن علاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کا قد لمبا، سر چھوٹا اور داڑھی چوڑی ہو تو اس پر احمق ہونے کا حکم لگاؤ اگرچہ وہ امیہ بن عبدِ شمس ہی کیوں نہ ہو۔'' (۳)

بوڑھا طالب علم:

حضرت سیِّدُنا ایوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''میں نے 80 سالہ بوڑھے شخص کو ایک نوجوان کے پیچھے چلتے دیکھا وہ اس نوجوان سے علم حاصل کرتا تھا۔'' (۴)

حضرت سیِّدُنا علی بن حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جو علم میں تجھ پر سبقت لے گیا وہ تیرا امام ہے، اگرچہ عمر میں تجھ سے چھوٹا ہو۔'' (۵)

حضرت سیِّدُنا ابوعمرو بن علاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ''کیا بوڑھے شخص کو زیب دیتا ہے کہ وہ بچے سے علم حاصل کرے؟'' فرمایا: ''اگر جہالت بری چیز ہے تو علم حاصل کرنا اچھی چیز ہے۔'' (۶)

حصولِ علم کی جستجو:

حضرتِ سیِّدُنا یحییٰ بن معین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کو حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کی سواری کے پیچھے چلتے ہوئے دیکھ کر پوچھا: ''اے ابو عبداللہ! آپ حضرت

2 ......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اہل السنة......الخ، ج۱، ص۲۴۲۔

3 ......المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، الصفرة خطاب المؤمن، الخ، الحدیث۶۲۹، ج۴، ص۶۷۶۔

سیِّدُ نا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے بلند مرتبہ ہونے کے باوجود ان کی حدیث کو چھوڑ کر اس نوجوان کے پیچھے چل رہے اور ان سے حدیث سن رہے ہیں۔'' فرمایا: ''اگر تم انہیں پہچانتے تو ان کی دوسری طرف تم چل رہے ہوتے، اگر مجھے حضرت سیِّدُ نا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ان کا علم نہ ملا تو نیچے آنے سے حاصل ہو جائے گا اور اگر میں اس نوجوان کی عقل سے استفادہ نہ کر پاؤں تو بلندی و پستی کہیں سے بھی علم حاصل نہ کرسکوں گا۔'' (۱)

مومن کا نور:

﴿4﴾...... **نفرت کے باعث سفید بالوں کو اکھیڑنا:** حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''ھُوَ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ یعنی یہ مومن کا نور ہے۔'' (۲)

سفید بال اُکھیڑنا سیاہ خضاب کے معنی میں ہے اور اس کے مکروہ ہونے کی علّت گزر چکی ہے۔ نیز سفید بال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نور ہے اور ان سے منہ پھیرنا نورِ الٰہی سے منہ پھیرنا ہے۔

﴿5﴾...... **بے مقصد اور خواہش کے تحت داڑھی یا اس کے کچھ بال اکھیڑنا:** یہ مکروہ اور صورت کو بگاڑنا ہے اور بُچِّی (یعنی نچلے ہونٹ کے درمیانی بالوں) کے دونوں اطراف کے بال اکھیڑنا بدعت ہے۔

حضرت سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا وہ داڑھی کے اطراف کے بال اکھیڑتا تھا آپ نے اس کی گواہی رد کردی۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مدینے کے قاضی حضرت سیِّدُ نا ابن ابی لیلیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے داڑھی اکھیڑنے والے کی گواہی قبول نہ کی۔

فرشتوں کی قسم کا انداز:

داڑھی اُگنے کی ابتدا میں امردوں سے مشابہت اختیار کرتے ہوئے داڑھی کے بال اکھیڑنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ داڑھی مَردوں کی زینت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ فرشتے ان الفاظ میں قسم کھاتے ہیں: ''اس ذات کی قسم جس

---

(۱)......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اھل السنة......الخ، ج۱، ص۲۴۲۔

(۲)......سنن النسائی، کتاب الزینة، المنھی عن الخضاب بالسواد، الحدیث۵۰۸۵، ص۸۱۲۔

نے مَردوں کوداڑھیوں سے زینت بخشی ۔''[1] نیز یہ تکمیل تخلیق کا باعث ہے۔اسی سے مرد وعورت میں تمیز ہوتی ہے۔

غریب التاویل میں منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان: یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ (پ۲۲،فاطر:۱) ترجمۂ کنزالایمان: بڑھاتا ہے آفرینش (پیدائش) میں جو چاہے۔'' سے مراد داڑھی ہے۔

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شاگرد فرمایا کرتے تھے ہم چاہتے ہیں کہ ''احنف کے لئے داڑھی خرید لیں اگرچہ 20 ہزار کی ملے۔'' [2]

حضرت سیِّدُنا قاضی شریح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:''میں چاہتا ہوں کہ میری داڑھی ہو اگرچہ 10 ہزار کی ہو۔'' [3]

تم کیسے داڑھی کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ اس میں مرد کی تعظیم ہے، اس کی طرف علم اور وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، مجالس میں بلند مقام دیا جاتا ہے، لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسے جماعت پر مقدم کرتے ہیں، اس کی عزت محفوظ رہتی ہے کیونکہ گالی دینے والا شخص جسے گالی دے رہا ہے اگر اس کی داڑھی ہو تو پہلے اس کا ذکر کرتا ہے۔

باریش جنتی:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ہارون عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علاوہ تمام جنتی بغیر داڑھی کے ہوں گے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خصوصیت وفضیلت کے باعث آپ کی داڑھی ناف تک ہوگی۔[4]

﴿6﴾......اس خیال سے داڑھی کتر کے تہ بہ تہ کرنا تاکہ عورتوں کی نظروں میں خوبصورت ہو خواہ تکلف سے ہی کیوں نہ ہو: حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو اپنی داڑھیوں کو کبوتر کی دم کی طرح کاٹیں (یعنی گول کریں) گے اور جوتوں سے درانتیوں جیسی آوازیں نکالیں گے ان کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔'' [5]

﴿7﴾......داڑھی بڑھانا: یعنی کنپٹیوں کے بالوں کو گالوں کے بال شمار کرنا، حالانکہ وہ سر کے بال ہیں یہاں تک کہ داڑھی بڑی ہو کر نصف رخسار تک پہنچ جاتی ہے اور یہ نیک لوگوں کی ہیئت کے خلاف ہے۔

---

1 ......المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، الصفرۃ خضاب المؤمن، الخ، الحدیث ۶۲۹۲، ج۴، ص ۶۷۶۔

قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اھل السنۃ......الخ، ج۲، ص ۲۴۲۔

دو شرکِ خفی:

﴿8﴾......**لوگوں کو دکھانے کے لئے کنگھی کرنا:** حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ''داڑھی کے معاملے میں دو شرکِ خفی (ریاکاری) ہیں: (۱)......ریاکاری کی نیت سے کنگھی کرنا اور (۲)......زہد وتقویٰ ظاہر کرنے کی نیت سے بکھری ہوئی چھوڑ دینا۔'' (1)

﴿9،10﴾......**داڑھی کی سفیدی اور سیاہی کو خود پسندی کی نگاہ سے دیکھنا:** اور یہ جسم کے تمام اجزا میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے بلکہ تمام اخلاق وافعال میں خود پسندی بری صفت ہے اس کا بیان آگے آئے گا۔

احادیث سے ماخوذ بارہ سنتیں:

زینت وپاکیزگی کی اقسام کے متعلق ہمارا اسی قدر تفصیل ذکر کرنے کا ارادہ تھا۔ تین احادیثِ مبارکہ سے جسم میں بارہ باتوں کا سنّت ہونا معلوم ہوا۔ پانچ سنتوں کا تعلُّق سر سے ہے: (۱) سر کے بالوں کے درمیان مانگ نکالنا (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں پانی چڑھانا (۳) (۴) مونچھیں کاٹنا اور (۵) مسواک کرنا۔ تین کا تعلُّق ہاتھ اور پاؤں سے ہے: (۱) ناخن کاٹنا (۲) انگلیوں کی سلوٹیں دھونا اور (۳) (انگلیوں کے) اندرونی جوڑوں کی صفائی کرنا۔ (۴) چار کا تعلق جسم سے ہے: (۱) بغلوں کے بال اکھیڑنا (۲) زیرِ ناف بال صاف کرنا (۳) ختنہ کرنا اور (۴) پانی سے استنجا کرنا۔

ان تمام کے بارے میں احادیثِ مقدسہ مروی ہیں اور اس باب میں ظاہری طہارت کا بیان مقصود ہے نہ کہ باطنی طہارت کا۔ لہٰذا ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ باطنی نجاستیں اور گندگیاں جن سے پاک ہونا ضروری ہے، وہ شمار سے باہر ہیں ان کی تفصیل مہلکات کے باب میں آئے گی وہیں ان کے زائل کرنے اور دل کو ان سے پاک کرنے کے طریقے بیان کئے جائیں گے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ۔

---

2 ......**خلوق:** ایک خوشبو جو عنبر، مشک اور کافور کی آمیزش (ملاوٹ) سے بنتی ہے۔ **کتم:** ایک قسم کی گھاس جس کو مہندی میں ملا کر وسمہ اور اس کی جڑ پکا کر سیاہ روشنائی بناتے ہیں۔ از علمیہ

1 ......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اهل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۴۔

نماز کا بیان

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے اپنے لطف وکرم سے بندوں کو ڈھانپا، دین اور احکامِ دین کے انوار سے ان کے دلوں کو آباد فرمایا، وہ ذات کہ عرشِ الٰہی سے آسمانِ دنیا کی طرف درجاتِ رحمت میں سے اس کی کوئی نہ کوئی مہربانی اُترتی رہتی ہے۔ وہ اپنے جلال وکبریائی میں یکتا ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہوں سے یوں بھی ممتاز ہے کہ وہ مخلوق کو سوال ودعا کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اسے بخش دوں؟ بادشاہوں کا اس سے کیا مقابلہ؟ اس نے تو دروازہ کھول کر پردہ اُٹھا دیا اور بندوں کو نماز میں مناجات کرنے کی اجازت دے دی، نہ صرف رخصت پر اکتفا کیا بلکہ دعوت وترغیب کے ذریعے بھی مہربانی فرمائی جبکہ دیگر دنیوی کمزور بادشاہ تو کسی کو تنہائی میں وقت بھی نہیں دیتے جب تک انہیں ہدیہ یا رشوت نہ دی جائے۔ پاک ہے وہ ذات، اس کی شان کتنی عظیم ہے۔ اس کی بادشاہت کتنی قوی ہے۔ اس کا لطف وکرم کتنا کامل ہے۔ اس کا احسان کتنا عام ہے۔ درود اور خوب سلام ہوں اس کے منتخب نبی اور پسندیدہ دوست حضرتِ سیِّدُنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کے آل واصحاب رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن پر جو ہدایت کی کنجیاں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔

بے شک نماز دین کا ستون، یقین کا وسیلہ، عبادات کی اصل اور طاعات کی چمک ہے۔ ہم نے فنِ فقہ کی کتب ''بَسِیْطُ الْمَذْھَب، وَسِیْطُ الْمَذْھَب اور وَجِیْزُ الْمَذْھَب'' میں نماز کے اصولی وفروعی مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نیز بہت سے نادر وکم وقوع پذیر ہونے والے مسائل ان میں درج کئے ہیں تا کہ یہ مفتی کے لئے خزانہ بن جائے اور بوقت ضرورت وہ اس کی طرف رجوع کرے اور اس سے مدد حاصل کرے۔ یہاں اس باب میں ہم صرف ان اعمالِ ظاہرہ اور اسرارِ باطنہ کو بیان کریں گے جن کا جاننا راہِ آخرت کے مسافر پر ضروری ہے۔ نیز خشوع وخضوع، اخلاص اور نیت کے وہ پوشیدہ معانی واضح کریں گے جنہیں عام طور پر فقہ میں بیان نہیں کیا جاتا اسے ہم سات ابواب پر تقسیم کرتے ہیں: (۱)......نماز کے فضائل (۲)......نماز کے ظاہری اعمال کی تفصیل (۳)......نماز کے باطنی اعمال کی تفصیل (۴)......امامت وپیشوائی کا بیان (۵)......نماز جمعہ اور اس کے آداب (۶)......متفرق مسائل جو عام طور پر پائے جاتے ہیں اور سالک کو ان سے آگاہی کی ضرورت ہوتی ہے (۷)......نوافل وغیرہ کا بیان۔

باب نمبر1: نماز، سجود، جماعت اوراذان وغیرہ کے فضائل (یہ سات فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: اذان کی فضیلت

اذان کی فضیلت پر مشتمل چار فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾......تین طرح کے لوگ ایسے ہیں جو بروزِ قیامت سیاہ کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے انہیں حساب کا خوف ہوگا نہ کوئی گھبراہٹ یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ہوجائے: (۱)......جس نے رضائے الٰہی کے لئے قرآنِ پاک کی تلاوت کی اور لوگوں کی امامت کی جبکہ وہ اس سے خوش ہوں (۲)......جس نے رضائے الٰہی کے لئے مسجد میں اذان دی اور لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلایا (۳)...... جسے دنیا میں رزق کے معاملے میں آزمایا گیا مگر اس آزمائش نے اسے اُخروی اعمال سے غافل نہ کیا۔[1]

﴿2﴾......جن و اِنس اور جو بھی چیز مؤذن کی ندا سنتی ہے وہ بروزِ قیامت اس کی گواہی دے گی۔[2]

﴿3﴾......مؤذن کے اذان سے فارغ ہونے تک رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا دستِ قدرت اس کے سر پر ہوتا ہے۔[3]

نیز اس فرمانِ باری تعالیٰ:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (پ۲۴، حم السجدة:۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔

کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ”یہ آیت مؤذنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“

﴿4﴾......جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔[4]

---

1 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوته، الحدیث:۲۰۰۴، ج۲، ص۳۴۸، بتغیرٍ۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء، الحدیث:۶۰۹، ج۱، ص۲۲۲۔

3 ......المعجم الاوسط، من اسمه احمد، الحدیث:۱۹۸۷، ج۱، ص۵۳۹۔
تاریخ بغداد، عصر بن حفص:۱۰۵۹۰، ج۱۱، ص۱۹۳۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب ما یقول اذا سمع المنادی، الحدیث:۶۱۱، ج۱، ص۲۲۳۔

"حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کے علاوہ کلمات میں مؤذن کی مثل کہنا مستحب ہے جبکہ ان دونوں کے جواب میں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ یعنی گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے" [1] کہنا اور "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کے جواب میں "وَاَقَامَہَا اللّٰہُ وَاَدَامَہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْض" کہنا [2] اور تثویب (یعنی اذانِ فجر میں مؤذن کے قول اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کے جواب) میں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَنَصَحْتَ" کہنا مستحب ہے۔ [3]

اذان کے بعد کی دعا:

اذان سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے: "اَللّٰہُمَّ رَبَّ ہٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس دعوتِ تامہ اور صلوٰۃ قائمہ کے مالک تو محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وسیلہ اور فضیلت اور بہت بلند درجہ عطا فرما اور ان کو مقام محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔" [4]

فرشتے مقتدی:

حضرتِ سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جو چٹیل میدان میں نماز ادا کرتا ہے اس کی دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ نماز ادا کرتا ہے اگر وہ اذان و اقامت کہہ کر نماز ادا کرے تو اس کے پیچھے پہاڑوں کی مثل (یعنی کثیر تعداد میں) فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔" [5]

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

1 ......عمدة القاری، کتاب الاذان، باب مایقول اذا سمع المنادی، تحت الحدیث: ۶۱۱، ج۴، ص۱۶۴، باختصارٍ۔
سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مایقول اذا سمع المؤذن، الحدیث: ۵۲۷، ج۱، ص۲۲۲، باختصارٍ۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مایقول اذا سمع الاقامة، الحدیث: ۵۲۸، ج۱، ص۲۲۲۔

3 ......تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، کتاب الصلاۃ، الرقم: ۳۰۱، ج۱، ص۵۱۹، دون ونصحت۔

4 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الدعاء عندالاذان، الحدیث: ۵۲۹، ج۱، ص۲۲۲۔۲۲۳۔
تلخیص الجبیر فی تخریج احایث الرافعی الکبیر، کتاب الصلاۃ الرقم: ۳۰۹، ج۱، ص۵۱۸۔

5 ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یصلی باقامة وحدہ، الحدیث: ۱۹۵۸، ج۱، ص۳۷۹۔

دوسری فصل: **فرض نماز کی فضیلت**

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (پ۵، النسآء: ۱۰۳) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

فرض نماز کی فضیلت پر مشتمل 14 فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جس نے انہیں ادا کیا اور ان کے حق کو معمولی جانتے ہوئے ان میں سے کسی کو ضائع نہ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر اس کے لئے وعدہ ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کردے اور جس نے انہیں ادا نہ کیا اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر عہد نہیں، چاہے اسے عذاب دے چاہے جنت میں داخل فرمائے۔[۱]

﴿2﴾......پانچ نمازوں کی مثال نہر کی طرح ہے جس کا پانی صاف ستھرا اور گہرا ہو جو تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے سے گزرتی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرتا ہو تو تم کیا خیال کرتے ہو کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی چھوڑے گی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے عرض کی: ''نہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''پانچ نمازیں (صغیرہ) گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہیں جیسے پانی میل کو ختم کر دیتا ہے۔''[۲]

﴿3﴾......بے شک نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔[۳]

﴿4﴾......ہمارے اور منافقین کے درمیان عشا اور فجر کی (جماعت میں) حاضری کا فرق ہے، منافقین کو ان دو نمازوں میں حاضری کی طاقت نہیں۔[۴]

﴿5﴾......جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملا کہ اس نے نماز ضائع کی ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی کسی نیکی کی پرواہ نہ

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فیمن لم یوتر، الحدیث: ۱۴۲۰، ج۲، ص۸۹۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب المشی الی الصلاۃ......الخ، الحدیث: ۶۶۸، ۶۶۷، ص۳۳۶۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلاۃ الخمس......الخ، الحدیث: ۲۳۳، ص۱۴۴۔

4 ......المؤطا للامام مالک، کتاب صلاۃ الجماعۃ، باب ماجاء فی العتمۃ والصبح، الحدیث: ۲۹۸، ج۱، ص۱۳۳۔

کرے گا۔ (۱)

﴿6﴾......نماز دین کا ستون ہے تو جس نے اسے چھوڑا اس نے دین کو گرایا۔ (۲)

﴿7﴾......بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ''کون سا عمل افضل ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا۔'' (۳)

﴿8﴾......جس نے مکمل طہارت اور اوقات کا خیال رکھتے ہوئے پانچ نمازوں کی محافظت کی تو وہ نماز اس کے لئے بروزِ قیامت نور اور برہان ہوگی اور جس نے انہیں ضائع کیا اس کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا۔ (۴)

﴿9﴾......نماز جنت کی کنجی ہے۔ (۵)

﴿10﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اقرارِ توحید کے بعد نماز سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز اپنے بندوں پر فرض نہیں کی اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی اور عمل اس سے زیادہ محبوب ہوتا تو اس کے فرشتے بھی اسے اپناتے۔ فرشتوں میں سے بعض حالت رکوع میں، بعض سجود میں، بعض قیام میں اور بعض قعدے میں ہیں۔ (۶)

﴿11﴾......جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔ (۷)

وضاحت: یعنی قریب ہے کہ دین کی رسی کھلنے اور اس کا ستون گرنے کی وجہ سے اس شخص کا ایمان رخصت ہو جائے اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ جب کوئی شخص کسی شہر کے قریب پہنچ جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ شخص اس شہر میں پہنچ گیا اور وہاں داخل ہو گیا۔

﴿12﴾......جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی وہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے ذمّہ سے نکل گیا۔ (۸)

---

❶......کتاب الکبائر، الکبیرۃ الرابعۃ فی ترک الصلاۃ، ص۲۔

❷......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، الحدیث۲۸۰۷، ج۳، ص۳۹، بتغیرٍ۔

❸......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللّٰہ......الخ، الحدیث۸۵، ص۵۸۔

❹......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص، الحدیث۶۵۸۷، ج۲، ص۵۷۴۔

❺......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللّٰہ، الحدیث۱۴۶۶۸، ج۵، ص۱۰۳۔

❻......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۵۔

❼......المعجم الاوسط، من اسمہ جعفر، الحدیث۳۳۴۸، ج۲، ص۲۹۹۔

❽......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث امّ ایمن، الحدیث۲۷۴۳۳، ج۱۰، ص۳۸۶۔

حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر نماز کے ارادے سے نکلا تو جب تک اس ارادے پر رہے گا وہ نماز میں ہے۔ اس کے لئے ایک قدم پر ایک نیکی لکھی اور دوسرے قدم پر ایک برائی مٹائی جائے گی۔ جب تم میں سے کوئی اقامت سنتا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ (نماز میں) تاخیر کرے۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ اجر اسے ملے گا جس کا گھر زیادہ دور ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی: ''اے ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! کس وجہ سے؟'' فرمایا: ''زیادہ قدم چلنے کی وجہ سے۔'' (۱)

﴿13﴾......قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز دیکھی جائے گی اگر وہ کامل پائی گئی تو وہ بھی اور اس کے سارے اعمال بھی قبول ہوں گے اور اگر اس میں کمی ہوئی تو وہ بھی اور دیگر سب اعمال بھی مردود ہو جائیں گے۔ (۲)

﴿14﴾......حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں وہاں سے روزی دے گا جہاں تمہارا گمان نہ ہو۔''

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''نمازی کی مثال اس تاجر کی سی ہے جو اس وقت تک نفع حاصل نہیں کر سکتا جب تک پورا مال خرچ نہ کرے۔ یونہی نمازی کی نفل نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک وہ فرض ادا نہ کر لے۔'' (۳)

جب نماز کا وقت ہوتا تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے: ''اٹھو اس آگ کی طرف جو تم نے جلا رکھی ہے اور اسے بجھا دو۔'' (۴)

﴿......صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

1 ......الموطا للامام مالک، کتاب الطھارۃ، باب جامع الوضوء، الحدیث:۶۷، ج ۱، ص ۵۴۔

2 ......الموطا للامام مالک، کتاب قصر الصلاۃ فی السفر، باب جامع الصلاۃ، الحدیث:۴۲۸، ج ۱، ص ۱۶۹، بتغیرٍ۔

3 ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فضل قیام شھر رمضان، الحدیث:۳۲۸۵، ج۳، ص ۱۸۲۔

4 ...... کنز العمال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، الحدیث:۱۹۰۴۱، ج۷، ص ۱۲۸، عن انس۔

تیسری فصل: ارکانِ نماز پورا کرنے کی فضیلت

چھ فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾......فرض نماز کی مثال ترازو کی سی ہے جس نے اسے پورا کیا اسے پورا اجر ملے گا۔(۱)

حضرت سیِّدُنا یزید بن ابان رقاشی حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ"رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز برابر ہوتی تھی گویا اس کا وزن کیا گیا ہو۔"(۲)

﴿2﴾......میری امت کے دو شخص نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں ان کے رکوع وسجود ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ان دونوں کی نمازوں میں زمین وآسمان جتنا فاصلہ ہوتا ہے۔(۳)

اس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خشوع وخضوع کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی خشوع وخضوع کے سبب ایک کی نماز افضل ہوجاتی ہے)۔

﴿3﴾......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اس بندے کی طرف نظر نہیں فرمائے گا جس کی پیٹھ رکوع وسجود کے درمیان سیدھی نہیں ہوتی۔(۴)

﴿4﴾......جو شخص نماز میں چہرے کو اِدھر اُدھر پھیرتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کا چہرہ گدھے کے چہرے سے نہ بدل ڈالے۔(۵)

﴿5﴾......جس نے اچھی طرح وضو کر کے وقت پر نماز ادا کی خشوع وخضوع کے ساتھ رکوع وسجود کو پورا کیا تو اس کی نماز سفید چمکتی ہوئی بلند ہوتی ہے اور کہتی ہے: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تیری حفاظت فرمائے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو شخص کامل وضو کے ساتھ وقت پر نماز نہیں پڑھتا، رکوع وسجود خشوع وخضوع سے ادا نہیں کرتا تو وہ نماز سیاہ اور تاریک

---

❶......کتاب الزهد لابن المبارک، الجزء التاسع، الحدیث:۱۱۹۱، ص۴۱۹۔

❷......کتاب الزهد لابن المبارک، باب ماجاء فی فضل العبادة، الحدیث:۱۰۳، ص۳۴۔

❸......کشف الخفاء، خاتمة یختم بها الکتاب، ج۲، ص۳۷۶۔

❹......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، الحدیث:۱۰۸۰۳، ج۳، ص۶۱۷۔

❺......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تحریم سبق الامام برکوع......الخ، الحدیث:۴۲۷، ص۲۲۸۔

ہوکر بلند ہوتی ہے اور کہتی ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے برباد کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب وہاں جاتی ہے جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے تو اس کو بوسیدہ کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردیا جاتا ہے۔[۱]

﴿6﴾......لوگوں میں سب سے براچوروہ ہے جونماز میں چوری کرتا ہے[۲]۔[۳]

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود اور حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ ''نماز پیمانہ ہے جس نے اسے پورا کیا اسے پورا بدلہ ملے گا اور جو اس میں کمی کرتا ہے تو اسے معلوم ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کمی کرنے والوں کے متعلق کیا فرمایا ہے۔''[۴]

﴿......تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہ　　اَسْتَغْفِرُاللّٰہ......﴾

﴿......صَلُّوْاعَلَی الْحَبِیْب　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

❶......المعجم الاوسط، الحدیث۳۰۹۵، ج۲، ص۲۲۷۔

❷...... صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی نماز میں چوری کیسے کرے گا۔'' ارشادفرمایا: ''رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے۔''

مفسر شہیر حکیم الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یارخان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص78 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: واہ سُبْحَانَ اللہ کیا نفیس تمثیل ہے یعنی مال کے چور سے نماز کا چور بدتر ہے کیونکہ مال کا چور اگر سزا پاتا ہے تو کچھ نفع بھی اٹھالیتا ہے مگر نماز کا چور سزا پوری پائے گا نفع کچھ حاصل نہیں کرتا نیز مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے نماز کا چور اللہ کا حق، نیز مال کا چور یہاں سزا پاکر عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مگر نماز کے چور میں یہ بات نہیں نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کرسکتا ہے لیکن نماز کے چور کی معافی کی کوئی صورت نہیں خیال کرو کہ جب نماز ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو سرے سے پڑھتے ہی نہیں ان کا کیا حال ہے۔ پھر جو کل یا بعض نمازوں کے منکر ہوچکے جیسے بھنگی پوستی فقیر اور چکڑالوی وغیرہ ان کا کیا پوچھنا۔

❸......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی قتادۃ الانصاری، الحدیث:۲۲۷۰۵، ج۸، ص۳۸۶۔

❹......کنزالعمال، کتاب الصلاۃ، الحدیث۲۲۵۳۸، ج۸، ص۹۵۔

چوتھی فصل: نمازِ باجماعت کے فضائل

فضیلت جماعت پر مشتمل پانچ فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾......باجماعت نماز تنہا نماز سے 27 درجے افضل ہے۔ (۱)

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بعض نمازوں میں کچھ لوگوں کو غیر حاضر پایا تو ارشاد فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز (باجماعت) سے پیچھے رہ جاتے ہیں (۲) اور ان پر ان کے گھر جلا دوں۔ (۳)

﴿3﴾......ایک روایت میں ہے کہ پھر میں جماعت سے پیچھے رہ جانے والوں کی طرف جاؤں اور ان کے متعلق حکم دوں کہ ان پر ان کے گھروں کو لکڑیوں کے گٹھے سے جلا دیا جائے۔ اگر ان میں سے کوئی جانتا کہ وہ چکنی ہڈی یا دو اچھے کھر پائے گا تو اس نماز (یعنی نمازِ عشا) میں ضرور حاضر ہوتا۔ (۴)

﴿4﴾......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جو نماز عشا جماعت سے پڑھے تو گویا وہ آدھی رات عبادت میں کھڑا رہا اور جو فجر جماعت سے پڑھے تو گویا وہ ساری رات عبادت میں کھڑا رہا۔ (۵)

﴿5﴾......جس نے باجماعت نماز پڑھی بے شک اس نے اپنے سینے کو عبادت سے بھر دیا۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''20 سال سے میرا یہ معمول ہے کہ مؤذن کے اذان دینے سے پہلے ہی مسجد میں ہوتا ہوں۔'' (۶)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث۶۴۵، ج ۱، ص۲۳۲۔

2 ......مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص168 پر ہے: بلا عذر، لہٰذا اس سے چھوٹے بچے عورتیں معذور بیمار علیحدہ ہیں۔ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے کیونکہ کوئی صحابی بلا وجہ جماعت اور مسجد کی حاضری نہیں چھوڑتے تھے۔ لہٰذا روافض کا یہ کہنا کہ صحابہ فاسق یا تارک جماعت تھے، غلط ہے، رب نے ان کے تقویٰ اور جنتی ہونے کی گواہی دی۔ اگر یہاں صحابہ مراد ہوں تو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد......الخ، باب کراھیۃ تأخیر الصلاۃ......الخ، الحدیث:۲۵۱۔۲۵۲، ص۳۲۷۔

4 ......المرجع السابق، الحدیث۲۵۲۔ المسندللامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث:۷۳۳۰، ج۳، ص۳۹۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد......الخ، باب فضل صلاۃ العشاء......الخ، الحدیث:۲۶۰، ص۳۲۹۔

6 ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، من کان یشھد الصلاۃ، الحدیث۲، ج ۱، ص۳۸۶، فیہ:''ثلاثین سنۃ''۔

تین چیزوں کا شوق:

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''مجھے دنیا میں فقط تین چیزوں کا شوق ہے: (۱) ایسا بھائی کہ جب میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دے (۲) اتنا رزق جو دوسرے کے حق سے خالی ہو اور (۳) باجماعت نماز جس میں بھولنا مجھے معاف کر دیا جائے اور میرے لئے اس کی فضیلت لکھ دی جائے۔'' (۱)

مروی ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ امامت کروائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''ابھی شیطان مسلسل میرے ساتھ رہا یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ میں دوسرے لوگوں سے افضل ہوں اب میں کبھی امامت نہیں کروں گا۔'' (۲)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ''ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھو جو علما کی صحبت اختیار نہیں کرتا۔''

حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ''جو شخص بغیر علم کے امامت کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سمندر میں پانی کو ماپتا ہے، اس کی زیادتی یا کمی کو نہیں جانتا۔

حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ''ایک بار (کسی عذر کے باعث) میں باجماعت نماز کے لئے حاضر نہ ہو سکا تو اکیلے ابو اسحاق بخاری نے مجھ سے تعزیت کی اور اگر میرا بیٹا فوت ہو جاتا تو دس ہزار سے زیادہ لوگ تعزیت کرتے کیونکہ لوگوں کے نزدیک دین کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے زیادہ آسان ہے۔'' (۳)

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''جو مؤذِّن کی آواز سن کر جواب نہ دے (یعنی باجماعت نماز میں حاضر نہ ہو) تو نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا اور نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔'' (۴)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''اگر ابن آدم کے کان کو پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیا

---

1 ......تاریخ دمشق لابن عساکر، محمد بن واسع، ج۵۶، ص۱۶۱، بتغیرِ الفاظٍ۔

2 ......کتاب الزھد لابن المبارک، باب التواضع، الحدیث:۸۳۴، الجزء السادس، ص۲۸۷۔

3 ......الکبائر للذھبی، الکبیرۃ الرابعۃ، ص۳۳۔

4 ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب من سمع النداء، الحدیث:۱۹۱۲، ج۱، ص۳۷۰، عن عائشۃ۔

جائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ اذان سنے اور جواب نہ دے۔'' (1)

عراق کی بادشاہت سے زیادہ محبوب:

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران مسجد میں حاضر ہوئے تو ان سے عرض کی گئی: ''لوگ تو جا چکے ہیں۔'' تو آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَؕ(۱۵۶) (پ۲، البقرۃ:۱۵۶) پڑھا اور فرمایا: ''باجماعت نماز پڑھنا مجھے عراق کی بادشاہت سے زیادہ پسند ہے۔''

نفاق اور آگ سے آزادی کا پروانہ:

مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے 40 دن باجماعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس کی تکبیرِ تحریمہ بھی فوت نہ ہوئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے دو پروانے لکھے گا ایک پروانہ نفاق سے آزادی کا اور دوسرا آگ سے آزادی کا۔'' (2)

سورج، چاند اور ستاروں کی مانند چمکتے چہرے:

منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو کچھ لوگوں کو لایا جائے گا جن کے چہرے ستاروں کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے فرشتے ان سے کہیں گے: ''تم کیا عمل کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''ہم اذان سنتے ہی وضو کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے کوئی دوسری چیز ہمیں مشغول نہ کرتی تھی۔'' پھر ایک گروہ کو لایا جائے گا جن کے چہرے چاند کی مانند روشن ہوں گے (فرشتوں کے) پوچھنے پر وہ کہیں گے: ''ہم (نماز کا) وقت شروع ہونے سے پہلے ہی وضو کر لیتے تھے۔'' پھر ایک گروہ لایا جائے گا جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوں گے (فرشتوں کے پوچھنے پر) وہ کہیں گے: ''ہم اذان مسجد میں سنتے تھے۔'' (3)

منقول ہے کہ اسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں سے کسی کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تو تین دن افسوس کرتے اور اگر جماعت فوت ہو جاتی تو سات دن افسوس کرتے۔

---

1 ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الصلاة، من قال اذاسمع المنادی فلیجب، الحدیث: ، ج ا، ص ۳۸۰۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی فضل التکبیرة الاولی، الحدیث: ۲۴۱، ج ا، ص ۲۷۴۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص ۱۶۸، بتغیرٍ۔

پانچویں فصل: **فضائلِ سجدہ**

سجدے کی فضیلت پر مشتمل چار فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾......بندہ ایک پوشیدہ سجدہ سے بڑھ کر کسی چیز سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل نہیں کرتا۔[1]

﴿2﴾......کوئی مسلمان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سجدہ کرتا ہے تو اس کے بدلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔[2]

﴿3﴾......ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "(یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے آپ کی شفاعت پانے والوں میں سے بنا دے اور جنت میں مجھے آپ کی رفاقت عطا فرمائے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کثرتِ سجود سے میری مدد کرو[3]۔"[4]

منقول ہے کہ بندہ رب عَزَّوَجَلَّ کے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔[5]

درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ کا یہی معنی ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ⑲ (پ۳۰، العلق:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔[6]

---

❶......کتاب الزھد لابن المبارک، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الخشوع والخوف، الحدیث۱۵۴، ص۵۰۔

❷......سنن ابن ماجه، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کثرۃ السجود، ، الحدیث۱۴۲۴، ج۲، ص۱۸۲۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیه، الحدیث۴۸۸، ص۲۵۲۔

❸...... مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص84 پر اس کے تحت ہے: جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں امداد دو۔ عَلٰی نَفْسِكَ فرما کر اشارۃً فرمایا گیا کہ نفس کی مخالفت جنت کا ذریعہ ہے (مرقاۃ) کثرتِ سجود سے بتایا گیا کہ فقط نماز پنجگانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو تا کہ میرے قرب کے لائق ہو جاؤ۔ جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو۔ حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے۔

❹......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیه، الحدیث۴۸۹، ص۲۵۳۔

❺......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، الحدیث۴۸۲، ص۲۵۰۔

❻...... یہ آیت سجدہ ہے۔ بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 728 پر ہے: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔" اور صفحہ 730 پر ہے: "فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ......

دوسرے مقام پرارشادفرمایا:

سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ (پ۲۶،الفتح:۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان:ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:

(۱)......اس سے مراد وہ حصۂ زمین ہے جو حالتِ سجدہ میں ان کے چہروں سے ملا ہوتا ہے۔

(۲)......اس سے خشوع کا نور مراد ہے کیونکہ وہ باطن سے ظاہر پر چمکتا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

(۳)......اس سے مراد وہ چمک ہے جو بروزِ قیامت وضو کے اثر سے ان کے چہروں پر ہوگی۔

﴿4﴾......جب انسان آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو کر روتے ہوئے کہتا ہے: ہائے افسوس! انسان کو سجدے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا لہٰذا اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم ہوا تو میں نے نافرمانی کی پس میرے لئے جہنم ہے۔[۱]

بہت زیادہ سجدے کرنے والے:

حضرت سیِّدُنا علی بن عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کے متعلق منقول ہے کہ آپ ہر روز ایک ہزار(1000) سجدے کرتے تھے اور لوگ انہیں ''سجّاد یعنی بہت زیادہ سجدے کرنے والا'' کہتے تھے۔[۲]

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡعَزِیۡز مٹی پر ہی سجدہ کیا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ (بڑھاپے میں) فرمایا کرتے تھے: ''اے نوجوانوں کے گروہ! مرض سے پہلے صحت میں جلدی کرو۔ میں صرف اس شخص پر رشک کرتا ہوں جو رکوع و سجود کو پورا کرتا ہے جبکہ میرے اور

......واجب ہوگیا، سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ اسے نامعلوم ہو تو بتا دیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ ہونا بتایا گیا ہو۔''

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت کے مذکورہ مقام کا صفحہ 726 تا 739 کا یا دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 49 صفحات پر مشتمل رسالے ''تلاوت کی فضیلت'' کا مطالعہ کیجئے۔

1......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، الحدیث۸۱، ص۵٦۔

2......صفۃ الصفوۃ، علی بن عبداللہ بن عباس، ج۱، ص۲٦۷۔

سجدے کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔" (۱)

حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "مجھے سجدے کے سوا دنیا کی کسی چیز کے چھوٹنے پر افسوس نہیں ہوتا۔" (۲)

حضرت سیِّدُنا عقبہ بن مسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "بندے کی کوئی خصلت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کو پسند کرے اور بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کے علاوہ کسی گھڑی میں اس کا زیادہ قرب نہیں پاتا۔" (۳)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ "بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ قریب سجدہ کرتے ہوئے ہوتا ہے تو اس میں دعائیں زیادہ مانگو۔" (۴)

چھٹی فصل: خشوع کی فضیلت

خشوع کے متعلق تین فرامین باری تعالٰی:

﴿۱﴾

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

﴿۲﴾

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ (پ۹، الاعراف:۲۰۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور غافلوں میں نہ ہونا۔

﴿۳﴾

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (پ۵، النسآء:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔

---

1 ......المجالسة و جواهر العلم، الجزء الثالث، الحديث: ۳۳، ج ۱، ص ۱۷۳۔

2 ......شعب الايمان للبيهقی، باب فی الصلوات، الحديث ۳۱۷۸، ج ۳، ص ۱۵۳۔

3 ...... كتاب الزهد لابن المبارك، باب الذی يجزع من الموت......الخ، الحديث ۲۷۹، ص ۹۵۔

4 ......سنن ابی داود، كتاب الصلوٰة، باب الدعا فی الركوع والسجود، الحديث ۸۷۵، ج ۱، ص ۳۳۳۔

اس آیت میں مذکور لفظ ''سُکٰرٰی'' کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں: (۱) بندہ غموں کی کثرت کے باعث نشہ میں ہو (۲) دنیا کی محبت کی وجہ سے نشے میں ہو (۳) حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس سے ظاہر مراد ہے۔

(مصنف عَلَیْہِ الرَّحْمَہ) اس میں دنیوی نشے پر تنبیہ ہے کیونکہ اس کی علت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور کتنے ہی نمازی ہیں جو شراب نوشی نہیں کرتے مگر انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں۔

حضور نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دو رکعت نفل ادا کئے جن میں اپنے دل سے کچھ بات نہ کی تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔'' (۱)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک نماز سکون، عاجزی، گڑگڑانے، خوف اور ندامت کا نام ہے اور یہ کہ تو ہاتھ باندھ کر یوں کہے: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اور جو ایسا نہ کرے تو اس کی نماز ناقص ہے۔'' (۲)

کس کی نماز مقبول ہے؟

کتبِ سابقہ میں ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میں ہر نمازی کی نماز قبول نہیں کرتا بلکہ میں اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے عاجزی کرے اور میرے بندوں پر بڑائی نہ چاہے اور میری رضا کے لئے فقیر کو کھانا کھلائے۔'' (۳)

مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک نماز کی فرضیت، حج وطواف کا حکم اور مناسکِ حج کی ادائیگی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ تو جب تمہارے دل میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ہی عظمت و ہیبت نہ ہو جو کہ مقصود و مطلوب ہے تو پھر تمہارے ذکر کی قیمت کیا رہ جائے گی۔'' (۴)

---

1. ......صحیح البخاری، کتاب الوضو، باب الوضو ثلاثاً ثلاثاً، الحدیث: ۱۵۹، ج ۱، ص ۷۸۔
2. ......سنن الترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی التخشع فی الصلوۃ، الحدیث: ۳۸۵، ج ۱، ص ۳۹۴، بتغیرٍ۔
3. ...... کنزالعمال، کتاب الصلوۃ، الحدیث: ۲۰۱۰۰، ج ۷، ص ۲۱۴، باختصارٍ۔
4. ......سنن ابی داود، کتاب المناسک، الحدیث: ۱۸۸۸، ج ۲، ص ۲۶۰، ولم یذکر "فرضت الصلوۃ" باختصارٍ۔

مدینے کے تاجدار، باذنِ پروردگار دوعالم کے مالک ومختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”جب تم نماز پڑھو تو رخصت کرنے والے کی طرح نماز پڑھو۔“ (1)

یعنی اس شخص کی طرح جو اپنے نفس، اپنی خواہشات اور اپنی عمر کو الوداع کہتا ہوا اپنے مالک کی طرف جاتا ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِۚ(۶) (پ۳۰،الانشقاق:۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اے آدمی! بے شک تجھے اپنے ربّ کی طرف یقینی دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُؕ (پ۳،البقرۃ:۲۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللّٰہ سے ڈرو اور اللّٰہ تمہیں سکھاتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُؕ (پ۲،البقرۃ:۲۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جسے اس کی نماز بے حیائی اور برے کاموں سے نہ روکے اس کی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری میں ہی اضافہ ہوگا۔“ (2)

نماز مناجات کا نام ہے تو پھر یہ غفلت کے ساتھ کیسے ادا ہوگی؟

بغیر ترجمان کے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلامی:

حضرت سیِّدُنا بکر بن عبداللّٰہ مزنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اے ابن آدم! جب تو بغیر اجازت مولیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور بغیر ترجمان کے اس سے کلام کرنا چاہے تو اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جا۔“ عرض کی گئی: ”یہ کیسے ممکن ہے؟“ فرمایا: ”کامل وضو کر کے محراب میں داخل (ہو کر نماز میں مشغول) ہو جا پس جب تو اپنے مولیٰ کی بارگاہ

(1)...... کنز العمال، کتاب الصلوۃ، الحدیث: ۲۰۰۹۰، ج۷، ص۲۱۲۔

(2)...... کنز العمال، کتاب الصلوۃ، الحدیث: ۲۰۰۷۹، ج۷، ص۲۱۲۔

میں بغیر اجازت کے داخل ہو جائے گا تو بغیر ترجمان کے اس کے ساتھ کلام بھی کرے گا۔'' (۱)

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: ''رَسُوۡلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم سے اور ہم آپ سے گفتگو کرتے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تو عظمت وجلالت کبریائی میں اس قدر مشغول ہو جاتے گویا نہ آپ ہمیں پہچانتے اور نہ ہم آپ کو پہچانتے۔'' (۲)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایسی نماز کی طرف نظر نہیں فرماتا جس میں بندہ اپنے جسم کے ساتھ دل کو حاضر نہ کرے۔'' (۳)

نماز ہو تو ایسی:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیۡلُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کے دل کی دھڑکن دو میل کی مسافت سے سنائی دیتی۔ (۴)

حضرت سیِّدُنا سعید تنوخی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡغَنِی جب نماز پڑھتے تو (اس قدر روتے کہ) رخسار سے داڑھی پر مسلسل آنسو گرتے رہتے۔ (۵)

سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔'' (۶)

غافل خواہش مند:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی نے ایک شخص کو کنکریوں سے کھیلتے دیکھا وہ کہہ رہا تھا: ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حورِ عین سے میری شادی کرادے۔'' آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے فرمایا: ''تو برا پیغام دینے والا

❶......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلوات، الحدیث: ۳۲۴، ج۳، ص۱۶۸، نحوه۔

❷......المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الاول فی مبانی الاسلام، الفصل الثانی، ج۱، ص۱۴۔

❸......کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، کتاب الصلاة، حکمة مشروعیتها، ج۱، ص۱۵۸۔

❹......الجامع لاحکام القرآن، پ۱۱، سورة براءة، تحت الآیة:۱۱۴، ج۸، ص۱۵۹۔

❺......تاریخ مدینة دمشق لابن عساکر، سعید بن عبدالعزیزالتنوخی، ج۲۱، ص۲۰۳، بنحوه۔

❻......نوادرالاصول، الاصل السابع والاربعون والمائتان، الحدیث: ۱۳۱، ص۱۰۰۷۔

ہے حورِعین سے شادی کا ارادہ ہے اور کھیل کنکریوں سے رہا ہے۔‘‘ (۱)

حکایت: سَیِّدُ نا خلف بن ایوب عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا خوفِ خدا:

حضرت سَیِّدُ نا خلف بن ایوب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَدُوْد سے پوچھا گیا: ’’آپ مکھیوں کو دور نہیں کرتے کیا یہ نماز میں آپ کو تکلیف نہیں پہنچاتیں؟‘‘ فرمایا: ’’میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جو میری نماز فاسد کردے۔‘‘ پوچھا گیا: ’’آپ اس پر صبر کیسے کر لیتے ہیں؟‘‘ فرمایا: ’’مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فاسق و فاجر لوگ بادشاہوں کے کوڑوں تلے صبر کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے فلاں بہت صبر کرنے والا ہے اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے حضور کھڑا ہو کر مکھی کی وجہ سے حرکت کروں۔‘‘ (۲)

سَیِّدُ نا مسلم بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار اور نماز:

منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُ نا مسلم بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار جب نماز کا ارادہ کرتے تو گھر والوں سے فرماتے: ’’تم آپس میں گفتگو کرتے رہو اب میں تمہاری گفتگو نہیں سنوں گا۔‘‘ (۳) ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے کہ (آپ کی پچھلی جانب) مسجد کا ایک ستون گر گیا اس کی وجہ سے لوگ جمع ہو گئے لیکن آپ کو اس کے بارے میں علم نہ ہوا حتی کہ نماز مکمل کر لی۔ (۴)

نماز امانت ہے:

جب نماز کا وقت آتا تو امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم پر کپکپی طاری ہو جاتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ عرض کی جاتی: ’’اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! آپ کو کیا ہوا؟‘‘ فرماتے: ’’ایسا وقت آیا ہے جو امانت ہے۔ اس امانت کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے

---

❶ ......تفسیر غرائب القرآن...، پ۱۸، سورۃ المؤمنون، تحت الآیۃ:۲، ج۵، ص۱۰۹، دون قولہ: تخطب الحور العین۔

❷ ......المستطرف فی کل فن مستطرف، الباب الاول فی مبانی الاسلام، الفصل الثانی، ج۱، ص۱۵، نحوہ۔

❸ ......حلیۃ الاولیاء، مسلم بن یسار:۱۹۴، الحدیث:۲۴۴۰، ج۲، ص۳۲۹، نحوہ۔

❹ ......حلیۃ الاولیاء، مسلم بن یسار:۱۹۴، الحدیث:۲۴۴۲، ج۲، ص۳۳۰، نحوہ۔

قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۹، مفہومًا۔

سے انکار کر دیا اور ڈر گئے جبکہ میں (یعنی ابنِ آدم) نے اسے اٹھالیا۔'' (1)

سیِّدُنا امام زین العابدین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن اور نماز:

منقول ہے کہ امام زین العابدین حضرت سیِّدُنا علی بن حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب وضو کرتے تو چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ اہلِ خانہ کہتے: ''وضو کرتے وقت آپ پر کس چیز کا خوف طاری ہو جاتا ہے؟'' فرماتے: ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔'' (2)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں رہنے والا خوش نصیب:

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی دعاؤں میں یوں عرض کرتے: ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تیرے گھر (یعنی جنت) میں کون رہے گا اور تو کس کی نماز قبول فرماتا ہے؟'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے وحی فرمائی: ''اے داوٗد! میرے گھر میں وہی رہے گا اور میں اسی کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے عاجزی اختیار کرتا، دن میرے ذکر میں گزارتا، اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا، میری رضا کے لئے بھوکوں کو کھانا کھلاتا، مسافر اور مصیبت زدہ کو پناہ دیتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کا نور آسمانوں میں سورج کی طرح چمکتا ہے۔ اگر وہ مجھے پکارے تو میں اسے جواب دیتا ہوں۔ اگر مجھ سے مانگے تو اسے عطا کرتا ہوں۔ میں اسے جہالت کے وقت حلم عطا کرتا، غفلت میں ذکر کی توفیق بخشتا اور تاریکیوں میں روشنی عطا کرتا ہوں۔ اس کی مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسے تمام جنتوں میں فردوس اعلیٰ کی، جس کی نہریں خشک نہیں ہوتیں اور اس کے پھل خراب نہیں ہوتے۔'' (3)

سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم اور نماز:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت کے بارے میں پوچھا

---

1 ......روح المعانی، الجزء الثانی والعشرون، سورۃ الاحزاب۷۲، ص۳۷۳۔

2 ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عاصم بن ھبیرۃ، الحدیث۲۱۳۸، ص۳۶۳۔

3 ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عاصم بن ھبیرۃ، الحدیث۲۱۳۸، ص۳۶۳۔

تو فرمایا: ''جب نماز کا وقت قریب آتا ہے تو میں کامل وضو کرتا ہوں پھر جس جگہ نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں آکر بیٹھ جاتا ہوں یہاں تک کہ میرے تمام اعضاء جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ تصور باندھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کہ کعبۃُ اللّٰہِ الْمُشَرَّفَہ میرے سامنے، پل صراط پاؤں تلے، جنت میرے دائیں جانب، جہنم بائیں طرف اور ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام میرے پیچھے ہیں اور گمان کرتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر امید وخوف کی درمیانی حالت میں ہوتا ہوں۔ پھر حقیقتاً تکبیر تحریمہ کہتا، ٹھہر ٹھہر کر قراءَت کرتا، عاجزی کے ساتھ رکوع اور خشوع کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ پھر دائیں پہلو پر قعدہ کرتا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتا ہوں اور دائیں پاؤں کو انگوٹھے پر کھڑا کرتا ہوں۔ پھر اخلاص سے کام لیتا ہوں۔ اس کے بعد میں نہیں جانتا کہ میری نماز قبول ہوتی ہے یا نہیں۔'' (۱)

پوری رات عبادت سے بہتر عمل:

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''غور وفکر کے ساتھ دو رکعت نفل ادا کرنا، غافل دل کے ساتھ پوری رات قیام (یعنی عبادت) کرنے سے بہتر ہے۔'' (۲)

﴿......مُردوں کی تعداد کے برابر اجر......﴾

جو قبرستان میں میں 11 بار سورۂ اخلاص پڑھ کر مردوں کو اس کا **ایصالِ ثواب** کرے تو مردوں کی تعداد کے برابر **ایصالِ ثواب** کرنے والے کو اس کا اجر ملے گا۔ (کشف الخفاء، الحدیث ۲۶۲۹، ج۲، ص۲۵۲)

﴿......تُوبُوْا اِلَی اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

(1)......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۱، بتغیرٍ۔

(2)......الزھد لابن المبارک، باب الاعتبار والتفکر، الحدیث ۲۸۸، ص۹۷۔

ساتویں فصل: مسجد اور جائے نماز کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ (پ۱۰،التوبۃ:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔

مسجد کی فضیلت پر مشتمل سات فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾......جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اگرچہ وہ تیتر (پرندے) کے گھونسلے کے برابر ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ (۱)

﴿2﴾......جو مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت فرماتا ہے۔ (۲)

﴿3﴾......جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرلے۔ (۳)

﴿4﴾......مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے علاوہ (گھر میں یا کہیں اور) نماز کامل نہیں ہوتی۔ (۴)

﴿5﴾......جب تک تم میں سے کوئی نماز ادا کر کے وہاں بیٹھا رہتا ہے تب تک فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور کہتے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس پر رحمت نازل فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس پر رحم فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کی مغفرت فرما۔ اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ بے وضو نہ ہو جائے یا مسجد سے چلا نہ جائے۔ (۵)

﴿6﴾......آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگ ہوں گے جو گروہ در گروہ مسجد میں آکر بیٹھیں گے ان کا ذکر دنیا اور دنیا کی محبت ہوگی۔ تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان سے کوئی حاجت نہیں۔ (۶)

---

❶......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلوات، فصل المشی الی المساجد، الحدیث:۲۹۴۲، ج۳، ص۸۱، بتغیرٍ۔

❷......المعجم الاوسط، الحدیث:۶۳۸۳، ج۶، ص۴۰۰۔

❸......صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب اذا دخل المسجد......الخ، الحدیث:۴۴۴، ج۱، ص۱۷۰۔

❹......سنن الدارقطنی، کتاب الصلاة، باب الحث لجار المسجد علی الصلاة......الخ، الحدیث:۱۵۵۲، ج۱، ص۵۵۴۔

❺......صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب الحدث فی المسجد، الحدیث:۴۴۵، ج۱، ص۱۷۰۔

❻......المعجم الکبیر، عبداللہ بن مسعود، الحدیث:۱۰۴۵۲، ج۱۰، ص۱۹۸۔

التفسیر الکبیر للرازی، الجزء السادس عشر، سورة التوبة، ج۶، ص۱۱۔

بعض کتابوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان موجود ہے: ''میری زمین میں میرے گھر مساجد ہیں اوران میں میری زیارت کرنے والے وہ ہیں جو انہیں آباد کرتے ہیں۔ پس اس بندے کو مبارک ہو جو اپنے گھر میں پاکیزگی حاصل کرے پھر میرے گھر میں میری زیارت کرے اور جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کی عزّت کرے۔'' (۱)

﴿7﴾......جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتا جاتا دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ (۲)

مسجد کی فضیلت پر مشتمل آٹھ اقوال بزرگانِ دین:

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''جو مسجد میں بیٹھتا ہے وہ اپنے ربّ کے حضور بیٹھتا ہے تو اسے اچھی بات ہی کرنی چاہیئے۔''(۳) نیز مروی ہے کہ ''مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے چوپائے گھاس کھا جاتے ہیں۔'' (۴)

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ''اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام تاریک رات میں مسجد جانے کو جنت میں جانے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔'' (۵)

﴿3﴾......حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: ''جس نے مسجد میں چراغ جلایا تو جب تک مسجد میں روشنی رہتی ہے تب تک عام فِرِشتے اور عرش اُٹھانے والے خاص فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔'' (۶)

﴿4﴾......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ ''جب بندہ فوت ہوتا ہے تو زمین میں اس کی جائے نماز اور آسمان میں اس کے عمل کا ٹھکانا اس پر روتے ہیں۔'' پھر آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ

---

1 ......التفسیر الکبیر للرازی، الجزء السادس عشر، سورة التوبة، ج۶، ص۱۱۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة التوبة، الحدیث:۳۱۰۴، ج۵، ص۶۴۔

3 ......الزهد لابن المبارک، باب فضل المشی الی الصلاة......الخ، الحدیث:۱۴، ص۱۴۰۔

4 ......التفسیر الکبیر للرازی، الجزء السادس عشر، سورة التوبة، ج۶، ص۱۱۔

5 ......شرح السنة، کتاب الصلاة، باب فضل اتیان المساجد، الحدیث:۴۷۴، ج۲، ص۱۱۸، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

6 ......التفسیر الکبیر للرازی، الجزء السادس عشر، سورة التوبة، ج۶، ص۱۱، عن النبی صلی الله علیه وسلم دون ذالک۔

آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ (پ۲۵،الدخان:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔ (۱)

﴿5﴾......حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''چالیس صبح اس پر زمین روتی رہتی ہے۔'' (۲)

﴿6﴾......حضرت سیِّدُنا عطا خراسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''جو شخص زمین کے جس حصے پر بھی نماز پڑھتا ہے تو وہ حصہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا اور جس دن یہ مرتا ہے وہ اس پر روتا ہے۔'' (۳)

﴿7﴾......حضرتِ سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''زمین کے جس حصے پر نماز یا ذکر کے ذریعے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کیا جائے وہ حصہ اردگرد کی زمین پر فخر کرتا ہے اور سات زمینوں تک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے خوش ہوتا ہے اور جب کوئی بندہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے زمین کو آراستہ کیا جاتا ہے۔'' (۴)

﴿8﴾......منقول ہے کہ ''(اثنائے سفر) جب کوئی قوم کسی جگہ ٹھہرتی ہے تو وہ جگہ اس کے لئے دعائے رحمت کرتی یا اس پر لعنت بھیجتی ہے۔'' (۵)

﴿......تُوْبُوْا اِلَى الله اَسْتَغْفِرُ الله......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد......﴾

---

1 ......الزھد لابن المبارک، باب فخر الارض بعضھا علی بعض، الحدیث:۳۳۶، ص۱۱۴۔

2 ......الزھد لابن المبارک، باب فخر الارض بعضھا علی بعض، الحدیث:۳۳۸، ص۱۱۴،بتقدمٍ و تاخرٍ۔

3 ......الزھد لابن المبارک، باب فخر الارض بعضھا علی بعض ، الحدیث:۳۴۰، ص۱۱۵۔

4 ......الزھد لابن المبارک، باب فخر الارض بعضھا علی بعض، الحدیث:۳۳۹، ص۱۱۵۔

5 ......الزھد لابن المبارک، باب فخر الارض بعضھا علی بعض، الحدیث:۳۳۴، ص۱۱۳۔

باب نمبر2: ظاھری اعمال کی کیفیت و آداب کا بیان

(اس میں تین فصلیں ہیں)

پہلی فصل: نماز میں ظاہری اعمال کی کیفیت اور تکبیرِ تحریمہ سے ابتدا کرنا

نماز کا طریقہ[۱]:

نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ جب بدن، مکان، لباس، ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک سترِ عورت پر ناپاکی وغیرہ سے پاکی حاصل کر لے اور وضو سے فارغ ہو جائے تو قبلہ رُخ ہو کر کھڑا ہو جائے۔

پہلا رکن قیام:

دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ رکھے، انہیں ملائے نہ کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن سے آدمی کی سمجھ پر استدلال کیا جاتا ہے۔

نیز محبوب ربِ ذوالجلال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز میں ایک پاؤں اٹھانے یا دونوں پاؤں ملا کر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔[۲]

یہ اس کے بارے میں ہے جو کھڑا ہوتے وقت اپنے پاؤں کے معاملے میں اس بات کا خیال رکھتا ہے، گھٹنوں اور کمر کو سیدھا کھڑا کرتا ہے اور جہاں تک سر کا معاملہ ہے تو اگر چاہے تو سر کو سیدھا رکھے چاہے تو جھکا دے بلکہ جھکانا خشوع کے زیادہ قریب اور آنکھوں کو زیادہ پست کرنے والا ہے۔ اس کی نگاہ صرف جائے نماز پر رہے جس پر نماز پڑھ

---

❶ ......فقہ احناف کے مطابق نماز کے فضائل ومسائل وطریقہ کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت جلد اول**، حصہ 3 اور 4 صفحہ 433 تا 865 یا شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانئ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کی تحریر کردہ 499 صفحات پر مشتمل کتاب **نماز کے احکام** کا مطالعہ کیجئے۔

❷ ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج ۲، ص۱۵۸۔

رہا ہے۔ اگر جائے نماز نہ ہوتو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا کوئی لکیر کھینچ دے اس سے نگاہ آگے نہیں بڑھے گی اور سوچ میں انتشار پیدا نہیں ہوگا۔ آنکھوں کو جائے نماز کے کناروں اور لکیر کی حدود سے تجاوز نہ کرنے دے۔ رکوع تک اس طرح کھڑا رہے اور اِدھر اُدھر توجُّہ نہ کرے یہ قیام کے آداب ہیں۔ جب اس طرح کھڑا ہو جائے اور قبلہ رُو ہو کر سر کو جھکا لے تو شیطان سے بچنے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طلب کرتے ہوئے سورۂ ناس یعنی: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ کی تلاوت کرے۔ پھر اقامت کہے، اگر کسی مقتدی کے آنے کی اُمید ہو تو پہلے اذان بھی کہے۔

نیتِ نماز:

پھر نیت کو حاضر کرے مثلاً ظہر میں یہ نیت کرے: ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ظہر کی فرض نماز ادا کرتا ہوں۔'' تا کہ لفظِ ادا کے ذریعے قضا سے، فرض کے ذریعے نفل سے اور ظہر کے ذریعے عصر سے ممتاز ہو جائے۔ ان الفاظ کے معانی دل میں حاضر ہونے چاہئیں کیونکہ نیت دل کے ارادے کا ہی نام ہے، الفاظ تو یاد دلانے والے اور ان معانی کے ظہور کے اسباب ہیں۔ پھر تکبیر تحریمہ کے آخر تک نیت کو باقی رکھنے کی کوشش کرے غائب نہ ہونے دے۔

ہاتھ اٹھانے کے آداب:

جب یہ بات دل میں حاضر ہو جائے تو لٹکے ہوئے ہاتھوں کو کندھوں تک اس طرح اُٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور دونوں انگوٹھے کانوں کی لوؤں تک اور انگلیاں کانوں کے سروں کے برابر ہو جائیں تا کہ اس کے متعلق وارد تمام روایات پر عمل ہو جائے۔ ہتھیلیوں اور انگوٹھوں کو قبلہ رو اور انگلیوں کو کشادہ رکھے، انہیں بند نہ کرے، ہاں انہیں کھولتے یا ملاتے ہوئے تکلُّف سے کام نہ لے بلکہ طبعی حالت پر چھوڑ دے کیونکہ روایت میں کھلا چھوڑنا اور ملانا دونوں طریقے آئے ہیں۔ یہ ان دونوں کے درمیان ہے اور یہی زیادہ بہتر ہے۔

دوسرا رکن تکبیرِ تحریمہ:

جب دونوں ہاتھ اپنی جگہ پر پہنچ جائیں تو انہیں چھوڑتے ہوئے اور نیت کو حاضر رکھتے ہوئے تکبیر کہے پھر دونوں ہاتھوں کو ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے باندھ لے[1] اور دائیں ہاتھ کی تکریم کے لئے اسے بائیں ہاتھ کے اوپر اس

❶ ...... احناف کے نزدیک: نیت کر کے اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۵۰۴)

طرح رکھے کہ وہ اٹھا ہوا ہو اور دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کھلی رکھتے ہوئے بازو کی لمبائی پر پھیلا دے جبکہ انگوٹھے، چھوٹی انگلی اور ساتھ والی انگلی کے ساتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے۔ [1]

تکبیر کب کہی جائے:

(اس کے متعلق تین روایتیں ہیں:)(۱)......ہاتھوں کو اٹھاتے وقت تکبیر کہی جائے (۲)......جب ہاتھ کندھوں کے برابر ہو جائیں تب کہی جائے (۳)......ہاتھ چھوڑتے وقت تکبیر کہی جائے۔ [2]

فیصلۂ غزالی:

ان سب طریقوں میں حرج نہیں لیکن ہاتھوں کو (کانوں کے ساتھ لگانے کے بعد) چھوڑتے وقت تکبیر کہنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ یہ کلمۂ عقد ہے اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا بھی عقد کی صورت میں ہوتا ہے جس کی ابتدا چھوڑنا اور انتہا رکھنا ہے تکبیر کی ابتدا **الف** اور آخر **را** پر ہوتی ہے تاکہ فعل اور عقد میں مطابقت ہو جائے اور ہاتھوں کا اُٹھانا اس ابتدا کے لئے مقدمہ کی طرح ہے۔

ایسا بھی نہ ہو کہ تکبیر کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے وقت آگے یا کندھوں کے پیچھے کی طرف لے جائے اور تکبیر کے بعد دائیں بائیں ہاتھ جھاڑنا بھی مناسب نہیں بلکہ انتہائی آہستگی کے ساتھ چھوڑ دے۔ ہاتھ چھوڑنے کے بعد دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔

بعض روایات میں ہے کہ ”آقائے دو عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے اور جب قراءَت کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھ لیتے۔“ [3]

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۴، مفھومًا۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۸، دون القمر۔
سنن الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی نشر الاصابع عندالتکبیر، الحدیث:۲۳۹، ج۱، ص۲۷۳، دون الضم۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین فی الصلاۃ، الحدیث:۷۲۵، ج۱، ص۲۸۴۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب رفع الیدین حذوالمنکبین......الخ، الحدیث۳۹۰، ص۲۰۶۔
سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ، الحدیث:۷۳۴، ج۱، ص۲۸۵۔

3 ......المعجم الکبیر، الحدیث۱۳۹، ج۲۰، ص۷۴، مفھومًا۔

اگر یہ صحیح ہوتو ہمارے بیان کردہ طریقے سے بہتر ہے۔تکبیر کہتے ہوئے اسم جلالت **اللہ** کی **ھا** کو بغیر مبالغہ کے آہستہ سے (لفظ **اکبر** کے ساتھ) ملائے **ھا** اور (**اکبر** کے) **الف** کے درمیان **واؤ** کا شبہ پیدا نہ ہو کہ مبالغہ کے ساتھ دونوں کو ملانے سے **واؤ** کی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔**اکبر** کی **با** اور **را** کے درمیان **الف** کی آواز پیدا نہ ہو جیسے ایسا لگے کہ وہ **اکبار** کہہ رہا ہے اور **اکبر** کی **را** کو جزم کے ساتھ (یعنی ساکن) پڑھے پیش کے ساتھ نہ پڑھے۔یہ تکبیر تحریمہ کے آداب ہیں۔

تیسرا رکن قراءَت:

پھر شروع کی دعا پڑھے اور تکبیر تحریمہ کے بعد یہ کلمات پڑھے تو بہتر ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے اور اس کی بے شمار تعریف ہے اور میں صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتا ہوں۔میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔[1]

پھر ثنا پڑھے: سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ یعنی پاک ہے تو اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اور میں تیری حمد کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے اور تیری ثناء برتر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔[2]

یہ دعا پڑھنے سے وہ اس سلسلے میں وارد متفرق احادیث پر عمل کرنے والا ہوگا۔

اگر امام کی اقتدا میں ہو اور امام قراءَت شروع کردے تو ثنا مختصر کردے۔پھر تعوذ: ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' پڑھے۔پھر تسمیہ: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' سے سورۂ فاتحہ کی ابتدا کرے اور **مخارج وحروف** کی ادائیگی کا خاص خیال رکھے بالخصوص **ضاد** اور **ظا** میں فرق کرے[3]۔سورۂ فاتحہ کے اختتام پر اچھی طرح مد کے ساتھ آمین کہے اور

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام......الخ، الحدیث: ۶۰۱، ص ۳۰۲۔
صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، الحدیث: ۷۷۱، ص ۳۹۰۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب من رأی الاستفتاح......الخ، الحدیث: ۷۷۶، ج ۱، ص ۳۰۰، دون ''وجل ثناءک''۔

3 ......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 557 پر ہے: ط ت، س ث ص، ذ ز ظ، ا ء ع، ہ ح، ض ظ د، ان حرفوں میں صحیح طور پر امتیاز رکھیں، ورنہ معنی فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی اور بعض تو س ش، ز ج، ق ک میں بھی فرق نہیں کرتے۔

اسے ''وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' کے ساتھ نہ ملائے۔

فجر، مغرب اور عشا میں جہر (یعنی بلند آواز) سے قراءَت کرے اگر مقتدی ہو تو قراءَت نہ کرے۔ (اختتامِ فاتحہ پر) ''اٰمِیْــــن'' بلند آواز سے کہے[1]۔ پھر کوئی سورت پڑھے یا قراٰنِ پاک کی تین آیات یا اس سے زائد تلاوت کرے اور سورت کو تکبیرِ رکوع کے ساتھ نہ ملائے بلکہ ان میں ایک بار ''سُبْحٰنَ اللّٰه'' کہنے کی مقدار وقفہ کرے۔ فجر کی نماز میں طوالِ مفصل (یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک)، مغرب میں قصارِ مفصل (یعنی سورۂ بینہ سے آخرِ قراٰن تک)، ظہر، عصر اور عشا میں اوساطِ مفصل (یعنی سورۂ بروج سے سورۂ بینہ تک) میں سے پڑھے۔

سفر میں فجر کی نماز میں (وقت کم ہو تو) سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی قراءَت کرے۔ اسی طرح فجر کی سنتوں، طواف کی نماز اور تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو میں بھی یہی سورتیں پڑھے۔ اس تمام وقت میں وہ کھڑا رہے اور ہاتھوں کو اس طرح باندھے جس طرح ہم نے نماز کے آغاز میں ذکر کیا ہے۔

چوتھا رکن رکوع اور اس کے متعلقات:

پھر رکوع کرے۔ اس میں چند امور کا لحاظ رکھے، وہ یہ ہیں: رکوع کی تکبیر کہے، تکبیرِ رکوع کے وقت رفع یدین[2]

---

1 ......احناف کے نزدیک: ''اٰمِیْن'' آہستہ کہنے کا حکم ہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۱، حصہ۳، ص۵۰۴)

2 ......احناف کے نزدیک نماز میں تکبیرِ تحریمہ اور تکبیرِ قنوت کے سوا کہیں بھی رفع یدین جائز نہیں۔ چنانچہ، مفسرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص16 پر حضرت سیِّدُنا عبداللّٰه بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی اس حدیث پاک کہ ''نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل اٹھاتے اور جب رکوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی یونہی ہاتھ اٹھاتے اور کہتے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور سجدے میں یہ نہ کرتے'' کے تحت فرماتے ہیں: ''(کندھوں کے مقابل ہاتھ اٹھانے سے مراد یہ ہے) کہ گٹے کندھوں تک رہتے اور انگوٹھے کانوں تک۔ (نیز) اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رکوع میں جاتے آتے رفع یدین کیا مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ آخر وقت تک کیا۔ حق یہ ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ چنانچہ عینی شرح بخاری میں ہے کہ سیِّدُنا عبداللّٰه ابن زبیر نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے آتے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا ایسا نہ کیا کرو یہ وہ کام ہے جسے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اولاً کیا تھا پھر چھوڑ دیا نیز سیِّدُنا ابن مسعود، عمر ابن خطاب، علی مرتضٰی، براء ابن عازب، حضرت علقمہ وغیرہ بہت صحابہ سے کہ وہ رفع یدین نہ کرتے تھے اور کرنے والوں کو منع کرتے تھے نیز ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے حضرت مجاہد سے روایت کی کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے سوا تکبیر اولیٰ کے کسی وقت ہاتھ......

کرے (یعنی تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ بلند کرے)، تکبیر کو رکوع میں پہنچنے تک کھینچ کر کہے، رکوع میں ہتھیلیاں گھٹنوں پر یوں رکھے کہ انگلیاں کھلی ہوں اور پنڈلی کی لمبائی پر قبلہ رُخ ہوں، گھٹنوں کو کھڑا کرے انہیں موڑے نہ، پیٹھ اس طرح سیدھی بچھائے کہ گردن اور سر پیٹھ کے برابر ہوں جیسے ایک سطح ہوتی ہے سر نہ تو زیادہ جھکا ہوا ہو اور نہ زیادہ بلند ہو، (مرد) کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھے جبکہ عورت کہنیوں کو پہلوؤں کے ساتھ ملا کر رکھے اور تین بار تسبیح رکوع یعنی: ''سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْم'' کہے اور سات یا دس بار کہنا اچھا ہے جبکہ یہ امام نہ ہو، پھر حسب سابق رکوع سے کھڑا ہوتے رفع یدین کرے اور تسمیع یعنی: ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے اور ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ یعنی اے ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ! تمام خوبیاں تیرے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو بھر دے اور اس کے بعد جس چیز کو تو چاہے بھر دے'' کہے، رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد (قومہ میں) صلاۃ التسبیح، نماز کسوف اور نماز فجر کے علاوہ میں زیادہ کھڑا نہ ہو اور نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں سجدوں سے پہلے احادیث میں منقول الفاظ کے ساتھ دعائے قنوت پڑھے[1]۔ [2]

پانچواں رکن سجدہ:

پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے کے لئے جھکے اور گھٹنے، پیشانی اور ناک زمین پر رکھے اور ہتھیلیاں کشادہ رکھے،

......نہ اٹھائے معلوم ہوا کہ سیِّدُنا ابن عمر کے نزدیک بھی رفع یدین منسوخ ہے نیز رسالہ آفتابِ محمدی میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث چند روایتوں سے منقول ہے جس میں سے ایک روایت میں یونس ہے جو سخت ضعیف ہے دوسری اسناد میں ابوقلابہ ہے، جو خارجی المذہب تھا (دیکھو تہذیب) تیسری اسناد میں عبید اللہ ہے۔ یہ پکا رافضی تھا، چوتھی اسناد میں شعیب ابن اسحاق ہے جو مرجیہ مذہب کا تھا غرض کہ رفع یدین کی احادیث کی اکثر اسنادوں میں بدمذہب خصوصاً روافض بہت شامل ہیں کیونکہ یہ ان کا عمل ہے ہوسکتا ہے کہ روافض کے تقیہ کی وجہ سے امام بخاری کو بھی پتا نہ لگا ہو۔ لہٰذا مذہب حنفی نہایت قوی ہے کہ نمازوں میں سوا تکبیر تحریمہ کے اور کہیں رفع یدین نہ کیا جائے۔

نوٹ: رفع یدین کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان کی مایہ ناز تصنیف ''جاء الحق'' مطبوعہ قادری پبلشرز حصہ دوئم، چھٹا باب: رفع یدین نہ کرو، ص407 تا422 کا مطالعہ مفید رہے گا۔

1 ......احناف کے نزدیک: وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ ہاں اگر حادثۂ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع سے قبل قنوت پڑھے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۶۵۷)

2 ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب دعاء القنوت، الحدیث: ۳۱۴۴، ج۲، ص۲۹۷۔

سجدے میں جاتے اور اٹھتے ہوئے تکبیر کہے اور (تکبیر) رکوع کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کرے۔

سجدے کا مسنون طریقہ: سجدے میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر چہرہ، پیشانی اور ناک زمین پر رکھے، مرد کہنیاں پہلوؤں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھے، سجدے میں پیٹ رانوں سے الگ رکھے، دونوں گھٹنوں کے درمیان فاصلہ رکھے، زمین پر دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر رکھے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہ رکھے بلکہ انہیں ملا کر رکھے، اگر انگوٹھا نہ ملائے تو کوئی حرج نہیں، کتے کی طرح بازو بچھا کر سجدہ نہ کرے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔[1] تین بار تسبیح سجدہ یعنی "سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہے۔ اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو زیادہ بار کہہ لے تو اچھا ہے۔ پھر سجدے سے اٹھے اور مطمئن ہو کر حالتِ اعتدال میں بیٹھے اور تکبیر کہتے ہوئے سر اُٹھائے، بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں کھڑا رکھے، دونوں ہاتھ گھٹنوں پر یوں رکھے کہ انگلیاں پھیلی ہوئی نارمل حالت میں ہوں۔ دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں یہ دعا پڑھے: ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَاَجْبُرْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ یعنی اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے رزق عطا فرما، مجھے ہدایت عطا فرما، میری پریشانی دور فرما اور مجھے عافیت اور معافی عطا فرما۔''[2] ''صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح'' کے علاوہ جلسہ کو طویل نہ کرے، اسی طرح دوسرا سجدہ کرے اور سیدھا بیٹھ جائے اور ہر ایسی رکعت میں استراحت کے لئے تھوڑی دیر بیٹھے جس میں تشہد نہیں۔ پھر ہاتھ زمین پر رکھ کر کھڑا ہو[3] اور اُٹھتے ہوئے دونوں پاؤں میں سے ایک کو آگے نہ کرے اور تکبیر کو اتنا کھینچے کہ بیٹھنے کی حالت سے اٹھنے اور قیام کے درمیان ہو جائے یعنی بیٹھے ہوئے لفظِ **اللّٰه** کی ھا، کھڑا ہونے کے لئے ہاتھ کے سہارے کے وقت اکبر کا کاف اور اٹھتے وقت درمیان میں پہنچتے ہوئے اکبر کی را کہے۔ اٹھنے کے درمیان تکبیر شروع کرے تا کہ قیام کی طرف انتقال کے درمیان میں تکبیر واقع ہو۔ دونوں کنارے اس سے خالی نہ

---

1 ......صحیح مسلم کتاب الصلاۃ، باب الاعتدال فی السجود......الخ، الحدیث۴۹۳، ص۲۵۴، مفهومًا۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۶، مختصراً۔

سنن الدارقطنی، کتاب الصلاۃ، باب مایجزیه من الدعاء عندالعجز......الخ، ج۱، ص۴۲۲، دون "واعف عنی"۔

3 ......احناف کے نزدیک: قعدہ اُولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے اُٹھے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اُٹھے، بلکہ گھٹنوں پر زور اور ہاتھ رکھ کر اُٹھے، یہ سنت ہے، ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب اگر زمین پر ہاتھ رکھ کر اُٹھا جب بھی حرج نہیں۔

(بہارشریعت، ج۱، ص۵۳۰، ۵۳۱، ملتقطاً)

ہوں اور یہی صورت عموم کے زیادہ قریب ہے۔اب دوسری رکعت بھی پہلی کی طرح پڑھے اور اس میں بھی ابتدا میں تعوُّذ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) پڑھے[1]۔

چھٹا رکن قعدہ:

پھر دوسری رکعت (کے بعد قعدہ) میں تشہُّد پڑھے، پھر حضور انور، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل پر درودِ پاک بھیجے[2]۔ اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بند کر کے صرف انگشتِ شہادت سے اشارہ کرے، انگوٹھے کو کھلا چھوڑنے میں بھی حرج نہیں، "اِلَّا اللّٰہ" پر اشارہ کرے "لَا اِلٰہ" پر[3] نہیں، تشہد میں اسی طرح بیٹھے جیسے دو سجدوں کے درمیاں بیٹھتے ہیں اور آخری تشہد میں (یعنی قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد) حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنے کے بعد مسنون دعا پڑھے۔[4]

قعدۂ اخیرہ میں وہی باتیں سنت ہیں جو قعدۂ اولیٰ میں ہیں لیکن اس میں بائیں سرین پر بیٹھے کہ اب وہ اٹھنے کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ قرار پکڑنے والا ہے۔ بایاں پاؤں اپنے نیچے سے دوسری طرف نکالے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لے اور اگر اسے تکلیف نہ ہو تو انگوٹھے کا سرا قبلہ رخ کر لے۔

ساتواں رکن سلام:

پھر "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ" کہتے ہوئے سلام پھیر دے۔ دائیں طرف اس طرح چہرہ پھیرے کہ اس کے

---

1 ...... احناف کے نزدیک: تعوُّذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے اول میں مسنون ہے فاتحہ کے بعد اگر اول سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا مستحسن ہے، قراءت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بِسْمِ اللّٰہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۵۲۳)

2 ...... احناف کے نزدیک: قعدہ اخیرہ کے علاوہ فرض نماز، سنن مؤکدہ میں درود شریف پڑھنا نہیں اور نوافل، سنن غیر مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں بھی مسنون ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۵۳۴ ۔ ٦٦٧ ملخصاً)

3 ...... احناف کے نزدیک: جب کلمہ لَا کے قریب پہنچے، دہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظِ لَا پر کلمہ کی اُنگلی اٹھائے مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ اِلَّا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۵۰۵)

4 ...... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، الحدیث: ۷۷۱، ص ۳۹۰۔

پیچھے دائیں طرف بیٹھا ہوا شخص اس کے رخسار کو دیکھ سکے پھر اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے اور دوسرے سلام کے ساتھ نماز سے نکلنے کی نیت کرے، پہلے سلام میں دائیں اور دوسرے میں بائیں جانب کے فرشتوں اور مسلمانوں کو سلام کرنے کی نیت کرے۔ سلام میں سنت طریقہ یہ ہے کہ تخفیف کرے زیادہ نہ کھینچے۔[1] **یہ اکیلے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے۔** تکبیریں کہتے ہوئے آواز اتنی بلند کرے کہ خود سن لے۔

امام ومقتدی کے لئے مستحب امور:

امام امامت کی نیت کرے تاکہ فضیلت کو پالے اگر اس نے امامت کی نیت نہ کی اور لوگوں نے اقتدا کی نیت کرلی تو ان کی نماز صحیح ہے اور وہ جماعت کی فضیلت کو پالیں گے۔ اکیلے شخص کی طرح امام بھی ثناء اور تعوُّذ (وتسمیہ) آہستہ پڑھے اور فجر کی دونوں رکعتوں اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت بلند آواز سے پڑھے، تنہا نماز پڑھنے والا بھی اس طرح کرسکتا ہے (لیکن اس پر ان نمازوں میں بلند آواز سے قراءت واجب نہیں)۔ جہری نمازوں (یعنی فجر، مغرب وعشا) میں امام ومقتدی دونوں بلند آواز سے آمین کہیں[2]۔ نیز مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے۔ امام سورۂ فاتحہ کے بعد کچھ سکتہ کرے تاکہ اس کا سانس لوٹ آئے اور مقتدی جہری نمازوں میں اس سکتہ کے دوران سورۂ فاتحہ پڑھے تاکہ امام جب قراءت کرے تو اس کی قراءت سنے مقتدی جہری نمازوں میں قراءت نہ کرے (یعنی کوئی سورت نہ پڑھے) لیکن اگر اس تک امام کی آواز نہ پہنچ رہی ہو تو قراءت کرسکتا ہے[3]۔ امام ومقتدی رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہے[4]۔

---

1 ……سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب حذف السلام، الحدیث۱۰۰۴، ج۱، ص۳۷۵۔

2 ……احناف کے نزدیک: آمین آہستہ آواز میں کہنے کا حکم ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۱، ص۵۰۴)

3 ……احناف کے نزدیک: مقتدی کو نماز میں قراءت جائز نہیں، نہ سورۂ فاتحہ، نہ آیت، نہ سری (یعنی آہستہ قراءت والی) نماز میں نہ جہری (یعنی بلند آواز سے قراءت والی) نماز میں۔ امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(مراقی الفلاح معہ حاشیۃ الطحطاوی، ص۲۲۷)

4 ……احناف کے نزدیک: رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہنا اور مقتدی کے لیے ''اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ'' کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۵۲۷)

امام رکوع وسجود میں تین سے زیادہ تکبیرات نہ کہے اور پہلے (قعدہ میں) تشہد کے بعد ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ'' سے زیادہ کچھ نہ پڑھے[1] اور آخری دو رکعتوں (کے قیام) میں سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرے، لوگوں کو لمبی نماز نہ پڑھائے اور قعدۂ اخیرہ کے تشہد اور درود پاک کی مقدار سے زیادہ لمبی دعا نہ مانگے اور سلام پھیرتے وقت فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کرنے کی نیت کرے اور مقتدی اپنے سلام میں امام کے جواب کی بھی نیت کریں۔

امام بعد سلام کچھ دیر توقف کرے تاکہ لوگ سلام وغیرہ کہہ کر فارغ ہو جائیں پھر امام اپنا چہرہ لوگوں کی طرف کرلے۔ اگر مردوں کے پیچھے نماز میں عورتیں بھی شامل ہوں تو امام کا اتنی دیر ٹھہرنا اولیٰ ہے کہ وہ چلی جائیں۔ جب تک امام کھڑا نہ ہو کوئی مقتدی کھڑا نہ ہو اور امام دائیں یا بائیں جس طرف چاہے رخ پھیر سکتا ہے لیکن دائیں جانب پھرنا زیادہ بہتر ہے۔

امام فجر کی دعائے قنوت میں خاص اپنے لئے دعا نہ مانگے بلکہ یوں کہے: ''اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ہدایت عطا فرما'' امام بلند آواز سے دعائے قنوت پڑھے اور لوگ آمین کہیں اور اپنے ہاتھوں کو سینوں کے برابر اٹھائے رکھیں، دعا کے اختتام پر انہیں چہرے پر پھیرلیں اس وجہ سے کہ اس کے متعلق حدیث منقول ہے ورنہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ تشہد کے بعد والی دعا کی طرح یہاں بھی ہاتھ نہ اُٹھائے جائیں۔

﴿......نورانی لباس......﴾

ایک بزرگ نے اپنے مرحوم بھائی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''کیا زندہ لوگوں کی دعا تم لوگوں کو پہنچتی ہے؟'' تو انہوں نے جواب دیا: ''ہاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ نورانی لباس کی صورت میں آتی ہے اسے ہم پہن لیتے ہیں۔''

(شرح الصدور، ص۳۰۵)

---

1 ...... احناف کے نزدیک: فرض و وتر و سنن رواتب (یعنی سنت مؤکدہ) میں قعدۂ اُولیٰ میں تشہد (یعنی التحیات) پر کچھ نہ بڑھانا واجب ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۵۱۸) (نیز فرض و وتر و سنن رواتب میں بھولے سے) قعدۂ اُولیٰ میں تشہد کے بعد اتنا پڑھا ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' تو سجدۂ سہو واجب ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ درود شریف پڑھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہوئی۔ لہٰذا اگر اتنی دیر تک خاموش رہا جب بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔ (نماز کے احکام، ص۲۷۹)

دوسری فصل: **ممنوعاتِ نماز**

آقائے دو جہاں، محبوب رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز میں دونوں پاؤں ملا کر رکھنے اور ایک پاؤں پر کھڑا ہونے سے منع فرمایا۔[1] نیز ان دس باتوں سے بھی منع فرمایا: (۱)......اقعاء[2] (۲)......سدل[3] (۳)......کف[4] (۴)......اختصار[5] (۵)......صلب[6] (۶)......مواصلہ[7] (۷)......صلاۃ الحاقن[8] (۸)......حاقب[9] (۹)......حاذق[10] (۱۰)......جائع، غضبان و متلثم۔[11]

مذکورہ امور کی تفصیل:

﴿1﴾......**اِقعاء:** اہلِ لغت کے نزدیک اقعاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی سرین پر بیٹھے، گھٹنوں کو کھڑا کر کے ہاتھ زمین پر رکھ دے جیسے کتا بیٹھتا ہے، جبکہ محدثین کے نزدیک اقعاء یہ ہے کہ اپنی پنڈلیوں پر یوں بیٹھے کہ زمین پر صرف پاؤں کی انگلیوں کے سرے اور گھٹنے لگے ہوئے ہوں۔

﴿2﴾......**سَدْل:** اس میں محدثین کا موقف یہ ہے کہ نمازی کپڑا لپیٹ کر ہاتھوں کو اندر داخل کرے اور اسی طرح رکوع و سجود کرے۔ یہود اس طرح عبادت کیا کرتے تھے لہٰذا ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس سے منع کر دیا گیا۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۵۸، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب الصلاة، باب الجلوس بین السجدتین، الحدیث:۸۹۵،۸۹۴، ج۱، ص۴۸۲۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی السدل فی الصلاة، الحدیث:۶۴۳، ج۱، ص۲۵۹۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب اعضاء السجود......الخ، الحدیث:۴۹، ص۲۵۳۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب کراهة الاختصار فی الصلاة، الحدیث:۵۴۵، ص۲۷۶۔

6 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب فی التخصر والاقعاء، الحدیث:۹۰۳، ج۱، ص۳۴۲۔

7 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب مایقال بین تکبیرة الاحرام......الخ، الحدیث:۵۹۸، ص۳۰۲۔

8 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة و سننها، باب ماجاء فی النهی للحاقن ان یصلی، الحدیث:۶۱۷، ج۱، ص۳۴۲۔

9 ......صحیح مسلم، کتاب المساجدومواضع الصلاة، باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام......الخ، الحدیث:۵۶۰، ص۲۸۱۔

10 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۰۔

11 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام......الخ، الحدیث:۵۵۷، ص۲۸۰۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۰۔
سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی السدل فی الصلاة، الحدیث:۶۴۳، ج۱، ص۲۵۹۔

قمیص بھی اسی حکم میں ہے، لہٰذا نمازی کے لئے مناسب نہیں کہ دونوں ہاتھ قمیص میں ڈال ہوئے رکوع وسجود کرے۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ نمازی چادر کا درمیان والا حصہ سر پر رکھے اور اس کے دونوں کنارے دائیں بائیں لٹکا دے انہیں اپنے کندھوں پر نہ رکھے [1]۔ پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

﴿3﴾......**کف:** یعنی سجدے میں جاتے ہوئے آگے یا پیچھے سے کپڑا اٹھانا اور کبھی سر کے بالوں کا جوڑا بنالیا جاتا ہے۔ لہٰذا مرد کو چاہئے کہ سر کے بالوں کو لپیٹے ہوئے نماز نہ پڑھے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کروں اور بالوں اور کپڑوں کو نہ لپیٹوں۔'' [2]

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے نماز میں قمیص کے اوپر چادر باندھنے سے منع فرمایا اور اسے کف (یعنی لپیٹنا یا سمیٹنا) قرار دیا۔

﴿4﴾......**اِختصار:** نمازی کا اپنے ہاتھوں کو کمر پر (یعنی دونوں پہلوؤں کے وسط میں) رکھنا [3]۔

﴿5﴾......**صلب:** حالتِ قیام میں دونوں ہاتھ کمر پر یوں رکھنا کہ بازو جسم سے جدا رہیں۔

﴿6﴾......**مواصلہ:** کے پانچ طریقے ہیں:

دو کا تعلق امام کے ساتھ ہے: (۱)......امام قراءَت کو تکبیرِ تحریمہ سے نہ ملائے (۲)......نہ ہی رکوع کو قراءَت سے ملائے۔ دو کا تعلق مقتدی کے ساتھ ہے: (۱)......مقتدی تکبیرِ تحریمہ کو امام کی تکبیر کے ساتھ نہ ملائے (۲)......نہ

---

1 ...... دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 499 صفحات پر مشتمل کتاب نماز کے احکام صفحہ 247 پر ہے: سدل یعنی کپڑا لٹکانا۔ مثلاً سر یا کندھے پر اس طرح سے چادر یا رومال وغیرہ ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں! اگر ایک کنارہ دوسرے کندھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں۔ آج کل بعض لوگ ایک کندھے پر اس طرح رومال رکھتے ہیں کہ اس کا ایک سرا پیٹ پر لٹک رہا ہوتا ہے اور دوسرا پیٹھ پر اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب اعضاء السجود......الخ، الحدیث: ۴۹، ص ۲۵۳، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

3 ...... نماز کے احکام صفحہ 251 پر ہے: کمر پر ہاتھ رکھنا (مکروہ تحریمی ہے۔) نماز کے علاوہ بھی (بلا عذر) کمر پر (یعنی دونوں پہلوؤں کے وسط میں) ہاتھ نہیں رکھنا چاہئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں، ''کمر پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہے'' یعنی یہ یہودیوں کا فعل ہے کہ وہ جہنمی ہیں ورنہ جہنمیوں کیلئے جہنم میں کیا راحت ہے!۔

ہی اپنے سلام کو اس کے سلام کے ساتھ ملائے۔

ایک کا تعلق دونوں کے ساتھ ہے یعنی فرض نماز میں ایک سلام کو دوسرے سلام کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ دونوں کے درمیان تھوڑا سا وقفہ کرلیا جائے (تاکہ دونوں میں فرق ہوجائے)۔

﴿7﴾......**حاقن:** جسے شدت کا پیشاب آرہا ہو۔

﴿8﴾......**حاقب:** جسے پاخانے کی شدید حاجت ہو[1]۔

﴿9﴾......**حاذق:** تنگ موزے پہن کر نماز پڑھنے والا۔ یہ سب چیزیں چونکہ خشوع میں رکاوٹ بنتی ہیں (لہٰذا ان حالتوں میں نماز پڑھنا بھی ممنوع ہے)۔

﴿10﴾......**جائع اور عطشان:** بھوک اور پیاس کی شدت کا بھی یہی حکم ہے (کہ اس حالت میں نماز پڑھنا بھی ممنوع ہے)۔ بھوک کی شدت میں نماز کی ممانعت حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے سمجھی گئی ہے کہ "جب کھانا حاضر ہو اور نماز کھڑی ہوجائے تو پہلے کھانا کھاؤ مگر یہ کہ جب وقت تنگ ہو یا دل مطمئن ہو (تو پہلے نماز پڑھو)۔"[2]

ایک روایت میں ہے کہ "نہ تو تم میں سے کوئی حالتِ اضطراب میں نماز شروع کرے اور نہ ہی غصے کی حالت میں نماز پڑھے۔"[3]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جو نماز حضورِ قلب کے ساتھ نہ پڑھی جائے اس کی سزا جلد ملتی ہے۔"[4]

---

1 ...... نماز کے احکام صفحہ 248 پر ہے: پیشاب، پاخانہ یا ریح کی شدت ہونا۔ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے ہی شدت ہو تو وقت میں وسعت ہونے کی صورت میں نماز شروع کرنا ہی گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسا ہے کہ فراغت اور وضو کے بعد نماز کا وقت ختم ہوجائے گا تو نماز پڑھ لیجئے۔ اور اگر دورانِ نماز یہ حالت پیدا ہوئی تو اگر وقت میں گنجائش ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے اگر اسی طرح پڑھ لی تو گنہگار ہوں گے۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام......الخ، الحدیث:۵۵۹، ص۲۸۰۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۰۔

صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام......الخ، الحدیث:۵۵۹، ص۲۸۰۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۰۔

نماز میں سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں:

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ نماز میں سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں:

(۱)......نکسیر پھوٹنا (۲)......اُونگھ آنا (۳)......وسوسہ آنا (۴)......جماہی آنا (۵)......کھجانا (۶)......اِدھر اُدھر توجُّہ کرنا اور (۷)......کسی چیز سے کھیلنا۔ [1]

بعض نے بھولنے اور شک میں پڑنے کا بھی اضافہ کیا ہے۔ [2]

نماز میں چار چیزیں ظلم سے ہیں:

بعض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''نماز میں چار چیزیں ظلم سے ہیں: (۱)......ادھر ادھر متوجِّہ ہونا (۲)......چہرے پر ہاتھ پھیرنا (۳)......کنکریوں کا برابر کرنا اور (۴)......راستے میں ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے سے کوئی گزر سکتا ہو۔''[3] نیز اُنگلیوں میں اُنگلیاں ڈالنا،[4] یا انگلیاں چٹخانا[5]،[6] یا چہرہ ڈھانپنا،[7] یا رکوع میں ایک

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۰۔

2 ......المرجع السابق۔ 3 ......المرجع السابق۔

4 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث کعب بن عجرة، الحدیث:۱۸۱۵۳، ج۶، ص۳۲۵۔

5 ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 499 صفحات پر مشتمل کتاب نماز کے احکام صفحہ 249 پر شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطاؔر قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه نقل فرماتے ہیں: خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں، ابن ماجہ کی روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا، ''نماز میں اپنی انگلیاں نہ چٹخایا کرو۔'' (سنن ابن ماجه، ج۱ ص۵۱۴ حدیث۹۶۵) مجتبیٰ کے حوالے سے نقل کیا، سلطانِ دوجہاں، شہنشاہ کون ومکان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ''انتظارِ نماز کے دوران انگلیاں چٹخانے سے منع فرمایا۔'' مزید ایک روایت میں ہے، ''نماز کیلئے جاتے ہوئے اُنگلیاں چٹخانے سے منع فرمایا۔'' ان احادیث مبارکہ سے یہ تین احکام ثابت ہوئے (الف) نماز کے دوران اور توابعِ نماز میں مثلاً نماز کیلئے جاتے ہوئے نماز کا انتظار کرتے ہوئے انگلیاں چٹخانا **مکروہ تحریمی** ہے (ب) خارجِ نماز (یعنی توابعِ نماز میں بھی نہ ہو) میں بغیر حاجت کے اُنگلیاں چٹخانا **مکروہ تنزیہی** ہے (ج) خارجِ نماز میں کسی حاجت کے سبب مثلاً انگلیوں کو آرام دینے کیلئے انگلیاں چٹخانا مباح (یعنی بلا کراہت جائز) ہے۔

6 ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب مایکره فی الصلاة، الحدیث:۹۶۵، ج۱، ص۵۱۴۔

7 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی السدل فی الصلاة، الحدیث:۶۴۳، ج۱، ص۲۵۹۔

ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر رانوں کے درمیان داخل کرنا بھی منع ہے [1] کہ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرماتے ہیں: ''ہم اس طرح کیا کرتے تھے تو ہمیں اس سے منع کر دیا گیا۔'' [2] یونہی سجدہ کرتے ہوئے صفائی کی غرض سے زمین پر پھونکنا اور ہاتھ سے کنکریاں برابر کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ ایسے افعال ہیں کہ جن سے دوران نماز بندہ مستغنی ہے۔ اسی طرح ایک پاؤں اٹھا کر ران پر رکھنا بھی منع ہے۔ قیام کی حالت میں دیوار یا کسی اور چیز سے سہارا لینا بھی منع ہے۔ اگر کسی ایسی چیز سے سہارا لیا کہ جسے ہٹانے سے نمازی گر جائے تو ظاہر یہ ہے کہ نماز باطل ہو جائے گی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

تیسری فصل: فرائض وسنن میں فرق

مذکور کلام فرضوں، سنتوں، مستحبات اور آداب پر مشتمل ہے ان کا لحاظ رکھنا راہِ آخرت کا ارادہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے۔

نماز کے فرائض:

نماز میں بارہ فرض ہیں [3]: (۱)......نیت (۲)......تکبیرِ تحریمہ (۳)......قیام (۴)......سورۂ فاتحہ (۵)......رکوع میں اتنا جھکنا کہ ہتھیلیاں گھٹنوں تک پہنچ جائیں (۶)......اطمینان سے رکوع کرنا (۷)......رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا (۸)......اطمینان سے سجدہ کرنا، ہاتھوں کا رکھنا ضروری نہیں (۹)......سجدے کے بعد اطمینان سے بیٹھ جانا (۱۰)......قعدہ اخیرہ کے لئے بیٹھنا اور تشہد پڑھنا (۱۱)......حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود پاک پڑھنا اور (۱۲)...... پہلا سلام۔ نماز سے باہر ہونے کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

ان کے علاوہ امور واجب نہیں بلکہ یا تو وہ سنتیں ہیں یا مستحبات۔

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الندب الی وضع الایدی......الخ، الحدیث: ۵۳، ص ۲۷۱۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الندب الی وضع الایدی......الخ، الحدیث: ۵۳، ص ۲۷۲۔

3 ......احناف کے نزدیک نماز میں سات فرض ہیں۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 507 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: سات چیزیں نماز میں فرض ہیں:
(۱)......تکبیرِ تحریمہ (۲)......قیام (۳)......قراءت (۴)......رکوع (۵)......سجدہ (۶)......قعدہ اخیرہ (۷)......خُرُوج بِصُنْعِہٖ۔

نماز کی سنتیں:

فعلی سنتیں چار ہیں: (۱)......تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھ اٹھانا (۲، ۳)......رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنا (اس پر حاشیہ صفحہ 481 پر گزر چکا ہے) اور (۴)...... پہلے تشہد کے لئے بیٹھنا (یعنی قعدہ اولیٰ)[1] بہر حال تشہد میں انگلیاں پھیلانے کی کیفیت اور انہیں اٹھانے کی مقدار جو ہم نے ذکر کی یہ مستحب اور سنت کے تابع ہے۔ پاؤں پھیلانا اور سرین پر بیٹھنا جلسے کے تابع اور مستحب ہے۔ سر جھکانا، اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہونا قیام کے مستحبات اور اس کی خوبصورتی میں سے ہے۔ (پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد کچھ دیر) استراحت کے لئے بیٹھنے کو ہم نے فعلی سنتوں میں شمار نہیں کیا کیونکہ یہ سجدے سے قیام کی طرف اٹھنے کی بہتری کے لئے ہے نیز یہ فی نفسہٖ مقصود نہیں اسی لئے ہم نے اسے علیحدہ ذکر نہیں کیا۔

اذکار کی سنتیں:

قولی سنتیں درجہ ذیل ہیں: ثناء و تعوذ پڑھنا، اٰمین کہنا سنت مؤکدہ میں سے ہیں، سورت پڑھنا، تکبیرات انتقال کہنا، رکوع و سجود میں تسبیحات پڑھنا نیز رکوع و سجود سے اٹھ کر تسبیح کہنا (رکوع سے اٹھ کر رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور دو سجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْلِی پڑھنا)، پہلا قعدہ کرنا، اس میں حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنا، آخری تشہد کے آخر میں دعا پڑھنا اور دوسرا سلام پھیرنا۔ اگرچہ ہم نے انہیں سنت کے تحت ذکر کر دیا ہے لیکن ان کے متفرق درجے ہیں کیونکہ ان میں سے چار وہ ہیں کہ جن کا تدارک سجدۂ سہو سے کیا جاتا ہے (یعنی ان کے رہ جانے یا ان میں تاخیر ہو جانے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے۔ وہ چار یہ ہیں: (۱) قعدۂ اُولیٰ (۲) دعائے قنوت (۳) پہلا تشہد اور (۴) اس میں درود پاک پڑھنا)۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

سنتوں اور فرائض میں تو فرق سمجھ میں آتا ہے کہ فرض کے چھوٹنے سے صحت (نماز) فوت ہوتی ہے جبکہ سنت کے چھوٹنے سے (نماز کی صحت پر) کوئی فرق نہیں پڑتا، نیز فرض چھوڑنے پر عذاب کی وعید ہے جبکہ سنت کا معاملہ ایسا نہیں۔

---

[1]......احناف کے نزدیک: قعدۂ اُولیٰ واجب ہے اگرچہ نماز نفل ہو۔ (نماز کے احکام، ص۲۱۹)

لیکن سنتوں کے مابین فرق سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ تمام سنتوں پر عمل کا حکم استحبابی ہے، نیز انہیں چھوڑنے پر عذاب نہیں، البتہ ان پر عمل کی صورت میں ثواب کی بشارت ہے، پھر ان میں فرق کرنے کا کیا معنی؟ جان لیجئے! کہ مختلف سنتوں کا ثواب وعذاب اور استحباب میں مشترک ہونا ان کے باہمی فرق کو ختم نہیں کرتا۔ اس کی وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ **مثال:** انسان دو وجہ سے ہی کامل ہوتا ہے: (۱)......امر باطن (۲)......اعضائے ظاہر۔ باطن سے روح وحیات اور ظاہر سے اعضائے جسم مراد ہیں۔

اعضائے جسم کے درجات:

اعضائے جسم کے چار درجے ہیں: (۱)......بعض ایسے ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے انسان ختم ہوجاتا ہے۔ جیسے دل، جگر، دماغ کہ ان میں سے ہر ایک عضو کے ختم ہونے سے زندگی ختم ہوجاتی ہے۔ (۲)......بعض وہ ہیں کہ جن کے ختم ہونے سے زندگی تو ختم نہیں ہوتی مگر مقصد حیات فوت ہوجاتا ہے۔ جیسے آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان۔ (۳)......بعض وہ ہیں کہ جن کے نہ ہونے سے نہ تو حیات ختم ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا مقصد فوت ہوتا ہے مگر ظاہری حسن ختم ہوجاتا ہے۔ جیسے ابرو، داڑھی، پلکیں اور حسین رنگت۔ (۴)......بعض وہ ہیں کہ جن سے حسن وجمال ختم تو نہیں ہوتا لیکن اس کے کمال میں فرق آجاتا ہے۔ جیسے ابروؤں کا ٹیڑھا ہونا، پلکوں اور داڑھی کے بالوں کی سیاہی کا ختم ہونا، اعضاء کی بناوٹ میں فرق آنا اور سفید رنگ میں سرخ رنگ کا مل جانا، یہ مختلف درجات ہیں۔

اسی طرح عبادت کی شریعت نے ایک صورت بنائی ہے جس پر عمل کرکے ہم اسے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ عبادت کی روح اور باطنی زندگی خشوع وخضوع، نیت، یکسوئی، اخلاص وغیرہ ہے جس کا بیان عنقریب آئے گا۔ اب ہم (اعضائے جسم کی طرح) عبادت کے ظاہری ارکان بیان کریں گے۔

عبادت کے ظاہری ارکان:

رکوع، سجود، قیام اور تمام ارکان دل، سر اور جگر کے قائم مقام ہیں کیونکہ ان کے فوت ہونے سے نماز کا وجود ہی ختم ہوجاتا ہے۔ رفع یدین (یعنی ہاتھ اٹھانا)، ثنا اور پہلا قعدہ ہاتھ، آنکھ اور پاؤں کے قائم مقام ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے نماز کی صحت میں فرق نہیں آتا جیسے ان اعضاء کے ختم ہونے سے زندگی تو ختم نہیں ہوتی لیکن انسان بدنما ہوجاتا

ہے اس میں رغبت نہیں رہتی، اسی طرح جو شخص نماز میں کم از کم بات پر اکتفا کرے وہ اس کی طرح ہے جو کسی بادشاہ کو زندہ غلام بطورِ تحفہ پیش کرے لیکن اس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں۔ جہاں تک مستحبات کا معاملہ ہے تو وہ سنتوں کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا وہ ابرو، داڑھی، پلکوں اور خوبصورتی کے قائم مقام ہیں اور ان سنتوں میں اذکار حسنِ نماز کی تکمیل کے لئے ہیں جیسے ابرو اور داڑھی کی گولائی۔ پس اے بندے! نماز تیری عبادت اور ایسا تحفہ ہے کہ جس کے ذریعے تجھے بادشاہوں کے بادشاہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کا قرب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ وہ شخص جو بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اسے غلام تحفہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ (نماز کا) تحفہ جو تُو بارگاہِ ربّ العزت میں پیش کرتا ہے، بڑی پیشی (یعنی قیامت) کے دن تجھے لوٹا دیا جائے گا اب تجھے اختیار ہے کہ اسے اچھی صورت میں پیش کر یا بری شکل میں، اگر اچھی صورت میں پیش کرے گا تو تجھے ہی فائدہ ہوگا اور اگر بری صورت میں پیش کرے گا تو تیرا ہی نقصان ہوگا۔ لہٰذا تیرے لئے مناسب نہیں کہ تو فقہ سے اتنا ہی حصہ پائے جو تیرے لئے فرض و سنت میں فرق کردے اور تو سنت کے متعلق اتنی ہی بات سمجھے کہ فلاں چیز کا چھوڑنا جائز ہے اور تو اسے چھوڑ دے۔ یہ تو طبیب کے اس قول کے مشابہ ہوگا کہ آنکھ پھوڑ دینے سے انسان کا وجود باطل نہیں ہوتا اور وہ اس بات سے قطع نظر کر لیتا ہے کہ اگر بادشاہ کی خدمت میں ایسا تحفہ پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا۔ پس سنتوں، مستحبات اور آداب کے درجات کو یونہی سمجھنا چاہیے۔

نمازی کا سب سے پہلا دشمن:

جو نمازی نماز کے رکوع و سجود کو کامل طور پر ادا نہ کرے تو (بروز قیامت) اس کا سب سے پہلا دشمن وہی نماز ہوگی اور کہے گی: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا۔''[1] نیز ان روایات کا مطالعہ بھی کرو جو ہم نے ارکانِ نماز کی تکمیل کے حوالے سے پیش کی ہیں تاکہ تمہارے سامنے ان کی اہمیت واضح ہو جائے۔

❀❀❀❀❀❀

[1]......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلاۃ، فصل تحسین الصلاۃ و الاکثار منھا لیلا......الخ، الحدیث: ۳۱۴۰، ج۳، ص۱۴۳۔

باب نمبر3: **اعمال قلب کی باطنی شرائط**

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔اس میں اولاً ہم نماز کو خشوع وخضوع اور یکسوئی کے ساتھ ادا کرنے کے متعلق ذکر کریں گے۔ پھر باطنی معانی، ان کی تعریفات اور اسباب وعلاج بیان کریں گے۔ پھر تفصیلاً وہ امور ذکر کریں گے جن کا نماز کے ہر رکن میں پایا جانا ضروری ہے تا کہ نماز آخرت کا سرمایہ بن سکے۔

پہلی فصل: **خشوع، خضوع اور حضورِ قلب کی شرائط**

جان لیجئے کہ خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے کے کئی دلائل ہیں۔

خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے سے متعلق تین فرامین باری تعالیٰ:

﴿۱﴾

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ (پ۱۶،طٰہٰ:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

اس میں صیغۂ امر ہے جو ظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے اور غفلت ذکر کا متضاد ہے۔لہٰذا جو پوری نماز میں غافل رہے وہ نماز کو ذکرِ الٰہی کے ساتھ قائم کرنے والا کیسے ہوسکتا ہے؟

﴿۲﴾

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ (پ۹،الاعراف:۲۰۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور غافلوں میں نہ ہونا۔

اس میں صیغۂ نہی ہے جو ظاہر حرمت پر دلالت کرتا ہے (یعنی ذکرِ الٰہی سے غفلت برتنا حرام ہے)۔

﴿۳﴾

حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (پ۵،النسآء:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔

اس میں حالت نشہ میں نماز سے منع کرنے کی علت بیان کی گئی ہے۔ یہ علت اسے بھی شامل ہے جو غافل اور وسوسوں اور دنیا کی فکروں میں ڈوبا ہوا ہو۔

خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے سے متعلق چار فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾......نماز سکون اور عاجزی کا نام ہے۔ (1)

---

1 ......سنن الترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاة، الحدیث:۳۸۵، ج۱، ص۳۹۴، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

اس میں لفظِ **اَلصَّلٰوۃ** پر **الف لام** بیانِ حصر کے لئے ہے اور کلمہ **اِنَّمَا** تحقیق اور تاکید کے لئے ہے اور فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے اس فرمانِ مصطفیٰ کہ ”شفعہ کا حق غیر منقسم (یعنی تقسیم نہ ہونے والی) جائیداد میں ہے۔“[1] سے حصر، اثبات اور نفی کا مفہوم سمجھا ہے۔

﴿2﴾...... جسے اس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہ روکے تو اس سے اس کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دوری میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔[2]

اور غافل کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے نہیں روکتی۔

﴿3﴾...... کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ جنہیں نماز سے سوائے تھکاوٹ اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔[3]

اس سے آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی مراد غافل نمازی ہیں۔

﴿4﴾...... بندے کے لئے نماز میں سے وہی ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرے۔[4]

اس میں تحقیق یہ ہے کہ نمازی اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرنے والا ہے۔[5] جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور غفلت والا کلام قطعاً مناجات نہیں ہوسکتا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ مثال کے طور پر اگر انسان زکوٰۃ سے غفلت برتے جو کہ بذاتِ خود خواہشات کے مخالف اور نفس پر گراں ہے، اسی طرح روزہ اعضاء کو کمزور کرنے والا اور خواہشات جو کہ شیطان کا آلہ ہے کی بلندیوں کو توڑنے والا ہے تو غفلت کے باوجود ان سے مقصد حاصل ہوجاتا ہے، اسی طرح حج کے افعال مشقت طلب اور سخت ہیں اور اس میں ایسا مجاہدہ ہے جس میں تکلیف ہوتی ہے خواہ اس کے افعال ادا کرتے ہوئے دل حاضر ہو یا نہ ہو؟ جبکہ نماز میں ذکر، تلاوت، رکوع، سجود، قیام، قعود کی ادائیگی ہے۔

1 ......صحیح البخاری، کتاب الشفعة، باب الشفعة فیما لم یقسم......الخ، الحدیث: ٢٢٥٧، ج٢، ص ٦١، مفهومًا۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الصلاة، الحدیث: ٢٠٠٧٩، ج٧، ص ٢١٢۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الغیبة والرفث للصائم، الحدیث: ١٦٩٠، ج٢، ص ٣٢٠۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج٢، ص ١٧٠۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهی عن البصاق فی المسجد......الخ، الحدیث: ٥٥١، ص ٢٧٩۔

نماز میں قراءت واذکار سے مقصود:

ذکر جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے گفتگو اور دعا کا نام ہے اس سے مقصود یا تو کلام اور گفتگو کرنا ہے یا حروف اور آوازیں ہیں تاکہ زبان کی عمل کے ذریعے آزمائش ہو، جیسے روزے میں معدے (کو کھانے پینے) اور شرمگاہ کو (نفسانی خواہشات سے) روکنے سے امتحان لیا جاتا، حج کی مشقتوں سے جسم کا امتحان لیا جاتا، زکوٰۃ نکالنے اور محبوب مال کو جدا کرنے سے دل کا امتحان لیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز میں ایسا تصور باطل ہے کہ ذکر سے حروف وآواز کے ذریعے زبان کا امتحان مقصود ہے کیونکہ بیہودہ گفتگو کے ساتھ زبان کو حرکت دینا غافل آدمی پر بہت آسان ہے، نیز اس میں عمل کے اعتبار سے بھی کوئی امتحان نہیں بلکہ ادائیگی کے اعتبار سے حروف اور بولتے وقت مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ حضورِ قلب کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا جب دل ہی غافل ہوگا تو ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ (الفاتحۃ:۵) ترجمۂ کنزالایمان: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔'' میں کیا سوال کرے گا؟ اور جب مقصد گریہ وزاری کرنا اور دعا مانگنا نہ ہو تو انسان کو غفلت کے ساتھ زبان کو حرکت دینے میں کون سی مشقت ہے خصوصاً جبکہ وہ بولنے کا عادی ہو۔ یہ اذکار کے متعلق وضاحت ہے۔

(سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی وضاحت کے طور پر مزید فرماتے ہیں:) بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر انسان قسم اٹھائے اور کہے: میں فلاں کا شکر ادا کروں گا، اس کی تعریف کروں گا اور اس سے حاجت بیان کروں گا؟ پھر نیند کی حالت میں اس کی زبان پر ان معانی پر دلالت کرنے والے الفاظ جاری ہو جائیں تو وہ اپنی قسم سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔ اگر اس کی زبان پر تاریکی میں یہ کلمات جاری ہوئے اور دوسرا شخص بھی موجود ہے مگر اسے اس کی موجودگی کا علم نہیں اور نہ ہی یہ اسے دیکھ رہا ہے تو بھی قسم سے بری نہ ہوگا کیونکہ جب تک وہ اس کے دل میں حاضر نہ ہوگا اس کا کلام اس سے خطاب اور اس کے ساتھ گفتگو قرار نہیں پائے گا۔ اسی طرح اگر وہ شخص اس کی موجودگی میں دن کی روشنی میں یہ الفاظ اپنی زبان پر لاتا ہے لیکن اس کا دل حاضر نہیں بلکہ کسی سوچ میں گم ہونے کی وجہ سے غافل ہے اور بولتے وقت اس سے گفتگو کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر بھی یہ اپنی قسم سے بریٔ الذمہ نہیں ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قراءت اور اذکار سے مقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء، اس کی بارگاہ میں اظہارِ عاجزی اور دُعا کرنا ہے، اس کا مخاطب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور اس کا دل حجابِ غفلت میں ہے تو یہ اُسے نہیں دیکھ سکتا بلکہ یہ تو مخاطب

ذات سے بھی غافل ہے، اس کی زبان تو عادتاً حرکت کر رہی ہے اور یہ بات نماز کے مقصود سے کس قدر دُور ہے کہ اس کے فرض کرنے کا مقصد ہی دل کی صفائی، ذکرِ الٰہی کی تجدید اور اس پر ایمان کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ قراءَت اور ذکر کا حکم ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بولنے میں اس خاصیت کے انکار اور اسے فعل سے جدا کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔

رکوع وسجود سے مقصود:

رکوع وسجود سے یقیناً تعظیم مقصود ہے اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ وہ اپنے فعل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کر رہا ہے مگر اس سے غافل ہے تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ کسی بت کی تعظیم کر رہا ہے جو اس کے سامنے ہے اور وہ خود اس سے غافل ہے۔ یا وہ کسی دیوار کی تعظیم کر رہا ہے جو اس کے سامنے ہے اور یہ اس سے غافل ہے۔ جب یہ افعال تعظیم سے خارج ہو گئے تو یہ محض پیٹھ اور کمر کی حرکت رہ جائے گی اور اس میں کوئی ایسی مشقت بھی نہیں کہ اس سے امتحان لیا جائے اور اسے دین کا ستون اور اسلام و کفر کے درمیان فرق کرنے والی قرار دیا جائے۔ نیز اسے حج اور تمام عبادات پر مقدّم کیا جائے خصوصاً اسے چھوڑنے پر قتل واجب قرار دیا جائے۔

(سیِّدُ نا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) نماز کی یہ تمام عظمت اس کے ظاہری اعمال کے اعتبار سے نہیں بلکہ یہ عظمت اس وجہ سے ہے کہ مناجات کا مقصد اس سے ملا ہوا ہے کیونکہ یہ روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ پر فوقیت رکھتی ہے بلکہ قربانیوں پر بھی فوقیت رکھتی ہے جو کہ مال کی کمی کے ذریعے نفس کا مجاہدہ ہے۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُہَا وَ لَا دِمَآؤُہَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ؕ (پ ۱۷، الحج: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کو ہرگز نہ گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں! تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

اس میں تقویٰ سے مراد وہ صفت ہے جو دل پر غالب ہو کر اسے مطلوبہ اَحکام پر عمل کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے۔ لہٰذا نماز میں یہ کیفیت کیسے ہوگی جبکہ اس میں افعال سے تو کچھ غرض ہی نہیں؟ پس بااعتبارِ معنی کے یہ کلام حضورِ قلب کے شرط ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ نماز کے باطل ہونے کا حکم لگائیں اور حضورِ قلب کو اس کے صحیح ہونے کے لئے شرط قرار دیں تو آپ

اجماعِ فقہا کی خلاف ورزی کرنے والے ہوں گے کیونکہ انہوں نے صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت حضورِ قلب کو شرط قرار دیا ہے؟ جان لیجئے! کتاب العلم میں گزر چکا ہے کہ فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام باطن میں تصرُّف نہیں فرماتے اور دلوں کو چیر کر نہیں دیکھتے اور نہ ہی راہِ آخرت میں تصرُّف کرتے ہیں بلکہ اعضاء کے ظاہری احوال کے مطابق احکامِ دین بیان کرتے ہیں نیز قتل اور حاکمِ وقت کی تعزیر کے ساقط ہونے کے لئے ظاہری اعمال کافی ہیں۔ رہی یہ بات کہ کیا یہ عمل آخرت میں نفع دے گا (یا نہیں) تو یہ معاملہ فقہ کی حدود سے باہر ہے اور اجماع کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا (کیونکہ اس مسئلے میں فقہا کا اختلاف موجود ہے)۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو طالب مکی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَلِی نے حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْكَافِی کے حوالے سے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”جو خشوع وخضوع سے نماز نہیں پڑھتا اس کی نماز فاسد ہے۔“ (1)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو نماز حضورِ قلب کے ساتھ نہ پڑھی جائے اس کی سزا جلد ملتی ہے۔“ (2)

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ”جو حالتِ نماز میں دائیں بائیں والے کو قصداً پہچانے اس کی کوئی نماز نہیں۔“ (3)

حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بندہ نماز پڑھتا رہتا ہے مگر اس کے لئے اس کا چھٹا یا دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا۔ بے شک بندے کے لئے اس کی نماز میں سے وہی لکھا جاتا ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرے۔“ (4)

اور اگر یہ بات کسی امام سے منقول ہوتی تو اسے مذہب ٹھہرالیا جاتا لیکن اب اس سے کیوں دلیل نہیں پکڑی جاتی؟

1 ……قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام……الخ، ج۲، ص۱۶۱۔

2 ……المرجع السابق، ص۱۷۰۔ 3 ……المرجع السابق، ص۱۶۱۔

4 ……سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی نقصان الصلاۃ، الحدیث: ۷۹۶، ج۱، ص۳۰۶۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام……الخ، ج۲، ص۱۶۹۔۱۷۰۔

حضرت سیِّدُنا عبدالواحد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''علما کا اس پر اجماع ہے کہ بندے کے لئے اس کی نماز میں سے وہی کچھ ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرے۔ انہوں نے حضورِ قلب کو اجماع قرار دے دیا۔ نیز پرہیزگار فقہا اور علمائے آخرت رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے اس قسم کی باتیں اس قدر منقول ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

حق یہ ہے کہ اس (یعنی خشوع وحضورِ قلب کے) معاملے میں شرعی دلائل اور احادیث و آثار کی طرف رجوع کیا جائے اور اسے شرط قرار دینے کے متعلق واضح احادیث موجود ہیں (ہاں اتنا ضرور ہے) کہ ظاہری تکلیف میں فتویٰ مقامِ مخلوق کے تصوُّر کے مطابق ٹھہرالیا جاتا ہے۔ لہٰذا لوگوں پر پوری نماز میں دل کو حاضر کرنے کی شرط لگانا ممکن نہیں کیونکہ اس سے سوائے چند لوگوں کے ہر انسان عاجز ہے اور جب ضرورت کے تحت پوری نماز میں حضوریٔ قلب کو شرط قرار دینا ممکن نہیں تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسے ایسی شرط قرار دیا جائے جس پر حضوریٔ قلب کا نام صادق آجائے اگرچہ لمحہ بھر کے لئے ہو اور (اس میں) سب سے بہتر تکبیر تحریمہ کہنے کا مرحلہ ہے۔ پس ہم نے تکبیر تحریمہ کے وقت حضورِ قلب کو لازم قرار دیا۔ نیز اس کے ساتھ ہم امید رکھتے ہیں کہ پوری نماز میں غافل رہنے والے کا حال بالکل نہ پڑھنے والے کی مثل نہیں کیونکہ وہ ظاہراً فعل کو ادا کرنے والا اور لمحہ بھر دل کو حاضر کرنے والا ہے اور یہ کیسے نہ ہوگا حالانکہ جو شخص بھولے سے بے وضو نماز پڑھتا ہے اس کی نماز اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک باطل ہے لیکن اسے اپنے فعل، قصور اور عذر کے مطابق اجر ملے گا۔ نیز اس امید کے ساتھ ساتھ یہ بھی خوف ہے کہ نماز میں سستی کرنے والے کا حال نماز نہ پڑھنے والے کے حال سے بھی برا ہو اور یہ کیونکر نہ ہو کہ جو بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر سستی کرتا، غافل اور حقیر سمجھنے والوں جیسا کلام کرتا ہے اس کا حال اس سے بھی بدتر ہے جو خدمت میں حاضر ہی نہیں ہوتا۔ پس جب خوف ورجا کے اسباب متعارض ہوگئے اور معاملہ فی نفسہٖ خطرناک ہوگیا تو اب تمہیں سستی برتنے یا احتیاط کرنے میں اختیار ہے۔ نیز فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے غفلت میں نماز پڑھنے کے جواز کا جو فتویٰ دیا اس کی مخالفت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ فتویٰ کی ضرورت میں سے ہے جیسا کہ اس پر تنبیہ گزر چکی ہے۔ جس نے نماز کے باطن کو جان لیا وہ یہ بات بھی جان لے گا کہ غفلت اس کی متضاد چیز ہے لیکن ''قَوَاعِدُ الْعَقَائِد'' کے باب میں علمِ باطن اور ظاہر کے درمیان فرق کے بیان میں ہم ذکر کرچکے ہیں کہ شریعت کے جو اسرار ظاہر ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کی تصریح سے مانع (یعنی وضاحت میں رکاوٹ بننے والے) اسباب میں سے ایک سبب لوگوں کی سمجھ کی کمی ہے۔ لہٰذا ہم اسی قدر بحث پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ

راہِ آخرت کے طالب کے لئے اتنی مقدار ہی کافی ہے جبکہ جھگڑا وجدال کرنے والے سے ہم گفتگو نہیں کرنا چاہتے۔

حاصل کلام:

دل کی حاضری نماز کی روح ہے اور کم از کم مقدار جس سے روح باقی رہے وہ تکبیر تحریمہ کے وقت دل کا حاضر ہونا ہے اور اس قدر سے بھی کم ہو تو ہلاکت ہے۔ اس سے زیادہ جس قدر حضورِ قلب ہوگا اسی قدر روح نماز کے اجزاء میں پھیلے گی اور کتنے ہی زندہ لوگ ہیں جو حرکت نہیں کر سکتے وہ مردوں کے قریب ہیں۔ پس تکبیر تحریمہ کے علاوہ غافل اس زندہ کی مثل ہے جس میں حرکت نہیں۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھی مدد کے طلبگار ہیں۔

دوسری فصل: نماز مکمل کرنے والے باطنی امور

جان لیجئے کہ ان خوبیوں کے لئے زیادہ عبارتوں کی ضرورت ہے لیکن انہیں چھ جملوں میں جمع کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱)......حضورِ قلب (۲)......فہم (۳)......تعظیم (۴)......ہیبت (۵)......رجا اور (۶)......حیا۔ پہلے ہم ان کی تفصیل ذکر کریں گے، پھر ان کے اسباب اور علاج بیان کریں گے۔

ان امور کی تفصیل:

﴿1﴾......**حضورِ قلب:** اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ جو کام کر رہا ہے یا جو کچھ بول رہا ہے اس کے سوا دوسری چیزوں سے دل فارغ ہو اور دل کو قول و فعل دونوں کا علم ہو اور دونوں کے علاوہ کسی چیز کی فکر نہ ہو۔ جس کام میں بندہ مصروف ہے اس کی فکر اس سے دوسری طرف نہ جائے۔ جس کام میں وہ لگا ہوا ہے اس کے دل میں اسی کی یاد ہو اور اس سے متعلقہ کسی چیز سے غافل نہ ہو تو حضورِ قلب حاصل ہو جائے گا۔

﴿2﴾......**معنیٔ کلام کو سمجھنا:** یہ حضورِ قلب کے علاوہ دوسرا امر ہے کہ بسا اوقات دل لفظوں کے ساتھ تو حاضر ہوتا ہے مگر ان کے معنوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا۔ **فہم** سے ہماری مراد دل میں لفظ کے معنی کا حاضر ہونا ہے اور یہ ایسا مقام ہے جس میں لوگ مختلف ہیں کیونکہ تسبیحات و قرآنی آیات کے معانی سمجھنے کے معاملے میں لوگ ایک جیسے نہیں۔ نیز کتنے ہی لطیف معانی ایسے ہوتے ہیں جنہیں نمازی حالتِ نماز میں ہی سمجھتا ہے حالانکہ وہ اس کے دل میں پہلے کبھی نہیں گزرے ہوتے۔ اسی وجہ سے نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے کیونکہ اس سے کئی امور سمجھ میں آتے ہیں

اور یہ اُمور یقیناً بے حیائی سے بچاتے ہیں۔

﴿3﴾......**تعظیم:** یہ حضورِ قلب اور فہم کے علاوہ تیسری چیز ہے کیونکہ آدمی اپنے غلام سے کلام کر رہا ہوتا ہے، اس کا دل بھی حاضر ہوتا ہے اور معنی بھی سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن وہ غلام کی تعظیم نہیں کر رہا ہوتا پس تعظیم مذکورہ دونوں پر زائد چیز ہے۔

﴿4﴾......**ہیبت:** یہ تعظیم سے بھی بڑھ کر ہے، بلکہ اس سے مراد ایسا خوف ہے جو تعظیم سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ جسے خوف نہیں ہوتا اسے خوف زدہ نہیں کہا جاتا۔ نیز بچھو، غلام کی بد خُلقی اور اس جیسی ادنیٰ چیزوں سے ڈرنے کو ہیبت نہیں کہا جاتا بلکہ ہیبت معظم (بڑے) بادشاہ سے ڈرنے کو کہتے ہیں اور ہیبت ایسا خوف ہے جو اِجلال و تعظیم سے پیدا ہوتا ہے (کہ جلالت و تعظیم الٰہی دل میں ہو تو اس کا خوف بھی ہوگا)۔

﴿5﴾......**رَجا (اُمید):** اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مذکورہ تمام چیزوں سے ایک زائد امر ہے، کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو بادشاہوں کے رعب و دبدبے سے ڈرتے ہوئے ان کی تعظیم کرتے ہیں لیکن ان سے کسی جزا کی توقع نہیں رکھتے۔ جبکہ بندے کو چاہئے کہ وہ نماز پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ثواب ملنے کی اُمید بھی رکھے جیسا کہ وہ گناہوں کے معاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔

﴿6﴾......**حیا:** یہ گزشتہ تمام امور سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ اپنی خطا پر واقف ہونے اور اپنی غلطی کا وہم گزرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ نیز تعظیم، خوف اور رَجا حیا کے بغیر بھی ہو سکتے ہیں یوں کہ تقصیر (یعنی خطا) کا وہم اور ارتکابِ گناہ کا خیال نہ ہو مگر حیا نہیں ہو سکتی۔

مذکورہ اُمور کے اَسباب:

﴿1﴾......**حضورِ قلب** کا سبب **فکر** ہے۔ کیونکہ تیرا دل تیری فکر کے تابع ہے اور تجھے جس چیز کی فکر ہوگی تیرا دل بھی اسی میں مشغول ہوگا۔ نیز طبعی طور پر دل فکری اُمور میں خواہ مخواہ مشغول رہتا ہے اور جب دل نماز میں مشغول نہ ہوگا تو فارغ نہیں بلکہ دنیاوی اُمور میں سے جن اُمور کی آدمی کو فکر ہوگی انہیں میں مشغول ہوگا۔

دل کو نماز میں حاضر رکھنے کا **حیلہ اور علاج** یہ ہے کہ بندہ اپنی سوچ و فکر نماز ہی کی جانب مرکوز رکھے اور فکر نماز کی طرف تبھی پھرے گی جب یہ ظاہر ہو جائے کہ مقصد و مطلوب اسی سے متعلق ہے یعنی اس بات کا یقین اور تصدیق کرنا

کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور نماز اس تک پہنچانے والی ہے۔ پس جب اس بات کی حقیقت علم کی طرف اضافت کی جائے نیز دنیا اور اس کے امور کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس کے مجموعے سے نماز میں حضورِ قلب حاصل ہوگا۔ اسے اس مثال سے سمجھو کہ جب تم ایسے بادشاہوں کے پاس جاتے ہو جو تمہارے نفع ونقصان کے مالک نہیں تو تمہارا دل حاضر ہوتا ہے تو جب بادشاہوں کے بادشاہ کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہو جس کے قبضۂ قدرت میں **ملک وملکوت** (زمین وآسمان کی بادشاہت) اور نفع ونقصان ہے تو اس وقت تمہارا دل کیوں حاضر نہیں ہوتا اس کا سبب بجز ایمان کی کمزوری کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا تمہیں اپنا ایمان مضبوط کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اس کا طریقہ کسی اور مقام پر تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

﴿2﴾...... **فہم** کا سبب حضورِ قلب کے بعد فکر کو دائمی رکھنا اور ذہن کو معنی کے ادراک کی طرف پھیرنا ہے۔ اس کا **علاج** وہی ہے جو دل کے حاضر کرنے کا ہے۔ اس کے ساتھ فکر پر متوجہ ہونا اور وسوسوں کو دُور کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ نیز مشغول کرنے والے وسوسوں کو دور کرنے کا **علاج** یہ ہے کہ ان کے وارد ہونے کے مقام کو ہی ختم کر دیا جائے یعنی ان اسباب کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے جن کی طرف خیالات متوجہ ہوتے ہیں اور جب تک یہ مواد دور نہ ہوگا وسوسے نہ جائیں گے۔ کیونکہ جو شخص جسے چاہتا ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے نیز محبوب چیز کا ذکر یقیناً بغیر قصد و ارادے کے دل میں آ ہی جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ جو شخص غیرُ اللّٰہ سے محبت کرتا ہے اس کی کوئی نماز وسوسوں سے خالی نہیں ہوتی۔

﴿3﴾...... **تعظیم** دلی کیفیت کا نام ہے جو دو چیزوں کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے: (۱)...... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جلال وعظمت کی معرفت اور یہ اصولِ ایمان میں سے ہے کیونکہ جس کا دل عظمتِ الٰہی کا معتقد نہیں اس کا نفس اس کی تعظیم تسلیم نہیں کرے گا۔ (۲)...... نفس کی حقارت وخساست (یعنی کمینگی) کو پہچاننا اور اسے مسخر ومملوک بندہ سمجھنا۔ ان دو چیزوں کی معرفت سے عاجزی وانکساری اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے خشوع وخضوع پیدا ہوگا اسے ہی تعظیم کہتے ہیں۔ نیز جب تک نفس کے حقیر ہونے کی معرفت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جلال وعظمت کی معرفت سے نہ ملے تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص دوسروں سے مستغنی اور اپنے نفس سے امن میں ہو تو ہوسکتا ہے کہ وہ دوسروں کی صفاتِ عظمت کو جان لے۔ لیکن نہ تو اسے خشوع حاصل ہوگا اور نہ ہی تعظیم اس لئے کہ دوسرا قرینہ یعنی نفس کی حقارت

کی پہچان اوراس کی حاجت اس کے ساتھ ملی ہوئی نہیں۔

﴿4﴾......**ہیبت وخوف** نفس کی حالت کا نام ہے جو اس بات کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قادرِ مطلق، غلبہ واقتدار کا مالک اوراسی کی مشیت کا نفاذ ہے، نیز اسے ذرا بھی پرواہ نہیں کیونکہ اگر وہ اگلوں پچھلوں کو ہلاک کردے تو اس کے ملک میں ذرّہ برابر کمی نہ آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام واولیائے عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مصائب اور طرح طرح کی آزمائشوں کو بھی پیش نظر رکھے باوجود یہ کہ وہ انہیں دور کرنے پر قادر تھے جبکہ دنیاوی بادشاہوں کا حال اس کے برعکس ہے۔ الغرض! جوں جوں معرفت الٰہی میں اضافہ ہوگا خوف وخشیت میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔ عنقریب کتابُ الْمُنْجِیَات (نجات دینے والی چیزوں پر مشتمل کتاب کے باب) خوف کے بیان میں اس کے اسباب بیان کئے جائیں گے۔

﴿5﴾......**رَجا** کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لطف وکرم، اس کے وسیع انعام اوراس کی تخلیق کی باریک بینیوں کو پہچاننے اور نماز کے باعث جو اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اسے سچا جاننا ہے۔ لہٰذا جب وعدۂ الٰہی کا یقین اوراس کے لطف وکرم کی معرفت حاصل ہو جائے گی تو دونوں کے مجموعے سے لامحالہ رجا بھی حاصل ہو جائے گی۔

﴿6﴾......**حیا** کا سبب یہ ہے کہ (بندے کو) عبادت میں کوتاہی کا شعور ہو اور اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عظیم حق کو قائم رکھنے سے عاجز ہے اوراسے اپنے نفس کے عیوب، اس کی آفات کی معرفت، اخلاص کی کمی، باطنی خباثت اور تمام افعال میں فوری دنیاوی فائدہ کی طرف خیال کے میلان سے پختگی دے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جانے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا جلال کس عظمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس بات کا بھی یقین رکھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ باطن اور دل کے خیالات پر مطلع ہے اگرچہ وہ کتنے ہی باریک اور پوشیدہ ہوں۔ جب یقینی طور پر ان چیزوں کی معرفت حاصل ہوگی تو ضرور اس سے وہ حالت پیدا ہوگی جسے حیا کہا جاتا ہے۔ یہی ان صفات کے اسباب ہیں۔

حاصل کلام:

جسے حاصل کرنا مطلوب ہو اس کا علاج یہ ہے کہ اس کا سبب دریافت کیا جائے کیونکہ سبب کی پہچان ہی علاج کی پہچان ہے۔ ان تمام اسباب کا رابطہ ایمان اور یقین ہیں یعنی یہی معرفتیں جنہیں ابھی ہم نے تفصیلاً ذکر کیا ہے اور یقینی

معرفت کا مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا شک نہ رہے یوں کہ وہ معارف دل پر غالب آجائیں جیسا کہ کتاب العلم میں یقین کے بیان میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ نیز یقین جتنا پختہ ہوگا دل میں خشوع وخضوع بھی اتنا ہی پیدا ہوگا۔

اسی لئے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم سے اور ہم آپ سے گفتگو کررہے ہوتے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تو گویا نہ آپ ہمیں پہچانتے اور نہ ہم آپ کو پہچانتے۔'' (۱)

ذکرِ الٰہی کے وقت اعضاء کی کیفیت:

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: ''اے موسیٰ! جب تم میرا ذکر کرو تو یوں کرو کہ میرے ہیبت وجلال کی وجہ تمہارے اعضاء پر لرزہ طاری ہو۔ میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان والے ہو۔ نیز میرا ذکر کرتے وقت اپنی زبان کو دل سے لگالو۔ جب میری بارگاہ میں کھڑے ہو تو عاجز بندے کی طرح کھڑے ہو اور سچی زبان اور خائف دل کے ساتھ مجھ سے مناجات کرو۔'' (۲)

نافرمان میرا ذکر نہ کریں:

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ''اپنی امت کے نافرمانوں سے کہہ دیجئے کہ میرا ذکر نہ کریں کیونکہ میں نے خود پر قسم کھائی ہے کہ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا چرچا کروں گا۔ پس نافرمان جب مجھے یاد کریں گے تو میں انہیں لعنت کے ساتھ یاد کروں گا۔'' (۳)

ذکرِ الٰہی میں غفلت نہ کرنے والے نافرمان کے بارے میں یہ وعید ہے تو جب غفلت اور عصیان جمع ہو جائیں گے تو پھر کیا حال ہوگا؟

دل کے متعلق ذکر کردہ معانی کا اختلاف اور لوگوں کی اقسام:

دلوں کے متعلق جو معانی ہم نے ذکر کئے ان کے اختلاف کے اعتبار سے لوگوں کی مختلف اقسام ہیں کچھ تو ایسے

---

❶......المستطرف فی کل فن مستطرف، الباب الاول فی مبانی الاسلام، الفصل الثانی، ج۱، ص۱۶۔

❷......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار موسی علیه السلام، الحدیث:۳۴۸، ص۱۰۳۔

❸......قوت القلوب، الفصل الثامن عشر فیه کتاب اذکر الوصف المکروه......الخ، ج۱، ص۱۰۶۔

غافل ہیں جو نماز پوری پڑھتے ہیں مگر ان کا دل لمحہ بھر بھی حاضر نہیں ہوتا۔ کچھ وہ ہیں جو اس طرح پوری نماز پڑھتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی دل غائب نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات اتنی فکر سے نماز پڑھتے ہیں کہ اپنے سامنے ہونے والے واقعہ کا بھی علم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ،

حضرت سیِّدُنا مسلم بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کو مسجد کا ستون گرنے اور لوگوں کے جمع ہونے کا احساس تک نہ ہوا۔

بعض بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن ایک مدت جماعت میں حاضر ہوتے رہے لیکن کبھی نہ پہچانا کہ دائیں طرف کون ہے اور بائیں طرف کون؟

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جوشِ قلب کی آواز دو میل سے سنائی دیتی تھی۔

بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ (حالتِ نماز میں) ان کے چہرے خوف سے زرد ہو جاتے اور کندھے تھرتھرانے لگتے۔

یہ تمام باتیں سمجھ سے بالاتر نہیں کیونکہ دنیاوی بادشاہوں کے خوف سے دنیاداروں کے اس سے دُگنا شوق کا مشاہدہ کیا جاتا ہے حالانکہ وہ عاجز اور کمزور ہیں اور ان سے حاصل ہونے والا فائدہ بھی حقیر ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص بادشاہ یا وزیر کے پاس جاتا، اس سے اپنا مقصد بیان کرتا، پھر وہاں سے چلا جاتا ہے۔ اگر اس سے بادشاہ کے لباس یا اس کے اردگرد کھڑے لوگوں کے متعلق پوچھا جائے تو وہ اس کے متعلق نہ بتا پائے گا کیونکہ اس کی فکر نے اسے بادشاہ کے کپڑوں اور درباریوں کی طرف متوجہ ہونے سے غافل کر دیا۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ (پ۸،الانعام:۱۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں سے درجے ہیں۔

لہٰذا ہر شخص کا نماز میں اس کا حصہ خشوع خضوع اور خوف و تعظیم کے مطابق ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ظاہری حرکات وسکنات کو نہیں بلکہ دلوں کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے فرمایا: بروزِ قیامت لوگ نماز والی ہیئت پر اُٹھائے جائیں گے۔ یعنی نماز میں انہیں جس قدر اطمینان وسکون اور سرور حاصل ہوتا ہے اسی کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔ [1]

---

(1) ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۱۔

بے شک انہوں نے سچ فرمایا کیونکہ ہر شخص اسی حالت پر اُٹھایا جائے گا جس پر مرے گا اور موت اسی حالت پر ہوگی جس پر زندگی گزاری ہوگی۔ اس میں اس کی شخصیت نہیں بلکہ قلبی حالت دیکھی جائے گی۔ نیز آخرت میں دلوں کی صفات ہی کو صورتوں میں ڈھالا جائے گا اور وہی نجات پائے گا جو قلبِ سلیم لے کر آیا۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ اپنے لطف وکرم سے ہمیں اچھی توفیق عطا فرمائے۔

تیسری فصل: حضورِ قلب میں نفع بخش دوا

جان لیجئے! مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کرے، اس سے خوف زدہ رہے، اس سے امید رکھے اور اپنی کوتاہیوں پر حیا کرے۔ ایمان کے بعد یہ حالتیں (اس سے) جدا نہیں ہونی چاہئیں اگرچہ ان کی قوّت یقین کی قوّت کے برابر ہو۔ نماز میں ان حالتوں کے جدا ہونے کا سبب فکر کا منتشر ہونا، سوچ کا تقسیم ہونا، مناجات سے دل کا غائب ہونا اور نماز سے غافل ہونا ہے اور وہی خیالات نماز سے توجُّہ ہٹاتے ہیں جو دوسری طرف مشغول کرتے ہیں اور دل کو حاضر کرنے کا علاج ان خیالات کو دور کرنا ہے اور کوئی چیز تبھی دور ہوتی ہے جب اس کے سبب کو دور کیا جائے۔ لہٰذا تمہیں اس کا سبب جاننا چاہئے۔

دلی خیالات کا سبب:

دل کے خیالات کا سبب یا تو خارجی امر ہوگا یا ایسا باطنی امر ہوگا جو اس کی ذات میں پایا جائے گا۔

﴿1﴾......**خارجی سبب:** یہ وہ ہے جو کانوں سے ٹکراتا یا آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے تو فکر کو اُچک لیتا ہے حتی کہ فکر اس کے پیچھے چلی جاتی اور اس میں تصرُّف کرتی ہے پھر وہ ان امور سے دوسرے امور کی طرف جاتی ہے اور وہ مسلسل آگے بڑھتی رہتی ہے۔ سب سے پہلے نظر اس سوچ کا سبب بنتی ہے پھر بعض سوچیں دوسری بعض کے لئے سبب بنتی ہیں۔ لہٰذا جس کی نیت پختہ اور ہمت بلند ہو اس کے حواس پر جاری ہونے والی کوئی بات اسے غافل نہیں کر سکتی لیکن کمزور آدمی اِدھر اُدھر متوجہ ہو جاتا ہے۔

اس کا علاج: یہ ہے کہ ان اسباب کو ختم کر دیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ (نمازی) اپنی آنکھیں بند کر لے یا تاریک کمرے میں نماز پڑھے یا اپنے سامنے کوئی ایسی چیز نہ رہنے دے جو اس کے حواس کو مشغول کرے یا دیوار کے قریب

نماز پڑھے تاکہ نظر زیادہ دور تک نہ جائے اور راستوں میں نماز پڑھنے سے بچے اسی طرح نقش ونگار والی جگہوں اور رنگ دار فرش پر بھی نماز نہ پڑھے۔ اسی لئے عبادت گزار لوگ چھوٹے سے تاریک کمرے میں نماز پڑھتے تھے جس میں صرف سجدہ ہوسکتا تھا تاکہ ان کی سوچیں وہیں جمع رہیں۔ البتہ! ان میں جو (ایمان کے لحاظ سے) مضبوط تھے وہ مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور آنکھوں کو بند رکھتے، نیز ان کی نظر سجدہ گاہ سے آگے نہ بڑھتی تھی۔ وہ اس بات کو نماز کے کامل ہونے کا سبب جانتے تھے کہ انہیں دائیں بائیں والوں کی بھی پہچان نہ ہو اور حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نماز کی جگہ سے مصحف شریف (یعنی قرآنِ پاک) اور تلوار کو بھی ہٹا دیتے، اگر (دیوار میں) کوئی تحریر لکھی ہوتی تو اسے بھی مٹا دیتے تھے۔

﴿2﴾......باطنی سبب: یہ (ظاہری سبب) سے بھی سخت ہے کیونکہ جس شخص کی فکریں دنیا کی وادیوں میں بکھری ہوئی ہوں اس کی سوچ ایک فن میں منحصر نہیں رہتی بلکہ ہمیشہ ایک طرف سے دوسری طرف اُڑتی رہتی ہے، آنکھوں کا بند رکھنا بھی اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ جو چیز پہلے ہی دل میں موجود ہے وہ اسے مشغول رکھنے کے لئے کافی ہے۔

اس کا علاج: یہ ہے کہ (نمازی) اپنے نفس کو زبردستی اپنی قراءَت کے سمجھنے کی طرف متوجّہ کرے اور اسے غیر سے پھیر دے۔ اگر وہ تکبیرِ تحریمہ سے پہلے تیار ہو جائے کہ اپنے نفس کو آخرت کی یاد دلاتا اور اسے مناجات کے لئے کھڑے ہونے کے مقام اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری کے خطرات سے آگاہ کرتا رہے گا تو اس طرح بھی اسے دل کی حضوری میں مدد ملے گی۔ نماز کے لئے تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے دل کو تمام فکروں سے خالی کر دینا چاہئے اور نفس کے لئے ایسی کوئی چیز نہ چھوڑی جائے جس کی طرف دل متوجہ ہو۔ چنانچہ، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عثمان بن ابی شیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ”میں تم سے یہ کہنا بھول گیا تھا کہ گھر میں موجود ہنڈیا کو ڈھانپ دو کیونکہ مناسب نہیں کہ گھر میں ایسی چیز ہو جو لوگوں کی توجُّہ نماز سے پھیر دے۔“ (1)

یہ فکروں کو پُرسکون کرنے کا طریقہ ہے۔ اگر اس سکون پہنچانے والی دوا سے فکروں کا جوش ختم نہ ہو تو اسہال پیدا کرنے والی دوا ہی نجات دے گی جو رگوں کے اندر سے بیماری کا مادہ ختم کر دیتی ہے۔ وہ **مسہل دوا** یہ ہے کہ بندہ نماز میں ان امور کی طرف توجہ دے جو حضورِ قلب کو پھیرنے والے اور دوسرے امور کی طرف متوجہ کرنے والے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امور اس کی (دنیاوی) فکروں کی طرف ہی لوٹیں گے اور تمام فکریں خواہشات کی بنا پر ہوتی

---

(1)......سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب فی الحجر، الحدیث:۲۰۳۰، ج۲، ص۳۱۱، مفھومًا۔

ہیں۔لہٰذا خواہشات کو ختم کرنے اور ان خرابیوں کو دور کرنے کے ذریعے اپنے نفس کو سزا دے اور ہر وہ چیز جو اسے نماز سے غافل کرتی ہے وہ اس کے دین کی ضد اور اس کے دشمن ابلیس کا لشکر ہے۔ پس اس چیز کو روکنا نکالنے سے زیادہ نقصان دہ ہے۔لہٰذا اسے نکال کر اس سے مکمل چھٹکارا حاصل کرے۔

آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی وانکساری:

مروی ہے کہ جب حضور اکرم،نورِ مجسم،شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوجہم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی پیش کردہ بیل بوٹوں والی چادر میں نماز پڑھی تو نماز کے بعد اُسے اتار دیا اور ارشاد فرمایا: ''یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ کیونکہ اس نے مجھے ابھی نماز سے مشغول رکھا اور ابوجہم کی سادہ چادر مجھے لا دو[1]۔'' [2]

نیز مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے مبارک نعلین میں نئے تسمے لگانے کا حکم دیا پھر نئے ہونے کے سبب نماز میں ان پر نظر پڑ گئی تو انہیں نکالنے اور پرانے تسمے لگانے کا حکم فرمایا۔ [3]

مروی ہے کہ ایک بار حضور نبیِّ کریم،رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جوتوں کا نیا جوڑا پہنا وہ آپ کو اچھا لگا تو سجدۂ شکر کیا اور ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے عاجزی وانکساری کی تاکہ وہ مجھ پر غضب ناک نہ ہو۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باہر تشریف لے گئے اور سب سے پہلے ملنے والے سائل کو وہ جوتا دے دیا۔ پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے ارشاد فرمایا: ''میرے لئے پرانے نرم چمڑے کا جوتوں کا جوڑا خرید دو۔'' پھر انہیں پہنا۔ [4]

مروی ہے کہ سونا حرام ہونے سے پہلے مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ میں سونے کی

---

1 ...... مفسر شہیر حکیم الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج1، ص466 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ سب اپنی امت کی تعلیم کیلئے ہے قلب پاک مصطفٰی کی واردات مختلف ہیں، کبھی کپڑے کے بیل بوٹے سے خضوع خشوع کم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی میدان جہاد میں تلواروں کے سایہ میں نماز پڑھتے ہیں اور خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا کبھی بشریت کا ظہور ہے اور کبھی نورانیت کی جلوہ گری۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ......الخ، الحدیث:۵۵۶، ص۲۸۰، مفھومًا۔

3 ......الزھد لابن المبارک، باب فی التواضع، الحدیث:۴۰۲، ص۱۳۵۔۱۳۶، مفھومًا۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۳۔

ایک انگوٹھی تھی آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ انگوٹھی اتار دی اور ارشاد فرمایا: ''اس نے مجھے مشغول کر دیا میری ایک نظر اِس کی طرف رہی اور ایک نظر تمہاری طرف۔''(۱)

کفارے میں باغ صدقہ کر دیا:

مروی ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (اپنے) ایک باغ میں نماز پڑھی، ایک درخت پر بھورے رنگ کا پرندہ دیکھا تو آپ کو اچھا لگا، پرندہ اڑ کر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے لگا تو گھڑی بھر کے لئے آپ نے اسے دیکھا پھر نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ واقعہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیان کرنے کے بعد عرض کی: ''یا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اب وہ باغ صدقہ ہے آپ جہاں چاہیں اسے صرف فرمائیں۔'' (۲)

ایک اور شخص کے متعلق بھی ایسا ہی واقعہ منقول ہے کہ اس نے اپنے کھجوروں کے باغ میں نماز ادا کی کھجور کے درخت پھلوں (کی کثرت کی وجہ) سے جھکے ہوئے تھے، ان پر نظر پڑی تو اسے بھلے لگے اور یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ اس نے یہ واقعہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گوش گزار کیا اور عرض کی: ''اب وہ باغ صدقہ ہے اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کر دیجئے۔''(۳) چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے **50** ہزار میں بیچ دیا۔

الغرض اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فکر کی جڑ کو ختم کرنے کے لئے ایسا کرتے تھے اور اسے نماز کی کمی کا کفارہ قرار دیتے تھے۔ یہی وہ دوا ہے جو بیماری کو جڑ سے اکھیڑنے والی ہے، اس کے سوا کوئی چیز نافع نہیں۔

بہر حال جو ہم نے بیان کیا کہ فکروں کو نرمی سے ٹھنڈا کرے اور ذکر کو سمجھنے کی کوشش کرے تو یہ کمزور خواہشات اور ان خیالات میں مفید ہے جو دل کے اطراف کو مشغول رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے ذریعے مضبوط اور طاقتور خواہشات کو ٹھنڈا نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ہمیشہ تو نہیں اور وہ تجھے کھینچتی رہیں گی پھر وہ تجھ پر غالب آ جائیں گی اور اسی کھینچا تانی میں تیری پوری نماز گزر جائے گی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص درخت کے نیچے ہے اور اپنی فکر کو صاف رکھنا چاہتا ہے مگر

---

1 ……سنن النسائی، کتاب الزینة، باب طرح الخاتم وترک لبسه، الحدیث: ۵۲۹۸، ۵۲۹۹، ص۸۳۸، مفهومًا۔

2 ……الموطا للامام مالک، کتاب الصلاة، باب النظر فی الصلاة الی مایشغلک عنها، الحدیث: ۲۲۵، ج۱، ص۱۰۷۔

3 ……حیاة الحیوان الکبری، باب الدال المهملة، الدبسی، ج۱، ص۴۵۷۔

چڑیوں کی آواز اسے تشویش میں ڈالتی ہے تو وہ اپنے ہاتھ میں لکڑی لے کر انہیں اڑا دیتا اور اپنی فکر کی طرف لوٹتا ہے لیکن چڑیاں پھر لوٹ آتی ہیں وہ دوبارہ لکڑی لے کر انہیں اُڑاتا ہے تو اس سے کہا جائے گا: ''هٰذَا سَيْرُ السَّوَانِي یعنی یہ آب پاشی کے لئے رہٹ میں چلنے والے اُونٹ کی چال ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔'' اگر تم اس سے چھٹکارا چاہتے ہو تو درخت کو ہی کاٹ دو۔ یہی حال خواہشات کے درخت کا ہے کہ جب وہ پھیل جائے اور اس کی شاخیں اِدھر اُدھر بکھر جائیں تو وہ فکروں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسے چڑیوں کو درخت کی طرف اور مکھیوں کو گندگی کی طرف کشش ہوتی ہے کیونکہ مکھی کو جب بھگایا جائے تو پھر آجاتی ہے اسی لئے اسے ''**ذُباب**'' (یعنی جسے زیادہ بھگایا جائے) کہا جاتا ہے دل میں کھٹکنے والے خیالات کا بھی یہی حال ہے۔ یہ خواہشات بہت زیادہ ہیں۔ انسان ان سے بہت کم خالی ہوتا ہے۔ ان سب کی جڑ ایک ہی چیز ہے اور وہ دنیا کی محبت ہے جو ہر برائی کی جڑ، ہر نقصان کی اصل اور ہر فساد کی بنیاد ہے۔ لہٰذا جس کا باطن محبت دنیا میں لپٹا ہوا ہو اور اس میں سے کسی چیز کی طرف مائل ہو مگر اس لئے نہیں کہ اس سے آخرت کا زادِ راہ لے یا اس سے آخرت پر مدد حاصل کرے تو اُسے اس بات کا خواہش مند نہیں ہونا چاہئے کہ مناجات کی خالص لذت اسے حاصل ہوگی کیونکہ جو دنیا پر خوش ہو وہ اپنی مناجات سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو خوش نہیں کر سکتا۔ نیز بندے کی فکر اس چیز کے ساتھ معلق ہوتی جس سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو اگر اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک دنیا میں ہو تو لامحالہ اس کا ارادہ بھی اسی کی طرف ہو گا۔ لیکن اس کے باوجود اُسے مجاہدہ نہیں چھوڑنا چاہئے اور دل کو نماز کی جانب متوجہ رکھنے اور امور میں مشغول کرنے والے اسباب کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ایک کڑوی دوا ہے۔ اسی کڑواہٹ کے سبب طبیعتیں اسے بدمزہ سمجھتی ہیں اور مرض دائمی اور لاعلاج ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اکابرین نے بھی کوشش کی کہ دو رکعتیں ایسی پڑھیں کہ ان میں دنیوی اُمور کے متعلِّق کوئی بات نہ ہو لیکن وہ بھی اس سے عاجز رہے تو اب ہم جیسے لوگوں کے لئے اس میں کیا امید باقی رہی۔ کاش! ہمیں آدھی یا تیسرا حصہ ہی وسوسوں سے خالی نماز کی توفیق مل جاتی تاکہ ہم ان لوگوں میں سے ہو جاتے جنہوں نے اچھے عمل کو برے عمل سے ملا دیا۔

خلاصہ: یہ ہے کہ دنیا کی ہمت اور آخرت کا ارادہ دل میں اس پانی کی مانند ہے جو سرکے سے بھرے پیالے میں ڈالا جائے تو بالیقین جس قدر پانی اس میں ڈالا جائے گا اسی قدر سرکہ نکل جائے گا اور یہ دونوں جمع نہ ہوں گے۔

چوتھی فصل: نماز میں حضورِ قلب کی تفصیل

یہاں اُن اُمورِقلبیہ کو بیان کیا جائے گا جن کا نماز کے ہر رُکن اور شرط میں پایا جانا ضروری ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اگر تم آخرت کا ارادہ رکھنے والوں میں سے ہو تو سب سے پہلے ان تنبیہات سے غافل نہ ہو جو نماز کی شرائط اور اَرکان ہیں۔

نماز کی شرائط وفرائض[1]:

نماز سے پہلے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہیں: ......اذان (وقت) ......طہارت ......سترِ عورت ......استقبالِ قبلہ......سیدھا کھڑا ہونا......نیت کرنا۔

اذان:

جب تم مؤذن کی اذان سنو تو دل میں قیامت کے دن کی پکار کو حاضر کرو اور اپنے ظاہر و باطن کو جوابِ اذان اور نماز کی طرف جلدی کرنے کے لئے تیار کرو کیونکہ اس ندا کی طرف جلدی کرنے والے بڑی پیشی (یعنی قیامت) کے دن لطف وکرم سے پکارے جائیں گے۔لہٰذا اس ندا پر اپنے دل کو حاضر کرو اگر اسے خوشی اور خوشخبری سے بھرپور پاؤ اور دیکھو کہ اس کی طرف جلدی کرنے کی دلچسپی پیدا ہو رہی ہے تو جان لو کہ تمہیں بروزِ قیامت خوشخبری اور کامیابی کے ساتھ پکارا جائے گا اسی لئے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے بلال! ہمیں راحت پہنچاؤ۔''[2] یعنی نماز اور اذان سے ہمیں راحت پہنچاؤ کیونکہ نماز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

طہارت:

جب تم نماز کے لئے جگہ کو پاک کرتے ہو جو (بدن اور کپڑوں کے اعتبار سے) تم سے دور ہے، پھر اپنے جسم سے متصل کپڑوں کو پاک کرتے ہو جو تمہارے جسم سے متصل اور زیادہ قریب ہیں، پھر اپنے جسم کو پاک کرتے ہو جو تمہارا چمڑا اور تمہارے بہت قریب ہے تو اپنے مغز یعنی ذات سے غافل نہ رہو اور وہ تمہارا دل ہے۔لہٰذا اسے اپنی کوتاہیوں پر توبہ اور ندامت کے ساتھ پاک کرنے کی کوشش کرو اور آئندہ انہیں چھوڑنے کا پختہ ارادہ کرلو نیز اپنے باطن (یعنی دل)

---

1 ......یہ تمام شرائط وفرائض شوافع کے نزدیک ہیں احناف کے مسائل کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب بہارِ شریعت جلد اول میں سے حصہ سوم کا مطالعہ کریں۔

2 ......تاریخِ بغداد، عبدالعزیز بن ابان، ۵۶۰۴، ج۱۰، ص۴۴۲۔

کو بھی پاک کرلو کیونکہ وہ تمہارے معبودِ حقیقی کے ملاحظہ فرمانے کی جگہ ہے۔

سترِ عورت:

اس کا معنی یہ ہے کہ بدن کے ان حصوں کو لوگوں سے چھپانا جن کی طرف نظر کرنا برا ہے۔ پس جب ظاہر بدن کہ جو لوگوں کے نظر پڑنے کی جگہ ہے اس کے متعلق یہ حکم ہے تو باطنی پردوں اور ان برائیوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جن پر صرف تیرا ربّ عَزَّوَجَلَّ مطلع ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے دل میں ان خرابیوں کو حاضر کر کے نفس سے ان کے چھپانے کا مطالبہ کر اور یہ بات ثابت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نگاہ سے کوئی بھی پردہ نہیں چھپا سکتا۔ یہ ندامت، خوف اور حیا ہی سے مٹ سکتی ہیں۔ دل میں ان برائیوں کے حاضر ہونے کا فائدہ یہ ہوگا کہ خوف وحیا کے لشکر تیرے دل میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور تیرا نفس ذلیل ہوگا اور ندامت کے باعث دل دب جائے گا اور تو ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یوں کھڑا ہوگا جیسے بھاگا ہوا مجرم غلام کھڑا ہوتا ہے جو نادم ہو کر خوف وحیا سے سر جھکائے اپنے آقا کی طرف لوٹ آتا ہے۔

استقبالِ قبلہ:

اس سے مراد یہ ہے کہ چہرے کے ظاہر کو تمام اطراف سے پھیر کر بیت اللہ شریف کی طرف کرنا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ یہاں دل کو تمام امور سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی طرف پھیرنا مطلوب نہیں! (چہرے کے ظاہر کو ہی پھیرنا ہی مطلوب ہے تو) ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہی مطلوب ومقصود ہے اور یہ ظاہری امور باطنی امور کو حرکت دیتے، اعضاء کو کنٹرول کرتے اور انہیں ایک سمت میں رکھ کر ساکن کرتے ہیں تاکہ وہ دل پر بغاوت نہ کریں کیونکہ جب وہ اپنی حرکات اور دیگر جہات کی طرف متوجہ ہونے کی صورت میں بغاوت وظلم کرتے ہیں تو دل ان کے پیچھے جاتا ہے اور یوں اس کی توجُّہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔ لہٰذا دل کی توجہ بدن کی توجہ کے ساتھ رہنی چاہئے۔ جان لیجئے کہ جس طرح چہرہ اس وقت تک قبلہ رخ نہیں ہوسکتا جب تک اسے تمام اطراف سے پھیر نہ دیا جائے اسی طرح دل بھی اس وقت تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا جب تک اسے غیر (کے خیال) سے خالی نہ کرلیا جائے۔

حضورِ قلب کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت:

حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ اپنی خواہش، چہرہ اور دل

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اپنے گناہوں سے یوں پاک وصاف ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا کہ جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“ (۱)

سیدھا کھڑا ہونا:

یعنی بدن اور دل کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں کھڑا ہونا یوں کہ جسم کا سب سے بلند عضو یعنی سر پست اور جھکا ہوا ہو، اس کا بلند ہونے کے باوجود جھکا ہوا ہونا اس بات پر تنبیہ ہے کہ دل میں عاجزی وانکساری پیدا کرنا اور تکبر وغرور سے بچنا لازم ہے۔ نیز اس وقت پیشِ نظر وہ ہولناک مقام ہو جب بارگاہِ الٰہی میں سوال کے لئے حاضر ہوگے، پھر یہ تصور قائم کرو کہ تم بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہو اور وہ تمہارے احوال پر مطلع ہے۔ اگر اس کے جلال کی حقیقت جاننے سے عاجز ہو تو کم سے کم یوں کھڑے ہو جاؤ جیسے کسی دنیوی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو بلکہ نماز میں قیام کرتے وقت یہ تصور قائم کرو کہ تمہارے گھر کا نیک شخص تمہیں دیکھ رہا اور کھلی آنکھوں سے تمہاری نگرانی کر رہا ہے یا وہ جسے تمہاری اصلاح میں رغبت ہے، اس وقت تمہارا جسم ساکن ہو جاتا، اعضاء میں خشوع اور تمام اجزائے بدن میں سکون آجاتا ہے کیونکہ تمہیں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ عاجز شخص تمہیں خشوع کی کمی کا طعنہ نہ دے۔ لہٰذا جب ایک عاجز شخص کے دیکھتے ہوئے تم یہ بات محسوس کرو تو اپنے نفس کو جھڑکتے ہوئے کہو کہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس بات پر جراءَت کرتے ہوئے تجھے حیا نہیں آتی۔ اس کے بندوں میں سے ایک بندے کی تعظیم کرتا ہے یا لوگوں سے ڈرتا ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتا حالانکہ وہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کیسے حیا کریں:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: ”یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کیسے حیا کریں؟“ تو ارشاد فرمایا: ”اس سے یوں حیا کرو جیسے اپنی قوم کے نیک شخص سے حیا کرتے ہو۔“ (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ”جیسے اپنے گھر کے نیک شخص سے حیا کرتے ہو۔“ (۳)

---

1 ......المعجم الاوسط، الحدیث ۷۹۴۷، ج ۶، ص ۴۶۔ نحوہ

2 ......شعب الایمان للبیہقی، باب الحیاء، الحدیث ۷۷۳۸، ج ۶، ص ۱۴۵۔

3 ......مسند البزار، مسند معاذ بن جبل، الحدیث ۲۶۴۲، ج ۷، ص ۸۹۔

نیت:

یہ کہ بندہ اس بات کا پختہ عزم کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نماز پڑھنے، اسے مکمل کرنے، توڑنے، فاسد کرنے والی چیزوں سے رکنے اور ان سب افعال میں اپنی رضا چاہنے کا جو حکم دیا ہے میں اسے مانتا ہوں۔ اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا خوف ہو نیز اس کا قرب مطلوب ہو۔ اس کے احسان کو گلے کا ہار بنائے کہ اس نے میری بے ادبی اور گناہوں کی کثرت کے باوجود مجھے اپنی بارگاہ میں مناجات کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اس سے مناجات کی قدر ومنزلت کو دل میں عظیم جانے اور غور کرے کہ کس سے، کیسے اور کس کلام کے ذریعے مناجات کر رہا ہے؟ اس وقت اس کی پیشانی ندامت سے جھکی ہو، کندھے ہیبت سے تھرتھرانے لگیں اور خوف سے چہرے کا رنگ زرد ہو جائے۔

تکبیر تحریمہ:

جب تم زبان سے تکبیر کہو تو تمہارا دل اس کی تکذیب نہ کر رہا ہو اگر دل میں کوئی چیز خدا تعالٰی سے بڑی جانتے ہو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ گواہ ہے کہ تم جھوٹے ہو اگرچہ تمہارا کلام سچا ہو جیسے منافقین کے بارے میں (ان کے جھوٹا ہونے کی) گواہی دی، جب انہوں نے حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کہا کہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں (تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ منافق آپ کو رسول کہتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی گواہی دیتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن منافق جھوٹے ہیں) اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے بجائے تمہاری خواہشات تم پر غالب ہوں تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نہیں بلکہ خواہشات کی زیادہ اطاعت کرنے والے ہو گویا تم نے ان کو ہی اپنا معبود بنا رکھا ہے اور ان کی بڑائی بیان کی تو قریب ہے کہ تمہارا اللّٰہُ اَکْبَر کہنا محض زبانی کلامی ہو کیونکہ دل اس کی مطابقت نہیں کر رہا۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عفو وکرم سے اچھا گمان اور توبہ واستغفار نہ ہو تو اس میں کتنا بڑا خطرہ ہے۔

دعائے آغاز:

نماز کی ابتدا میں تم یہ کلمات کہتے ہو: "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" تو اس قول میں چہرے سے مراد ظاہری چہرہ نہیں کیونکہ تمہارا ظاہری چہرہ تو قبلہ رُخ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک ہے کہ کوئی جہت اس کا احاطہ کر سکے حتی کہ چہرے کے ساتھ تمہارا بدن بھی اس کی طرف متوجہ ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا دل

زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ ہو۔لہٰذا تم دیکھو کہ تمہارا دل خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے گھر اور بازار کے خیالات اور اپنی خواہشات کی جانب متوجِّہ ہے یا زمین وآسمان کے خالق کی طرف۔ اس سے بچو کہ مناجات کی ابتدا ہی جھوٹ اور بناوٹی باتوں پر ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اس وقت تک توجُّہ نہیں ہوسکتی جب تک اس کے غیر سے توجہ نہ پھیر لی جائے۔لہٰذا اسی کی طرف متوجِّہ رہنے کی کوشش کرو اگر ساری نماز میں یہ نہ ہوسکے تو کم ازکم یہ کلمات کہتے ہوئے تو اس کا مصداق بنو۔ جب تم "حَنِیۡفًا مُّسۡلِمًا" کہو تو تمہارے دل میں یہ بات ہونی چاہئے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اگر تم ایسے نہیں تو تم جھوٹے ہو پس آئندہ اس کا عزم کرو اور گزشتہ کوتاہیوں پر نادم ہو۔ جب "وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۷۹﴾" کہو تو اپنے دل میں شرکِ خفی (یعنی ریاکاری) سے ڈرو کیونکہ یہ فرمانِ باری تعالیٰ:

فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

(پ۱۶،الکھف:۱۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جسے اپنے ربّ سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے ربّ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اس شخص کے متعلق نازل ہوا جو اپنی عبادت سے رضائے الٰہی اور لوگوں سے تعریف چاہتا ہے۔ تمہیں اس شرک سے بچنا چاہئے اور اگر تم اپنے بارے میں کہتے ہو کہ تم مشرکوں میں سے نہیں اور اس شرک (خفی) سے بھی نہیں بچتے تو تمہیں دلی طور پر نادم ہونا چاہئے کیونکہ لفظ شرک کم یا زیادہ سب پر بولا جاتا ہے۔ جب تم "وَمَحۡيَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ یعنی میری زندگی اور میری موت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے" کہو تو جان لو کہ یہ اس غلام کی حالت ہے جو خود کو فراموش کر کے آقا کے سامنے موجود ہو اور جب یہ کلمہ ایسے شخص سے صادر ہو جس کی رضا وغضب، کھڑا ہونا اور بیٹھنا، زندگی میں رغبت اور موت کی ہیبت دنیا کے کاموں کے لئے ہو تو یہ کلمہ اس کے حال کے مناسب نہیں۔ جب "اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ" کہو تو یقین رکھو کہ شیطان تمہارا دشمن اور تمہارے دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پھیرنے کے لئے تاک لگائے ہوئے ہے کیونکہ وہ تمہارے مناجات اور سجدہ کرنے سے حسد کرتا ہے کہ اسے ایک سجدہ نہ کرنے اور اس کی توفیق نہ دیئے جانے کے سبب ملعون ٹھہرایا گیا۔ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں آنا چاہتے ہو تو شیطان کی محبوب چیز کو ترک کردو اور اس کے بدلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبوب چیز اختیار کرو، صرف زبان سے پناہ مانگنا کافی نہیں۔ کیونکہ جس شخص کو کوئی درندہ چیر پھاڑ

کرنے یا دشمن قتل کرنے کا ارادہ کرے اور وہ کہے کہ میں تم سے اس مضبوط قلعے کی پناہ میں آتا ہوں لیکن اپنی جگہ پر کھڑا رہے تو یہ قول اسے کوئی فائدہ نہ دے گا بلکہ اسے جگہ تبدیل کرنے سے ہی پناہ ملے گی۔ اسی طرح جو شخص خواہشات کی پیروی کرتا ہے جو شیطان کو محبوب اور رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہیں، تو اُسے محض زبان سے پناہ طلب کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا بلکہ شیطان کے شر سے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے قلعے میں پناہ طلب کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

قلعۂ الٰہی:

قلعہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ'' ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میرا قلعہ ہے جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔''(1) اس قلعے میں وہی شخص پناہ لے سکتا ہے جس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہ ہو۔ لیکن جس نے خواہشات کو ہی اپنا معبود بنایا وہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے قلعے میں نہیں بلکہ شیطان کے میدان میں ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ شیطان کا ایک فریب یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں نماز میں آخرت کی فکر اور اچھے کاموں کے سوچنے میں لگا دیتا ہے تا کہ تم جو کچھ پڑھ رہے ہو اس کے سمجھنے سے روکے۔ یاد رکھو جو چیز تمہیں قراءَت کے معانی سمجھنے سے روکے وہ وسوسے ہیں کیونکہ قراءت سے مقصود زبان کو حرکت دینا نہیں بلکہ اس کے معانی (سمجھنا) ہیں۔

قراءَت:

اس میں تین قسم کے لوگ ہیں: (۱)......جس کی زبان حرکت کرتی لیکن دل غفلت کا شکار ہے۔ (۲)......جس کی زبان حرکت کرتی ہے اور دل بھی زبان کی پیروی کرتا ہے۔ وہ اسے یوں سمجھتا اور سنتا ہے گویا کسی دوسرے سے سن رہا ہے اور یہ اصحاب یمین (یعنی دائیں طرف والوں) کے درجات ہیں۔ (۳)......جس کا دل پہلے، معانی کو سمجھتا ہے پھر زبان اس کی خدمت کرتی اور دل کی ترجمان بنتی ہے۔ زبان دل کی ترجمان بنے یا معلم بنے ان میں بڑا فرق ہے۔ مقربین کی زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے جو دل کے پیچھے ہوتی ہے، دل اس کے پیچھے نہیں ہوتا۔

تلاوت کے معانی کی تفصیل:

جب تم ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ'' پڑھو تو اس سے کلامِ الٰہی کی قراءَت شروع کرنے کے لئے تبرک کی

(1)......تاریخ دمشق لابن عساکر، ابو اسحاق الطرسوسی ۴۸۶، الحدیث ۱۸۸۷، ج۷، ص۱۱۵۔

نیت کرواور سمجھواس کا معنی یہ ہے کہ تمام امور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں۔ یہاں اسم سے مراد مسمّٰی یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے مراداس کی ذات ہے۔ جب تمام امور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں تو یقیناً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا صحیح ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ تمام خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں کیونکہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور جو شخص کسی نعمت کو غیر خدا کی طرف سے جانتا یا شکر سے غیر خدا کا ارادہ کرتا ہے اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مسخر نہیں جانتا تو اس کے بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے میں اسی قدر نقصان ہوگا جس قدر اس کی توجہ غیر خدا کی طرف ہوگی۔

جب تم ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کہو تو دل میں اس کی ہر طرح کی مہربانی کا تصوُّر کرو تا کہ تمہارے لئے اس کی رحمت واضح اور تمہاری اُمید پوری ہو جائے۔ پھر ''مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ'' کہتے وقت دل میں اس کی تعظیم وخوف کو اُبھارو۔عظمت اس اعتبار سے کہ اس کے سوا کسی کی بادشاہی نہیں اور خوف روز جزا اور حساب کی ہولنا کی کا ہو جس کا وہ مالک ہے۔ ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ'' کہہ کر اپنے اخلاص کی تجدید کرو اور ''وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ'' کہہ کر اپنے عجز، محتاجی، طاقت وقوّت سے خالی ہونے کی تجدید کرو اور یہ یقین رکھو کہ اس کی مدد کے بغیر عبادت نہیں ہوسکتی۔ نیز اسی کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائی، تم سے اپنی عبادت کرائی اور تمہیں اپنی بارگاہ میں مناجات کا اہل بنایا کہ اگر وہ تمہیں اپنی توفیق سے محروم کر دیتا تو تم شیطان لعین کے ساتھ دھتکارے ہوؤں میں سے ہوتے۔

جب تم ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ، بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' نیز اس کی مدد کی احتیاج کے اظہار سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے سوال کو معین کرو اور اپنی اہم حاجت کا ہی سوال کرو اور کہو''اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ''یعنی ایسا راستہ جو ہمیں تیرے قریب کر دے اور تیری رضا تک پہنچا دے۔ پھر اس کی شرح وتفصیل بیان کرنے، اسے مؤکد کرنے کے لئے ان لوگوں کی معیت حاصل کرنے کے ساتھ ملا دو جنہیں اس نے ہدایت کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور وہ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں، نہ کہ وہ لوگ جن پر غضب ہوا اور وہ یہود ونصاریٰ اور ستارہ پرست کفار ہیں جو راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں۔ پھر قبولیت دعا کی امید رکھتے ہوئے اٰمین کہو (اس کا مطلب ہے: اے رب عَزَّوَجَلَّ دعا قبول فرما)۔ جب اس طرح فاتحہ پڑھ لوگے تو تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کے متعلّق حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ دیا ہے، نصف میرے لئے ہے اور نصف میرے بندے کے لئے، میرے بندے کے لئے وہی ہے جو وہ مانگے۔ بندہ کہتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، تو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میرے بندے نے میری حمد وثنا کی۔'' (1)

نمازی کے قول ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آدمی کی بات سنی جس نے اس کی تعریف کی'' کا بھی یہی معنی ہے۔ اگر تمہیں نماز سے اتنا ہی حصہ مل جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال و عظمت کا ہی ذکر کرلو تو یہ بھی تمہارے لئے غنیمت ہے تو جس ثواب و فضل کی تم امید رکھتے ہو تو اس کی کیا بات ہے؟ اسی طرح تم جو سورت پڑھو اسے سمجھو جیسا کہ عنقریب تلاوتِ قرآن کے بیان میں آئے گا۔ لہٰذا اس کے امرونہی، وعدہ ووعید، وعظ ونصیحت، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خبریں اور اس کے احسان کے ذکر سے غافل نہ ہونا۔ ہر حکم کا ایک حق ہے، وعدے کا حق امید، وعید کا حق خوف، امرونہی کا حق عمل کرنے یا نہ کرنے کا پختہ عزم، وعظ کا حق نصیحت حاصل کرنا، فضل واحسان کے ذکر کا حق شکر ادا کرنا اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خبروں کا حق عبرت حاصل کرنا ہے۔

مروی ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا زرارہ بن اوفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (تلاوت کرتے ہوئے) جب اس فرمان باری تعالیٰ:

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ (پ۲۹، المدثر: ۸) ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب صور پھونکا جائے گا۔

تک پہنچے تو گر کر انتقال فرما گئے۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی جب یہ ارشاد ربانی:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ (پ۳۰، الانشقاق: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: جب آسمان شق ہو۔

سنتے تو بے چین ہوجاتے یہاں تک کہ آپ کے جوڑ تھر تھرانے لگتے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن واقد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو ہمیشہ غمزدہ حالت میں نماز پڑھتے دیکھا۔'' (2)

بندے کا حق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کے وعدہ ووعید سے اس کا دل فنا ہوجائے کیونکہ بندہ جبار قہار عَزَّوَجَلَّ کے سامنے عاجز وگنہگار اور ذلیل ہے۔

یہ معانی سمجھ بوجھ کے درجات کے مطابق ہوتے ہیں اور سمجھ بوجھ اسی قدر ہوتی ہے جس قدر علم اور دل کی صفائی

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ......الخ، الحدیث: ۳۹۵، ص۲۰۸۔۲۰۹۔

2 ......سیر اعلام النبلاء، عبداللہ بن عمر بن الخطاب ۲۶۷، ج۴، ص۳۶۰، مفہومًا۔

زیادہ ہوتی ہے ان درجات کی کوئی خاص حد نہیں۔

نماز دلوں کی چابی ہے جس سے کلمات کے راز ظاہر ہوتے ہیں اور یہ قراءَت کا حق ہے اوراذکار وتسبیحات کا بھی یہی حق ہے۔ نمازی دوران قراءَت خوف کی کیفیت بھی پیدا کرے اور ترتیل سے (یعنی مخارج ادا کرکے اور ٹھہر ٹھہر کر) پڑھے جلدی جلدی نہ پڑھے کیونکہ غور وفکر کے لئے یہی آسان طریقہ ہے۔ نیز رحمت وعذاب، وعدہ ووعید، تحمید و تعظیم اور تمجید کی آیتوں کو علیحدہ علیحدہ لہجوں میں پڑھے۔ حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی جب اس مفہوم کی آیات مبارکہ تلاوت کرتے (جیسے یہ فرمانِ باری تعالیٰ:)

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (پ۱۸، المؤمنون:۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا۔

تو آواز پست کر لیتے۔ جیسے کوئی ایسی بات سے حیا کرے جو ذکر کرنے کے لائق نہیں۔

نیز مروی ہے کہ قرآن والے سے کہا جائے گا: ”پڑھ اور چڑھ اور یوں ہی آہستگی سے تلاوت کر جیسے دنیا میں کرتا تھا۔“[1]

نماز میں مسلسل کھڑے رہنا:

یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حضوری کی صفت میں ایک ہی حالت پر قائم رہے۔ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو بندہ نماز میں ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت خاصہ اس کی طرف متوجہ رہتی ہے جب تک اِدھر اُدھر نہ دیکھے، جب اس نے اپنا منہ پھیرا اس کی رحمت پھر جاتی ہے۔“[2]

جیسے اِدھر اُدھر متوجہ ہونے سے سر اور آنکھوں کو بچانا ضروری ہے اسی طرح دل کو بھی نماز کے علاوہ کی طرف متوجہ ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ جب وہ غیر کی طرف متوجہ ہونے لگے تو اسے یاد دلاؤ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر آگاہ ہے۔ جب مناجات کرنے والا اس سے غافل ہو جس سے مناجات کر رہا ہے تو دوبارہ اس کے پاس جانا بہت برا ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے دل پر خشوع کو لازم کر لو کیونکہ ظاہری وباطنی طور پر اِدھر اُدھر متوجّہ ہونے سے نجات خشوع ہی کے نتیجے میں ملتی ہے۔ جب باطن میں خشوع پیدا ہوگا تو ظاہر میں بھی پیدا ہو جائے گا۔

1. ......سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، الحدیث۲۹۲۳، ج۴، ص۴۱۹۔
2. ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الالتفات فی الصلاۃ، الحدیث۹۰۹، ج۱، ص۳۴۴، مفھومًا۔

مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔''(1)

دل حاکم اور اعضاء رعایا ہیں:

کیونکہ رعایا حکمران کے حکم کے تابع ہے اسی لئے دعا میں یہ الفاظ آئے ہیں: ''اَللّٰھُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِی وَالرَّعِیَّۃ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حاکم اور رعایا دونوں کی اصلاح فرما۔''(2) یہاں حاکم دل اور رعایا دیگر اعضاء ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز میں میخ (کھونٹے) کی طرح اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ستون کی طرح کھڑے ہوتے اور بعض صحابہ رکوع میں اتنے پُرسکون ہوتے کہ ان پر چڑیاں بیٹھ جاتیں گویا وہ جمادات میں سے ہیں (جو حرکت نہیں کرتے)۔

یہ تمام وہ باتیں ہیں کہ انسانی طبیعت دنیاداروں کے سامنے ان کے بجالانے کا تقاضا کرتی ہے تو بادشاہوں کے بادشاہ کی معرفت رکھنے والے شخص سے بادشاہِ حقیقی کی بارگاہ میں ان امور کا تقاضہ کیوں نہ ہوگا؟ اور ہر وہ شخص جو غیر خدا کے سامنے تو خاشع اور مطمئن مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور بے چین اور فضول کاموں میں پڑا ہوتا ہے تو وہ جلالِ خداوندی کی معرفت سے محروم ہے اور اسے معلوم نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ظاہر و باطن پر آگاہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۱۸، ۲۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

حضرتِ سیِّدُنا عکرمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے بندے کا قیام، رکوع، سجود اور قعدہ مراد ہے۔

رکوع وسجود:

رُکوع و سجود میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کبریائی کا دوبارہ ذکر کرو اور دونوں ہاتھ اٹھا کر نئی نیت کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے

---

1 ...... نوادر الاصول، الاصل السابع والاربعون والمائتان، الحدیث: ۱۳۱۱، ص۱۰۰۷۔

2 ...... کشف الخفاء، حرف الھمزۃ مع اللام، الحدیث: ۵۴۳، ج۱، ص۱۶۵۔

عذاب سے اس کے عفو و درگزر کی پناہ طلب کرو اور سنت نبوی کی پیروی کرو۔ پھر رکوع کے ذریعے ذلّت اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرو اور دل میں رقّت اور خشوع پیدا کرنے کی کوشش کرو، اپنی ذلّت، اپنے مولیٰ کی عزّت اور اس کے مقام کی بلندی کو سمجھنے کی کوشش کرو، زبان کی مدد سے اسے دل میں پختہ کرو، اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کرو اور اس کی عظمت کی گواہی دو کہ وہ ہر عظیم سے برتر ہے اور دل میں بار بار اس کی تکرار کرو تاکہ یہ پختہ ہو جائے۔ پھر رکوع سے یہ امید کرتے ہوئے اٹھو کہ وہ تم پر رحم فرمانے والا ہے اور ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ'' کہہ کر دل میں امید کو پختہ کرو اور اس کا مطلب ہے کہ جو اس کا شکر ادا کرتا ہے وہ اس کی بات قبول فرماتا ہے۔ پھر مزید نعمت کے حصول کے لئے دوبارہ شکر ادا کرتے ہوئے ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد'' کہو۔ نیز ان الفاظ کے ذریعے بکثرت شکر ادا کرو: ''مِلْءُ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ یعنی زمین و آسمان شکر سے بھرے ہوئے ہیں۔'' پھر سجدے کے لئے جھک جاؤ اور یہ اظہارِ عاجزی کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے لہٰذا اپنے سب سے زیادہ عزّت والے حصّۂ بدن کو، جو کہ چہرہ ہے سب سے حقیر و بے وقعت چیز یعنی مٹی پر رکھ دو اور اگر ہو سکے تو زمین پر یوں سجدہ کرو کہ پیشانی اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو کیونکہ یہ خشوع کو جلد لاتی اور ذلّت پر زیادہ دلالت کرتی ہے۔ جب تم نے خود کو مقام ذلت پر ڈال دیا تو جان لو کہ تم نے اپنے نفس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اور فرع کو اصل کی طرف لوٹا دیا کیونکہ تم مٹی سے پیدا کئے گئے ہو اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ اس وقت اپنے دل میں عظمت الٰہی کی تجدید کرتے ہوئے: ''سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یعنی میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے جو سب سے اعلیٰ ہے۔'' کہو اور اسے تکرار کے ساتھ مؤکد کرو کیونکہ ایک بار کہنے کا اثر کمزور ہوتا ہے۔ جب تمہارا دل نرم اور ذلّت واضح ہو جائے تو رحمت الٰہی کی پختہ امید رکھو کیونکہ اس کی رحمت کمزوری و ذلت ہی کی طرف جلد متوجہ ہوتی ہے نہ کہ تکبر و غرور کی طرف۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھاؤ اور اپنی حاجت طلب کرتے ہوئے یوں کہو: ''اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما اور رحم فرما اور میرے گناہ معاف فرما جو کہ تیرے علم میں ہیں۔'' یا جو دعا تم کرنا چاہو وہ کرو۔ پھر دوبارہ اسی طرح سجدہ کرتے ہوئے عاجزی کو پختہ کرو۔

تشہّد:

جب تشہد کے لئے بیٹھو تو ادَب سے بیٹھو اور اس بات کی وضاحت کرو کہ جو امور قربِ الٰہی کا موجب ہیں خواہ نمازیں ہوں یا اچھے اخلاق سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں۔ اسی طرح ملک بھی اسی کا ہے اور التحیات کا یہی معنی

ہے۔ نیز دل میں ذات پاک مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اورآپ کے مقام ومرتبے کو حاضر کر کے کہو: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه یعنی سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمتیں اور برکتیں۔'' اور قوی امید رکھو کہ یہ سلام آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہنچتا ہے اور آپ اس سے بہتر جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ پھر خود پر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام نیک بندوں پر سلام بھیجو۔ پھر یہ امید رکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ (اپنی رحمت سے) نیک بندوں کی تعداد کے برابر تم پر سلامتی نازل فرمائے گا۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کئے ہوئے عہد کی تجدید کرتے ہوئے کلمۂ شہادت کے ساتھ اس کی وحدانیت اور اس کے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دو اور پھر سے اس کے کلمہ کے قلعے میں محفوظ ہو جاؤ۔ پھر نماز کے اختتام پر عاجزی وانکساری، گڑگڑانے اور لجاجت کے ساتھ قبولیت کی سچی امید رکھتے ہوئے مسنون دعا کرو، دعا میں اپنے والدین اور تمام مؤمنین کو شریک کرو اور سلام پھیرتے وقت فرشتوں اور موجود لوگوں کو سلام کی نیت کرو اور اس کے ساتھ ہی نماز ختم کرنے کی نیت کرو۔ نیز اس عبادت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دینے پر رب عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرو اور یہ گمان کرو کہ یہ تمہاری آخری نماز ہے آئندہ اس جیسی نماز کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔ چنانچہ،

آقائے دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''رخصت ہونے والے کی طرح نماز پڑھ۔''(1)

نیز نماز میں کوتاہی پر اپنے دل میں حیا اور خوف محسوس کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں تمہاری نماز قبول ہی نہ ہو یا تم کسی ظاہری یا باطنی گناہ کے سبب مردود ہو جاؤ اور تمہاری نماز تمہارے منہ پر ماردی جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی امید رکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے گا۔

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن وثاب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَهَّاب جب نماز پڑھتے تو کچھ دیر جس قدر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ٹھہرتے ان پر نماز کی تھکاوٹ محسوس ہوتی اور حضرت سیدنا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نماز کے بعد گھنٹہ بھر ٹھہرے رہتے (اور چہرے کے اثرات سے ظاہر ہوتا) گویا آپ مریض ہیں۔ یہ خاشعین کی نماز کی تفصیل ہے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں، جو اپنی نماز کے پابند ہیں اور جو عبادت میں اپنی استطاعت کے مطابق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحکمة، الحدیث:۴۱۷۱، ج۴، ص۴۵۵۔

مناجات کرتے ہیں۔لہٰذا انسان خود کو نماز کا عادی بنائے اور اس میں سے جس قدر اسے میسر ہو اس پر خوشی منائے،اس میں سے جو نہ پاسکے اس پر حسرت کرے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خوب کوشش کرے۔غافلین کی نمازیں خطرے کے مقام میں ہیں مگر یہ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت وسیع اور کرم عام ہے۔

ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کرے کیونکہ ہمارا کوئی وسیلہ نہیں سوائے اس کے کہ اس کی اطاعت سے عاجز ہونے کا اعتراف کریں۔

نماز کو آفات سے محفوظ رکھنے کی فضیلت:

جان لیجئے کہ (باطنی) آفات سے نماز کو بچا کر خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے مذکورہ باطنی شرائط جیسے خشوع،تعظیم اور حیا کا خیال رکھتے ہوئے ادا کرنا دل میں پائے جانے والے ان انوار کا سبب ہے جو علومِ مکاشفہ کے لئے چابیاں ہیں۔اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کو اسرارِ الٰہی اور زمین و آسمان کی بادشاہی کا جو کشف ہوتا ہے وہ انہیں نماز میں خصوصاً حالت سجدہ میں ہوتا ہے کیونکہ بندہ سجدے کی حالت میں رب عَزَّوَجَلَّ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔اسی لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿۱۹﴾ (پ۳۰،العلق:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔(1)

اور ہر نمازی کا مکاشفہ دنیا کی کدورتوں سے باطن کی صفائی کے مطابق ہوتا ہے اور یہ طاقت و کمزوری،قلت

---

(1)......یہ آیت سجدہ ہے اور آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔چنانچہ،دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 728 پر صدر الشریعہ،بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔'' اور صفحہ 730 پر فرماتے ہیں:'' فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا،سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے،البتہ یہ ضرور ہے کہ اسے نا معلوم ہو تو بتا دیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ ہونا بتایا گیا ہو۔''

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہارِ شریعت کے مذکورہ مقام کا صفحہ 726 تا 739 کا یا دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کا مطبوعہ 49 صفحات پر مشتمل رسالے'' تلاوت کی فضیلت'' کا مطالعہ کیجئے۔

وکثرت اور جلا وخفا کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے حتی کہ بعض لوگوں کے سامنے ایک چیز اصل حالت میں منکشف ہوتی ہے جبکہ بعض کے سامنے وہی چیز اپنی مثال کے ساتھ منکشف ہوتی ہے جیسا کہ بعض کو دنیا مردار کی مثل اور شیطان کتے کی صورت میں نظر آتا ہے جو اس پر چھاتی لگائے بیٹھ کر اس کی طرف بلا رہا ہوتا ہے۔اسی طرح مکاشفہ کا اختلاف کشف کی چیزوں میں بھی ہوتا ہے بعض بزرگوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات منکشف ہوتی ہیں، بعض کو اس کے افعال منکشف ہوتے ہیں اور بعض کو علوم معاملہ کی باریکیاں منکشف ہوتی ہیں۔ ہر وقت ان معانی کی تعیین کے لئے بے شمار پوشیدہ اسباب ہیں، ان میں سب سے سخت اس کی طرف قلبی فکر کی مناسبت ہے کیونکہ جب کسی معین چیز کی طرف توجہ کی جائے تو وہ انکشاف کے لئے بہتر ہوتی ہے۔

اہل قلوب کے مکاشفہ کا انکار مناسب نہیں:

یہ امور (زنگ سے) صیقل شدہ آئینے میں ہی نظر آتے ہیں اور تمام آئینے زنگ آلود ہیں اس لئے ان سے ہدایت چھپ جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ منعم (یعنی نعمت بخشنے والے) کی طرف سے بخل ہوتا ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہدایت کے مقام پر میل کی تہہ جم جانے کے سبب زبانیں اس قسم کی باتوں کا انکار کرنے میں جلدی کرتی ہیں کیونکہ طبیعت اس چیز کا انکار کر دیتی ہے جو موجود نہ ہو۔ اگر پیٹ میں موجود بچے میں عقل ہوتی تو وہ ہوا کی وسعتوں میں انسان کی موجودگی کے امکان کا انکار کر دیتا اور اگر بچے کو تمیز ہوتی تو زمین وآسمان کی بادشاہت میں جن چیزوں کے ادراک کا عُقَلَا گمان کرتے ہیں، ان کا انکار کر دیتا۔اسی طرح انسان ہر حالت میں اس سے اعلیٰ حالت کا انکار کرتا ہے اور جو ولایت کے حال کا منکر ہو اس پر نبوت کے حال کا انکار بھی لازم آئے گا اور مخلوق مختلف درجات پر پیدا کی گئی ہے۔لہٰذا بندے کو اپنے سے اوپر والے درجے کا انکار نہیں کرنا چاہئے مگر چونکہ لوگوں نے اس چیز کو بحث ومباحثہ کے ذریعے تلاش کیا غیرِ خدا سے دل کو پاک کرنے کے ذریعے نہیں ڈھونڈا تو اسے نہ پاسکنے کے باعث انکار کر دیا۔ جو اہلِ مکاشفہ میں سے نہ ہو تو کم از کم اسے غیب پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنی چاہئے یہاں تک کہ وہ تجربہ سے اس کا مشاہدہ کر لے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نمازی بندے پر فخر فرماتا ہے:

حدیثِ پاک میں ہے: ''بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اور بندے کے درمیان سے پردے

اٹھا دیتا اور اس کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے، فرشتے اس کے کاندھے سے ہوا تک کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کے ساتھ نماز پڑھتے، اس کی دُعا پر آمین کہتے ہیں اور آسمان سے نمازی کے سر کی مانگ تک ایک نیکی اُترتی ہے اور ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جان لیتا کہ وہ کس کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہے تو ادھر ادھر متوجہ نہ ہوتا۔ آسمان کے دروازے نمازیوں کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کی مجلس میں اپنے نمازی بندے پر فخر فرماتا ہے۔"[1]

(سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) آسمان کے دروازوں کا کھلنا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نمازی کی طرف متوجہ ہونا ہمارے ذکر کردہ کشف سے کنایہ ہے۔

تورات میں لکھا ہے کہ "اے ابن آدم! میرے سامنے نماز پڑھتے اور روتے ہوئے کھڑا ہونے سے عاجز نہ ہونا، میں **اللہ** ہوں جو تیرے دل سے قریب ہے اور تو نے غیب سے میرے نور کو دیکھا۔"[2]

راوی کہتے ہیں کہ یہ رقت، رونا اور وہ کشادگی جسے نمازی اپنے دل میں پاتا ہے دل میں قربِ الٰہی کی بنا پر ہے اور جب یہ قرب، مکانی قرب نہیں تو اس کا معنی ہدایت، رحمت اور حجاب کا اٹھ جانا ہی ہے۔

فرشتے کس پر تعجب کرتے ہیں؟

منقول ہے کہ "بندہ جب دو رکعتیں پڑھتا ہے تو فرشتوں کی دس صفیں اس پر تعجب کرتی ہیں ان میں سے ہر صف میں دس ہزار فرشتے ہوتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک لاکھ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر کرتا ہے۔"[3]

فرشتوں کے تعجب کرنے کی وجہ:

اس کی وجہ یہ ہے کہ بندے کی نماز میں قیام وقعود اور رکوع و سجود جمع ہوتے ہیں جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان چار ارکان کو 40 ہزار ملائکہ میں تقسیم کیا ہے۔ قیام کرنے والے فرشتے قیامت تک رکوع نہیں کریں گے۔ سجدہ کرنے والے تا قیامت اس سے سر نہیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح رکوع اور قعدہ کرنے والوں کا حال ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کو جو قرب اور رتبہ عطا فرمایا ہے (اس کے مطابق) ان پر ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہنا لازم ہے اس میں کمی بیشی نہیں

---

1. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون، فی ذکر دعائم السلام......الخ، ج۲، ص۱۶۵۔
2. ......المرجع السابق۔
3. ......المرجع السابق۔

ہوسکتی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے متعلق خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۙ﴿۱۶۴﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۱۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔

باعتبارِ ترقّیٔ درجات انسان فرشتوں سے مختلف ہے:

انسان ایک درجہ سے دوسرے کی طرف ترقی کرنے میں فرشتوں سے مختلف ہے کیونکہ یہ ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہوتا رہتا اور اس کا مزید قرب پاتا ہے جبکہ فرشتوں پر مزید قرب کا دروازہ بند ہے اور ہر فرشتے کا وہی رتبہ ہے جس پر وہ کھڑا ہے اور وہی عبادت ہے جس میں وہ مشغول ہے۔ وہ نہ تو اس کے غیر کی طرف منتقل ہوتا اور نہ ہی اس میں کوتاہی کرتا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ﴿۱۹﴾ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۱۹، ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

اور زیادتیٔ درجات کی چابی نماز ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۱، ۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایمان کے بعد مخصوص نماز کے ساتھ ایمان والوں کی تعریف فرمائی جو خشوع کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ پھر دنیا و آخرت میں کامیابی پانے والوں کی خوبیوں کا اختتام بھی نماز کے ذکر سے کیا۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۘ﴿۹﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

پھر ان خوبیوں کے نتیجے میں ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنز الایمان: یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۱۰، ۱۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پہلے انہیں فلاح (کامیابی) کے ساتھ پھر جنت الفردوس کی وراثت کے ساتھ متصف فرمایا۔

(سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میرے خیال میں غافل دل کے ساتھ محض زبان کو جلدی جلدی چلانا اس درجے تک نہیں پہنچا سکتا۔ اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان (نمازیوں) کے مقابل جہنمیوں سے متعلق ارشاد فرمایا:

مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَۙ ﴿۴۳﴾ (پ۲۹، المدثر: ۴۲، ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔

لہٰذا نمازی ہی جنت الفردوس کے وارث ہیں اور وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور کا مشاہدہ کرنے والے اور اس کے قرب سے لطف اندوز ہونے والے ہیں۔

دُعا:

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اِن (یعنی مذکورہ اوصاف سے متصف نمازیوں) میں سے بنائے اور ہم اُن لوگوں کی سزا سے پناہ طلب کرتے ہیں جن کی باتیں تو اچھی مگر کام برے ہیں۔ بے شک وہی کرم و احسان فرمانے والا ہے۔ اس کا احسان قدیم ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہر برگزیدہ بندے پر رحمت ہو۔

﴿......تُوْبُوْا اِلَی اللّٰه　　اَسْتَغْفِرُ اللّٰه......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب　　صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

پانچویں فصل: خشوع،خضوع سے نماز پڑھنے والوں کی حکایات

جان لیجئے کہ خشوع ایمان کا پھل اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال سے حاصل ہونے والے یقین کا نتیجہ ہے۔ جسے یہ حاصل ہوجائے وہ نماز میں اور نماز سے باہر بلکہ تنہائی میں اور استنجا خانے میں بھی قضائے حاجت کے وقت خشوع اپناتا ہے۔کیونکہ خشوع کا موجب اس بات کی پہچان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے پر مطلع ہے۔ نیز بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال اور اپنی کوتاہی کی معرفت رکھتا ہے۔ انہی باتوں کی پہچان سے خشوع حاصل ہوتا ہے اور یہ نماز کے ساتھ خاص نہیں اسی لئے بعض بزرگوں کے متعلّق منقول ہے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتے اور اس سے ڈرتے ہوئے 40 سال تک آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا۔

آنکھوں کا قفل مدینہ:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہمیشہ سر اور آنکھیں جھکائے رکھتے تھے حتی کہ بعض لوگ آپ کو نابینا سمجھتے۔ آپ 20 سال حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر حاضر ہوتے رہے جب حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کنیز انہیں (آتے) دیکھتی تو کہتی: ''آپ کے نابینا دوست تشریف لائے ہیں۔'' حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کی بات سن کر مسکرا دیتے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب دروازہ بجاتے، کنیز باہر نکلتی تو انہیں سر اور آنکھیں جھکائے دیکھتی۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو دیکھتے تو یہ آیتِ مقدسہ تلاوت کرتے:

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ﴿۳۴﴾ (پ ۱۷، الحج: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! خوشی سنادو ان تواضع والوں کو۔

اور فرماتے: خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر حضور انور، شافعِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہیں دیکھتے تو تم سے خوش ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ''آپ کو پسند فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کو دیکھ کر مسکرا دیتے۔

سیِّدُنا ربیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَدِیْع کا خوفِ خدا:

منقول ہے کہ ایک دن حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ لوہاروں کے پاس سے گزرے جب آپ نے بھٹیوں کے دھونکنے اور آگ کے شعلے بلند ہونے کو دیکھا

تو ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز کے وقت تک آپ کے سرہانے بیٹھے رہے مگر ہوش میں نہ آئے۔ وہ آپ کو پیٹھ پر اٹھا کر گھر لے آئے۔ دوسرے دن اس وقت تک آپ بیہوش رہے جس وقت چیخ ماری تھی، اس دوران آپ کی پانچ نمازیں قضا ہوگئیں اور حضرتِ سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے سرہانے بیٹھے فرما رہے تھے: ''خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! خوف (خدا) اسے ہی کہتے ہیں۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے تھے: ''میں جب بھی نماز پڑھتا مجھے یہی فکر رہتی کہ میں کیا کہتا ہوں اور مجھے کیا جواب ملے گا۔'' (۲)

سیِّدُنا عامر بن عبداللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا خشوع:

حضرت سیِّدُنا عامر بن عبداللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی خشوع سے نماز پڑھنے والوں میں سے تھے۔ جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو اکثر آپ کی بیٹی دف بجاتی اور گھر میں آنے والی عورتوں سے باتیں کرتی لیکن آپ نہ ان کی باتیں سنتے اور نہ ہی سمجھ پاتے۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ''کیا آپ نماز میں اپنے نفس سے کوئی بات کرتے ہیں؟'' تو فرمایا: ''ہاں! یہ بات کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے کھڑا ہوں اور میں نے دو گھروں میں سے ایک گھر میں لوٹنا ہے۔'' عرض کی گئی: ''کیا ہماری طرح آپ بھی نماز میں امورِ دنیا میں سے کچھ پاتے ہیں؟'' فرمایا: ''مجھے نماز میں دنیا کے خیالات پیدا ہونے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ مجھ پر تیروں سے حملہ کیا جائے۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر پردہ اُٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہو۔'' (۳)

حضرت سیِّدُنا مسلم بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار بھی کثرتِ خشوع والوں میں سے تھے۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپ نماز میں تھے تو آپ کو مسجد میں ستون گرنے کا پتا بھی نہ چلا۔

تکلیف کا احساس تک نہ ہوا:

منقول ہے کہ ''ایک بزرگ کے جسم کا کوئی حصہ گل گیا اور اُسے کاٹنے کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن ممکن نہ تھا تو کہا گیا کہ کچھ بھی ہو جائے نماز میں انہیں کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا۔ چنانچہ، نماز کی حالت میں ان کے بدن کا وہ حصہ

❶ ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۹۔

❷ ......المرجع السابق۔ ❸ ......المرجع السابق۔

کاٹ دیا گیا۔‘‘

منقول ہے کہ ’’نماز آخرت میں سے ہے۔ لہٰذا جب تو نماز شروع کرے تو دنیا سے نکل جا۔‘‘ (۱)

کسی بزرگ سے پوچھا گیا: ’’کیا دوران نماز آپ اپنے نفس سے کوئی دنیوی بات کرتے ہیں؟‘‘ تو انہوں نے جواب دیا: ’’نہ نماز میں نہ نماز سے باہر۔‘‘

بعض بزرگوں سے پوچھا گیا: کیا آپ نماز میں کوئی چیز یاد کرتے ہیں؟‘‘ جواب ملا: ’’مجھے نماز سے زیادہ کون سی چیز پیاری ہے کہ میں نماز میں اسے یاد کروں؟‘‘

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے تھے: ’’آدمی کی سمجھداری میں سے ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اپنا ضروری کام نمٹالے تاکہ نماز شروع کرے تو اس کا دل فارغ ہو۔‘‘ (۲)

وسوسوں کے خوف سے نماز مختصر پڑھی:

بعض بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن وسوسوں کے خوف سے نماز مختصر کر دیتے تھے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک دن نماز مختصر کرکے پڑھی تو ان سے عرض کی گئی: ’’اے ابویقظان! آپ نے نماز مختصر کرکے پڑھی ہے۔‘‘ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’کیا تم نے مجھے نماز میں کچھ کمی کرتے پایا؟‘‘ لوگوں نے کہا: ’’نہیں۔‘‘ فرمایا: میں نے شیطان کے بھلانے کے خوف سے جلدی کی، بے شک رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’بندہ نماز پڑھتا ہے لیکن اس کے لئے نماز کا نصف، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا اور دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا۔‘‘ (۳)

نیز حضور اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے: ’’بندے کے لئے اس کی نماز میں سے وہی لکھا جاتا ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرے۔‘‘ (۴)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۹۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۹۔

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، حدیث عمار بن یاسر، الحدیث: ۱۸۹۱۶، ج۶، ص۴۸۳، مفهومًا۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۹۔۱۷۰۔بتقدمٍ وتاخرٍ۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا طلحہ، حضرت سیِّدُنا زبیر اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا ایک گروہ انتہائی مختصر نماز پڑھتے اور فرماتے: ''ہم شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے جلدی پڑھتے ہیں۔'' (۱)

ایک بھی نماز نہیں پڑھی:

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے برسرِ منبر فرمایا: ''بے شک حالتِ اسلام میں انسان کے رخساروں پر سفیدی آجاتی ہے (اس کی داڑھی سفید ہوجاتی ہے) لیکن اس نے رضائے الٰہی کے لئے ایک نماز بھی پوری نہیں پڑھی ہوتی۔''(۲) عرض کی گئی: ''یہ کیسے؟'' فرمایا: ''وہ خشوع وخضوع سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔''(۳)

آیت مبارکہ کی تفسیر:

حضرت سیِّدُنا ابوعالیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اس فرمانِ باری تعالیٰ:

الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ ترجمۂ کنز الایمان: جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

(پ۳۰، الماعون:۵)

کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ''اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز میں بھول جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کتنی رکعتوں کے بعد فارغ ہوں گا جفت کے بعد یا طاق کے؟'' (۴)

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس سے مراد وہ ہے جو نماز کے وقت غافل رہتا ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جاتا ہے۔'' (۵)

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اس کا معنی یہ بیان فرمایا کہ ''یہ وہ شخص ہے جو اوّل وقت میں نماز پڑھنے پر خوش نہیں ہوتا اور تاخیر کرنے پر غم زدہ نہیں ہوتا اور جلدی پڑھنے کو ثواب اور تاخیر کو گناہ نہیں سمجھتا۔'' (۶)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۰۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۰۔

3 ......المرجع السابق۔ 4 ......المرجع السابق۔

5 ......المرجع السابق۔ 6 ......المرجع السابق۔

یاد رکھئے کہ نماز کا کچھ حصہ شمار ہوتا اور لکھا جاتا ہے جبکہ کچھ حصہ نہ شمار کیا جاتا اور نہ لکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس پر روایات دلالت کرتی ہیں اگرچہ فقیہ کے نزدیک نماز صحیح ہونے کے اعتبار سے تقسیم نہیں ہوتی لیکن اس کا ایک اور معنی بھی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اس معنی پر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ، مروی ہے کہ ”فرائض کی کمی نوافل کے ذریعے پوری کی جائے گی۔“

باعث نجات اور قرب کا ذریعہ:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ روح اللّٰہ علٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”فرائض کے ذریعے میرا بندہ مجھ (یعنی میرے عذاب) سے نجات پالیتا اور نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔“ (1)

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”میرے فرض کردہ احکام کی بجا آوری کے بغیر بندہ میرے عذاب سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔“ (2)

دل نماز میں حاضر نہیں:

مروی ہے کہ (ایک بار) حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھی اور قراءَت سے ایک آیت رہ گئی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو استفسار فرمایا: ”میں نے کیا پڑھا؟“ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن خاموش رہے پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی: ”آپ نے فلاں سورت پڑھی اور فلاں آیت نہیں پڑھی میں نہیں جانتا کہ وہ منسوخ ہوگئی یا اُٹھالی گئی۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے اُبَیّ! تم ہی اس کے لئے ہو (یعنی نماز میں کامل طور پر متوجہ رہنا تمہارے ہی لائق ہے)۔“ پھر دیگر صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں حاضر ہوتے، صفوں کو مکمل کرتے اور اپنے نبی کی اقتدا میں ہوتے ہیں لیکن وہ نہیں جانتے کہ ان کے سامنے کتابُ اللّٰہ میں

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۰۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۰۔

سے کیا پڑھا جاتا ہے۔خبردار! بنی اسرائیل نے اسی طرح کیا تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے فرما دیجئے: ''تمہارے بدن میری بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنے کلمات تم بارگاہ تک پہنچاتے ہو لیکن تمہارے دل میری طرف متوجہ نہیں ہوتے جس طرف تم جا رہے ہو وہ باطل ہے۔''[1] یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام کی قراءَت سننا اور سمجھنا خود قراءَت کرنے کی طرح ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا: ''کوئی شخص ایک سجدہ کر کے سمجھتا ہے کہ اس نے اس کے ذریعے قربِ خداوندی حاصل کرلیا ہے حالانکہ اس کے ایک سجدہ کے گناہ اہلِ مدینہ پر تقسیم کر دیئے جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں۔'' پوچھا گیا: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''وہ بظاہر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سجدہ کر رہا ہوتا ہے مگر اس کا دل خواہشات کی طرف جھکا ہوتا اور وہ باطل کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے جو اس پر غالب ہوتا ہے۔''[2]

(مذکورہ کلام جو کچھ ذکر کیا گیا ہے) یہ خاشعین کی صفت ہے۔ بیان کردہ حکایات وروایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز میں اصل خشوع اور حضورِ قلب ہے جبکہ غفلت کے ساتھ محض اوپر نیچے ہونا آخرت میں بہت کم نفع دے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

......تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ......

......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۱، ۱۷۲۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۲۔

باب نمبر4: # امامت کا بیان (یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: امام پر نماز سے پہلے کے، نیز قراءَت، ارکان اور سلام کے بعد کے لازم اُمور

قبل نماز امام پر چھ باتیں لازم ہیں:

﴿1﴾......امام کو چاہئے کہ ایسی قوم کی امامت نہ کرے جو اسے ناپسند کرتی ہو اگر لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو اکثریت کی رائے پر عمل کیا جائے اگر کم تعداد والے لوگ دین دار اور نیک ہوں تو ان کو ترجیح دی جائے۔

کن کی نماز مقبول نہیں ہوتی:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے تجاوز نہیں کرتی: (۱) بھاگا ہوا غلام (۲) وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہو اور (۳) وہ شخص جو ایسے لوگوں کی امامت کرے جو اسے ناپسند کرتے ہوں۔'' (1)

نیز جس طرح لوگوں کی ناپسندیدگی کی صورت میں کسی شخص کا ان کی امامت کروانا منع ہے اسی طرح اگر اس کے پیچھے اس سے بڑا عالم موجود ہو تب بھی اس کا امامت کروانا منع ہے۔ البتہ اگر وہ بڑا عالم خود رک جائے تو وہ امامت کروا سکتا ہے۔ اگر مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو جب اسے آگے کیا جائے اور وہ اپنے اندر شرائطِ امامت پاتا ہو تو آگے بڑھ جائے۔ اس وقت ایک دوسرے کو آگے کرنا یعنی امامت کو دوسروں پر ڈال دینا مکروہ ہے۔ منقول ہے کہ ''ایک قوم نے نماز کی اقامت کے بعد ایک دوسرے کو آگے کرنا شروع کیا تو انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا۔''

ایک سوال اور اس کا جواب:

پھر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کو جب امامت کے لئے کہا جاتا تھا تو دوسروں کو آگے کیوں بڑھا دیتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جسے امامت کے زیادہ لائق سمجھتے اسے ترجیح دیتے یا انہیں بھولنے اور دوسروں کی نماز کا ضامن بننے سے ڈر لگتا تھا کیونکہ ائمہ (مقتدیوں کی نماز کے) ضامن ہوتے ہیں۔ نیز لوگوں میں سے جو امامت کا عادی نہیں ہوتا بعض اوقات مقتدیوں سے حیا کرتے ہوئے اس کا دل دوسری طرف متوجِّہ ہو جاتا ہے اور نماز میں اخلاص باقی نہیں

---

1 ......الدرالمنثور، الجزء الخامس، النساء، تحت الایۃ۳۴، ج۲، ص۵۲۰،''رؤسھم'' بدلہ ''آذانھم''۔

رہتا۔ بالخصوص جہری نمازوں میں ایسا ہوجاتا ہے اس لئے اس طرح کے اسباب کی وجہ سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے نماز پڑھانے سے احتراز کیا۔

امامت افضل ہے یا مؤذنی:

﴿2﴾...... جب بندے کو اذان اور امامت کے درمیان اختیار دیا جائے تو اسے امامت کو اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں فضیلت ہے لیکن دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے بلکہ امام، مؤذن کے علاوہ ہونا چاہئے[۱]۔ جب دونوں کو جمع کرنا مشکل ہے تو **امامت** بہتر ہے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ **اذان** افضل ہے جیسا کہ ہم نے اس کی فضیلت نقل کی ہے اور فرمانِ مصطفٰے ہے: ''اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ یعنی امام ضامن ہے اور مؤذن امین۔''[۲] لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ امامت میں ضمانت کا خطرہ ہے (اس لئے اذان افضل ہے)۔ ایک روایت میں ہے کہ ''امام امیر ہے جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔''[۳]

ایک روایت میں ہے: ''اگر امام نماز پوری کرے تو اس کا بھی فائدہ ہے دوسروں کا بھی اور اگر پوری نہ کرے تو اسی پر گناہ ہے مقتدیوں پر نہیں۔''[۴] اسی لئے حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دُعا مانگی: ''اَللّٰھُمَّ ارْشِدِ الْاَئِمَّۃَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اماموں کی رہنمائی فرما اور مؤذنوں کو بخش دے[۵]۔''[۶] اور مانگنے میں مغفرت افضل ہے کیونکہ مغفرت کے لئے ہدایت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔

---

❶...... احناف کے نزدیک: اگر مؤذن ہی امام بھی ہو تو بہتر ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۴۶۷)

❷......سنن الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء أن الامام ضامن......الخ، الحدیث۲۰۷، ج۱، ص۲۵۰۔

❸......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون......الخ، ج۲، ص۳۵۰، ''امین'' بدلہ ''امیر''۔

صحیح ابن خزیمۃ، باب امرالماموم بالصلاۃ جالسا......الخ، الحدیث۱۶۱۳، ج۳، ص۵۲۔

❹......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی جماع الامامۃ وفضلھا، الحدیث۵۸۰، ج۱، ص۲۳۹، مفہومًا۔

❺...... مفسرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج1، ص415 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس سے بھی امامت کی اذان پر فضیلت معلوم ہورہی ہے کیونکہ مغفرت سے ہدایت اعلیٰ ہے یعنی یا اللہ اماموں کو نماز کے مسائل سیکھنے اور صحیح ادا کرنے کی ہدایت دے کہ ان کی نماز سے بہت سی نمازیں وابستہ ہیں اور مؤذن کبھی وقت میں دھوکا بھی کھا سکتا ہے اسے بخش دے۔

❻......سنن الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء أن الامام ضامن......الخ، الحدیث۲۰۷، ج۱، ص۲۵۰۔

بلاحساب جنت میں داخلہ:

حدیث پاک میں ہے کہ ”جس نے مسجد میں سات سال (ثواب کی نیت سے) نماز کی امامت کرائی اس کے لئے بلاحساب جنت واجب ہو جاتی ہے اور جس نے 40 سال (ثواب کی نیت سے) اذان دی وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا۔“[1] اسی لئے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے بارے میں مروی ہے کہ وہ (ایثار کی نیت سے) امامت میں ایک دوسرے کو آگے کرتے تھے۔

صحیح یہ ہے کہ **امامت** افضل ہے کیونکہ سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق و امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور ان کے بعد ائمۂ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے اس پر ہمیشگی اختیار فرمائی اس میں ضمانت کا خطرہ ہے مگر فضیلت بھی خطرے کے ساتھ ہے جیسا کہ حکومت و خلافت کا رتبہ افضل ہے۔

70 سالہ عبادت سے افضل:

حضور نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”عادل بادشاہ کا ایک دن 70 سال کی عبادت سے افضل ہے۔“[2] لیکن چونکہ امامت میں خطرات ہیں اس لئے افضل اور زیادہ فقیہ شخص کو مقدم کرنا افضل ہے، کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ”تمہارے ائمہ تمہارے سفارشی ہوں گے۔[3] یا فرمایا: وہ تمہارے نمائندے ہوں گے۔[4] اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی نمازوں کو پاک کرو تو اچھے لوگوں کو امام بناؤ۔“

انبیا و علما عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد افضل:

بعض بزرگوں نے فرمایا: انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد علمائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے افضل کوئی

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی حکم وصف الامام والمأموم، ج۲، ص۳۵۶۔

2 ......المعجم الکبیر، عکرمۃ عن ابن عباس، الحدیث:۱۱۹۳۲، ج۱۱، ص۲۶۷، بتصریح ستین سنۃ۔

3 ......المعجم الکبیر، مااسند مرثد بن ابی مرثد الغنوی، الحدیث:۷۷۷، ج۲۰، ص۳۲۸، مفهومًا۔

4 ...... کنزالعمال، کتاب الصلاۃ، الترہیب عن الامامۃ، الحدیث:۲۰۳۸۶، ج۷، ص۲۴۰۔

نہیں اور علمائے دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کے بعد نماز پڑھانے والے ائمہ سے افضل کوئی نہیں کیونکہ یہ لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے بندوں کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو یہ اعزاز نبوت سے، علمائے عظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کو علم سے اور ائمہ کو نماز سے حاصل ہوتا ہے جو دین کا ستون ہے۔ (۱)

خلافت صدیقی پر ایک دلیل:

مذکورہ دلیل کی بنا پر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن نے امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا۔ چنانچہ، انہوں نے فرمایا: ہم نے غور وفکر کیا تو واضح ہوا کہ نماز دین کا ستون ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنے دنیاوی معاملات کے لئے اس شخص کو چُنا جسے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہمارے دینی معاملات کے لئے پسند فرمایا تھا۔ (۲) اور مؤذنِ رسول حضرت سیِّدُنا بلال کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم اس لئے مقدَّم کرتے تھے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے انہیں اذان کے لئے پسند فرمایا تھا۔

مقتدی ہی بن جاؤ:

مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! مجھے ایسا عمل بتائیے جس پر عمل کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔'' ارشاد فرمایا: ''مؤذن بن جا۔'' عرض کی: ''مجھے اس کی استطاعت نہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''امام بن جا۔'' عرض کی: ''مجھے اس کی بھی طاقت نہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''مقتدی بن جاؤ۔'' (۳)

شاید آپ نے یہ خیال فرمایا کہ یہ امامت پر راضی نہ ہوگا کیونکہ اذان تو اس کے اختیار میں ہے مگر امامت لوگوں کے اختیار میں ہے وہ اسے آگے کریں گے تو امامت کروا سکے گا پھر خیال فرمایا کہ شاید یہ امامت پر قادر ہے (اس لئے امامت کا ذکر بعد میں فرمایا)۔

﴿3﴾...... امام کو چاہئے کہ اوقات نماز کی رعایت رکھتے ہوئے اوّل وقت میں نماز پڑھائے تا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کو

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۰-۳۵۱۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۱۔

3 ......مجمع الزوائد، کتاب الصلاة، باب فضل الاذان، الحدیث:۱۸۴۲، ج۲، ص۸۴ "صل" بدله "قم"۔

پالے کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”اول وقت کی نماز کو آخر وقت پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح آخرت کو دنیا پر۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ ”بندہ آخری وقت میں نماز ادا کرتا ہے، اگر چہ یہ نماز اس سے فوت نہیں ہوئی مگر اول وقت فوت ہو گیا جو اس کے حق میں دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر تھا۔“[2]

کثرت جماعت کے لئے نمازیوں کا انتظار کرنا کیسا؟

امام جماعت کی کثرت کے انتظار میں نماز کو مستحب وقت سے مؤخر نہ کرے بلکہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اوّل وقت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے جلدی کریں کہ یہ کثرتِ جماعت اور لمبی سورتیں پڑھنے سے افضل ہے۔ نیز منقول ہے کہ ”بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن میں سے جب دو آدمی جماعت کے لئے حاضر ہو جاتے تو تیسرے کا انتظار نہ کرتے اور نماز جنازہ میں جب چار آدمی حاضر ہو جاتے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے۔“

نیز مروی ہے کہ ایک بار حالت سفر میں حضور اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے طہارت کے سبب نمازِ فجر میں تاخیر ہو گئی تو انتظار کے بجائے حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو امامت کے مصلے پر کھڑا کر دیا گیا انہوں نے نماز پڑھائی یہاں تک کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ایک رکعت فوت ہو گئی، آخر میں آپ اسے ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ راوی فرماتے ہیں: اس پر ہم خوف زدہ ہو گئے۔ تو رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم نے اچھا کیا (کہ اول وقت میں نماز پڑھی) اسی طرح کیا کرو۔“[3]

ایک بار آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو نماز ظہر میں تاخیر ہو گئی تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو امامت کے مصلے پر کھڑا کر دیا حتی کہ دوران نماز ہی حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے برابر کھڑے ہو گئے۔[4]

---

1. ......الجامع الصغیر، حرف الفاء، الحدیث: ۵۸۶۷، ص۳۶۳۔
2. ......سنن الدارقطنی، کتاب الصلاۃ، باب النھی عن الصلاۃ......الخ، الحدیث: ۹۶۷، ج۱، ص۳۴۱، مفھومًا۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۱۔
3. ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی......الخ، الحدیث: ۱۰۵، ص۲۲۶، مفھومًا۔
4. ......صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من دخل لیؤم الناس......الخ، الحدیث: ۶۸۴، ج۱، ص۲۴۴، مفھومًا۔

امام پر مؤذن کا انتظار کرنا لازم نہیں بلکہ مؤذن پر اقامت کے لئے امام کا انتظار کرنا لازم ہے۔ جب امام آ جائے تو وہ کسی دوسرے کا انتظار نہ کرے۔

﴿4﴾......امام خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے امامت کرائے۔ نیز طہارت اور نماز کی تمام شرائط میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امانت کو ادا کرنے والا ہو۔

اخلاص یہ ہے کہ امامت پر اجرت نہ لے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عثمان بن ابی عاص ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''ایک مؤذن رکھو جو بغیر اجرت اذان دے۔''[1]

اذان نماز کا ذریعہ ہے جب اس پر اجرت نہ لینے کا فرمایا تو امامت پر بدرجہ اَولیٰ نہیں لینی چاہئے۔ اگر مسجد کی آمدنی امام کے لئے وقف ہو اور وہ اس میں سے لے یا بادشاہ یا مقتدیوں سے کچھ لے تو اسے حرام نہیں کہا جائے گا البتہ مکروہ ہے۔ فرض نمازوں پر اجرت لینا نمازِ تراویح پر اجرت لینے سے زیادہ مکروہ ہے۔

امامت پر اجرت لینے کا حیلہ:

اگر اجرت لے تو یہ نیت ہو کہ حاضری کی پابندی اور جماعت قائم کرنے کے سلسلے میں مسجد کے معاملات کی نگرانی کی لے رہا ہوں نہ کہ نفسِ نماز کی[2]۔

جہاں تک امانت کا تعلق ہے تو وہ باطنی طور پر فسق، گناہِ کبیرہ اور صغیرہ پر اصرار سے پاک ہونا ہے۔ جو شخص امامت کی ذمہ داری اٹھانا چاہتا ہے وہ پوری کوشش کے ساتھ ان کاموں سے بچے کیونکہ وہ قوم کے لئے سفارشی اور

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب اخذالاجر علی التأذنین، الحدیث: ۵۳۱، ج ۱، ص ۲۲۳۔

2 ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد سوم صفحہ 146 پر ہے: ''تعلیم القرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ جائز ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ کے پڑھانے والے طلبِ معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے اسی طرح اگر مؤذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان وجماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس شعارِ اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی اسی طرح بعض علما نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہلِ علم نہیں ہیں اِدھر اُدھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ تقریر کے ذریعے انہیں دین کی تعلیم دے دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے علم کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے گا۔

ترجمان کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا وہ قوم میں سے بہترین شخص ہونا چاہئے۔اسی طرح ظاہری طور پر حدث اور نجاست سے بھی پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ اس پر صرف وہی آگاہ ہوسکتا ہے۔ اگر نماز کے دوران یاد آئے کہ وہ بے وضو تھا یا اس کی ہوا خارج ہوئی تو شرم نہیں کرنی چاہئے بلکہ اپنے قریبی شخص کو ہاتھ سے پکڑ کر اسے نماز میں اپنا خلیفہ بنا دے۔ کہ حضور انور، شافع محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دورانِ نماز جنابت یاد آئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی کو خلیفہ بنا کر غسل فرمایا پھر واپس تشریف لاکر نماز میں شامل ہو گئے۔[1]

کن کی اقتدا میں نماز جائز نہیں؟

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو مگر شراب کے عادی، علانیہ گناہ کرنے والے، والدین کے نافرمان، بدعتی یا بھاگے ہوئے غلام کے پیچھے نہ پڑھو[2]۔“[3]

﴿5﴾...... جب تک صفیں برابر نہ ہو جائیں تکبیر (تحریمہ) نہ کہے بلکہ دائیں بائیں دیکھ لے اگر کوئی خلل پائے تو صفیں برابر کرنے کا حکم دے۔ اسلافِ کرام کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کندھوں کو برابر رکھتے اور ایڑیوں کو ملاتے۔ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو امام تکبیر نہ کہے۔

اذان واقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہو؟

مؤذن اذان کے اتنی دیر بعد اقامت کہے کہ لوگ نماز کی تیاری کرلیں۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ”مؤذن

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب فی الجنب یصلی......الخ، الحدیث۲۳۲، ج ۱، ص ۱۱۱، مفهومًا۔

2 ...... **بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 562** پر ہے: وہ بد مذہب جس کی بد مذہبی حدِ کفر کو پہنچ گئی ہو، جیسے رافضی اگرچہ صرف صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت یا صحبت سے انکار کرتا ہو، یا شیخین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی شانِ اقدس میں تبرا کہتا ہو۔ قدری، جہمی، مشبہ اور وہ جو قرآن کو مخلوق بتاتا ہے اور وہ جو شفاعت یا دیدارِ الٰہی یا عذابِ قبر یا کراماً کاتبین کا انکار کرتا ہے، ان کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔ (عالمگیری، غنیۃ) اس سے سخت حکم وہابیۂ زمانہ کا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ و نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی توہین کرتے یا توہین کرنے والوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان ہی جانتے ہیں۔ مزید **صفحہ 568** پر نقل فرماتے ہیں: بد مذہب کہ جس کی بد مذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو اور فاسق معلن جیسے شرابی، جواری، زناکار، سود خوار، چغل خور، وغیرہم جو کبیرہ گناہ بالاعلان کرتے ہیں، ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔

3 ......تذکرۃ الحفاظ، الطبقة الخامسة، الجزء الاوّل، ج۱، ص۱۵۳، باختصارٍ۔

اذان واقامت کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ کھانا کھانے والا کھانے سے اور استنجا وغیرہ کرنے والا اپنی حاجت سے فارغ ہوجائے۔"[1] کیونکہ حضور نبیِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بول وبراز (یعنی پیشاب پاخانہ) کی شدت میں نماز سے منع فرمایا اور رات کا کھانا عشا سے پہلے کھانے کا حکم فرمایا۔[2] تاکہ دل فارغ ہو (اور خشوع و خضوع حاصل ہو)۔

﴿6﴾......امام تکبیر تحریمہ اور تمام تکبیرات بلند آواز سے کہے اور مقتدی اتنی آواز میں کہے کہ خود سن لے۔ نیز حصول ثواب کے لئے امام امامت کی نیت کرے، کہ اگر اس نے امامت کی نیت نہ کی تب بھی اس کی نماز ہوجائے گی اور لوگوں نے اس کی اقتدا کی نیت کی تو ان کی نماز بھی ہوجائے گی اور وہ جماعت کی فضیلت پالیں گے مگر امام کو امامت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ مقتدی تکبیر امام کے تکبیر کہہ لینے کے بعد شروع کرے۔

دوسری فصل: قراءَت میں امام کی ذمّہ داری

قراءت کے سلسلے میں امام پر تین باتیں لازم ہیں:

﴿1﴾......تنہا نماز پڑھنے والے کی طرح ثنا اور تعوذ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ نیز بِسْمِ اللّٰہِ) آہستہ پڑھے اور فجر کی پوری نماز میں اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت بلند آواز سے پڑھے۔ منفرد بھی اسی طرح قراءت کرے[3]۔ نیز امام و مقتدی جہری نمازوں میں بلند آواز سے آمین کہے[4]۔ مقتدی آمین امام کے ساتھ کہے اس کے بعد نہ کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بلند آواز سے پڑھنے میں روایات مختلف ہیں۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے بلند آواز سے پڑھنے کو اختیار فرمایا۔[5]

1......سنن الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الترسل فی الاذان، الحدیث۱۹۵، ج۱، ص۲۳۹، مفھومًا۔

2......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ فی ثوب لہ اعلام، الحدیث۶۲، ص۲۸۰۔

3......احناف کے نزدیک: جہری نمازوں میں منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کو اختیار ہے (کہ آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے) اور افضل جہر ہے جب کہ ادا پڑھے اور جب قضا ہے تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۵۴۵)

4......احناف کے نزدیک: تمام نمازوں میں امام و مقتدی اور منفرد آمین آہستہ کہیں گے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۵۴۵)

5......احناف کے نزدیک: بِسْمِ اللّٰہِ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۵۲۳)

﴿2﴾......امام قیام میں تین سکتے کرے حضرتِ سیِّدُنا سمرہ بن جندب اور حضرت سیِّدُنا عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسی طرح روایت کیا۔ [1]

(۱)......تکبیرِ تحریمہ کے وقت: یہ سب سے طویل سکتہ ہے اور اتنی دیر ہے کہ مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ لیں اور یہ ثنا پڑھنے کا وقت ہے کیونکہ اگر امام اس وقت سکتہ نہ کرے گا تو مقتدیوں کا سننا فوت ہو جائے گا اور ان کی نمازوں میں جو کمی رہ جائے گی اس کا وبال امام پر آئے گا۔ اگر اس سکتہ کے دوران مقتدی فاتحہ نہ پڑھیں بلکہ کسی دوسری طرف مشغول رہیں تو یہ ان کی کوتاہی ہوگی نہ کہ امام کی [2]۔

(۲)......دوسرا سکتہ اس وقت کرے جب سورۂ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو جائے تاکہ جس نے پہلے سکتے میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی وہ اب پڑھ لے اور یہ پہلے سکتے کا نصف ہے۔ (۳)......تیسرا سکتہ سورت کی قراءت کے بعد رکوع سے پہلے کرے، اس کی مقدار سب سے کم ہے اور یہ اتنا ہی ہے کہ قراءَت کو تکبیر سے جدا کر دے کیونکہ قراءت کو تکبیر رکوع کے ساتھ ملانے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھے [3]۔ اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہی سورۂ فاتحہ پڑھ لے اس میں قصور وار امام ہوگا۔ اگر مقتدی جہری نماز میں دور ہونے کی وجہ سے نہ سن سکے یا سری نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی کے سورت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

﴿3﴾......نمازِ فجر میں امام **100** سے کم آیات والی دو سورتیں پڑھے کیونکہ فجر کی قراءَت کو لمبا کرنا اور اسے اندھیرے میں پڑھنا سنّت ہے جبکہ روشنی میں نماز سے فارغ ہونے میں کوئی حرج نہیں، دوسری رکعت میں سورتوں کے آخر سے 20، 30 آیات پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ آیات سورتوں کے آخر سے پڑھے کیونکہ آخری آیات (عوام الناس کے) کانوں میں بار بار نہیں پڑتیں، اس لئے وعظ میں زیادہ اَثر رکھتی اور غور و فکر کو زیادہ دعوت دیتی ہیں۔ بعض علمائے

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث سمرۃ بن جندب، الحدیث: ۲۰۱۰۴، ج۷، ص۲۴۸، بتصریح "سکتتان"۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۱۵۳۔

2 ......احناف کے نزدیک: چونکہ مقتدی کے لئے قراءت کرنا جائز نہیں نہ فاتحہ نہ کوئی اور سورت لہٰذا یہ سکتہ نہ کیا جائے۔

3 ......احناف کے نزدیک: امام جب قراءت کرے بلند آواز سے ہو خواہ آہستہ، اس وقت مقتدی کا چپ رہنا واجب ہے۔
(بہارِ شریعت، ج۱، ص۵۱۹)

کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے سورتوں کے آغاز سے کچھ پڑھنے اور باقی کو چھوڑ دینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مروی ہے کہ ”حضور نبی کریم ،رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ یونس کا کچھ حصہ پڑھا۔جب حضرت سیِّدُ نا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰه عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کے ذکر پر پہنچے تو قراءَت منقطع کر دی اور رکوع میں چلے گئے۔“[1] نیز یہ بھی مروی ہے کہ نمازِ فجر میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت: قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(۱۳۶) (پ۱،البقرۃ:۱۳۶) پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ اٰلِ عمران کی یہ آیت پڑھی: رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ(۵۳) (پ۳،اٰل عمرٰن:۵۳)۔“[2]

نیز حضرت سیِّدُ نا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سنا کہ وہ کہیں کہیں سے پڑھتے۔ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عرض کی: ”میں طیب کو طیب سے ملاتا ہوں۔“ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم نے اچھا کیا۔“[3]

نمازِ ظہر میں طِوالِ مفصل (سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک) میں سے تیس آیات کی تلاوت کرے۔عصر میں اس کا نصف (یعنی اوساطِ مفصل جو سورۂ بروج سے لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ تک ہے) پڑھے۔مغرب میں قصارِ مفصل (لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ سے آخر تک) پڑھے۔

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آخری نماز:

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آخری نماز مغرب کی پڑھی،اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ مرسلات کی تلاوت کی،اس کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی۔[4]

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۲۔
صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الجمع بین السورتین......الخ، ج۱، ص۲۷۳۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب فی تخفیفھا، الحدیث:۱۲۶۰، ج۲، ص۳۱۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۲۔
سنن ابی داود، کتاب التطوّع، باب رفع الصوت بالقراءۃ......الخ، الحدیث:۱۳۳۰، ج۲، ص۵۵، مفهومًا۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصبح، الحدیث:۱۷۲۲، ص۲۴۱۔

خلاصۂ کلام:

نماز مختصر پڑھنا بہتر ہے خصوصاً جب لوگ زیادہ ہوں۔ مختصر پڑھنے کی دلیل یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور، بوڑھے اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں اور جب خود نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔'' (1)

حضرتِ سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نمازِ عشا پڑھاتے ہوئے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو ایک شخص نے علیحدہ ہو کر نماز مکمل کی تو لوگ کہنے لگے کہ یہ منافق ہو گیا ہے۔ اس نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے معاذ! کیا لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو، سُوْرَۃُ اَعْلٰی، سورۂ طارق اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا پڑھا کرو۔'' (2)

تیسری فصل: ارکانِ نماز میں امام ومقتدی کی ذمّہ داریاں

نماز کے ارکان میں امام ومقتدی پر تین ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

﴿1﴾......امام کو چاہئے کہ رکوع وسجود مختصر کرے کہ تین تسبیحات سے زائد نہ کہے۔ کیونکہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز سے بڑھ کر کسی کی نماز کو مکمل اور مختصر نہیں دیکھا۔'' (3)

یہ بھی مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر مدینہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کے پیچھے نماز پڑھی تو فرمایا: ''میں نے سوائے اس نوجوان کے کسی شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز کے زیادہ مشابہ ہو۔'' (4)

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ''ہم عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز

---

(1)......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب امر الأئمة بتخفیف......الخ، الحدیث۱۸۳_۱۸۶، ص۲۴۴۔

(2)......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی العشاء، الحدیث۱۷۸، ص۲۴۲، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

(3)......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب امر الائمة بتخفیف الصلاۃ......الخ، الحدیث۱۸۹، ص۲۴۴۔

(4)......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مقدار الرکوع والسجود، الحدیث۸۸۸، ج۱، ص۳۳۷، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

کے پیچھے (رکوع وسجود میں) دس دس بار تسبیح پڑھ لیتے تھے۔

ایک مجمل روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن فرماتے ہیں: ''ہم حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تو رکوع وسجود میں دس دس بار تسبیح پڑلیا کرتے تھے۔'' (۱)

دس دس بار تسبیحات پڑھنا اچھا ہے لیکن جب مجمع کثیر ہو تو تین بار تسبیح پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ نیز جب مقتدی ایسے لوگ ہوں جنہوں نے خود کو دین کے لئے وقف کر رکھا ہے تو دس دس بار تسبیحات پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ مختلف روایات میں تطبیق ہے۔ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے امام کو ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ'' کہنا چاہئے۔

﴿2﴾......دوسری ذمہ داری مقتدی کی ہے۔ اسے چاہئے کہ رکوع وسجود میں امام کے برابر کھڑا نہ ہو بلکہ اس کے پیچھے کھڑا ہو۔ مقتدی سجدے کے لئے اس وقت جھکے جب امام کی پیشانی جائے سجدہ پر پہنچ جائے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن حضور پرنور، شافعِ یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ (۲)

نیز مقتدی رکوع کے لئے اس وقت جھکے جب امام رکوع میں برابر ہو جائے۔

باعتبار ثواب لوگوں کی نماز:

منقول ہے کہ لوگ (باعتبار ثواب) تین اقسام میں نماز سے فارغ ہوتے ہیں: (۱)......ایک گروہ پچیس نمازوں کے (ثواب کے) ساتھ نماز سے نکلتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو امام کے بعد رکوع وسجود کرتے ہیں۔ (۲)......ایک گروہ ایک نماز کے ساتھ فارغ ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو امام کی برابری کرتے ہیں۔ (۳)......ایک گروہ بغیر (کوئی ثواب پائے) نماز سے نکلتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (رکوع وسجود وغیرہ میں) امام سے سبقت لے جاتے ہیں۔

امام کا کسی آنے والے کے لئے رکوع کو طول دینا:

کسی آنے والے کے لئے امام کا رکوع کو لمبا کر دینا تاکہ وہ جماعت اور تکبیر اُولیٰ کی فضیلت کو پالے جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اخلاص کے ساتھ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ مقتدیوں پر گراں نہ

❶......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مقدار الرکوع والسجود، الحدیث۸۸۸، ج۱، ص۳۳۷۔

❷......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب متابعة الامام......الخ، الحدیث۱۹۷، ص۲۴۶۔

گزرے کیونکہ ان کے حق کی رعایت یہ ہے کہ نماز کو طویل نہ کیا جائے[1]۔

﴿3﴾......طوالت سے بچتے ہوئے دعائے تشہد کے کلمات میں زیادتی نہ کرے۔ نیز دعا میں خود کو خاص نہ کرے بلکہ جمع کے صیغہ کے ساتھ یوں کہے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہماری مغفرت فرما۔ یوں نہ کہے: اِغْفِرْلِی یعنی میری مغفرت فرما۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام کا خاص اپنے لئے دعا کرنا مکروہ ہے۔ تشہد میں ان پانچ مسنون کلمات کو پڑھنے میں حرج نہیں: نَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنَا اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنِيْنَ فِيْهِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم عذابِ جہنم اور عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتے ہیں، زندگی و موت اور مسیحِ دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو فتنہ سے محفوظ رکھتے ہوئے ہمیں موت دے دینا۔[2]

منقول ہے کہ دجال کو اس لئے مسیح کہتے ہیں کہ وہ زمین پر بہت زیادہ فاصلہ طے کرے گا یا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کانا ہوگا۔

﴿......تُوْبُوْا اِلَى الله　　اَسْتَغْفِرُ الله......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب　　صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد......﴾

---

1 ......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت جلد اول صفحہ 630** پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: امام کا کسی آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا مکروہ تحریمی ہے، اگر اس کو پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مدنظر ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لئے بقدر ایک یا دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۴، بالفاظ قریب۔
سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، الحدیث۳۲۴۴، ج۵، ص۱۵۹۔

چوتھی فصل: سلام پھیرنے کے بعد امام کی ذمّہ داری

نماز سے خارج ہوتے وقت امام پر تین ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

﴿1﴾......دونوں سلام پھیرتے وقت مقتدیوں اور فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کرے۔

﴿2﴾......سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر وہیں ٹھہرے کہ سرکار مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم،[1] امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایسا ہی کرتے تھے۔ پھر نفل نماز دوسرے مقام پر پڑھے۔ اگر اس کی اقتدا میں عورتیں بھی ہوں تو ان کے چلے جانے کے بعد کھڑا ہو۔[2]

مشہور حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سلام پھیرنے کے بعد اس دعا کی مقدار ٹھہرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو سلامتی عطا فرمانے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، اے عزت وجلال والے! تو برکت والا ہے۔[3]

﴿3﴾......سلام کے بعد جب پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو اور امام کے پھرنے سے پہلے مقتدی کا اٹھنا مکروہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا طلحہ اور حضرت سیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی جب دونوں نے سلام پھیرا تو امام سے کہا: ''آپ کی نماز کتنی اچھی اور مکمل ہے مگر ایک چیز کی کمی ہے کہ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔'' پھر لوگوں سے کہا: ''تمہاری نماز کتنی اچھی ہے مگر تم اپنے امام کے پھرنے سے پہلے پھر گئے۔''[4]

پھر امام دائیں بائیں جدھر چاہے پھر جائے۔ البتہ دائیں طرف پھرنا زیادہ اچھا ہے۔ یہ تمام نمازوں کے اہم مسائل ہیں۔

1......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب مکث الامام فی صلاۃ......الخ، الحدیث۸۴۹، ج۱، ص۲۹۵۔

2......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۸، مفهومًا۔

3......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۸۔

4......قوت القلوب، الفصل الثالث والاربعون فی کتاب حکم الامام......الخ، ج۲، ص۳۵۷۔

نمازِ فجر میں دعائے قنوت

نمازِ فجر میں قنوت کا اضافہ کرے[1]۔ پھر امام یوں کہے: اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ہدایت عطا فرما۔ یوں نہ کہے: اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ہدایت عطا فرما۔ مقتدی اٰمین کہے۔ جب امام یہ کلمات: اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا تُقْضٰی عَلَیْكَ یعنی بے شک تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کہے تو مقتدی اٰمین نہ کہے کیونکہ یہ ثنا ہے، لہٰذا اس کے ساتھ یا تو یہی الفاظ کہے یا یوں کہے: بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ یعنی ہاں! اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔ یا کہے: صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ یعنی تو سچا اور نیکوکار ہے۔ یا اس جیسے دیگر الفاظ کہے۔ **قنوت میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق حدیث پاک مروی ہے۔**[2]

اور جب حدیث صحیح ہو تو ہاتھ اٹھانا مستحب ہوگا اگرچہ یہ تشہد میں مانگی جانے والی دعاؤں کے خلاف ہے کیونکہ تشہد کی دعا کے سبب ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے بلکہ اس میں ہاتھ رکھنے پر اعتماد ہے۔ ان دونوں صورتوں میں فرق ہے اس لئے کہ تشہد میں ہاتھوں کو مخصوص طریقے پر رانوں پر رکھنا ہے اور یہاں اس کے لئے کوئی طریقہ مقرر نہیں تو ممکن ہے کہ قنوت میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ مقرر ہو کیونکہ یہ دعا کے لائق ہے۔

مذکورہ تمام امورِ امامت کے آداب سے متعلق ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے۔

---

1 ……احناف کے نزدیک: وتر کے سوا کسی اور نماز میں قنوت پڑھنے کا حکم۔ دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 657** پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ ہاں اگر حادثۂ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے۔

2 ……السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین فی القنوت، الحدیث: ۳۱۴۴، ج۲، ص۲۹۹۔

باب نمبر5: جمعة المبارک کا بیان (اس میں چار فصلیں ہیں)

جمعہ کے فضائل، آداب، سنتیں اور شرائط

پہلی فصل: جمعہ کی فضیلت

جان لیجئے کہ یہ عظیم دن ہے۔اس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کو عزّت بخشی اور اسے مسلمانوں کے ساتھ خاص کیا۔**اللہ** تعالیٰ قرآن مجید، فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ (پ۲۸، الجمعة:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیوی امور میں مشغول ہونے کو اور ہر اس کام کو حرام ٹھہرایا جو جمعہ کی طرف کوشش سے روکتا ہے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تم پر اس دن اور اس مقام پر جمعہ فرض فرمایا۔'' (1)

بلاعذرِ شرعی جمعہ نہ پڑھنے کا وبال:

ایک روایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے بلاعذر (شرعی) تین جمعے ترک کئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔'' (2)

ایک روایت میں ہے کہ ''ایسے شخص نے اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا۔''(3)

ایک شخص حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے پاس کسی مرنے والے کے متعلق یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا کہ وہ نماز جمعہ اور باجماعت نماز نہیں پڑھتا تھا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''وہ جہنم میں جائے گا۔'' وہ پورا مہینہ آپ کے پاس آکر اس کے متعلق پوچھتا رہا اور آپ یہی جواب دیتے رہے کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

---

1 ......سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة......الخ، باب فى فرض الجمعة، الحديث:۱۰۸۱، ج۲، ص۵، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المكيين، حديث ابى الجعد الضمرى، الحديث:۱۵۴۹۸، ج۵، ص۲۸۰۔

3 ......مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب فيمن ترك الجمعة، الحديث:۳۱۷۲، ج۲، ص۴۲۲۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ ’’بے شک تورات وانجیل والوں کو جمعہ کا دن عطا کیا گیا تو انہوں نے اس میں اختلاف کیا اور اس سے منہ موڑ لیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اس امت کے لئے مؤخر کیا اور اسے ان کے لئے عید بنایا۔ پس یہ امت سب لوگوں سے سبقت والی ہے اور تورات وانجیل والی امتیں اس کے تابع ہیں۔‘‘ (۱)

یَوْمُ الْمَزِیْد:

حضرتِ سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام ہتھیلی میں سفید آئینہ لئے میرے پاس حاضر ہوئے اور کہا: ’’یہ جمعہ ہے جو آپ پر آپ کے ربّ نے فرض فرمایا ہے تاکہ یہ آپ کے لئے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے لئے عید بن جائے۔‘‘ میں نے پوچھا: ’’اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟‘‘ تو انہوں نے بتایا کہ اس میں آپ کے لئے ایک بھلائی والی گھڑی ہے (۲)، جس نے اس میں ایسی بھلائی کی دعا کی جو اس کی قسمت میں تھی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وہ اسے عطا فرمائے گا یا اس کی قسمت میں نہیں تو اس سے بڑی چیز اس کے لئے جمع کی جائے گی۔ یا اس نے ایسی برائی سے پناہ مانگی جو اس کے لئے لکھ دی گئی ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس سے بڑی برائی سے پناہ عطا فرمائے گا اور یہ ہمارے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے، اور آخرت میں ہم اسے یَوْمُ الْمَزِیْد (یعنی زیادہ ثواب کا دن) کے نام سے پکاریں گے۔‘‘ میں نے پوچھا: ’’اس کی کیا وجہ ہے؟‘‘ تو انہوں نے کہا: ’’اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو سفید مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ علیین سے اپنی شایانِ شان کرسی پر نزول فرمائے گا اور لوگوں کے لئے اپنی تجلّی ظاہر فرمائے گا یہاں تک کہ لوگ اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔‘‘ (۳)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، الحدیث:۸۷۶، ج۲، ص۳۰۳، مفهومًا۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۱۷۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۱۷۔

3 ...... مفسر شہیر حکیم الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص319 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: وہ ساعت قبولیت دعا کی ہے رات میں روزانہ وہ ساعت آتی ہے مگر دنوں میں صرف جمعہ کے دن، یقیناً نہیں معلوم کہ وہ ساعت کب ہے۔ غالب یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان یا مغرب سے کچھ پہلے۔

مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کیا گیا۔ اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن انہیں زمین پر اُتارا گیا۔ اسی دن ان کی توبہ قبول کی گئی۔ اسی دن ان کا وصال ہوا۔ اسی دن قیامت قائم ہو گی[1] اور یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک یَوْمُ الْمَزِیْد (یعنی زیادہ ثواب کا دن) ہے۔ آسمان میں فرشتے اسے اسی نام سے پکارتے ہیں اور یہ جنت میں دیدارِ خداوندی کا دن ہے۔'' [2]

ایک روایت میں ہے کہ ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر جمعہ کے دن چھ لاکھ لوگوں کو جہنم کے عذاب سے نجات عطا فرماتا ہے۔''[3]

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ آقائے دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کا دن سلامتی سے گزر جائے تو تمام دن سلامتی سے گزرتے ہیں۔'' [4]

ایک روایت میں ہے کہ ''بے شک ہر روز زوال سے پہلے سورج کے آسمان پر ٹھہرنے کے وقت جہنم کو جھونکا جاتا ہے لہٰذا اس وقت نماز نہ پڑھو ہاں! جمعہ کے دن پڑھ لو کیونکہ یہ تمام نماز کا وقت ہے اور اس دن جہنم کو نہیں جھونکا جاتا۔'' [5]

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے شہروں میں مکۂ مکرمہ زَادَھَا

---

1 ......مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص319 پر ہے: پہلے بھی بڑے بڑے واقعات اس دن میں ہوئے اور آئندہ نہایت اہم اور سنگین واقعہ وقوعِ قیامت کا اسی دن ہوگا۔ اس لئے یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ خیال رہے کہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جنت میں جانا بھی **اللہ** کی رحمت تھی اور وہاں سے تشریف لانا بھی کیونکہ وہاں سیکھنے گئے تھے یہاں سکھانے اور خلافت کرنے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن میں دینی اہم واقعات ہو چکے ہوں وہ دن تا قیامت افضل ہو جاتا ہے اور اس دن میں خوشیاں منانا عبادتیں کرنا بہتر ہوتا ہے دیکھو ماہ رمضان و شب قدر اس لئے افضل ہیں کہ ان میں قرآن شریف نازل ہوا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ شب ولادت شب معراج وغیرہ بہت افضل راتیں ہیں ان میں عبادات کرنا خوشیاں منانا بہتر ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، الحدیث:۱۷، ص۴۲۵، باختصارٍ۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۱، ص۱۱۷، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

3 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فضل قراءۃ سورۃ الکہف......الخ، الحدیث:۳۰۱۱، ج۳، ص۱۱۴۔

4 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصیام، فصل فی لیلۃ القدر، الحدیث:۳۷۰۸، ج۳، ص۳۴۰۔

5 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ یوم الجمعۃ قبل الزوال، الحدیث:۱۰۸۳، ج۱، ص۴۰۳، مفہومًا۔

اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْماً کو، مہینوں میں ماہ رمضان المبارک کو، دنوں میں جمعہ کو اور راتوں میں شبِ قدر کو فضیلت بخشی۔“ (۱)

نیز منقول ہے کہ ”جمعہ کے دن پرندے اور کیڑے مکوڑے ایک دوسرے سے مل کر کہتے ہیں سلامتی ہو، سلامتی ہو یہ عمدہ دن ہے۔“ (۲)

جمعہ کے دن مرنے کی فضیلت:

حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کا جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات انتقال ہو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے شہید کا اجر لکھتا اور اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے (۳)۔“ (۴)

﴾......ایصالِ ثواب کا انتظار......﴿

حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ مشکبار ہے: ”مردہ کا حال قبر میں ڈوبتے ہوئے انسان کی مانند ہے کہ وہ شدت سے انتظار کرتا ہے کہ باپ یا ماں یا بھائی یا کسی دوست کی دعا اس کو پہنچے اور جب کسی کی دعا اسے پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک وہ دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور اس میں جو کچھ ہے) سے بہتر ہوتی ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ قبر والوں کو ان کے زندہ متعلقین کی طرف سے ہدیہ (یعنی تحفہ) کیا ہوا ثواب پہاڑوں کی مانند عطا فرماتا ہے، زندوں کا ہدیہ مردوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا ہے۔“ (شعب الایمان، الحدیث۷۹۰۵، ج۶، ص۲۰۳)

---

❶......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۱، ص۱۱۷، دون من اللیالی لیلۃ القدر۔

❷......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۱، ص۱۱۷، دون کتب اللّٰہ لہ اجر شہید۔

❸......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص، الحدیث۶۶۵۲، ج۲، ص۵۹۰۔

شرح الصدور، باب من لا یسئل فی القبر، ص۱۵۱، دون لیلۃ الجمعۃ۔

❹......مِراٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص328 پر ہے: جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن مرنے والے مومن سے نہ حساب قبر ہو نہ عذاب قبر۔ کیونکہ اس دن کی موت شہادت کی موت ہے اور شہید حساب وعذاب سے محفوظ ہے۔ جیسا کہ دیگر روایات میں ہے۔

دوسری فصل: **جمعہ کی شرائط**

جان لیجئے کہ نمازِ جمعہ کی وہی شرائط ہیں جو دیگر تمام نمازوں کی ہیں البتہ یہ چھ شرائط میں دیگر نمازوں سے ممتاز ہے۔

جمعہ صحیح ہونے کی شرائط[1]:

﴿1﴾......**وقت:** اگر امام نے عصر کے وقت میں نمازِ جمعہ کا سلام پھیرا تو نماز جمعہ فوت ہوگئی اوراس پر لازم ہے کہ ظہر کی چار رکعتیں (قضا) پڑھے اور مسبوق کے آخری رکعت وقت کے بعد ادا کرنے میں اختلاف ہے۔

﴿2﴾......**مکان:** صحراؤں، میدانوں اور خیموں کے درمیان جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ ایک جامع جگہ کا ہونا ضروری ہے جہاں کی بستی غیر منقولہ ہو اور کم از کم ایسے 40 آدمیوں پر مشتمل ہو جن پر جمعہ فرض ہوتا ہو اور اس میں دیہات شہر کی طرح ہے۔ بادشاہ کی موجودگی یا اس کی اجازت شرط نہیں لیکن اس سے اجازت لینا پسندیدہ ہے۔

﴿3﴾......**تعداد:** 40 آدمیوں سے کم کے ساتھ جمعہ منعقد نہیں ہوتا اور ان کے لئے شرط ہے کہ وہ سب مرد، مکلّف، آزاد اور مقیم ہوں گرمی، سردی میں وہاں سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوتے ہوں۔ اگر کم ہوں کہ خطبہ یا نماز میں تعداد پوری نہ ہو تو جمعہ کی نماز صحیح نہیں، اول تا آخر پوری تعداد ہونا ضروری ہے۔

﴿4﴾......**جماعت:** اگر چالیس آدمیوں نے ایک گاؤں یا شہر میں علیحدہ علیحدہ جمعہ ادا کیا تو ان کا جمعہ صحیح نہیں۔ لیکن مسبوق نے جب ایک رکعت پائی تو اس کے لئے انفرادی طور پر دوسری رکعت پڑھنا جائز ہے۔ اگر اس نے دوسری رکعت کا رکوع نہ پایا تو اقتدا کرے اور ظہر کی نیت کرے اور جب امام سلام پھیر دے تو ظہر کی نماز مکمل کرے[2]۔

﴿5﴾......**اس شہر میں کسی اور جگہ جمعہ کی نماز نہ پڑھی گئی ہو:** اگر سب لوگوں کا ایک جامع مسجد میں جمع ہونا مشکل

---

1 ......احناف کے نزدیک: جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں۔ (۱)......مصر (شہر) یا فنائے مصر (۲)......سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا (۳)......وقت ظہر (۴)......خطبہ (۵)......جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مرد (٦)......اذن عام۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۱، حصہ۴، ص۷٦۲ تا ۷۷۰)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت کے مذکورہ مقام کا مطالعہ کیجئے۔

2 ......احناف کے نزدیک: جس نے جمعہ کا قعدہ پالیا یا سجدۂ سہو کے بعد شریک ہوا اسے جمعہ مل گیا۔ لہٰذا اپنی دو ہی رکعتیں پوری کرے۔ (بہار شریعت، ج۱، حصہ۴، ص۷۷٤)

ہوتو ضرورت کے مطابق دو، تین یا چار مسجدوں میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں اور اگر ضرورت نہ ہوتو وہی جمعہ درست ہے جہاں سب سے پہلے نیت کی گئی ہو۔ضرورت کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ افضل امام کے پیچھے نماز ادا کرے۔اگر دونوں برابر ہوں تو زیادہ قدیم مسجد میں ادا کرے۔اگر دونوں مسجدیں بھی برابر ہوں تو قریبی مسجد میں پڑھے اور لوگوں کی کثرت کی بھی فضیلت ہے اس کا بھی لحاظ رکھے (کہ جہاں زیادہ لوگ ہوں وہاں پڑھے)۔

﴿6﴾......**دو خطبے:** یہ دونوں فرض ہیں۔ان میں قیام اور دونوں کے درمیان بیٹھنا فرض ہے۔ پہلے خطبہ میں چار چیزیں ضروری ہیں: (۱)......تحمید اس کی کم سے کم مقدار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے۔(۲)......حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود وسلام پڑھنا۔(۳)......اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرنا۔(۴)......قرآن کی ایک آیت کا پڑھنا۔اسی طرح دوسرے خطبہ میں بھی چار چیزیں ضروری ہیں: مگر اس میں قراءَت کی جگہ دعا کرنا ہے۔ چالیس آدمیوں کا خطبہ سننا واجب ہے۔

جمعہ کی سنتیں:

جب سورج ڈھل جائے، مؤذن اذان کہہ دے اور امام منبر پر بیٹھ جائے تو سوائے تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے[1]۔ خطبہ شروع ہونے تک کلام منع نہیں۔ خطیب جب لوگوں کی طرف متوجہ ہوتو انہیں سلام کرے[2] اور لوگ سلام کا جواب دیں۔ جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتو خطیب لوگوں کی طرف رخ کرکے کھڑا ہو اور دائیں بائیں متوجہ نہ ہو۔ کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ تلوار، عصا یا منبر پر رکھے تاکہ کوئی لغو کام نہ کرسکے یا ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ لے۔ دو خطبے کہے ان کے درمیان مختصر جلسہ کرے۔ خطبہ میں اجنبی الفاظ استعمال نہ کرے۔ الفاظ کو نہ زیادہ لمبا کرے اور نہ ہی گانے کے انداز میں پڑھے۔ نیز خطبہ مختصر فصیح و بلیغ ہو اور دوسرے خطبے میں کوئی آیت پڑھے کہ مستحب ہے۔خطیب جب خطبہ دے رہا ہوتو آنے والا سلام نہ کرے، اگر سلام کردے تو جواب کا مستحق نہیں، البتہ اشارے

---

1 ......احناف کے نزدیک: جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے ختم نماز تک نماز واذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے، البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ یوہیں جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کرلے۔ (بہار شریعت، ج۱، حصہ۴، ص۷۷۴)

2 ......احناف کے نزدیک: خطیب کے لئے سنت یہ ہے کہ سلام نہ کرے۔
(النہر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ج۱، ص۳۵۹)

سے جواب دینا مستحسن ہے اوراسی طرح چھینکنے والے کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ بھی نہ کہا جائے[1]۔ یہ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط ہیں۔

جمعہ واجب ہونے کی شرائط:

نمازِ جمعہ مرد، عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد اور ایسی بستی میں مقیم پر واجب ہے جس میں مذکورہ صفات کے حامل 40 آدمی رہتے ہوں یا شہر کے مضافات کی بستی ہو جہاں اذان کی آواز پہنچتی ہو جبکہ شور نہ ہو اور مؤذن کی آواز بلند ہو۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ (پ۲۸، الجمعۃ: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

ترکِ جمعہ کے پانچ اعذار:

(۱)......(تیز) بارش (۲)......کیچڑ (۳)......گھبراہٹ (۴)......مرض (۵)......مریض کی عیادت کے لئے جمعہ چھوڑنے کی رخصت ہے جبکہ کوئی اور تیمارداری کرنے والا نہ ہو۔ پھر ان عذر والوں کے لئے مستحب ہے کہ ظہر کی نماز مؤخر کریں یہاں تک کہ لوگ نماز جمعہ سے فارغ ہو جائیں۔ اگر جمعہ کی نماز میں بیمار، مسافر، غلام یا عورت آجائیں تو ان کی نمازِ جمعہ صحیح ہوگی اور ظہر کے قائم مقام ہو جائے گی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

﴿......صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد......﴾

---

[1]......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارشریعت جلداول صفحہ 774** پر صدرالشریعہ، بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام و جواب سلام وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں یہاں تک کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کرسکتا ہے، جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ کے اشارے سے منع کرسکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔

تیسری فصل: عادت کی ترتیب کے مطابق آدابِ جمعہ کا بیان

(یہ فصل دس امور پر مشتمل ہے)

﴿1﴾......جمعرات سے جمعہ کی تیاری کرنا:

(نمازِ جمعہ پڑھنے والا) جمعہ کی تیاری کے عزم اور اس کی فضیلت کے استقبال کے طور پر جمعرات کو ہی تیاری شروع کر دے۔ جمعرات کو نمازِ عصر کے بعد دعا و استغفار اور تسبیح میں مشغول ہو جائے۔ کیونکہ یہ جمعہ کے دن کی مقبول گھڑی کے مقابل کا وقت ہے۔

بعض بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں: ''بندوں کی روزی کے علاوہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مزید فضل فرماتا ہے اور یہ فضل وہ اسی کو عطا فرماتا ہے جو جمعرات کی شام اور جمعہ کے دن سوال کرے۔''(1)

اس دن اپنے کپڑے دھوئے، انہیں پاک صاف کرے، اگر خوشبو موجود نہ ہو تو اسے حاصل کرے، دل کو ان کاموں میں مشغول ہونے سے روکے جو جمعہ کے لئے جلدی جانے سے مانع ہیں، شب جمعہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی نیت کرے کیونکہ اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن صرف جمعہ کا نہ رکھے بلکہ اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ ملا لے کیونکہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ شب جمعہ عبادت میں گزارے کیونکہ جمعہ کی رات بڑی فضیلت والی ہے اور اس پر جمعہ کے دن کی فضیلت کا اضافہ سونے پہ سہاگہ ہے۔ شب جمعہ یا روز جمعہ بیوی سے ہم بستری کرے کہ بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے اسے مستحب کہا ہے اور اس فرمانِ مصطفےٰ سے یہی مراد لیا ہے۔ چُنانچہ،

ارشادِ گرامی ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو (جمعہ کے لئے) پہلے آئے اور جلدی کرے، غسل کرائے اور خود غسل کرے۔''(2) غسل کرانے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کے لئے غسل کا سبب پیدا کرے (یعنی جماع کرے)۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا مطلب کپڑے دھونا ہے اور یہ **''غَسَّلَ''** کے بجائے تخفیف کے ساتھ **''غَسَلَ''** بھی مروی ہے اور **''اِغْتَسَلَ''** کا مطلب ہے کہ اپنے جسم کو دھوئے۔ اس کے ساتھ استقبالِ جمعہ کے آداب مکمل ہو جاتے

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۰۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل يوم الجمعة، الحديث:۳۴۵، ج۱، ص۱۵۸۔

ہیں اور بندہ ان غافل لوگوں سے نکل جاتا ہے کہ جب وہ صبح کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''یہ کون سا دن ہے؟''

بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: ''جمعہ کے دن زیادہ مکمل حصے والا شخص وہ ہے جو ایک دن پہلے سے ہی اس کا انتظار کرتا اور اس کی رعایت کرتا ہے اور سب سے کم حصے والا شخص وہ ہے جو صبح کے وقت کہتا ہے کہ یہ کون سا دن ہے؟'' اور بعض بزرگ تو نمازِ جمعہ پانے کے لئے جمعہ کی رات بھی مسجد میں گزارتے تھے۔ (۱)

﴿2﴾......طلوعِ فجر کے بعد غسل کرنا:

اگر جلدی مسجد میں نہ جاسکے تو اس کے قریب قریب جانا بہتر ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرنے کا وقت جمعہ کے قریب ہو۔ غسل کرنا بہت پسندیدہ ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے۔ بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے حدیث کی بنا پر اسے واجب قرار دیا ہے۔

غسل جمعہ کے متعلق روایات:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔'' (۲)

حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت کیا ہے کہ ''جو جمعہ کے لئے آئے، اسے چاہئے کہ غسل کرے۔'' (۳)

نیز حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''جو مرد و عورت جمعہ کے لئے حاضر ہو اسے چاہئے کہ غسل کرے۔'' (۴)

اہلِ مدینہ جب ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے تو ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا: ''تم اس شخص سے بھی برے ہو جو جمعہ کے دن غسل نہیں کرتا۔'' (۵)

---

1. ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۷، مفهومًا۔
2. ......صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب غسل الجمعة......الخ، الحدیث: ۸۴۶، ص۴۲۲۔
3. ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ذکر الامر بغسل یوم الجمعة......الخ، الحدیث: ۱۲۲۱، ج۲، ص۲۶۴۔
4. ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ذکر الاستحباب للنساء......الخ، الحدیث: ۱۲۲۳، ج۲، ص۲۶۴۔
5. ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۱۸۔

روزِ جمعہ غسل نہ کرنے کا جواز:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خطبہ دے رہے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حاضر ہوئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''(اے عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ!) کیا یہ (جمعہ کے لئے) آنے کا وقت ہے؟'' تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''میں نے اذان سننے کے بعد صرف وضو کیا اور چلا آیا۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''صرف وضو، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔''(۱)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وضو کرنے سے غسل نہ کرنے کا جواز معلوم ہو گیا۔ نیز اس کے متعلق حدیثِ پاک بھی مروی ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو جمعہ کے دن وضو کرے تو خیر اور اچھا کیا اور جو نہائے تو نہانا بہت اچھا ہے۔''(۲)

ایک ہی نیت کافی ہے:

جمعہ کے دن غسل جنابت کرنے والا غسل جمعہ کی نیت سے اپنے بدن پر دوبارہ پانی بہائے، اگر ایک ہی غسل پر اکتفا کیا تب بھی کافی ہے اور دونوں غسلوں کی نیت کرلے گا تو اسے فضیلت حاصل ہوجائے گی اور غسلِ جمعہ غسلِ جنابت میں داخل ہوجائے گا۔

حکایت: بیٹے کی تربیت:

(جمعہ کے دن) ایک صحابی اپنے بیٹے کے پاس تشریف لائے وہ غسل کئے ہوئے تھے پوچھا: ''(اے بیٹے!) کیا یہ جمعہ کا غسل ہے؟'' عرض کی: ''نہیں! غسلِ جنابت ہے۔'' تو انہوں نے بیٹے سے فرمایا دوبارہ غسل کرو(۳) اور ہر بالغ

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۱۸۔
صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الغسل یوم الجمعة......الخ، الحدیث۸۷۸، ج۱، ص۳۰۴۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الرخصة فی ترک الغسل......الخ، الحدیث۳۵۴، ج۱، ص۱۶۱۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۱۹۔

پرغسلِ جمعہ واجب ہونے کے متعلق حدیث بیان فرمائی۔[1]

دوبارہ غسل کا حکم دینے کی توجیہ:

انہوں نے دوبارہ غسل کا حکم اس لئے دیا تھا کہ ان کے بیٹے نے غسلِ جمعہ کی نیت نہیں کی تھی۔ یہ کہنا بعید نہیں کہ مقصود پاکیزگی ہے اور وہ نیت کے بغیر بھی حاصل ہوگئی تھی لیکن نیت نہ کرنا وضو پر اعتراض کا باعث بنے گا کیونکہ شریعت نے نیت کو ثواب کا کام قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس کی فضیلت طلب کرنا ضروری ہے اور جس نے جمعہ کا غسل کیا پھر بے وضو ہوگیا تو اس کا غسل باطل نہیں ہوگا صرف وہ وضو کرلے لیکن اس سے بچنا زیادہ بہتر ہے (یعنی غسل کے بعد حتی الامکان حدث سے بچے)۔

﴿3﴾......زینت اختیار کرنا:

جمعہ کے دن زینت اختیار کرنا مستحب ہے۔ نیز یہ تین چیزوں میں موجود ہوتی ہے: (۱)......لباس (۲)......جسمانی صفائی اور (۳)......خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا، بال کٹوانا، ناخن ترشوانا، مونچھیں پست کرنا جسمانی صفائی میں شامل ہے۔ نیز کتابُ الطَّھارَت میں بیان کردہ تمام چیزیں بھی جسمانی صفائی میں شامل ہیں۔

روز جمعہ ناخن تراشنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جو شخص جمعہ کے دن ناخن کاٹتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے بیماری نکال کر شفا داخل کردیتا ہے۔“[2]

اگر جمعرات یا بدھ کو حمام میں جائے تب بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ پس اس دن اچھی خوشبو لگائے جو اس کے پاس ہوتا کہ وہ ناپسندیدہ بو پر غالب آجائے اور قریب بیٹھے ہوئے حاضرین کے دماغ کو بھی خوشبو اور آرام پہنچائے۔

مردوں اور عورتوں کی پسندیدہ خوشبو:

مردوں کی پسندیدہ خوشبو وہ ہے جس کی بو ظاہر اور رنگ پوشیدہ ہو اور عورتوں کی پسندیدہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب طیب السواد یوم الجمعة، الحدیث:۸۴۶، ص۴۲۲۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۱۹۔

ظاہر اور بو پوشیدہ ہو۔حدیث میں اسی طرح مروی ہے۔(۱)

غم دور اور عقل میں اضافہ ہو:

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں:''جو اپنا لباس صاف رکھے اس کے غم کم ہو جائیں گے اور جو خوشبو لگائے اس کی عقل میں اضافہ ہوگا۔''

جہاں تک کپڑوں کا معاملہ ہے تو سفید کپڑے پسندیدہ لباس ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سفید کپڑے پسند ہیں۔لباسِ شہرت نہ پہنے اور کالے کپڑے پہننا سنت نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی فضیلت ہے بلکہ علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے ایک گروہ نے کالے کپڑے پہننے والے کی طرف دیکھنا بھی ناپسند کیا ہے کیونکہ یہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد نئی ایجاد ہے۔جمعہ کے دن عمامہ باندھنا مستحب ہے۔

جمعہ کے دن عمامہ باندھنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم،نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔''(۲)

اگر گرمی تنگ کرے تو (عمامہ) نماز سے پہلے اور بعد اُتارنے میں کوئی حرج نہیں لیکن گھر سے جمعہ کے لئے جاتے ہوئے،نماز کے وقت،امام کے منبر پر چڑھتے وقت اور خطبہ کے وقت نہ اُتارے۔

﴿4﴾......جامع مسجد کی طرف جلدی جانا:

مستحب یہ ہے کہ ایسی جامع مسجد میں جائے جو دو یا تین فرسخ (ایک فرسخ آٹھ کلومیٹر کا ہوتا ہے یعنی 24 کلومیٹر) دُور ہو۔نیز صبح سویرے یعنی صبح صادق کے فوراً بعد جائے کہ اس کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔جمعہ کے لئے جاتے ہوئے خشوع خضوع اور عاجزی اپنائے۔نماز کے وقت تک مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جمعہ کے لئے حاضری کی جو ندا آئی ہے اس کی طرف اور مغفرت و رضائے الٰہی کی طرف جلدی کرنے کا ارادہ کرے۔

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب من کرھہ، الحدیث۴۰۴۸، ج۴، ص۶۸، مفھومًا۔

2 ......الکامل فی ضعفاء الرجال، ایوب بن مدرک الحنفی، ج۲ ص۵، عن ابی درداء۔

جمعہ کے لئے جلد آنے کی فضیلت:

سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ رحمت بنیاد ہے: ''(نمازِ جمعہ کے لئے) پہلی ساعت میں آنے والا اس شخص کی طرح ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں **ایک اونٹ** صدقہ کرتا ہے۔ دوسری ساعت میں آنے والا اس شخص کی طرح ہے جو **ایک گائے** صدقہ کرتا ہے۔ تیسری ساعت میں آنے والا اس شخص کی مثل ہے جو **مینڈھا** صدقہ کرتا ہے۔ چوتھی ساعت میں آنے والا اس کی مثل ہے جو **مرغی** صدقہ کرتا ہے۔ پانچویں ساعت میں آنے والا اس کی مثل ہے جو **انڈہ** صدقہ کرتا ہے اور جب امام (خطبہ کے لئے) بیٹھ جاتا ہے تو اعمال نامے لپیٹ دیئے جاتے اور قلمیں اٹھالی جاتی ہیں اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد جو آیا وہ صرف حقِ نماز کے لئے آیا اس کے لئے مزید کوئی فضیلت نہیں۔'' [1]

پہلی ساعت طلوعِ آفتاب تک ہے۔ **دوسری ساعت** سورج بلند ہونے تک۔ **تیسری ساعت** سورج کی روشنی پھیلنے تک ہے جب پاؤں جلنے لگیں۔ **چوتھی اور پانچویں ساعت** بڑی چاشت کے وقت سے زوال تک ہے۔ ان دونوں کی فضیلت (پہلی تین کی بنسبت) کم ہے اور زوال کا وقت نماز کے حق کا وقت ہے، اس میں مزید کوئی فضیلت نہیں۔

تین بہترین عمل:

سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تین عمل ایسے ہیں اگر لوگ جان لیں کہ ان میں کیا اجر ہے تو انہیں پانے کے لئے اونٹوں پر سوار ہو جائیں: (۱)......اذان (۲)......صفِ اوّل اور (۳)......جمعہ کے لئے جلدی جانا۔''

حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: ''ان (یعنی حدیث میں مذکور تین اعمال) میں سے افضل جمعہ کے لئے جلدی جانا ہے۔'' [2]

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب الطیب والسواک یوم الجمعۃ، الحدیث: ۸۵۰، ص ۴۲۳، باختصارٍ۔
السنن الکبری للبیہقی، کتاب الجمعۃ، باب فضل التکبیر الی الجمعۃ، الحدیث: ۵۸۶۴، ج ۳، ص ۳۲۱، مفہومًا۔

2 ......فتح الباری لابن رجب، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ......الخ، ج ۵، ص ۳۵۷۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج ۱، ص ۱۱۸۔

فرشتے خوش نصیبوں کے نام لکھتے ہیں:

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مرتبے کے اعتبار سے لوگوں میں سے کون پہلے آیا اور کون بعد میں۔''(۱)

فرشتوں کی دعا:

ایک روایت میں ہے کہ ''جب کوئی شخص جمعہ کے دن پیچھے رہ جاتا ہے اور فرشتے اسے نہیں پاتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: فلاں کے ساتھ کیا ہوا اور کس وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا؟ پھر دعا کرتے ہیں: اے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! اگر وہ غریبی کی وجہ سے پیچھے رہا تو اسے مال دار کردے۔ اگر بیماری کی وجہ سے پیچھے رہا تو اسے شفایاب فرما۔ اگر کسی کام میں مشغولیت اس کے پیچھے رہ جانے کا سبب بنی تو اسے اپنی عبادت کے لئے فرصت عطا فرما۔ اگر کھیل کود کی وجہ سے پیچھے رہا تو اس کے دل کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔'' (۲)

پہلی صدی میں جمعہ کا جذبہ:

پہلی صدی میں سحری کے وقت اور فجر کے بعد راستوں کو لوگوں سے بھرا ہوا دیکھا جاتا تھا وہ چراغ لئے ہوئے (نمازِ جمعہ کے لئے) جامع مسجد کی طرف جاتے گویا عید کا دن ہو، حتی کہ یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ پس کہا گیا کہ اسلام میں جو پہلی بدعت ظاہر ہوئی وہ جامع مسجد کی طرف جلدی جانے کو چھوڑنا ہے۔(۳) افسوس! مسلمانوں کو کسی طرح یہود ونصاریٰ سے حیا نہیں آتی کہ وہ لوگ اپنی عبادت گاہوں کی طرف ہفتے اور اتوار کے دن صبح سویرے جاتے ہیں۔ نیز طلبگارانِ دنیا خرید وفروخت اور حصولِ نفعِ دنیوی کے لئے سویرے سویرے بازاروں کی طرف چل پڑتے ہیں تو آخرت طلب کرنے والے ان سے مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔ نیز منقول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کے وقت سب سے زیادہ قرب ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو سویرے سویرے نمازِ جمعہ کے لئے جاتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ……روح البیان، الجزء الثامن والعشرون، سورۃ الجمعۃ، ۹، ص۵۲۳۔

2 ……السنن الکبری للبیھقی، کتاب الجمعۃ، باب فضل التکبیر الی الجمعۃ، الحدیث:۵۸۶۴، ج۳، ص۳۲۱، مفھومًا۔

3 ……قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ……الخ، ۱، ص۱۲۷۔

عَنْہ (ایک بار روز جمعہ) صبح سویرے جامع مسجد میں تشریف لائے تو تین آدمیوں کو موجود پایا جو جلدی کرنے میں ان سے سبقت لے گئے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ غمگین ہو گئے اور اپنے نفس کو عتاب کرتے ہوئے کہنے لگے: ''چار میں سے چوتھا۔'' حالانکہ چوتھا شخص جلدی کرنے میں پیچھے رہنے والا نہیں۔

﴿5﴾......مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

مسجد میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے، نہ ان کے سامنے سے گزرے اور جلدی جانا اس بات کو آسان کر دے گا (کہ اسے گردنیں نہیں پھلانگنی پڑیں گی) نیز گردنیں پھلانگنے کے متعلق حدیث مبارکہ میں شدید وعید وارد ہے کہ ''ایسے شخص کو بروز قیامت (جہنم پر) پل بنایا جائے گا جسے لوگ روندیں گے۔'' (1)

جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے پر وعید:

حضرت سیِّدُنا ابن جریج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص کو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے دیکھا یہاں تک کہ وہ آگے آ کر بیٹھ گیا۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز مکمل کر لی تو اس شخص کو دیدار سے نوازا اور ملاقات کا شرف عطا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! تمہیں کس چیز نے آج ہمارے ساتھ جمع ہونے (یعنی نماز جمعہ ادا کرنے) سے روکا؟'' اس نے عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ کے ساتھ ہی تو تھا۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا ہم نے تمہیں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے نہیں دیکھا؟'' (2)

اس فرمان سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا عمل ضائع ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تجھے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟'' اس نے عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ نے مجھے نہیں دیکھا؟'' ارشاد فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ تم دیر سے آئے اور لوگوں کو اذیت پہنچائی۔'' (3) یعنی جلدی آنے سے پیچھے رہ گئے اور

(1) ......سنن الترمذی، کتاب الجمعۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ......الخ، الحدیث: ۵۱۳، ج۲، ص۴۸۔

(2) ......المعجم الاوسط، باب السین، من اسمہ سعید، الحدیث: ۳٦۰۷، ج۲، ص۳۸۷، مفھومًا۔

(3) ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ، الحدیث: ۱۱۱۸، ج۱، ص۴۱۳۔

حاضرین کو تکلیف دی۔

بعض اوقات پہلی صف خالی ہوتی ہے۔اس صورت میں بعد میں آنے والے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگنا جائز ہے کیونکہ انہوں نے خود اپنا حق ضائع کیا اور فضیلت کی جگہ کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ان لوگوں کی گردنیں پھلانگو جو جمعہ کے دن جامع مساجد کے دروازوں پر بیٹھتے ہیں کیونکہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔'' (۱)

جب مسجد میں صرف نماز پڑھنے والے موجود ہوں تو سلام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ غیر محل میں جواب کا پابند کرنا ہے۔

﴿6﴾......حاضرین کا ادب:

لوگوں کے سامنے سے نہ گزرے، ستون یا دیوار کے قریب بیٹھ جائے تاکہ لوگ بھی اس کے سامنے سے نہ گزریں۔مقصود یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے لوگ نہ گزریں۔اس سے نماز تو نہیں ٹوٹتی لیکن یہ ممنوع ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے:

حضور انور، شافع محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''انسان کے لئے 40 سال کھڑے رہنا نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ''انسان راکھ بن جائے جسے ہوائیں اِدھر اُدھر پھینک دیں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ نمازی کے سامنے سے گزرے۔'' (۳)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے اور راستے میں نماز پڑھنے والے یا گزرنے میں کوتاہی کرنے والے کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ ''اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا اور اس مقام پر نماز پڑھنے والا جانتا کہ ان

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۴۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب اثم المارّبین یدی المصلّی، الحدیث:۵۱۰، ج۱، ص۱۹۰۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۳، "عاما" بدله "سنة"۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۳، "عاما" بدله "سنة"۔
التمهید لما فی الموطا من المعانی والمسانید، ابو النضر مولی عمر بن عبید اللّٰه، ج۸، ص۴۷۸۔

دونوں پر کیا گناہ ہے تو اس کے لئے نمازی کے آگے سے گزرنے سے 40 سال کھڑے رہنا بہتر ہوتا۔“ (۱)

ستون، دیوار، بچھی ہوئی جائے نماز نمازی کی حد ہے جو اس حد کے اندر سے گزرے تو نمازی کے لئے جائز ہے کہ اسے روک دے (۲)۔ چنانچہ،

آقائے دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”(کوئی نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہے تو) نمازی اسے دفع کرے (۳)، اگر نہ مانے تو پھر دفع کرے، پھر بھی نہ مانے تو اس سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے۔“ (۴)

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آگے سے گزرنے والے کو دفع کرتے حتی کہ اسے گرا دیتے بلکہ کبھی تو وہ شخص آپ سے لپٹ جاتا اور مروان کے پاس آپ کی شکایت کرتا تو آپ بتاتے کہ ”حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا حکم دیا ہے۔“ (۵)

اگر نمازی کوئی ستون نہ پائے تو بطورِ سترہ اپنے سامنے کوئی چیز کھڑی کر دے جس کی اونچائی ایک ہاتھ ہوتا کہ یہ اس کی حد کی علامت بن جائے۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اثم المارّ بین یدی المصلّی، الحدیث: ۵۱۰، ج ۱، ص ۱۹۰۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۲، ص ۱۲۳، دون ”سنۃ“۔

2 ......احناف کے نزدیک: نمازی کے آگے سے گزرنے کی حد۔ دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 615 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: میدان اور بڑی مسجد میں مصلی (یعنی نمازی) کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سترہ نہ ہو۔

3 ...... مفسر شہیر حکیم الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص5 پر ”اسے دفع کرے“ کے تحت فرماتے ہیں: ”عمل قلیل سے ہاتھ کے ساتھ اسے ہٹا دے گزرنے نہ دے ظاہر یہ ہے کہ اَحَدٌ میں بچہ اور دیوانہ بھی داخل ہے ان کو بھی گزرنے سے روکا جائے یہاں سامنے سے گزرنے سے مراد ہے سترے اور نمازی کے درمیان گزرنا۔ کہ یہی ممنوع ہے۔“

4 ......صحیح البخاری کتاب الصلاۃ، باب یرد مصلی من مربین یدیہ، الحدیث: ۵۰۹، ج ۱، ص ۱۸۹، باختصارٍ۔

5 ......المرجع السابق، مفھوما

﴿7﴾......پہلی صف کی کوشش کرنا:

پہلی صف پانے کی کوشش کرے کیونکہ اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے جیسا کہ ہم نے روایت ذکر کی۔ نیز حدیثِ پاک میں ہے کہ ''جس نے غسل کرایا اور غسل کیا، صبح سویرے اٹھا، امام کے قریب ہوا اور غور سے سنا تو یہ اس کے لئے دو جمعوں کے مابین اور مزید تین ایام کے گناہوں کا کفارہ ہے۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دوسرے جمعہ تک بخش دیتا ہے۔''

بعض روایات میں یہ قید ہے کہ ''وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔'' (۲)

دور بیٹھنے میں ہی عافیت ہے:

پہلی صف پانے کے لئے تین باتوں سے غفلت نہ برتی جائے:

(۱)......اگر خطیب کے قریب کوئی برائی دیکھے جسے بدلنے سے عاجز ہے مثلاً امام یا کسی اور نے ریشم پہن رکھا ہے یا کوئی شخص بہت زیادہ ہتھیار لئے نماز پڑھ رہا ہے جو نماز سے توجُّہ ہٹانے والے ہیں یا سنہری ہتھیار وغیرہ ہوں جس پر اعتراض کرنا اس شخص پر واجب ہے تو اس کے لئے پیچھے بیٹھنا سوچ منتشر ہونے سے بچنے اور زیادہ حفاظت کا باعث ہے کہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی ایک جماعت نے سلامتی کے لئے ایسا کیا۔

دلوں کا قرب مطلوب ہے نہ کہ اجسام کا:

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْکَافِی سے پوچھا گیا: ''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صبح سویرے آتے ہیں لیکن آخری صف میں نماز پڑھتے ہیں۔'' تو آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ''(قریب ہونے سے) دلوں کا قرب مطلوب ہے جسموں کا نہیں۔'' اس سے انہوں نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ عمل دل کو زیادہ سلامت رکھتا ہے۔

1......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۰۔
سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة، الحدیث۳۴۳، ج۱، ص۱۵۷، باختصارٍ۔
المستدرک، کتاب الجمعة، من غسل یوم الجمعة......الخ، الحدیث۱۰۸۵، ج۱، ص۵۷۶، بتغیرِ الفاظٍ۔

2......سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة، الحدیث۳۴۷، ج۱، ص۱۵۹۔

حکایت: کس حکمران سے دوری اختیار جائے:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو منبر کے قریب دیکھا جو ابوجعفر منصور کا خطبہ سن رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''تمہارے اس کے قریب بیٹھنے نے میرے دل کو مشغول کر دیا، کیا اس بات سے بے خوف ہو کہ تم ایسی بات سنو جس کا انکار کرنا تم پر لازم ہے لیکن تم انکار نہ کر سکو۔'' پھر حکمرانوں کے سیاہ کپڑے پہننے کی بدعت کا ذکر کیا۔ حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: ''اے ابوعبداللہ! کیا حدیث میں نہیں ہے کہ قریب ہو کر غور سے سنو۔''[1] تو آپ نے فرمایا: ''تیرا برا ہو یہ تو ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے متعلق ہے، رہے یہ لوگ تو تم ان سے جس قدر دور ہو گے اور جتنا ان کی طرف نظر کرنے سے بچو گے اتنا ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب پاؤ گے۔''

ایثار کا انوکھا انداز:

حضرت سیِّدُنا سعید بن عامر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَافِر فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے صفوں سے پیچھے ہٹنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری صف میں جا پہنچے۔ نماز کے بعد میں نے ان سے عرض کی: ''کیا یہ نہیں کہا گیا کہ سب سے بہتر صف پہلی صف ہے؟'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جی ہاں! مگر یہ اُمّت تمام اُمّتوں میں سے زیادہ رحم کی گئی ہے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ جب اپنے کسی بندے کو نماز میں دیکھتا ہے تو اسے بھی اور اس کے پیچھے جتنے لوگ ہوں سب کی بخشش فرما دیتا ہے، میں اس امید پر پیچھے ہو گیا کہ ان لوگوں میں سے کسی کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ نظرِ رحمت فرمائے تو میری بھی بخشش ہو جائے۔'' ایک راوی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''یہ بات میں نے رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے۔''[2]

پس جو اس نیت سے ایثار اور حسنِ خلق کا اظہار کرتے ہوئے پیچھے رہے تو کوئی حرج نہیں۔ ایسے موقع پر ہی کہا جاتا ہے کہ ''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔''

---

1 ...... سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة، الحدیث:۳۴۵، ج۱، ص۱۵۸، دون"واستمع"۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۵۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۵۔

مسجدوں میں نماز کے لئے جگہ مخصوص کر لینا کیسا؟

(۲)......اگر خطیب کے پاس مسجد سے علیحدہ میں بادشاہوں کے لئے مخصوص جگہ نہ ہو تو پہلی صف پسندیدہ ہے ورنہ اس مخصوص جگہ میں داخل ہونے کو بعض علما نے مکروہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ، حضرت سیّدُنا حسن بصری اور حضرت سیِّدُنا بکر مزنی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمَا مخصوص جگہ میں نماز نہیں پڑھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ یہ حکمرانوں کے لئے مخصوص ہے اور یہ بدعت ہے جو مساجد میں زمانۂ رسالت کے بعد شروع ہوئی۔ مسجد مطلقاً تمام لوگوں کے لئے برابر ہے لہٰذا کوئی جگہ علیحدہ کر دینا خلاف سنت ہے اور حضرت سیّدُنا انس بن مالک اور حضرت سیّدُنا عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا (حکمرانوں کے لئے) مخصوص جگہ میں نماز پڑھتے تھے اور قرب کے سبب اسے مکروہ نہیں کہا۔ غالبًا کراہیت کچھ لوگوں کے لئے مخصوص کرنے اور کچھ کو منع کرنے کے سبب ہے ورنہ عام لوگوں کو منع نہ کیا جائے تو علیحدہ جگہ بنانے میں کراہت کا کوئی سبب نہیں۔

(۳)......منبر بعض صفوں کو قطع کرتا ہو تو پہلی صف وہی ہے جو منبر سے متصل اور اس کے بعد ہے اور جو صفیں منبر کے دائیں بائیں ہیں وہ غیر متصل ہیں (لہٰذا انہیں پہلی صف نہیں کہہ سکتے)۔ حضرتِ سیّدُنا سفیان ثوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے تھے: ''پہلی صف وہ ہے جو منبر کے سامنے اور اس کے اگلے حصے سے الگ ہو۔''[1] یہ بات درست ہے کیونکہ وہ متصل ہے اور اس لئے بھی کہ اس پر بیٹھنے والا خطیب کے سامنے ہوتا اور اسے سنتا ہے۔ نیز یہ کہنا بھی بعید نہیں کہ منبر والے معنی کی رعایت نہ کی جائے اور پہلی صف وہی قرار دی جائے جو قبلہ کے قریب ہو۔

بازاروں اور مسجد سے خارج کھلے میدانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ نیز بعض صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن اس پر لوگوں کو سزا دیتے اور انہیں کھلے میدانوں سے اٹھا دیا کرتے تھے۔

﴿8﴾......خطبہ کے آداب:

امام خطبہ کے لئے آئے تو اس وقت نماز پڑھنا اور کلام کرنا جائز نہیں۔ اذان کا جواب دے[2] اور توجہ سے خطبہ

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۵۔

2 ......احناف کے نزدیک: مقتدیوں کو خطبے کی اذان کا جواب دینا منع ہے۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 499 صفحات پر مشتمل کتاب نماز کے احکام صفحہ 151 پر ہے: ''مقتدیوں کو خطبے کی اذان کا جواب ہرگز نہ دینا چاہئے یہی ......

سنے۔نمازیوں میں سے بعض کی عادت ہے کہ جب مؤذن اذان کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس وقت سجدہ کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں، نہ ہی کسی حدیث و روایت سے ثابت ہے۔البتہ اگر اتفاقاً اس وقت سجدۂ تلاوت آجائے تو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس وقت دعا بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہ اضافی وقت ہے۔نیز اس سجدے کے حرام ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کی حرمت کا کوئی سبب نہیں۔

توجہ سے خطبہ سننے کی فضیلت:

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''جس نے بغور خطبہ سنا اور خاموش رہا اس کے لئے دو اجر ہیں اور جو خاموش رہا لیکن توجہ سے نہ سنا اس کے لئے ایک اجر ہے۔جس نے سنا لیکن فضول کاموں میں مشغول رہا اس پر دو گناہ ہیں اور جس نے غور سے نہ سنا اور فضول کاموں میں منہمک رہا اس پر ایک گناہ ہے۔

دورانِ خطبہ کلام کرنے پر وعید:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے امام کے خطبے کے دوران اپنے ساتھ والے کو کہا خاموش ہو جا، ٹھہر جا بے شک اس نے لغو بات کی اور جس نے دورانِ خطبہ لغو بات کی اس کا جمعہ نہیں (یعنی جمعہ کا ثواب نہ پائے گا)۔''(1)

دورانِ خطبہ اشارے سے خاموش کرانے کا حکم:

اس فرمانِ عالیشان سے ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ خطبہ زبان سے کسی کو خاموش کرانا جائز نہیں البتہ اشارے سے یا کنکری مار کر خاموش کرانا جائز ہے۔جیسا کہ مروی ہے کہ حضور نبیِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے

......احوط (یعنی احتیاط سے قریب) ہے۔ہاں اگر یہ جواب اذان یا (دو خطبوں کے درمیان) دعا، اگر دل سے کریں، زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو حرج کوئی نہیں۔اور امام یعنی خطیب اگر زبان سے بھی جوابِ اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ جائز ہے۔

1 ......سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب الانصات للخطبة یوم الجمعة، الحدیث: ۱۳۹۵، ص ۲۴۱، باختصارٍ۔
سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب فضل الجمعة، الحدیث: ۱۰۵۱، ج ۱، ص ۳۹۳، مفهومًا۔

پوچھا: ''فلاں سورت کب نازل ہوئی؟'' تو انہوں نے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد منبر سے اترے تو حضرت سیِّدُنا ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: ''جاؤ، تمہارا جمعہ نہیں ہوا۔'' انہوں نے بارگاہِ رسالت میں جب یہ بات عرض کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ابی بن کعب نے سچ کہا۔'' (۱)

اگر کوئی خطیب سے دُور ہو تب بھی علم وغیرہ کے متعلق سوال نہ کرے بلکہ خاموش رہے کیونکہ اس سے پیدا ہونے والی آواز کان لگانے والوں تک پہنچے گی۔ ایسے لوگوں کے پاس نہ بیٹھے جو باتوں میں مشغول ہوں۔ پس جو دُور ہونے کے سبب سننے سے عاجز رہا اسے بھی خاموش رہنا مستحب ہے (۲)۔ جب دورانِ خطبہ نماز پڑھنا مکروہ ہے تو کلام بدرجۂ اَولیٰ مکروہ ہے۔

چار مکروہ اوقات:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''چار اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے: نمازِ فجر و عصر کے بعد، ضحوۂ کبریٰ سے زوال تک اور امام کے خطبے کے دوران۔'' (۳)

﴿9﴾......نمازِ جمعہ کے آداب:

نمازِ جمعہ میں ذکر کردہ شرائط کی رعایت کرے، اور جب امام کی قراءَت سنے تو فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھے۔ (عندالاحناف امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں)۔

بعد نمازِ جمعہ سورۂ فاتحہ، اخلاص اور معوذتین پڑھنے کی فضیلت:

جب جمعہ سے فارغ ہو تو بغیر کلام کئے سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) سات

---

(1)......سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى الاستماع......الخ، الحديث: ۱۱۱۱، ج۲، ص۱۲، بتغيرٍ الفاظٍ۔
السنن الكبرى للبيهقى، كتاب الجمعة، باب الانصات للخطبة......الخ، الحديث: ۵۸۴۲، ج۳، ص۳۱۱، مفهومًا۔

(2)......احناف کے نزدیک: جو لوگ امام (خطیب) سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۷۷۴)

(3)......قوت القلوب، الفصل الحادى والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۴۔

سات بار پڑھے۔ بعض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے منقول ہے کہ ’’جس نے ایسا کیا وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ رہا اور یہ اس کے لئے شیطان سے بچاؤ ہے۔‘‘ (۱)

مخلوق سے بے نیازی اور حصول رزق کی دعا:

جمعہ کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہے: ’’اَللّٰھُمَّ یَاغَنِیُّ یَاحَمِیْدُ یَامُبْدِئُ یَامُعِیْدُ یَارَحِیْمُ یَاوَدُوْدُ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے غنی! اے حمد والے! اے ابتداءً پیدا کرنے والے! اے (روزِ قیامت) لوٹانے والے! اے رحم فرمانے والے! اے محبت کرنے والے! مجھے اپنے حلال کے ساتھ حرام سے اور اپنے فضل کے ساتھ ماسوا سے بے نیاز کر دے۔‘‘ (۲)

منقول ہے کہ جو اس پر ہمیشگی اختیار کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے مخلوق سے بے نیاز کر دیتا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

جمعہ کے فرض ادا کرنے کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی روایت میں ہے کہ ’’حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔‘‘ (۳)

اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی روایت میں ہے کہ ’’چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔‘‘ (۴)

جبکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے چھ رکعتیں پڑھنا بھی مروی ہے۔‘‘ (۵)

تمام روایات صحیح ہیں اور زیادہ مکمل کرنا (یعنی چھ رکعتیں پڑھنا) افضل ہے۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۶۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۶۔

3 ......صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها، الحديث:۹۳۷، ج۱، ص۳۲۲، مفهومًا۔

4 ...... صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، الحديث:۸۸۱، ص۴۳۶۔

5 ......مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب فی سنة الجمعة، الحديث:۳۱۹۳، ج۲، ص۴۲۶، دون "عبدالله بن عباس"۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۶۔

﴿10﴾......مسجد میں ٹھہرے رہنا:

جمعہ کے بعد نمازِ عصر پڑھنے تک مسجد میں ٹھہرے رہنا مستحب ہے۔ اگر مغرب تک ٹھہرے تو افضل ہے۔ چنانچہ، منقول ہے کہ جس نے جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھی اس کے لئے حج کا ثواب ہے اور جس نے وہاں مغرب کی نماز پڑھی اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ہے (یعنی جمعہ ادا کرنے کے بعد عصر و مغرب ادا کرنے کے لئے مسجد میں ٹھہرے رہنے پر یہ ثواب ہے)۔ اگر بناوٹ کے اظہار یا لوگوں کے اس کے اعتکاف کو دیکھ کر کسی آفت میں مبتلا ہونے یا بے مقصد باتوں میں مشغول ہونے کا خوف نہ ہو تو ایسا کرے۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد افضل یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے، اس کی نعمتوں میں غور وفکر کرتے، اس توفیق پر اس کا شکر ادا کرتے اور اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ڈرتے ہوئے گھر کی طرف لوٹے اور غروبِ آفتاب تک اپنے دل اور زبان کی نگرانی کرے کہ اس سے فضیلت والی گھڑی فوت نہ ہو جائے۔

مسجد میں دنیوی باتیں نہ کرے کہ حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مساجد میں دنیا کی باتیں ہوں گی، تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو کہ خدا کو ان سے کچھ کام نہیں۔''(1)

چوتھی فصل: جمعہ کی سنتیں اور آداب

یہ ان آداب اور سنتوں کا بیان ہے جو سابقہ ترتیب سے خارج ہیں یہ تمام دن کو شامل ہیں اور یہ سات امور ہیں:

﴿1﴾......نمازی صبح سویرے یا نمازِ عصر یا نمازِ جمعہ کے بعد علم کی مجلس میں حاضر ہو۔ قصہ گوؤں کی مجالس میں شریک نہ ہو کیونکہ ان کے کلام میں کوئی بھلائی نہیں۔ نیز جمعہ پڑھنے والے کو جمعہ کا پورا دن بھلائی کے کاموں اور دعاؤں میں گزارنا چاہئے تاکہ جب فضیلت والی گھڑی آئے تو اچھے کام میں مشغول ہو۔ نماز جمعہ سے پہلے لوگوں کے حلقوں میں نہ جائے کہ حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ''حضورِ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنانے سے منع فرمایا۔''(2) البتہ! اگر کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

1......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، الحدیث۲۹۶۲، ج۳، ص۸۷، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

2......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التحلق یوم الجمعۃ قبل الصلاۃ، الحدیث۱۰۷۹، ج۱، ص۴۰۲، بتغیرٍ۔

معرفت رکھتا ہو، اس کے انعامات اور عذابات کے دنوں کو یاد کرتا، دین کی سمجھ رکھتا اور صبح کے وقت جامع مسجد میں درس دیتا ہو تو اس کے پاس بیٹھے یوں وہ جلدی آنے اور غور سے سننے کو جمع کرنے والا ہوگا۔ نیز آخرت میں نفع بخش علم کو بغور سننا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔

علم کی مجلس میں حاضر ہونے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے افضل ہے۔'' (1)

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس فرمانِ باری تعالیٰ: ''فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ (پ۲۸، الجمعۃ:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللّٰہ کا **فضل** تلاش کرو اور اللّٰہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔''

کے متعلق فرمایا: ''اس سے مراد دنیا طلب کرنا نہیں بلکہ مریض کی عیادت، جنازے میں شرکت، **علم** سیکھنا اور رضائے الٰہی کی خاطر مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے جانا مراد ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے کئی مقامات پر **علم** کو **فضل** کا نام دیا۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ (پ۵، النسآء:۱۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللّٰہ کا تم پر بڑا **فضل** ہے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ (پ۲۲، سبا:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا **فضل** دیا۔

ان آیات میں **فضل** سے مراد **علم** ہے۔ لہٰذا جمعہ کے دن **علم** سیکھنا اور سکھانا افضل عبادات میں سے ہے اور قصہ گو واعظین کی مجالس سے نماز افضل ہے کیونکہ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اسے بدعت سمجھتے اور ایسے قصہ گوؤں کو مسجد سے نکال دیتے تھے۔

---

1 ......المدخل، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعۃ، ج۱، ص۲۳۳۔

قصہ گوئی بدعت ہے:

ایک بار حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا صبح سویرے مسجد میں اپنی نشست گاہ پر حاضر ہوئے تو اس جگہ ایک قصہ گو قصہ بیان کر رہا تھا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے دیکھ کر فرمایا: ''میری جگہ سے اٹھ۔'' اس نے کہا: ''میں نہیں اٹھوں گا کیونکہ میں آپ سے پہلے آکر بیٹھا ہوں۔'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سپاہیوں کو بلا کر اسے اٹھوا دیا۔'' اگر یہ عمل (یعنی قصے وغیرہ بیان کرنا) سنت ہوتا تو اسے وہاں سے اٹھانا جائز نہ ہوتا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھ جائے بلکہ یہ کہہ دے کہ جگہ دو اور جگہ وسیع کرو۔'' (۱)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھتا تو اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے یہاں تک کہ وہ لوٹ آتا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک قصہ گو ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حجرۂ مبارکہ کے باہر وسیع جگہ پر بیٹھتا تھا آپ نے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو پیغام بھیجا کہ اس نے اپنی قصہ گوئی سے مجھے اذیت پہنچائی اور مجھے تسبیح سے روک دیا۔ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے اس قدر مارا کہ آپ کا عصا ٹوٹ گیا پھر آپ نے (ٹوٹا ہوا) عصا پھینک دیا۔

﴿2﴾......فضیلت والی گھڑی کی اچھی طرح نگرانی کرے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ''جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے جو مسلمان اسے پالے اور اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کسی چیز کا سوال کرے تو وہ اسے عطا فرماتا ہے۔''(۲) ایک روایت میں ہے کہ ''بندہ نماز پڑھتے ہوئے اسے پالے (اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کسی چیز کا سوال کرے تو وہ اسے عطا فرما دیتا ہے)۔'' (۳)

فضیلت والی گھڑی کونسی ہے؟

فضیلت والی گھڑی کے متعلق مختلف اقوال ہیں: (۱)......وہ مبارک ساعت طلوعِ آفتاب کے وقت ہے۔

1......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامة الانسان......الخ، الحدیث:۲۱۷۷، ص۱۱۹۸، بتغیرِ الفاظٍ۔
صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب لایقیم الرجل اخاہ......الخ، الحدیث:۹۱۱، ج۱، ص۳۱۴، باختصارٍ۔

2......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ماجاء فی الساعة......الخ، الحدیث:۱۱۳۷، ج۲، ص۳۱۔

3......صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، الحدیث:۸۵۲، ص۴۲۴، بتغیرٍ۔

(۲)......زوال کے وقت۔ (۳)......اذان کے وقت۔ (۴)...... جب امام منبر پر چڑھ کر خطبہ شروع کردے۔ (۵)...... جب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوں۔(۶)......عصر کا آخری وقت ہے۔(۷)......سورج غروب ہونے سے پہلے کا وقت ہے کہ شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس وقت کا خیال رکھا کرتیں اور اپنی خادمہ کو حکم دیتیں کہ وہ سورج کو دیکھے اور اس کے جھکنے کے بارے میں آگاہ کرے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا غروبِ آفتاب تک دعا و استغفار میں مشغول رہتیں اور بتاتیں کہ یہ وہ گھڑی ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے اور اسے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتیں۔[1] (۸)...... یہ ساعت شبِ قدر کی طرح (جمعہ کے) پورے دن میں مخفی ہے تاکہ اس کی حفاظت کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہو۔[2] (۹)......شب قدر کی طرح جمعہ کے دن میں یہ ساعت تبدیل ہوتی رہتی ہے یہ معنی زیادہ مناسب ہے۔ اس میں ایک راز ہے جس کا ذکر علمِ معاملہ کے مناسب نہیں مگر جو کچھ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک زمانے کے دنوں میں تمہارے ربّ کی طرف سے خوشبودار جھونکے ہیں۔ سنو! انہیں حاصل کرو۔''[3] اور جمعہ کا دن بھی انہیں ایّام میں سے ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ جمعہ کا سارا دن اس گھڑی کے حصول کے لئے دل کو حاضر رکھے، ذکر کو لازم پکڑے اور دنیا کے وسوسوں سے بچے تو قریب ہے کہ وہ ان خوشبودار جھونکوں میں سے کچھ حصہ پالے۔ (۱۰)......حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''یہ جمعہ کی آخری ساعت ہے اور یہ غروب آفتاب کے وقت ہے۔''[4] حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''یہ آخری گھڑی کیسے ہوسکتی ہے جبکہ میں نے رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ وہ ایسے بندے کے موافق ہوتی ہے جو نماز پڑھتا ہے اور یہ نماز کا وقت نہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: کیا مکی مدنی سرکار، حبیب پروردگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ''نماز کے انتظار میں بیٹھنے والا

---

1 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فضل الجمعۃ، الحدیث۲۹۷۷، ج۳، ص۹۳، مفہومًا۔
قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۱، ص۱۲۰۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۱، ص۱۲۰۔۱۲۱، مفہومًا۔

3 ......المعجم الاوسط، الحدیث۲۸۵۶، ج۲، ص۱۵۵۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۱، ص۱۲۱، باختصارٍ۔

نماز میں ہے۔"[1] حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "جی ہاں! یہ تو فرمایا ہے۔" تو انہوں نے فرمایا: "یہ نماز ہی ہے۔" (یہ سن کر) حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش ہو گئے۔[2]

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس طرف مائل تھے کہ اس دن کا حق پورا کرنے والوں کے لئے یہ ایک رحمت ہے اور اس کے بھیجنے کا وقت وہ ہے جب بندہ عمل سے مکمل طور پر فارغ ہو جائے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ اور اس کے ساتھ امام کے منبر پر بیٹھنے کا وقت باعثِ فضیلت ہے۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں زیادہ سے زیادہ دُعا کرنی چاہئے۔

﴿3﴾......روزِ جمعہ محسنِ انسانیت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کثرت سے درودِ پاک پڑھنا مستحب ہے۔

80 سال کے گناہ معاف:

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر **200** بار درودِ پاک پڑھے گا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے **80** سال کے گناہ معاف فرما دے گا۔" عرض کی گئی: "یا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ پر درود کیسے بھیجیں؟" ارشاد فرمایا: "یوں کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندے، اپنے رسول اور اپنے امی نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر رحمت نازل فرما۔"[3]

شفاعتِ مصطفٰے:

منقول ہے کہ جو شخص لگاتار سات جمعوں تک سات بار مذکور درودِ پاک پڑھے تو اس کے لئے حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت واجب ہو گئی: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء في الساعة......الخ، الحديث: ۱۱۳۷، ج۲، ص۳۱۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادي والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۱۔

3 ......سنن الترمذي، كتاب الجمعة، باب ماجاء في الساعة......الخ، الحديث: ۴۹۱، ج۲، ص۳۳، مفهومًا۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل پر ایسا درود بھیج جو تیرے لئے باعثِ رضا اور ان کے حق کی ادائیگی ہو اور انہیں مقام وسیلہ عطا فرما اور اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا اور ہماری جانب سے انہیں ایسا اجر عطا فرما جو ان کی شایانِ شان ہو اور اس سے افضل جزا عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمائی۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ کے تمام بھائیوں یعنی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صالحین کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام پر رحمت نازل فرما۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!“ (1)

اگر مزید پڑھنا چاہے تو یہ مسنون درود پاک پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِی بَرَكَاتِكَ وَشَرَائِفَ زَكَوَاتِكَ وَرَاْفَتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَتَحِيَّتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَائِدِ الْخَيْرِ وَفَاتِحِ الْبِرِّ وَنَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَسَيِّدِ الْاُمَّةِ۔ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تَزْلِفُ بِهٖ قُرْبَهٗ وَتَقَرُّ بِهٖ عَيْنَهٗ يَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِهِ الْفَضْلَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالشَّرَفَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالْمَنْزِلَةَ الشَّامِخَةَ الْمُنِيْفَةَ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا سُؤْلَهٗ وَبَلِّغْهُ مَاْمُوْلَهٗ وَاجْعَلْهُ اَوَّلَ شَافِعٍ وَّاَوَّلَ مُشَفَّعٍ۔ اَللّٰھُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَثَقِّلْ مِيْزَانَهٗ وَاَبْلِجْ حُجَّتَهٗ وَارْفَعْ فِيْ اَعْلَى الْمُقَرَّبِيْنَ دَرَجَتَهٗ۔ اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَاجْعَلْنَا فِيْ اَهْلِ شَفَاعَتِهٖ وَاَحْيِنَا عَلٰى سُنَّتِهٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ وَلَا شَاكِّيْنَ وَلَا مُبَدِّلِيْنَ وَلَا فَاتِنِيْنَ وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ اٰمِيْن اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے مبارک ترین دُرود، اپنی بہترین خوبی، اپنی بخشش، اپنی نرمی ورحمت اور اپنا سلام انبیا کے سردار حضرتِ سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل فرما جو پرہیزگاروں کے امام، آخری نبی، تمام جہانوں کے ربّ کے رسول، بھلائی کی طرف لے جانے والے، نیکی کے دروازے کھولنے والے، نبیِ رحمت اور سردارِ اُمّت ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! انہیں مقامِ محمود پر فائز فرما جس کے سبب ان کے قرب کو مزید قرب نصیب ہو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں کہ ان پر اگلے اور پچھلے رشک کریں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فضل، فضیلت، بزرگی، وسیلہ، بلند درجہ اور بلند مقام عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوال کو پورا فرما، ان کی امید ان تک پہنچا، انہیں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت بنادے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ان کی دلیل کو بزرگی عطا فرما، ان کے ترازو کو بھاری کردے، ان کی دلیل کو پہنچنے والی

---

(1)......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۱، دون ”وصل علیه“۔

بنادے، بلندتر مقربین میں ان کا مرتبہ بلند فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ان کے گروہ میں اٹھا، ان کی شفاعت کے مستحقین میں سے کردے، ان کی سنت پر زندہ رکھ اور ان کی ملت پر موت دے، ہمیں ان کے حوض کوثر پر پہنچا، ان کے پیالہ سے سیراب فرما کہ ہم نہ رسوا ہوں، نہ نادم ہوں، نہ شک کرنے والے، نہ تبدیلی کرنے والے، نہ گمراہ کرنے والے اور نہ ہی گمراہ کئے گئے ہوں، اے تمام جہانوں کے ربّ! ہماری دعا قبول فرما۔[۱]

خلاصۂ کلام:

دُرودِ پاک کے جو بھی الفاظ کہے خواہ تشہد میں پڑھے جانے والے مشہور الفاظ کہے (یعنی درودِ ابراہیمی پڑھے) تو وہ دُرود پڑھنے والا شمار ہوگا اور درودِ پاک کے ساتھ استغفار بھی ملا لینا چاہئے کیونکہ روز جمعہ کثرت سے استغفار کرنا مستحب ہے۔

﴿4﴾...... جمعہ کے دن قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہئے خصوصاً سورۂ کہف کی۔

شب جمعہ سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت:

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عباس اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مروی ہے کہ ”جو شخص شبِ جمعہ سورۂ کہف کی تلاوت کرے تو جس جگہ وہ پڑھتا ہے وہاں سے مکہ تک اسے نور عطا کیا جاتا ہے اور دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں بلکہ مزید تین دن کے گناہ بھی۔ نیز اس کے لئے صبح تک 70 ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اسے بیماری، پیٹ کے پھوڑے، پہلو کے درد، برص، کوڑھ کے مرض نیز دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھا جائے گا۔“[۲]

اگر ہوسکے تو جمعہ کے دن اور شبِ جمعہ ختم قرآن کرنا چاہئے کہ اس میں ختم قرآن مستحب ہے۔ اگر رات کو پڑھے تو فجر کی دو رکعتوں میں قرآن ختم کرے یا مغرب کی دو رکعتوں میں یا جمعہ کی اذان واقامت کے درمیان ختم کرے کہ بہت زیادہ فضیلت حاصل ہوگی۔ عبادت گزار لوگ جمعہ کے دن ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا پسند کرتے تھے۔ نیز

1 ......سنن ابن ماجه كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، الحديث:۹۰۶، ج ۱، ص۴۸۹، باختصارٍ۔
قوت القلوب، الفصل الحادى والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۱-۱۲۲، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادى والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۲۔

منقول ہے کہ جو شخص دس یا بیس رکعات میں ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھے تو یہ پورا قرآن پاک ختم کرنے سے افضل ہے۔ نیز عبادت گزار لوگ دن بھر میں ہزار بار درودِ پاک کا نذرانہ پیش کرتے اور ہزار بار یہ تسبیح پڑھتے تھے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ اگر روزِ جمعہ یا شبِ جمعہ مُسَبَّحَات سورتیں[1] پڑھے تو بہت اچھا ہے۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے معین سورتیں پڑھنا مروی نہیں سوائے روزِ جمعہ اور شبِ جمعہ کے کہ جمعہ کی رات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ مغرب میں سورۂ کافرون وسورۂ اخلاص اور نمازِ عشا میں سورۂ جمعہ وسورۂ منافقین کی تلاوت فرماتے تھے۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعہ کی دو رکعتوں میں یہ سورتیں (سورۂ جمعہ ومنافقین) پڑھتے تھے، جبکہ جمعہ کے دن نمازِ فجر میں سورۂ سجدہ، سورۂ لقمان اور سورۂ دھر کی تلاوت فرماتے تھے۔[3]

مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے:

﴿5﴾...... جب جامع مسجد میں داخل ہو تو اس طرح چار رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے کہ ہر رکعت میں 50 بار سورۂ اخلاص پڑھے تا کہ مجموعہ 200 بار ہو جائے۔ کیونکہ مروی ہے کہ "جو شخص ایسا کرے گا وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا یا اسے اس کا ٹھکانا دکھا دیا جائے گا۔"[4]

دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ضرور پڑھے اگر چہ امام خطبہ دے رہا ہو لیکن مختصر پڑھے کہ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔[5]

ایک غیر مشہور روایت میں ہے کہ "دورانِ خطبہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ...... مُسَبَّحَات وہ سورتیں جن کے شروع میں تسبیح کا ذکر ہے، جیسے سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ حدید، سورۂ جمعہ، سورۂ صف، سورۂ تغابن اور سورۂ اعلیٰ۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۳۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب مایقرأ فی یوم الجمعة، الحدیث:۸۷۹، ص۴۳۵۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۲۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب التحیة والامام یخطب، الحدیث:۸۷۵، ص۴۳۳۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خاموش ہوگئے حتّٰی کہ اس نے دو رکعتیں پڑھ لیں۔"[۱]

علمائے کوفہ کا قول ہے کہ دورانِ خطبہ اگر امام کسی کے لئے خاموشی اختیار کرے تو وہ دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد پڑھ لے۔ روزِ جمعہ اور شبِ جمعہ چار رکعتیں اس طرح پڑھنا مستحب ہے کہ ان میں یہ چار سورتیں پڑھے: سورۂ انعام، سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ، سورۂ یٰسین۔ اگر یہ سورتیں اچھی طرح یاد نہ ہوں تو **سورۂ یٰسین، سورۂ سجدہ، سورۂ لقمان، سورۂ دخان، سورۂ ملک** پڑھے۔ نیز شب جمعہ مذکورہ چار سورتوں کی تلاوت پابندی سے کرے کہ اس کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ جو پورا قرآن صحیح طور پر نہ پڑھ سکتا ہو تو جس قدر صحیح پڑھ سکے پڑھے کہ وہی اس کے لئے ختمِ قرآن کے قائم مقام ہے اور سورۂ اخلاص تو بکثرت پڑھے۔ نیز روز جمعہ صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح پڑھنا مستحب ہے۔ اس کا طریقہ نوافل کے باب میں بیان کیا جائے گا کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چچا حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: "اسے ہر جمعہ کو پڑھو۔"[۲]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا روز جمعہ زوال کے بعد اس نماز کو پابندی سے پڑھا کرتے اور بتاتے کہ اس کی بہت بڑی فضیلت ہے۔[۳]

جمعہ کے دن وقت کی تقسیم:

بہتر یہ ہے کہ روز جمعہ زوال تک کا وقت نماز کے لئے، نماز جمعہ کے بعد سے عصر تک کا وقت علم سیکھنے سکھانے کے لئے اور عصر سے مغرب تک کا وقت تسبیح و استغفار کے لئے مقرر کرے۔

﴿6﴾...... جمعہ کے دن خاص طور پر صدقہ کرنا مستحب ہے کیونکہ اس دن دگنا اجر ملتا ہے بشرطیکہ سائل امام کے خطبے کے دوران سوال نہ کرے، کیونکہ اس وقت مانگنے والا خطبے کے دوران گفتگو کرنے والا ہوگا حالانکہ اس وقت گفتگو کرنا مکروہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا صالح بن احمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد فرماتے ہیں: "جمعہ کے دن دوران خطبہ میرے والد کے پاس بیٹھے ایک مسکین نے سوال کیا تو ایک شخص نے میرے والد کو ٹکڑا دیا تاکہ وہ اسے دے دیں تو والد صاحب نے وہ ٹکڑا

---

❶......سنن الدارقطنی، کتاب الجمعۃ، باب فی الرکعتین اذاجاء الرجل......الخ، الحدیث۱۶۰۲، ج۲، ص۱۸۔

❷......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب صلاۃ التسبیح، الحدیث۱۲۹۷، ج۲، ص۴۴۔

❸......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیہ کتاب الجمعۃ......الخ، ج۱، ص۱۲۳، "یوم الجمعۃ" بدلہ "کل یوم"۔

نہ پکڑا۔‘‘[۱]

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’جب کوئی شخص مسجد میں سوال کرے تو وہ اسی کا مستحق ہے کہ اسے نہ دیا جائے اور جب قرآن کے نام پر مانگے تو بھی اسے نہ دو۔‘‘ [۲]

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے جامع مسجد میں ایسے سائلین کو صدقہ دینے سے منع فرمایا ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہیں۔ البتہ! اگر وہ گردنیں پھلانگے بغیر اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سوال کرے تو دے سکتے ہیں[۳]۔

اس کا سوال پورا کر دیا جاتا ہے:

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’جو جمعہ میں حاضر ہو پھر لوٹ کر دو مختلف چیزیں صدقہ کرے، پھر پلٹ کر رکوع و سجود کی تکمیل اور خشوع کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور یہ دعا مانگے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِاسْمِكَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ الَّذِیْ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا، اور تیرے نام سے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ذات جو خود زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہے، جسے نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ۔ تو وہ جو کچھ مانگے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرما دیتا ہے۔‘‘ [۴]

جو دعا مانگے قبول ہو گی:

بعض اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ’’جو شخص جمعہ کے دن کسی مسکین کو کھانا کھلائے، صبح سویرے نمازِ جمعہ کے لئے جائے، کسی کو اذیت نہ پہنچائے اور امام کے سلام پھیرتے وقت یہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَیِّ الْقَيُّوْمِ اَسْئَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَتُعَافِيَنِیْ مِنَ النَّارِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا خود

---

❶ ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فيه كتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۵۔

❷ ......المرجع السابق، ص۱۲۵۔

❸ ......احناف کے نزدیک: مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا بھی منع ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۷۶۴)

❹ ......قوت القلوب، ص۱۲۵، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری بخشش فرما دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے جہنم سے بچا۔ پھر جو دعا مانگے قبول ہوگی۔''[1]

﴿7﴾...... جمعہ کا پورا دن (اعمال) آخرت کے لئے مقرر کردے اور دنیاوی مشغولیات سے رک جائے، اوراد و وظائف کی کثرت کرے اور اس دن سفر شروع نہ کرے، کہ روایت میں ہے: ''جس نے شب جمعہ سفر کیا اس کے دونوں فرشتے اس کے لئے بددعا کرتے ہیں۔''[2] نیز (روز جمعہ) طلوعِ فجر کے بعد سفر کرنا حرام ہے۔ البتہ، اگر رفقائے سفر کے چلے جانے کا اندیشہ ہو تو سفر کرنا جائز ہے۔

بعض اکابرین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں: ''سقاء (پانی فراہم کرنے والے) سے مسجد میں پینے کے لئے یا مفت پلانے کے لئے پانی خریدنا جائز نہیں حتی کہ مسجد میں اس کا بیچنا بھی جائز نہیں کیونکہ مسجد میں خرید و فروخت مکروہ ہے۔''

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''اگر قیمت مسجد سے باہر ادا کردے اور مسجد میں لے کر پی لے یا کسی کو پلا دے تو کوئی حرج نہیں۔''

حاصلِ کلام:

جمعہ کے دن اوراد و وظائف اور بھلائی کے کاموں کی کثرت کرنی چاہئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے فضیلت والے اوقات میں نیک اعمال کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور جب کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو وہ بندہ فضیلت والے اوقات میں برے اعمال میں مشغول ہو جاتا ہے تاکہ وقت کی برکت سے محروم ہونے اور اس کی حرمت کو توڑنے کے سبب اس شخص کے عذاب میں زیادتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی میں اضافہ ہو۔ جمعہ کے دن دعائیں مانگنا مستحب ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کتابُ الدَّعْوَات (دعاؤں کے باب) میں اس کا ذکر آئے گا۔ ہر چنے ہوئے بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون فیه کتاب الجمعة......الخ، ج۱، ص۱۲۵_۱۲۶۔

2 ......کنزالعمال، کتاب السفر، الحدیث: ۱۷۵۳۶، ج۶، ص۳۰۴۔

باب نمبر6: # متفرق مسائل کا بیان

اس باب میں وہ متفرق مسائل بیان کئے جائیں گے جن میں عام لوگ مبتلا ہیں اور راہِ آخرت کا مسافر انہیں جاننا چاہتا ہے اور جو مسائل شاذ و نادر پیش آتے ہیں وہ ہم نے کتبِ فقہ میں بیان کر دیئے ہیں۔

عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

مسئلہ ۱: عملِ قلیل سے اگرچہ نماز نہیں ٹوٹتی مگر بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ضرورت کی چند مثالیں: آگے سے گزرنے والے کو روکنا اور خوفناک بچھو کو ایک یا دو ضربوں سے مارنا تین ضربوں سے مارا تو عمل کثیر ہوگا اور نماز باطل ہو جائے گی۔ اسی طرح جُوئیں اور پِسو اگر اذیت دیتے ہوں تو انہیں دُور کرنا بھی جائز ہے۔ یوں ہی کھجانے کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ نہ کھجانے سے خشوع میں خلل واقع ہوتا ہے۔

حالت نماز میں جوں اور پسو مارنے کا حکم:

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز میں جُوں اور پِسو پکڑ لیا کرتے تھے۔ (۱)

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نماز میں پسو کو مار ڈالتے یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر خون نظر آتا۔ (۲)

حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ''نمازی اسے پکڑ کر سست کر دے اور اگر مار بھی دے تو کوئی حرج نہیں۔'' (۳)

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اسے پکڑ لے اور مسل کر پھینک دے۔'' (۴)

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: ''مجھے یہ پسند ہے کہ اسے چھوڑ دے لیکن اگر اذیت دے کر نماز سے غافل کرے تو اس قدر مسل دے کہ اذیت نہ دے سکے پھر پھینک دے۔'' (۵)

یہ رخصت ہے ورنہ کمال تو یہ ہے کہ نماز میں عمل قلیل سے بھی بچا جائے۔ اسی لئے بعض بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ

---

1 ......المصنف لابن ابی شبة، کتاب صلاة التطوع والامامة، الرجل یاخذ اللقمة فی الصلاة، الحدیث۱، ج۲، ص۱۲۶۔

2 ......المرجع السابق، الحدیث:۱، ج۲، ص۱۲۶۔ 3 ......المرجع السابق، الحدیث۵، ص۱۲۲، باختصارٍ۔

4 ......المرجع السابق، الحدیث:۳، ص۱۲۶۔ 5 ......المرجع السابق، الحدیث۹، ص۱۲۲، باختصارٍ۔

اَلْمُبِیْن نماز میں مکھی کو بھی نہیں اڑاتے تھے اور فرماتے: ''میں اپنے نفس کو اس چیز کا عادی نہیں بناتا ورنہ میری نماز فاسد ہو جائے گی۔ میں نے سنا ہے کہ فاسق لوگ بادشاہوں کے سامنے سخت تکلیف بھی برداشت کرتے ہیں اور حرکت تک نہیں کرتے۔''

جب جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ اَولیٰ ہے۔ (نماز میں) چھینک آئے تو دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے، زبان کو حرکت نہ دے، اگر ڈکار آئے تو سر آسمان کی طرف نہ اٹھائے، اگر چادر گر جائے تو اسے اٹھا کر برابر نہ کرے اسی طرح عمامہ کے کناروں کا حکم ہے یہ تمام امور بلاضرورت مکروہ ہیں۔

مسئلہ ۲: جوتوں میں نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ جوتوں کا اتارنا آسان ہے اور موزے پہنے نماز پڑھنے کی رخصت اس وجہ سے نہیں کہ ان کا اتارنا مشکل بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اتنی نجاست معاف ہے اور یہی حکم پائتابوں کا ہے۔

جوتے پہنے نماز پڑھنے کی دلیل:

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نعلین شریفین میں نماز پڑھی پھر نعلین مبارکین اتارے تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے بھی جوتے اتار دیئے۔ (نماز کے بعد) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: ''تم نے جوتے کیوں اُتارے؟'' عرض کی: ''آپ کو جوتے اتارتے دیکھ کر ہم نے بھی اتار دیئے۔'' ارشاد فرمایا: ''بے شک حضرتِ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ ان میں کچھ لگا ہوا ہے (اس لئے میں نے جوتے اتار دیئے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی مسجد آنے کا ارادہ کرے تو اپنے جوتے پلٹ کر دیکھ لے اگر ان میں کوئی نجاست لگی ہو تو انہیں زمین سے رگڑ دے پھر ان میں نماز پڑھ لے[1]۔'' [2]

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''جوتوں میں نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے جوتے کیوں اُتارے؟ اور یہ مبالغہ ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے اس لئے پوچھا تا کہ ان کے سامنے جوتے اُتارنے کا سبب بیان کریں کیونکہ آپ کو علم تھا کہ انہوں نے جوتے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی میں اتارے ہیں۔''

---

1 ...... اس پر حاشیہ صفحہ 399 پر گزر چکا ہے۔

2 ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۱۵۳، ج۴، ص ۱۴۔

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن سائب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ''حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (نماز سے قبل) اپنے جوتے اتارے۔''(1)

گویا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دونوں طرح عمل کیا (یعنی جوتے پہنے ہوئے بھی نماز پڑھی اور اتار کر بھی)۔ پس جو جوتے اتارے اسے چاہئے کہ انہیں اپنے دائیں یا بائیں نہ رکھے ورنہ نمازیوں کے لئے جگہ تنگ ہو جائے گی اور قطع صف بھی ہوگی بلکہ اپنے سامنے رکھے، اپنے پیچھے بھی نہ رکھے ورنہ دل ان کی طرف متوجہ ہوگا۔ جن علما نے جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا قول کیا ہے، ہوسکتا ہے انہوں نے اس معنی کا لحاظ رکھا ہو یعنی دل کا جوتوں کی طرف متوجہ ہونا۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے۔''(2)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک نمازی سے فرمایا: جوتے پاؤں کے درمیان رکھ لے تاکہ ان کی وجہ سے کسی مسلمان کو اذیت نہ ہو، پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم امامت کے دوران جوتے اپنے بائیں جانب رکھتے۔(3) امام ایسا کرسکتا ہے کیونکہ اس کے بائیں جانب کوئی نہیں ہوتا۔ بہتر یہ ہے کہ جوتے قدموں کے درمیان نہ رکھے ورنہ (رکوع و سجود کی حالت میں) وہ اسے مشغول رکھیں گے بلکہ قدموں کے آگے رکھے، شاید! حدیث سے یہی مراد ہے۔

حضرت سیِّدُنا جبیر بن مطعم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ''نمازی کا اپنے قدموں کے درمیان جوتے رکھنا بدعت ہے۔''(4)

مسئلہ ۳: نماز میں تھوکنے سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔ جب تک تھوکنے سے آواز پیدا نہ ہو کلام شمار نہیں ہوتا نیز تھوکنے سے آواز پیدا ہوتی بھی نہیں، البتہ بغیر ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے اور صرف وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس کی سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اجازت دی ہے۔ چنانچہ،

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی النعل، الحدیث ۶۴۸، ج ۱، ص ۲۶۰، "خلع" بدلہ "وضع"۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب المصلی اذخلع نعلیہ......الخ، الحدیث ۶۵۵، ج ۱، ص ۲۶۲۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی النعل، الحدیث ۶۴۸، ج ۱، ص ۲۶۰، باختصارٍ۔

4 ......تفسیر قرطبی، سورۂ طٰہٰ، ج ۱۱، ص ۷۸۔

جانب قبلہ تھوکنا کیسا؟

بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم سے مروی ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبلہ کی جانب تھوک دیکھا تو سخت جلال میں آ گئے اور اپنے ہاتھ میں موجود ٹہنی سے اسے کھرچ دیا اور ارشاد فرمایا: ''خوشبو لاؤ۔'' چنانچہ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس پر زعفران لگا دی پھر ہماری طرف متوجّہ ہو کر ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اپنے چہرے پر تھوکے؟'' ہم نے عرض کی: ''کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔'' ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرتا ہے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔'' ایک روایت میں ہے کہ ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ لہٰذا تم میں سے کوئی اپنے سامنے یا دائیں طرف نہ تھوکے بلکہ بائیں جانب یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے اگر جلدی ہو تو اپنے کپڑوں میں تھوکے اور عملاً بتایا کہ اسے ایک دوسرے کے ساتھ رگڑ دے۔'' (1)

مسئلہ ۴: (امام کے پیچھے) مقتدی کے کھڑا ہونے کے لئے سنت بھی ہے اور فرض بھی۔ **سنت** یہ ہے کہ ایک مقتدی ہو تو امام کے تھوڑا پیچھے اس کے دائیں طرف کھڑا ہو اور ایک عورت مقتدی ہو تو امام کے پیچھے کھڑی ہو اگر امام کے پہلو میں کھڑی ہو جائے تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن خلافِ سنت ہے۔ (2) اگر عورت کے ساتھ ایک مرد بھی مقتدی ہو تو مرد امام کی دائیں جانب اور عورت مرد کے پیچھے کھڑی ہو۔ کوئی شخص پچھلی صف میں اکیلا کھڑا نہ ہو بلکہ اگر جگہ پائے تو اگلی صف میں شامل ہو جائے یا صف میں سے کسی کو کھینچ کر پیچھے کر لے۔ اگر اکیلا کھڑا ہو گیا تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہے۔

اتصال صفوف:

کھڑا ہونے میں مقتدی کے لئے **فرض** یہ ہے کہ صف میں اتصال ہو یوں کہ امام و مقتدی کے درمیان جامع

---

(1) ......صحیح مسلم، کتاب الزھد و الرقائق، باب حدیث جابر الطویل......الخ، الحدیث: ۳۰۰۸، ص۱۶۰۳، باختصارٍ۔
صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب النھی عن البصاق......الخ، الحدیث: ۵۵۴، ص۲۷۸، باختصارٍ۔

(2) ......احناف کے نزدیک: عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی رہے گی۔ اس کے لئے چند شرطیں ہیں۔ اس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **''بہارِ شریعت جلد اول''** صفحہ 587 کا مطالعہ کیجئے!

رابطہ ہو یعنی دونوں جماعت میں ہوں اگر دونوں مسجد میں ہوں تو جامع ہونے کے لئے یہ کافی ہے کیونکہ مسجد اسی لئے بنائی جاتی ہے۔ لہٰذا صف کے متَّصل ہونے کی حاجت نہیں بلکہ امام کے افعال کا علم ہونا ضروری ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ اگر مقتدی مسجد سے باہر راستے یا صحرا میں ہو کہ دونوں کے درمیان کوئی عمارت (حائل) نہ ہو تو تیر کے نشانے کی مقدار قرب کافی ہے اور (جامع ہونے کے لئے) یہ رابطہ کافی ہے کیونکہ ایک کا فعل دوسرے کے فعل سے ملا ہوا ہے۔ اگر مقتدی مسجد کی دائیں یا بائیں جانب والے مکان کے صحن میں ہو اور اس کا دروازہ مسجد سے ملا ہوا ہو تو اب شرط یہ ہے کہ مسجد کی صف اس کی دہلیز سے صحن تک بغیر کسی انقطاع کے متصل ہو۔ یوں جو لوگ اس صف میں اور اس سے پچھلی صف میں ہوں گے ان کی نماز صحیح ہوگی لیکن جو آگے ہوں گے ان کی نماز صحیح نہ ہوگی (اگرچہ امام سے پیچھے ہوں) مختلف عمارتوں کا یہی حکم ہے۔ بہر حال ایک عمارت یا وسیع میدان کا حکم وہی ہے جو صحرا کا ہے۔

مسبوق کے احکام[1]:

مسئلہ ۵: مسبوق امام کی نماز کا آخری حصہ پائے تو وہ نماز کے ابتدائی حصے کی طرح ہے۔ لہٰذا امام کی موافقت کرے، باقی نماز کو اسی پر مکمل کرے اور فجر کی نماز کے آخر میں تنہا قنوت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ قنوت پڑھ چکا ہو (عند الشوافع)۔

اگر امام کے ساتھ قیام کا بعض حصہ پائے تو دعا میں مشغول نہ ہو (یعنی ثناء وغیرہ نہ پڑھے) بلکہ جلدی سے اختصار کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے (عند الشوافع)، اگر اس کے فاتحہ سے فارغ ہونے سے پہلے امام رکوع میں چلا جائے تو اگر فاتحہ پڑھ کر رکوع میں شامل ہو سکتا ہو تو پڑھ لے ورنہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور بعض فاتحہ کل فاتحہ کے حکم میں ہے، لہٰذا یہ اس سے نکل جانے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی۔

مسبوق اگر سورت پڑھ رہا ہو اور امام رکوع میں چلا جائے تو اسے چھوڑ دے۔

اگر امام کو سجدے یا تشہد میں پائے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر تکبیر انتقال کہے بغیر بیٹھ جائے[2] لیکن اگر امام کو رکوع میں

---

1 ...... مسبوق وہ ہے کہ امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۵۸۸)

2 ...... احناف کے نزدیک تکبیر کہے گا جیسا کہ بہار شریعت جلد اول صفحہ 589 پر ہے کہ مسبوق نے امام کو قعدہ میں پایا، تو تکبیر تحریمہ سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں کرے، پھر دوسری تکبیر کہتا ہوا قعدہ میں جائے۔

پائے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد) رکوع میں جاتے ہوئے دوبارہ تکبیر کہے کیونکہ یہ انتقال اس کے لئے شمار ہوگا یعنی رکعت مل جائے گی۔ نماز میں اصلی انتقالات کے لئے تکبیریں ہوتی ہیں نہ کہ عارضی کے لئے۔

(رکوع میں شامل ہونے والا) رکعت پانے والا تب شمار ہوگا جب امام کے ساتھ اطمینان سے رکوع کر لے، اگر امام حدرکوع سے نکل آئے (پھر یہ رکوع میں جائے) تو اس کی وہ رکعت فوت ہو جائے گی۔

قضا اور باجماعت نماز کے احکام:

مسئلہ ۶: جس کی نمازِ ظہر فوت ہوگئی اور عصر کا وقت شروع ہوگیا (اور وہ صاحبِ ترتیب ہو تو بہتر یہ ہے کہ) پہلے ظہر پڑھے پھر عصر ادا کرے۔ اگر پہلے عصر پڑھی تو ادا ہو جائے گی لیکن خلافِ اَولیٰ ہے اور وہ اختلاف کے شبہ میں داخل ہو جائے گا۔ اگر امام کو (عصر کی جماعت میں) پائے تو پہلے عصر کی نماز پڑھے پھر ظہر پڑھے کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اَولیٰ ہے[1]۔

اگر اوّل وقت میں اکیلے نماز پڑھ لی پھر جماعت پائی تو جماعت سے نماز پڑھے اور وقتی نماز کی نیت کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے گا شمار فرمالے گا، اگر فوت شدہ یا نفل نماز کی نیت کی تو بھی جائز ہے[2]۔

اگر پہلے جماعت سے نماز پڑھ چکا تھا پھر دوسری جماعت پائی تو فوت شدہ یا نفل نماز کی نیت کرے، جماعت سے ادا کی ہوئی نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ ماقبل صورت میں جماعت کی فضیلت پانے کا احتمال تھا (اس لئے وہاں وقتی نماز کی نیت کا حکم ہے)۔

دورانِ نماز یا بعد نماز کپڑوں پر نجاست نظر آنا:

مسئلہ ۷: جس نے نماز پڑھنے کے بعد (قدرِ مانع) کپڑوں پر نجاست دیکھی تو نماز دوبارہ پڑھنا بہتر ہے ضروری نہیں۔

---

❶ ......احناف کے نزدیک: عصر کی نماز اس صورت میں جائز ہوگی جب اسے ظہر کی نماز یاد نہ رہی یا وہ صاحبِ ترتیب نہ ہو یعنی اس وقت اس کے ذمہ پانچ سے زیادہ نمازیں ہوں ورنہ عصر کی نماز نہ ہوگی۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۱، ص۷۰۵)

صاحبِ ترتیب کے تفصیلی احکام جاننے کے لئے بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 703 تا 707 کا مطالعہ کیجئے۔

❷ ......احناف کے نزدیک: فرض نماز دوبارہ پڑھنا جائز نہیں، نفل کی نیت سے پڑھ سکتا ہے اگر فرض کی نیت سے پڑھے گا تو وہ نفل ہی ہوگی۔ (فتاوی رضویہ ج۷، ص۳۹۷ ملخصًا)

اگر نماز کے دوران نجاست دیکھے تو نجس کپڑا اتار دے اور نماز مکمل کرلے، البتہ، نئے سرے سے پڑھنا مستحب ہے۔ اس کی دلیل سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نعلین شریفین اتارنے والا واقعہ ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے خبر دی کہ نعلین مبارک پر کچھ لگا ہوا ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نئے سرے سے نماز نہ پڑھی[1]۔

سجدۂ سہو کے احکام:

مسئلہ ۸: جس نے پہلا تشہُّد یا دعائے قنوت چھوڑ دی یا قعدۂ اُولٰی میں (بعد تشہد) دُرودِ پاک نہ پڑھا[2] یا کوئی ایسا فعل بھول کر کیا کہ اگر اسے جان بوجھ کر کرتا تو نماز فاسد ہو جاتی یا شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو یقین پر عمل کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کرے[3]۔

اگر سجدۂ سہو کرنا بھول جائے تو سلام پھیرنے کے بعد فوراً یاد آجائے تو کرلے۔ اگر بعد سلام سجدۂ سہو کرنے کے بعد بے وضو ہوگیا تو نماز باطل ہوگئی کیونکہ جب (بعد سلام) سجدۂ سہو کیا تو گویا اس نے بھول کر غیر محل میں سلام پھیر دیا لہٰذا اس سلام کے ساتھ وہ نماز سے باہر نہیں ہوا بلکہ دوبارہ نماز میں مشغول ہوگیا اسی لئے سجدۂ سہو کے بعد وہ دوبارہ سلام پھیرے گا۔ اگر مسجد سے نکلنے یا زیادہ دیر بعد سجدۂ سہو یاد آیا تو اب سجدۂ سہو فوت ہوگیا۔

نماز کی نیت کرتے وقت وسوسے آنا:

مسئلہ ۹: نماز کی نیت میں وسوسے عقل کی خرابی یا شرعی احکام سے لاعلمی کے سبب آتے ہیں کیونکہ نیت کے معاملے میں حکمِ الٰہی کو بجالانا دوسروں کے حکم کو بجالانے کی طرح اور اس کی تعظیم دوسروں کی تعظیم کی طرح ہے۔ مثلاً اگر کسی کے پاس کوئی عالمِ دین آئے اور وہ تعظیماً اس کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کے داخل ہوتے ہی کہے: ''میں زید عالم فاضل

---

1 ...... احناف کے نزدیک: مصلی (یعنی نمازی) کے بدن کا حدثِ اکبر و اصغر اور نجاست حقیقیہ قدرِ مانع سے پاک ہونا نیز اس کے کپڑے اس جگہ کا جس پر نماز پڑھے، نجاستِ حقیقیہ قدرِ مانع سے پاک ہونا (شرط ہے)۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۴۷۶) چنانچہ، بقدرِ مانع نجاستِ حقیقیہ دیکھی تو نماز شروع ہی نہ ہوگی نئے سرے سے پاک کپڑوں میں نماز پڑھنی ہوگی رہا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نماز نہ لوٹانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ''نعلین مبارک میں نجاست نہ تھی۔'' (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج۱، ص۴۷۰)

2 ...... احناف کے نزدیک: فرض و وتر و سنن رواتب میں قعدۂ اُولٰی میں تشہد پر کچھ نہ بڑھانا واجب ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۵۱۸)

3 ...... احناف کے نزدیک: سجدۂ سہو سلام کے بعد ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۱، ص۷۰۸)

کی آمد پر اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونے کی نیت کرتا اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔'' تو ایسا شخص بے وقوف ہے۔ بلکہ جیسے ہی وہ اسے دیکھے اور اس کی فضیلت کا علم ہو، تعظیم کا سبب پایا جائے اور اسے کھڑا کر دے تو وہ تعظیم کرنے والا ہوگا بشرطیکہ کسی دوسرے کام کے لئے غفلت میں کھڑا نہ ہوا ہو۔ نیت نماز میں امرِ الٰہی کی تعمیل کے لئے ظہر، ادا اور فرض کا ہونا اسی طرح شرط ہے جیسے آنے والے عالمِ دین کی تعظیم کے لئے اس کے آتے ہی کھڑا ہونا، اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس کا کوئی دوسرا سبب نہ ہونا (شرط ہے)۔ نیز تعظیم اسی صورت میں ہوگی کہ تعظیم کا ارادہ بھی ہو کیونکہ اگر وہ اس سے پیٹھ پھیر کر کھڑا ہو گیا یا کچھ دیر ٹھہر کر کھڑا ہوا تو یہ تعظیم نہیں۔ پھر ان صفات کا معلوم و مقصود ہونا بھی ضروری ہے اور دل میں ان کی موجودگی ایک لمحہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ البتہ! اس پر دلالت کرنے والے الفاظ کی ترتیب میں وقت لگتا ہے یا تو وہ زبان سے بولتا ہے یا دل میں سوچتا ہے۔ جو شخص اس طریقے پر نیت کا علم رکھتا ہو گویا وہ نیت کو سمجھا ہی نہیں کیونکہ نیت یہی ہے کہ جب تمہیں وقت پر نماز کی ادائیگی کے لئے بلایا جائے تو حکم کی تعمیل کے لئے فوراً کھڑے ہو جاؤ۔ اب وسوسہ محض جہالت ہے۔

جسے وسوسے آتے ہیں وہ اپنے دل کو اس بات کا مکلّف بناتا ہے کہ دل میں ظہر، ادا اور فرض ہونے کو ایک ہی حالت میں تفصیلاً ادا کرے اور اسے ملحوظ خاطر رکھے حالانکہ یہ محال ہے۔ اگر (اس طریقے پر) وہ خود کو عالم کی تعظیم کے لئے قیام کا پابند کرے گا تو یہ اس پر دشوار ہوگا۔ الغرض اس حالت کے جان لینے سے ہی وسوسے دور ہو جائیں گے کہ نیت (کے معاملے) میں حکم الٰہی کی تعمیل غیر کے حکم کی تعمیل کی طرح ہے۔

اقتدا کے احکام:

مسئلہ ۱۰: مقتدی رکوع و سجود میں آتے جاتے اور تمام ارکان میں امام سے نہ تو آگے بڑھے اور نہ ہی امام کے برابر ہو بلکہ اس سے پیچھے رہے۔ یہی اقتدا کا معنی ہے۔ اگر جان بوجھ کر امام کے ساتھ ساتھ ارکان ادا کئے تب بھی اس کی نماز باطل نہ ہوگی جیسا کہ امام کے پہلو میں اس کے بالکل برابر کھڑا ہونے میں نماز باطل نہیں ہوتی۔

کسی رکن کی ادائیگی میں امام سے بڑھ جانے کی صورت میں نماز باطل ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ بات بعید نہیں کہ اسے اس پر قیاس کیا جائے کہ جس طرح امام سے آگے کھڑے ہونے کی صورت میں نماز باطل ہو جاتی اسی

طرح کسی رکن کی ادائیگی میں امام سے بڑھ جانے کی صورت میں بھی نماز باطل ہو بلکہ یہاں باطل ہونا ہی زیادہ مناسب ہے (احناف کے نزدیک باطل نہیں ہوگی) کیونکہ جماعت کھڑے ہونے میں نہیں بلکہ فعل میں اقتدا کا نام ہے اور فعل میں امام کی پیری کرنا زیادہ اہم ہے۔ نیز مقتدی کے لئے امام سے آگے کھڑا نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے تاکہ فعل میں اتباع آسان ہو اور اتباع کا طریقہ معلوم ہوجائے کیونکہ امام کے شایانِ شان یہی ہے کہ وہ آگے کھڑا ہو۔لہٰذا عمل میں اس سے آگے بڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہاں بھول کر ہوجائے تو الگ بات ہے۔اسی لئے حضور نبی کریم ، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سختی سے اس کا انکار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کیا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا سر گدھے کا سر کردے۔'' (1)

ایک رکن میں امام سے پیچھے رہنے کی صورت میں نماز باطل نہیں ہوتی مثلاً مقتدی رکوع میں نہیں گیا کہ امام رکوع سے سیدھا کھڑا ہوگیا (اس سے نماز تو باطل نہیں ہوگی) لیکن اس حد تک پیچھے رہنا مکروہ ہے۔

اگر امام نے سجدے کے لئے پیشانی زمین پر رکھ دی اور مقتدی ابھی تک رکوع کی حد تک نہیں جھکا تو مقتدی کی نماز باطل ہوجائے گی۔ یوں ہی اگر امام نے دوسرے سجدے کے لئے پیشانی زمین پر رکھ دی اور مقتدی نے ابھی تک پہلا سجدہ بھی نہیں کیا تو بھی اس کی نماز باطل ہوجائے گی (احناف کے نزدیک مذکورہ صورت میں نماز باطل نہیں ہوگی)۔

صفیں درست کرنا اور دائیں جانب کی فضیلت:

مسئلہ ۱۱: نماز کے لئے حاضر ہونے والے پر لازم ہے کہ اگر کسی کو نماز میں غلطی کرتا دیکھے تو اسے بتادے اور درست کروائے۔ اگر یہ عمل کسی جاہل سے صادر ہو تو اسے نرمی سے سمجھائے۔مثلاً صفوں کو برابر کرنے کے لئے کہنا، صف سے علیحدہ تنہا کھڑے ہونے والے کو روکنا، امام سے پہلے سر اٹھانے والے کو روکنا اور اس کے علاوہ دیگر امور۔

حضور نبی پاک ، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جاہل کی وجہ سے اس عالم کے لئے ہلاکت ہے جو جاہل کو سکھاتا نہیں۔'' (2)

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جو نماز میں غلطی کرنے والے کو دیکھے اور منع نہ کرے تو

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تحریم سبق الامام برکوع......الخ، الحدیث ۴۲۷، ص ۲۲۸۔

2 ......کنز العمال، کتاب العلم، الحدیث ۲۹۰۳۳، ج ۱۰، ص ۸۶، دون "حیث لایعلمه"۔

وہ اس کے گناہ میں شریک ہے۔‘‘

حضرت سَیِّدُنا بلال بن سعد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَحَد فرماتے ہیں: ’’گناہ جب پوشیدہ ہو تو صرف گناہ کرنے والے کو نقصان دیتا ہے لیکن جب ظاہر ہو اور اسے بدلا نہ جائے تو اس کا نقصان سب کو ہوتا ہے۔‘‘ (۱)

حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ٹخنوں پر درے مار کر صفیں درست کرواتے۔ (۲)

امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ’’نماز میں اپنے بھائیوں کو نہ پاؤ تو انہیں تلاش کرو۔ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرو۔ اگر تندرست ہوں تو انہیں جھڑکو۔‘‘

جھڑکنے سے مراد جماعت چھوڑنے پر تنبیہ کرنا ہے اور اس میں سستی نہیں کرنی چاہئے۔

حکایت: گویا وہ مردہ ہے:

اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اس معاملہ میں مبالغہ کرتے حتی کہ بعض بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن جماعت سے پیچھے رہ جانے والوں کی طرف جنازہ (کی چارپائی) اٹھا کر لے جاتے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا کہ مردہ جماعت سے پیچھے رہتا ہے نہ کہ زندہ۔

مسجد میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ صف کی دائیں جانب بیٹھنے کا ارادہ کرے، کہ زمانۂ رسالت میں (صف کے) دائیں جانب لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا حتی کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ ’’بائیں طرف کو چھوڑ دیا گیا۔‘‘ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے بائیں جانب کو آباد کیا اس کے لئے دُگنا اجر ہے۔‘‘ (۳)

(نماز میں حاضر ہونے والا) صف میں کسی ناسمجھ بچے کو پائے اور اپنے کھڑے ہونے کی جگہ نہ پائے تو بچے کو پیچھے کر کے خود صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ نماز کے وہ مسائل کہ جن میں عام لوگ مبتلا ہیں یہ ان میں سے چند ہیں جن کے بیان کرنے کا ہم نے ارادہ کیا ہے۔ نماز کے متفرق احکام اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کتاب الاوراد میں آئیں گے۔

---

1 ......حلیۃ الاولیاء، بلال بن سعد، الحدیث: ۶۷۰۱، ج۵، ص۲۵۴۔

2 ......طبقات الحنابلۃ، الطبقۃ الاولی، باب المیم، ج۱، ص۳۲۸۔

3 ......سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب فضل میمنۃ الصف، الحدیث: ۱۰۰۷، ج۱، ص۵۳۲، بتغیرٍ۔

باب نمبر7:

نوافل کا بیان

جان لیجئے! فرض کے علاوہ دیگر نمازوں کی تین اقسام ہیں: (۱)......سنت (۲)...... مستحب اور (۳)......نفل۔

﴿1﴾......**سنت:** سے وہ نمازیں مراد ہیں جنہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پابندی سے ادا فرمایا۔ جیسے نمازوں کے بعد کی سنتیں، نماز چاشت، وتر اور تہجد وغیرہ کیونکہ سنت اس راستے کو کہتے ہیں جس پر چلا جائے۔

﴿2﴾......**مستحب:** سے وہ نمازیں مراد ہیں جن کی فضیلت پر احادیث وارد ہوں لیکن حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان پر ہمیشگی اختیار نہ فرمائی ہو۔ جیسا کہ ہم عنقریب ہفتہ بھر کی دن رات کی نمازوں کے بیان میں نقل کریں گے۔ مثلاً گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کی اور اس جیسی دیگر نمازیں۔

﴿3﴾......**تطوُّع:** سے مراد وہ نمازیں ہیں جن کے متعلق خاص طور پر کوئی حدیث وارد نہ ہوئی ہو لیکن لوگ خود انہیں پڑھتے ہوں کیونکہ شریعت میں نماز کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کی ترغیب دی گئی ہے۔ گویا لوگ خود انہیں پڑھتے ہیں کیونکہ یہ نماز معین طریقے پر مستحب نہیں اگرچہ مطلقاً مستحب ہے اور تطوع، تبرع کو کہتے ہیں۔

ان تینوں اقسام کو اس اعتبار سے نوافل کہا جاتا ہے کہ نفل کا معنی زائد ہے اور یہ تمام اقسام فرائض پر زائد ہیں۔ انہی مقاصد کو بیان کرنے کے لئے ہم نے نفل، سنت، مستحب اور تطوع کی اصطلاح قائم کر لی ہے، اگر کوئی اس اصطلاح کو بدلے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مقاصد کو سمجھنے کے بعد الفاظ کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ ان میں سے ہر قسم کے درجات فضیلت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ اس سلسلے میں احادیث اور اقوالِ صحابہ مروی ہیں یا پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان پر ہمیشگی فرمائی یا اس کے متعلق مروی روایات صحیح اور مشہور ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے: جماعت کی سنتیں انفرادی سنتوں سے افضل ہیں۔ باجماعت سنتوں میں سے افضل عیدین کی نماز ہے، پھر سورج گرہن کی، پھر نماز استسقا۔ انفرادی سنتوں میں افضل وتر، پھر فجر کی دو رکعتیں، پھر اس کے بعد اپنے اپنے مرتبے کے مطابق باقی سنن موکدہ ہیں۔

اضافت کے اعتبار سے نوافل کی تقسیم:

جان لیجئے! نوافل کی اپنے متعلقات کی طرف اضافت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: (۱)......جن کا تعلق اسباب سے ہوتا ہے جیسے نمازِ کسوف و استسقا۔ (۲)......جن کا تعلق اوقات سے ہوتا ہے اور اوقات سے متعلقہ نوافل کی بھی

کچھ اقسام ہیں: شب وروز کے نوافل، ہفتہ وار نوافل اور سالانہ نوافل۔ ان تمام کی چار اقسام ہیں۔

﴿1﴾......وہ نمازیں جو ہر دن رات پڑھی جاتی ہیں:

یہ آٹھ ہیں۔ پانچ ان میں سے سنت مؤکدہ ہیں جو پانچ نمازوں کی سنتیں ہیں۔ تین اس کے علاوہ ہیں اور وہ نمازِ چاشت، مغرب وعشا کے درمیان (یعنی اوابین) کے نوافل اور نمازِ تہجد ہے۔

(۱)......فجر کی سنتیں:

یہ دو رکعتیں ہیں، ان کی فضیلت کے بارے میں مروی ہے کہ آقائے دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''فجر کی دو رکعتیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہیں۔'' (۱)

ان کا وقت صبح صادق کے طلوع سے شروع ہوتا ہے۔ صبح صادق کناروں میں پھیلنے والی روشنی ہوتی ہے نہ کہ لمبائی میں۔ ابتدا میں مشاہدے کے ساتھ اس کا ادراک مشکل ہوتا ہے مگر یہ کہ چاند کی منازل کا علم ہو یا یہ کہ فلاں ستارہ طلوع ہوگا تو صبح صادق اس کے ساتھ متصل ہوگی پس اس طرح ستاروں کے ذریعے اس پر رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ مہینے کی دو راتوں میں چاند کے ذریعے یہ وقت معلوم ہوتا ہے کیونکہ چھبیسویں کی رات چاند فجر کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور مہینے کی بارہویں رات چاند کے غروب ہونے کے ساتھ فجر طلوع ہوتی ہے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض برجوں میں فرق بھی پڑتا ہے، اس کی تشریح طویل ہے۔ سالک کے لئے چاند کی منازل کا جاننا اہم امور میں سے ہے تاکہ وہ دن رات کے اوقات کی مقدار پر مطلع ہو سکے۔

فجر کی فرض نماز کا وقت فوت ہو جانے سے فجر کی سنتیں فوت ہو جاتی ہیں اور وہ طلوعِ آفتاب کا وقت ہے۔ لیکن سنت یہ ہے کہ انہیں فرض نماز سے پہلے ادا کیا جائے۔ اگر جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد مسجد میں داخل ہوا تو فرض نماز ادا کرے کیونکہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں۔'' (۲)

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنة الفجر، الحدیث:۷۲۵، ص۳۶۶۔

2 ......المرجع السابق، باب کراھة الشروع فی نافلة بعد شروع......الخ، الحدیث:۷۱۰، ص۳۵۸۔

جب فرض نماز سے فارغ ہوتو اٹھ کر سنتیں ادا کر لے[1] اور صحیح یہ ہے کہ یہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ادا ہی ہوں گی کیونکہ یہ دونوں وقت میں فرض کے تابع ہیں۔تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے ان میں ترتیب اس وقت سنت ہے جب جماعت نہ ہورہی ہواور جماعت ہورہی ہوتو ترتیب بدل جائے گی لیکن ادائیگی باقی رہے گی[2]۔

مستحب یہ ہے کہ سنتیں گھر میں مختصر طور پر ادا کرے۔پھر مسجد میں داخل ہواور دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ادا کرے اور بیٹھ جائے[3] پھر فرض نماز تک کوئی نماز نہ پڑھے۔نمازِ فجر اور طلوعِ آفتاب کے درمیانی وقت میں ذکر وفکر،فجر کی دو رکعتوں اور فرض نماز پر اکتفا کرے۔

(۲)......ظہر کی سنتیں:

یہ چھ رکعات ہیں۔دو فرض کے بعد ہیں،وہ بھی سنت مؤکدہ ہیں اور چار فرض سے پہلے ہیں،وہ بھی سنت ہیں لیکن فرضوں کے بعد والی دو رکعتوں کے مقابلے میں کم اہم ہیں۔

ظہر کی چار سنتوں کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم،رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''جس نے زوال کے بعد چار رکعتیں پڑھیں ان میں اچھی طرح قراءَت کی اور رکوع وسجود کیا اس کے

---

1 ......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 664 پر ہے:فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لئے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں:کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔اور طلوع سے پیشتر (سورج نکلنے سے پہلے) بالاتفاق ممنوع ہے۔آج کل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیا کرتے ہیں یہ ناجائز ہے،پڑھنا ہوتو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

2 ......بہار شریعت جلد اول صفحہ 665 پر ہے:جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں سوا سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی،اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہوگا تو سنت پڑھ لے۔

3 ......بہار شریعت جلد اول صفحہ 455 پر ہے:حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ''جب فجر طلوع کر آئے تو کوئی (نفل) نماز نہیں سوا دو رکعت فجر کے۔''(المعجم الاوسط لطبرانی،الحدیث:۸۱،ج۱،ص۲۳۸)

لہٰذا **احناف کے نزدیک:** طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔

ساتھ 70 ہزار فرشتے نماز پڑھتے اور رات تک اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زوال کے بعد چار طویل رکعتیں پڑھنا ترک نہ کرتے اور ارشاد فرماتے: ”اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میرا عمل بلند ہو۔“ (۲)

ہر روز بارہ رکعت سنت ادا کرنے کی فضیلت:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ہر روز فرض نمازوں کے علاوہ 12 رکعتیں ادا کیں اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا: دو رکعتیں نمازِ فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد۔“ (۳)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”میں نے حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہر روز کی دس رکعتیں یاد کیں۔“ پھر انہوں نے فجر کی دو رکعتوں کے علاوہ وہ تمام ذکر کیں جو ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بیان فرمائیں۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ صبح کے وقت بارگاہِ رسالت میں کوئی نہیں جاتا تھا مگر میری بہن ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مجھے بتایا کہ ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے گھر میں دو رکعت نماز ادا فرما کر باہر تشریف لے جاتے تھے۔“ (۴)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ظہر سے پہلے دو رکعت سنت اور دو عشا کے بعد بیان کیں یوں ظہر سے قبل دو رکعتیں چار کے مقابلے میں زیادہ مؤکد ہو گئیں اور ظہر کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے۔

زوال کے وقت کی پہچان:

زوال کی پہچان یہ ہے کہ کوئی شخص سیدھا کھڑا ہو کر مشرق کی طرف جھکے تو اس کا سایہ زیادہ ہو جائے۔ کیونکہ طلوع

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة فی الایام......الخ، ج۱، ص۵۲۔

2 ......المرجع السابق۔شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب التطوع باللیل والنهار، الحدیث:۱۹۲۴، ج۱، ص۴۳۶۔

3 ......سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب ثواب من صلی فی الیوم......الخ، الحدیث:۱۸۰۱، ص۳۰۸۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب الرکعتان قبل الظهر، الحدیث:۱۱۸۰۔۱۱۸۱، ج۱، ص۳۹۸، مفهومًا۔

کے وقت سایہ مغرب کی جانب ہوتا ہے اور لمبا ہوتا ہے جوں جوں سورج بلند ہوتا جاتا ہے سایہ کم ہوتا اور مغرب کی سمت سے ہٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ سورج اپنی انتہائی بلندی تک پہنچ جاتا ہے اور وہ نصف النہار کی قوس ہے۔ یہاں سایہ کم ہونا رُک جاتا ہے جب سورج انتہائی بلندی سے ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے تو سایہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے، جب یہ اضافہ محسوس ہونے لگے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

ابتدائے وقت عصر:

زوال کے وقت سائے کے سرے پر ایک علامت (مثلاً کوئی لکڑی) رکھی جائے جب سایہ اس لکڑی کی ایک مثل ہو جائے تو (ظہر کا وقت ختم اور) عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے[1]۔

(۳)......عصر کی سنتیں:

یہ عصر سے پہلے چار رکعات ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔''[2]

دعائے مصطفٰے میں شامل ہونے کی امید پر یہ نماز پڑھنا نہایت مؤکد مستحب ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا بالیقین قبول ہوتی ہے۔ لیکن جس طرح پابندی کے ساتھ ظہر سے پہلے دو سنتیں پڑھتے عصر سے قبل کی سنتوں پر اس طرح ہمیشگی اختیار نہیں فرمائی۔

(۴)......مغرب کی سنتیں:

یہ فرض نماز کے بعد دو رکعتیں ہیں ان کے متعلق روایت میں اختلاف نہیں۔ البتہ نمازِ مغرب سے پہلے یعنی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں جلدی جلدی پڑھنے کے بارے میں صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی ایک جماعت جیسے حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب، حضرت سیِّدُنا عبادہ بن صامت، حضرت سیِّدُنا ابو ذر اور حضرت

---

1 ......احناف کے نزدیک: عصر کا وقت (کسی چیز کے) سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل سایہ ہونے پر شروع ہوتا ہے۔ (مختصر القدوری، ص۳۴،۳۵)

2 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب الصلاۃ قبل العصر، الحدیث:۱۲۷۱، ج۲، ص۳۵، عن ابن عمر۔

سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم وغیرہ سے روایت منقول ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا عبادہ بن صامت یا کوئی اور صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: ''جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم دوستونوں کی طرف جلدی جلدی جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔'' (۱)

بعض صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن فرماتے ہیں: ''ہم مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرتے حتی کہ داخل ہونے والا سمجھتا کہ ہم مغرب کی نماز پڑھ چکے ہیں تو وہ پوچھتا کیا تم مغرب کی نماز پڑھ چکے ہو؟'' (۲)

یہ اس عام فرمانِ مصطفےٰ کے تحت داخل ہے کہ ''دو اذانوں (یعنی اَذان واِقامت) کے درمیان نماز ہے جو چاہے پڑھے (۳)۔'' (۴)

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں کے اعتراض کرنے پر چھوڑ دیں وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ لوگ نہیں پڑھتے اس لئے میں نے بھی ترک کر دیں۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص یہ دو رکعتیں گھر میں پڑھے یا ایسی جگہ پڑھے جہاں لوگوں کی نظر نہ پڑے تو بہتر ہے۔'' (۵)

ابتدائے وقت مغرب:

ایسی ہموار زمینیں جو پہاڑوں کے پیچھے نہیں چھپی ہوتیں ان میں مغرب کا وقت سورج کے نگاہوں سے غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اگر وہ مغرب کی طرف سے پہاڑوں کے پیچھے چھپی ہوں تو توقف کیا جائے یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے اندھیرا آتا دکھائی دے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب رات ادھر سے آجائے اور دن وہاں سے چلا جائے تو روزہ دار روزہ افطار کرلے۔'' (۶)

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتین......الخ، الحدیث:۸۳۶، ص۴۱۸، عن انس بن مالک۔

2 ......المرجع السابق، الحدیث۸۳۷، ص۴۱۸، مفھومًا۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب بین کل اذانین صلاۃ، الحدیث:۸۳۸، ص۴۱۸۔

4 ......احناف کے نزدیک: غروبِ آفتاب سے فرضِ مغرب تک نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج۱، ص۵۳)

5 ......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اھل السنۃ......الخ، ج۲، ص۲۴۸۔

6 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النھار، الحدیث:۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ص۵۵۴۔

مغرب کی نماز خصوصاً جلدی جلدی پڑھنا پسندیدہ ہے اگر اسے شفقِ احمر (سرخی) غائب ہونے سے پہلے جلدی جلدی پڑھ لے تو ادا ہوگی لیکن (اتنی تاخیر) مکروہ ہے[1]۔ کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک بار مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ ایک ستارہ نکل آیا تو آپ نے ایک غلام آزاد کیا اور حضرت سیِّدُنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اتنی تاخیر ہوگئی کہ دو ستارے نکلنے آئے تو انہوں نے دو غلام آزاد کئے۔

(۵)......عشا کی سنتیں:

یہ فرض نماز کے بعد چار رکعتیں ہیں۔ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عشا کی نماز کے بعد چار رکعات پڑھتے پھر آرام فرماتے۔''[2]

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے (مذکورہ) احادیث کے مجموعہ سے فرضوں کی تعداد کے مطابق 17 سنتوں کو اختیار فرمایا: ''دو رکعتیں فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے دو بعد، چار عصر سے پہلے، دو مغرب کے بعد **اور عشا کے بعد تین وتر۔**''[3]

جب آپ اس سلسلے میں وارد روایات کی پہچان حاصل کر چکے تو ان کی تعداد معین کرنے کا کیا معنی حالانکہ حضور انور، شافع محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نماز جو مقرر کی گئی اس میں بھلائی ہی بھلائی ہے تو جو چاہے زیادہ پڑھے اور جو چاہے کم پڑھے۔''[4] لہٰذا راہِ آخرت کا ہر مسافر نمازوں میں سے اسی قدر اختیار کرتا ہے جس قدر وہ بھلائی میں رغبت رکھتا ہے۔ ہماری ذکر کردہ تفصیل سے واضح ہوا کہ بعض نوافل کی دیگر بعض سے زیادہ تاکید ہے اور مؤکد

---

1 ......احناف کے نزدیک: وقت مغرب: غروبِ آفتاب سے غروبِ شفق تک ہے۔ شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے، جو جانب مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۴۵۰، ۴۵۱)

2 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب الصلاۃ بعد العشاء، الحدیث: ۱۳۰۳، ج۲، ص۴۶، باختصارٍ۔

3 ......سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب کیف الوتر بثلاث؟، الحدیث: ۱۶۹۴، ص۲۹۳، ۲۹۴، مفہومًا۔
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۵۲۷۵، ج۹، ص۴۹۸، مفہومًا۔

4 ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۶۰۰، ج۸، ص۱۳۰، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

عمل کو ترک کرنا نامناسب ہے خصوصاً اس صورت میں کہ فرائض کی تکمیل نوافل کے ذریعے ہوتی ہے تو جو کثرت سے نوافل نہ پڑھے تو قریب ہے کہ اس کے فرائض پورے نہ ہوں اور ان کے نقصان کے تدارک کی بھی کوئی صورت نہ ہو۔

(۶)......نمازِ وتر:

حضرتِ سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عشا کے بعد تین رکعات وتر پڑھتے۔ پہلی رکعت میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَىۙ(۱)''، دوسری میں ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَۙ(۱)'' اور تیسری میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌۚ(۱)'' کی تلاوت فرماتے۔'' (1)

حدیثِ پاک میں ہے کہ ''مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کرتے اور کچھ حصہ چار زانو پڑھتے تھے۔'' (2)

بعض احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ ''جب بستر پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو گھٹنوں کے بل اس کی طرف بڑھتے اور سونے سے پہلے اس پر دو رکعتیں ادا فرماتے اور ان میں ''سورۂ زلزال'' اور ''سورۂ تکاثر'' پڑھتے۔'' (3)

ایک روایت میں ہے کہ ''سورۂ تکاثر'' کی جگہ ''سورۂ کافرون'' پڑھتے۔ (4)

وتر موصولاً یعنی ایک سلام کے ساتھ اور مفصولاً یعنی دو سلاموں کے ساتھ بھی جائز ہے (5)۔

---

1 ......سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء فيما يقرا فى الوتر، الحديث:۱۱۷۲، ج۲، ص۴۷، ملخصًا۔

2 ......صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، وقصرها، باب صلاة الليل......الخ، الحديث:۷۳۸، ص۳۷۲۔

3 ......حاشية اعانة الطالبين، فصل فى صلاة النفل، ج۱، ص۴۳۱۔

قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فى فضائل اهل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۷، دون "يقرء"۔

4 ......السنن الكبرى للبيهقى، كتاب الصلاة، باب فى الركعتين بعد الوتر، ج۳، ص۴۸۔

حاشية اعانة الطالبين، فصل فى صلاة النفل، ج۱، ص۴۳۱۔

5 ......احناف کے نزدیک: نماز وتر واجب ہے اور نماز وتر تین رکعت ہے اور اس میں قعدۂ اُولیٰ واجب ہے اور قعدۂ اُولیٰ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے، نہ درود پڑھے نہ سلام پھیرے جیسے (نمازِ) مغرب میں کرتے ہیں اسی طرح کرے اور اگر قعدۂ اُولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا تو لوٹنے کی اجازت نہیں بلکہ سجدۂ سہو کرے۔ وتر کی تینوں رکعتوں میں مطلقاً قراءت فرض ہے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورت ملانا واجب۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۱، ص۶۵۳،۶۵۴)

نیز حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک، تین، پانچ[1] اور اسی طرح گیارہ رکعات سے وتر بناتے تھے۔[2] تیرہ رکعتوں والی روایت میں اضطراب ہے۔[3] ایک غیر معروف روایت میں 17 رکعت وتر کا ذکر ہے۔[4]

تمام رکعتیں جنہیں ہم نے وتر کا نام دیا ہے یہ حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شب کی نماز یعنی تہجد تھی اور رات کو تہجد پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ عنقریب کتاب الاوراد (یعنی وظائف کے بیان) میں اس کا ذکر آئے گا۔

وتر کتنی رکعت پڑھنا افضل ہے؟

وتر کی فضیلت میں اختلاف ہے: (۱)......ایک رکعت وتر پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک رکعت وتر پر ہمیشگی اختیار فرماتے تھے۔ (۲)......(وتر تین رکعت) ملا کر پڑھنا افضل ہے تاکہ اختلاف کا شبہ نہ رہے خصوصاً جب امام پڑھا رہا ہو کیونکہ بعض اوقات اس کی اقتدا میں ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو ایک رکعت نماز کا قائل نہیں ہوتا (مثلاً کوئی حنفی مقتدی ہو)۔ اگر ملا کر پڑھے تو تمام سے وتر کی نیت کرے۔ اگر عشا کی دو سنتوں یا فرضوں کے بعد ایک رکعت وتر کی نیت سے پڑھے تو یہ بھی درست ہے۔ کیونکہ نماز وتر میں شرط یہ ہے کہ وہ طاق ہو اور غیر کو بھی طاق بنا دے جیسے پہلے گزرا کہ اس نماز نے فرض نماز کو وتر بنا دیا۔

عشا سے قبل وتر پڑھنا درست نہیں یعنی وتر کی فضیلت نہ پائے گا جو اس کے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔[5] ورنہ جب بھی ایک رکعت پڑھے درست ہے (عند الشوافع)۔ عشا سے پہلے صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عملاً اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ نیز اس سے پہلے کوئی نماز نہیں جو اس کے ساتھ وتر بن سکے۔

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث: ۷۳۴، ص ۳۷۱۔
سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، باب کیف الوتر بثلاث؟، الحدیث: ۱۶۹۴، ص ۲۹۴۔
صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث: ۷۳۷، ص ۳۷۱۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث: ۷۴۶، ص ۳۷۵۔
سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب فی صلاۃ اللیل، الحدیث: ۱۳۶۲، ج ۲، ص ۶۶۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب فی صلاۃ اللیل، الحدیث: ۱۳۶۲، ج ۲، ص ۶۶۔

4 ......الزھد لابن المبارک، الجزء العاشر، الحدیث: ۱۲۷۳، ص ۴۵۱۔

5 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب استحباب الوتر، الحدیث: ۱۴۱۸، ج ۲، ص ۸۹۔

اگر تین وتروں کو علیحدہ علیحدہ پڑھے تو دو رکعتوں کی نیت میں تامل ہے کیونکہ اگر اس سے وہ تہجد یا عشا کی سنتوں کی نیت کرے تو وہ وتر نہ ہوں گے اور اگر وتروں کی نیت کرے تو وہ ذاتی طور پر وتر نہیں کہ وتر تو اس کے بعد ہیں۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ وتر کی نیت کرے جیسا کہ متصلاً تین رکعت میں وتر کی نیت کرتا ہے۔

وتر کے معانی:

وتر کے دو معانی ہیں: ایک یہ کہ وہ فی نفسہٖ وتر ہیں اور دوسرا یہ کہ اسے بعد والی رکعت سے ملا کر وتر بنا دیا جائے اور تین کا مجموعہ وتر بن جائے۔ تین رکعتوں میں سے دو رکعتوں کا وتر ہونا تیسری رکعت پر موقوف ہے۔ اگر اس کا عزم ہو کہ تیسری رکعت کے ساتھ وتر بنا لے گا تو ان دونوں سے وتر کی نیت کرے کہ تیسری رکعت بنفسہٖ وتر ہے اور غیر کو وتر بنانے والی ہے۔ دو رکعتیں نہ تو بذاتِ خود وتر ہیں اور نہ ہی کسی اور کو وتر بناتی ہیں لیکن دوسری نماز کے ساتھ وتر بن جاتی ہیں۔ نمازِ وتر رات کی نماز کے آخر میں ہونی چاہئے یوں یہ تہجد کے بعد واقع ہو گی۔

نماز وتر و تہجد کے فضائل اور ان دونوں کے درمیان ترتیب کا طریقہ کار اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ کتاب ترتیب الاوراد (وظائف کی ترتیب کے بیان) میں آئے گا۔

(۷)......نماز چاشت:

نمازِ چاشت پر ہمیشگی اختیار کرنا اچھا اور باعثِ فضیلت ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بہن حضرت سیِّدَتُنا ام ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ ”حضور انور، شافع محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چاشت کی آٹھ رکعات پڑھیں، انہیں نہایت طویل اور عمدگی سے پڑھا۔“[1] یہ تعداد کسی اور صحابی نے نقل نہیں کی بلکہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ تاجدارِ انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے اور مزید جتنی اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا پڑھتے۔“[2] زیادتی کی کوئی حد نہیں یعنی چار رکعات پر ہمیشگی اختیار فرماتے تھے اس سے کم

1 ......صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تستر المغتسل بثوب و نحو، الحدیث:۳۳۶، ص۱۸۶، دون ”اطالعن و حسنھن“۔ قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اھل السنة......الخ، ج۲، ص۲۴۶۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحی......الخ، الحدیث:۷۱۹، ص۳۶۲۔

نہ پڑھتے، البتہ کبھی زیادہ پڑھ لیتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کی چھ رکعتیں ادا فرماتے تھے۔[1]

چاشت کا وقت:

جہاں تک اس کے وقت کا تعلق ہے تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو وقتوں میں چاشت کی چھ رکعتیں پڑھتے تھے: (۱)...... جب سورج روشن اور بلند ہو جاتا تو دو رکعتیں پڑھ لیتے۔ یہ دن کے وظائف میں سے دوسرے وظیفے کا پہلا حصہ ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (۲)...... جب سورج مشرقی جانب آسمان کے چوتھے حصے میں پھیل جاتا تو چار رکعت پڑھتے۔[2]

پہلی (دو رکعت) اس وقت پڑھتے جب سورج نصف نیزہ بلند ہو جاتا اور باقی رکعات دن کا چوتھائی حصہ گزر جانے پر پڑھتے جو نمازِ عصر کا مقابل وقت ہوتا کیونکہ عصر کا وقت وہ ہے کہ جب دن کا چوتھائی حصہ باقی رہے۔ ظہر کا وقت نصف دن سے شروع ہوتا ہے۔ چاشت کا وقت طلوعِ آفتاب اور زوال کے نصف میں ہوتا ہے جیسا کہ عصر کا وقت زوال اور غروبِ آفتاب کے نصف میں ہوتا ہے۔ یہ تمام اوقات میں افضل وقت ہے۔ الغرض سورج بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک چاشت کا وقت ہے۔

(۸)......صلوۃ الاوّابین:

یہ نماز بھی سنتِ مؤکدہ ہے (عند الشوافع)۔ اس کی چھ رکعات منقول ہیں۔[3] اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ فرمانِ باری تعالٰی:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔

(پ ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

منقول ہے کہ ”اس فرمانِ عالیشان سے یہی (یعنی صلوۃ الاوّابین) مراد ہے۔ نیز مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی

---

1 ......المعجم الکبیر، الحدیث ۱۰۶۳، ج ۲۴، ص ۴۳۵۔

2 ......سنن النسائی، کتاب الامامۃ، باب الصلاۃ قبل العصر......الخ، الحدیث: ۸۷۵، ص ۱۵۲، مفهومًا۔

3 ......المعجم الصغیر، باب المیم، ج ۲، ص ۴۸۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مغرب وعشا کے درمیان نماز پڑھی تو یہ اوابین کی نماز ہے۔'' (۱)

صلوۃ الاوابین پڑھنے کی فضیلت:

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص خود کو مغرب وعشا کے درمیان مسجد میں روکے رکھے، نماز وتلاوتِ قرآن کے سوا کوئی گفتگو نہ کرے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو ایسے محل بنائے کہ ہر محل کی لمبائی **100** سال کی مسافت ہوگی اور اس کے لئے ان دونوں کے درمیان ایسا درخت لگائے کہ اگر تمام اہلِ زمین اس میں گھومیں تو سب کے لئے کافی ہو۔'' (۲)

باقی فضائل اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کتاب الاوراد کے بیان میں آئیں گے۔

(2)...... ہفتہ وار شب وروز کے نوافل:

یہ ہفتے کے تمام دنوں اور راتوں کی نمازیں ہیں۔ رہی دن کی نمازیں تو ہم ہفتے کے دن سے شروع کرتے ہیں:

اتوار کے نوافل

جنت میں خالص کستوری کا شہر:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اتوار کے دن چار رکعت نماز پڑھی یوں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات (امن الرسول سے آخر تک) پڑھیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے تمام نصرانی مردوں اور عورتوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھے گا۔ اسے ایک نبی کے ثواب کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔ اس کے لئے ایک حج وعمرے کا ثواب لکھے گا۔ ہر رکعت کے بدلے ہزار نمازوں کا ثواب عطا فرمائے گا اور اسے ہر حرف کے بدلے جنت میں خالص کستوری کا شہر عطا فرمائے گا (۳)۔'' (۴)

---

1 ......الزھد لابن المبارک، الجزء العاشر، الحدیث۱۲۵۹، ص۴۴۵۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۸۔

3 ......اس حدیث کو علما نے موضوع قرار دیا ہے لہٰذا اسے بیان نہ کیا جائے۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۲۔

چار رکعت پڑھنے کی فضیلت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اتوار کے دن کثرتِ نماز سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت بیان کرو۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ یکتا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس جس نے اتوار کے دن نمازِ ظہر کے فرض وسنتوں کے بعد چار رکعت نماز پڑھی، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تنزیل السجدہ پڑھی اور دوسری میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ملک پڑھی پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا پھر آخری دو رکعتیں پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور ان میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ جمعہ کی تلاوت کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی حاجت طلب کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اس کی حاجت پوری فرمادے۔'' (۱)

پیر کے نوافل

تمام گناہ معاف:

حضرت سیِّدُ نا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص بروز پیر سورج بلند ہوتے وقت دو رکعتیں ادا کرے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیۃ الکرسی، ایک بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار معوَّذ تین (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھے پھر سلام پھیر کر دس بار استغفار کرے اور دس بار مجھ پر درودِ پاک پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔'' (۲)

فرشتے استقبال کریں گے:

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بروز پیر بارہ رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد بارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور بارہ بار استغفار کرے تو بروز قیامت ندا دی جائے گی: ''فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ وہ کھڑا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنا ثواب لے لے۔'' چنانچہ، بطورِ ثواب اسے پہلے ہزار حُلّے اور تاج عطا

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱،ص۵۲-۵۳۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱،ص۵۳۔

کئے جائیں گے اور کہا جائے گا: ''جنت میں داخل ہو جا۔'' پس ایک لاکھ فرشتے ایک لاکھ تحفوں سے اس کا استقبال کریں گے اور اسے تحفے پیش کریں گے حتی کہ وہ نور سے بنے ہوئے ہزار محلات پر جائے گا جو جگمگا رہے ہوں گے۔ (۱)

منگل کے نوافل

شہادت کی موت:

حضرت سیِّدُنا یزید رقاشی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے منگل کے دن نصف دن کے وقت دس رکعت نماز پڑھی۔'' ایک روایت میں ہے کہ ''سورج بلند ہوتے وقت دس رکعت نماز پڑھی ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھی تو 70 دن تک اس کی کوئی برائی نہ لکھی جائے گی اگر 70 دن کے اندر مر گیا تو شہادت کی موت مرے گا اور اس کے 70 سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' (۲)

بدھ کے نوافل

عذاب قبر اور قیامت کی سختیوں سے نجات:

حضرت سیِّدُنا ابو ادریس خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے بدھ کے دن سورج بلند ہوتے وقت بارہ رکعت نماز ادا کی ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیۃ الکرسی، تین بار سورۂ اخلاص اور تین تین بار معوذتین (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھیں تو عرش کے پاس ایک منادی ندا دیتا ہے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! نئے سرے سے عمل کر تیرے گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھ سے قبر کا عذاب، اس کی تنگی و تاریکی اور قیامت کی سختیوں کو اٹھالیا۔'' اس دن ایک نبی کے عمل کے برابر اس کا عمل بلند ہوگا۔ (۳)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱،ص۵۳، "یشیعونه" بدله "یسعون به"۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱،ص۵۳۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱،ص۵۳، لیس فیه ذکر آیة الکرسی۔

جمعرات کے نوافل

مؤمنین ومتوکلین کی تعداد کے برابر نیکیاں:

حضرت سیِّدُ ناعکرمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُ ناعبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جس نے جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعتیں پڑھیں پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، 100 بار آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، 100 بار سورۂ اخلاص پڑھی اور 100 بار مجھ پر درودِ پاک پڑھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھنے والے کا ثواب عطا فرمائے گا اور اس کے لئے حج کرنے والے کی مثل ثواب ہے۔ نیز اس کے لئے مؤمنین ومتوکلین کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔''(۱)

جمعہ کے نوافل

نیکیاں ہی نیکیاں:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُ ناعلی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ آقائے دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جمعہ کا پورا دن نماز کے لئے ہے۔ جب سورج قرار پکڑلے اور نیزے کی مقدار یا اس سے زیادہ بلند ہو جائے تو کوئی بندۂ مومن اچھی طرح وضو کرے پھر حالت ایمان اور ثواب کی امید پر دو رکعت نمازِ چاشت پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 200 نیکیاں لکھتا، اس کے 200 گناہ مٹاتا ہے اور جو چار رکعتیں پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں اس کے 400 درجات بلند فرماتا ہے اور جو آٹھ رکعتیں پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں اس کے 800 درجات بلند فرماتا اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو بارہ رکعتیں پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 2200 نیکیاں لکھتا، 2200 گناہ مٹاتا ہے اور جنت میں اس کے 2200 درجات بلند فرماتا ہے۔'' (۲)

حضرتِ سیِّدُ نانافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُ ناعبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت کرتے ہیں

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۴، بتغیرٍ۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۴، بتغیرٍ۔

کہ حضور نبیٔ اکرم، رسول محتشم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جو جمعہ کے دن جامع مسجد میں داخل ہو اور جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور 50 بار سورۂ اخلاص پڑھے وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا یا اسے دکھا دیا جائے گا۔'' (۱)

ہفتہ کے نوافل

عرشِ الٰہی کے سائے میں انبیا و شہدا عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ساتھ:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جو شخص ہفتہ کے دن چار رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر حرف کے بدلے اس کے لئے ایک حج و عمرے کا ثواب لکھتا، ہر حرف کے بدلے ایک سال کے روزوں اور رات کے قیام کا ثواب بڑھاتا، ہر حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے اور (بروزِ قیامت) وہ انبیائے کرام و شہدائے عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوگا۔'' (۲)

ہفتہ وار شب کے نوافل۔

شبِ اتوار کے نوافل

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جنت میں داخلہ:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جو شخص شب اتوار بیس رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، 50 بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار معوذتین (سورۂ فلق وناس) پڑھے پھر 100 بار استغفار کرے پھر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے 100 بار مغفرت کی دعا مانگے، 100 بار درودِ پاک پڑھے، اپنی طاقت وقوت سے براءت کا اظہار کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۴۔

2 ......المرجع السابق، ص۵۵، ''قل هو اللّٰه احد'' بدله ''قل یاایها الکفرون''۔

پناہ طلب کرے پھر کہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام صفی اللہ ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام خلیل اللہ، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام روح اللہ اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حبیب اللہ ہیں تو اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اولاد کی دعا مانگنے اور نہ مانگنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب ہے۔ بروز قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے امن والوں کے ساتھ اٹھائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اسے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے۔'' (۱)

شبِ پیر کے نوافل

صلوۃ الحاجت پڑھنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا اعمش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیِّ اکرم، رسولِ محتشم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو پیر کے دن چار رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 10 بار سورۂ اخلاص پڑھے، دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 20 بار سورۂ اخلاص پڑھے، تیسری میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 30 بار سورۂ اخلاص پڑھے، چوتھی میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 40 بار سورۂ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر 75 بار سورۂ اخلاص پڑھے پھر اپنے اور اپنے والدین کے لئے 75 بار استغفار کرے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی حاجت طلب کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اس کی حاجت پوری فرما دے۔'' (۲)

شبِ منگل کے نوافل

جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں 15 بار سورۂ فاتحہ، 15 بار سورۂ اخلاص اور 15، 15 بار معوذتین (یعنی سورۂ فلق وناس) پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد 15 بار آیۃ الکرسی پڑھے اور 15 بار اللہ عَزَّوَجَلَّ سے استغفار کرے تو اس کے لئے عظیم ثواب اور بڑا اجر ہے۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۵۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۵-۵۶، بتغیرٍ۔

جہنم سے آزادی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص منگل کی رات دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور سات بار سورۂ قدر اور سورۂ اخلاص پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جہنم کی آگ سے آزاد فرمادے گا اور بروزِ قیامت یہ نماز اس کے لئے جنت کی طرف راہنما اور دلیل ہوگی۔'' (۱)

شبِ بدھ کے نوافل

4 لاکھ 90 ہزار ملائکہ کا نزول:

شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ نانائے حسنین، دکھی دلوں کے چین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص بدھ کی رات چار رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 10 بار سورۂ فلق پڑھے، دوسری میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 10 بار سورۂ ناس پڑھے پھر سلام کے بعد 10 بار استغفار کرے اور 10 بار مجھ پر درودِ پاک پڑھے تو ہر آسمان سے 70 ہزار فرشتے نازل ہوں گے جو قیامت تک اس کا ثواب لکھتے رہیں گے۔'' (۲)

اہلِ خانہ کے 10 افراد کی شفاعت کا حق:

ایک روایت میں ہے کہ ''جو (اس رات) 16 رکعت نماز پڑھے، سورۂ فاتحہ کے بعد جتنا چاہے (قرآن) پڑھے اور ہر دو رکعت کے آخر میں 30 بار آیۃ الکرسی پڑھے اور پہلی دو رکعتوں میں 30 بار سورۂ اخلاص پڑھے تو وہ اپنے گھر والوں میں سے ان 10 اشخاص کی شفاعت کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔''

70 سال کے گناہ معاف:

شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاۃ......الخ، ج۱، ص۵۶، باختصارٍ۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاۃ......الخ، ج۱، ص۵۶، لیس فیه ذکر الاستغفار والتسلیم۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شب بدھ چھ رکعات پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد یہ آیت: قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ پڑھے، جب فارغ ہو تو یوں کہے: جَزَی اللّٰہُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری طرف سے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان کی شایانِ شان جزعطا فرمائے۔ تو اس کے 70 سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔''

شبِ جمعرات کے نوافل

شہدا و صدیقین کا مرتبہ:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جمعرات کی رات مغرب وعشا کے درمیان دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور پانچ بار آیۃ الکرسی، پانچ بار سورۂ اخلاص اور پانچ پانچ بار معوذتین (یعنی سورۂ فلق وناس) پڑھیں اور سلام کے بعد 15 بار استغفار کیا اور اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچایا تو تحقیق اس نے والدین کا حق ادا کردیا اگرچہ ان کا نافرمان ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شہدا و صدیقین کا مرتبہ عطا فرمائے گا۔'' (۱)

شبِ جمعہ کے نوافل

12 سال شب و روز عبادت کی مثل:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شب جمعہ مغرب وعشا کے درمیان 12 رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 11 بار سورۂ اخلاص پڑھے تو گویا اس نے 12 سال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کی کہ دن روزے میں اور رات قیام میں گزاری۔'' (۲)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۶۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۔

شب قدر کی عبادت کا ثواب:

حضرتِ سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شب جمعہ عشا کی نماز باجماعت پڑھے اور دو سنتیں ادا کرنے کے بعد 10 رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور آخری معوذتین (سورۂ فلق وناس) پڑھے پھر تین رکعات وتر پڑھ کر دائیں پہلو پر قبلہ رخ ہو کر سو جائے تو گویا اس نے شبِ قدر عبادت میں گزاری۔'' (۱)

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''روشن رات اور چمکتے دن یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن میں مجھ پر کثرت سے درودِ پاک پڑھو۔'' (۲)

شبِ ہفتہ کے نوافل

حضرتِ سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شب ہفتہ مغرب وعشا کے درمیان 12 رکعتیں پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک محل بنایا جائے گا اور گویا اس نے ہر مومن ومومنہ پر صدقہ کیا اور یہودیوں سے بیزار رہا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمّۂ کرم پر ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے۔'' (۳)

﴿3﴾......سالانہ نوافل:

یہ چار نمازیں ہیں: عیدین، تراویح اور ماہ رجب وشعبان کی نماز۔

عیدین کی نماز: سنتِ مؤکدہ (۴) اور دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس میں سات باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

(1)......تین بار اس طرح تکبیر کہنا: ''اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا

1......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیہ کتاب فضل الصلاۃ......الخ، ج۱، ص۵۷۔

2......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۴۱، ج۱، ص۸۴، باختصارٍ۔

3......قوت القلوب، الفصل الحادی عشرفیہ کتاب فضل الصلاۃ......الخ، ج۱، ص۵۷۔

4......احناف کے نزدیک: عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہیں پر جن پر جمعہ واجب ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۷۷۹)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ یعنی: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ اس کی بہت زیادہ تعریف ہے۔ اس کی صبح شام پاکی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ نرے اسی کے ہو جاؤ پڑے برا مانیں کافر۔'' عید الفطر کی رات سے شروع کر کے نمازِ عید تک کہتا رہے اور عید الاضحیٰ میں یومِ عرفہ (9 ذوالحجۃ الحرام) کی فجر سے شروع کرے اور 13 ذوالحجۃ الحرام کے دن کے آخر تک پڑھے۔ یہ کامل ترین اقوال میں سے ہے۔ فرض نمازوں اور نوافل (۱) کے بعد تکبیر کہے فرائض کے بعد کہنے کی زیادہ تاکید ہے۔ (۲)

(2)......عید کے دن کی صبح غسل کرنا، زینت اختیار کرنا اور خوشبو لگانا جیسا کہ جمعہ کے بیان میں ذکر ہوا، مردوں کے لئے عمامہ اور چادر افضل ہے۔ بچے ریشمی کپڑوں سے اجتناب کریں اور بوڑھی عورتیں عید کے لئے نکلیں تو زینت اختیار نہ کریں۔

(3)......ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا۔ (۳) کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہی طریقہ تھا اور آپ جوان عورتوں اور پردہ دار خواتین کو بھی نکلنے کی اجازت دیتے تھے (۴)۔ (۵)

(4)......مکۂ مکرمہ اور بیت المقدس کے علاوہ (نمازِ عید کے لئے) صحرا (یا کھلے میدان) میں جانا مستحب ہے۔ اگر بارش ہو تو مسجد میں نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ دن ابر آلود ہو تو امام کسی شخص کو نائب بنائے جو کمزوروں کو مسجد میں نماز پڑھائے اور خود قوی لوگوں کے ساتھ باہر جائے اور (راستے میں) تکبیر کہتے جائیں۔

---

1 ......احناف کے نزدیک: نفل وسنت و وتر کے بعد تکبیر (تشریق) واجب نہیں اور جمعہ کے بعد واجب ہے اور نمازِ عید کے بعد بھی کہہ لے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۷۸۵)

2 ......احناف کے نزدیک: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی، ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں، وہ یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے فوراً بعد واجب ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۷۸۴)

3 ......سنن الترمذی، کتاب العیدین، باب ماجاء فی خروج النبیصلی اللّٰہ علیہ وسلم الحدیث:۵۴۱، ج۲، ص۶۹۔

4 ......احناف کے نزدیک: عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں، دن کی نماز ہو یا رات کی، جمعہ ہو یا عیدین، خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیاں۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۵۸۴)

5 ......صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب ذکر اباحۃ خروج النساء......الخ، الحدیث:۸۹، ص۴۴۰۔

(5)......وقت کا خیال رکھنا: عید کی نماز کا وقت طلوعِ آفتاب سے زوال تک ہے۔

قربانی کا وقت:

قربانی کے وقت کی ابتدا دوخطبوں اور دو رکعتوں جتنی دیر کے بعد سے لے کر تیرہ ذِی الْحِجَّہ کے آخر (یعنی غروب آفتاب سے پہلے) تک ہے[1]۔ قربانی کی وجہ سے عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا مستحب ہے اور عید الفطر میں تاخیر مستحب ہے تاکہ پہلے صدقۂ فطر تقسیم ہو جائے، یہی سنت ہے۔[2]

نمازِ عید کا طریقہ:

(6)......نمازِ عید کے لئے جاتے ہوئے لوگ راستے میں تکبیر کہتے ہوئے جائیں۔ جب امام عید گاہ پہنچے تو نہ بیٹھے، نہ نفل پڑھے اور لوگ بھی نفل نہ پڑھیں پھر ایک منادی اعلان کرے کہ نماز کھڑی ہونے والی ہے۔ امام انہیں دو رکعتیں پڑھائے پہلی رکعت میں امام تکبیرِ تحریمہ اور تکبیرِ رکوع کے علاوہ سات تکبیریں کہے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان یہ تسبیح پڑھے: ''سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر'' تکبیرِ تحریمہ کے بعد یہ کہے: **اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ** (یعنی میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے) اور آٹھویں تکبیر تک تعوذ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) نہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قٓ اور دوسری میں **اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ** (سورۂ قمر) پڑھے۔ دوسری رکعت میں قیام اور رکوع کی تکبیروں کے علاوہ زائد تکبیریں پانچ ہیں، اس میں بھی ہر دو تکبیروں کے درمیان مذکورہ تسبیح پڑھے۔ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے ان کے درمیان کچھ دیر بیٹھے۔ جس کی نمازِ عید فوت ہو جائے وہ اس کی قضا کرے[3]۔

---

[1]......احناف کے نزدیک: قربانی کا وقت دسویں ذِی الْحِجَّہ کے طلوعِ صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے۔ (بھار شریعت، ج۳، ص۳۳۶)

[2]......السنن الکبری للبیھقی، کتاب صلاۃ العیدین، باب الغدو الی العیدین، الحدیث: ۶۱۲۴، ج۳، ص۳۹۹۔

[3]......احناف کے نزدیک: امام نے نماز پڑھ لی اور کوئی شخص باقی رہ گیا خواہ وہ شامل ہی نہ ہوا تھا یا شامل تو ہوا مگر اس کی نماز فاسد ہو گئی تو اگر دوسری جگہ مل جائے پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا، ہاں بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔ (بھار شریعت، ج۱، ص۷۸۳)

نوٹ: نمازِ عید کا طریقۂ حنفی کی معلومات کے لئے **بہارِ شریعت جلد اول، حصہ چہارم** کے صفحہ 781، 782 کا مطالعہ کیجئے!

قربانی:

(7)......مینڈھے کی قربانی کرنا (سنت ہے) کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور پڑھا: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ھٰذَا عَنِّی وَعَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِی یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ یہ قربانی میری طرف سے اور میری اُمّت کے ان لوگوں کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکتے۔''(۱)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو شخص ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَام کا چاند دیکھے اور قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کچھ نہ لے۔''(۲)

حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''ایک شخص عہدِ رسالت میں اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتا تھا وہ خود بھی کھاتا اور دوسروں کو بھی کھلاتا۔''(۳) قربانی کا گوشت تین دن بلکہ اس کے بعد بھی کھا سکتے ہیں پہلے اس کی ممانعت تھی پھر رخصت دے دی گئی۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''عید الفطر کے بعد 12 رکعتیں پڑھنا اور عید الاضحیٰ کے بعد 6 رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ (جبکہ ایک روایت میں ہے کہ) یہ سنت ہے۔''

نمازِ تراویح: نماز تراویح کی 20 رکعتیں ہیں۔ ان کا طریقہ مشہور ہے اور یہ بھی سنتِ مؤکدہ ہیں اگرچہ اس کا درجہ عیدین سے کم ہے۔

تراویح تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت(۴):

اس میں اختلاف ہے کہ نماز تراویح باجماعت پڑھنا افضل ہے یا تنہا کیونکہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1......سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب مایستحب من الضحایا، الحدیث: ۲۷۹۵، ج۳، ص۱۲۶، بتغیر۔

2......صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب نھی من دخل علیہ عشرذی الحجۃ......الخ، الحدیث: ۱۹۷۷، ص۱۰۹۲، مفھومًا۔

3......سنن الترمذی، کتاب الاضاحی، باب ماجاء أن الشاۃ الواحدۃ......الخ، الحدیث: ۱۵۱۱، ج۳، ص۱۶۸۔

4......احناف کے نزدیک: تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھی لی تو گنہگار نہیں مگر جو شخص مقتدا ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہو جائیں گے اسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۶۹۱)

وَسَلَّم تراویح کی جماعت کے لئے دو یا تین راتیں تشریف لائے پھر تشریف نہ لائے اور ارشاد فرمایا: ''مجھے خوف ہے کہ تم پر واجب نہ ہو جائے۔'' (۱)

جب وحی منقطع ہونے کے سبب اس کے واجب ہونے کا ڈر نہ رہا تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو با جماعت تراویح کے لئے جمع کر دیا۔ اس بنا پر کہا گیا کہ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عمل کی وجہ سے تراویح کی جماعت افضل ہے کیونکہ اجتماع کی برکت وفضیلت ہے اور اس کی دلیل فرض نماز ہے۔ نیز تنہائی میں اکثر سستی پیدا ہو جاتی ہے جبکہ بہت سے لوگوں کو دیکھ کر چستی پیدا ہوتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تنہا پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ ایسی سنت ہے جو شعائر اسلام میں سے نہیں جیسے عیدین کی نمازیں شعائر اسلام میں سے ہیں۔ پس اسے چاشت کی نماز اور تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے ساتھ ملانا زیادہ بہتر ہے اور اس میں جماعت مشروع نہیں اور عادتِ جاریہ ہے کہ چند لوگ اکٹھے مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو پھر بھی با جماعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد نہیں پڑھتے کیونکہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نفل نماز گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے اتنی افضل ہے جتنی فرض نماز مسجد میں پڑھنا گھر میں پڑھنے سے افضل ہے۔'' (۲)

مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل عمل:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیگر مساجد میں 100 نمازیں پڑھنے سے افضل اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا میری مسجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے اور ان تمام سے افضل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر کے کونے میں دو رکعت نماز پڑھے جس کا علم صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہو۔''

وضاحت:

بعض اوقات با جماعت نماز پڑھنے کی صورت میں ریا اور بناوٹ آ جاتی ہے اور تنہائی میں بندہ اس سے محفوظ ہوتا

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الترغیب فی قیام رمضان......الخ، الحدیث:٧٦١، ص٣٨٣، مفهومًا۔

2 ......سنن الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت، الحدیث:٤٥٠، ج١، ص٤٦٧، مفهومًا۔
المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، من امر بالصلاۃ فی البیوت، الحدیث:٥، ج٢، ص١٥٧، مفهومًا۔

ہے۔لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ریا کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ قول ارشاد فرمایا۔

خلاصۂ کلام:

مختار قول یہ ہے کہ تراویح باجماعت پڑھنا افضل ہے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا خیال تھا کیونکہ بعض نوافل میں جماعت جائز ہے اور نماز تراویح کے زیادہ مناسب ہے کہ یہ باجماعت ہو کیونکہ یہ ان شعار میں سے ہے جس کا اظہار مناسب ہے۔ جماعت کی صورت میں ریا کی طرف اور علیحدہ پڑھنے کی صورت میں سستی کی طرف توجُّہ دینا فضیلتِ جماعت کے مقصود سے پھرنا ہے جو کہ اس کے جماعت ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ گویا اس کا قائل کہتا ہے کہ ''سستی کے سبب ترک کرنے سے نماز پڑھنا بہتر ہے اور اخلاص ریا سے بہتر ہے۔''

ہم اس مسئلہ کو یوں فرض کرتے ہیں کہ جسے خود پر اعتماد ہو کہ اگر علیحدہ پڑھے تو سستی نہ کرے گا اور جماعت میں دکھاوا نہ کرے گا تو اس کے لئے کون سی صورت افضل ہے؟ تو نظر جماعت کی برکت اور تنہا پڑھنے میں قوتِ اخلاص اور حضورِ قلبی کے درمیان گھومتی ہے۔ اس صورت میں ایک کو دوسری پر فضیلت دینے میں تردُّد ہی رہے گا۔

ماہِ رمضان کے آخری پندرہ دنوں میں وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا مستحب ہے[1]۔

ماہِ رجب المرجب کے نوافل

اہل خانہ کے 700 افراد کی شفاعت کا حق:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے پھر مغرب وعشا کے درمیان 12 رکعت نماز دو دو رکعت کر کے پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، تین بار سورۂ قدر اور 12 بار سورۂ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد مجھ پر 70 بار یہ درود پاک پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ پھر سجدہ کرے اور سجدے میں 70 مرتبہ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوْحِ پڑھے، پھر سر اٹھا کر 70 مرتبہ یہ دُعا پڑھے: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ (یعنی اے رب عَزَّوَجَلَّ! میری

---

[1]......احناف کے نزدیک: دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے، دعائے قنوت آہستہ پڑھے امام ہو یا منفرد یا مقتدی، ادا ہو یا قضا، رمضان میں ہو یا اور دنوں میں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۱، ص۶۵۴،۶۵۵)

مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور جو تو جانتا ہے اس سے درگزر فرما بے شک تو عزت و بزرگی والا ہے۔) پھر دوسرا سجدہ کرے اور اس میں بھی پہلے سجدے کی طرح تسبیح پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے تو وہ پوری کر دی جائے گی۔" حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص یہ نماز پڑھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اگرچہ سمندر کی جھاگ، ریت کے ذرّات، پہاڑوں کے وزن اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں اور بروزِ قیامت وہ اپنے گھر کے اُن 700 افراد کی سفارش کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔" (۱)

یہ نماز مستحب ہے۔ ہم نے اسے یہاں اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ سال کے بدلنے سے بدلتی ہے۔ اگرچہ اس کا مرتبہ نمازِ تراویح اور نمازِ عید کو نہیں پہنچتا کیونکہ اس نماز کا ثبوت خبرِ واحد سے ہے لیکن میں نے تمام اہلِ قدس (یعنی بیت المقدس والوں) کو دیکھا ہے کہ وہ اس کی پابندی کرتے ہیں اور اسے ترک نہیں کرتے، اس لئے میں نے اسے یہاں ذکر کرنا اچھا سمجھا۔

ماہِ شعبان المعظم کے نوافل

شعبان المعظم کی پندرھویں رات 100 رکعتیں پڑھے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 11 بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر چاہے تو 10 رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 100 بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ دیگر نفل نمازوں کے ضمن میں یہ بھی مروی ہے۔ اسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اسے پڑھتے اور صَلٰوۃُ الْخَیْر کا نام دیتے، اس کے لئے اکٹھے ہوتے اور بعض اوقات جماعت سے بھی پڑھتے تھے۔

70 بار نظرِ رحمت:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مجھ سے 30 صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِین نے بیان فرمایا کہ "جو شخص شبِ براءت کی رات یہ نماز پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف 70 بار نظرِ رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر کے ساتھ اس کی 70 حاجات پوری فرماتا ہے جن میں سے سب سے چھوٹی حاجت اس کی مغفرت ہے۔" (۲)

1 ……جامع الاصول، کتاب الصلاۃ، الفصل السابع فی صلاۃ الرغائب، الحدیث۴۲۶۸، ج۶، ص۱۷۰، باختصارٍ۔
2 ……قوت القلوب، الفصل العشرون فی ذکر احیاء اللیالی……الخ، ج۱، ص۱۱۴۔

﴿4﴾......اسباب سے متعلق نوافل کا بیان:

وہ نوافل جو عارضی اسباب کے ساتھ متعلق ہیں کسی خاص وقت سے ان کا تعلق نہیں، یہ تعداد میں نو ہیں: نمازِ خسوف وکسوف (سورج وچاند گرہن کی نماز)، نمازِ استسقا (طلب بارش کے لئے نماز)، تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد وتَحِیَّۃُ الْوُضُو، اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں، گھر سے نکلتے وقت اور داخل ہوتے وقت کی دو رکعتیں اور دیگر اس جیسی نمازیں۔

(1)......گرہن کی نماز:

جب حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صاحب زادے حضرت سیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وصال ہوا تو سورج کو گرہن لگ گیا، لوگ کہنے لگے: ''ابنِ رسول کے وصال پر اسے گرہن لگ گیا۔'' تب حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت یا زندگی پر انہیں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم (سورج یا چاند) گرہن دیکھو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور نماز کی طرف جلدی کرو[1]۔''[2]

نمازِ گرہن کا طریقہ ووقت:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مکروہ[3] یا غیر مکروہ وقت میں جب سورج گرہن ہو تو آواز دی جائے کہ نماز کھڑی ہونے والی ہے۔ امام مسجد میں لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے، ہر رکعت میں دو رکوع کرے[4]، دوسری کے مقابلے میں پہلی رکعت لمبی پڑھے، قراءت بلند آواز سے نہ کرے، پہلی رکعت کے پہلے قیام میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ جبکہ دوسرے

---

1 ......مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص381 پر ہے: اس کلام شریف میں اس جہالت کے عقیدہ کا رد ہے جو اہل عرب میں پھیلا ہوا تھا اور اتفاقاً اس دن حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا تھا اس سے ان کے خیالات میں اور پختگی ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب ذکر النداء بصلاۃ الکسوف......الخ، الحدیث: ۹۱۵، ص۴۵٦، مفھومًا۔

3 ......احناف کے نزدیک مکروہ وقت میں نمازِ گہن نہ پڑھی جائے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۷۸۷)

4 ......احناف کے نزدیک: یہ نماز اور نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۷۸۷)

قیام میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ال عمران پڑھے، دوسری رکعت کے پہلے قیام میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ نساء جبکہ دوسرے قیام میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ مائدہ پڑھے یا ان کی مقدار میں جہاں سے چاہے پڑھے۔ اگر ہر قیام میں سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرے تو بھی کافی ہے اور اگر چھوٹی سورت پر اکتفا کرے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اسے سورج روشن ہونے تک طویل کرے۔ پہلے رکوع میں سو آیات، دوسرے میں دو سو آیات، تیسرے میں تین سو آیات اور چوتھے میں چار سو آیات کی مقدار تسبیح پڑھے اور ہر رکعت میں سجدے بھی رکوع کے برابر ہونے چاہئیں۔ پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے جن کے درمیان ایک جلسہ ہو اور لوگوں کو صدقہ، غلام آزاد کرنے اور توبہ کا حکم دے۔ چاند گرہن میں بھی اسی طرح کرے۔ البتہ، اس میں قراءت بلند آواز سے کرے کیونکہ وہ رات کی نماز ہے۔

وقت: سورج گرہن کی نماز کا وقت سورج گرہن لگنے سے شروع ہو کر اس کے روشن ہونے تک ہے اور سورج غروب ہونے پر اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور سورج کی ٹکیہ ظاہر ہونے پر چاند گرہن کی نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اس وقت رات کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر گرہن لگنے سے چاند چھپ جائے تو بھی اس کا وقت ختم نہیں ہوتا کیونکہ پوری رات چاند کا غلبہ ہوتا ہے۔ اگر نماز کے دوران گرہن ختم ہو جائے تو نماز مختصر کر دے۔ جو امام کے ساتھ دوسرا رکوع پائے اس کی وہ رکعت فوت ہو گئی کیونکہ اصل پہلا رکوع ہے۔

(2)......نمازِ استسقا:

جب نہروں کا پانی اندر چلا جائے، بارش بند ہو جائے یا نالیاں سوکھ جائیں تو امام کے لئے مستحب ہے کہ اولاً لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا حکم دے اور حسبِ استطاعت صدقہ دیں، لوگوں کے حقوق ادا کریں اور گناہوں سے سچی توبہ کریں۔ پھر چوتھے دن مردوں، بوڑھی عورتوں اور بچوں کو لے کر نکلیں۔ پاک صاف پھٹے پرانے کپڑے پہن کر عاجزی کرتے ہوئے مسکینی کی حالت میں جائیں نہ کہ عید کی طرح زیب و زینت اختیار کر کے۔ ایک قول کے مطابق چوپاؤں کو ساتھ لے جانا مستحب ہے کیونکہ وہ بھی حاجت میں شریک ہیں۔ نیز حدیث مبارکہ میں ہے کہ "اگر بچے دودھ پینے والے، بوڑھے رکوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے نہ ہوتے تو تم پر شدت سے عذاب کی بارش ہوتی۔"[1]

---

[1] ......السنن الکبری للبیهقی، کتاب صلاة الاستسقاء، باب استحباب الخروج......الخ، الحدیث۶۳۹۱، ۶۳۹۱، ج۳، ص۴۸۱، بتغیرٍ۔

اگر ذمی [1] علیحدہ طور پر نکلیں تو انہیں منع نہ کیا جائے۔

جب لوگ وسیع صحرا میں جمع ہو جائیں تو یہ آواز دی جائے: ''نماز کھڑی ہونے والی ہے۔'' امام لوگوں کو نمازِ عید کی طرح بغیر اقامت کے دو رکعت نماز پڑھائے پھر دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان مختصر سا جلسہ کرے، دونوں خطبوں میں زیادہ تر استغفار ہو، دوسرے خطبہ کے درمیان امام لوگوں سے منہ پھیر کر قبلہ رخ ہو جائے اور حالت بدلنے کے لئے نیک فالی کے طور پر اپنی چادر الٹائے کہ سنت ہے۔ [2] یوں کہ اوپر والے حصے کو نیچے، دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں طرف کر دے۔ لوگ بھی اسی طرح کریں، اس وقت آہستہ آواز میں دعا مانگیں۔ پھر امام لوگوں کی طرف منہ کر کے خطبہ پڑھے اور چادریں اسی طرح الٹی ہوئی رہنے دیں حتی کہ جب کپڑے اتاریں، چادریں بھی تب ہی اتاریں۔

دُعا:

دعا یوں مانگیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِکَ وَوَعَدْتَنَا اِجَابَتَکَ فَقَدْ دَعَوْنَا کَمَا اَمَرْتَنَا فَاَجِبْنَا کَمَا وَعَدْتَنَا اَللّٰھُمَّ فَامْنُنْ عَلَیْنَا بِمَغْفِرَۃِ مَّا قَارَفْنَا وَاِجَابَتِکَ فِیْ سُقْیَانَا وَسِعَۃِ اَرْزَاقِنَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے ہمیں دعا مانگنے کا حکم دیا اور قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہم نے تیرے حکم کے مطابق دعا مانگی پس تو اپنے وعدے کے مطابق قبول فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم پر کرم فرما کر ہمارے گناہ بخش دے، ہمیں بارش عطا فرمانے اور ہمارے رزق کو کشادہ فرمانے کی صورت میں قبولیت دعا کے وعدے کو پورا فرما۔'' [3]

تینوں دن نماز استسقا کے لئے نکلنے سے پہلے نمازوں کے بعد دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس (حالت میں) دعا کے لئے کچھ باطنی آداب وشرائط ہیں: وہ یہ کہ توبہ کریں اور دوسروں کے حقوق وغیرہ ادا کریں۔ مزید تفصیل اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کتاب الدعوات میں بیان کی جائے گی۔

(3)......نمازِ جنازہ:

اس کا طریقہ مشہور ہے، اس میں پڑھی جانے والی دعائے ماثورہ وہ ہے جو حضرت سیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللہُ

---

1 ...... فتاویٰ فیض الرسول، ج1 صفحہ 501 پر فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہِ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔''

2 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ الاستسقاء، الحدیث: ۸۹۴، ص۴۴۳۔

3 ......معرفۃ السنن والاثار للبیہقی، کتاب الاستسقاء، باب السنۃ فی صلاۃ الاستسقاء، الحدیث: ۱۲۰۱، ج۳، ص۹۸۔

تَعَالٰی عَنْہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ چنانچہ، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھتے دیکھا آپ نے جو دعا پڑھی اسے میں نے حفظ کرلیا۔ دعا یہ ہے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے بخش دے، اس پر رحم فرما، عافیت عطا فرما، اسے معاف فرما، اس کی اچھی طرح مہمانی فرما، اس کی قبر کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور اَولوں سے دھو ڈال، اسے خطاؤں سے ایسا پاک صاف کردے جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کرتا ہے، اسے اس کے گھر سے اچھا گھر، گھر والوں سے اچھے گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما، اسے جنت میں داخل فرما، عذابِ قبر اور جہنم کے عذاب سے بچا۔'' حضرت سیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں نے تمنا کی کہ کاش! وہ میت میں ہوتا۔'' (1)

جو شخص دوسری تکبیر پائے اسے چاہئے کہ دل میں نماز کی ترتیب کا خیال رکھے اور امام کے ساتھ تکبیریں کہے۔ جب امام سلام پھیرے تو اپنی فوت شدہ تکبیر کہہ لے جس طرح مسبوق (یعنی جس کی ایک یا چند رکعتیں رہ گئی ہوں) کرتا ہے۔ اگر مقتدی تکبیرات میں جلدی کرے تو اس نماز میں اقتدا کا کوئی معنیٰ نہیں رہتا۔ تکبیریں نمازِ جنازہ کے ظاہری ارکان ہیں، انہیں دیگر نمازوں کی رکعات کے قائم مقام قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔ یہ توجیہ میرے (یعنی امام غزالی کے) نزدیک زیادہ مناسب ہے اگرچہ دیگر توجیہات کا بھی احتمال ہے۔

نماز جنازہ پڑھنے اور جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں، انہیں ذکر کر کے ہم بات کو طول نہیں دیتے، اس کی عظیم فضیلت کیونکر نہ ہوگی حالانکہ یہ فرض کفایہ ہے؟ نفل اس کے حق میں ہے کہ دوسروں کی شرکت کے سبب جس پر شریک ہونا ضروری نہ ہو پھر بھی اسے فرض کفایہ ہی کا ثواب ملے گا اگرچہ اس کا جانا ضروری نہ ہو کیونکہ شریک ہونے والوں نے فرضِ کفایہ کی ادائیگی کرکے دوسروں سے حرج کو دور کیا ہے۔ لہٰذا یہ نفل نماز کی طرح نہ ہوگی کہ جس کی ادائیگی سے کسی سے فرض ساقط نہیں ہوتا۔ جنازے میں زیادہ لوگوں کو تلاش کرنا مستحب ہے کیونکہ زیادہ لوگوں کی شرکت اور دعائیں باعثِ برکت ہیں، نیز ان میں کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوگا۔

(1)......صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ، الحدیث۹۶۳، ص۴۷۹۔۴۸۰۔

جنازہ میں 40 لوگوں کے شریک ہونے کی برکت:

حضرت سیِّدُنا کریب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بیٹے کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے مجھے فرمایا: ''اے کریب! کتنے لوگ جمع ہوگئے ہیں؟'' میں نکلا تو کچھ لوگ جمع ہو ہی گئے تھے، میں نے آپ کو خبر دی۔ فرمایا: ''کیا تم کہہ سکتے ہو کہ چالیس ہوں گے۔'' میں نے کہا: ''ہاں۔'' فرمایا: میت کو لاؤ۔ میں نے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ ''جو مسلمان فوت ہوجائے اور اس کے جنازے میں چالیس آدمی ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بارے میں ان کی سفارش ضرور قبول فرماتا ہے۔'' (1)

قبرستان میں سلام کرنے کا طریقہ:

جب جنازے کے ساتھ قبرستان جائے یا ویسے ہی جائے تو یوں کہے:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ ھٰذِہِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِیْنَ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یعنی ان گھروں میں رہنے والے مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلام ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم میں سے آگے جانے والوں اور پیچھے رہنے والوں پر رحم فرمائے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔'' (2)

دفن کرنے کے بعد کی دعا:

افضل یہ ہے کہ میت کو دفن کرنے سے پہلے واپس نہ آئے۔ جب میت پر قبر برابر کردی جائے تو وہاں کھڑا ہو کر یہ دعا کرے:

''اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ رُدَّ اِلَیْكَ فَارْاَفْ بِہٖ وَارْحَمْہُ اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَافْتَحْ اَبْوَابَ السَّمَآءِ لِرُوْحِہٖ وَتَقَبَّلْہُ مِنْكَ بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَضَاعِفْ لَہٗ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرا بندہ تیری طرف لوٹا دیا گیا، اس پر نرمی کر اور اس پر رحم فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کے دونوں پہلوؤں سے زمین کو دور کردے، اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے اور اسے اچھی طرح قبول فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکیوں کا ثواب دُگنا فرما اور اگر گنہگار

1 ......صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه، الحدیث:۹۴۸، ص۴۷۳۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها، الحدیث:۹۷۴، ص۴۸۵۔

تھا تو اس سے درگزر فرما۔“ (۱)

(4)......تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد:

دو یا اس سے زیادہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں۔ اگرچہ امام جمعہ کے دن خطبہ دے رہا ہو پھر بھی ساقط نہ ہوں گی (عندالشوافع) باوجود یہ کہ توجہ سے خطبہ سننا واجب ہے۔ اگر (مسجد میں داخل ہوتے ہی) فرض یا قضا نماز میں مشغول ہو جائے تو اسی سے تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے نوافل ادا ہو گئے اور فضیلت بھی حاصل ہو گئی کیونکہ مقصود یہ ہے کہ مسجد کے حق کی وجہ سے مسجد میں داخل ہونے کی ابتدا اس عبادت سے خالی نہ ہو جو مسجد کے ساتھ خاص ہے، اسی وجہ سے مسجد میں بے وضو داخل ہونا مکروہ ہے۔ اگر مسجد سے گزرنے یا وہاں بیٹھنے کے لئے داخل ہو تو چار مرتبہ یہ کلمات کہے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ (۲) منقول ہے کہ یہ کلمات فضیلت میں دو رکعتوں کے برابر ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا مسلک یہ ہے کہ مکروہ اوقات میں بھی تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد مکروہ نہیں (۳) اور وہ فجر و عصر کے بعد کا وقت، زوال کا وقت، طلوع و غروب آفتاب کا وقت ہے۔ کیونکہ مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عصر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں تو عرض کی گئی: ”کیا آپ نے ہمیں اس (یعنی نمازِ عصر کے بعد نفل پڑھنے) سے منع نہیں فرمایا؟“ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یہ دو رکعتیں میں ظہر کے بعد پڑھتا تھا (آج ملاقات کے لئے آئے) ایک وفد کی وجہ سے نہ پڑھ سکا۔“ (۴)

حدیث سے حاصل شدہ دو فوائد:

(۱)......صرف وہ نماز مکروہ ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو اور سب سے کمزور سبب نوافل کی قضا ہے کیونکہ نوافل کی قضا میں علما کا اختلاف ہے کہ جب وہ ایسا عمل کرے جیسا فوت ہوا تو کیا یہ قضا ہو گی (یا ادا)؟ تو جب سب سے کمزور سبب

---

1 ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الجنائز، فی الدعاء للمیت بعد ما یدفن......الخ، الحدیث: ، ج۳، ص۲۱۲۔

2 ......قوت القلوب، الفصل التاسع فیہ ذکر وقت الفجر......الخ، ج۱، ص۴۵۔

3 ......احناف کے نزدیک: (کوئی شخص) ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوعِ فجر یا بعد نمازِ عصر وہ تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تہلیل و درود شریف میں مشغول ہو حقِ مسجد ادا ہو جائے گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۶۷۴)

4 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب معرفۃ الرکعتین......الخ، الحدیث: ۸۳۴، ص۴۱۷۔

(یعنی نوافل کی قضا) کی وجہ سے کراہیت ختم ہوگئی تو مسجد میں داخل ہونے سے بھی کراہیت ختم ہونی چاہئے کیونکہ یہ قوی سبب ہے، اسی لئے (اس وقت میں) جب جنازہ آجائے تو نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں اور نہ ہی ان اوقات میں نمازِ خسوف واستسقا مکروہ ہے (عندالشوافع) کیونکہ ان کے لئے بھی اسباب ہیں۔

(۲)......نوافل کی بھی قضا ہے کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی قضا کی اور ہمیں آپ کی پیروی بہتر ہے۔ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس رات نیند یا مرض کے غلبہ کے سبب قیام نہ فرما سکتے تو دن کے شروع میں 12 رکعت نماز ادا فرماتے۔'' (1)

علمائے کرام فرماتے ہیں: جو شخص نماز میں مشغول ہونے کے سبب اذان کا جواب نہ دے سکے تو سلام پھیرنے کے بعد بطورِ قضا اذان کا جواب دے اگرچہ مؤذن خاموش ہو چکا ہو۔ جب معاملہ ایسا ہو تو قائل کے اس قول کہ ''یہ ادا ہے قضا نہیں'' کا کوئی معنیٰ نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکروہ وقت میں نفل نہ پڑھتے۔

خلاصۂ کلام:

کسی شخص کا وظیفہ ہو اور کسی عذر کی وجہ سے وقت پر نہ پڑھ سکے تو اسے چاہئے کہ اپنے نفس کو اس کے چھوڑنے کی رخصت نہ دے بلکہ کسی دوسرے وقت میں اس کا تدارک کرے تاکہ اس کا نفس آسائش وآرام کی طرف مائل نہ ہو اور نفس کے مجاہدہ کے طور پر اس کا تدارک اچھا ہے کیونکہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔'' (2)

اس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مراد یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ کئے جانے والے عمل میں کوتاہی نہ ہو۔ کیونکہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہو، پھر اکتا کر اسے چھوڑ دے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر غضب

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث:۷۴۶، ص۳۷۵، مفھومًا۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضیلۃ العمل الدائم......الخ، الحدیث:۷۸۲، ص۳۹۴۔

ناک ہوتا ہے۔'' [۱]

لہٰذا اس وعید کا مستحق بننے سے ڈرنا چاہئے۔ اس حدیث کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اکتاہٹ کے سبب چھوڑنے پر غضب فرماتا ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور رحمتِ الٰہی سے دوری نہ ہوتی تو اس پر اکتاہٹ مسلط نہ ہوتی۔

(5)......تَحِيَّةُ الْوُضُوْء:

وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے کیونکہ وضو ایک عبادت ہے، اس کا مقصود نماز ہے اور بے وضو ہونا ایک عارضہ ہے۔ بسا اوقات انسان پر نماز سے پہلے حدث طاری ہو جاتا ہے تو وضو ٹوٹ جاتا اور محنت رائگاں جاتی ہے۔ لہٰذا جلدی جلدی دو رکعت ادا کر لینے سے وضو کا مقصود فوت ہونے سے پہلے پورا ہو جاتا ہے۔ نیز حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حدیث سے یہ بات جانی جاسکتی ہے کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا تو بلال کو وہاں پایا۔ میں نے بلال سے پوچھا: کس عمل کے سبب تم جنت میں مجھ سے پہلے پہنچ گئے؟'' بلال نے عرض کی: ''اور تو میں کچھ نہیں جانتا، البتہ اتنی بات ہے کہ میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں۔'' [۲]

(6)......گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کے نوافل:

گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت دو رکعت نفل (پڑھنا مستحب) ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم اپنے گھر سے نکلو تو دو رکعت نماز پڑھ لو یہ تمہیں برے نکلنے سے باز رکھیں گی اور جب گھر میں داخل ہو تو دو رکعت پڑھ لو یہ تمہیں برے داخلے سے محفوظ رکھیں گی۔'' [۳]

ہر ذی مرتبہ کام شروع کرنے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ اسی لئے احرام کے وقت دو رکعتیں، [۴] ابتدائے سفر

---

1 ......قوت القلوب، الفصل التاسع فيه ذكر وقت الفجر......الخ، ج۱، ص۴۴۔

2 ......صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل بلال رضى الله عنه، الحديث۲۴۵۸، ص۱۳۳۴، ۱۳۳۵، مفهومًا۔

3 ......شعب الايمان للبيهقى، باب فى الصلوات، فضل الاذان والاقامة للصلاة المكتوبة، الحديث۳۰۷۸، ج۳، ص۱۲۴۔

4 ......صحيح البخارى، كتاب الحج، باب خروج النبى صلى الله عليه وسلم......الخ، الحديث:۱۵۳۲، ج۱، ص۵۱۶، مفهومًا۔

میں دو رکعتیں [1] اور سفر سے واپسی پر گھر میں داخل ہونے سے پہلے مسجد میں دو رکعتیں پڑھنا [2] حدیثِ پاک میں وارد اور رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمل سے ثابت ہیں۔ بعض صالحین کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام جب کچھ کھاتے یا پانی پیتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ اسی طرح انہیں جو معاملہ بھی پیش آتا اس وقت دو رکعت نماز پڑھتے۔ ہر کام کا آغاز کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے برکت حاصل کرنی چاہئے۔ اس کے تین درجے ہیں:

(1)......بعض کام کئی بار کئے جاتے ہیں جیسے کھانا پینا تو ان کا آغاز تسمیہ سے کیا جائے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو بھی اہم کام بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر شروع نہیں کیا جاتا وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔'' [3]

(2)......کئی کام ایسے ہیں جو بار بار نہیں کئے جاتے لیکن وہ اہم ہوتے ہیں۔ جیسے عقدِ نکاح اور نصیحت و مشورہ کی ابتدا۔ اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد سے شروع کرے۔ لہٰذا نکاح کرانے والا یوں کہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ زَوَّجْتُکَ اِبْنَتِیْ۔'' قبول کرنے والا یوں کہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ قَبِلْتُ النِّکَاحَ۔'' صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کی عادت تھی کہ کوئی پیغام بھیجتے یا نصیحت اور مشورہ کرتے تو حمدِ الٰہی سے آغاز کرتے۔

(3)......عمل میں تکرار تو نہیں ہوتا لیکن جب کیا جائے تو دیرپا ہوتا ہے گویا وہ بھی اہم کام ہوتا ہے۔ جیسے سفر کرنا، نیا گھر خریدنا، احرام باندھنا یا اس جیسے دیگر اعمال۔ لہٰذا ان سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ اس کا ادنیٰ درجہ گھر سے نکلنا اور داخل ہونا ہے کیونکہ یہ بھی قریبی سفر کی ایک قسم ہے۔

(7)......نمازِ استخارہ:

جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے لیکن اس کے انجام کا علم نہ ہو اور نہ ہی یہ جانتا ہو کہ اس کے کرنے میں بہتری ہے یا چھوڑنے میں تو ایسے شخص کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس طریقے پر دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم فرمایا کہ ''پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ کافرون، دوسری میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ

1......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، الرجل یریدالسفر، الحدیث:۱، ج۱، ص۵۲۹۔

2......صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک، الحدیث:۲۷۶۹، ص۱۴۸۳، مفھومًا۔

3......الجامع الصغیر، حرف الکاف، الحدیث:۶۲۸۴، ص۳۹۱، بلفظ ''اقطع''۔
کشف الخفاء، حرف الکاف، تحت الحدیث:۱۹۶۲، ج۲، ص۱۰۹۔

ہوتو یوں دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَ اٰجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ ثُمَّ یَسِّرْہُ لِیْ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَ اٰجِلِہٖ فَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَ اقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ اَیْنَمَا کَانَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے استخارہ کرتا ہوں، تیرے علم اور تیری قدرت کے ساتھ طاقت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بہتر ہے میرے دین و دنیا اور انجامِ کار میں، اس وقت یا آئندہ تو اسے میرے لیے مقدَّر کر دے اور آسان کر پھر میرے لیے اس میں برکت دے اور اگر تیرے علم میں میرے لیے یہ کام برا ہے میرے دین و دنیا اور انجام کار میں، اس وقت یا آئندہ تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر فرما جہاں بھی ہو بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔'' (۱)

اسے حضرت سیِّدُنا جابر بن **عبداللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے روایت کیا۔ آپ فرماتے ہیں: حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں تمام امور میں استخارہ کی تعلیم فرماتے جیسے قرانِ پاک کی سُورت تعلیم فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے: ''جب تم میں سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر اس کام کا نام لے اور (مذکورہ) دعا مانگے۔''(۲)

(8)......نمازِ حاجت:

جس شخص پر کوئی معاملہ تنگ ہو جائے اور اسے دین و دنیا کے معاملے میں کسی ایسے معاملے کی حاجت ہو جو اس پر مشکل ہو تو اسے چاہئے کہ یہ نماز پڑھے۔

---

❶......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عندالاستخارۃ، الحدیث:۶۳۸۲، ج۴، ص۲۱۱، ۲۱۲۔
منحۃ الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۹۱۔۹۲، باختصارٍ۔

❷......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عندالاستخارۃ، الحدیث:۶۳۸۲، ج۴، ص۲۱۲، بتغیرِ الفاظٍ۔

دعا ضرور قبول ہو:

حضرت سیِّدُنا وہیب بن ورد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ایک ایسی دعا ہے جو رد نہیں کی جاتی کہ بندہ 12 رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھے جب نماز سے فارغ ہو تو سجدہ کرے، پھر یوں کہے: ''سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَبِسَ الْعِزَّ وَقَالَ بِہٖ سُبْحٰنَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ بِالْمَجْدِ وَتَکَرَّمَ بِہٖ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ بِعِلْمِہٖ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ التَّسْبِیْحُ اِلَّا لَہٗ سُبْحٰنَ ذِی الْمَنِّ وَالْفَضْلِ سُبْحٰنَ ذِی الْعِزِّ وَالْکَرَمِ وَسُبْحٰنَ ذِی الطَّوْلِ اَسْئَلُکَ بِمُعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ وَمُنْتَھَی الرَّحْمَۃِ مِنْ کِتٰبِکَ وَبِاسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَجَدِّکَ الْاَعْلٰی وَکَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ الْعَامَاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بِرٌّ وَلَا فَاجِرٌ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے عزت کو لباس بنایا اور اسے پسند کیا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی کو چادر بنایا اور اسے اپنایا۔ پاک ہے وہ ذات جس کے احاطۂ علم میں ہر چیز ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے لئے تسبیح ہے۔ احسان وفضل والی ذات پاک ہے۔ عزت وکرم والی ذات پاک ہے۔ نعمت والی ذات پاک ہے۔ میں تجھ سے عزت کی ان خصلتوں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جن کا تعلق تیرے عرش سے ہے، تیری کتاب کے ذریعے سوال کرتا ہوں جو رحمت کی انتہا ہے، تیرے اسمِ اعظم، بلند وبرتر شان اور ان کامل وعام کلمات کے ذریعے سوال کرتا ہوں کہ جن سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کر سکتا کہ تو حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آلِ محمد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم پر رحمت نازل فرما۔''[1]

پھر اپنی اس حاجت کا سوال کرے جس میں کوئی گناہ نہ ہو تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔

حضرت سیِّدُنا وہیب بن ورد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ کہا جاتا تھا: بے وقوفوں کو یہ دعا نہ سکھاؤ ورنہ وہ اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی پر مدد حاصل کریں گے۔''

جسے چار نعمتیں ملیں وہ چار سے محروم نہ ہوگا:

بعض حکما فرماتے ہیں: ''جسے چار چیزیں عطا کی گئیں اس سے چار چیزیں نہ روکی جائیں گی: (۱)...... جسے شکر کی نعمت عطا کی گئی اس سے مزید نعمت نہ روکی جائے گی۔ (۲)...... جسے توبہ کی توفیق دی گئی اس سے قبولیت نہ روکی جائے گی۔ (۳)...... جسے استخارہ کی توفیق دی گئی اس سے بھلائی نہ روکی جائے گی۔ (۴)...... جسے مشورہ کی توفیق دی گئی اسے سیدھی راہ سے نہ روکا جائے گا۔''

---

1 ......حلیة الاولیاء، وھیب بن الورد، الحدیث:۱۱۷۵۵، ج۸، ص۱۶۸۔

(9)......صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح اور اس کی فضیلت:

یہ حدیثِ پاک سے ثابت ہے، کسی وقت یا سبب کے ساتھ خاص نہیں۔ ہفتے یا مہینے میں ایک بار پڑھنا مستحب ہے۔

حضرت سیِّدُنا عکرمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (اپنے چچا) حضرت سیِّدُنا عباس بن عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''(اے چچا!) کیا میں تم کو عطا نہ کروں، کیا میں تم کو بخشش نہ کروں، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ دوں کہ جب تم کرو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اگلا پچھلا پرانا نیا جو بھول کر کیا اور جو قصداً کیا چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر۔ تم چار رکعت نماز پڑھو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھو، جب پہلی رکعت میں قراءت سے فارغ ہو جاؤ تو حالتِ قیام میں 15 بار سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر پڑھو، پھر رکوع کرو اور رکوع میں دس بار پڑھو، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور دس بار پڑھو، پھر سجدہ میں جاؤ اور دس بار پڑھو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پڑھو، پھر سجدہ میں جاؤ اور دس بار پڑھو پھر دوسرے سجدے کے بعد دس بار پڑھو۔ یوں ہر رکعت میں 15 بار تسبیح ہوئی، چاروں رکعتوں میں اسی طرح کرو۔ اگر یہ نماز ہر روز ایک بار پڑھ سکو تو پڑھو، اگر ایسا نہ کر سکو تو ہر جمعہ میں ایک بار پڑھو، اگر یہ نہ کر سکو تو مہینے میں ایک بار پڑھو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو سال میں ایک بار پڑھو۔'' [1]

صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح کا عمدہ طریقہ:

ایک روایت میں ہے کہ اس نماز کے شروع میں یوں ثنا پڑھے: ''سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَآءُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔'' پھر قراءت سے پہلے 15 بار تسبیح پڑھے اور قراءت کے بعد 10 بار تسبیح پڑھے اور دیگر ارکان میں گزشتہ ترتیب سے دس دس بار تسبیح پڑھے اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر تسبیح نہ پڑھے۔ [2] یہ زیادہ اچھا طریقہ ہے حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔ دو روایتوں کے مجموعہ سے 300 تسبیحات بنتی ہیں۔ یہ نماز اگر دن میں پڑھے تو ایک سلام سے پڑھے اور رات میں پڑھے تو دو

1 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب صلاة التسبیح، الحدیث ۱۲۹۷، ج ۲، ص ۴۴-۴۵۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الخامس عشر فی ذکر ورد العبد من التسبیح......الخ، ج ۱، ص ۸۲، بتغیرٍ۔

سلاموں سے پڑھنا بہتر ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ ”رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔“[1] اور اگر تسبیح کے بعد یہ کلمات کہے تو اچھا ہے: ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔“ [2]

مذکورہ نوافل احادیث سے ثابت ہیں۔ان میں سے سوائے تَحِيَّةُ الْمَسْجِد کے کوئی نماز مکروہ اوقات میں پڑھنا بہتر نہیں (احناف کے نزدیک مکروہ وقت میں سوائے نماز جنازہ کے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے)۔تَحِيَّةُ الْوُضُو، سفری اور گھر سے نکلتے وقت نماز اور نماز استخارہ مکروہ اوقات میں جائز نہیں کیونکہ اس سے تاکید کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور یہ اسباب کمزور ہیں، لہٰذا یہ نوافل نماز خسوف واستسقا اور تَحِيَّةُ الْمَسْجِد کے درجے تک نہیں پہنچتے۔

میں نے بعض بناوٹی صوفیوں کو مکروہ اوقات میں تَحِيَّةُ الْوُضُو پڑھتے دیکھا ہے حالانکہ یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ وضو نماز کا سبب نہیں بلکہ نماز وضو کا سبب ہے۔ لہٰذا نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا چاہئے نہ یہ کہ وضو کرنے کی وجہ سے نماز پڑھے۔ ہر بے وضو شخص جو مکروہ وقت میں نماز پڑھنا چاہتا ہے وہ بے وضو نہیں پڑھ سکتا تو کراہت کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا۔مناسب یہی ہے کہ وضو کرتے وقت دو رکعت وضو کی نیت نہ کرے جیسے دو رکعت تَحِيَّةُ الْمَسْجِد کی نیت کی جاتی ہے۔ بلکہ جب وضو کرے دو نفل پڑھ لے تاکہ وضو رائیگاں نہ جائے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کیا کرتے تھے۔ یہ صرف نفل ہیں جو وضو کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ نماز خسوف و تَحِيَّةُ الْمَسْجِد کی طرح وضو بھی (نماز کا) سبب ہے کہ دو رکعت وضو کی نیت کی جائے۔ وضو سے نماز کی نیت کرنی چاہئے نہ کہ نماز سے وضو کی نیت۔ یہ کیسے درست ہے کہ وضو میں وہ کہے کہ نماز کے لئے وضو کرتا ہوں اور نماز میں کہے میں وضو کی وجہ سے نماز پڑھتا ہوں بلکہ جو شخص مکروہ وقت میں وضو کو بیکار ہونے سے بچانا چاہے وہ قضا کی نیت کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ذمہ ایسی نماز ہو جس میں کسی سبب سے خلل واقع ہو گیا ہو اور مکروہ اوقات میں قضا نماز پڑھنا مکروہ نہیں [3] لیکن نفل کی نیت کی کوئی وجہ نہیں۔

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا......الخ، باب صلاۃ اللیل مثنی......الخ، الحدیث۷۴۹، ص۳۷۷۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الخامس عشر فی ذکر ورد العبد من التسبیح......الخ، ج۱، ص۸۲۔

3 ......احناف کے نزدیک: مکروہ اوقات میں قضا نمازیں پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 702 پر ہے: قضا کے لئے کوئی وقت معین نہیں عمر میں جب پڑھے گا بریُ الذمہ ہو جائے گا مگر طلوع و غروب اور زوال کے وقت کہ ان وقتوں میں نماز جائز نہیں۔

اوقاتِ مکروہہ میں ممانعتِ نماز کی وجوہات:

مکروہ اوقات میں نماز سے منع کرنے کی تین وجوہات ہیں:

﴿1﴾......سورج کی پوجا کرنے والوں کی مشابہت سے بچنا۔

﴿2﴾......شیاطین کے منتشر ہونے سے بچنا کیونکہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کے سینگ ہوتے ہیں۔ جب طلوع ہوتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ مل جاتا ہے اور جب بلند ہوجاتا ہے تو سینگ اس سے الگ ہوجاتے ہیں۔ جب ٹھہرتا (یعنی زوال کا وقت ہوتا) ہے پھر اس سے مل جاتے ہیں، جب ڈھل جاتا ہے تو الگ ہوجاتے ہیں، جب ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو پھر اس سے مل جاتے ہیں اور جب ڈوب جاتا ہے تو الگ ہوجاتا ہے۔'' (1)

اس وجہ سے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا اور اس خرابی پر تنبیہ کی گئی۔

﴿3﴾......راہِ آخرت کے مسافر تمام اوقات میں نماز پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں۔ مسلسل ایک ہی طریقے پر عبادت کرنے سے اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ جب ایک گھڑی کے لئے بندے کو روکا جائے تو اس کی چستی میں اضافہ ہوتا اور عبادت میں رغبت پیدا ہوتی ہے۔ نیز انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس کا زیادہ حریص ہوتا ہے۔ ان اوقات میں عبادت سے روکنا زیادہ طمع کا سبب بنتا ہے اور بندہ وقت ختم ہونے کا منتظر رہتا ہے۔

لہٰذا ان اوقات کو تسبیح و اِستِغفار کے ساتھ خاص کیا گیا تاکہ تسلسل سے نماز کے باعث طبیعت اُکتا نہ جائے اور ایک قسم سے دوسری قسم کی عبادت کی طرف منتقل ہونے سے طبیعت خوش ہو کیونکہ نئی چیز میں لذّت و نشاط ہوتی ہے جبکہ ایک ہی چیز پر مستقل عمل پیرا رہنا بھاری پن اور اکتاہٹ کا باعث بنتا ہے۔ اسی لئے نماز محض رکوع و سجود یا قیام کا نام نہیں بلکہ عبادات مختلف اعمال اور جدا جدا اذکار کا نام ہے اور ان میں سے ہر عمل کی طرف انتقال سے دل نئی لذّت پاتا ہے اگر وہ مسلسل ایک ہی چیز پر رہے تو جلد اکتاہٹ کا شکار ہوجاتا ہے۔ اوقات مکروہہ میں نماز کی ممانعت کے متعلق یہ اہم امور ہیں، اس کے علاوہ دیگر اسرار بھی ہیں لیکن اس پر آگاہ ہونا (عام) انسانی قوت کے بس کی بات نہیں،

(1)......سنن النسائی، کتاب المواقیت، باب الساعات التی نھی عن الصلاۃ فیھا، الحدیث۵۵۶، ص۹۹، باختصارٍ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے جانتے ہیں۔

جب ایسی بات ہے تو ان اہم وجوہ کو صرف اسی بنیاد پر چھوڑا جا سکتا ہے کہ شرعی طور پر اہم اسباب پائے جاتے ہوں جیسے نماز کی قضا، نمازِ استسقا، نمازِ کسوف اور تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد وغیرہ (عندالشوافع) لیکن جو ضعیف اسباب ہوں تو ان کی وجہ ان اہم وجوہ کو نہ چھوڑا جائے۔ ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ مناسب ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ اسی کی مدد اور حسن توفیق سے **"احیاءعلوم الدین"** کے باب **"نماز کے اسرار"** کی تکمیل ہوئی۔ اب اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ **"زکوٰۃ کے اسرار"** کا بیان آئے گا۔

سب خوبیاں اس خدائے وَحْدَہٗ لَا شَرِیْک کے لئے ہیں جو اکیلا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے بہترین ذات حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل واصحاب پر رحمتیں اور خوب سلام ہو۔

حدیث قدسی

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **54** صفحات پر مشتمل کتاب **"نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیث رسول"** صفحہ **51** تا **52** پر ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: **اے ابن آدم!** جس نے ہنس ہنس کر گناہ کئے میں اسے رُلا رُلا کر جہنم میں ڈالوں گا اور جو میرے خوف سے روتا رہا میں اسے خوش کر کے جنت میں داخل کروں گا۔

اے ابن آدم! کتنے غنی ایسے ہیں جو روزِ حساب محتاجی و مفلسی کی تمنا کریں گے؟ ❁......کتنے بے رحم ایسے ہیں جنہیں موت ذلیل ورسوا کر دے گی؟ ❁......کتنی شیریں چیزیں ایسی ہیں جنہیں موت تلخ کر دے گی؟ ❁......نعمتوں پر کتنی خوشیاں ایسی ہیں کہ جنہیں موت گدلا کر دے گی؟ ❁......کتنی خوشیاں ایسی ہیں جو اپنے بعد طویل غم لائیں گی؟

(مجموعة رسائل الامام الغزالی، المواعظ فی الاحادیث القدسیة، ص٥٧)

زکوۃ کے اسرار کا بیان[1]

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی طرف سے سعادت مندی و بدبختی ہے اور جس نے زندگی اور موت دی، ہنسایا اور رُلایا، وجود بخشا اور فنا کیا، فقیر و غنی بنایا، روکا اور عطا کیا، جس نے حیوان کو مادۂ منویہ کے قطرے سے پیدا کیا، وہ صفتِ غنا کے ساتھ مخلوق سے ممتاز ہے، پھر اپنے بعض بندوں کو نیکی کے ساتھ خاص کیا اور ان میں سے جسے چاہا اپنی نعمتوں سے نوازا اور غنی کر دیا، رزق کمانے میں ناکام ہونے والوں کو امتحان اور آزمائش کے لئے ان بندوں کا محتاج کر دیا پھر زکوٰۃ کو دین کی بنیاد بنایا اور اس بات کو واضح کیا کہ اس کے بندوں میں سے جو پاک ہوا وہ اس کے فضل وکرم سے ہی پاک ہوا اور جس کا مال پاک ہوا وہ بھی اس کے غنا سے ہی پاک ہوا اور مخلوق کے سردار ہدایت کے سورج حضرت سیّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر رحمت ہو اور علم و تقویٰ کے ساتھ مخصوص آپ کے آل و اصحاب رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن پر بھی رحمت ہو۔

بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زکوٰۃ کو اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد قرار دیا اور دین کی بڑی علامت نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کا ذکر کیا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (پ ۱، البقرۃ: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

نیز مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔''[2]

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام:

زکوٰۃ دینے کے معاملے میں کوتاہی کرنے والوں کو سخت وعید سنائی۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور

---

1 ...... زکوٰۃ کے فضائل و مسائل کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد 1، حصہ 5، ص 866 تا 957 کا مطالعہ کیجئے۔

2 ...... صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام......الخ، الحدیث ۱۶، ص ۲۷۔۲۸۔

وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿ۙ۳۴﴾ (پ۱۰، التوبۃ:۳۴)

اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

اور اِنۡفَاق فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰه کا معنی زکوٰۃ کا حق ادا کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں: میں کچھ اہلِ قریش کے ساتھ تھا کہ حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کا وہاں سے گزر ہوا آپ نے فرمایا: ''خزانے جمع کرنے والوں کو بشارت دے دو کہ ان کی پیٹھوں میں داغ لگایا جائے گا جو ان کے پہلوؤں سے نکلے گا اور ان کی گدیوں میں داغ لگایا جائے گا جو ان کی پیشانیوں سے ظاہر ہوگا۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ان کے پستانوں کے اوپر رکھا جائے گا تو کندھوں کی نرم جگہ سے ظاہر ہوگا اور کندھوں کی نرم جگہ پر رکھا جائے گا تو پستانوں کے اوپر سے تھرتھراتا ہوا نکلے گا۔ (۲)

حضرتِ سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ فرماتے ہیں: حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کعبہ مشرفہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''ربِّ کعبہ کی قسم! وہ خسارہ پانے والے ہیں۔'' میں نے عرض کی: ''وہ کون ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''کثرتِ مال و دولت والے مگر وہ لوگ جو اپنے آگے پیچھے، دائیں بائیں اِس طرح اُس طرح خرچ کریں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور جو اونٹ، گائے اور بکری کا مالک زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ جانور بروزِ قیامت پہلے سے زیادہ موٹے تازے ہو کر آئیں گے، اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور کھروں سے روندے گے جب آخری گزر جائے گا تو پہلا دوبارہ آجائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔'' (۳)

جب بخاری و مسلم میں اس قدر شدید وعید مذکور ہے تو زکوٰۃ کے اسرار، اس کی ظاہری و پوشیدہ شرائط اور ظاہری و باطنی معانی کو بیان کرنا دین کے ضروری امور میں سے ہے۔ نیز ان مسائل پر اکتفا ضروری ہے جن کی معرفت زکوٰۃ

1 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للاموال والتغلیظ علیھم، الحدیث:۹۹۲، ص۴۹۸۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للاموال والتغلیظ علیھم، الحدیث:۹۹۲، ص۴۹۷۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدی الزکاۃ، الحدیث:۹۹۰، ص۴۹۵، ۴۹۶۔

دینے اور لینے والے کے لئے ضروری ہے۔ان امور کو چار فصلوں میں بیان کیا جائے گا۔

پہلی فصل: زکوٰۃ کی اقسام اور اس کے وجوب کے اسباب۔

دوسری فصل: زکوٰۃ کے آداب اور اس کی ظاہری و باطنی شرائط۔

تیسری فصل: زکوٰۃ لینے والے اور اس کے مستحق ہونے کی شرائط کا بیان اور زکوٰۃ لینے کا طریقہ۔

چوتھی فصل: نفلی صدقہ اور اس کی فضیلت۔

پہلی فصل: زکوٰۃ کی اقسام اور اس کے وجوب کے اسباب

اپنے متعلقات کے اعتبار سے زکوٰۃ کی چھ اقسام ہیں: (۱)......جانوروں کی زکوٰۃ (۲)......سونے چاندی کی زکوٰۃ (۳)......مالِ تجارت کی زکوٰۃ (۴)......خزانے اور معدنیات کی زکوٰۃ (۵)......زمینی پیداوار کی زکوٰۃ اور (۶)......صدقۂ فطر۔

﴿1﴾......جانوروں کی زکوٰۃ:

جانوروں وغیرہ کی زکوٰۃ آزاد مسلمان پر فرض ہے اس میں بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ یہ بچے اور پاگل کے مال میں بھی واجب ہوتی ہے۔یہ اس شخص کے لئے شرائط ہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہے[1]۔

مال میں زکوٰۃ فرض ہونے کی شرائط[2]:

مال میں زکوٰۃ فرض ہونے کی پانچ شرائط ہیں: (۱)......جانور ہو (۲)...... چرنے والا ہو (۳)...... پورا سال باقی رہنے والا ہو (۴)......نصاب پورا ہو اور (۵)......کامل طور پر ملکیت اور تصرف میں ہو۔

---

1 ......(احناف کے نزدیک) **زکوٰۃ واجب** ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں: (۱)......مسلمان ہونا (۲)......بلوغ (۳)......عقل (۴)......آزاد ہونا (۵)......مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا (۶)......پورے طور پر اس کا مالک ہو (۷)......نصاب کا دین (قرض) سے فارغ ہونا (۸)......نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو (۹)...... مال نامی ہو۔(۱۰)......سال گزرنا، سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۸۷۵تا۸۸۴،ملخصًا)۔

2 ......احناف کے نزدیک: زکاۃ تین قسم کے مال پر ہے: (۱)......ثمن یعنی سونا چاندی (۲)......مال تجارت (۳)......سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۸۸۲)

تفصیل:

(۱)......جانور ہو: لہٰذا اونٹ، گائے اور بکری کے علاوہ میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ گھوڑے، خچر، گدھے، ہرن اور بکری کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جانور میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۲)...... چرنے والا ہو: لہٰذا جسے (گھر پر) چارہ دیا گیا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر کبھی چرایا گیا اور کبھی چارہ دیا گیا اور اس میں (خوراک وغیرہ کا) خرچ ظاہر ہو تو بھی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۳)...... پورا سال باقی رہنے والا ہو: جیسا کہ حضور نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کسی مال میں اس وقت تک کوئی زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے۔'' [1]

جانوروں کے پیدا ہونے والے بچے اس شرط سے خارج ہیں کیونکہ ان پر مال کا حکم صادق آتا ہے اور ان کے اصول پر سال گزرنے سے ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی اور سال کے دوران جب کبھی مال بیچ دے یا کسی کو ہبہ کردے تو سال پورا نہیں ہوگا (یعنی وہ جانور حساب میں شمار نہ ہوگا)۔

(۴)......کامل طور پر ملکیت اور تصرف میں ہو: لہٰذا رہن رکھے ہوئے جانوروں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خود اس میں تصرف سے روکا ہوا ہے [2]۔ گمشدہ یا غصب شدہ جانور میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ البتہ اگر وہ اپنے پورے منافع کے ساتھ واپس آجائے تو واپسی پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی دینا ہوگی۔ اگر اس پر اتنا قرض ہے جو اس کے تمام مال کو گھیرے ہوئے ہے تو اس پر کوئی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کے سبب غنی شمار نہ ہوگا اس لئے کہ غنا اس مال سے ہوتا ہے جو حاجت سے بچ جائے۔

(۵)......نصاب پورا ہو: (نصاب کی تفصیل درج ذیل ہے:)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، الحدیث۱۵۷۳، ج۲، ص۱۴۴۔

2 ......احناف کے نزدیک: شے مرہون (جو چیز گروی رکھی گئی ہے اس) کی زکاۃ نہ مرتہن (یعنی جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی ہو اس) پر ہے نہ راہن (گروی رکھنے والے) پر، مرتہن تو مالک ہی نہیں اور راہن کی ملک تام نہیں کہ اس کے قبضہ میں نہیں اور بعد رہن چھڑانے کے بھی ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۸۷۷)

اُونٹ کی زکوٰۃ:

پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، پانچ اونٹوں میں **جذعہ**[1] بھیڑ ہوگی یا **ثَنِیَّہ** (یعنی بکری) جو تیسرے سال میں داخل ہو[2]، دس اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ اونٹوں میں تین بکریاں، بیس اونٹوں میں چار بکریاں ہوں گی اور پچیس اونٹوں میں **ایک بنتِ مخاض**[3] لیا جائے گا اور اگر اس کے مال میں **بنتِ مخاض** نہ ہو تو **ایک ابن لبون**[4] لیا جائے گا اگرچہ وہ دو سال کا مادہ بچہ خرید سکتا ہو۔ چھتیس (سے پینتالیس تک) میں **ایک بنتِ لبون** (یعنی دو سالہ اونٹنی) لی جائے گی، چھیالیس (سے ساٹھ تک) ہوں تو **ایک حقہ**[5] لی جائے گی، اکسٹھ (سے پچھتر تک) ہوں تو **ایک جذعہ** لی جائے گی[6]، چھہتر (سے نوے تک) ہوں تو **دو بنت لبون** لی جائیں گی، اکیانوے (سے 120 تک) ہوں تو **دو حقہ** لی جائیں گی، 121 ہو جائیں تو تین **بنتِ لبون** لی جائیں گی اور جب 130 ہو جائیں تو حساب ٹھہر جائے گا پھر ہر پچاس میں **ایک حقہ** اور ہر چالیس میں **ایک بنت لبون** ہوگی[7]۔

---

1 ......جِذْعہ: جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں داخل ہو جائے (یعنی ایک سالہ بھیڑ)۔ از مصنف

2 ......احناف کے نزدیک: زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو۔ بکری دیں یا بکرا، اس کا اختیار ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب نصاب الابل، ج۳، ص۲۳۸)

3 ......بنتِ مخاض: اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

4 ......اِبْنِ لَبُوْن: اونٹ کا وہ نر بچہ جو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

5 ......حِقَّہ: وہ اونٹنی جو چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

6 ......جِذْعَہ: وہ اونٹنی ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو۔ از مصنف

7 ......احناف کے نزدیک: پانچ اونٹ سے کم میں زکاۃ واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں، مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں **ایک بکری** واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری، دس ہوں تو دو۔ وعلی ھذا القیاس۔ اور اگر پچیس اونٹ ہوں تو **ایک بنت مخاض**، پینتیس تک یہی حکم ہے یعنی وہی **بنت مخاض** دیں گے۔ چھتیس سے پینتالیس تک میں **ایک بنت لبون**، چھیالیس سے ساٹھ تک میں **حقہ**، اکسٹھ سے پچھتر تک **جذعہ**، چھہتر سے نوے تک میں **دو بنت لبون**، اکانوے سے ایک سو بیس تک میں **دو حقہ**، اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک **دو حقہ** اور ہر پانچ میں **ایک بکری**۔ مثلاً ایک سو پچیس میں **دو حقہ ایک بکری** اور ایک سو تیس میں **دو حقہ دو بکریاں**۔ وعلی ھذا القیاس۔

(بہارشریعت، ج۱، ص۸۹۳) تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت کے اسی مقام کا مطالعہ کیجئے۔

گائے کی زکوٰۃ:

تیس سے کم گایوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، تیس گایوں میں ایک تَبِیْع[1]، چالیس میں ایک مُسِنَّہ[2] اور ساٹھ میں دو تبیع، پھر حساب رک جائے گا اور اب ہر چالیس میں ایک مسنہ اور ہر تیس میں ایک تبیع ہوگی[3]۔

بکری کی زکوٰۃ:

چالیس سے کم بکریوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، بکریاں چالیس (سے 120 تک) ہوں تو **ایک جِذْعہ** بھیڑ ہوگی یا بکری کا ایک ثَنِیَّہ ہوگا، **121** (سے **200** تک) میں دو بکریاں ہوں گی، **201** (سے **399** تک) میں تین بکریاں ہوں گی اور **400** میں چار بکریاں ہوں گی، پھر حساب رُک جائے گا اور اب ہر **100** میں ایک بکری ہوگی۔

نصاب میں شریک مالکوں کی زکوٰۃ کی صورت:

اگر ایک نصاب میں دو شخص شریک ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک مالکِ نصاب کی زکوٰۃ کی طرح ہے یعنی: جب دو آدمیوں کی مشترکہ 40 بکریاں ہوں تو ان میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر تین آدمیوں کی مشترکہ **120** بکریاں ہوں تو سب پر ایک ہی بکری زکوٰۃ واجب ہوگی[4]۔ پڑوس کی شرکت حصوں کی شرکت کی طرح ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا باڑہ ایک ہو اور وہ ایک جگہ پانی پییں، ایک ہی جگہ ان کا دودھ دوہا جائے اور ان کی چراگاہ ایک ہو اور نر کا مادہ کو جفتی کرنا ایک وقت میں ہو اور دونوں مالک ان میں سے ہوں جن پر زکوٰۃ واجب ہو۔ ذمی اور مکاتب کے ساتھ

---

1 ......تَبِیْع: وہ گائے جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

2 ......مُسِنَّہ: وہ جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔ از مصنف

3 ......احناف کے نزدیک: گائے بھینس کی زکاۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ، مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو بچھیا اور نر زیادہ ہوں تو بچھڑا۔ (بہارشریعت، ج ۱، ص ۸۹۶)

4 ......احناف کے نزدیک: مویشی میں شرکت سے زکاۃ پر کچھ اثر نہیں پڑتا، خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔ اگر ہر ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے تو دونوں پر پوری پوری زکاۃ واجب اور ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے دوسرے کا نہیں تو اس پر واجب ہے، اس پر نہیں مثلاً ایک کی چالیس بکریاں ہیں دوسرے کی تیس تو چالیس والے پر ایک بکری تیس والے پر کچھ نہیں اور اگر کسی کی بقدر نصاب نہ ہوں مگر مجموعہ بقدر نصاب ہے تو کسی پر کچھ نہیں۔ (بہارشریعت، ج ۱، ص ۹۰۰)

شرکت کا اعتبار نہیں۔بعض اوقات اونٹ عمر میں کم ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ بنتِ مخاض سے کم نہ ہو اور عمر کی کمی کو یوں پورا کیا جائے گا کہ ایک سال کی کمی کو دو بکریوں یا بیس درہم سے پورا کیا جائے گا اور دو سال کی کمی کو چار بکریوں یا چالیس درہم سے پورا کیا جائے گا اور عمر میں زیادہ بھی دے سکتے ہیں مگر وہ جذعہ سے زیادہ بڑا نہ ہو اور جو زیادہ دیا اس کی کمی بیت المال کے کارندوں سے لی جائے گی۔ اگر بعض مال صحیح ہو تو زکوٰۃ میں بیمار جانور نہیں لیا جائے گا اگرچہ ایک ہی صحیح ہو۔ اچھے مال میں سے اچھا مال اور خراب میں سے خراب مال لیا جائے گا اور مال سے کھانے کے لئے تیار کیا ہوا جانور، بچے جننے والا جانور، دودھ دینے والا جانور، سانڈ اور قیمتی مال نہ لیا جائے (بلکہ درمیانی قسم کا لیا جائے)۔

﴿2﴾......زمینی پیداوار کی زکوٰۃ[1]:

ہر اُگنے والی چیز جسے بطورِ غذا استعمال کیا جائے جب آٹھ سو سیر یعنی بیس من ہو تو اس میں عشر واجب ہے[2]۔ اس سے کم میں نہیں، پھلوں اور روئی میں عشر نہیں، لیکن اس غلے میں عشر ہے جسے بطورِ غذا استعمال کرتے ہیں۔ خشک کھجور (چھوہاروں) اور کشمش میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خشک کھجوروں اور کشمش جبکہ تر کھجور اور انگور نہ ہو تو اس پر عشر واجب ہونے میں بیس من کا اعتبار ہے اور وزن کا اعتبار خشک ہونے کے بعد ہو گا۔

زمینی پیداوار میں شریک مالکوں کے عشر کی صورت:

جب حصوں میں شرکت ہو تو دو شریکوں کے مال کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر پورا کیا جائے گا جیسے تمام شرکا کے ورثا میں مشترکہ باغ میں آٹھ سو سیر یعنی بیس من کشمش ہو تو تمام پر ان کے حصوں کے اعتبار سے دو من کشمش واجب ہو گی اور اس میں پڑوس کی شرکت کا اعتبار نہیں۔ گندم کا نصاب جَو سے پورا نہیں کیا جائے گا۔ البتہ جَو کا نصاب سُلت (یعنی چھلکے کے بغیر جَو جسے پیغمبری جَو کہتے ہیں) سے پورا کیا جائے گا کیونکہ یہ اسی کی قسم ہے۔

---

1 ...... زمینی پیداوار کی زکوٰۃ کے مسائل تفصیلاً جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت ج1، حصہ5، ص914 تا921** کا اور 48 صفحات پر مشتمل **"عشر کے احکام"** نامی رسالے کا مطالعہ کیجئے۔

2 ...... احناف کے نزدیک: اس میں نصاب بھی شرط نہیں۔ ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر (یعنی دسواں حصہ) واجب ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۹۱۷)

زمینی پیداوار میں عشر کب واجب ہوگا؟

زمینی پیداوار میں عشر (یعنی دسواں حصہ) اس صورت میں واجب ہوگا جبکہ وہ فصل جاری پانی یا نالی سے سیراب ہوتی ہو اور اگر اسے اونٹ یا کنوئیں سے ڈولوں کے ذریعے سیراب کیا جائے تو نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر دونوں طریقے جمع ہو جائیں (یعنی بارش اور کنوئیں کا پانی وغیرہ) تو غالب کا اعتبار کیا جائے گا۔ نیز کھجور، خشک کشمش اور خشک غلے سے بھوسہ وغیرہ دور کرنے کے بعد عشر لیا جائے تر کھجور اور انگور سے عشر نہ لیا جائے۔ البتہ اگر درختوں پر کوئی آفت آجائے اور پھل پکنے سے پہلے درختوں کو کاٹنا ضروری ہو تو تر کھجوروں سے بھی عشر لیا جائے ماپ کر نو حصے مالک کو اور ایک حصہ فقیر کو دیا جائے اور یہ تقسیم ہمارے اس قول کے مخالف نہیں کہ "تقسیم بیع ہے۔" (یعنی جب کچے پھل کی خرید وفروخت جائز نہیں تو تقسیم کس طرح جائز ہوگی) بلکہ حاجت کے تحت اس کی اجازت دی جائے گی۔

عشر واجب ہونے کا وقت:

عشر واجب ہونے کا وقت یہ ہے کہ پھلوں میں صلاحیت ظاہر ہو جائے اور دانہ سخت ہو جائے جبکہ عشر کی ادائیگی خشک ہونے کے بعد ہوگی۔

﴿3﴾......سونے چاندی کی زکوٰۃ:

چاندی کا نصاب: خالص چاندی جب مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے وزن سے 200 درہم (یعنی ساڑھے باون تولے چاندی) پر سال پورا ہو جائے تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہ چالیسواں حصہ ہے اور زائد میں اس کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی اگرچہ ایک درہم ہو[1]۔ **سونے کا نصاب:** بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولے) سونا ہے اور یہ بھی مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے وزن سے ہے اس میں بھی چالیسواں حصہ ہے اور جو زیادہ ہو اس میں اس کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی اور اگر نصاب سے کچھ بھی کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ جس کے پاس کھوٹ ملے دراہم ہوں تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے جبکہ اس میں خالص چاندی کی بھی اتنی مقدار موجود ہو۔ سونے کی ڈلی، ممنوع زیورات

---

1 ...... احناف کے نزدیک: نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے، مثلاً دوسو چالیس درم ہو تو زکاۃ میں چھ درم واجب۔ وعلی ھذا القیاس۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۹۰۳، ملخصًا)

جیسے سونے چاندی کے برتن اور مردوں کے لئے سونے کی کاٹھیوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور جائز (یعنی عورتوں کے استعمالی) زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں[1]۔ اگر قرض کسی ایسے شخص پر ہو جو دینے پر قادر ہو (لیکن دینے میں ٹال مٹول کر رہا ہو) تو اس قرض پر بھی زکوٰۃ ہے لیکن قرض وصول کرنے کے بعد واجب ہوگی اور اگر قرض کی ادائیگی کا وقت مقرر ہو تو مدت پوری ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

﴿4﴾......مالِ تجارت کی زکوٰۃ:

یہ بھی سونے چاندی کی زکوٰۃ کی طرح ہے۔ اگر رقم نصاب کے برابر ہو تو سال اس وقت سے شروع ہوگا جب وہ اس رقم کا مالک ہوا جس سے اس نے سامان خریدا اور اگر رقم نصاب سے کم ہو یا اس نے سامان کے بدلے تجارت کی نیت سے کوئی چیز خریدی تو خریداری کے وقت سے سال کی ابتدا ہوگی اور ملک میں رائج سکوں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور اسی کے ساتھ قیمت لگائی جائے گی اگر کسی سکے سے سامان خریدا اور اس سے نصاب کامل ہے تو اپنے شہر کے سکے کے بجائے اسی سے قیمت لگانا زیادہ بہتر ہے۔

جس نے اپنے ذاتی مال میں تجارت کی نیت کی تو محض نیت سے سال شروع نہ ہوگا جب تک کہ اس سے کوئی چیز نہ خریدے۔ سال پورا ہونے سے پہلے تجارت کی نیت ختم ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ اس سال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

سال کے آخر میں حاصل ہونے والے منافع پر اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی جبکہ اصل مال پر سال پورا ہو جائے، اس کے لئے الگ سال شروع نہ کیا جائے جیسے جانوروں کے بچوں میں نہیں کرتے زرگروں (سناروں) کے درمیان

1...... احناف کے نزدیک: سونا چاندی جب کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکاۃ چالیسواں حصہ ہے، خواہ وہ ویسے ہی (ڈلی کی صورت میں) ہوں یا ان کے سکے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی کوئی چیز بنی ہوئی ہو خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لئے زیور، مرد کے لئے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا استعمال ناجائز ہو جیسے چاندی سونے کے برتن، گھڑی، سرمہ دانی، سلائی کہ ان کا استعمال مرد و عورت سب کے لئے حرام ہے یا مرد کے لئے سونے چاندی کا چھلا یا زیور یا سونے کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشے سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی یا چند انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی، غرض جو کچھ ہو زکاۃ سب کی واجب ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۹۰۳)

جاری رہنے والے باہمی تبادلوں سے ان کے مال میں سال ختم نہیں ہوتا جس طرح باقی تجارتوں میں ختم نہیں ہوتا۔

مالِ مضاربت[1] کے نفع میں مضارب پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگرچہ ابھی تقسیم نہ ہوا ہو قیاس کا تقاضا یہی ہے۔

﴿5﴾......دفینوں اور معدنیات کی زکوٰۃ:

دفینے کی زکوٰۃ: اس مال کو رِکاز کہتے ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں کہیں دفن کیا گیا اور ایسی جگہ سے ملا جس پر اسلام میں مِلک جاری نہیں ہوئی تو اس خزانے کو پانے والے پر سونے چاندی کی صورت میں پانچواں حصہ لازم ہوگا اور سال پورا ہونے کا اعتبار نہ ہوگا اور بہتر تو یہ ہے کہ اسی طرح نصاب کا اعتبار بھی نہ ہو کیونکہ پانچواں حصہ واجب کرنے میں مالِ غنیمت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اور نصاب کا اعتبار کرنا بھی بعید از قیاس نہیں کیونکہ اس کے استعمال کی جگہ وہی ہے جو زکوٰۃ کی ہے اسی لئے صحیح قول کے مطابق دفینے کو سونے چاندی کے ساتھ خاص کیا جائے گا۔

معدنیات کی زکوٰۃ: سونے چاندی کے علاوہ معدنیات پر زکوٰۃ نہیں[2]۔ دو اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق سونے چاندی کو بھٹی سے گزارنے اور خالص کرنے کے بعد ان میں سے چالیسواں حصہ لیا جائے گا اور اسی بنیاد پر نصاب معتبر ہوگا۔ سال پورا ہونے کے متعلق دو قول ہیں ایک قول کے مطابق خمس واجب ہے اس بنیاد پر نصاب کا اعتبار نہ ہوگا۔ نصاب کے متعلق بھی دو قول ہیں زیادہ مناسب یہ ہے (اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے) کہ واجب مقدار میں مالِ تجارت کی زکوٰۃ سے ملا دیں کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی کمائی ہے اور سال کے اعتبار سے عُشری چیزوں کے ساتھ ملا دیں اس طرح سال کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ یہ بالکل نرمی کا برتاؤ ہے۔ البتہ! عُشری چیزوں کی طرح نصاب کا اعتبار کیا جائے گا لیکن احتیاط اس میں ہے کہ قلیل وکثیر مقدار میں پانچواں حصہ نکالا جائے اور شبۂ اختلاف سے بچتے ہوئے سونے چاندی کے عین سے نکالیں کیونکہ یہ گمان تعارض کے قریب ہے اور تعارضِ اشتباہ کے سبب ایک بات پر فتویٰ دینا ممکن نہیں۔

---

1 ...... مضاربت: تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام اور منافع میں دونوں شریک۔ مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو دیا اسے راس المال کہتے ہیں۔

(ماخوذ از بہارشریعت، ج٣، ص ١)

2 ......احناف کے نزدیک: کان سے لوہا، سیسہ، تانبہ، پیتل، سونا چاندی نکلے، اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے۔ (البتہ) فیروزہ و یاقوت و زمرد و دیگر جواہر اور سرمہ، پھٹکری، چونا، موتی میں اور نمک وغیرہ بہنے والی چیزوں میں خمس نہیں۔

(بہارشریعت، ج ١، ص ٩١٢، مخلصًا)

﴿6﴾......صدقۂ فطر:

صدقۂ فطر زبانِ مصطفٰے سے ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس اپنے اور اپنے زیر کفالت لوگوں کے لئے عید الفطر کے دن اور رات کے کھانے سے ایک صاع زائد ان چیزوں میں سے ہو جسے بطورِ خوراک استعمال کیا جاتا ہے[1] اور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صاع سے اس کا حساب لگایا جائے گا[2] جو کہ دو سیر اور سیر کا تہائی حصہ ہے[3]۔ اس چیز کی جنس سے دے جسے وہ خود کھاتا ہے یا اس سے افضل چیز سے دے۔ اگر وہ گندم کھاتا ہے تو صدقۂ فطر میں جَو دینا جائز نہیں[4]۔ اگر مختلف اناج کھاتا ہے تو ان میں سے بہتر کو اختیار کرے بہر حال جس سے دے ادا ہو جائے گا اور صدقۂ فطر کی تقسیم اَموال کی زکوٰۃ کی تقسیم کی طرح ہے۔ لہٰذا اس میں تمام مصارفِ زکوٰۃ (یعنی جنہیں زکوٰۃ دی جاتی ہے) کو گھیرنا ضروری ہے۔ صدقۂ فطر میں آٹا یا ستو دینا جائز نہیں[5]۔

مسلمان مرد پر اپنی بیوی بچوں[6]، غلاموں اور ہر اس قریبی رشتہ دار کا صدقۂ فطر واجب ہے جو اس کے زیر کفالت ہو یعنی اس کے ماں باپ اور اولاد میں سے جن کا نفقہ اس پر واجب ہے ان کی طرف سے صدقۂ فطر دے گا[7] کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تمہارے زیر کفالت ہیں ان کا

1......احناف کے نزدیک صدقۂ فطر کے وجوب کی شرائط درج ذیل ہیں: **صدقۂ فطر** ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کی نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔ اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ (بہارشریعت، ج ۱، ص۹۳۵)

2......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر علی المسلمین......الخ، الحدیث۹۸۴، ص۴۸۹۔

3......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب فیضان سنت جلد اول صفحہ 1321 پر ہے: ''احناف کے نزدیک صدقۂ فطر کی مقدار ایک سوپَے چَھتّر روپے اَٹھنّی بھر'' وزن گیہوں یا اس کا آٹا یا اتنے گیہوں کی قیمت ایک صدقۂ فطر کی مقدار ہے (یعنی 2 کلوگرام سے 80 گرام کم)۔

4......احناف کے نزدیک: جو وغیرہ دینا بھی جائز ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج ۱، ص۹۳۹)

5......احناف کے نزدیک: گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے۔ (بہارشریعت، ج ۱، ص۹۳۹)

6......احناف کے نزدیک: اپنی عورت اور اولادِ عاقل بالغ کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اگرچہ اپاہج ہو، اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔ (بہارشریعت، ج ۱، ص۹۳۸)

7......احناف کے نزدیک: ماں باپ، دادا دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کرسکتا۔ (بہارشریعت، ج ۱، ص۹۳۸)

صدقۂ فطر ادا کرو۔“ [1]

مشترک غلام کا صدقۂ فطر دونوں شریکوں پر واجب ہے [2] لیکن کافر غلام کا صدقۂ فطر واجب نہیں۔ اگر زوجہ اپنی طرف سے ادا کرے تو ادا ہو جائے گا اور شوہر اس کی اجازت کے بغیر بھی ادا کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص بعض کا نفقہ ادا کر سکتا ہو تو بعض کا ہی ادا کر دے اور ان میں سے زیادہ حق دار وہ ہیں جن کا نفقہ زیادہ لازم ہے۔ چنانچہ، حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بچوں کے نفقہ کو بیوی کے نفقہ پر اور بیوی کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر مقدم فرمایا ہے۔ [3]

پس یہ وہ فقہی احکام ہیں کہ جن کا جاننا مال دار شخص کے لئے ضروری ہے اور کبھی ان مسائل کے علاوہ نادر واقعات بھی پیش آتے ہیں تو ایسے واقعات کے پیش آنے پر علما سے پوچھنے میں حرج نہیں لیکن ان مسائل کو یاد رکھنا چاہئے۔

دوسری فصل: زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی ظاہری و باطنی شرائط

جان لیجئے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے پر پانچ باتوں کی رعایت ضروری ہے:

﴿1﴾......نیت کرنا:

یعنی اپنے دل سے فرض زکوٰۃ کی نیت کرے مگر اس پر مال کو متعین کرنا لازم نہیں۔ اگر اس کا مال غائب ہو تو یوں کہے: یہ میرے غائب مال کی زکوٰۃ ہے اگر وہ صحیح سلامت ہے ورنہ نفلی صدقہ ہو جائے یہ کہنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر وہ تصریح نہ کرتا اور مطلقاً کہتا تو بھی اسی طرح ہوتا اور ولی کی نیت پاگل اور بچے کی نیت کے قائم مقام ہے۔ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے (اور بادشاہِ اسلام اس سے جبراً لے لے) تو بادشاہ کی نیت اس کی نیت کے قائم مقام ہو جاتی ہے لیکن یہ ظاہری دنیوی حکم کے اعتبار سے ہے یعنی دنیا میں اس سے مطالبہ نہ ہو، آخرت کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری باقی رہے گی یہاں تک کہ وہ نئے سرے سے زکوٰۃ ادا کرے۔ اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کسی کو وکیل بنائے اور وکیل بناتے ہوئے نیت کر لے یا کسی کو نیت کا وکیل کرے تو کافی ہے کیونکہ نیت کا وکیل بنانا بھی نیت ہی ہے۔

---

1 ......السنن الکبری للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب اخراج زکاۃ الفطر عن نفسہ......الخ، الحدیث: ۷۶۸۲، ج۴، ص۲۷۲، مفہومًا۔

2 ......احناف کے نزدیک مشترک غلام کا صدقۂ فطر کسی پر واجب نہیں۔ چنانچہ، بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالے سے ہے کہ دو یا چند شخصوں میں غلام مشترک ہے تو اس کا فطرہ کسی پر نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۹۳۷)

3 ......سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی صلاۃ الرحم، الحدیث: ۱۶۹۱، ج۲، ص۱۸۴، مفہومًا۔

﴿2﴾......سال پورا ہونے پر ادائیگی میں جلدی کرنا:

سال پورا ہونے پر زکوٰۃ جلدی ادا کر دے۔صدقۂ فطر میں عید الفطر کے دن سے تاخیر نہ کرے اور صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت ماہِ رمضان کے آخری دن کے غروبِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے(۱) اور اسے جلدی ادا کرنے کا وقت پورا ماہِ رمضان ہے۔جو شخص قدرت کے باوجود اپنے مال کی زکوٰۃ دینے میں تاخیر کرے تو وہ گنہگار ہے لیکن اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ اس کا مال ضائع ہو جائے اور قادر ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسے مستحقِ زکوٰۃ مل جائے اور اگر اس نے مستحق نہ ملنے کے سبب زکوٰۃ دینے میں تاخیر کی اور مال ضائع ہو گیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ نصاب مکمل ہونے اور سال گزرنے کے بعد جلدی زکوٰۃ دینا جائز ہے(۲) اور دو سال کی زکوٰۃ جلدی ادا کر دینا بھی جائز ہے اور جلدی زکوٰۃ ادا کی پھر سال پورا ہونے سے پہلے مسکین مر گیا یا مرتد ہو گیا یا زکوٰۃ کے علاوہ مال کے سبب امیر ہو گیا یا مالک کا مال تلف ہو گیا یا مالک مر گیا تو دیئے ہوئے مال سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اس سے واپس بھی نہیں لے سکتا البتہ اگر دیتے وقت واپسی کی شرط لگائے تو واپس لے سکتا ہے۔لہٰذا زکوٰۃ جلدی دینے والے کو امورِ آخرت اور آخرت کی سلامتی کی طرف دھیان دینا چاہئے۔

﴿3﴾......مال کی جگہ قیمت نہ دینا:

مال کے بجائے قیمت نہ دے بلکہ جس کے بارے میں حکم ہے وہی مال دے۔لہٰذا سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا نہ دے اگرچہ یہ قیمت میں زیادہ ہو(۳)۔

1......احناف کے نزدیک: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۹۳۵)

2......احناف کے نزدیک: زکوٰۃ فرض ہو جانے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب ہے اور اس کی ادائیگی میں بلا عذرِ شرعی تاخیر کرنا گناہ ہے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الزکوۃ، فصل فی مال التجارۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۰)

3......احناف کا موقف: کسی کے پاس سونا بھی ہے اور چاندی بھی اور دونوں کی کامل نصابیں تو یہ ضرور نہیں کہ سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا قرار دے کر زکاۃ ادا کرے، بلکہ ہر ایک کی زکاۃ علیحدہ علیحدہ واجب ہے۔ہاں زکاۃ دینے والا اگر صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکاۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے مگر اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہے۔

(بہار شریعت، ج ۱، ص ۹۰۴)

﴿4﴾......زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہ کرنا[1]:

چوتھی شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ کو دوسرے شہر کی طرف منتقل نہ کرے کیونکہ ہر شہر کے مساکین وہاں کے مالوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور دوسری جگہ منتقل کرنے سے بدگمانی پیدا ہوگی۔ اگر کوئی ایسا کرے تو ایک قول کے مطابق زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اختلاف کے شبہ سے نکلنا زیادہ بہتر ہے۔ لہٰذا پورے مال کی زکوٰۃ اسی شہر میں نکالے اور اسی شہر کے غربا میں تقسیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

﴿5﴾......مصارفِ زکوٰۃ کی تعداد کے مطابق مال زکوٰۃ تقسیم کرنا:

اپنے شہر میں موجود تمام مصارفِ زکوٰۃ کی تعداد کے مطابق مال تقسیم کرے کیونکہ تمام مصارفِ زکوٰۃ کو گھیرنا واجب ہے[2] کہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ...الایة (پ۱۰، التوبة:۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار۔

یہ مریض کے اس قول کے مشابہ ہے کہ ''میرا تہائی مال فقرا اور مساکین کے لئے ہے'' اور اس کا تقاضا ہے کہ مالک بنانے میں سب کو شریک کیا جائے اور عبادات میں ظاہری مفہوم مراد لینے سے بچا جائے۔

آٹھ اقسام میں سے دو قسم کے مستحق زکوٰۃ ایسے ہیں جو اکثر شہروں میں نہیں پائے جاتے: (۱)......ایک مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب (یعنی جن کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے زکوٰۃ دی جاتی ہے) اور (۲)......عَامِل (یعنی جسے بادشاہِ اسلام نے زکوٰۃ

---

1 ......احناف کے نزدیک: دوسرے شہر کو زکاۃ بھیجنا مکروہ ہے، مگر جب کہ وہاں اس (یعنی بھیجنے والے) کے رشتے والے ہوں تو ان کے لئے بھیج سکتا ہے یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیزگار ہیں یا مسلمانوں کے حق میں وہاں بھیجنا زیادہ نافع ہے یا طالبِ علم کے لئے بھیجے یا زاہدوں کے لئے یا دار الحرب میں ہے اور زکاۃ دار الاسلام میں بھیجے یا سال تمام سے پہلے ہی بھیج دے، ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ (نیز) شہر سے مراد وہ شہر ہے جہاں مال ہو، اگر خود ایک شہر میں ہے اور مال دوسرے شہر میں تو جہاں مال ہو وہاں کے فقرا کو زکاۃ دی جائے اور صدقۂ فطر میں وہ شہر مراد ہے جہاں خود ہے، اگر خود ایک شہر میں ہے اس کے چھوٹے بچے اور غلام دوسرے شہر میں تو جہاں خود ہے وہاں کے فقرا پر صدقۂ فطر تقسیم کرے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۹۳۳)

2 ......احناف کے نزدیک: زکاۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے یا ان میں کسی ایک کو دیدے، خواہ ایک قسم کے چند اشخاص کو یا ایک کو۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۹۲۷)

اورعشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا)۔ چار قسم کے مستحق زکوٰۃ ایسے ہیں جو تمام شہروں میں پائے جاتے ہیں: (۱)......فقرا (۲)......مساکین (۳)......قرض داراور (۴)......مسافر۔ دو قسم کے مستحق زکوٰۃ بعض شہروں میں پائے جاتے ہیں، بعض میں نہیں: (۱)...... جہاد کرنے والے اور (۲)......مکاتب غلام[1]۔

مثال کے طور پر اگر پانچ قسم کے لوگ موجود ہوں تو ان کے درمیان برابر برابر یا اس کے قریب قریب مال کی زکوٰۃ تقسیم کی جائے۔ ہر ایک کے لئے ایک حصہ مقرر کیا جائے پھر ہر قسم کو آپس میں برابر برابر یا تھوڑے بہت فرق کے ساتھ تین حصوں میں تقسیم کرے یا زیادہ حصے کرے اور کسی ایک قسم کے تحت سب کو برابر دینا واجب نہیں، اس کے لئے جائز ہے کہ دس یا بیس پر تقسیم کرے پس ہر ایک کا حصہ کم ہو جائے گا لیکن اقسامِ مصارف زیادتی یا کمی کو قبول نہیں کرتیں۔ لہٰذا ہر قسم میں تین سے کم نہ کرے اگر وہ پائے جاتے ہوں۔ پھر اگر صدقۂ فطر میں ایک ہی صاع واجب ہو اور پانچ قسم کے مصارف پائے جائیں تو اسے چاہئے کہ پندرہ آدمیوں کو دے، اگر امکان کے باوجود ایک کو نہ پہنچے تو اس ایک کے حصے کا تاوان دے، اگر واجب کے کم ہونے کے سبب یہ (یعنی تقسیم) مشکل ہو تو ایک گروہ کو جن پر زکوٰۃ واجب ہو، اپنے ساتھ شریک کرلے اور اپنا مال ان کے مال کے ساتھ ملالے پھر مستحقین کو جمع کرے اور مال ان کے سپرد کردے تاکہ وہ آپس میں تقسیم کرلیں کیونکہ یہ عمل اس کے لئے ضروری ہے۔

زکوٰۃ کے باطنی آداب کی باریکیاں

جان لیجئے کہ راہِ آخرت کا ارادہ کرنے والے ہر شخص پر زکوٰۃ کے متعلق کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

﴿1﴾......زکوٰۃ کے وجوب اور اس کے معنی کو سمجھنا نیز اس کے ذریعے آزمائش کی وجہ کیا ہے؟ اسے اسلام کے بنیادی اَرکان میں سے کیوں قرار دیا گیا حالانکہ یہ محض مالی تصرُّف ہے، بدنی عبادات سے نہیں۔

وجوب زکوٰۃ کی تین وجوہات:

پہلی وجہ: کلمات شہادت کی ادائیگی کا مقصد توحید کو لازم کرنا اور معبود کے ایک ہونے کی گواہی دینا ہے اور اسے پورا کرنے کی شرط یہ ہے کہ مُوَحِّد (توحید کے قائل) کے لئے اس یکتا ذات کے سوا کوئی محبوب نہ رہے کیونکہ محبت

[1] ......**مکاتب:** آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کردے تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کرلے تو ایسے غلام کو **مکاتب** کہتے ہیں۔ (ماخوذ ازبہار شریعت، ج۲، حصہ۹، ص۲۹۲)

شرکت کو قبول نہیں کرتی اور زبان کے ساتھ وحدانیت کا اقرار کرنے میں کم آزمائش ہے اور محبوب کی جدائی سے محبّ کے درجے کا امتحان لیا جاتا ہے اور بندوں کے نزدیک پسندیدہ ومحبوب چیز اموال ہیں کیونکہ یہ دنیا میں ان کے لطف اٹھانے کا آلہ ہیں اور انہی اموال کے ذریعے وہ اس جہان سے مانوس ہوتے اور موت سے نفرت کرتے ہیں حالانکہ اسی موت کے ذریعے محبوب کی ملاقات ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے دعویٰ کی تصدیق کے لئے محبوب چیز میں انہیں آزمایا جاتا اور ان سے اس مال کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو انہیں محبوب ومرغوب ہے۔ اسی لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (پ۱۱، التوبة: ۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

اور یہ فضیلت جہاد سے حاصل ہوتی ہے اور جہاد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کے شوق میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کا نام ہے اور مال سے چشم پوشی کرنا جان کی بنسبت زیادہ آسان ہے۔ جب مال واسباب کے خرچ کرنے پر یہ معنی سمجھے گئے تو اب لوگوں کی تین قسمیں بن گئیں:

اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کافی ہیں:

(۱)......وہ لوگ جنہوں نے توحید کی تصدیق کی اور اپنے عہد کو پورا کیا، اپنا تمام مال چھوڑ دیا، درہم ودینار جمع نہ کئے اور ایسی نوبت ہی نہ آنے دی کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہو یہاں تک کہ ان میں سے بعض سے پوچھا گیا کہ ”دوسو درہم میں کتنی زکوٰۃ فرض ہے؟“ تو فرمایا: ”عوام پر تو شریعت کے حکم سے پانچ درہم ہیں لیکن ہم پر تمام مال خرچ کرنا واجب ہے۔“ اسی لئے امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا تمام مال صدقہ کردیا اور امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا آدھا مال پیش کردیا سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: ”اے عمر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟“ عرض کی: ”اسی کی مثل۔“ پھر امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: ”گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟“ عرض کی: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول کافی ہیں۔“ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم دونوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلمات میں فرق ہے۔“[1] پس امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام صدق کو پورا کردیا

---

[1]......سنن ابی داود، کتاب الزکاة، باب فی الرحمة فی ذلک، الحدیث۱۶۷۸، ج۲، ص۱۸۰، بِدُونِ بَعْضِ الْاَلْفَاظ۔

اور اپنے پاس اللہ اور اس کے رسول کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔

مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں:

(۲)......دوسری قسم کے لوگوں کا درجہ پہلی قسم کے لوگوں سے کم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال روک رکھتے ہیں۔ضروریات اور خیرات کے موسموں کے منتظر رہتے ہیں۔جمع کرنے سے ان کا مقصد عیش وعشرت نہیں بلکہ ضرورت کے مطابق خرچ کرنا ہوتا ہے۔وہ حاجت سے زائد مال کو ضرورت پڑنے پر نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ زکوٰۃ کی مقدار پر اکتفا نہیں کرتے اور ایک گروہِ تابعین نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں جیسے حضرت سیِّدُنا امام نخعی، حضرت سیِّدُنا شعبی، حضرت سیِّدُنا عطا اور حضرت سیِّدُنا مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا گیا کہ ”کیا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے؟“ فرمایا: جی ہاں! کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى

(پ۲، البقرۃ:۱۷۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں کو۔

نیز انہوں نے ان فرامین باری تعالیٰ سے استدلال کیا:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾

(پ۹، الانفال:۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوا:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ

(پ۲۸، المنافقون:۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو۔

ان حضرات کا خیال ہے کہ یہ حکم آیتِ زکوٰۃ سے منسوخ نہیں بلکہ یہ مسلمان پر مسلمان کے حق میں داخل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مالِ زکوٰۃ کے علاوہ مال دار پر واجب ہے کہ جب وہ محتاج کو پائے تو اس کی حاجت پوری کرے۔ اس باب میں فقہ کی رو سے درست مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو حاجت تنگ کرے تو دوسروں پر اس کا ازالہ کرنا فرضِ کفایہ ہے کیونکہ کسی مسلمان کو ضائع کرنا جائز نہیں۔البتہ یہ احتمال ہے کہ ”یوں کہا جائے کہ مال دار اسے اتنا مال

قرض دے دے کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے اور جب مال دار اپنے مال کی زکوٰۃ دے دے تو اب مزید کچھ خرچ کرنا اس پر لازم نہیں۔" یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ "اسی وقت اس پر خرچ کرنا لازم ہے لیکن قرض دینا جائز نہیں یعنی فقیر کو قرض قبول کرنے کی تکلیف دینا لازم نہیں۔" اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

(۳)......قرض لینا عوام کے درجات میں سے آخری درجے کی طرف اترنا ہے اور یہ تیسری قسم کا درجہ ان لوگوں کا ہے جو واجب کی ادائیگی پر اکتفا کرتے ہیں کہ نہ اس سے کم کرتے ہیں، نہ زیادہ۔ (عارفین کے نزدیک) یہ تمام درجات سے کم درجہ ہے۔ عام لوگ اسی پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ وہ مال کے معاملے میں کنجوسی سے کام لیتے اور اس کی طرف میلان کی وجہ سے آخرت سے ان کی محبت کمزور ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ یَّسْـٴَـلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ (پ۲۶، محمد:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بُخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کر دے گا۔

ان دونوں بندوں میں کتنا فرق ہے کہ ایک سے اس کا جان اور مال جنت کے بدلے خرید لیا اور دوسرے پر اس کے بخل کی وجہ سے زیادہ مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو مال خرچ کرنے کا جو حکم فرمایا یہ اس کے معانی میں سے ایک معنی ہے۔

دوسری وجہ: بخل کی صفت سے پاک ہونا کیونکہ یہ مہلکات میں سے ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: (۱)......ایسا بخل جس کی اطاعت ہو (۲)......ایسی خواہش جس کی اتباع کی جائے (۳)......انسان کا اپنے آپ کو اچھا جاننا۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۸، الحشر:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

آگے مہلکات کے باب میں بخل کے ہلاکت خیز ہونے کی وجہ اور اس سے بچنے کا طریقہ بیان کیا جائے گا۔

---

1 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الخوف من اللّٰه تعالی، الحدیث:۷۴۵، ج۱، ص۴۷۱۔

بخل سے بچنے کا طریقہ:

بخل کی صفت یوں زائل ہوسکتی ہے کہ انسان مال خرچ کرنے کا عادی ہو جائے کیونکہ کسی چیز کی محبت اسی صورت میں ختم ہوسکتی ہے کہ انسان اس کے چھوڑنے پر نفس کو مجبور کرے یہاں تک کہ وہ اس کی عادت بن جائے اسی معنی کے اعتبار سے زکوٰۃ پاک کرنے والی ہے یعنی صاحبِ مال کو ہلاکت خیز بخل کی برائی سے پاک کر دیتی ہے اور پاکیزگی اسی قدر حاصل ہوگی جس قدر بندہ خرچ کرتے اور زکوٰۃ دیتے وقت خوشی کا اظہار کرے گا۔

مالی نعمتوں کا شکر:

تیسری وجہ: نعمت کا شکر ادا کرنا چونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندے پر اس کی جان اور مال کے اعتبار سے انعام فرمایا ہے۔ لہٰذا بدنی عبادات بدنی نعمتوں اور مالی عبادات مالی نعمتوں کا شکر ہیں۔ وہ شخص کتنا حقیر ہے جو کسی فقیر کو دیکھتا ہے کہ اُسے رزق کی تنگی لاحق ہے اور وہ اِس کا محتاج ہے پھر بھی وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے پر مائل نہیں ہوتا کہ اُس نے اِسے سوال سے بے نیاز کر دیا اور مال کے چالیسویں یا دسویں حصے میں دوسروں کو اس کا محتاج بنا دیا۔

﴿2﴾......دوسری ذمّہ داری وقتِ ادائیگی سے متعلق ہے۔ دیندار لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ حکمِ الٰہی بجالانے میں اظہارِ رغبت کے لئے وقتِ وجوب سے پہلے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تاکہ وہ فقرا کے دلوں میں خوشی داخل کریں اور حوادثاتِ زمانہ کی وجہ سے جلدی کرتے ہیں تاکہ بھلائی کے کام میں حرج واقع نہ ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ تاخیر کرنے میں آفات ہیں نیز اگر وقتِ وجوب سے تاخیر ہوئی تو بندہ گنہگار رہتا ہے۔ کبھی کبھار باطن سے نیکی کی آواز آتی ہے تو اسے غنیمت سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ فرشتے کا القا ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ ''مومن کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔''

تو اس کا بدلنا کتنا تیز ہوگا جبکہ شیطان تنگدستی سے ڈراتا اور بے حیائی اور بری باتوں کا حکم دیتا ہے اور فرشتے کے القا کے بعد شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے۔ لہٰذا دل میں سببِ خیر گزرنے کو غنیمت جانے۔

ادائیگیٔ زکوٰۃ کے افضل اوقات:

اگر یک مشت زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو اس کے لئے ایک مہینہ مقرر کرلے اور افضل اوقات میں زکوٰۃ ادا کرنے کی کوشش

کرے تاکہ اس کے سبب ثواب زیادہ ہو اور زکوٰۃ دوگنا ہو جائے۔ جیسے محرم کا مہینہ کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور حرمت والے مہینوں میں سے ہے یا ماہِ رمضان المبارک کہ آقائے دو عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام مخلوق سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں تیز چلنے والی ہوا کی طرح ہوتے کہ اس میں کوئی چیز نہ روکتے،[1] رمضان شریف میں شبِ قدر کی فضیلت بھی ہے نیز قرآن پاک بھی اس ماہِ مبارک میں نازل ہوا۔

رمضان نہیں بلکہ ماہِ رمضان کہو:

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرمایا کرتے تھے کہ ''رمضان نہ کہو بلکہ ماہ رمضان کہو کیونکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔''

ماہِ ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَام بھی کثیر فضل و برکت والے مہینوں میں سے ہے کیونکہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس میں حجِ اکبر ہے اور معلوم دن یعنی پہلے دس دن اور گنے ہوئے دن یعنی ایامِ تشریق بھی اسی میں ہیں[2]۔ ماہِ رمضان کے آخری اور ماہِ ذُوالْحِجَّہ کے پہلے دس دن افضل ہیں۔

چھپا کر صدقہ کرنے کی فضیلت:

﴿3﴾...... تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ زکوٰۃ کا پوشیدہ ادا کرنا کیونکہ یہ ریا اور نام و نمود سے دور ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''افضل صدقہ یہ ہے کہ کم کمانے والے کا محنت کر کے فقیر کو پوشیدہ طور پر صدقہ دینا۔''[3]

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''تین باتیں نیکی کے خزانوں میں سے ہیں۔ ان میں سے ایک

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی......الخ، الحدیث:٦، ج١، ص١٠، مفہومًا۔

2 ......ایامِ تشریق کی وجہ تسمیہ: بقرعید کے دن یعنی دسویں ذِی الْحِجَّہ کے بعد والے تین دنوں کو ایامِ تشریق کہتے ہیں کہ ان دنوں میں اہل عرب قربانی کے گوشت سکھاتے انہیں دھوپ دیتے ہیں، تشریق بمعنی سکھانا، دھوپ دینا۔ (مراۃ المناجیح، ج٢، ص١٧١)

ایامِ تشریق پانچ ہیں: چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت، جلد اول، صفحہ 784 پر ہے: نویں ذِی الْحِجَّہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک، ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں، وہ یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث:٢١٢٦٠، ج٨، ص١٣٠۔

پوشیدہ طور پر صدقہ کرنا ہے۔'' (۱)

نیز مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک بندہ پوشیدہ طور پر کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پوشیدہ میں لکھ دیتا ہے پھر اگر وہ ظاہر کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پوشیدہ سے نکال کر علانیہ میں لکھ دیتا ہے اور اگر وہ کسی کو بتاتا ہے تو پوشیدہ اور علانیہ دونوں سے نکال کر ریا میں لکھ دیتا ہے۔'' (۲)

مشہور حدیث میں ہے کہ ''سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دن (عرش کا) سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ ہے جس نے یوں صدقہ کیا کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی کہ دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا۔'' (۳)

ایک روایت میں ہے: ''صَدَقَۃُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ یعنی پوشیدہ صدقہ غضبِ الٰہی کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' (۴)

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔

چھپا کر صدقہ دینے کا فائدہ:

پوشیدہ صدقہ دینے کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ دکھاوے اور نام ونمود کی آفات سے بچ جاتا ہے۔ نیز مروی ہے کہ مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا عمل قبول نہیں فرماتا جو لوگوں کو سنائے، ریاکاری کرے اور احسان جتائے۔'' (۵) جبکہ صدقے کا چرچا کرنے والا سنانے کی خواہش کرتا ہے اور لوگوں کی موجودگی میں صدقہ دینے والا ریاکاری چاہتا ہے اور پوشیدہ دینے والا، خاموش رہنے والا ریاکاری سے بچنے والا ہے۔

---

1 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصبر علی المصائب، الحدیث: ۱۰۰۰۵، ج۷، ص۲۱۵، ''اخفاء'' بدلہ ''کتمان''۔

2 ......التفسیر الکبیر للرازی، سورۃ البقرۃ: ۲۷۱، ج۳، ص۶۲۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد......الخ، الحدیث: ۶۶۰، ج۱، ص۲۳۶۔

4 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاختیار فی صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۴۴۲، ج۳، ص۲۴۵۔

5 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۸۔

صدقے میں نمود و نمائش سے بچنے کے طریقے:

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے ایک گروہ نے پوشیدہ طور پر صدقہ دینے میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے کوشش کی کہ صدقہ لینے والا دینے والے کو نہ پہچان سکے۔ان میں سے بعض تو نابینا کے ہاتھ میں صدقہ دیتے، بعض فقیر کے راستے میں ڈال دیتے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ رکھ دیتے جہاں سے وہ دیکھ لیتا لیکن دینے والا نظر نہ آتا، بعض سوئے ہوئے فقیر کے کپڑے میں باندھ دیتے، بعض کسی دوسرے کے ہاتھ فقیر کی طرف بھیج دیتے تاکہ وہ دینے والے کو نہ جانے اور کہہ دیتا کہ اسے ہمارے بارے میں نہ بتائے۔ یہ تمام طریقے غضبِ الٰہی کو بجھانے والے، ریاکاری اور سنانے سے بچانے والے ہیں اگر ایک شخص کے پہچانے بغیر دینا ممکن نہ ہو تو وکیل کو دے کہ وہ مسکین کے حوالے کر دے اور مسکین کا نہ جاننا زیادہ بہتر ہے کیونکہ مسکین کے جاننے میں ریاکاری اور احسان جتلانا دونوں پائے جاتے ہیں جبکہ پہنچانے والے کے جاننے میں صرف ریاکاری پائی جاتی ہے۔

بخل اور ریاکاری سانپ اور بچھو کی صورت میں:

جب بھی شہرت مقصود ہوگی تو عمل ضائع ہو جائے گا کیونکہ زکوٰۃ بخل کے خاتمے اور مال کی محبت کم کرنے کے لئے ہوتی ہے اور حب جاہ دل پر حب مال سے زیادہ غلبہ رکھتی ہے، دونوں میں سے ہر ایک آخرت میں نقصان دہ ہے۔ بخل قبر میں ڈنک مارنے والے بچھو کی شکل میں جبکہ ریاکاری زہریلے سانپ کی صورت میں آتی ہے اور انسان کو حکم ہے کہ ان دونوں کی تکلیف کو دور کرنے یا کم کرنے کے لئے دونوں کو کمزور کر دے یا مار دے۔ جب بھی وہ دکھاوے اور سنانے کا ارادہ کرے گا تو گویا بچھو کے بعض اعضاء کو سانپ کے لئے غذا بنا دے گا تو جس قدر بچھو کمزور ہوگا اسی قدر سانپ طاقتور ہو جائے گا اگر معاملے کو جوں کا توں چھوڑ دیتا تو یہ اس پر زیادہ آسان ہوتا۔ان صفات کے تقاضے کے مطابق عمل کرنے سے انہیں تقویت ملتی اور ان کے تقاضے کے خلاف عمل کرنے سے یہ کمزور ہوتی ہیں (اور مقصد انہیں کمزور کرنا ہی ہے)۔ لہٰذا بخل کی طرف لے جانے والے امور کی مخالفت اور ریا کا سبب بننے والے امور کی اطاعت کا کیا فائدہ اس طرح تو ادنیٰ مزید کمزور اور مضبوط مزید قوی ہو جائے گا۔عنقریب مہلکات کے باب میں ان معانی کے اسرار بیان کئے جائیں گے۔

﴿4﴾......چوتھی ذمہ داری یہ ہے کہ جب معلوم ہو کہ علانیہ صدقہ دینے سے لوگوں کو ترغیب ملے گی تو ظاہری طور پر صدقہ دے اور اپنے باطن کو ریاکاری کے طریقے سے اس طرح بچائے جو ہم ''کِتَابُ الرِّیَا'' میں ریا کے علاج کے سلسلے میں ذکر کریں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ (پ۳،البقرۃ:۲۷۱) ترجمۂ کنزالایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے۔

صدقہ ظاہر کر کے دینے کی صورت:

یہ وہاں ہے جہاں حال ظاہر کرنے کا تقاضا کرتا ہو یا تو دوسروں کی اقتدا کے لئے یا اس لئے کہ سائل لوگوں کے مجمع میں مانگے۔ لہٰذا ریا سے ڈرتے ہوئے ظاہری طور پر صدقہ دینا ترک نہ کرے بلکہ اسے چاہئے کہ صدقہ کرے اور جہاں تک ہو سکے اپنے باطن کو ریا سے بچائے۔ نیز ظاہر کر کے صدقہ دینے میں احسان جتانے اور ریاکاری کے علاوہ تیسری ممنوع چیز بھی ہے اور وہ فقیر کی پردہ دری ہے کیونکہ اکثر فقیر کو یہ بات تکلیف دیتی ہے کہ اسے محتاج کی صورت میں دیکھا جائے تو جس نے لوگوں کے سامنے سوال کیا اس نے اپنا پردہ خود فاش کیا۔ لہٰذا اسے علانیہ دینے میں یہ تیسری خرابی ممنوع نہ رہے گی جس طرح کہ کوئی شخص پوشیدہ فسق کرتا ہے تو اسے ظاہر کرنا ممنوع ہے اور اس کی ٹوہ میں پڑنا اور پیچھے سے اس کا ذکر کرنا بھی ممنوع ہے لیکن جو علانیہ فسق کا مرتکب ہوتا ہے اس پر حد قائم کرنا اس کی اشاعت ہی تو ہے لیکن اس کا سبب وہ خود ہے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشادِ گرامی: ''مَنْ اَلْقٰی جِلْبَابَ الْحَیَاءِ فَلَا غِیْبَۃَ لَہٗ یعنی: جس نے حیا کی چادر اتار ڈالی اس کی کوئی غیبت نہیں۔''(1) کا یہی معنی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً (پ۲۲،فاطر:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر۔

علانیہ دینا بھی مستحب ہے کیونکہ اس میں ترغیب کا فائدہ ہے۔ پس بندے کو اس فائدے کے وزن کا اس کے متعلق وارد ممانعت کے ساتھ گہری نظر سے موازنہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بات حالات اور لوگوں کے بدلنے سے مختلف ہوتی ہے۔ بعض اوقات بعض لوگوں کے لئے علانیہ دینا افضل ہوتا ہے۔ جو خواہشات سے قطع نظر فوائد اور خرابیوں کو

(1)......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب الرجل من اھل الفقه......الخ، الحدیث:۲۰۹۱۴، ج۱۰، ص۳۵۵۔

دیکھتا ہے اس کے لئے ہر حال میں مناسب اور بہتر بات سامنے آجاتی ہے۔

﴿5﴾......پانچویں ذمہ داری یہ ہے کہ احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے کو فاسد نہ کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کی حقیقت میں علما کا اختلاف ہے۔ چنانچہ،

احسان جتانے اور ایذا دینے کی حقیقت:

کہا گیا ہے کہ "**احسان جتانے** سے مراد یہ ہے کہ صدقہ دے کر اس کا تذکرہ کرے اور **ایذا دینے** سے مراد یہ ہے کہ دینے کے بعد اسے ظاہر کرے۔"

حضرتِ سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ "جس نے **احسان جتایا** اس کا صدقہ فاسد ہو گیا۔" عرض کی گئی: "**احسان جتانا** کیا ہے؟" فرمایا: "اسے یاد کرے اور لوگوں کو بتائے۔"

ایک قول ہے کہ "**احسان جتانا** یہ ہے کہ کچھ دے کر خدمت لینا اور **اذیت پہنچانا** یہ ہے کہ غربت کا طعنہ دینا۔"

بعض حضرات نے فرمایا: "**احسان جتانا** یہ ہے کہ اپنے عطیہ کے سبب اس پر تکبر کرے اور **اذیت پہنچانا** یہ ہے کہ سوال کرنے پر اسے جھڑکے اور برا بھلا کہے۔" اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ احسان جتانے والے کا صدقہ قبول نہیں کرتا۔" (1)

(حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میرے نزدیک احسان جتانے کی ایک بنیاد اور جڑ ہے اور وہ دل کے احوال اور اس کی صفات ہیں پھر اس سے ظاہری احوال زبان اور اعضاء پر مرتب ہوتے ہیں۔

احسان جتانے کی بنیاد:

اس کی بنیاد یہ ہے کہ صدقہ دینے والا یہ سمجھے کہ میں نے اس پر انعام اور احسان کیا۔ جبکہ حق یہ ہے کہ فقیر تو محسن

(1)......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۸، مفهومًا۔
المعجم الکبیر، الحدیث ۷۵۴۷، ج۸، ص۱۱۹۔

ہے کہ اس نے اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق قبول کیا جو اس کے لئے طہارت اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے کہ اگر وہ قبول نہ کرتا تو یہ اس کے سبب گروی رہتا۔ لہٰذا اسے فقیر کا احسان مند ہونا چاہئے کہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کو قبول کرنے کے لئے اپنی ہتھیلی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نائب بنایا۔ جیسا کہ رسولِ انور، شافع محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔'' (1)

پس اسے یہ یقین رکھنا چاہئے کہ سائل کو دینے میں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق اسے پیش کر رہا ہے اور حاجت مند اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنا رزق وصول کر رہا ہے کیونکہ حاجت مند کو ملنے سے پہلے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس پہنچ چکا ہوتا ہے۔ بالفرض اگر مال دار پر کسی کا قرض ہو اور قرض خواہ کہہ دے کہ یہ رقم میرے غلام یا خادم کو دے دینا جو میرے زیر کفالت ہے تو مقروض کا یہ خیال کرنا بے وقوفی و جہالت ہے کہ اس نے قرض وصول کرنے والے پر احسان کیا ہے کیونکہ احسان کرنے والا تو وہ ہے جو اس کے رزق کا کفیل ہے اس نے تو وہ چیز ادا کی ہے جو اپنی پسندیدہ چیز خریدنے کے سبب اس پر لازم ہوتی تھی۔ لہٰذا وہ اپنے حق میں کوشش کرنے والا ہے دوسروں پر اس کا کوئی احسان نہیں۔

الغرض جب وجوبِ زکوٰۃ کے متعلق ہمارے ذکر کردہ تین معانی کو وہ سمجھ لے یا ان میں سے ایک کو سمجھ لے تو وہ صرف اپنی ذات پر احسان خیال کرے گا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اظہارِ محبت کے لئے مال کو خرچ کر رہا ہے یا بخل کی برائی سے خود کو پاک کر رہا ہے یا مزید کے حصول کے لئے مالی نعمت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ بہر حال جو بھی صورت ہو یہ اس کا اور فقیر کا معاملہ نہیں کہ وہ خود کو فقیر پر احسان کرنے والا سمجھ بیٹھے۔ بعض اوقات جہالت یوں بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ خود کو فقیر پر احسان کرنے والا سمجھتا ہے تو اس سے عمل ظاہر ہوتا ہے جو احسان جتانے کے معنی میں ذکر کیا گیا یعنی وہ اسے بیان کرتا، اس کا اظہار کرتا اور اس سے بدلہ طلب کرتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور دعا، خدمت، تعظیم و توقیر، حقوق کی ادائیگی، مجالس میں مقدم کرنا اور ہر بات میں اس کی پیروی کرنا وغیرہ امور کی خواہش رکھتا ہے اور یہ تمام باتیں احسان جتانے کا نتیجہ ہیں۔ احسان جتانے کا باطنی معنی وہ ہے جو ابھی ہم نے ذکر کیا۔

اذیت پہنچانے کا ظاہر:

جہاں تک اذیت پہنچانے کا تعلُّق ہے تو اس کا ظاہر توبیخ، عار دلانا، سخت کلامی، ترش روئی، اسے ظاہر کر کے پردہ دری

(1)......المعجم الکبیر، الحدیث ۸۵۷۱، ج ۹، ص ۱۰۹۔

کرنا ہے اور اسے حقیر جاننے کے مختلف طریقے اختیار کرنا ہے۔

اذیت پہنچانے کا باطن اور اس کی بنیاد:

اس کی بنیاد دو باتیں ہیں: (۱)......مال سے اپنا ہاتھ اٹھا لینے کو برا جاننا اور اسے اپنے نفس پر گراں سمجھنا کیونکہ یہ بات مخلوق کے لئے بالیقین تنگی کا باعث بنتی ہے۔(۲)......خود کو فقیر سے بہتر سمجھنا اور یہ کہ فقیر اپنی حاجت کے سبب اس سے گھٹیا ہے۔ یہ دونوں باتیں جہالت کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی کو مال دینے کو ناپسند کرنا حماقت ہے کیونکہ جو ایک ہزار کے برابر چیز پر ایک درہم خرچ کرنا ناپسند کرتا ہے وہ بہت بڑا بے وقوف ہے اور یہ بات اظہر من الشّمس (سورج سے زیادہ ظاہر) ہے کہ جو مال رضائے الٰہی پانے اور آخرت میں ثواب کے حصول کے لئے خرچ کیا جاتا ہے وہ اس مال سے بہتر ہے جو وہ خود کو بخل کی بری عادت سے پاک کرنے یا مزید کے حصول کے لئے بطورِ شکر خرچ کیا جاتا ہے۔ بہرحال کوئی سی بھی صورت ہو ناپسندیدگی کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسری بات (یعنی خود کو فقیر سے بہتر سمجھنا) بھی جہالت ہے کیونکہ اگر وہ غنا (مال داری) پر فقر کی فضیلت کو جانتا اور غنا کا خطرہ جانتا تو کبھی فقیر کو حقیر نہ سمجھتا بلکہ اس سے برکت لیتا اور اس کا درجہ پانے کی تمنا کرتا۔ لہٰذا فقرا مال دار نیک لوگوں سے 500 سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ربِّ کعبہ کی قسم! وہ خسارہ پانے والے ہیں۔'' حضرت سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''کون؟'' ارشاد فرمایا: ''جو زیادہ مال دار ہیں۔'' (۱)

مال دار شخص محتاج کا خادم ہے:

مال دار کیسے فقیر کو حقیر سمجھتا ہے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِسے اُس کے لئے ذریعۂ تجارت بنا دیا کیونکہ مال دار اپنی کوشش سے مال کماتا اور اس میں زیادتی چاہتا ہے اور بقدرِ حاجت اس کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے اور اس پر لازم کیا گیا ہے کہ فقیر کو اس کی حاجت کی مقدار سپرد کر دے اور زائد مال اگر اس کے لئے نقصان دہ ہو تو وہ اس سے روک لے۔ پس فقیر کے رزق کے لئے کوشش کرنے میں امیر اس کا خادم ہے۔ پھر لوگوں کے حقوق کی ذمہ داری، مشقت برداشت

(۱)......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لایؤدی الزکاۃ، الحدیث:۹۹۰، ص۴۹۵۔

کرنے اور زائد مال کی حفاظت کرنے میں وہ فقیر سے جدا ہے۔ یہاں تک کہ جب امیر شخص مر جاتا ہے تو اس کا مال اس کے دشمن کھاتے ہیں۔ پس اس صورت میں جب ناپسندیدگی فرحت و مسرت میں بدل جاتی اور خوشی حاصل ہوتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے واجب کی ادائیگی کی توفیق بخشی اور فقیر مال قبول کر کے اسے ذمہ داری سے عہدہ برآ کرتا ہے اس وقت اذیت پہنچانے، جھڑکنے اور ترش روئی کا خاتمہ ہو جاتا ہے، پھر یہ باتیں خوشی، تعریف اور احسان قبول کرنے میں بدل جاتی ہیں۔ اذیت پہنچانے اور احسان جتانے کا مقصد یہی ہے (جو میں نے ذکر کیا)۔

سوال جواب:

سوال نمبر 1: اگر آپ کہیں کہ زکوٰۃ دینے والے کا اپنے آپ کو محسن سمجھنا بہت باریک معاملہ ہے۔ کیا کوئی ایسی علامت ہے جس کے ذریعے اس کے دل کا امتحان لیا جائے اور معلوم ہو جائے کہ وہ خود کو احسان جتانے والا نہیں سمجھتا۔

جواب: جان لیجئے کہ اس کی ایک باریک واضح علامت ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر فقیر اس کا کوئی نقصان کر دے یا اس کے دشمن کی مدد کرے تو دیکھے کہ (دل میں) اس کی نفرت و دوری جواب پیدا ہوئی کیا یہ زکوٰۃ دینے سے پہلے کی نفرت سے زیادہ ہے۔ اگر زیادہ ہے تو اس کا صدقہ احسان جتانے کے شائبہ سے خالی نہیں کیونکہ زکوٰۃ کے سبب اسے اب فقیر سے جو امید ہے وہ پہلے نہ تھی۔

سوال نمبر 2: اگر آپ کہیں کہ یہ بھی باریک معاملہ ہے اور کسی کا دل اس سے خالی نہیں اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: جان لیجئے کہ اس کے دو علاج ہیں: ایک باطنی اور ایک ظاہری۔

باطنی علاج: یہ ہے کہ ان حقائق (یعنی تین معانی) کی پہچان حاصل کرنا جو ہم نے وجوب کے سمجھنے میں ذکر کئے ہیں اور یہ کہ فقیر زکوٰۃ قبول کر کے اس کے مال کو پاک کرنے میں اس پر احسان کرتا ہے۔

ظاہری علاج: یہ ہے کہ وہ ایسے اعمال کرے جو ممنون آدمی کرتا ہے کیونکہ ظاہری اخلاق و افعال کا دل پر اثر ہوتا ہے جیسا کہ اس کتاب کے آخری حصے میں اس کے اسرار بیان کئے جائیں گے اسی لئے بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فقیر کے پاس صدقہ رکھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور قبول کرنے کی درخواست کرتے حتّٰی کہ سائل کی طرح کھڑے ہو جاتے اور ڈرتے کہ وہ رد نہ کر دے۔ بعض اپنی ہتھیلی پھیلا دیتے تا کہ فقیر اس کی ہتھیلی سے لے لے

اور فقیر کا ہاتھ اوپر رہے۔ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا جب فقیر کی طرف کوئی ہدیہ بھیجتیں تو لے جانے والے سے کہتیں کہ اس کے دعائیہ کلمات کو یاد رکھے پھر اس جیسے کلمات کے ساتھ جواب دیتیں اور کہتیں: دعا کے بدلے اس لئے دعا دی ہے تا کہ ہمارا صدقہ محفوظ رہے۔ الغرض صالحین تو دعا کی توقع بھی نہیں رکھتے تھے کیونکہ یہ بدلے کے مشابہ ہے اور وہ دعا کے بدلے دعا دیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اور آپ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اصحاب قلوب حضرات اپنے دلوں کا علاج اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ظاہری اعتبار سے اس کا علاج یہی اعمال ہیں جو عاجزی وانکساری اور احسان قبول کرنے پر دلالت کرتے ہیں باطنی اعتبار سے اس کا علاج ان چیزوں کی پہچان ہے جو ہم نے ذکر کی ہیں یہ عمل کے اعتبار سے ہے اور وہ علم کے اعتبار سے جبکہ دل کا علاج علم و عمل دونوں کے امتزاج سے ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کی مذکورہ (باطنی) شرائط نماز میں خشوع وخضوع کے قائم مقام ہیں اور یہ دونوں باتیں (یعنی نماز وزکوٰۃ کی باطنی شرائط قرآن وحدیث سے ثابت ہیں:)

(نماز کے متعلق) ارشاد ہوا: ''بندے کے لئے نماز میں وہی کچھ ہے جو اسے سمجھ آئے۔''[1]

(زکوٰۃ کے متعلق) ارشاد ہوا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ احسان جتانے والے کا صدقہ قبول نہیں کرتا۔''[2]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰىۙ ترجمۂ کنزالایمان: اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

(پ۳، البقرۃ: ۲۶۴)

البتہ فقیہ کا فتویٰ کہ زکوٰۃ اپنے مقام پر پہنچ گئی اور اس کی ذمہ داری پوری ہوگئی یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ ہم نے ''کِتَابُ الصَّلٰوۃ'' میں اس معنی کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

﴿6﴾...... چھٹی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے عطیہ کو کم سمجھے کیونکہ اگر وہ اسے بڑا سمجھے گا تو خود پسندی میں مبتلا ہوگا اور

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۶۹ـ۱۷۰۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۸، مفهومًا۔
المعجم الکبیر، الحدیث۷۵۴۷، ج۸، ص۱۱۹۔

خود پسندی ہلاک کرنے والی ہے اور اس سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا (پ۱۰، التوبۃ:۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور حُنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اِترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ (1)

کہا جاتا ہے کہ جب بھی نیکی کو چھوٹا سمجھا جاتا ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عظمت والی ہو جاتی ہے اور جب بھی نافرمانی کو بڑا سمجھا جاتا ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک چھوٹی ہو جاتی ہے۔

نیکی کی تکمیل:

منقول ہے کہ نیکی تین امور سے مکمل ہوتی ہے: (۱)......نیکی کو چھوٹا سمجھنا (۲)......اسے کرنے میں جلدی کرنا اور (۳)......اسے چھپانا۔ نیز بڑا سمجھنا احسان جتانے اور اذیت پہنچانے کے علاوہ ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اپنا مال مسجد یا مسافر خانے کی تعمیر میں خرچ کرے تو اس میں بڑا سمجھنا ممکن ہے لیکن احسان جتانے یا اذیت پہنچانے کا امکان نہیں بلکہ خود پسندی اور بڑا سمجھنا تمام عبادات میں جاری ہوتے ہیں۔

---

1 ......صَدْرُ الْاَفَاضِل مُفَسِّرِ شہیر حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: مکّہ سے تھوڑے ہی روز بعد قبیلہ ہوازن وثقیف سے جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کثیر بارہ ہزار یا اس سے زائد تھی اور مشرکین چار ہزار تھے جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو مسلمانوں میں سے کسی شخص نے اپنی کثرت پر نظر کر کے یہ کہا کہ اب ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے، یہ کلمہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہت گراں گزرا کیونکہ حضور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکُّل فرماتے تھے اور تعداد کی قلت وکثرت پر نظر نہ رکھتے تھے۔ جنگ شروع ہوئی اور قتالِ شدید ہوا مشرکین بھاگے اور مسلمان مالِ غنیمت لینے میں مصروف ہو گئے تو بھاگے ہوئے لشکر نے اس کو غنیمت سمجھا اور تیروں کی بارش شروع کر دی اور تیر اندازی میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہنگامے میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، لشکر بھاگ پڑا اور سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سوائے حضور کے چچا حضرت عباس اور آپ کے ابنِ عم ابوسفیان بن حارث کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ حضور نے اس وقت اپنی سواری کو کُفّار کی طرف آگے بڑھایا اور حضرت عباس کو حکم دیا کہ وہ بلند آواز سے اپنے اصحاب کو پکاریں، ان کے پکارنے سے وہ لوگ لَبَّیْك لَبَّیْك کہتے ہوئے پلٹ آئے اور کُفّار سے جنگ شروع ہو گئی جب لڑائی خوب گرم ہوئی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دستِ مبارک میں سنگ ریزے لے کر کُفّار کے مونہوں پر مارے اور فرمایا ربِّ مُحَمَّد کی قسم بھاگ نکلے، سنگریزوں کا مارنا تھا کہ کُفّار بھاگ پڑے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی غنیمتیں مسلمانوں کو تقسیم فرما دیں۔

بخل اور خود پسندی کا علاج:

اس کا علاج علم وعمل کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ **علم** کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ دسواں یا چالیسواں حصہ کثیر میں سے قلیل ہے اور اس نے خرچ کرنے میں ہلکے درجے پر قناعت کی ہے جیسا کہ ہم نے وجوب کے باب میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ وہ اس پر اکتفا کرنے میں حیا کرے، وہ کیسے اسے بڑا سمجھتا ہے اگرچہ بلند درجے تک پہنچ جائے اور اپنا تمام یا اکثر مال خرچ کر دے۔ اسے غور کرنا چاہئے کہ یہ مال اس کے پاس کہاں سے آیا اور وہ کہاں خرچ کر رہا ہے؟ یہ مال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہے اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اسے مال عطا فرمایا اور خرچ کرنے کی توفیق بخشی۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں اسے بڑا نہ سمجھے جو خود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حق ہے۔ اس کا مقام ومرتبہ تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ آخرت کو پیشِ نظر رکھے اور ثواب کے لئے خرچ کرے، نیز اس مال کے خرچ کرنے کو کیوں بڑا سمجھتا ہے جس کے بدلے اسے دُگنا (اجروثواب) ملے گا؟

عمل سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بخل کی وجہ سے باقی مال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے روکنے کے سبب شرمسار ہو۔ پس مال دیتے وقت اس کی عاجزی وانکساری کی کیفیت ہونی چاہئے بالکل ایسے ہی جیسے کوئی شخص امانت واپس کرتے ہوئے بعض مال روک لیتا ہے کیونکہ تمام مال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہے اور تمام کا خرچ کرنا اس کے نزدیک پسندیدہ ہے لیکن اس نے تمام مال خرچ کرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ فطرتی بخل کے سبب یہ اس پر گراں گزرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (پ٢٦، محمد: ٣٧) ترجمۂ کنز الایمان: اور زیادہ طلب کرے تم بخل کرو گے۔

﴿7﴾...... ساتویں ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے مال میں سے عمدہ، پسندیدہ اور پاک وصاف مال دے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور پاک مال کو ہی پسند فرماتا ہے۔ اگر مال شبہ سے حاصل ہوا تو ممکن ہے کہ وہ اس کی ملک ہی نہ ہو لہٰذا اپنے موقع پر نہ ہوگا۔

خوش بخت شخص:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ”اس بندے کے لئے خوش خبری ہے جو اس مال

میں سے خرچ کرتا ہے جو اس نے بغیر کسی گناہ کے کمایا۔“ [1]

زکوٰۃ میں گھٹیا مال دینا یہ بے ادبی ہے کیونکہ اگر اس نے بہترین مال اپنے لئے یا گھر والوں یا غلام کے لئے رکھا ہے تو اس نے غیر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ترجیح دی۔ اگر یہی سلوک وہ اپنے مہمان کے ساتھ کرے اور اس کے سامنے معمولی کھانا رکھے تو اس کا دل عداوت سے بھر جائے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کی نظر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہو اور اگر اس کی نظر اپنی ذات اور آخرت کے ثواب کی طرف ہو تو وہ شخص عقل مند نہیں جو غیر کو خود پر ترجیح دیتا ہے حالانکہ اس کا مال وہی ہے جو اس نے صدقہ کیا اور وہ باقی رہے گا یا کھا کر فنا کر دیا اور جو وہ کھاتا ہے وہ تو فوری ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ پس عقل مندی یہ نہیں کہ وہ فوری ضرورت پر نظر رکھے اور جمع کرنا چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو۔

یعنی تم ناپسند کرتے اور حیا کرتے ہوئے لیتے ہو، چشم پوشی کا یہی مطلب ہے۔ لہٰذا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بھی ایسی بات کو ترجیح نہ دو۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”ایک درہم ہزار دراہم پر سبقت لے گیا۔“ [2] اس کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنے حلال اور عمدہ مال میں سے ایک درہم نکالے اور اسے رضامندی اور خوشی کے ساتھ ادا کرے اور کبھی اپنے ناپسندیدہ مال میں سے ایک لاکھ درہم خرچ کر دیتا ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی پسندیدہ چیز کے حوالے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ترجیح نہیں دیتا۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو ناپسندیدہ چیزوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر دیتے ہیں۔ چنانچہ،

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا یَكْرَهُوْنَ وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰىؕ لَا**

---

1 ……شعب الایمان للبیهقی، باب فی الزکاۃ، فصل فی کراهیة امساک……الخ، الحدیث: ۳۳۸۵، ج۳، ص۲۲۵، مفهومًا۔

2 ……سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب جهد المقل، الحدیث: ۲۵۲۴، ص۴۱۵۔

(پ۱۴،النحل: ۶۲) بعض قُرّا حضرات نے حرفِ نفی ''لَا'' پر وقف کیا اس طرح ان کو جھٹلایا پھر شروع کرتے ہوئے یوں پڑھا: جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ (پ۱۴،النحل: ۶۲) جَرَمَ کا معنی کسب ہے یعنی اپنا ناپسندیدہ مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خرچ کرنے کے سبب وہ جہنمی ہوئے۔ (عام قراءَت لَا جَرَمَ کے ساتھ ہے یعنی ان کے لئے جہنم کی آگ ہے)

﴿8﴾......آٹھویں ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے صدقہ کے لئے ایسے لوگوں کو تلاش کرے جن کے ذریعے صدقہ کو پاکیزگی حاصل ہو جائے۔ مصارف زکوٰۃ میں سے عام لوگوں پر اکتفا نہ کرے بلکہ ان میں سے بھی اسے دے جس میں چھ صفات پائی جائیں اور ان صفات کا خاص خیال رکھے وہ یہ ہیں:

زکوٰۃ متقی و پرہیزگار حاجت مند کو دو:

(۱)......متقی لوگوں کو تلاش کرے جو دنیا سے کنارہ کش ہوں اور خود کو آخرت کی تجارت کے لئے خاص کر لیا ہو۔ چنانچہ، مروی ہے کہ حضور اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو صرف متقی کا کھانا کھا اور تیرا کھانا بھی متقی ہی کھائے۔''(1) یہ اس لئے فرمایا کہ متقی شخص کھانے کے ذریعے تقویٰ پر مدد حاصل کرتا ہے تو اس طرح تم اس کی مدد کر کے اس کے ساتھ عبادت میں شریک ہو جاؤ گے۔

ایک روایت میں ہے کہ ''اپنا کھانا متقیوں اور نیک مؤمنین کو کھلاؤ۔'' (2)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اپنے کھانے کے ساتھ اس کی مہمان نوازی کرو جس سے تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرتے ہو۔'' (3)

اولیا میں سے ایک ولی:

ایک عالم صاحب کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کھانا وغیرہ صدقہ کرنے میں فقرا صوفیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کو دیگر فقرا پر ترجیح دیتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ ''اگر آپ تمام فقرا کے ساتھ عمومی طور پر نیکی کریں تو افضل ہے۔'' فرمایا: ''نہیں، یہ (یعنی فقرا صوفیا) ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ہمت و ارادے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف لگا رکھا ہے اور

1......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، الحدیث۴۸۳۲، ج۴، ص۳۴۱، باختصارٍ۔

2......الزهد لابن المبارک، باب ماجاء فی تخویف عواقب الذنوب، الحدیث۷۵، ص۲۴۔

3......الزهد لابن المبارک، باب جلیس الصدق وغیر ذلک، الحدیث۳۰۶، ص۱۲۴۔

جب یہ فاقہ کشی کا شکار ہوتے ہیں تو ان کی توجہ منتشر ہو جاتی ہے۔ پس میں ایک شخص کی توجہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف لگا دوں تو مجھے یہ اس سے زیادہ پسند ہے کہ ان ہزار آدمیوں کو کھانا کھلاؤں جن کا مقصد دنیا (کا حصول) ہے۔'' جب یہ بات سَیِّدُ الطَّائِفَہ حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی سے ذکر کی گئی تو انہوں نے اس کی تحسین فرمائی اور فرمایا: ''یہ شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اولیا میں سے ایک ولی ہے میں نے آج تک ایسا عمدہ کلام نہیں سنا۔'' کچھ عرصے بعد اس کے حالات خراب ہو گئے اور اس نے دکان چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تو حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی نے اس کی طرف مال بھیجا اور فرمایا: ''اسے اپنے مال میں شامل کر لو اور دکان نہ چھوڑو بے شک تم جیسے لوگوں کو تجارت نقصان نہیں پہنچاتی۔'' یہ شخص سبزی فروش تھا فقرا کو جو کچھ دیتا اس کی قیمت نہیں لیتا تھا۔

اپنے مال سے علما کی مدد کرنے کا جذبہ:

(۲)......جسے زکوٰۃ دیں وہ خاص اہل علم سے ہو کیونکہ یہ علم پر اس کی مدد ہے اور علم سب سے معزز عبادت ہے جب کہ نیت صحیح ہو۔ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنا صدقہ خصوصاً اہلِ علم میں تقسیم فرماتے تھے۔ ان سے عرض کی گئی: ''اگر آپ تمام لوگوں میں تقسیم کیا کریں تو زیادہ بہتر ہے؟'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں مقامِ نبوت کے بعد علما کے مقام سے بڑھ کر کسی کے مقام کو افضل نہیں سمجھتا۔ جب ان میں سے کسی کا دل اپنی حاجت میں مشغول ہوتا ہے تو وہ علم کے لئے فراغت نہیں پاتا اور علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا لہٰذا ایسے لوگوں کو حصول علم کے لئے فارغ کرنا افضل ہے۔''

زکوٰۃ لینے والے کو کیسا ہونا چاہئے؟

(۳)......زکوٰۃ لینے والا تقویٰ اور علم توحید میں سچا ہو۔ اسکی توحید یہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز لے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور اس کا شکر بجا لائے اور یقین رکھے کہ یہ نعمت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے، کسی سبب کی طرف متوجہ نہ ہو تو یہ شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا سب سے زیادہ شکر گزار بندہ ہے یعنی اس کا یقین ہے کہ تمام نعمتیں اسی خدائے واحد کی طرف سے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ اپنے اور رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان کسی کو انعام دینے والا نہ سمجھنا، کسی دوسرے کی طرف سے ملنے والی نعمت کو خود پر قرض سمجھنا، جس نے غیر خدا کا شکریہ ادا کیا

گویا اس نے انعام دینے والے کو نہیں پہچانا اور اسے یقین نہیں کہ جو واسطہ ہوتا ہے وہ مغلوب اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مسخر ہوتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عمل کی دعوت دینے والے اموراس پر مسلط کئے اوراس کے لئے اسباب کو آسان کر دیا لہٰذا وہ اس طرح دے رہا ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں مغلوب ہے۔ اگر وہ اسے چھوڑنے کا ارادہ بھی کرے تو ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ اس عمل میں اس کے دین و دنیا کی بہتری ہے۔ نیکی پر اُبھارنے والی بات جتنی زیادہ مضبوط ہوگی ارادہ بھی اتنا ہی زیادہ پختہ ہوگا اور طاقت ابھرے گی، نیز بندہ ترغیب دینے والی اس مضبوط بات کی مخالفت نہیں کرسکتا جس میں کسی قسم کا تردد نہیں۔ ان امورِ ترغیبیہ کو پیدا کرنے، انہیں حرکت دینے، ان سے کمزوری اور تردد کو دور کرنے اور ان امور کے تقاضے کے مطابق قدرت کو مسخر کرنے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہے اور جسے ایسا یقین حاصل ہو جائے اس کی نظر مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب کی طرف ہوتی ہے۔ اس قسم کے بندے کا یقین دوسروں کی طرف سے ملنے والی تعریف اور شکریہ وغیرہ سے زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ تو محض زبان کی حرکت ہے جس کا نفع عام طور پر کم ہوتا ہے اور اس قسم کے موحد بندے کی مدد ضائع نہیں ہوتی۔ نیز وہ شخص جو زکوٰۃ ملنے پر دینے والے کی تعریف کرتا اور بھلائی کی دعا دیتا ہے تو نہ دینے پر اس کی مذمت بھی کرے گا اور ایذا پہنچے پر بددعا دے گا اور اس کا حال ایک جیسا نہیں رہے گا۔

ہر حال میں نظر مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب پر ہو:

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک حاجت مند کی طرف صدقہ بھیجا اور لے جانے والے سے ارشاد فرمایا: ''جو کچھ وہ کہے اسے یاد رکھنا۔'' جب اس نے صدقہ وصول کیا تو کہا: ''تمام خوبیاں اس ذات کے لئے ہیں جو اپنا ذکر کرنے والوں کو بھولتا نہیں اور اپنا شکر ادا کرنے والے کو ضائع نہیں کرتا۔'' پھر کہا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے فلاں کو نہیں بھلایا پس تو اسے ایسا بنا دے کہ وہ تجھے نہ بھلائے۔'' جب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''مجھے معلوم تھا کہ وہ یہی کہے گا۔''[1] پس غور کیجئے کہ کیسے اس نے اپنی توجہ ذات باری تعالٰی پر محدود رکھی۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۱، ص۱۸۲۔

مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: ''توبہ کر۔'' اس نے کہا: ''میں اللّٰہ واحد کی طرف توبہ کرتا ہوں، محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف توبہ نہیں کرتا۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس نے حق دار کے حق کو پہچان لیا۔''(1)

جب واقعۂ اِفک میں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی براءت نازل ہوئی تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا: ''اٹھو اور رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سرِ انور کو بوسہ دو۔'' تو انہوں کہا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گی اور اللّٰہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر! اسے چھوڑ دو۔''(2)

ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: ''میں تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر کرتی ہوں نہ کہ آپ دونوں کا۔'' تو حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس پر انکار نہ فرمایا(3) حالانکہ ان تک براءت کی خبر رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کی زبان مبارک سے پہنچی تھی۔

کفار کا طریقہ:

اشیاء کا غیر خدا کی طرف سے ہونے کا نظریہ رکھنا کفار کا طریقہ ہے۔ چنانچہ، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

(پ۲۴، الزمر: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب ایک اللّٰہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اَوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المکیین، حدیث الاسود بن سریع، الحدیث ۱۵۵۸۷، ج۵، ص۳۰۳۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الرجل ولدہ، الحدیث ۵۲۱۹، ج۴، ص۴۵۵۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۸۳۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۸۳، بتغیرٍ۔
المعجم الکبیر، الحدیث ۱۶۲، ج۲۳، ص۱۲۴، باختصارٍ۔

جس کا باطن واسطوں کو محض واسطہ نہیں سمجھتا تو اس کا باطن پوشیدہ شرک سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا وحدانیت کو شرک کی میل اور اس کے شبہات سے پاک کرنے کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

سفید پوش مستحق کو صدقہ دینے کا ثواب:

(۴)......زکوٰۃ لینے والا اپنی ضرورت کو چھپاتا ہو، نہ تو اس کا چرچا کرے اور نہ ہی شکوہ کرے یا اہل مروت میں سے ہو کہ جس کی نعمت چلی گئی لیکن عادت باقی رہی کہ حسن وخوبی کی چادر اوڑھے رکھتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ (ایسے لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرماتا ہے:

یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْۚ لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًاؕ (پ۳، البقرۃ:۲۷۳)

ترجمۂ کنز الایمان: نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے۔

یعنی وہ سوال کرنے میں حد سے نہیں بڑھتے کیونکہ وہ اپنے یقین کے سبب غنی اور اپنے صبر کی وجہ سے معزز ہیں۔ لہٰذا ہر محلے میں ایسے دیندار لوگوں کو تلاش کیا جائے اور نیک لوگوں کے اندرونی حالات معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ انہیں صدقہ دینے کا ثواب ان لوگوں کی بنسبت کئی گنا زیادہ ہے جو ظاہراً مانگتے ہیں۔

(۵)......زکوٰۃ لینے والا شخص عیال دار ہو یا کسی مرض یا کسی اور وجہ سے کمانے سے رکا ہوا ہو، اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس ارشاد پاک کا مفہوم پایا جاتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ۳، البقرۃ:۲۷۳)

ترجمۂ کنز الایمان: ان فقیروں کے لئے جو راہِ خدا میں روکے گئے۔

یعنی کسی بیماری یا معیشت کی تنگی یا اصلاحِ قلب کے سبب وہ زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے، یوں یہ لوگ آخرت کے راستے سے روک دیئے گئے ہیں کیونکہ ان کے پر کٹے ہوئے اور پاؤں رکے ہوئے ہیں۔ انہی اسباب کی بدولت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اہل بیتِ کرام کو بکریوں کا ایک ریوڑ دیتے تھے جس میں دس یا اس سے زائد بکریاں ہوتی تھیں۔ [1]

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۸۵۔

نیز حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی شخص کو اس کے اہل وعیال کے حساب سے مال عطا فرماتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جُھْدُ الْبَلَا کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ''عیال کی کثرت اور مال کی قلّت۔'' (1)

(٦)......صدقہ لینے والا اس کا قریبی رشتہ دار ہو تو یہ صدقہ بھی ہو گا اور صلہ رحمی بھی اور صلہ رحمی میں بے شمار ثواب ہے۔ چنانچہ،

ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''مجھے اپنے بھائی پر ایک درہم صدقہ کرنا کسی اور پر بیس درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ اپنے بھائی پر بیس درہم صدقہ کرنا کسی اور پر 100 درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ اپنے بھائی پر 100 درہم خرچ کرنا ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

جس طرح قریبی رشتہ دار اجنبی لوگوں پر مقدم ہے اسی طرح دوست اور دینی بھائی بھی صدقات کے حوالے سے دوسروں پر مقدَّم ہیں۔ ان باریک باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ یہ مطلوبہ صفات ہیں اور ہر صفت میں کچھ درجات ہیں پس اعلیٰ درجے کی جستجو ہونی چاہئے۔ اگر یہ تمام صفات اکٹھی حاصل ہو جائیں تو یہ بہت بڑا ذخیرہ اور بہت بڑی غنیمت ہے۔ جب بھی کوئی اس معاملے میں کوشش کرے اور مقصد کو پالے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر خطا کرے تو ایک اجر ہے۔ دو اجروں میں سے فی الحال ایک تو یہ ملتا ہے کہ اس کا نفس بخل کی صفت سے پاک ہو جاتا، دل میں محبتِ الٰہی اور اطاعت میں کوشش پختہ ہو جاتی ہے۔ یہی صفات اس کے دل کا تقویٰ ہیں جو اسے ملاقاتِ خداوندی کا شوق دلاتی ہیں۔ دوسرا اجر زکوٰۃ لینے والے کی دعا اور توجہ کا حاصل ہونا ہے کیونکہ نیک لوگوں کے دلوں کے لئے موجودہ حالات اور آئندہ کے لئے کچھ علامات ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر (زکوٰۃ دینے میں) صحیح نتیجہ نکلے تو دو اجر حاصل ہوں گے اور اگر خطا ہو جائے تو پہلا فائدہ حاصل ہو گا دوسرا نہیں۔ اسی وجہ سے اجتہاد میں درستی تک پہنچنے والے کو اس صورت میں بھی اور دیگر مقامات پر بھی دوگنا ثواب ملتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص١٨٥ ۔ فیه ذکر "ابن عمر"۔

تیسری فصل: زکوٰۃ لینے والا، مستحق ہونے کے اسباب اور قبضہ کے وظائف

مستحق زکوٰۃ ہونے کے اسباب:

جان لیجئے! زکوٰۃ کا مستحق وہ آزاد مسلمان ہے جو ہاشمی یا مطلبی نہ ہو اور قرآنِ پاک میں مذکور آٹھ قسم کی صفات میں سے کسی صفت سے متصف ہو۔ کسی کافر، غلام، ہاشمی، مطلبی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ بچے اور پاگل کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جبکہ ان کا ولی قبضہ کرے۔ ہم یہاں مصارفِ زکوٰۃ کی آٹھ قسموں کو ذکر کریں گے۔

﴿1﴾...... **فقرا:** فقیر[1] وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو مال ہو اور نہ ہی وہ کمانے پر قادر ہو اگر اس کے پاس ایک دن کی خوراک اور فی الحال پہننے کے کپڑے ہوں تو وہ فقیر نہیں بلکہ مسکین ہے۔ اگر اس کے پاس نصف دن کا رزق ہے تو وہ فقیر ہے۔ اگر اس کے پاس قمیص ہو لیکن رومال، موزہ اور شلوار نہ ہو اور قمیص کی اتنی قیمت نہیں جو فقرا کے حال کے موافق ان تمام چیزوں کی قیمت کو پہنچ سکے تو وہ بھی فقیر ہے کیونکہ فی الوقت اس کے پاس وہ تمام چیزیں نہیں جن کا وہ محتاج اور جن سے وہ عاجز ہے۔ لہٰذا فقیر میں یہ شرط نہیں رکھنی چاہئے کہ اس کے پاس ستر چھپانے کے علاوہ لباس ہو کیونکہ یہ بہت زیادہ ہے اور عام طور پر ایسا آدمی نایاب ہوتا ہے۔

اگر اسے مانگنے کی عادت ہو تو وہ فقرا کے زمرے سے خارج نہیں ہوگا اور مانگنے کو کسب قرار نہیں دیا جائے گا البتہ اگر وہ کمانے پر قادر ہو تو فقرا کی صفت سے نکل جائے گا[2]۔

1...... مصارفِ زکوٰۃ کی تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد اول، حصہ پانچ کا مطالعہ کیجئے!

2...... **سوال:** بھیک مانگنا کیسا؟ اور بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ "**فتاویٰ فیض الرسول، ج1، ص505**" پر فقیہِ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "بھیک مانگنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مالدار جیسے بہت سے قوم کے فقیر، جوگی اور سادھو۔ انہیں بھیک مانگنا حرام اور انہیں دینا بھی حرام۔ ایسے لوگوں کو دینے سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی۔ دوسرے وہ جو حقیقت میں فقیر ہیں یعنی نصاب کے مالک نہیں ہیں مگر مضبوط و تندرست ہیں، کمانے کی قوت رکھتے ہیں اور بھیک مانگنا کسی ایسی ضرورت کے لئے نہیں جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ مزدوری وغیرہ کوئی کام نہیں کرنا چاہتے مفت کھانا کھانے کی عادت پڑی ہے جس کے سبب بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا حرام ہے اور......

اگر کسی آلہ کے ذریعے کمانے پر قادر ہو تو بھی وہ فقیر ہے اور اسے اوزار خرید کر دینا جائز ہے۔

اگر ایسے کسب پر قادر ہو جو اس کی شان کے موافق نہیں تو بھی وہ فقیر سمجھا جائے گا۔

اگر کوئی شخص فقیہ ہو اور فقہ کا حصول کسی کام میں مشغول ہونے سے رکاوٹ ہو تو وہ بھی فقیر ہے اور اس کا کسب وغیرہ پر قادر ہونا معتبر نہ ہوگا۔

اگر عابد ہے اور کوئی پیشہ اختیار کرنے سے عبادت اور معمول کے اوراد و وظائف میں خلل آتا ہو تو محنت مزدوری کرے کیونکہ اوراد و وظائف میں مشغول ہونے سے کسب معاش افضل ہے۔ چنانچہ،

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃ یعنی حلال کی طلب ایک فرض کے بعد دوسرا فرض ہے۔''[1] اس سے مراد کمانے کے سلسلے میں کوشش کرنا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''شبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے۔''

اگر اس کے پاس اس قدر مال ہو جو اس کے باپ یا دیگر زیر کفالت لوگوں کو کافی ہو تو یہ کمانے سے آسان ہے۔ لہٰذا ایسا شخص بھی فقرا میں شمار نہ ہوگا۔

﴿2﴾......مساکین[2]**:** مسکین وہ ہے جس کی آمدنی سے اس کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ

......جو انہیں مانگنے سے ملے وہ ان کے لئے خبیث ہے حدیث شریف میں ہے: لَاتَحِلُّ الصَّدَقَۃُ لِغَنِیٍّ وَّلَا لِذِیْ مِرَّۃٍ سَوِیٍّ۔ یعنی نہ کسی مالدار کے لئے صدقہ حلال ہے اور نہ کسی توانا تندرست کے لئے۔ ایسے لوگوں کو بھیک دینا منع ہے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔ لوگ اگر نہیں دیں گے تو وہ محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہوں گے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ (پ۶، المآئدۃ:۲) یعنی گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو۔ مگر ایسے لوگوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جبکہ اور کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مالک نصاب نہیں ہیں اور بھیک مانگنے والوں کی تیسری قسم وہ ہے کہ جو نہ مال رکھتے ہیں اور نہ کمانے کی طاقت رکھتے ہیں یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کو اپنی حاجت پوری کرنے بھر کی بھیک مانگنا جائز ہے اور مانگنے سے جو کچھ ملے وہ ان کے لئے حلال وطیب ہے اور یہ لوگ زکوٰۃ کے بہترین مصرف ہیں۔ انہیں دینا بہت بڑا ثواب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔

1 ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی حقوق الاولاد والاھلین، الحدیث: ۸۷۴۱، ج۶، ص۴۲۰۔

2 ......احناف کے نزدیک: مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لئے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے، فقیر کو سوال ناجائز کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۹۲۴)

ہزار درہم کا مالک ہونے کے باوجود مسکین ہو اور بعض اوقات وہ صرف کلہاڑی اور رسی کا مالک ہوتا ہے لیکن امیر ہوتا ہے۔ چھوٹا سا مکان اور وہ کپڑا جس سے وہ بقدرِ ضرورت ستر ڈھانپتا ہے اسے مساکین کی صف سے خارج نہیں کرتا، اسی طرح گھر کا سامان ہے یعنی جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے اور جو سامان اس کے حال کے مطابق ہو، اسی طرح کتبِ فقہ اسے مسکین ہونے سے خارج نہیں کرسکتیں کہ جب وہ صرف کتب کا مالک ہو تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں اور کتابوں کا حکم کپڑوں اور گھریلو سامان کی طرح ہے کیونکہ اسے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اسے چاہئے کہ کتاب کی ضرورت کے حوالے سے محتاط رہے۔

کتاب کی ضرورت کے مقاصد:

صرف تین مقاصد کے لئے کتاب کی ضرورت ہوتی ہے: (۱)......تعلیم (۲)......فائدہ حاصل کرنا (۳)......مطالعہ کے ذریعے سرور کا حصول۔

تفصیل: جہاں تک **سرور** کے حصول کا تعلُّق ہے تو اس کا اعتبار نہیں جیسے اشعار کی کتب اور تاریخی کتب اور اس جیسی دیگر کتب جو آخرت میں نفع نہیں دیتیں، دنیا میں بھی محض لطف و سرور دیتی اور مانوس کرتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو کفاروں اور صدقۂ فطر (کی ادائیگی) کے لئے بیچا جائے اور ایسے شخص کو مسکین نہیں کہہ سکتے۔

جہاں تک **تعلیمی** ضرورت کا تعلق ہے تو اگر تعلیم کمانے کے لئے ہو جیسے تنخواہ پر علم و ادب سکھانے والے اور مدرسین وغیرہ تو ان کے لئے یہ کتب آلہ ہیں انہیں صدقۂ فطر کے لئے نہیں بیچ سکتے یہ ایسے ہی ہیں جیسے درزی اور دیگر پیشوں کے لوگوں کے اوزار، اگر وہ فرض کفایہ کو قائم رکھنے کے لئے پڑھاتا ہے تو اس کی کتابیں نہ بیچی جائیں اور اس سے اس کے مسکین ہونے کی نفی نہ ہوگی کیونکہ یہ اہم حاجت ہے۔

کتب سے **فائدہ** حاصل کرنا اور سیکھنا جیسے طب کی کتابیں اس لئے اکٹھی کرنا تاکہ ان کے ذریعے اپنا علاج کر سکے یا وعظ کی کتابیں رکھنا تاکہ ان کا مطالعہ کرکے وعظ کرے، اگر شہر میں ڈاکٹر اور واعظ موجود ہیں تو اسے ان کتابوں کی ضرورت نہیں اور اگر موجود نہیں تو پھر یہ ان کتب کا محتاج ہے۔ پھر کبھی ایک مدّت تک انسان کو کسی کتاب کی ضرورت نہیں پڑتی تو اسے مدّتِ ضرورت کو دیکھنا چاہئے۔ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ سال بھر تک جس کتاب کی

ضرورت نہیں پڑتی وہ ضرورت میں داخل نہیں۔

جو شخص ایک دن کے کھانے سے زائد چیز کا مالک ہو تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ جب ہم نے خوراک کے سلسلے میں ایک دن کا تخمینہ لگایا تو گھر کے سامان اور بدن کے کپڑوں کی حاجت کے سلسلے میں ایک سال کا اندازہ ہونا چاہئے۔ گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں نہیں بیچے جا سکتے اور کتابیں کپڑوں اور گھریلو سامان کے زیادہ مشابہ ہیں اور بعض اوقات بندے کے پاس ایک کتاب کے دو نسخے ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر وہ کہے کہ ایک نسخہ زیادہ صحیح ہے اور دوسرا زیادہ عمدہ اور مجھے دونوں کی حاجت ہے تو ہم کہیں گے کہ اصح پر اکتفا کرو، احسن کو بیچ دو اور عیش و عشرت چھوڑ دو۔ اگر ایک ہی علم سے متعلق دو نسخے ہیں جن میں سے ایک کتاب بڑی اور دوسری مختصر ہے تو اگر اس کا مقصد استفادہ ہو تو وہ بڑی کتاب پر اکتفا کرے اور اگر پڑھانے کا ارادہ ہے تو اسے دونوں کی ضرورت پڑے گی کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں جو فائدہ ہے وہ دوسری میں نہیں۔

اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں، فنِ فقہ میں ان کے متعلق بحث نہیں کی گئی۔ ہم نے اسے یہاں اس لئے بیان کیا کہ اس میں عام طور پر لوگ مبتلا ہیں نیز اس بات کا لحاظ دوسری چیزوں میں بھی کریں کیونکہ ان سب صورتوں کا ذکر کرنا ممکن نہیں کہ ہر ایک چیز میں یہ نظر ہو سکتی ہے مثلاً گھر کا سامان، اس کی مقدار، تعداد اور اقسام، بدن کے کپڑے اور مکان کی وسعت و تنگی کو دیکھا جاتا ہے۔ ان امور کے لئے کوئی حدود مقرر نہیں بلکہ مجتہد اپنی رائے سے اجتہاد کرتا اور رائے کے مطابق حد بندی کرتا ہے اور یوں شبہات کے خطرے میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ پرہیزگار آدمی احتیاط سے کام لیتا اور شک والی بات کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرتا ہے اور جو درجات درمیان میں ہیں اور دونوں طرف کے ظاہری امور کے درمیان ہیں وہ غیر واضح اور بہت زیادہ ہیں اور ان سے نجات کا طریقہ یہی ہے کہ احتیاط سے کام لیا جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔

(3)......عاملین[1]: یہ وہ لوگ ہیں جو کوشش کرکے زکوٰۃ جمع کرتے ہیں۔ قاضی اور خلیفہ ان میں شامل نہیں۔

---

1 ......**عامل**: وہ ہے جسے بادشاہِ اسلام نے زکاۃ اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا، اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اس کو اور اس کے مددگاروں کا متوسط طور پر کافی ہو، مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر لایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔

(بہار شریعت، ۱، ص۹۲۴)

نگران، کاتب، وصول کرنے والا، حفاظت کرنے والا اور نقل کرنے والا ان میں شامل ہیں اور کسی کو رائج اجرت سے زیادہ نہ دی جائے۔ اگر آٹھویں حصے میں عام اجرت سے کچھ بچ جائے تو دوسرے مصارف کو دیں اور اگر کم ہو جائے تو دیگر ضرورتوں کے مال سے مکمل کیا جائے۔

﴿4﴾......**مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب**[1]: وہ لوگ جن کے دلوں کو اسلام کے لئے نرم کیا جائے، یہ معزز لوگ ہوتے ہیں جو اسلام قبول کرتے ہیں تو قوم ان کی اطاعت کرتی ہے۔ ان کو دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ اسلام پر ثابت قدم رہیں اور دیگر ان جیسے لوگوں اور ان کی اتباع کرنے والوں کو ترغیب ملے۔

﴿5﴾......**مکاتب:** (اس کی تعریف ماقبل گزر چکی ہے) مکاتب کا حصہ ان کے سردار کو دیا جائے اور اگر مکاتب کو بھی دیا تو جائز ہے۔ سردار اپنے مکاتب کو زکوۃ نہیں دے سکتا کیونکہ یہ اپنا غلام شمار ہوتا ہے۔

﴿6﴾......**قرض دار**[2]: غارم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی عبادت یا کسی جائز کام کے لئے قرض لیتا ہے اور یہ فقیر ہے۔ اگر کسی گناہ کے لئے قرض لے تو اس وقت تک زکوۃ نہ دی جائے جب تک توبہ نہ کرے، اگر غنی ہو تو اس کا قرض ادا نہ کیا جائے مگر یہ کہ اس نے کسی مصلحت کے پیش نظر یا کسی فتنے کو دبانے کے لئے قرض لیا ہو۔

﴿7﴾......**مجاہدین:** یہ وہ ہیں کہ جن کا وظیفہ محافظ خانہ کے دفتر میں کچھ نہ ہو تو انہیں ایک حصہ دیا جائے اگرچہ وہ مال دار ہوں کیونکہ یہ جہاد پر مدد کرنا ہے۔

﴿8﴾......**مسافر:** مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے شہر سے سفر کے لئے نکلا جبکہ گناہ کا ارادہ نہ ہو یا وہ زکوۃ دینے والے کے شہر سے گزرا، اگر فقیر ہے تو اسے زکوۃ دی جائے اور اگر اس کا مال دوسرے شہر میں ہے تو اتنا دیا جائے کہ وہ وہاں تک پہنچ سکے۔

1......مؤلفة القلوب: باجماعِ صحابہ ساقط ہو گئے کیونکہ جب اللّٰہ تبارَک وتعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی۔ یہ اجماع زمانۂ صدیق میں منعقد ہوا۔ (ماخوذ از الهدایه اولین، کتاب الزکوة، باب من یجوز دفع الصدقات الیه و من لا یجوز، ص۱۸۴)

2......**غارم:** سے مراد مدیون (قرض دار) ہے یعنی اس پر اتنا دَین (قرض) ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔ (بهار شریعت، ج ۱، ص۹۲۶)

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ کہیں کہ یہ صفات کس طرح پہچانی جا سکتی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک **فقیری و مسکینی** کا معاملہ ہے تو وہ لینے والے کے قول سے معلوم ہوں گی، اس سے نہ تو دلیل طلب کی جائے گی اور نہ ہی قسم لی جائے گی بلکہ اس کے کہنے پر اعتماد کرنا جائز ہے جبکہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو۔ **جہاد اور سفر** تو **مستقبل** کا معاملہ ہے، اگر وہ کہے کہ میں جہاد پر جاؤں گا تو اسے زکوٰۃ دی جائے گی پھر اگر وہ اپنا قول پورا نہ کرے تو واپس لے لی جائے۔ ان کے علاوہ دیگر مصارفِ زکوٰۃ میں گواہی ضروری ہے۔ یہ زکوٰۃ کے مستحق ہونے کی شرائط ہیں۔ ہر مصرفِ زکوٰۃ کو کتنا کتنا دینا چاہئے اس کا بیان آگے آئے گا۔

زکوٰۃ لینے والے کی ذمہ داری:

زکوٰۃ لینے والے کی پانچ ذمہ داریاں ہیں:

﴿1﴾...... **پہلی ذمہ داری:** وہ جانے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دوسروں پر اس کے لئے زکوٰۃ اس لئے فرض کی ہے تا کہ اس کی تمام فکریں ختم ہو جائیں صرف ایک باقی رہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں پر لازم کیا ہے کہ ان کی تمام فکریں ایک فکر میں جمع ہو جائیں اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت کی فکر ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کا یہی معنی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴿۵۶﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میں نے جنّ اور آدمی اتنے ہی (اسی) لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

لیکن چونکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ بندے پر خواہشات اور حاجات مسلّط کی جائیں اور خواہش و حاجت بندے کی سوچ و فکر کو متفرق کر دیتی ہے تو اس کا کرمِ نعمت کی ایسی کثرت کا تقاضا کرتا ہے جو حاجات میں کفایت کرے۔ پس اس نے اموال کی کثرت کر کے لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیا تا کہ یہ ان کی حاجات کو پورا کرنے کا آلہ اور عبادات کے لئے فراغت کا وسیلہ بن جائے۔ بعض لوگوں کے لئے مال کی کثرت آزمائش و فتنہ کا سبب بن گئی اور انہیں خطرے میں ڈال دیا جبکہ بعض کو اپنا محبوب بنا لیا اور انہیں دنیا سے بچا لیا جیسے کوئی شفیق و مہربان شخص اپنے مریض کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے زائد مال کو دور رکھا اور بقدرِ حاجت مقدار اغنیا کے ذریعے ان تک پہنچائی کہ کمانے، جمع

کرنے اور حفاظت کرنے کی محنت ومشقت کی ذمہ داری مالداروں پر رہے اور اس کا فائدہ فقرا کو پہنچے اور وہ عبادت الٰہی اور سفرِ آخرت کی تیاری کے لئے فارغ ہوں، دنیا کا زائد مال انہیں عبادت سے نہیں پھیرتا اور فاقہ کشی سفرِ آخرت کی تیاری میں رکاوٹ نہیں بنتا، یہ نعمت کی انتہا ہے۔ لہٰذا فقیر پر لازم ہے کہ نعمتِ فقر کی قدر و قیمت پہچانے اور اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ جو چیز مجھے عطا کی گئی اس کے مقابلے میں جو عطا نہیں کی گئی اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مجھ پر بہت بڑا فضل ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ اس کی تحقیق اور وضاحت فقر کے بیان میں آئے گی۔

حاصل شدہ مال میں محتاج کی نیت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے فقیر کو جو کچھ حاصل ہوا سے اپنا رزق سمجھے اور اطاعت پر مددگار بنائے اور یہ نیت کرے کہ اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر قوت حاصل کرے گا، اگر ایسا نہ کرسکتا ہو تو (بقدرِ حاجت رکھ کر) باقی کو جائز مصرف میں خرچ کردے۔ اگر اس نے اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی پر مدد چاہی تو وہ نعمتوں کی ناشکری کرنے والا نیز رحمتِ الٰہی سے دوری اور اس کی ناراضی کا مستحق ہوگا۔

﴿2﴾......**دوسری ذمہ داری:** دینے والے کا شکریہ ادا کرے، اس کے لئے دعا کرے، اس کی تعریف کرے لیکن اس شکر اور دعا کے ذریعے اسے واسطہ ہونے سے نہ نکالے (یعنی حقیقی دینے والا نہ سمجھے) بلکہ اسے اپنے تک نعمتِ الٰہی پہنچنے کا راستہ سمجھے اور اس اعتبار سے راستے کا بھی ایک حق ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے راستہ اور ذریعہ بنایا (لہٰذا اس کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے) اور یہ نظریہ رکھنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نعمت ملنے کے عقیدے کے خلاف نہیں۔ کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ یعنی جو بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔'' (1)

بعض مقامات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود بندوں کے اعمال کے سبب ان کی تعریف فرمائی حالانکہ اعمال کا خالق اور اس کی قدرت پیدا کرنے والا وہی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ (پ۲۳، صٓ: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا۔

اس کے علاوہ بھی کئی آیات میں ایسے فرامین موجود ہیں۔

(1)......سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، الحدیث:۱۹۶۲، ج۳، ص۳۸۴۔

زکوٰۃ لینے والا دینے والے کو یوں دعا دے:

زکوٰۃ لینے والے کو چاہئے کہ (دینے والے کے لئے) یوں دعا کرے: ''طَهَّرَ اللّٰهُ قَلْبَكَ فِيْ قُلُوْبِ الْاَبْرَارِ وَزَكّٰى عَمَلَكَ فِيْ عَمَلِ الْاَخْيَارِ وَصَلّٰى عَلٰى رُوْحِكَ فِيْ اَرْوَاحِ الشُّهَدَاء، یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نیک لوگوں کے دلوں کے ساتھ تیرے دل کو پاک وصاف کرے، نیکوکاروں کے اعمال کے ساتھ تیرے عمل کو پاکیزگی بخشے اور شہدا کی روحوں کے ساتھ تجھ پر رحمت بھیجے۔''

نیز مروی ہے کہ حضور انور، شافعِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے تم اس کا بدلہ دو، اگر بدلہ نہیں دے سکتے تو اس کے لئے دعا کرو یہاں تک کہ تم جان لو کہ تم نے اس کا بدلہ دے دیا۔'' (1)

کامل شکر یہ ہے کہ اگر عطیہ (یعنی دی گئی چیز) میں کوئی عیب ہو تو اسے چھپائے، نہ اس کی تحقیر کرے اور نہ ہی مذمت، اگر وہ نہ دے تو اس پر اسے عار نہ دلائے۔ دینے والے کے عمل کو خود بھی بڑا سمجھے اور لوگوں کے سامنے بھی اسے بڑا ہی قرار دے۔

عطیہ دینے اور لینے والے کی نیت:

دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ اپنے عطیہ کو حقیر سمجھے جبکہ لینے والے کی ذمہ داری ہے کہ اس کا احسان مند ہو اور اسے بڑا خیال کرے۔ ہر بندے پر لازم ہے کہ اپنے حق پر قائم رہے اور اس مسئلے میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ چھوٹا اور بڑا ماننے کے اسباب میں فرق ہے۔ دینے والے کے لئے چھوٹائی کے اسباب کا لحاظ نفع بخش ہے اور اس کا خلاف نقصان دہ جبکہ لینے والے کا معاملہ اس کے برعکس ہے اور دونوں صورتوں میں نعمت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جاننے میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ جو واسطہ کو واسطہ نہیں جانتا وہ جاہل ہے اور جو واسطہ کو اصل سمجھتا ہے وہ منکر ہے۔

﴿3﴾...... **تیسری ذمہ داری:** لینے والا دیکھے کہ وہ کیا لے رہا ہے اگر جائز نہ ہو تو نہ لے۔ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ

(پ۲۸، الطلاق: ۲،۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (2)

1 ......سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب عطیۃ من سأل اللہ عزوجل، الحدیث:۱۶۷۲، ج۲، ص۱۷۸، مفهومًا۔

2 ......صَدْرُ الْاَفَاضِل مُفَسِّرِ شہیر حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی اس آیت کے تحت فرماتے......

حرام سے بچنے والا حلال کے ملنے سے محروم نہیں رہتا۔ پس ترکوں (یعنی سرکاری لوگوں)، سپاہیوں اور بادشاہوں کے اموال سے نہ لے نیز ان لوگوں سے بھی نہ لے جن کی اکثر کمائی حرام کی ہوتی ہے۔ البتہ اگر اس پر معاملہ تنگ ہو جائے اور جو مال اسے دیا جا رہا ہے اس کا معین مالک معلوم نہ ہو تو وہ ضرورت کے مطابق لے سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں شریعت کا فتویٰ یہ ہے کہ اسے خیرات کر دے جیسا کہ حلال وحرام کے بیان میں آئے گا اور یہ اس صورت میں ہے جب حلال سے عاجز ہو جائے۔ نیز جب (اس قسم کا مال) لے گا تو زکوۃ لینے والا نہیں ہوگا کیونکہ حرام مال سے دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

﴿4﴾......چوتھی ذمہ داری: یہ ہے کہ جو کچھ وہ لے رہا ہے اس کی مقدار کے معاملے میں بھی شک وشبہ سے بچے۔ جائز مقدار میں بھی اس وقت لے جب ثابت ہو جائے کہ لینے کا حق دار ہونے کی صفت سے متصف ہے۔

اگر مکاتب یا قرض کے عوض لیتا ہے تو قرض کی مقدار سے زیادہ نہ لے۔

اگر عامل (یعنی مال جمع کرنے پر مقرر ہو) اور عمل کی وجہ سے لے تو عام اجرت سے زیادہ نہ لے، اگر زیادہ دیا جائے تو انکار کر دے اور نہ لے کیونکہ دینے والا مال کا مالک نہیں کہ وہ اپنی طرف سے زیادہ دے۔

اگر وہ مسافر ہو تو زادِراہ اور منزل تک سواری کے کرائے سے زیادہ نہ لے۔

اگر غازی ہو تو گھوڑے، اسلحے اور نفقے کے لئے جتنے مال کا محتاج ہے اسی قدر لے، اس کی کوئی حد مقرّر نہیں بلکہ

...... ہیں: سیِّدِعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کیلئے شبہاتِ دنیا غمراتِ موت و شدائدِ روزِ قیامت سے خلاص کی راہ نکالے گا اور اس آیت کی نسبت سیِّدِعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں ایک ایسی آیت ہے جسے لوگ محفوظ کرلیں تو ان کی ہر ضرورت و حاجت کیلئے کافی ہے۔ شانِ نزول: (حضرت سیِّدُنا) عوف بن مالک کے فرزند کو مشرکین نے قید کرلیا تو (حضرت) عوف نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کرلیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی و ناداری کی شکایت کی، سیِّدِعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھتے رہو (حضرت سیِّدُنا) عوف نے گھر آکر اپنی بی بی سے یہ کہا اور دونوں نے پڑھنا شروع کیا وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا دشمن غافل ہو گیا تھا اس نے موقع پایا قید سے نکل بھاگا اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی ساتھ لے آیا، (حضرت سیِّدُنا) عوف نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ یہ بکریاں ان کے لئے حلال ہیں؟ حضور نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کا اندازہ غور وفکر سے ہوگا اسی طرح زادِ سفر کا معاملہ ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ شک والی چیز کو چھوڑ کر اسے اختیار کیا جائے جس میں شک نہ ہو۔

اگر تنگدستی کی وجہ سے لے رہا ہے تو پہلے اپنے گھر کے سامان، کپڑوں اور کتابوں کو دیکھے کہ کیا ان میں کوئی ایسی چیز ہے جو ذاتی طور پر اس کی ضرورت سے زائد ہے یا اسے اس کی عمدگی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اسے بدل کر وہ حاصل کرے جو اسے کافی ہو اور اس کی قیمت میں سے کچھ رقم بچ بھی جائے اور یہ تمام باتیں بندے کے غور وفکر سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس میں ایک ظاہری پہلو ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مستحق ہے اور ایک پہلو وہ ہے کہ جس سے اس کا مستحق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات امور ہیں۔ جو شخص شاہی چراگاہ کے آس پاس (جانور) چراتا ہے تو قریب ہے کہ وہ اس میں چرنے لگیں۔ نیز اس معاملے میں لینے والے کے ظاہری قول پر اعتماد کیا جائے گا۔ محتاج کے لئے تنگی اور وسعت کے اعتبار سے حاجات کا اندازہ لگانے کے سلسلے میں کئی مقامات ہیں، اس کے مراتب شمار نہیں ہو سکتے۔ تقویٰ کا میلان تنگی کی طرف جبکہ سستی کرنے والے کا میلان وسعت کی طرف ہوتا ہے جس کے سبب وہ نفس کو کئی ضرورتوں کے لئے محتاج سمجھتا ہے اور یہ بات شریعت میں بری ہے۔

جب حاجت ثابت ہو جائے تو کثیر مال نہ لے بلکہ اتنا لے جو لینے کے وقت سے سال بھر تک ضرورت پوری کرے۔ رخصت کی انتہائی حد یہی (ایک سال) ہے کیونکہ جب سال لوٹ آتا ہے تو آمدنی کے اسباب بھی لوٹ آتے ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سید المتوکلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے گھر والوں کے لئے ایک سال ہی کی خوراک جمع فرمائی۔ [1] یہ حد بندی فقیر اور مسکین کی تعریف کے زیادہ قریب ہے، اگر اس نے ایک ماہ یا ایک دن کی ضرورت پر اکتفا کیا تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ زکوٰۃ اور صدقہ کے مال سے لی جانے والی مقدار کے حکم میں علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے مختلف مذاہب ہیں۔ چنانچہ،

صدقات سے لی جانے والی مقدار کے حکم میں مختلف موقف:

(۱)......بعض علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے کمی میں مبالغہ کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات کی خوراک پر اکتفا کو واجب قرار دیا اور حضرت سیِّدُنا سہل بن حنظلیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی اس روایت سے استدلال کیا کہ

[1]......صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب حکم الفیئ، الحدیث:۱۷۵۷، ص۹۶۵، مفهومًا۔

حضور نبیٔ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غنا (تونگری) کے ہوتے ہوئے سوال کرنے سے منع فرمایا۔ غنا کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: ''صبح اور شام کا کھانا غنا ہے۔'' (۱)

(۲)......بعض فرماتے ہیں: غنا کی حد تک لے سکتا ہے اور وہی نصابِ زکوٰۃ ہے کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اغنیا پر ہی زکوٰۃ فرض فرمائی۔ انہوں نے زکوٰۃ لینے والے کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال میں سے ہر ایک کے لئے نصابِ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

(۳)......ایک گروہ کا موقف ہے کہ غنا (مال داری) کی حد **50** درہم یا اتنی مالیت کا سونا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص بقدرِ ضرورت مال ہونے کے باوجود سوال کرتا ہے تو بروزِ قیامت وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی۔'' پوچھا گیا: ''بقدرِ ضرورت کی حد کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''**50** درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔'' (۲)

(۴)......بعض حضرات نے **40** درہم مقدار کو غنا قرار دیا ہے کیونکہ حضرت سیِّدُنا عطا بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار سے ایک منقطع روایت مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایک اوقیہ (یعنی **40** درہم) سونا ہونے کے باوجود سوال کیا اس نے مانگنے میں مبالغہ کیا۔'' (۳)

(۵)......بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے وسعت میں مبالغہ کرتے ہوئے فرمایا: اتنی مقدار لے لے کہ جس سے سامان خرید کر عمر بھر کے لئے بے نیاز ہو جائے یا سامان تیار کر کے تجارت کرے اور اس کے ذریعے تمام عمر کے لئے مستغنی ہو جائے کیونکہ یہی غنا (مال داری) ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اتنا دو کہ لوگ غنی ہو جائیں۔''

(۶)......ایک گروہ کا موقف ہے کہ اگر (کوئی مال دار) محتاج ہو جائے تو اس کے لئے اتنا مال لینا جائز ہے کہ وہ سابقہ حالت پر لوٹ آئے اگرچہ دس ہزار درہم ہو مگر حد اعتدال سے نہ نکلے۔

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ......الخ، الحدیث: ۱۶۲۹، ج۲، ص۱۶۴-۱۶۵، مفہومًا۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ......الخ، الحدیث: ۱۶۲۶، ج۲، ص۱۶۳۔

3 ......المرجع السابق، الحدیث ۱۶۲۷، ص۱۶۴۔

کھجوروں کا باغ صدقہ کر دیا:

حضرت سیِّدُ نا ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اپنے باغ کے سبب جب نماز سے توجہ کم ہونے لگی تو فرمایا: ''میں نے اسے صدقہ کیا۔'' تو آقائے دو عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اسے اپنے رشتہ داروں پر صدقہ کر دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔'' تو انہوں نے وہ باغ حضرتِ سیِّدُ نا حسان بن ثابت اور سیِّدُ نا ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پر صدقہ کر دیا۔[1] اور کھجوروں کا ایک باغ دو آدمیوں کے لئے کثیر اور غنی بنانے والا ہے۔

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک اعرابی کو اونٹنی کے ساتھ دودھ پیتا بچہ بھی عطا فرمادیا۔

قول فیصل:

یہ سب کچھ وسعت (یعنی زیادہ دینے) کے معاملے میں منقول ہے۔ جہاں تک ایک دن کے رزق اور ایک اوقیہ (40 درہم) دینے کی صورت میں قلت کا تعلق ہے تو (اس کا حکم یہ ہے کہ) اتنا ہوتے ہوئے سوال نہ کرے اور در در کی ٹھوکریں نہ کھاتا پھرے کیونکہ گداگری (یعنی مانگنے) کا پیشہ شرعاً برا ہے اور اس کا حکم اور ہے۔ یہ تجویز احتمال کے زیادہ قریب ہے کہ وہ سامان خرید کر غنی ہو جائے لیکن یہ بھی فضول خرچی کی طرف مائل ہے۔ اعتدال کے زیادہ قریب یہ ہے کہ (اتنا لے جو) ایک سال کے لئے کفایت کرے، اس سے زائد لینے میں خطرہ اور کم میں تنگی ہے۔ جن امور میں کوئی اندازہ مقرر نہیں کیا جا سکتا ان میں توقف کیا جائے گا اور مجتہد پر جو حال ظاہر ہو اس کے مطابق حکم لگائے۔ پرہیزگار سے کہا جائے گا کہ ''اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ تجھے کچھ فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تجھے کچھ فتویٰ دیں۔''[2] کیونکہ گناہوں کے باعث دل سخت ہو جاتے ہیں۔ اگر لینے والا مال کی وجہ سے اپنے دل میں کوئی خدشہ محسوس کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور علمائے ظاہر کے فتویٰ کو علت بنا کر رخصت نہ ڈھونڈتا پھرے کیونکہ ان کے فتووں میں کچھ قیودات ہوتی ہیں اور وہ ضرورتوں کی قید سے آزاد بھی ہوتے ہیں۔ ان میں تخمینے اور شبہات پائے جاتے ہیں اور

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ و الصدقۃ علی الاقربین......الخ، الحدیث: ۹۹۸، ص ۵۰۰۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصۃ بن معبد الاسدی، الحدیث: ۱۸۰۲۸، ج ۶، ص ۲۹۲، مفہوماً۔

شبہات سے بچنا دین داروں کا طریقہ اور راہِ آخرت پر چلنے والوں کی عادات میں سے ہے۔

﴿5﴾......**زکوٰۃ لینے والے کی پانچویں ذمہ داری:** یہ ہے کہ وہ صاحبِ مال سے اس پر واجب زکوٰۃ کی مقدار معلوم کرے، وہ مال جو وہ دے رہا ہے اگر آٹھویں حصے سے زیادہ ہو تو نہ لے کیونکہ وہ اپنے شریک کے ساتھ صرف آٹھویں حصے کا مستحق ہے تو آٹھویں حصے سے بھی اتنا کم کرے جو اس قسم کے دو رفقا کو مل سکے۔ اکثر لوگوں پر یہ بات پوچھنا واجب ہے کیونکہ وہ جہالت یا سستی کی وجہ سے اس تقسیم کی پرواہ نہیں کرتے۔ البتہ جب حرمت کا غالب گمان نہ ہو تو سوال نہ کرنا جائز ہے۔ سوال کے مواقع اور احتمال کے درجات کا بیان اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ حلال وحرام کے بیان میں آئے گا۔

چوتھی فصل: نفلی صدقہ کے فضائل اور لینے دینے کے آداب

فضائل صدقہ کے متعلق 18 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾......صدقہ کرو اگرچہ ایک کھجور ہو کیونکہ یہ بھوکے کی بھوک مٹاتا اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ بجھا دیتا ہے۔ (1)

﴿2﴾...... آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے، اگر کچھ نہ پاؤ تو اچھے کلمہ کے ذریعے بچو۔ (2)

﴿3﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ حلال (مال) ہی قبول فرماتا ہے، پس جو مسلمان بندہ حلال کمائی سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے دائیں دستِ قدرت سے پکڑتا ہے پھر اس کی ایسی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اُونٹ کے بچے کو پالتا ہے حتی کہ ایک کھجور اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ (3)

﴿4﴾...... مکی مدنی سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''جب شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کرو پھر اپنے پڑوسیوں کو دیکھو اور اس میں سے کچھ انہیں دے کر ان کے ساتھ

1......الزهد لابن المبارك، باب الصدقة، الحديث: ۶۵، ص ۲۲۹۔

2......صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة......الخ، الحديث: ۱۰۱۶، ص ۵۰۷۔

3......صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب، الحديث: ۱۴۱۰، ج ۱، ص ۴۷۶، مفهومًا۔
سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ۱۸۴۲، ج ۲، ص ۴۰۳۔۴۰۴، مفهومًا۔

بھلائی کرو۔“ (۱)

﴿5﴾......جو بندہ اچھا صدقہ دیتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے چھوڑے ہوئے مال میں برکت ڈال دیتا ہے۔ (۲)

﴿6﴾......(بروزِ قیامت) ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ (۳)

﴿7﴾......صدقہ برائی کے 70 دروازے بند کر دیتا ہے۔ (۴)

﴿8﴾......پوشیدہ صدقہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غضب کو بجھاتا ہے۔ (۵)

﴿9﴾......جو شخص کشادگی کی حالت میں صدقہ دیتا ہے وہ ثواب میں اس سے افضل نہیں جو حاجت کے سبب قبول کرتا ہے۔ (۶)

شاید اس سے مراد وہ ہے جو (علم) دین کے حصول کی خاطر فراغت کی نیت سے اپنی حاجت پوری کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو (ثواب میں) وہ دینے والے کے برابر ہوگا جو اپنی عطا سے دین کی تعمیر کا ارادہ کرتا ہے۔

﴿10﴾......بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ”یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون سا صدقہ افضل ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”اس حالت میں صدقہ کرنا افضل ہے جب تم تندرست ہو، مال کے حریص ہو، زندگی کی امید رکھتے ہو، فاقہ سے ڈرتے ہو اور اتنی تاخیر نہ ہو کہ روح حلق تک پہنچ جائے پھر تم کہو: فلاں کے لئے اتنا مال، فلاں کے لئے اتنا مال حالانکہ (اب تو) وہ فلاں کا ہو چکا۔“ (۷)

﴿11﴾......ایک دن پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے ارشاد فرمایا: ”صدقہ دو۔“ ایک شخص نے عرض کی: ”میرے پاس ایک دینار ہے۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

1......صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار والاحسان الیه، الحدیث: ۲۶۲۵، ص ۱۴۱۳، عن ابی ذر۔

2......الزهد لابن المبارک، باب الصدقة، الحدیث: ۶۴۴، ص ۲۲۷۔

3......المستدرک، کتاب الزکاة، باب کل امری فی ظل صدقته......الخ، الحدیث: ۱۵۵۷، ج ۲، ص ۴۳۔

4......المعجم الکبیر، الحدیث: ۴۴۰۲، ج ۴، ص ۲۷۴، الشر بدله السوء۔

5......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الزکاة، فصل فی الاختیار فی صدقة التطوع، الحدیث: ۳۴۴۲، ج ۳، ص ۲۴۵۔

6......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۵۶۲، ج ۱۲، ص ۳۲۴، مفهومًا۔

7......صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب أیّ الصدقة افضل......الخ، الحدیث: ۱۴۱۹، ج ۱، ص ۴۷۹۔

نے ارشادفرمایا: ''اسے اپنے اوپر خرچ کر۔'' اس نے عرض کی: ''اور بھی ہے۔'' ارشادفرمایا: ''اسے اپنی زوجہ پر خرچ کر۔'' عرض کی: ''اور بھی ہے۔'' ارشادفرمایا: ''اسے اپنے بچے پر خرچ کر۔'' عرض کی: ''اور بھی ہے۔'' فرمایا: ''اسے اپنے خادم پر خرچ کر۔'' عرض کی: ''ایک اور بھی ہے۔'' ارشادفرمایا: ''جہاں بہتر سمجھو خرچ کرو۔'' (۱)

﴾12﴿ ...... آلِ محمد کے لئے صدقہ جائز نہیں، یہ تو لوگوں کی میل ہے۔ (۲)

﴾13﴿ ...... مانگنے والے کا حق لوٹا وَ اگرچہ پرندے کے سر کے برابر کھانا ہو۔ (۳)

﴾14﴿ ...... اگر مانگنے والا سچا ہو تو اسے (خالی ہاتھ) لوٹانے والا فلاح نہیں پا سکتا۔ (۴)

﴾15﴿ ...... حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ روح اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشادفرمایا: ''جو شخص مانگنے والے کو اپنے گھر سے خالی ہاتھ لوٹاتا ہے تو سات دن تک رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے۔''

﴾16﴿ ...... اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی دو کام کسی کے سپرد نہیں فرماتے تھے۔ رات کو وضو کا پانی خود رکھتے اور اسے ڈھانپ کر رکھتے اور مسکین کو اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے۔ (۵)

﴾17﴿ ...... مسکین وہ نہیں جسے ایک دو کھجوریں یا ایک دو لقمے واپس لوٹا دیتے ہیں بلکہ مسکین تو وہ ہے جو سوال سے بچتا ہے چاہو تو یہ آیتِ مبارکہ پڑھو: لَا یَسْـٴَـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًاؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے۔ (۶)

﴾18﴿ ...... جو مسلمان کسی مسلمان بھائی کو لباس پہناتا ہے تو جب تک اس (کے جسم) پر ایک ٹکڑا بھی رہتا ہے پہنانے والا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حفظ و امان میں رہتا ہے۔ (۷)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، الحدیث: ۱۶۹۱، ج۲، ص۱۸۴، بتغیرٍ۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ترک استعمال آل النبی علی الصدقۃ، الحدیث: ۱۰۷۲، ص۵۴۰، بتغیرٍ۔

3 ......کتاب الضعفاء للعقیلی، اسحق بن نصیح الملطی: ۱۲۳، ج۱، ص۱۲۱، بتغیرٍ۔

4 ......المقاصد الحسنۃ، حرف اللام، الحدیث: ۸۹۲، ص۳۵۱۔

5 ......سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب تغطیۃ الاناء، الحدیث: ۳۶۲، ج۱، ص۲۲۶، مفہومًا۔

6 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب المسکین الذی لایجد غنی......الخ، الحدیث: ۱۰۳۹، ص۵۱۷۔

7 ......سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: ۴۱، الحدیث: ۲۴۹۲، ج۴، ص۲۱۸، بتغیرٍ۔

فضائل صدقہ کے متعلق 17 اقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾...... حضرت سیِّدُنا عروہ بن زبیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے 50 ہزار (درہم) صدقہ کئے حالانکہ آپ کی اوڑھنی میں پیوند لگے ہوئے تھے۔'' (۱)

﴿2﴾...... حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد اس فرمانِ باری تعالیٰ: **وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا**⑧(پ۲۹،الدھر:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر (قیدی) کو۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''وہ کھانے کی خواہش کے باوجود کھلاتے ہیں۔'' (۲)

﴿3﴾...... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمارے اچھے لوگوں کو دولت عطا فرما کہ وہ اسے حاجت مندوں کی طرف لوٹائیں۔''

﴿4﴾...... حضرت سیِّدُنا عبدالعزیز بن عمیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''نماز تجھے آدھے راستے تک پہنچاتی، روزہ بادشاہ کے دروازے تک پہنچاتا اور صدقہ اس میں داخل کر دیتا ہے۔'' (۳)

﴿5﴾...... حضرت سیِّدُنا ابن ابی الجعد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَحَد فرماتے ہیں: ''بے شک صدقہ برائی کے 70 دروازے بند کر دیتا ہے (۴) اور پوشیدہ صدقہ ظاہری صدقہ پر 70 گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے (۵) اور یہ 70 شیاطین کے جبڑے چیر دیتا ہے۔''

﴿6﴾...... حضرت سیِّدُنا عبد**اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''ایک شخص نے 70 سال **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی پھر ایک فاحشہ سے زنا کر بیٹھا تو اس کے تمام اعمال ضائع ہوگئے پھر ایک مسکین کے پاس سے گزرا اور اس پر ایک روٹی صدقہ کی تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کا گناہ بخش دیا اور اس کے 70 سال کے اعمال لوٹا دیئے۔'' (۶)

---

1 ......الزھد لابن المبارک، باب اصلاح ذات البین، الحدیث۶۵۷، ص۲۲۰، بلفظ سبعین۔

2 ......الدرالمنثور، الجزء التاسع والعشرون، سورۃ الانسان۸، ج۸، ص۳۷۰۔

3 ......المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الاول فی مبانی الاسلام......الخ، الفصل الثالث فی الزکاۃ وفضلها، ج۱ ص۱۹۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۷۸۔

5 ......تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر، یزید بن بشر السکسکی۸۲۴۶، ج۶۵، ص۱۳۱، باختصارٍ۔

6 ......جامع العلوم والحکم، الحدیث: الثامن عشر، ص۲۲۰، بتغیرٍ۔

﴿7﴾ ...... حضرت سیِّدُ نا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''جب تجھ سے کوئی خطا ہو جائے تو صدقہ دے۔'' (۱)

﴿8﴾ ...... حضرت سیِّدُ نا یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں صدقہ کے دانے کے علاوہ کسی دانے کو نہیں جانتا جو دنیا کے پہاڑوں کے برابر وزنی ہو۔'' (۲)

﴿9﴾ ...... حضرت سیِّدُ نا عبدالعزیز بن ابی روّاد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْجَوَاد فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ تین باتیں جنت کے خزانوں میں سے ہیں: (۱)...... بیماری کو چھپانا (۲)...... صدقہ چھپا کر دینا اور (۳)...... مصیبتوں کو چھپانا۔'' (۳)

﴿10﴾ ...... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''اعمال آپس میں فخر کرتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے: میں تم سب سے افضل ہوں۔'' (۴)

﴿11﴾ ...... حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا شکّر صدقہ کیا کرتے اور فرماتے: ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان سنا ہے: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۹۲) ترجمۂ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ مجھے شکر بہت پسند ہے۔'' (۵)

﴿12﴾ ...... حضرت سیِّدُ نا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''مجھے عیب دار چیز راہ خدا میں صدقہ کرنا ناپسند ہے۔''

﴿13﴾ ...... حضرت سیِّدُ نا عبید بن عمیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''بروزِ قیامت لوگ اتنے بھوکے ہوں گے جتنے پہلے کبھی نہ تھے، اتنے پیاسے ہوں گے جتنے پہلے کبھی نہ تھے اور ایسے برہنہ ہوں گے جیسے پہلے کبھی نہ تھے تو جس نے (دنیا میں) رضائے الٰہی کے لئے کسی کو کچھ کھلایا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پیٹ بھر کر کھلائے گا، جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی کو کچھ پلایا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے سیراب فرمائے گا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کسی کو لباس پہنایا

---

1 ......البر والصلة، باب ماجاء فی الصدقة و النفقة، الحدیث: ۲۸، ص ۱۴۳۔

2 ......المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الاول فی مبانی الاسلام......الخ، الفصل الثالث فی الزکاة وفضلها، ج۱ ص ۱۹۔

3 ......اللآلی المصنوعة، کتاب المرض و الطب، ج۲، ص ۳۲۹، عن ابن عمر۔

4 ......المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الاوّل فی مبانی الاسلام......الخ، الفصل الثالث فی الزکاة وفضلها، ج۱ ص ۱۹۔

5 ......الدر المنثور، الجزء الرابع، سورة آل عمران: ۹۲، ج ۲، ص ۲۶۲۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے (جنتی) لباس پہنائے گا۔'' (۱)

﴿14﴾...... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو تمہیں غنی کر دیتا تم میں کوئی فقیر نہ ہوتا لیکن اس نے تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمایا۔'' (۲)

﴿15﴾...... حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ''جو شخص خود کو صدقہ کے ثواب کا اس سے زیادہ محتاج نہ سمجھے جتنا فقیر صدقے کا محتاج ہے تو اس نے اپنا صدقہ ضائع کر دیا اور اسے اپنے چہرے پر دے مارا۔'' (۳)

﴿16﴾...... حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَالِك فرماتے ہیں: ''ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ خوش حال شخص صدقہ کے پانی یا مسجد کے پانی سے پئے کیونکہ وہ پیاسوں کے لئے ہوتا ہے جو بھی پیاسا ہو نیز اس پر فقط اہلِ حاجت اور مساکین لوگ ہی نہیں آتے۔''

﴿17﴾...... منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے قریب سے ایک دلال گزرا اس کے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی۔ آپ نے دلال سے پوچھا: ''کیا تم اس کی ایک یا دو درہم قیمت پر راضی ہو؟'' اس نے کہا: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جاؤ! اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک پیسے اور ایک لقمے کے بدلے جنتی حُور دینے پر راضی ہوتا ہے۔'' (۴)

صدقہ کو چھپانا اور ظاہر کرنا

اس سلسلے میں اخلاص کی جستجو کرنے والوں کا راستہ مختلف ہے۔ کچھ حضرات اس طرف مائل ہوئے کہ پوشیدہ دینا افضل ہے اور کچھ حضرات کا موقف یہ ہے کہ ظاہری طور پر دینا افضل ہے۔ ہم دونوں میں سے ہر ایک میں موجود معانی اور آفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں پھر حق بات سے پردہ اُٹھائیں گے۔

پوشیدہ طور پر دینے میں پانچ حکمتیں:

﴿1﴾......اس طرح لینے والے کا پردہ رہ جاتا ہے کیونکہ ظاہری طور پر لینے سے اس کی مروّت پوشیدہ نہیں رہتی،

---

1 ......المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الاول فی مبانی الاسلام......الخ، الفصل الثالث فی الزکاۃ......الخ، اج ص۱۹۔

2 ......الدرالمنثور، الجزء التاسع عشر، سورۃ الفرقان: ۲۰، ج۶، ص۲۴۴، عن الحسن عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

3 ......المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الاول فی مبانی الاسلام......الخ، الفصل الثالث فی الزکاۃ وفضلھا، اج ص۱۹۔

4 ...... روح البیان، سورۃ التوبۃ، الجزء العاشر، ج۳، ص۴۷۴۔

حاجت سامنے آجاتی ہے اور وہ اس پسندیدہ عفت کی صفت سے خارج ہوجاتا ہے جس سے متصف شخص کو جاہل لوگ مالدار سمجھتے ہیں کیونکہ وہ سوال کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔

﴿2﴾......اس طرح لوگوں کی زبانیں اور دل محفوظ رہتے ہیں کیونکہ بعض اوقات لوگ حسد کرتے اور اس کے لینے پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ اسے بلاضرورت لینے والا گمان کرتے ہیں یا زیادہ لینے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ حسد، بدگمانی اور غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور لوگوں کو ان سے بچانا بہتر ہے۔ حضرت سیِّدُنا ایوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''میں نے اس ڈر سے نئے کپڑے پہننا چھوڑ دیئے کہ کہیں میرے پڑوسی حسد میں مبتلا نہ ہو جائیں۔'' کسی زاہد (دنیا سے کنارہ کش شخص) کا قول ہے کہ ''بعض اوقات میں اپنے بھائیوں کی وجہ سے کسی چیز کا استعمال چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہاں سے آئی ہے؟'' حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کے دوستوں نے انہیں نئی قمیص پہنے دیکھ کر پوچھا: ''یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی؟'' فرمایا: ''مجھے میرے بھائی خیثمہ نے پہنائی ہے، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس کے متعلق ان کے گھر والوں کو معلوم ہے تو میں قبول نہ کرتا۔''[1]

﴿3﴾......چھپا کر دینے والے کے عمل کو پوشیدہ رکھنے میں اس کی مدد کرنا ہے کیونکہ پوشیدہ دینے کی ظاہراً دینے سے زیادہ فضیلت ہے اور نیکی کو مکمل کرنے پر مدد کرنا بھی نیکی ہے اور کسی چیز کو مکمل طور پر دو آدمیوں کے ذریعے چھپایا جاسکتا ہے تو جب ایک (یعنی مسکین) کا حال ظاہر ہوجائے تو دینے والے کا معاملہ بھی واضح ہوجاتا ہے۔

اسلاف ظاہراً دی گئی چیز قبول نہ کرتے:

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی عالم کو کوئی چیز ظاہری طور پر دی تو انہوں نے واپس کردی، دوسرے نے پوشیدہ طور پر دی تو قبول فرمالی ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ''پوشیدہ دینے والے نے نیکی چھپانے میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھا میں نے قبول کرلی جبکہ پہلے نے نیکی چھپانے میں ادب کو پیش نظر نہیں رکھا اس لئے میں نے واپس لوٹا دی۔''

ایک شخص نے کسی صوفی کو مجمع میں کوئی چیز دی تو انہوں نے واپس کردی۔ اس شخص نے کہا: ''آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عطیہ کیوں واپس کردیا۔'' تو صوفی صاحب نے فرمایا: ''جو چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تھی تم نے اس میں

[1]......قوت القلوب، الفصل الحادی والاربعون فی ذکر فضائل الفقر......الخ، ج۲، ص۳۳۸۔

غیر اللہ کو شریک کرلیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر قناعت نہ کی تو میں نے تیرا شرک تجھے واپس لوٹا دیا۔''

ایک عارف نے پوشیدہ طور پر دی گئی وہی چیز قبول کر لی جو علانیہ ملنے پر واپس لوٹا دی تھی۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: ''تم نے علانیہ دے کر گناہ کیا تو میں گناہ میں تمہارا شریک نہیں بننا چاہتا تھا اور پوشیدہ دے کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کی تو میں نے نیکی پر تمہاری مدد کی۔''

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اگر مجھے معلوم ہو کہ کوئی شخص اپنے صدقہ کا ذکر نہیں کرے گا اور کسی سے بیان نہیں کرے گا تو میں ضرور اس کا صدقہ قبول کرلوں۔'' (۱)

﴿4﴾...... ظاہری طور پر لینے میں ذلت اور توہین ہے اور مومن کے لئے درست نہیں کہ وہ اپنے نفس کو رسوا کرے۔ بعض علما پوشیدہ طور پر دی گئی چیز لے لیتے تھے جبکہ علانیہ دی گئی چیز نہیں لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''اس کے ظاہر کرنے میں علم کی رسوائی اور اہلِ علم کی توہین ہے۔ لہٰذا میں علم کو پست اور اہلِ علم کو رسوا کر کے کسی دنیوی چیز کو بلند نہیں کرسکتا۔''

﴿5﴾...... پوشیدہ طور پر لینے میں شرکت کے شبہ سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کی موجودگی میں جسے کوئی چیز بطورِ ہدیہ دی جائے تو اس میں لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہیں۔'' (۲)

اگر وہ چاندی یا سونا ہو تب بھی ہدیہ ہی رہے گا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے محض چاندی کو بھی ہدیہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ،

سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''افضل ہدیہ جو کوئی شخص اپنے بھائی کو دیتا ہے وہ چاندی یا اسے روٹی کھلانا ہے۔'' (۳)

لہٰذا مجلس میں سب کی رضامندی کے بغیر کسی ایک کو دینا مکروہ ہے اور شبہ سے خالی نہیں تو جب تنہائی میں انفرادی طور پر لے گا تو شرکت کے شبہ سے بچ جائے گا۔

---

(1)......قوت القلوب، الفصل الحادی والاربعون فی ذکر فضائل الفقر......الخ، ج۲، ص۳۳۹، مفهومًا۔

(2)......المعجم الکبیر، الحدیث:۱۱۱۸۳، ج۱۱، ص۸۵۔

(3)......قوت القلوب، الفصل الحادی والاربعون فی ذکر فضائل الفقر......الخ، ج۲، ص۳۳۹۔

ظاہری طور پر دینے میں چار حکمتیں:

﴿1﴾......اخلاص، سچائی، اپنے مال کی لوگوں کے دھوکے اور ریا کاری سے سلامتی ہے۔

﴿2﴾......جاہ و مرتبہ کو دور کرنا، بندگی اور غربت کو ظاہر کرنا، تکبر اور استغنا کے دعویٰ سے بری ہونا اور لوگوں کی نگاہوں میں نفس کو گرانا ہے۔

حکایت: صدقہ ظاہر کرنے کی فضیلت:

معرفتِ الٰہی رکھنے والے ایک بزرگ نے اپنے شاگرد سے فرمایا: ''اگر تم صدقہ لو تو ہر حال میں اسے ظاہر کرو کیونکہ تم دو میں سے ایک شخص سے خالی نہ ہو گے ایک شخص وہ ہے کہ جب تم ایسا کرو گے تو اس کے دل سے گر جاؤ گے اور یہی مقصود ہے کیونکہ اس میں تمہارے دین کی سلامتی زیادہ اور نفس کی آفات کم ہیں یا دوسرا وہ شخص کہ تمہارے سچ ظاہر کرنے کے سبب اس کے دل میں تمہارا مقام بلند ہو گا اور تمہارا بھائی بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ وہ تم سے جس قدر زیادہ محبت کرے گا اور تمہاری تعظیم کرے گا اس کا ثواب زیادہ ہو گا اور چونکہ تم اس کے لئے مزید ثواب کا باعث بنے لہٰذا تمہیں بھی اجر دیا جائے گا۔

﴿3﴾......عارف کی نظر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہوتی ہے اس کے حق میں پوشیدہ و علانیہ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ پس حال کا مختلف ہونا توحید میں شرک ہے۔ بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین فرماتے ہیں: ''ہم اس شخص کی دعا کا اعتبار نہیں کرتے جو پوشیدہ تو لے مگر علانیہ لوٹا دے۔ لوگ موجود ہوں یا غائب ان کی طرف متوجہ ہونا فوری نقصان کا باعث ہے بلکہ بندے کی نظر ہمیشہ اللہ واحد پر لگی رہے۔''

حکایت: اللہ دیکھ رہا ہے!

منقول ہے کہ ایک بزرگ کو اپنے ایک مرید سے بہت زیادہ محبت تھی دوسروں کو یہ بات بہت ناگوار تھی، بزرگ نے لوگوں کے سامنے اس مرید کی فضیلت ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ، ہر ایک کو ایک ایک مرغی دی اور فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک اکیلا جائے اور اسے وہاں جا کر ذبح کرے جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔'' لہٰذا ہر شخص نے تنہائی میں جا کر مرغی ذبح کر دی لیکن وہ مرید زندہ مرغی واپس لے آیا۔ شیخ نے دیگر مریدوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا ہم نے

شیخ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ پھر شیخ نے مرید خاص سے پوچھا کہ ”تم نے اپنے دوستوں کی طرح مرغی ذبح کیوں نہ کی؟“ اس نے جواب دیا: ”مجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں مجھے کوئی نہ دیکھ رہا ہو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تو (مجھے) ہر جگہ ملاحظہ فرما رہا ہے۔“ یہ سن کر شیخ نے فرمایا: ”اسی خوبی کی وجہ سے میں اس کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہوں کیونکہ یہ غیر خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔“

﴿4﴾......علانیہ طور پر دینے میں سنتِ شکر کو قائم کرنا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ (پ۳۰، الضحٰی: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ اور چھپانا نعمت کی ناشکری ہے۔

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عطا کردہ مال کو پوشیدہ رکھنے سے منع فرمایا اور ایسا کرنے والے کو بخیل کا ساتھی قرار دیا۔ چنانچہ،

ارشاد فرمایا: الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط (پ۵، النسآء: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آپ بخل کریں اور اَوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اُسے چھپائیں۔

نیز حضور نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ وہ نعمت اس پر دکھائی دے۔“ (۱)

ایک شخص نے کسی عارف کو کوئی چیز چھپا کر دی تو انہوں نے اسے اٹھا کر فرمایا: ”یہ دنیا میں سے ہے اور اسے ظاہر کرنا افضل ہے جبکہ امورِ آخرت کو پوشیدہ رکھنا افضل ہے۔“

اسی لئے بعض علما نے فرمایا: جب تمہیں لوگوں میں عطا کیا جائے تو لے لو پھر پوشیدہ طور پر لوٹا دو اور اس پر شکریہ ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ،

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بھی شکر ادا نہ کیا۔“ (۲)

اور شکریہ ادا کرنا بھی بدلہ دینے کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ،

---

❶......سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء ان اللّٰہ تعالٰی یحب......الخ، الحدیث: ۲۸۲۸، ج۴، ص۳۷۴، مفہومًا۔

❷......سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، الحدیث: ۱۹۶۲، ج۳، ص۳۸۴۔

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اسے اس کا بدلہ دو اگر بدلہ نہیں دے سکتے تو اس کی اچھی تعریف کرو اور اس کے لئے دعا کرو حتّٰی کہ تم جان لو کہ تم نے بدلہ دے دیا۔''[1]

نیز جب مہاجرین نے شکر کے بارے میں عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم نے ان لوگوں (یعنی انصار) سے بہتر کسی کو نہ دیکھا کہ ہم ان کے پاس ٹھہرے تو انہوں نے ہمارے درمیان اپنے اموال بھی تقسیم کر دیئے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہونے لگا کہ سارا اجر یہ لے جائیں گے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایسا ہرگز نہیں ہے، تم نے جو ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی تعریف کی یہی اس کا بدلہ ہے۔''

فیصلۂ غزالی:

اب جبکہ تم نے یہ معانی سمجھ لئے تو جان لیجئے کہ اس میں لوگوں کا اختلاف اصل مسئلہ میں اختلاف نہیں بلکہ یہ حالت میں اختلاف ہے۔ حقیقت حال یوں واضح ہوگی کہ ہم قطعی فیصلہ نہیں دے سکتے کہ ہر حال میں پوشیدہ دینا افضل ہے یا علانیہ؟ بلکہ نیتوں کے بدلنے سے حکم اور احوال واشخاص کے بدلنے سے نیتیں بدل جاتی ہیں۔ پس مخلص شخص کو اپنے نفس کی حفاظت کرنی چاہئے کہ کہیں وہ دھوکے کی رسی میں نہ لٹک جائے، طبیعت اور شیطان کے مکروفریب میں نہ پھنس جائے۔ نیز دونوں صورتوں میں دھوکے کا عمل دخل ہے مگر علانیہ دینے کی بنسبت پوشیدہ دینے میں مکروفریب زیادہ ہے۔

پوشیدہ طور پر لینے میں فریب کا دخل اس طرح ہے کہ اس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے۔ نیز اس میں جاہ و مرتبہ کی حفاظت اور لوگوں کی نظروں سے اپنی عزّت کو گرنے سے بچانا ہے اور اس سے بھی احتراز ہے کہ لوگ اس کی طرف توہین آمیز نظروں سے دیکھیں اور دینے والے کو منعم ومحسن خیال کریں۔ یہ لاعلاج بیماری اور نفس میں قرار پکڑتی ہے۔ شیطان اس کے ذریعے اچھے معانی کو ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ مذکورہ پانچوں (پوشیدہ دینے کے) معانی کو علت بنا کر پیش کرتا ہے۔ ان تمام کا معیار وکسوٹی ایک ہی بات ہے، وہ یہ کہ اسے اپنے صدقہ لینے کا حال کھل جانے کا اتنا ہی غم ہو جتنا اسے اپنے دوسرے احباب کے صدقہ کے ظاہر ہونے سے دکھ ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ غیبت، حسد، بدگمانی یا پردہ دری سے بچیں یا دینے والے کی پوشیدہ دینے پر اعانت یا علم کی ذلت سے حفاظت مقصود ہو تو یہ تمام باتیں دوسرے بھائی کے صدقہ کا حال کھلنے سے بھی ہوں گی۔ اگر اس کا حال کھلنے کا انکشاف

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب عطیۃ من سأل اللّٰہ عزوجل، الحدیث: ۱۶۷۲، ج۲، ص۱۷۸، مفھومًا۔

دوسروں کا حال کھلنے کے انکشاف سے زیادہ بھاری محسوس ہوتو پوشیدہ لینے کے ان معانی کا بہانہ بنانا محض جھوٹ اور شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ علم کا ذلیل ہونا اس اعتبار سے ہے کہ وہ علم ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ زید یا عمرو کا علم ہے اور غیبت اس اعتبار سے ممنوع ہے کہ یہ محفوظ عزّت کو عیب لگانا ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ خاص طور پر زید کی عزت کو عیب لگانا ہے۔ لہٰذا جو آدمی ان باتوں کو اچھی طرح پیشِ نظر رکھتا ہے بعض اوقات شیطان اس سے عاجز آجاتا ہے ورنہ وہ ہمیشہ زیادہ عمل کر کے کم فائدہ پاتا ہے۔

جہاں تک **ظاہری طور** پر صدقہ دینے کا مسئلہ ہے تو اس کی طرف طبیعت کا میلان اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے دینے والے کو دلی خوشی ہوتی ہے اور اسے ایسے کاموں کی ترغیب ملتی ہے۔ دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ یہ (یعنی لینے والا) شخص بہت زیادہ شکر کرنے والا ہے تاکہ وہ اس کی عزت کریں اور اس پر مال خرچ کریں۔ یہ باطنی لاعلاج بیماری ہے اور شیطان دیندار آدمی پر اسی صورت میں قادر ہوتا ہے کہ وہ اس کے سامنے ایسے کاموں کو سنت کے طور پر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے: ”شکر ادا کرنا سنت ہے جبکہ پوشیدہ رکھنا ریاکاری ہے۔“ نیز اس کے سامنے ہمارے ذکر کردہ (ظاہر کر کے دینے والے چار) معانی پیش کرتا ہے تاکہ اسے ظاہر کر کے دینے پر ابھارے حالانکہ اس کا مقصد وہی ہوتا ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اس کا معیار و کسوٹی یہ ہے کہ وہ شکر کی طرف اپنے نفس کا میلان دیکھے یہاں تک کہ اس کی خبر دینے والے کو بھی نہ پہنچے اور نہ ان لوگوں تک پہنچے جو اسے دینے کی رغبت رکھتے ہیں اور جن کی عادت ہے کہ وہ اسی کو دیتے ہیں جو پوشیدہ رکھتا ہے اور شکریہ ادا نہیں کرتا۔ اگر اس کے نزدیک یہ احوال برابر ہوں تو جان لے کہ اس کا مقصد سنت کو قائم کرنا اور نعمت کا اظہار کرنا ہے ورنہ یہ دھوکا ہے۔

پھر جب وہ جان لے کہ اس کا سبب شکریہ ادا کرنے میں سنت کو اپنانا ہے تو دینے والے کو اس کا حق ادا کرنے میں غافل نہ ہو۔ پس وہ غور کر لے کہ اگر وہ شکریہ ادا کرنے اور اس کے ظاہر ہونے کو پسند کرتا ہے تو چاہئے کہ مخفی رکھے اور شکریہ ادا نہ کرے کیونکہ اس کے حق کو پورا کرنا یہ ہے کہ ظلم پر اس کی مدد نہ کرے اور اس سے شکریہ ادا کرنے کا مطالبہ کرنا ظلم ہے اور جب اس کا حال اس بات پر دلالت کرے کہ وہ شکریہ ادا کرنے کو پسند نہیں کرتا اور نہ اس کا ارادہ رکھتا ہے تو اس وقت اس کا شکریہ ادا کرے اور اس کا صدقہ ظاہر کرے۔ یہی وجہ ہے کہ

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے ایک شخص کی تعریف کی گئی تو آپ نے ارشاد

فرمایا: ”تم نے اس کی گردن ماردی(۱) اگر وہ سنتا تو کامیابی نہ پاتا۔“(۲) حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کئی لوگوں کی ان کے سامنے تعریف کی کیونکہ آپ ان کے یقین کے متعلق مطمئن تھے اور جانتے تھے کہ یہ چیز انہیں نقصان نہیں دے گی بلکہ ان کی رغبت میں اضافہ کرے گی۔ چنانچہ،

کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا کیسا؟

ایک شخص سے ارشاد فرمایا: ”یہ جنگل والوں کا سردار ہے(۳)۔“ (۴)

ایک سے ارشاد فرمایا: ”جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی تکریم کرو(۵)۔“ (۶)

ایک شخص کی (فصیح وبلیغ) گفتگو سن کر پسند فرمائی اور ارشاد فرمایا: ”اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا یعنی بے شک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔“ (۷)

ایک روایت میں ہے کہ ”جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی نیکی کا علم ہو تو اسے بتا دے کیونکہ اس سے نیکی میں رغبت بڑھتی ہے۔“ (۸)

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند البصریین، حدیث ابی بکرة......الخ، الحدیث۲۰۵۲۵، ج۷، ص۳۳۴، بتغیرِ الفاظٍ۔

2 ...... مفسرِ شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الْمَنَّان مِرْاٰةُ الْمَنَاجِیْح، ج6، ص455 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: ”وہ شخص ایسی طبیعت کا ہے کہ تیری تعریف سن کر مغرور و متکبر ہو جائے گا۔ ایسے شخص کی منہ پر تعریف اسے نقصان دیتی ہے۔“

3 ......یہ بات حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا قیس بن عاصم تمیمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق ارشاد فرمائی تھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۳۴۷)

4 ......المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر قیس بن عاصم المنقری، الحدیث۶۶۲۳، ج۴، ص۸۰۳۔

5 ......اس روایت کا سبب کچھ یوں ہے کہ حضرت سیِّدُنا جریر بن عبداللہ بجلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی قوم کے سردار اور معزز شخص تھے۔ جب یہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی تعظیم وتوقیر فرمائی اور ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور ارشاد فرمایا: ”جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی تکریم کرو۔“

(عمدة القاری لعینی، کتاب المناقب، باب مناقب الانصار، ذکر جریر بن عبداللّٰہ البجلی رضی اللّٰہ تعالی عنہ ج۱۱، ص۵۳۵)

6 ......سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموه، الحدیث۳۷۱۲، ج۴، ص۲۰۸، بتغیرٍ۔

7 ......صحیح البخاری، کتاب الطب، باب من البیان سحرا، الحدیث۵۷۶۷، ج۴، ص۴۱۔

8 ......تهذیب التهذیب، علم الجرح و التعدیل، ج۱، ص۲۴۔

ایک روایت میں ہے کہ ”جب کسی مومن (کے سامنے اس) کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھتا ہے۔“ (1)

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا لوگوں کی تعریف اسے نقصان نہیں پہنچاتی۔“

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: ”جب میں تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کروں اور اس پر تم سے زیادہ خوش ہوں اور اسے اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت شمار کروں تو تم میرا شکریہ ادا کرو ورنہ میرا شکریہ ادا نہ کرو۔“ (2)

اپنے دل کی نگرانی کرنے والے کو ان باریک معانی کا لحاظ کرنا چاہئے کیونکہ ان مقاصد سے غفلت کے باوجود اعضاء کو عمل میں لگا دینا شیطان کا قہقہہ اور خوشی ہے کہ اس میں تھکاوٹ زیادہ اور نفع کم ہے۔ اس قسم کے علم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا سال بھر کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ علم کے ذریعے زندگی بھر کی عبادت زندہ ہوتی ہے، جبکہ جہالت کی وجہ سے عمر بھر کی عبادت مردہ اور ختم ہو جاتی ہے۔

حرفِ آخر:

لوگوں کے سامنے لینا اور علیحدگی میں واپس کرنا تمام راستوں سے عمدہ اور محفوظ راستہ ہے۔ اسے ملمع سازی سے دُور نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ معرفت مکمل ہو جائے یعنی پوشیدہ وظاہر برابر ہو جائے تو الگ بات ہے لیکن ایسا شخص سرخ گندھک کی طرح (نایاب) ہے جس کا ذکر تو ہوتا ہے لیکن دکھائی نہیں دیتی۔ ہم اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ سے اچھی مدد اور توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

صدقہ لینا افضل ہے یا زکوٰۃ:

(اس میں دو موقف ہیں) (۱)...... حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص، حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی اور ایک گروہ صوفیا

---

1 ......تہذیب التہذیب، علم الجرح والتعدیل، ج۷، ص۴۲۔ المعجم الکبیر، الحدیث:۴۲۴، ج۱، ص۱۷۱۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی والاربعون فی ذکر فضائل الفقر......الخ، ج۲، ص۳۴۱۔

رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے نزدیک صدقہ لینا افضل ہے۔(وجہ ترجیح) کیونکہ زکوٰۃ لینے کی صورت میں مساکین کی مزاحمت اور ان پر تنگی کرنا ہے۔ نیز بعض اوقات زکوٰۃ لینے میں قرآنِ پاک میں ذکر کردہ اوصاف کے مطابق صفتِ استحقاق کی تکمیل نہیں ہوتی لیکن صدقہ کے معاملے میں چونکہ زیادہ وسعت ہے (اس لئے صدقہ لینا افضل ہے)۔

(۲)......کچھ حضرات کا موقف ہے کہ زکوٰۃ لینا افضل ہے نہ کہ صدقہ۔(وجہ ترجیح) کیونکہ یہ واجب کی ادائیگی پر مدد کرنا ہے اور اگر تمام مساکین زکوٰۃ لینا چھوڑ دیں تو سب گنہگار رہوں گے۔ نیز زکوٰۃ میں احسان جتانا بھی نہیں پایا جاتا اس لئے کہ یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے واجب حق اور اس کے محتاج بندوں کا رزق ہے۔ نیز زکوٰۃ حاجت کے سبب لی جاتی ہے اور انسان یقینی طور پر اپنی حاجت کو جانتا ہے جبکہ صدقہ دِین کے بدلے میں لینا ہوتا ہے کیونکہ اکثر دینے والا اسے دیتا ہے جس میں کوئی بھلائی دیکھتا ہے۔ نیز مساکین کی موافقت ذلت وغربت میں زیادہ داخل کرتی اور تکبر سے دور رکھتی ہے اس لئے کہ بعض اوقات انسان صدقہ ہدیہ کے طور پر لے لیتا ہے اور یوں صدقہ اور ہدیہ میں فرق نہیں رہتا مگر زکوٰۃ میں لینے والے کی ذلت اور حاجت واضح ہوجاتی ہے۔

فیصلۂ غزالی:

اس میں درست قول یہ ہے کہ یہ بات لوگوں کے احوال کے مطابق مختلف ہوتی ہے کہ اس پر کیا غالب ہے اور اس کی نیت کیا ہے؟

اگر اس کے صفتِ استحقاق سے متصف ہونے میں شبہ ہو تو زکوٰۃ نہیں لینی چاہئے اور جب معلوم ہو کہ وہ قطعی طور پر مستحق ہے جیسا کہ اس پر کوئی قرض ہو اور اسے پورا کرنے کی کوئی صورت نہ ہو تو اسے زکوٰۃ اور صدقہ میں اختیار ہے۔

اگر صدقہ دینے والے کی صورت یہ ہو کہ اگر یہ نہ لیتا تو وہ صدقہ نہ دیتا تو صدقہ لے لے کیونکہ زکوٰۃ دینے والا اس کے مستحق تک واجب زکوٰۃ پہنچا دے گا۔ اس میں خیر میں اضافہ کرنا اور مساکین پر وسعت کرنا ہے۔

اگر مال صدقہ کے لئے رکھا ہو اور زکوٰۃ لینے کی صورت میں مساکین پر تنگی بھی نہ آتی ہو تو اسے اختیار ہے اور ان دونوں صورتوں میں معاملہ مختلف ہے اور اکثر احوال میں نفس کی سرکشی کو توڑنے اور اسے رسوا کرنے میں زکوٰۃ لینا زیادہ

مؤثر ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد، اس کی مدد اور حسنِ توفیق سے ''اَسْرَارُ الزَّكٰوة'' کا بیان مکمل ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ''اَسْرَارُ الصَّوْم'' کا بیان شروع ہوگا۔

دُعا:

تمام خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور ہمارے سردار محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، تمام انبیاو مرسلین، تمام فرشتوں، زمین و آسمان کے ہر مقرب بندے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آل و اصحاب پر تا قیامت ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمتیں اور خوب سلام ہو۔ تمام تعریفیں اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم کو بس (کافی) ہے اور کیا اچھا کارساز۔

......اچھی عادتوں کی نصیحت......

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 43 صَفحات پر مشتمل کتاب ''**امام اعظم** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم **کی وصیتیں**'' صَفْحَہ 27 پر حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے اپنے ایک شاگرد کو یوں نصیحت فرمائی: ''تم ہر شخص کو اس کے مرتبے کے لحاظ سے عزت دینا، شُرَفا کی عزت اور اہلِ علم کی تعظیم و توقیر کرنا، بڑوں کا ادب و احترام اور چھوٹوں سے پیار و محبت کرنا، عام لوگوں سے تعلق قائم کرنا، فاسق و فاجر کو ذلیل و رُسوا نہ کرنا، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، سلطان کی اہانت کرنے سے بچنا، کسی کو بھی حقیر نہ سمجھنا، اپنے اخلاق و عادات میں کوتاہی نہ کرنا، کسی پر اپنا راز ظاہر نہ کرنا، بغیر آزمائے کسی کی صحبت پر بھروسا نہ کرنا، کسی ذلیل و گھٹیا شخص کی تعریف نہ کرنا۔''

روزوں کا بیان

تمام خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے اپنے بندوں پر احسانِ عظیم فرمایا کہ ان سے شیطان کے مکر و فریب کو دور کیا، اس کی امید کو مردود اور اس کے گمان کو ناکام کر دیا۔ روزوں کو اپنے دوستوں کے لئے قلعہ اور ڈھال بنایا۔ ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے اور انہیں اس بات کی پہچان کرائی کہ ان کے دلوں تک شیطان کے پہنچنے کا ذریعہ خواہشات ہیں۔ خواہشات کو ختم کرنے سے نفسِ مطمئنہ دشمن شیطان کو ختم کرنے میں غالب اور قوی ہوتا ہے۔ مخلوق کے قائد اور سنت پر چلانے والے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے آل واصحاب پر رحمت اور خوب سلام ہو جو روشن بصیرت اور ترجیح یافتہ عقلوں والے ہیں۔

فضائل روزہ کے متعلق 11 فرامین مصطفٰے:

بے شک روزہ چوتھائی ایمان ہے۔ کیونکہ

﴿1﴾......روزہ آدھا صبر ہے۔ [1]

﴿2﴾......اور صبر آدھا ایمان ہے۔ [2]

پھر روزے کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ دوسرے تمام ارکان کی بنسبت اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خاص نسبت حاصل ہے۔ چنانچہ،

﴿3﴾......حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''ہر نیکی کا ثواب 10 گنا سے لے کر 700 گنا تک ہے سوائے روزہ کے۔ بے شک یہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔'' [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

❶......سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب فى الصوم زكاة الجسد، الحديث: ۱۷۴۵، ج۲، ص۳۴۷۔

سنن الترمذى، كتاب الدعوات، باب: ۹۲، الحديث: ۳۵۳۰، ج۵، ص۳۰۸۔

❷......تاريخ بغداد، مطيع بن عبدالله بن مطيع بن راشد الكبرى: ۷۱۹۱، ج۱۳، ص۲۲۷۔

❸......صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل الصيام، الحديث: ۱۱۵۱، ص۵۷۹۔

صحيح ابن خزيمة، كتاب الصيام، باب ذكر اعطاء الرب ......الخ، الحديث: ۱۸۹۷، ج۳، ص۱۹۷، بتغيرٍ قليلٍ۔

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (پ۲۳،الزمر:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

روزہ صبر کا نصف ہے اس کا ثواب اندازہ وحساب سے بڑھ کر ہے اور اس کی فضیلت جاننے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

﴿4﴾ ......اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: "یہ شخص اپنی خواہش اور کھانے پینے کو میرے لئے چھوڑتا ہے پس روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔"(1)

﴿5﴾ ......جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔(2)

روزے کی جزا کے طور پر روزہ دار سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کا وعدہ کیا گیا ہے۔

﴿6﴾ ......روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی افطار کے وقت، دوسری خوشی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کے وقت۔(3)

﴿7﴾ ......ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔(4)

﴿8﴾ ......روزہ دار کا سونا عبادت ہے۔(5)

﴿9﴾ ...... حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب ماہِ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے اور ایک منادی ندا کرتا ہے: اے بھلائی کے طالب! آگے بڑھ اور اے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: یریدون ان یبدلوا......الخ، الحدیث:۷۴۹۲، ج۴، ص۵۷۲۔
صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، الحدیث:۱۸۹۴، ج۱، ص۶۲۴، باختصارٍ۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام، الحدیث:۱۱۵۲، ص۵۸۱۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام، الحدیث:۱۱۵۱، ص۵۸۰۔

4 ......الزہد لابن المبارک، الجزء الحادی عشر، الحدیث:۱۴۲۳، ص۵۰۰، بتغیرٍ قلیلٍ۔

5 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصیام، اخبار وحکایات فی الصیام، الحدیث:۳۹۳۸، ج۳، ص۴۱۵۔

برائی چاہنے والے! باز آ۔“ (۱)

حضرت سیِّدُنا وکیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَدِیْع نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ۝۲۴ (پ۲۹،الحاقۃ:۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔ کے متعلق فرمایا: اس سے مراد روزوں کے ایام ہیں کیونکہ ان دنوں انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں زہد اختیار کرنے اور روزہ رکھنے کے رتبہ پر فخر کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔

﴿10﴾......بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نوجوان عابد پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ”اے میرے لئے اپنی خواہش کو ترک کرنے والے، میرے لئے اپنی جوانی خرچ کرنے والے نوجوان! تو میرے نزدیک میرے بعض فرشتوں کی طرح ہے۔“ (۲)

﴿11﴾......آقائے دو عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے روزہ دار کے متعلق فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”اے میرے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو، اس نے اپنی خواہش، اپنی لذّت اور اپنا کھانا پینا میرے لئے چھوڑ دیا۔“ (۳)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝۱۷ (پ۲۱،السجدۃ:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں کا عمل روزے رکھنا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۝۱۰ (پ۲۳،الزمر:۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

---

❶......سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل شھر رمضان، الحدیث۶۸۲، ج۲، ص۱۵۵، بتغیرٍ۔

❷......جمع الجوامع، حرف الھمزۃ، الحدیث۵۵۳۲، ج۲، ص۲۶۶، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

قوت القلوب، الفصل الثانی والعشرون:الصیام وترتیبه......الخ، ج۱، ص۱۳۲، ”مبذل“ بدله ”مبتدل“۔

❸......قوت القلوب، الفصل الثانی والعشرون:الصیام وترتیبه......الخ، ج۱، ص۱۳۲، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

لہٰذا روزہ دار کو اس کی جزا وافر اور بے حساب دی جائے گی جو کسی گمان اور پیمانے کے تحت نہیں ہوگی اور مناسب یہی ہے کہ ایسا ہی ہو کیونکہ روزہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے اور اس کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اسے خصوصی مقام و مرتبہ حاصل ہے اگرچہ تمام عبادات اسی کے لئے ہیں یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بَیْتُ اللہ شریف کو تمام زمین پر فضیلت حاصل ہے اگرچہ تمام زمین اسی کی ہے کیونکہ بیت اللہ شریف کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

دیگر عبادات پر روزے کی افضلیت کی وجہ:

اس کی دو وجوہات ہیں: (۱)......روزہ عمل کو چھوڑنے اور اس سے رکنے کا نام ہے اور یہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے اس میں دکھائی دینے والا کوئی عمل نہیں جبکہ دیگر تمام اعمال لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ روزے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ملاحظہ فرماتا ہے اور وہ محض صبر کے ذریعے باطنی عمل ہے۔ (۲)...... یہ دشمن خدا (شیطان مردود) پر غلبہ پانے کا ذریعہ ہے کیونکہ شیطان لعین کا وسیلہ خواہشات ہیں (جن کے ذریعے وہ بنی آدم کو دھوکا دیتا ہے) اور شہوات کو تقویت کھانے پینے سے حاصل ہوتی ہے اسی لئے حضور نبیٔ پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے پس بھوک کے ذریعے اس کے راستوں کو تنگ کرو۔''[1] اسی وجہ سے حضور نبیٔ اکرم، رسول محتشم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: ''ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہو۔'' انہوں نے عرض کی: ''کس چیز سے؟'' ارشاد فرمایا: ''بھوک سے۔''[2]

عنقریب ''مُہْلِکات'' کے بیان میں کھانے کی خرابی اور اس کے علاج کے ضمن میں بھوک کی فضیلت بیان کی جائے گی۔ لہٰذا (دیگر عبادات کے مقابلے میں) بالخصوص روزہ شیطان کی جڑ کاٹنے والا، اس کے راستوں کو روکنے اور تنگ کرنے والا ہے تو وہ خصوصی طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ نسبت کا مستحق ہوا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن کی بیخ کنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد سے ہی ممکن ہے اور مدد الٰہی تب شامل حال ہوگی جب بندہ دین الٰہی کی مدد کرے۔ چنانچہ، قرآن مجید، فرقان

---

1 ......التفسیر الکبیر للرازی، ارکان الاستعاذۃ، ج۱، ص۸۵۔

قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون: کتاب اساس المریدین......الخ، ج۱، ص۱۷۰۔

2 ......کشف الخفاء، حرف الدال المھملۃ، الحدیث: ۱۳۲۶، ج۱، ص۳۶۷۔

قوت القلوب، الفصل التاسع والثلاثون فی ترتیب الاقوات......الخ، ج۲، ص۲۸۸، مفھومًا۔

حمید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦ (پ۲۶،محمد:۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

پس ابتداءً جدوجہد بندے کا کام ہے اور ہدایت کے ساتھ بدلہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (پ۲۱،العنکبوت:۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ (پ۱۳،الرعد:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

اور یہ تبدیلی خواہشات کی کثرت کی وجہ سے ہوئی کیونکہ خواہشات شیطان کی چراگاہیں ہیں اور جب تک یہ تروتازہ رہتی ہیں شیطان کا آنا جانا بند نہیں ہوتا اور جب تک وہ آتا رہتا ہے بندے کے سامنے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جلال ظاہر نہیں ہوتا اور وہ اس کی ملاقات سے پردے میں رہتا ہے۔ (اسی لئے) مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر بنی آدم کے دلوں پر شیاطین چکر نہ لگاتے تو وہ آسمانوں کی بادشاہی دیکھ لیتے۔“ (1)

اسی وجہ سے روزہ عبادت کا دروازہ اور ڈھال بن گیا۔ جب اس کی فضیلت اس قدر ہے تو اس کے ارکان و سنن کو بیان کرنے کے ساتھ ظاہری و باطنی شرائط کو بیان کرنا ضروری ہے۔ ہم اسے تین فصلوں میں بیان کریں گے۔

﴿......تُوْبُوْا اِلَی اللّٰه اَسْتَغْفِرُ اللّٰه......﴾

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

---

(1)......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، الحدیث:۸۶۴۸، ج۳، ص۲۷۰، بتغیرِ الفاظٍ۔

پہلی فصل: روزے کے واجبات، ظاہری سنتیں اور روزہ توڑنے والے لازم امور کا بیان

ظاہری واجبات:

روزے کے ظاہری واجبات تو چھ ہیں:

﴿1﴾......**ماہِ رمضان شروع ہونے کا خیال رکھنا:** یہ چاند دیکھنے سے ہوتا ہے اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرے۔ رویت سے مراد علم ہے اور یہ ایک عادل آدمی کے قول سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن چونکہ عبادت میں محتاط طریقہ اختیار کیا گیا ہے اسی لئے شوال کا چاند دو عادل شخصوں کے قول سے ثابت ہوتا ہے اور جس نے کسی عادل شخص سے سنا اور اسے اس کے قول پر اعتماد اور اس کے سچا ہونے کا گمان غالب ہو تو اس پر روزہ لازم ہے اگرچہ قاضی فیصلہ نہ کرے۔ لہٰذا اپنی عبادت کے معاملے میں ہر شخص اپنے غالب گمان کی پیروی کرے۔

اگر کسی شہر میں چاند دکھائی دے اور دوسرے میں دکھائی نہ دے اور دونوں کے درمیان دو مرحلوں (یعنی دو دن کی مسافت) سے کم فاصلہ ہو تو سب پر روزہ واجب ہے اور اگر دو مرحلوں سے زیادہ فاصلہ ہو تو ہر شہر کے لئے الگ حکم ہوگا اور وجوب متعدی نہ ہوگا (یعنی ایسا نہیں کہ ایک شہر میں واجب ہو گیا تو دوسرے میں بھی واجب ہو)[1]۔

نیت کے متعلق احکام:

﴿2﴾......**نیت کرنا:** ہر روزے کے لئے رات کو پختہ نیت کرنا اور اسے متعین کرنا لازم ہے۔ ہم نے ''کُلَّ لَیْلَۃٍ'' (ہر شب) کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ایک ہی بار پورے رمضان کے روزوں کی نیت کر لی تو یہ کافی نہ ہوگی۔

''مُبَیِّتَۃٌ'' (رات) کی قید اس لئے لگائی کہ اگر دن میں (ضحوۂ کبریٰ سے پہلے) نیت کی تو یہ نفلی روزے کے لئے تو

---

[1]......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 979 پر ہے: ''ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لئے نہیں، بلکہ تمام جہاں کے لئے ہے۔ مگر دوسری جگہ کے لئے اس کا حکم اس وقت ہے کہ ان کے نزدیک اس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آ کر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے۔''

کارآمد ہوسکتی ہے لیکن ادائے روزۂ رمضان، قضا اور نذر کے روزوں کے لئے کافی نہ ہوگی [1]۔

''مُعَیَّنَۃٌ'' (متعین کرنا) کی قید اس لئے لگائی کہ اگر مطلق روزے کی نیت کی یا مطلق فرض کی نیت کی تو یہ نیت صحیح نہیں جب تک کہ یوں نیت نہ کرے کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رمضان کا فرض روزہ ہے [2]۔

''جَازِمَۃٌ'' کی قید اس لئے لگائی کہ اگر کسی نے شک کی رات (یعنی شعبان کی تیسویں رات) نیت کی کہ اگر کل رمضان ہوا تو روزہ رکھوں گا تو یہ نیت صحیح نہیں کیونکہ یہ یقینی نہیں مگر یہ کہ وہ اپنی نیت کی نسبت کسی عادل شاہد کے قول کی طرف کرے اور اس عادل کے قول میں غلطی یا جھوٹ کا احتمال یقین کو نہیں بدلتا یا موجودہ صورتِ حال کی طرف منسوب کرے جیسے رمضان المبارک کی آخری رات شک پڑنا کہ یہ نیت کی پختگی کو نہیں بدلتا یا اجتہاد کی طرف منسوب کرے جیسے کوئی شخص کسی تہہ خانے میں قید ہو اور اجتہاد کی بنیاد پر اسے ظن غالب ہو جائے کہ رمضان شریف داخل ہو چکا ہے تو اس کا شک اسے نیت سے نہیں روکے گا اور جب شک کی رات وہ شک میں ہوگا تو زبان سے پختہ کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا کیونکہ نیت کا محل دل ہے اور اس میں شک کے ساتھ پختہ ارادہ متصور نہیں ہوسکتا جیسا کہ اگر وہ رمضان کے درمیان میں کہے: ''اگر کل رمضان ہوا تو میں روزہ رکھوں گا'' تو یہ بات اسے نقصان نہیں دیتی کیونکہ یہ الفاظ میں تردُّد ہے اور نیت کے محل (یعنی دل) میں تردُّد نہیں بلکہ اسے یقین ہے کہ کل رمضان ہے۔ جس نے رات کو روزہ کی نیت کرنے کے بعد کھایا تو اس کی نیت فاسد نہ ہوئی۔ اگر کسی عورت نے حیض میں روزہ کی نیت کی پھر فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

﴿3﴾......روزہ یاد ہوتے ہوئے جان بوجھ کر پیٹ تک کوئی چیز پہنچانے سے رکنا: کھانے پینے، ناک میں دوائی چڑھانے اور حقنہ لینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور رگ کٹوانے، پچھنے لگوانے، سرمہ ڈالنے اور کان یا عضوِ

---

1 ......احناف کے نزدیک دن میں نیت کرنا بھی مفید ہے۔ چنانچہ بہارِ شریعت، جلد اول، صفحہ 967 پر ہے: ''ادائے روزۂ رمضان اور نذرِ معین اور نفل کے روزوں کے لئے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے، اس وقت میں جب نیت کرلے، یہ روزے ہو جائیں گے۔

2 ......احناف کے نزدیک مطلق نیت بھی مفید ہے۔ چنانچہ بہارِ شریعت، جلد اول، صفحہ 970 پر ہے: ''رمضان کی ادا اور نفل و نذر معین مطلق روزہ کی نیت سے ہو جاتے ہیں خاص انہیں کی نیت ضروری نہیں۔ یوہیں نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جاتے ہیں، بلکہ غیر مریض و مسافر نے رمضان میں کسی اور واجب کی نیت کی جب بھی اسی رمضان کا ہوگا۔''

تناسل میں سلائی داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا البتہ اگر عضوِتناسل میں ایسی چیز ڈال دے جو مثانہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بلاقصد راستے کا جو غبار یا مکھی پیٹ تک پہنچ جائے یا کُلّی سے جو چیز پیٹ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا ہاں اگر کُلّی کرنے میں مبالغہ کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ وہ کوتاہی کرنے والا ہے۔ہم نے ''عَمْدًا'' کی قید اسی لئے لگائی ہے۔روزہ یاد ہونے کی قید اس لئے لگائی ہے تاکہ بھولنے والے کا استثنا ہو جائے کیونکہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔جس نے دن کے دونوں اطراف میں جان بوجھ کر کھایا پھر اسے معلوم ہو گیا کہ اس نے یقینی طور پر دن کے وقت کھایا ہے تو اس پر قضا لازم ہے اور اگر (یقین نہ ہوا اور) وہ اپنے گمان اور اجتہاد پر قائم رہا تو اس پر قضا لازم نہیں لہٰذا اسے چاہئے کہ دن کے شروع (طلوع صبح صادق کے وقت) اور آخر میں (یعنی غروب آفتاب کے وقت) رات کے غالب گمان کے بغیر نہ کھائے۔

﴿4﴾......**جماع سے رکنا:** اس کی حد حشفہ کا غائب ہونا ہے۔اگر بھول کر جماع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔اگر رات کو جماع کیا یا احتلام کے سبب جنبی ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ بیوی سے صحبت میں مشغول تھا کہ فجر طلوع ہو گئی اگر فوراً جدا ہو گیا تو روزہ صحیح ہے اور اگر ٹھہرا رہا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا[1]۔

﴿5﴾......**مَنی خارج کرنے سے رکنا:** اس سے مراد جماع یا بغیر جماع کے مَنی خارج کرنا ہے کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اپنی بیوی کا بوسہ لینے یا اس کے ساتھ لیٹنے سے جب تک انزال نہ ہو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ مکروہ ہے البتہ اگر بوڑھا ہو یا خود پر قابو رکھ سکتا ہو تو بوسہ لینے میں حرج نہیں لیکن نہ لینا بہتر ہے۔اگر بوسہ لینے سے انزال کا ڈر ہو اور بوسہ لیا اور مَنی خارج ہو گئی تو اس کی کوتاہی کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

قے کے احکام:

﴿6﴾......**قے (الٹی) کرنے سے بچنا:** جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اگر بلا اختیار قے

[1]......اس صورت میں احناف کے نزدیک قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ چنانچہ بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 990 پر ہے: ''صبح سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہوتے ہی یا یاد آنے پر فوراً جدا ہو گیا تو کچھ نہیں اور اسی حالت پر رہا تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔''

آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا[1]۔ اگر اپنے حلق یا سینے سے بلغم کھینچ کر نگل لی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اس میں ابتلائے عام کی وجہ سے رخصت ہے۔ البتہ منہ میں پہنچنے کے بعد نگلے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزہ توڑنے سے لازم ہونے والے اُمور:

روزے توڑنے سے چار باتیں لازم آتی ہیں: (۱)......قضا (۲)......کفارہ (۳)......فدیہ اور (۴)......روزہ داروں سے مشابہت اختیار کرتے ہوئے باقی دن کھانے پینے سے رکے رہنا۔

تفصیل:

﴿1﴾......**قضا:** یہ ہر مکلّف مسلمان پر واجب ہے، خواہ عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑے یا بغیر عذر کے، حائضہ روزے کی قضا کرے گی اسی طرح مرتد بھی (جب دوبارہ اسلام لائے تو زمانۂ ارتداد کی) قضا کرے گا (احناف کے نزدیک نہیں کرے گا) لیکن کافر، بچے اور پاگل پر کوئی قضا نہیں، قضائے رمضان کے روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں اکٹھے یا علیحدہ علیحدہ جیسے چاہے قضا کرسکتا ہے۔

﴿2﴾...... **کفارہ:** کفارہ فقط جماع سے واجب ہوتا ہے۔ مَنی خارج کرنے، کھانے پینے اور جماع کے علاوہ امور سے کفارہ لازم نہیں آتا[2]۔

---

1 ......احناف کے نزدیک قے سے روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کی درجہ ذیل صورتیں ہیں۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب فیضان سنت جلد اول صفحہ 1048 پر ہے: ''﴿۱﴾**روزہ** میں خود بخود کتنی ہی **قے** (اُلٹی) ہوجائے (خواہ بالٹی ہی کیوں نہ بھر جائے) اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ﴿۲﴾**اگر** روزہ یاد ہونے کے باوجود قصداً (یعنی جان بوجھ کر) **قے** کی اور اگر وہ منہ بھر ہے (یعنی جسے بلا تکلف نہ روکا جاسکے) تو اب روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ﴿۳﴾ **قصداً** منہ بھر ہونے والی **قے** سے بھی اس صورت میں روزہ ٹوٹے گا جبکہ قے میں کھانا یا (پانی) یا صفراء (یعنی کڑوا پانی) یا خون آئے۔ ﴿۴﴾ اگر **قے** میں صرف بلغم نکلا تو **روزہ** نہیں ٹوٹے گا۔ ﴿۵﴾ **قصداً قے** کی مگر تھوڑی سی آئی، منہ بھر نہ آئی تو اب بھی **روزہ** نہ ٹوٹا۔ ﴿۶﴾ **منہ** بھر سے کم قے ہوئی اور منہ ہی سے دوبارہ لوٹ گئی یا خود ہی لوٹادی، ان دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ﴿۷﴾ **منہ** بھر قے بلا اختیار ہوگئی تو **روزہ** نہ ٹوٹا البتہ اگر اس میں سے ایک چنے کے برابر بھی واپس لوٹادی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور ایک چنے سے کم ہو تو روزہ نہ ٹوٹا۔

2 ......احناف کے نزدیک درج ذیل صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ چنانچہ، بہارشریعت، جلد اول، صفحہ 991 پر ہے: ''رمضان میں روزہ دار مکلّف مقیم نے کہ ادائے روزۂ رمضان کی نیّت سے روزہ رکھا اور کسی آدمی کے ساتھ جو قابلِ شہوت ہے،......

روزے کا کفارہ:

ایک غلام آزاد کرنا، اگر غلام میسر نہ ہو تو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھنا، اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہر ایک کو ایک ایک مد (یعنی ایک کلو گندم) دینا ہے[۱]۔

﴿3﴾......**باقی دن میں نہ کھانا:** جس نے روزہ توڑ کر نافرمانی کی یا کوتاہی کی اس پر واجب ہے کہ دن کا بقیہ حصہ کھانے پینے سے باز رہے۔ حائضہ جب پاک ہو تو اس پر بقیہ دن کھانے پینے سے رُکنا ضروری نہیں۔ مسافر جب دو دن کی مسافت طے کر کے آئے تو اس پر بھی کھانے پینے سے رکنا ضروری نہیں اور شک کے دن اگر ایک عادل شخص چاند نظر آنے کی خبر دے تو کھانا پینا چھوڑنا ضروری ہے اور سفر کے دوران افطار کے بجائے روزہ رکھنا افضل ہے۔ البتہ اگر طاقت نہ ہو تو نہ رکھے، جس دن سفر شروع کرنا ہو اور دن کی ابتدا میں گھر میں ہو تو اس دن کا روزہ نہ چھوڑے اور روزے کی حالت میں سفر سے آئے تو بھی روزہ نہ توڑے۔

﴿4﴾......**فدیہ:** حاملہ اور دودھ پلانے والی کو اگر بچے پر خوف کی وجہ سے روزہ چھوڑنا پڑے تو ان پر فدیہ واجب ہے[۲]

......اُس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا، انزال ہوا ہو یا نہیں یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا یا کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذّت کے لیے کھائی یا پی یا کوئی ایسا فعل کیا، جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا پی لیا، مثلاً فصد یا پچھنا لیا یا سُرمہ لگایا یا جانور سے وطی کی یا عورت کو چُھوا یا بوسہ لیا یا ساتھ لٹایا یا مباشرتِ فاحشہ کی، مگر ان سب صورتوں میں انزال نہ ہوا یا پاخانہ کے مقام میں خشک اُنگلی رکھی، اب ان افعال کے بعد قصداً کھالیا۔ تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفّارہ دونوں لازم ہیں۔''

❶...... احناف کے نزدیک روزے کے کفارے کا طریقہ درج ذیل ہے۔ چنانچہ فیضان سنت، جلد اول، صفحہ 1084 پر ہے: ''روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی، غلام نہ اتنا مال کہ خرید سکے، یا مال تو ہے مگر غلام میسر نہیں جیسا کہ آج کل لونڈی غلام نہیں ملتے۔ تو اب پے درپے ساٹھ روزے رکھے۔ یہ بھی اگر ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دونوں وقت کھانا کھلائے یہ ضروری ہے کہ جس کو ایک وقت کھلایا دوسرے وقت بھی اسی کو کھلائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساٹھ مساکین کو ایک ایک صدقۂ فطر یعنی تقریباً 2 کلوگرام سے 80 گرام کم گیہوں یا اس کی رقم کا مالک کر دیا جائے۔ ایک ہی مسکین کو اکٹھے ساٹھ صدقۂ فطر نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کر سکتے ہیں کہ ایک ہی کو ساٹھ دن تک روزانہ ایک ایک صدقۂ فطر دیں۔ (ملخص از رد المحتار ج۳ ص ۳۹۰)

❷...... احناف کے نزدیک حاملہ اور دودھ پلانے والی پر صرف قضا لازم فدیہ واجب نہیں۔ چنانچہ، شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''حمل والی یا دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنی یا بچہ کی جان جانے کا......

کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مُد (یعنی ایک کلو) گندم دیں اور قضا بھی کریں اور شیخ فانی[1] (یعنی بہت بوڑھا شخص) ہر دن کے بدلے ایک مُد گندم دے۔

روزے کی سنتیں:

(۱)......سحری میں تاخیر کرنا (۲)......نماز مغرب سے پہلے کھجور یا پانی سے افطار میں جلدی کرنا (۳)......زوال کے بعد مسواک نہ کرنا[2] (۴)......ماہِ رمضان میں خوب سخاوت کرنا جیسا کہ **"کتابُ الزّکٰوۃ"** میں اس کے فضائل بیان ہو چکے ہیں (۵)......قرآنِ پاک کا دَور کرنا (یعنی سننا سنانا) (۶)......مسجد میں اعتکاف کرنا۔

خصوصاً آخری عشرے میں کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ "جب آخری عشرہ آتا تو بستر لپیٹ دیتے اور عبادت پر کمر بستہ ہو جاتے، خود بھی خوب عبادت کرتے اور گھر والوں کو بھی ترغیب دلاتے۔"[3] یعنی: عبادت پر ہمیشگی اختیار کرتے کیونکہ اس عشرہ میں لیلۃ القدر ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ یہ طاق راتوں میں ہے اور زیادہ امکان اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں رات کا ہے۔

......صحیح اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھیں بعد میں قضا کر لیں اس صورت میں نہ ان پر کفارہ ہے نہ فدیہ۔

(ماخوذ ازالهدايه شرح بداية المبتدى، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء و الكفارة، ج۱، ص۱۲۴)

1 ......فیضان سنت، جلد اول، صفحہ 1076 پر ہے: "شیخ فانی" یعنی وہ معمر بزرگ جن کی عمر اتنی بڑھ چکی ہے کہ اب وہ بے چارے روز بروز کمزور ہی ہوتے چلے جائیں گے۔ جب وہ بالکل ہی روزہ رکھنے سے عاجز ہو جائیں۔ یعنی نہ اب رکھ سکتے ہیں نہ آئندہ روزے کی طاقت آنے کی امید ہے انہیں اب روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لہٰذا ہر روزہ کے بدلہ میں (بطورِ فدیہ) ایک صدقۂ فطر (صدقۂ فطر کی مقدار 2 کلوگرام سے 80 گرام کم ہے) کی مقدار مسکین کو دیں۔

2 ......بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 997 پر ہے: "روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ جیسے اور دنوں میں سنت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے تر کی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔ اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر بعد روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب (یعنی احناف) کے خلاف ہے۔

البتہ، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ، ج 1، ص 511 پر فرماتے ہیں کہ "اگر مسواک چبانے سے ریشے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو ایسی مسواک روزے میں نہیں کرنا چاہئے۔"

3 ......قوت القلوب، الفصل العشرون فى ذكر احياء الليالى......الخ، ج۱، ص۱۱۵۔

اعتکاف کے احکام[1]:

اعتکاف میں تسلسل قائم رکھنا (مسلسل دس دن مسجد میں ٹھہرنا) زیادہ مناسب ہے اور اگر مسلسل اعتکاف کرنے کی نذر مانی یا اس کی نیت کی (اور اعتکاف کیا) تو بلاضرورت مسجد سے نکلنے کی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا جیسے وہ کسی کی عیادت کے لئے یا گواہی کے لئے یا جنازہ کے لئے یا کسی سے ملاقات کے لئے یا تازہ وضو کرنے کے لئے نکلے (جبکہ پہلے سے باوضو ہو)۔

اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا اسے چاہئے کہ گھر میں وضو کرے اور کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو۔ حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ ”حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور چلتے چلتے ہی بیمار پرسی بھی فرما لیتے تھے۔“[2]

جماع کرنے سے اعتکاف کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے مگر بوسہ لینے سے نہیں ٹوٹتا اور مسجد میں خوشبو لگانے، عقد نکاح کرنے، کھانے (پینے) سونے اور طشت میں ہاتھ دھونے میں کوئی حرج نہیں، مسلسل اعتکاف میں ان سب کاموں کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض بدن کو مسجد سے باہر نکالنے سے اعتکاف کا تسلسل نہیں ٹوٹتا کہ حضور انور، سلطان بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنا سرِ انور حجرہ مبارکہ کی طرف جھکا دیتے تو ام المؤمنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا حجرہ میں کھڑی کھڑی ہی موئے مبارک میں کنگھی کر دیتیں۔[3]

جب معتکف قضائے حاجت سے لوٹے تو اسے دوبارہ اعتکاف کی نیت کرنا ضروری ہے اور اگر پہلے ہی دس دن کی نیت کر چکا ہے تب بھی نئی نیت کرنا افضل ہے۔

---

1 ...... اعتکاف کے احکام جاننے اور تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب فیضان سنت جلد اول صفحہ 1173 تا 1280 کا مطالعہ کیجئے۔ علمیہ

2 ......صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض......الخ، الحدیث:۲۹۷، ص۱۷۰، باختصارٍ۔

سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب المعتکف یعود المریض، الحدیث:۲۴۷۲، ج۲، ص۴۹۲، باختصارٍ۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض......الخ، الحدیث:۲۹۷، ص۱۷۰۔

دوسری فصل: روزے کے اسرار اور اس کی باطنی شرائط

جان لیجئے کہ روزے کے تین درجے ہیں: (۱)......عوام کا روزہ (۲)......خواص کا روزہ اور (۳)......اخص الخواص کا روزہ۔

تفصیل:

عام لوگوں: کا روزہ یہ ہے کہ بدن اور شرمگاہ کو خواہش پوری کرنے سے روکنا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

خاص لوگوں: کا روزہ (کھانے پینے اور جماع سے رکنے کے ساتھ ساتھ) کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکنا ہے۔

خاص الخاص لوگوں: کا روزہ دل کو برے خیالات اور دنیوی فکروں بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے مکمل طور پر خالی کرنا ہے۔ اس صورت میں جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے سوا کوئی دوسری فکر یا دنیوی فکر آئے گی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر دنیوی فکر دین کے لئے ہو تو اس کا حکم مختلف ہے کیونکہ یہ زادِ آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے۔ بعض اہلِ دل حضرات کا قول ہے کہ ''جو شخص دن کے وقت یہ بات سوچے کہ کس چیز سے افطار کروں گا تو اس پر خطا لکھ دی جاتی ہے کیونکہ یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور اس کے رزقِ موعود (یعنی اس نے رزق دینے کا جو وعدہ فرمایا ہے اس) پر کامل یقین نہ ہونے کی دلیل ہے۔''

یہ (آخری درجہ) انبیا، صدیقین اور مقربین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا رتبہ ہے اس کی تفصیل میں زیادہ کلام نہیں کیا جائے گا لیکن اس کی عملی تحقیق بیان کی جائے گی کیونکہ یہ روزہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف لو لگانے اور مکمل طور پر غیر اللّٰہ سے کنارہ کش ہونے سے حاصل ہوتا ہے جبکہ بندہ اس ارشادِ باری تعالیٰ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ (پ۷، الانعام: ۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔

خاص لوگوں کا روزہ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا روزہ ہے اور وہ یہ کہ اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچانا۔ یہ روزہ چھ باتوں سے مکمل ہوتا ہے:

﴿1﴾...... **آنکھ کا روزہ:** ان چیزوں کو دیکھنے سے بچنا جو بری اور مکروہ ہیں اور نظر کو ہر اس چیز سے بچانا جو دل کو (دنیاوی کاموں میں) مشغول کر کے ذکرِ الٰہی سے غافل کر دے۔ چنانچہ، سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نظر ابلیس ملعون کے بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جس نے خوف کے سبب بدنگاہی کو ترک کر دیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔''[1]

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پانچ چیزیں روزہ دار کا روزہ توڑ دیتی ہیں: (۱)......جھوٹ (۲)......غیبت (۳)......چغلی (۴)......جھوٹی قسم اور (۵)......شہوت سے دیکھنا[2]۔''[3]

﴿2﴾...... **زبان کا روزہ:** زبان کو بیہودہ گفتگو کرنے، جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش گوئی، ظلم، لڑائی، ریاکاری اور خاموشی اختیار کرنے سے بچا کر ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رکھنا۔

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے نقل فرمایا کہ ''غیبت روزے کو فاسد کر دیتی ہے۔''

حضرت سیِّدُنا لیث رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد سے نقل فرماتے ہیں کہ ''دو خصلتیں غیبت اور جھوٹ روزے کو فاسد کر دیتی ہیں۔''

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک روزہ ڈھال ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ بے حیائی کی بات کرے، نہ جہالت کی اور اگر کوئی شخص اس سے لڑائی جھگڑا یا گالی گلوچ کرے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔''[4]

---

1 ......المعجم الکبیر، الحدیث۱۰۳۶۲، ج۱۰، ص۱۷۳، بتغیرٍ۔

2 ......ان امور سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ چنانچہ، فیضانِ سنت جلد اول صفحہ 1057 پر ہے: ''جھوٹ، چغلی، غیبت، بدنگاہی، گالی دینا، بلا اجازتِ شرعی کسی کا دل دکھانا، داڑھی منڈانا وغیرہ چیزیں ویسے بھی ناجائز وحرام ہیں روزے میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ میں کراہیت آتی اور روزے کی نورانیت چلی جاتی ہے۔''

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۸۹۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، الحدیث۱۸۹۴، ج۱، ص۶۲۴، دون قولہ:اذا کان احدکم قائما۔

حکایت: انسانی گوشت خور روزہ دار:

حدیثِ پاک میں ہے کہ زمانۂ رسالت میں دو عورتوں نے روزہ رکھا دن کے اختتام پر انہیں بھوک اور پیاس نے تنگ کیا قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جاتیں، چنانچہ، انہوں نے کسی کو بارگاہِ رسالت میں بھیج کر روزہ افطار کی اجازت طلب کی تو حضور پر نور، شافع یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی طرف ایک پیالہ بھیجا اور فرمایا: ''ان دونوں سے کہو کہ تم نے جو کھایا ہے اس کی پیالے میں قے کرو۔'' چنانچہ، ایک نے تازہ خون اور گوشت کی قے کی اور دوسری نے بھی اس جیسی قے کی حتی کہ دونوں نے پیالہ بھر دیا۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ان دونوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حلال کردہ چیز سے روزہ رکھا اور اس کی حرام کردہ چیز سے افطار کیا، یوں کہ دونوں میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور دونوں لوگوں کی غیبت کرنے لگیں تو یہ لوگوں کا گوشت ہے جو انہوں نے (غیبت کی صورت میں) کھایا۔'' (1)

﴿3﴾...... **کانوں کا روزہ:** یہ ہے کہ انہیں ہر بری بات سننے سے روکنا کیونکہ جس بات کا کرنا حرام ہے اس کی طرف توجہ دینا بھی حرام ہے۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے غور سے سننے والے اور مالِ حرام کھانے والے کو برابر قرار دیا۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور۔

(پ٦، المآئدۃ: ٤٢)

اور ارشاد فرمایا:

لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَؕ

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے۔

(پ٦، المآئدۃ: ٦٣)

لہٰذا غیبت پر خاموشی اختیار کرنا حرام ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْؕ (پ٥، النسآء: ١٤٠)

ترجمۂ کنزالایمان: ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حديث عبيد مولى النبي، الحديث: ٢٣٧١٤، ج٩، ص١٦٥، مفهومًا۔

اسی لئے آقائے دو جہاں، محبوب رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں (برابر کے) شریک ہیں۔'' (۱)

حرام زہر جبکہ حلال دوا ہے:

﴿4﴾......بقیہ اعضاء کو گناہوں سے بچانا: ہاتھ پاؤں کا روزہ: گناہوں اور ناپسندیدہ امور سے بچنا۔ **پیٹ کا روزہ:** افطار کے وقت اسے شبہات سے بچانا۔ کیونکہ اس روزے کا کوئی فائدہ نہیں جس میں حلال کھانے سے رکا جائے پھر حرام پر افطار کر لیا جائے۔ ایسے روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو محل بناتا ہے اور شہر کو گرا دیتا ہے، کیونکہ حلال کھانا زیادہ ہونے کی وجہ سے نقصان دیتا ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ نیز روزے کا مقصد کھانے میں کمی کرنا ہے۔ زیادہ دوا کو اس کے نقصان دہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر زہر کھانے والا بے وقوف ہے۔ حرام دین کو ہلاک کرنے والا زہر جبکہ حلال دوا ہے جس کا قلیل نفع کا باعث اور کثیر نقصان دہ ہے اور روزے کا مقصد اس حلال غذا کو کم کرنا ہے۔ چنانچہ،

حضور نبی اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ جنہیں ان کے روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' (۲)

شرح حدیث:

اس کی شرح میں مختلف اقوال ہیں: (۱)......اس سے مراد وہ ہے جو حرام پر افطار کرتا ہے (۲)......اس سے مراد وہ ہے جو حلال کھانے سے تو رکتا ہے لیکن غیبت کے ذریعے لوگوں کے گوشت سے افطار کر لیتا ہے کیونکہ غیبت حرام ہے (۳)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے نہیں بچاتا۔

﴿5﴾......افطار کے وقت پیٹ بھر کر حلال کھانے سے بچنا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس پیٹ سے بُرا برتن کوئی نہیں جو حلال سے بھر جائے۔ روزے سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن (شیطان) پر غلبہ پانے اور شہوت کو توڑنے کا فائدہ کیسے حاصل ہوگا جبکہ روزہ دار دن کے وقت ہونے والی کمی کو افطار کے وقت پورا کر لے۔ بعض اوقات بندے کے پاس

---

(1)......المقاصد الحسنة، حرف الميم، الحديث:۱۰۳۶، ص۳۹۵۔

(2)......سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ماجاء فی الغيبة و الرفث للصائم، الحديث:۱۶۹۰، ج۲، ص۳۲۰، مفهومًا۔
المعجم الكبير، الحديث:۱۳۴۱۳، ج۱۲، ص۲۹۲، مفهومًا۔

انواع واقسام کے کھانے جمع ہوجاتے ہیں حتی کہ اب تو یہ عادت بن چکی ہے کہ رمضان کے لئے کھانے جمع کئے جاتے ہیں اوراس مہینے میں وہ کھانے کھائے جاتے ہیں جو دیگر مہینوں میں نہیں کھائے جاتے حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ روزے کا مقصد پیٹ کو خالی رکھنا اور خواہشات کو توڑنا ہے تاکہ نفس تقویٰ پر قوّت حاصل کرلے۔لیکن جب صبح سے شام تک معدے کو کنٹرول کئے رکھا یہاں تک کہ خواہش نے جوش مارا اور رغبت مضبوط ہوگئی پھر اسے لذیذ کھانے دے کر سیر کیا گیا تو اس کی لذّت میں بھی اضافہ ہوگیا اور اس کی قوت دُگنی ہوگئی اور وہ خواہشات اُبھریں جو عادتاً پیدا نہیں ہوتیں۔

روزے کی روح اور راز:

روزے کی روح اور راز ان قوتوں کو کمزور کرنا ہے جو برائیوں کی طرف لوٹانے میں شیطان کا ذریعہ ہیں اور یہ چیز کم کھانے سے حاصل ہوتی ہے یوں کہ وہ اتنا کھانا کھائے جتنا روزہ دار نہ ہونے کی صورت میں ہر رات کھاتا ہے۔ اگر اس نے صبح سے شام تک کا کھانا کھایا تو اس کے روزے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ روزے کے آداب میں سے ہے کہ وہ دن کو زیادہ نہ سوئے تاکہ اسے بھوک اور پیاس کا احساس ہو اور اعضاء کی کمزوری محسوس ہو، دل اسی صورت میں صاف ہوگا پھر ہر رات اسی قدر کمزوری پیدا ہوگی تو اس پر تہجد اور دیگر اوراد و وظائف پڑھنا آسان ہوجائے گا۔پس ممکن ہے کہ شیطان اس کے دل پر چکر نہ لگائے اور وہ ملکوت کی بادشاہی دیکھ لے اور لیلۃ القدر اسی رات کو کہتے ہیں جس میں ملکوت کی کوئی چیز منکشف (ظاہر) کی جاتی ہے۔اس فرمانِ باری تعالیٰ:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ﴿۱﴾ (پ۳۰،القدر:۱) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں اُتارا۔

سے یہی مراد ہے۔لہٰذا جو شخص اپنے سینے اور دل کے درمیان کھانے کا پردہ حائل کردے وہ اس (یعنی عالم ملکوت کے مشاہدہ) سے پردے میں رہتا ہے اور جس نے اپنے معدے کو خالی رکھا تو محض یہ بات بھی پردہ اٹھنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ وہ اپنی سوچ غیرِ خدا سے ہٹا نہ لے۔مقصد حقیقی یہی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی لو لگی رہے اور ان تمام معاملات کی ابتدا کم کھانا ہے۔اس کی مزید وضاحت اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ "**کھانے کے بیان**" میں آئے گی۔

﴿6﴾......**افطار کے بعد روزے دار کا دل امید وخوف کے درمیان معلق ومتردد رہے:** کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا روزہ قبول کرلیا گیا اور وہ مقربین میں سے ہے یا رد کردیا گیا اور دُھتکارے ہوؤں میں سے ہے؟ نیز ہر عبادت

کے بعد اس کی دلی کیفیت یہی ہو۔

مقابلے کا میدان:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی عید کے دن کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، انہیں ہنستے دیکھ کر فرمایا: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ماہِ رمضان کو اپنی مخلوق کے لئے مقابلے کا میدان بنایا اور وہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں مقابلہ کرتے ہیں، کچھ لوگ سبقت لے گئے اور کامیاب ہو گئے جبکہ کچھ لوگ پیچھے رہ گئے اور ناکام ہو گئے۔ پس اس دن کھیلنے اور ہنسنے والے پر انتہائی تعجب ہے جس میں سبقت لے جانے والے کامیاب اور ناکام ہونے والے خائب و خاسر ہوتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو بھلائی کرنے والا اپنی بھلائی میں اور برائی کرنے والا اپنی برائی میں مشغول ہو گا یعنی مقبول کی خوشی اسے کھیل کود سے بے پرواہ کر دے گی اور مردود کا افسوس اس پر ہنسی کا دروازہ بند کر دے گا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی گئی: ''آپ عمر رسیدہ بزرگ ہیں اور روزے آپ کو کمزور کر دیں گے۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''میں اسے ایک لمبے سفر کا سامان بناتا ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت پر صبر کرنا اس کے عذاب پر صبر کرنے سے زیادہ آسان ہے۔'' یہ روزے کے باطنی امور ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ کہیں کہ فقہا فرماتے ہیں کہ جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے رکنے پر اکتفا کرے اور ذکر کردہ باطنی امور کو چھوڑ دے اس کا روزہ صحیح ہے تو اس کا کیا معنی ہے؟ جان لیجئے کہ ظاہری فقہا ظاہری شرائط کو ایسے دلائل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں جو ان دلائل سے کمزور ہوتے ہیں جو ہم نے ان باطنی شرائط میں بیان کئے ہیں خصوصاً غیبت اور اس کی مثل دوسری چیزیں۔

روزے کا مقصد:

فقہائے ظاہر وہی پابندیاں بیان کرتے ہیں جو عام غافل اور دنیا کی طرف متوجہ ہونے والے لوگوں کے لئے آسان ہوں لیکن علمائے آخرت روزے کی صحت سے قبولیت مراد لیتے ہیں اور قبولیت سے مرادِ مقصود تک رسائی ہے

اور وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ روزے کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اخلاق سے متصف ہونا ہے اور وہ بے نیازی ہے۔ نیز اس کا ایک مقصد شہوات سے بچ کر فرشتوں کی پیروی کرنا ہے کیونکہ وہ شہوات سے پاک ہیں۔ نیز انسان کا مرتبہ جانوروں کے رتبہ سے بلند ہے کیونکہ انسان نورِ عقل کے ذریعے شہوات کو ختم کرسکتا ہے اور فرشتوں کے مرتبہ سے (عام) انسانوں کا رتبہ کم ہے کیونکہ ان پر شہوات غالب ہیں اور انہیں مجاہدے میں مبتلا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جب وہ شہوات میں منہمک ہوتا ہے تو سب سے نچلے درجے میں گرتا ہے اور جانوروں کے درجے میں چلا جاتا ہے اور جب شہوات کا خاتمہ ہوتا ہے تو اعلیٰ علیین میں چلا جاتا اور عالم ملکوت سے جاملتا ہے اور فرشتے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقرب ہیں اور جو شخص فرشتوں کی اقتدا کرتا اور ان کے اخلاق سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی انہی کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مقرب بن جاتا ہے کیونکہ قریب کی مشابہت اختیار کرنے والا بھی قریب ہوتا ہے اور وہاں مکان کا قرب نہیں بلکہ صفات کا قرب ہوتا ہے۔

جب اہلِ عقل اور اہلِ دل حضرات کے نزدیک روزے کا مقصد اور راز یہ ہے تو ایک کھانے کو مؤخر کر کے دونوں کو شام کے وقت اکٹھا کرنے نیز دن بھر شہوات میں منہمک رہنے کا کیا فائدہ؟ اگر اس کا کوئی فائدہ ہے تو پھر حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کا کیا مطلب ہوگا کہ ”کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ جنہیں اپنے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“ (1)

پہاڑوں کے برابر عبادت سے افضل وراجح:

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”عقل مند شخص کا سونا اور افطار کرنا کتنا اچھا ہے وہ بے وقوف کے روزے اور بیداری کو کیسے برا نہ جانے؟ البتہ یقین اور تقویٰ والوں کا ذرّہ (بھر بھلائی) دھوکے میں مبتلا لوگوں کی پہاڑوں کے برابر عبادت سے افضل اور راجح ہے۔“

اسی لئے بعض علما نے فرمایا: کتنے ہی روزہ دار، بے روزہ اور کتنے ہی بے روزہ، روزہ دار ہوتے ہیں۔ روزہ نہ رکھنے کے باوجود روزہ دار وہ شخص ہے جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچاتا ہے اگرچہ وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور روزہ رکھنے کے باوجود بے روزہ وہ شخص ہے جو بھوکا پیاسا رہتا اور اپنے اعضاء کو (گناہوں کی) کھلی چھوٹ دے دیتا ہے۔

---

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الغیبة والرفث للصائم، الحدیث: ۱۶۹۰، ج۲، ص۳۲۰، مفهومًا۔
المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۴۱۳، ج۱۲، ص۲۹۲، مفهومًا۔

گناہوں میں ملوث رہنے والے روزہ دار کی مثال:

روزے کا مفہوم اور اس کی حکمت سمجھنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو شخص کھانے (پینے) اور جماع سے تو رُکا رہے لیکن گناہوں میں ملوّث ہونے کے باعث روزہ توڑ دے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو وضو میں اپنے کسی عضو پر تین بار مسح کرے اس نے ظاہر میں تعداد کو پورا کیا لیکن مقصود یعنی اعضاء کو دھونا ترک کر دیا تو جہالت کے سبب اس کی نماز اس پر لوٹا دی جائے گی۔ جو کھانے کے ذریعے روزہ دار نہیں لیکن اعضاء کو ناپسندیدہ افعال سے روکنے کے سبب روزہ دار ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے اعضاء کو ایک ایک بار دھوتا ہے اس کی نماز اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ قبول ہوگی کیونکہ اس نے اصل کو پختہ کیا اگرچہ زائد کو چھوڑ دیا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ اس کی طرح ہے جو ہر عضو کو تین تین بار دھوتا ہے اس نے اصل اور زائد دونوں کو جمع کیا اور یہی کمال ہے۔

مروی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک روزہ امانت ہے تو تم اپنی امانت کی حفاظت کرو۔''

اعضاء بھی امانت ہیں:

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ (پ۵، النسآء:۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

اور اپنا ہاتھ کان اور آنکھ پر رکھ کر ارشاد فرمایا: ''سماعت و بصارت بھی امانت ہے۔'' (۱)

اور اگر یہ روزے کی امانتوں میں سے نہ ہوتی تو حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ بات نہ فرماتے کہ ''وہ یوں کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔'' (۲) یعنی زبان میرے پاس امانت ہے تاکہ میں اس کی حفاظت کروں۔ لہٰذا تمہیں جواب دینے کے لئے اسے کیسے کھلا چھوڑ دوں۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر عبادت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، چھلکا بھی ہے اور مغز بھی۔ اس کے چھلکوں

(1) ......قوت القلوب، الفصل الثانی والعشرون، الصیام وترتیبه......الخ، ج۱، ص۱۳۶۔

(2) ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب حفظ اللسان للصائم، الحدیث:۱۱۵۱، ص۵۷۹۔

کے کئی درجات اور ہر درجے کے کئی طبقات ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ تم مغز چھوڑ کر چھلکے پر قناعت کرو یا عقل مندوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔

تیسری فصل: نفلی روزے اور ان میں وظائف کی ترتیب

جان لیجئے کہ فضیلت والے دنوں میں روزوں کا مستحب ہونا مؤکد ہے اور فضیلت والے دنوں میں بعض سال میں ایک بار، بعض ہر مہینے میں اور بعض ہر ہفتے میں پائے جاتے ہیں۔

تفصیل:

﴿1﴾......سال میں ایک بار آنے والے افضل ایام: سال میں رمضان المبارک کے بعد عرفہ (نویں ذُوالْحِجَّہ) کا دن[1]، دسویں محرم کا دن، ذُوالْحِجَّہ کے ابتدائی نو دن، محرم الحرام کے ابتدائی دس دن اور عزت والے مہینے (ذُوالْقَعدۃ، ذُوالْحِجَّۃ، محرَّم اور رجب) روزوں کے لئے عمدہ مہینے اور یہ فضیلت والے اوقات ہیں۔ نیز مروی ہے کہ "حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شعبان میں بکثرت روزے رکھتے تھے حتی کہ گمان ہوتا کہ یہ ماہِ رمضان ہے۔"[2]

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ "ماہِ رمضان کے بعد افضل روزے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔"[3] کیونکہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے۔ لہٰذا اسے نیکی میں گزارنا زیادہ پسندیدہ اور دائمی برکت کی امید ہے۔

ایک روزہ 30 روزوں سے افضل:

مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حرمت والے مہینے کا ایک روزہ

---

1 ......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب فیضانِ سنت جلد اول صفحہ 1405 پر شیخ طریقت، امیر اہلسنّت بانیٔ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: "حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اسے عرفہ (یعنی ۹ ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَام) کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابن خزیمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے راوی (یعنی روایت فرماتے ہیں) کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عرفہ کے دن (یعنی ۹ ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَام کے روز حاجی کو) عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔"

(صحیح ابن خزیمہ، ج۳، ص۲۹۲ الحدیث: ۲۱۰۱)

2 ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، الحدیث: ۱۹۶۹-۱۹۷۰، ج۱، ص۶۴۸، دون بعض الالفاظ۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث: ۱۱۶۳، ص۵۹۱۔

دوسرے مہینوں کے 30 روزوں سے افضل ہے اور رمضانُ المبارَک کا ایک روزہ حرمت والے مہینے کے 30 روزوں سے افضل ہے۔“ (۱)

900 سال کی عبادت کا ثواب:

ایک روایت میں ہے کہ ”جو آدمی حرمت والے مہینے میں تین دنوں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر دن کے بدلے 900 سال کی عبادت (کا ثواب) لکھتا ہے۔“ (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ”نصف شعبان کے بعد رمضان المبارَک تک کوئی روزہ نہیں۔“ (۳)

اس لئے مستحب ہے کہ رمضانُ المبارَک سے چند دن پہلے روزے رکھنا ترک کر دے۔ اگر شعبان کو (روزوں کے ذریعے) رمضان کے ساتھ ملا دیا تو بھی جائز ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک بار ایسا کیا (۴) اور کئی بار دونوں کو جدا جدا رکھا (۵) (یعنی شعبان کے آخر میں روزہ رکھنا چھوڑ دیا)۔ نیز استقبالِ رمضان کے لئے دو یا تین دن پہلے کے روزے رکھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی کے معمول کے موافق ہوں تو رکھ سکتا ہے۔ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے پورا ماہِ رجب المرجب روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیا تا کہ ماہِ رمضان سے مشابہت نہ ہو جائے۔

فضیلت و حرمت والے مہینے:

فضیلت والے مہینے چار ہیں: (۱)......ذُوالْحِجَّةِ الْحَرَام (۲)......مُحَرَّمُ الْحَرَام (۳)......رَجَبُ الْمُرَجَّب اور (۴)......شَعْبَانُ الْمُعَظَّم اور حرمت والے مہینے بھی چار ہیں: (۱)......ذُوالْقَعْدَةِ الْحَرَام (۲)......ذُوالْحِجَّةِ الْحَرَام (۳)......مُحَرَّمُ الْحَرَام اور (۴)......رَجَبُ الْمُرَجَّب۔ ایک (یعنی رَجَبُ الْمُرَجَّب) الگ اور باقی تین لگاتار ہیں۔ ان میں سے افضل ذُوالْحِجَّةِ الْحَرَام ہے کیونکہ اس میں حج اور وہ ایام ہیں جنہیں ایامِ معلومہ اور معدودہ کہا گیا

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثانی والعشرون......الخ، ج۱، ص۱۳۴۔

2 ......المعجم الاوسط، الحدیث۱۷۸۹، ج۱، ص۴۸۵، بلفظ عبادة سنتین۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ماجاء فی النهی ان یتقدم......الخ، الحدیث:۱۶۵۱، ج۲، ص۳۰۲۔

4 ......سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فیمن یصل شعبان برمضان، الحدیث:۲۳۳۶، ج۲، ص۴۳۸۔

5 ......سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب من قال:فان غم علیکم......الخ، الحدیث:۲۳۲۷، ج۲، ص۴۳۵۔

ہے۔ذُوالْقَعْدَۃِ الْحَرَام حرمت والے اور حج کے مہینوں میں سے ہے، شَوَّالُ الْمُکَرَّم حج کے مہینوں میں سے ہے لیکن حرمت والے مہینوں میں سے نہیں جبکہ مُحَرَّمُ الْحَرَام اور رَجَبُ الْمُرَجَّب (حرمت والے مہینوں میں سے تو ہیں لیکن) حج کے مہینوں میں سے نہیں۔

راہِ خدا میں جہاد سے افضل عمل:

حدیثِ پاک میں ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَام کے دس دنوں سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں نیک اعمال کرنا زیادہ افضل اور پسندیدہ ہوں، اس کے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کا قیام شبِ قدر کے قیام کے برابر ہے۔“ عرض کی گئی: ”کیا راہِ خدا میں جہاد بھی نہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”ہاں! راہِ خدا میں جہاد بھی نہیں مگر جو شخص اپنے گھوڑے کو زخمی کرے اور اس کا خون بہائے (یعنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے)۔[1]

﴿2﴾......**ہر مہینے میں آنے والے افضل ایام:** جو دن مہینے میں بار بار آتے ہیں وہ مہینے کے اوّل، درمیان اور آخر ہے اور درمیان میں ایامِ بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔

﴿3﴾......**ہر ہفتے میں آنے والے افضل ایام:** ہفتے میں بار بار آنے والے دن پیر، جمعرات اور جمعہ ہے۔

یہ فضیلت والے ایام ہیں ان میں روزے رکھنا اور بکثرت خیرات کرنا مستحب ہے تاکہ ان اوقات کی برکت سے اس کا اجر دُگنا ہو۔

کچھ صوم دہر کے بارے میں:

جہاں تک صومِ دَہر (یعنی عمر بھر کے روزے) کا تعلق ہے تو وہ ان تمام اور مزید کچھ دنوں کو شامل ہے۔ مگر سالکین کی اس بارے میں کئی آراء ہیں۔ بعض نے اسے مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ روایات اس کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں۔[2] لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ دو باتوں کی وجہ سے مکروہ ہے: (۱)......عیدین اور ایامِ تشریق میں بھی روزہ نہ چھوڑا جائے اور یہ

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر، الحدیث:۷۵۸، ج۲، ص۱۹۱، ۱۹۲، مفھومًا۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضربہ......الخ، الحدیث:۱۱۵۹، ص۵۸۷۔

صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب حق الاھل فی الصوم، الحدیث:۱۹۷۷، ج۱، ص۶۵۰۔

عمر بھر کا روزہ ہے۔(۲)......افطار کے معاملے میں سنت کو چھوڑ کر خود پر روزہ لازم کر لینا حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **رخصت** کو بھی پسند فرماتا ہے جیسا کہ وہ **عزیمت** کو پسند فرماتا ہے۔[1] لٰہذا جب ان دونوں میں سے کوئی بات نہ ہو اور ہمیشہ روزہ رکھنے کے معاملے میں نفس کی اصلاح کا پہلو نمایاں ہو تو صوم دہر کے روزے رکھنا جائز ہے کہ صحابۂ کرام وتابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ایک گروہ نے ایسا کیا ہے۔

نیز حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو عمر بھر روزہ رکھے اس پر جہنم تنگ کر دی جائے گی اور اپنے ہاتھ سے نوّے کا عدد بنایا۔''[2] اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے لئے جہنم میں کوئی جگہ نہیں رہتی (یعنی وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا)۔

اس سے کم ایک اور درجہ ہے اور وہ نصف دھر کا روزہ ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے اور یہ نفس پر زیادہ شدید اور اسے مغلوب کرنے میں زیادہ قوی ہے۔ نیز اس کی فضیلت میں کئی احادیث مروی ہیں کیونکہ اس میں بندہ ایک دن روزہ رکھتا اور دوسرے دن شکر ادا کرتا ہے۔

سب سے افضل روزے:

سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن میں نے واپس کر دیں اور کہا: ''(اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا جب سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیری تعریف کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں گا۔''[3]

---

1 ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 868 صفحات پر مشتمل کتاب ''**اصلاح اعمال**'' جلد اول، صفحہ 687 اور 688 پر ہے: **رخصت کا لغوی معنی:** اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندے کو کسی کام میں دی گئی سہولت وآسانی۔ **شرعی واصطلاحی معنی:** عذر والوں (یعنی معذورانِ شرعی) پر مہربانی اور انہیں وسعت دینے کے لئے حکم کو اصل سے تخفیف وسہولت کی طرف پھیر دینے کا نام رخصت ہے۔ اور صفحہ 695 پر ہے: **عزیمت کا لغوی معنی:** اللہ عَزَّوَجَلَّ کے واجب کردہ احکام میں سے ایک واجب حکم۔ **شرعی واصطلاحی معنی:** وہ چیز جو شریعت میں ابتدا ہی سے بندوں کے اعذار پر مبنی نہ ہو اور اس میں فرض، واجب، سنت، نفل، حرام، مکروہ اور مباح سب شامل ہیں۔

2 ......المسند للامام احمدبن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، الحدیث: ۱۹۷۳۴، ج۷، ص۱۶۸، بتغیرٍ۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثانی والعشرون: الصیام وترتیبه......الخ، ج۱، ص۱۳۴۔

ایک روایت میں ہے کہ ”سب سے افضل روزے میرے بھائی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روزے ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔“ (۱)

اس کی تاکید اس حدیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے (بارگاہِ رسالت میں) عرض کی: ”میں اس (یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔“ تو مشفق و مہربان آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔“ عرض کی: ”میں اس سے افضل کا ارادہ کرتا ہوں۔“ ارشاد فرمایا: ”اس سے افضل کوئی عمل نہیں۔“ (۲)

مروی ہے کہ ”حضور اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ماہِ رمضان کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ روزے نہ رکھے۔“(۳) بلکہ غیر رمضان میں روزہ چھوڑ بھی دیتے۔

جو نصف دھر کے روزوں پر قادر نہ ہو تو تہائی حصے میں کوئی حرج نہیں یعنی ایک دن روزہ رکھے اور دو دن چھوڑ دے اور جب مہینے کی ابتدا، درمیان اور اختتام پر تین روزے رکھے تو یہ بھی تہائی ہے اور یہ فضیلت کے اوقات میں واقع ہوں گے اور پیر جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھے تو یہ بھی تہائی کے قریب ہے۔ جب فضیلت کے اوقات ظاہر ہو گئے تو کمال یہ ہے کہ انسان روزے کا معنی سمجھے اور یہ کہ اس کا مقصود دل کو پاک کرنا اور اپنی تمام تر فکر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ باطن کی باریکیوں کو جاننے والا شخص اپنے احوال کو دیکھتا ہے کبھی اس کا حال ہمیشہ روزہ رکھنے کا تقاضا کرتا ہے اور کبھی ہمیشہ افطار کا اور کبھی روزے اور افطار دونوں کو ملانے کا تقاضا کرتا ہے۔ جب وہ (لفظ صوم سے حاصل ہونے والا) معنی سمجھ گیا اور دل کی نگرانی کے ذریعے طریق آخرت پر چلنے میں اس کی کوشش ثابت ہو گئی تو اس پر اپنے دل کی اصلاح پوشیدہ نہیں رہے گی اور یہ چیز ہمیشہ کی ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی۔

اسی لئے مروی ہے کہ ”حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزے رکھتے رہتے یہاں تک کہ کہا جاتا اب روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزے رکھنا ترک فرما دیتے یہاں تک کہ کہا جاتا اب روزہ نہیں رکھیں گے

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضربہ......الخ، الحدیث ۱۱۵۹، ص ۵۸۸۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضربہ......الخ، الحدیث ۱۱۵۹، ص ۵۸۴۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان......الخ، الحدیث ۱۱۵۷، ص ۵۸۳۔

اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آرام فرماتے یہاں تک کہ کہا جاتا اب (نفل نماز کے لئے) قیام نہیں کریں گے اور قیام فرماتے یہاں تک کہ کہا جاتا اب آرام نہیں فرمائیں گے۔'' (1)

اور یہ سب کچھ اس کے مطابق ہوتا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے اوقات کے حقوق کے سلسلے میں نورِ نبوت سے منکشف ہوتا۔ (اہلِ باطن) علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے یومِ عید اور ایامِ تشریق کا اندازہ لگاتے ہوئے چار دن سے زیادہ مسلسل روزہ نہ رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس بنا پر کہ یہ دل کو سخت کرتا، گھٹیا عادات کو جنم دیتا اور خواہشات کے دروازے کھولتا ہے۔ میری زندگی کی قسم! یہ اکثر لوگوں کے حق میں اسی طرح ہے خصوصاً وہ لوگ جو رات اور دن میں دو مرتبہ کھاتے ہیں۔ ذکر کردہ کلام وہ ہے جو ہم نے نفلی روزے کی ترتیب کے سلسلے میں ذکر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

دُعا:

روزے کے اسرار کا بیان پایۂ تکمیل کو پہنچا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے اس کی تمام خوبیوں پر جو ہم جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اس کی تمام نعمتوں پر جو ہم جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اور ہمارے سردار حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ کے آل و اصحاب رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اور زمین و آسمان کے ہر برگزیدہ بندے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا نزول اور سلام و کرم کی برسات ہو۔

﴿......تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ......﴾

﴿......صَلُّوْاعَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

(1) ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ......الخ الحدیث ۱۱۵۷، ص۵۸۳، باختصارٍ۔

حج کا بیان

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے کلمۂ توحید کو اپنے بندوں کے لئے پناہ گاہ اور قلعہ بنایا، اپنے قابلِ تکریم گھر کعبۃ اللہ المشرفہ کولوگوں کے لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا، خاص کرتے اور احسان کرتے ہوئے اسے اپنی طرف منسوب کر کے شرف بخشا، اس کی زیارت وطواف کو بندے اور عذاب کے درمیان پردہ و ڈھال بنایا، والیٔ امت، حضور نبیٔ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کے آل و اصحاب پر جو حق کی طرف لانے والے اور مخلوق کے سردار ہیں رحمت اور خوب سلام ہو۔

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ یہ عمر بھر کی عبادت، انجامِ کار، اسلام کی تکمیل اور دین کا کمال ہے۔ اسی کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ (پ۶، المائدۃ:۳) ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔'' نیز حضور سید دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص (باوجود فرض ہونے کے) حج کئے بغیر مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے، چاہے عیسائی ہو کر۔''[1]

وہ عبادت کس قدر عظمت والی ہے کہ جس کے نہ ہونے سے دین کا کمال ختم ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑنے والا گمراہی میں یہود و نصاریٰ کی طرح ہے۔ پس جب یہ اس قدر اہم عبادت ہے تو زیادہ مناسب ہے کہ اس کی تشریح، ارکان کی تفصیل، سنن و آداب اور فضائل و اسرار کو بیان کیا جائے اور یہ تمام باتیں توفیقِ الٰہی سے تین ابواب میں واضح ہو جائیں گی۔ پہلے باب میں حج، مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے فضائل، ارکان اور وجوب کی شرائط کا بیان ہے۔ دوسرے باب میں سفر کی ابتدا سے لوٹنے تک بالترتیب ظاہری اعمال کا بیان ہے۔ تیسرے باب میں آداب کی بار یکیوں، خفیہ اسرار اور باطنی اعمال کا بیان ہے۔

[1] ......سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج، الحدیث:۸۱۲، ج۲، ص۲۱۹، مفهومًا۔

باب نمبر1:
فضائل حج کا بیان
(اس میں دو فصلیں ہیں)

پہلی فصل: حج، بیت اللہ، مکہ ومدینہ کے فضائل اور مساجد کی جانب سفر کرنے کا بیان

حج کی فضیلت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ (پ۱۷، الحج:۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو لوگوں میں حج کا اعلان کرنے کا حکم دیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ندا دی: "اے لوگو! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔"

اگلی آیت مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے: لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (پ۱۷، الحج:۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں۔ منقول ہے کہ اس سے مراد موسمِ حج کی تجارت اور آخرت کا اجر ہے۔

بعض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام نے جب یہ بات سنی تو فرمایا: "ربِّ کعبہ کی قسم! ان کی بخشش ہوگئی۔"

قرآن کریم میں ہے:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ (پ۸، الاعراف:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔

اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مکہ کا راستہ ہے۔ شیطان اس پر بیٹھتا ہے تاکہ لوگوں کو اس سے روکے۔

فضائلِ حج پر مشتمل 11 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾......جس نے حج کیا اور رفث (فحش کلام) اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ [1]

﴿2﴾......شیطان جس طرح یومِ عرفہ میں ذلیل، حقیر، دُھتکارا ہوا اور غضب ناک ہوتا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ نزولِ رحمت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بڑے بڑے گناہوں کی معافی دیکھتا ہے۔ [2]

﴿3﴾......منقول ہے کہ ''کچھ گناہ ایسے ہیں جو صرف وقوفِ عرفہ سے معاف ہوتے ہیں۔''[3] اس روایت کو حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف منسوب کیا ہے۔

ایک بزرگ اور شیطان کا مکالمہ:

ایک مقرب بارگاہِ الٰہی کا بیان ہے کہ ابلیس ملعون میدان عرفات میں اس کے سامنے انسانی صورت میں اس حالت میں ظاہر ہوا کہ دُبلا پتلا، رنگ زرد، گریاں چشم اور پیٹھ ٹوٹی ہوئی ہے۔ انہوں نے پوچھا: ''تجھے کس چیز نے رُلایا؟'' کہا: ''حاجیوں کے بغیر نیت تجارت اس (یعنی بیت اللّٰہ شریف) کی طرف نکلنے نے۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قصد کیا اور مجھے ڈر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں رُسوا نہیں کرے گا اور یہ بات مجھے غمزدہ کر دیتی ہے۔'' انہوں نے پوچھا: ''تیرا جسم اتنا کمزور کیوں ہو گیا ہے؟'' کہا: ''راہ خدا میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی وجہ سے، حالانکہ مجھے یہ بات زیادہ محبوب تھی کہ یہ میری راہ پر ہوتے۔'' پوچھا: تیرا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے۔'' اس نے کہا: ''اطاعت پر لوگوں کے ایک دوسرے کی مدد کرنے کی وجہ سے، اگر نافرمانی پر باہم تعاون کرتے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہوتا۔'' پوچھا: ''تیری پیٹھ کیوں ٹوٹی ہوئی؟'' کہا: ''اس لئے کہ بندہ کہتا ہے: (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) میں تجھ سے اچھے خاتمہ کا سوال کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں: ہائے میری ہلاکت! یہ کب اپنے عمل پر خود پسندی میں مبتلا ہو گا مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے یہ بات

1......صحیح البخاری، کتاب المحصر، باب قول اللّٰہ: ولا فسوق......الخ، الحدیث: ۱۸۲۰، ج ۱، ص ۶۰۰، خرج من "ذنوبہ" بدلہ "رجع"۔

2......الموطا للامام مالک، کتاب الحج، باب جامع الحج، الحدیث ۹۸۲، ج ۱، ص ۳۸۶ـ۳۸۷۔

3......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج ۲، ص ۱۹۹۔

معلوم نہ ہو جائے (کہ اپنے عمل پر اترانا نہیں چاہئے بلکہ رحمتِ الٰہی کی اُمید رکھنی چاہئے)۔''

﴿4﴾......''جو حج یا عمرہ کے لئے نکلا اور مر گیا تو قیامت تک اس کے لئے حج وعمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جس کا حرمین شریفین میں سے کسی جگہ انتقال ہوا تو اس کی پیشی نہیں ہوگی، نہ اس کا حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا: تو جنت میں داخل ہو جا۔'' (۱)

﴿5﴾......''حج مقبول دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور حج مقبول کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔'' (۲)

﴿6﴾......''حج وعمرہ کرنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وفد اور اس کی زیارت کرنے والے ہیں، اگر وہ اس سے سوال کریں تو وہ عطا فرماتا، اگر معافی چاہیں تو معاف فرماتا ہے، اگر دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر شفاعت کریں تو شفاعت قبول ہوتی ہے۔'' (۳)

﴿7﴾......''لوگوں میں سب سے بڑا گنہگار وہ ہے جو عرفہ میں کھڑا ہوا اور یہ گمان کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی مغفرت نہیں فرمائی۔'' (۴)

﴿8﴾......حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بیت اللہ شریف پر ہر روز 120 رحمتیں نازل ہوتی ہیں، 60 طواف کرنے والوں کے لئے، 40 نماز پڑھنے والوں کے لئے اور 20 زیارت کرنے والوں کے لئے ہیں۔'' (۵)

﴿9﴾......''بیت اللہ شریف کا طواف کثرت سے کرو کیونکہ یہ ان میں سب سے زیادہ قدر و منزلت والا ہے جنہیں تم

---

1 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرۃ، الحدیث: ۴۱۰۰-۴۰۹۸، ج۳، ص۴۷۴، باختصارٍ۔

2 ......سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل الحج المبرور، الحدیث: ۲۶۱۹، ص۴۳۲۔

قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۹۹۔

3 ......سنن ابن ماجۃ، کتاب المناسک، باب فضل دعاء الحاج، الحدیث: ۲۸۹۲-۲۸۹۳، ج۳، ص۴۱۰-۴۱۱۔

قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۹۹۔

4 ......کشف الخفاء، حرف الہمزۃ مع العین المہملۃ، الحدیث: ۴۲۵، ج۱، ص۱۳۱۔

قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۹۹۔

5 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی المناسک، فضیلۃ الحجر الاسود......الخ، الحدیث: ۴۰۵۱، ج۳، ص۴۵۵، دون قولہ ''ینزل علی ہذا البیت''۔

بروزِ قیامت اپنے نامۂ اعمال میں پاؤ گے اور یہ تمہارے اعمال میں سب سے زیادہ قابلِ رشک ہوگا۔'' (۱) اسی لئے حج وعمرہ کے علاوہ طواف مستحب ہے۔

﴿10﴾...... ''جس نے ننگے پاؤں اور ننگے سر طواف کے سات چکر لگائے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے بارش میں طواف کے سات چکر لگائے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔'' (۲)

منقول ہے کہ ''جب اللہ عَزَّوَجَلَّ عرفات میں کسی بندے کے گناہ بخشتا ہے تو وہاں پہنچنے والے ہر شخص کے گناہ بھی بخش دیتا ہے۔''

دو عیدیں:

بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: ''عرفہ (یعنی نویں ذوالحجہ) کا دن جمعہ کو آ جائے تو تمام اہلِ عرفہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور وہ دنیا میں سب سے افضل دن ہوتا ہے۔ اسی دن حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور میدانِ عرفات ہی میں تھے کہ یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ (پ۶، المآئدۃ:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اہلِ کتاب نے کہا: ''اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے۔'' تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیتِ مبارکہ دو عیدوں یعنی یوم عرفہ اور جمعہ کے دن حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوئی اور آپ عرفہ میں وقوف فرما تھے۔'' (۳)

﴿11﴾...... ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حج کرنے والے کو بخش دے اور جس کے لئے حاجی بخشش کی دعا کرے اسے بھی

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۹۸۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۹۸، دون "اسبوعا"۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب التفسیر، الحدیث۳۰۱۷، ص۱۶۰۸۔۱۶۰۹، مفهومًا۔

قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۰۔

بخش دے۔'' (1)

حکایت: جنت میں داخلے کی بشارت:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا علی بن موفق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضورانور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے کئی حج کئے۔ فرماتے ہیں: ''میں خواب میں زیارت رسول سے مشرف ہوا، آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے ابن موفق! تو نے میری طرف سے حج کئے؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں!'' ارشاد فرمایا: ''تو نے میری طرف سے تلبیہ کہا۔'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں!'' ارشاد فرمایا: ''میں قیامت کے دن تجھے ان کا بدلہ دوں گا اور موقف (یعنی محشر) میں تیرا ہاتھ تھام کر تجھے جنت میں داخل کروں گا جبکہ لوگ ابھی حساب کی سختی میں ہوں گے۔''

فضائل حج پر مشتمل اقوالِ بزرگان دین:

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد اور دیگر علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''حج کرنے والے جب مکہ مکرمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا آتے ہیں تو فرشتے ان سے ملاقات کرتے ہیں، اونٹ پر سوار حاجیوں کو سلام، دراز گوش (گدھے) پر سوار حاجیوں سے مصافحہ کرتے اور پیدل چلنے والوں سے گلے ملتے ہیں۔''

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جو رمضان کے بعد یا غزوہ کے بعد یا حج کے بعد مرا وہ شہادت کا رتبہ پائے گا۔''

﴿3﴾......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''حج کرنے والا مغفرت یافتہ ہے اور حاجی ذوالحجۃ الحرام، محرم الحرام، صفر المظفر اور ربیع الاول کے 20 دنوں میں جس کے لئے استغفار کرے اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔''

اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا طریقہ رہا ہے کہ وہ مجاہدین کو رخصت کرتے اور حاجیوں کا استقبال کرتے، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے اور انہیں دعا کے لئے کہتے اور یہ کام سلف صالحین ان کے گناہوں میں آلودہ ہونے سے پہلے پہلے کرتے۔

---

(1)......المستدرک، کتاب المناسک، باب وفد اللّٰہ ثلاثۃ......الخ، الحدیث:۱۶۵۴، ج۲، ص۸۴۔

چھ کے صدقے چھ لاکھ کا حج قبول:

حضرت سیِّدُنا علی بن موفق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے ایک سال حج کیا جب عرفہ کی رات آئی تو میں مسجد خیف میں مِنٰی کے مقام پر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ سبز حلوں میں ملبوس دو فرشتے آسمان سے اترے، ایک نے دوسرے کو پکارا: اے عبداللّٰہ! دوسرے نے کہا: ''میں حاضر ہوں، اے عبداللّٰہ!'' اس نے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اس سال کتنے لوگوں نے حج کیا؟'' کہا: ''میں نہیں جانتا۔'' اس نے کہا: ''چھ لاکھ لوگوں نے حج کیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا؟'' کہا: ''نہیں۔'' کہا: ''صرف چھ آدمیوں کا۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: پھر وہ دونوں ہوا میں بلند ہو گئے اور مجھ سے غائب ہو گئے۔ میں گھبرا کر بیدار ہو گیا اور بہت زیادہ غمگین ہوا اور مجھے میرے معاملے نے پریشان کر دیا۔ میں نے سوچا: جب فقط چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا تو میں چھ آدمیوں میں کہاں ہو سکتا ہوں؟ جب میں عرفات سے واپس آیا تو مشعر حرام کے پاس کھڑا حاجیوں کی کثرت اور ان لوگوں کی قلت کے متعلق سوچنے لگا جن کا حج قبول ہوا، مجھے نیند نے آ لیا تو دیکھا کہ پہلے دو کی صورت پر دو شخص آسمان سے اترے، ایک نے دوسرے کو پکارا اور اسی طرح کا کلام کیا پھر پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ آج رات ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے کیا حکم فرمایا؟'' اس نے کہا: ''نہیں۔'' کہا: ''بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے چھ میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ دے دیئے۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں بیدار ہوا تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔''

حکایت: خواب میں دیدارِ الٰہی:

انہی سے منقول ہے، فرماتے ہیں: ایک سال میں نے حج کیا جب مناسک حج ادا کر چکا تو ان لوگوں کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا جن کا حج قبول نہ ہوا۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنا حج اور اس کا ثواب ان لوگوں کو دیا جن کا حج قبول نہیں ہوا۔'' فرماتے ہیں: میں خواب میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے علی! کیا مجھ پر سخاوت کرتا ہے حالانکہ سخاوت اور سخیوں کو میں نے ہی پیدا فرمایا، میں ہی سب سے بڑھ کر جود و کرم کرنے والا اور میں ہی تمام جہان والوں سے زیادہ جود و کرم کا حق رکھتا ہوں، میں نے ان تمام لوگوں کو جن کا حج قبول نہیں ہوا ان کے حوالے کر دیا ہے جن کا حج قبول ہوا (یعنی مقبولوں کے صدقے ان کا بھی قبول ہو گیا)۔''

بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ کے فضائل:

حضور نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس گھر سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ آدمی اس کا حج کریں گے، اگر کم ہوئے تو فرشتوں کے ذریعے ان کی کمی پوری فرما دے گا اور کعبہ مشرفہ پہلی رات کی دلہن کی طرح اُٹھایا جائے گا اور اس کا حج کرنے والے تمام لوگ اس کے پردوں سے لٹکے ہوں گے، وہ اس کے گرد چکر لگائیں گے یہاں تک کہ یہ جنت میں داخل ہوگا تو وہ بھی داخل ہو جائیں گے۔''(۱)

حدیثِ پاک میں ہے کہ ''بے شک حجرِ اسود جنتی پتھروں میں سے ایک پتھر ہے، اسے بروز قیامت یوں اٹھایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں اور ایک زبان ہوگی جس کے ذریعے یہ کلام کرے گا اور ہر اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے حق و صداقت کے ساتھ اسے بوسہ دیا ہوگا۔''(۲)

مروی ہے کہ ''حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حجرِ اسود کو بہت زیادہ بوسے دیا کرتے تھے۔''(۳)

ایک روایت میں ہے کہ ''آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجر اسود پر پیشانی رکھی۔''(۴) اور آپ سواری پر طواف فرماتے ہوئے اپنے عصا مبارک کا مڑا ہوا کنارہ اس پر رکھ دیتے پھر اس کنارے کو بوسہ دیتے۔(۵)

حجر اسود نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حجر اسود کو بوسہ دے کر فرمایا: ''بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تجھے

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۱۔

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب استلام الحجر، الحدیث: ۲۹۴۴، ج۳، ص۴۳۴، بتغیرٍ۔
قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۱۔

3 ......سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب کیف یقبل، الحدیث: ۲۹۳۵، ص۴۷۸، عن عمر رضی اللہ عنہ۔
قوت القلوب الفصل الثالث، والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۱۔

4 ......قوت القلوب الفصل الثالث، والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۱۔
المستدرک، کتاب المناسک، باب استلام الحجر وتقبیله......الخ، الحدیث: ۱۷۶۵، ج۲، ص۱۰۶۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر......الخ، الحدیث: ۱۲۷۵۔۱۲۷۴، ص۶۶۳۔

بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔'' پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی آواز بلند ہوگئی۔ پھر اپنے پیچھے کی جانب متوجہ ہوئے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو دیکھ کر فرمایا: ''اے ابوالحسن! یہاں پر آنسو بہائے جاتے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! بلکہ یہ پتھر نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی۔'' پوچھا: ''وہ کیسے؟'' کہا: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب بندوں سے عہد لیا تو ایک تحریر لکھ کر اس پتھر کو کھلا دی، پس یہ مومن کے حق میں ایفائے عہد کی اور کافر کے خلاف اس کے انکار کی گواہی دے گا۔''[1]

حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کی دعا:

منقول ہے کہ اسے بوسہ دیتے ہوئے لوگوں کے مذکور کلمات پڑھنے کا یہی معنی ہے: ''اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ پر ایمان لاتے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے اور تیرے وعدے کو پورا کرتے ہوئے (اسے بوسہ دیتا ہوں)۔''

ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر:

حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے منقول ہے کہ ''مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں ایک دن کا روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے۔ ایک درہم صدقہ کرنا ایک لاکھ درہم کے برابر ہے۔ اسی طرح ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔''

منقول ہے کہ ''سات مرتبہ طواف کرنا ایک عمرہ کے برابر ہے اور تین عمرے ایک حج کے برابر ہیں۔''

ماہِ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبیٔ رحمت، شفیع امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔''[2]

---

1 ......المستدرک، کتاب المناسک، باب الحجر الاسود یمین اللّٰہ......الخ، الحدیث:۱۷۲۵، ج۲، ص۱۰۹۔۱۱۰، باختصارٍ۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان، الحدیث:۱۲۵٦، ص٦۵۷۔

حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں پہلا وہ شخص ہوں جس سے زمین کھولی جائے گی، پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ جمع کئے جائیں گے، پھر اہل مکہ کی طرف آؤں گا تو دونوں حرموں کے درمیان میرا حشر ہوگا۔'' (۱)

حدیث پاک میں ہے کہ ''جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مناسکِ حج (یعنی حج کے ارکان وافعال) ادا کر لئے تو فرشتوں نے آپ سے ملاقات کر کے عرض کی: اے آدم! آپ کا حج مقبول ہوا، ہم نے آپ سے دو ہزار سال پہلے اس گھر کا حج کیا۔'' (۲)

طواف اور نماز ادا کرنے والوں کی بخشش:

ایک روایت میں ہے کہ ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر رات اہلِ زمین کی طرف نظر فرماتا ہے، سب سے پہلے اہلِ حرم کی طرف نظر فرماتا ہے اور اہلِ حرم میں بھی سب سے پہلے مسجدِ حرام والوں کی طرف نظر فرماتا ہے تو جسے طواف میں مشغول پاتا ہے اسے بخش دیتا ہے، جسے نماز پڑھتے دیکھتا ہے اس کی بھی مغفرت فرما دیتا ہے اور جسے کعبہ کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑا دیکھتا ہے اسے بھی بخش دیتا ہے۔'' (۳)

ایک ولی فرماتے ہیں مجھے کشف ہوا: ''میں نے دیکھا کہ تمام وادیوں کے کشادہ مقامات، عبادان (۴) کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور عبادان کو دیکھا کہ وہ جدہ کی جانب جھکا ہوا ہے۔''

کعبہ اور قرآن اٹھائے جانے کا وقت:

منقول ہے کہ ''جب تک اَبدال (۵) میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف نہ کر لے اس دن کا سورج غروب نہیں

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ الحدیث: ۳۷۱۲، ج۵، ص۳۸۸۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۱۔۲۰۲۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۲۔

4 ......بصرہ کے قریب بحر فارس کے کنارے مشرقی جانب ایک شہر ہے جو جانبِ جنوب جھکا ہوا ہے۔ (اتحاف السادة المتقین، ج۴، ص۴۷۲)

5 ......(اولیا کی اقسام میں سے چوتھا مرتبہ) **ابدال** کا ہے: یہ ہر دور میں سات ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ سات زمینوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک زمین ہوتی ہے جہاں اس کی ولایت ہوتی ہے یہ ساتوں بالترتیب ان سات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قدم پر ہوتے ہیں: (۱)......حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ (۲)......حضرت سیِّدُنا موسیٰ......

ہوتا اور جب تک اَوتاد[1] میں سے کوئی طواف نہ کرلے فجر طلوع نہیں ہوتی۔ جب یہ سلسلہ منقطع ہوجائے گا تو یہ بیت اللہ کے زمین سے اٹھنے کا سبب ہوگا۔ لوگ صبح کریں گے تو کعبہ اٹھالیا گیا ہوگا حتی کہ اس کا نشان تک بھی باقی نہ ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب اس پر سات سال یوں گزر جائیں گے کہ کوئی شخص اس کا حج نہ کرے گا۔ پھر مصاحف میں سے قرآن پاک اُٹھالیا جائے گا لوگ صبح کریں گے تو کاغذ سفید چمکتے ہوں گے ان پر حروف نہ ہوں گے۔ پھر قرآن پاک دلوں سے اٹھالیا جائے گا حتی کہ اس کا ایک کلمہ بھی یاد نہ رہے گا۔ پھر لوگ اشعار، گانوں اور زمانۂ جاہلیت کی باتوں کی طرف رجوع کریں گے۔ پھر دجال نکلے گا اور حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روح اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نزول ہوگا، آپ دجال کو قتل کریں گے اور اس وقت قیامت اتنی قریب ہوگی جتنی کہ حاملہ عورت کے بچہ جننے کی توقع ہوتی ہے۔''

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ ''اس گھر کا طواف کثرت سے کرو قبل اس کے کہ اسے اٹھالیا جائے، یہ دو مرتبہ گرایا گیا اور تیسری مرتبہ اٹھالیا جائے گا۔'' [2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ حضور سید دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''جب میں دنیا کو ختم کرنے کا ارادہ کروں گا تو اپنے گھر سے ابتدا کروں گا اس کے بعد دنیا کو ختم کروں گا۔'' [3]

مکۂ مکرمہ میں رہائش اختیار کرنا کیسا؟

خائفین اور محتاط علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے تین وجہ سے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کرنے کو مکروہ (ناپسند) جانا:

...... کلیم اللّٰہ (۳) ......حضرت سیِّدُنا ہارون (۴) ......حضرت سیِّدُنا ادریس (۵) ......حضرت سیِّدُنا یوسف (۶) ......حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روح اللہ اور (۷) ......حضرت سیِّدُنا آدم صفی اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

1 ...... (اولیا میں تیسرا مرتبہ) **اوتاد** کا ہے: یہ ہر دور میں صرف چار ہی ہوتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان چاروں کے ذریعے چاروں جہات یعنی مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی حفاظت فرماتا ہے۔ ان میں ہر ایک کی ولایت ایک جہت میں ہوتی ہے۔ ان کے صفاتی نام یہ ہیں: عبدالحی، عبدالعلیم، عبدالقادر اور عبدالمرید۔ (جامع کرامات اولیاء، ج۱، ص۶۹، مطبوعہ: مرکز اهل سنت برکات رضا)

2 ......صحیح ابن خزیمه، کتاب المناسک، باب الامر بتعجیل الحج خوف......الخ، الحدیث: ۲۵۰۶، ج۴، ص۱۲۹۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۴۔

کشف الخفاء، حرف الهمزة مع الذال المعجمة، الحدیث ۱۹۳، ج۱، ص۷۰، دون "علی اثره"۔

﴿1﴾......اُکتا جانے اور بیت اللہ سے اُنس پیدا ہونے کا خوف: کیونکہ یہ چیز بعض اوقات احترام کے سلسلے میں دل کی حرارت کو مٹا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حج کے بعد حاجیوں کو مارتے اور فرماتے: ''اے اہلِ یمن! یمن کو جاؤ۔ اے اہلِ شام! شام کو جاؤ اور اے اہلِ عراق! عراق کو جاؤ۔''

نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو کثرت طواف سے منع کیا اور فرمایا: ''مجھے ڈر ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف سے مانوس نہ ہو جائیں (کیونکہ کسی چیز سے انسیت کے سبب اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے)۔''

﴿2﴾......جدائی کی وجہ سے دوبارہ آنے کا شوق پیدا ہوتا ہے: کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بیت اللہ شریف کو مرجع اور امان بنایا یعنی وہ اس کی طرف بار بار لوٹیں اور اس سے ان کی خواہش پوری نہ ہو۔ بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''تم کسی بھی شہر میں ہو لیکن تمہارا دل مکہ کا مشتاق ہو اور اس گھر سے لگا ہوا ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم مکہ میں ہو اور اس سے اُکتا جاؤ اور تمہارا دل کسی اور شہر کا مشتاق ہو۔''

بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: ''کتنے ہی لوگ خراسان میں ہیں لیکن طواف کرنے والوں سے زیادہ بیت اللہ کے قریب ہیں۔''

منقول ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ قرب الٰہی کے حصول کے لئے کعبة اللہ المشرفہ ان کا طواف کرتا ہے۔''

﴿3﴾......رہائش اختیار کرنے میں کہیں گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب نہ ہو جائے: اس لئے خطرہ ہے کہ کہیں اس مقام کے شرف و بزرگی کی بے حرمتی کے سبب غضب الٰہی کا شکار نہ ہو جائے۔

حضرت سیِّدُنا وہیب بن ورد مکی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں ایک رات حطیم میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان سے یہ کلام سنا: ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے، پھر اے جبرئیل تم سے شکایت کرتا ہوں کہ میرا طواف کرنے والے دنیوی باتوں میں غور وفکر کرتے اور لغو و فضول باتیں کرتے ہیں اگر وہ اس سے باز نہ آئے تو میں ایسی حرکت کروں گا کہ میرا ہر پتھر اس پہاڑ کی طرف چلا جائے گا جس سے وہ جدا کیا گیا تھا۔''

حرم میں ارادۂ گناہ پر بھی مواخذہ ہے:

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''مکہ کے علاوہ کسی شہر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ گناہ کرنے سے

پہلے محض نیت پر مؤاخذہ نہیں فرماتا، پھر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَ مَنۡ یُّرِدۡ فِیۡهِ بِاِلۡحَادٍۭ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ (پ ۱۷، الحج: ۲۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

یعنی محض ارادہ کرنے پر یہ سزا ملے گی۔"

منقول ہے کہ "نیکیوں کی طرح یہاں گناہوں کی سزا بھی دگنی ہو جاتی ہے۔" حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "حرم مکہ میں ذخیرہ اندوزی کرنا بے دینی ہے۔" منقول ہے کہ "حرمِ مکہ میں جھوٹ بولنا بھی بے دینی ہے۔"

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "مجھے رکیہ[1] میں 70 گناہ کرنا مکہ میں ایک گناہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔"

اس (یعنی بے حرمتی کے) خوف کے سبب مکہ مکرمہ میں رہنے والے بعض حضرات حرم شریف میں قضائے حاجت نہ کرتے بلکہ قضائے حاجت کے وقت حدودِ حرم سے باہر نکل جاتے۔ بعض حضرات نے وہاں ایک مہینہ قیام کیا لیکن زمین پر اپنا پہلو نہ لگایا۔ مکہ میں رہنے کی ممانعت کے سبب بعض علما نے وہاں کے مکانات کے کرایہ کو ناپسند جانا ہے۔

ازالۂ وہم:

(اے سننے والے!) تجھے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہاں ٹھہرنے کی کراہت اس مقام کی فضیلت کو کم کر دے گی کیونکہ کراہت کی وجہ مخلوق کی کمزوری اور اس مقام کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا ہے۔ لہٰذا ہمارے اس قول کہ "**وہاں نہ ٹھہرنا افضل ہے**" کا معنی یہ ہے کہ اس مقام سے اکتانے اور اس کی تعظیم میں کوتاہی کی صورت میں ایسا ہے ورنہ اس مقام کا حق ادا کرنے کی صورت میں کہیں اور ٹھہرنا کیسے افضل ہو سکتا ہے اور مکہ شریف کیسے افضل نہ ہو گا جبکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "یقیناً تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہترین زمین ہے اور مجھے اس کے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ

---

1 ...... **رکیہ:** مکہ و طائف کے درمیان ایک جگہ ہے۔ (از مصنف)

کیا جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا۔''[1] اور ایسا کیونکر نہ ہو جبکہ بیت اللہ شریف کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ نیز اس میں نیکیاں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

مدینۂ منورہ کی افضلیت:

مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا سے افضل کوئی زمین نہیں، اس میں بھی نیک اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔

ایک نماز ہزار نمازوں سے بہتر:

حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔''[2] اسی طرح مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا میں کیا جانے والا ہر عمل ایک ہزار کے برابر ہے۔ مدینہ منورہ کے بعد بیت المقدس کا مرتبہ ہے۔ اس میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ دیگر مسجدوں کی پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور اسی طرح تمام اعمال ہیں۔

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مسجد نبوی میں ایک نماز 10 ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ بیت المقدس میں ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔''[3]

شفاعت کی بشارت:

حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مدینہ منورہ کی سختی اور اس کی شدت پر صبر کیا بروزِ قیامت میں اس کا شفیع ہوں گا۔''[4]

1. ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل مکة، الحدیث: ۳۹۵۱، ج۵، ص۴۸۶۔
2. ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلاة بمسجدی مکة والمدینة، الحدیث: ۱۳۹۴، ص۷۲۰۔
3. ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۲۰۴۔
الترغیب والترھیب، کتاب النوافل، الترغیب فی قیام اللیل، الحدیث: ۹۲۹، ج۱، ص۲۹۲، مفھومًا۔
4. ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینة......الخ، الحدیث: ۱۳۷۷، ص۷۱۶، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔“ (۱)

ان تین مقامات مقدسہ کے بعد اسلامی سرحدوں کے علاوہ تمام مقامات برابر ہیں کیونکہ اسلامی سرحد پر دشمن کی نگرانی کے لئے قیام کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اسی لئے حضور سید دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تین مسجدوں کے سوا کسی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں: مسجدِ حرام، میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی) اور مسجدِ اقصیٰ (۲)۔“ (۳)

زیارت قبور کے لئے سفر کرنے کا حکم:

بعض اہلِ علم نے اس حدیثِ پاک سے استدلال کرتے ہوئے متبرک مقامات اور علما و اولیا کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنے سے منع کیا ہے لیکن مجھ (یعنی امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی) پر جو بات ظاہر ہوئی ہے یہ کہ زیارت قبور کے لئے سفر کرنا جائز ہے کیونکہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینة، الحدیث: ۳۹۴۳، ج۵، ص۴۸۳، مفہومًا۔

2 ......مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج1، ص431 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: وہابی حضرات نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ سواء ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف سفر ہی حرام ہے۔ لہٰذا عرس زیارت قبور وغیرہ کے لئے سفر حرام اگر یہ مطلب ہو تو پھر تجارت، علاج، دوستوں کی ملاقات، علم دین سیکھنے وغیرہ تمام کاموں کے لئے سفر حرام ہوں گے اور ریلوے کا محکمہ معطل ہو کر رہ جائے گا اور یہ حدیث قرآن کے خلاف ہی ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۱﴾ (پ۷، الانعام: ۱۱، ترجمۂ کنز الایمان: تم فرمادو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا)۔ (صاحب) مرقاۃ نے اسی جگہ اور شامی نے زیارتِ قبور میں فرمایا کہ چونکہ ان تین مساجد کے سواء تمام مسجدیں برابر ہیں اس لئے اور مسجدوں کی طرف سفر ممنوع ہے اور اولیاء اللّٰہ کی قبریں فیوض و برکات میں مختلف ہیں، لہٰذا زیارت قبور کے لئے سفر جائز، کیا یہ جہلاء انبیاء کرام کے قبور کی طرف سفر بھی منع کریں گے؟

3 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب لاتشدالرحال الاالی ثلاثة مساجد، الحدیث: ۱۳۹۷، ص۷۲۲، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

زیارت کیا کرو[1] لیکن نامناسب کلام نہ کرو۔‘‘ [2]

مزارات اولیا کی زیارت کا حکم:

ماقبل حدیث مساجد کے متعلق مروی ہے اور مقاماتِ مقدسہ کا حکم ایسا نہیں کیونکہ تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد برابر ہیں اور کوئی شہر ایسا نہیں جس میں مسجد نہ ہو لہٰذا کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنے کا کوئی معنی نہیں۔ رہا

1 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص522 پر ’’**زیارت قبور سے منع کیا تھا**‘‘ کے تحت فرماتے ہیں: شروع اسلام میں زیارت قبور مسلمان مردوں عورتوں کو منع تھی کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی شروع کردیں جب ان میں اسلام راسخ ہوگیا تو یہ ممانعت منسوخ ہوگئی، جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہوگیا تاکہ لوگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ کرلیں، جب لوگ ترک شراب کے عادی ہوگئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہوگئی۔ ’’**اب زیارت کیا کرو**‘‘ کے تحت فرماتے ہیں: یہ امر استحبابی ہے حق یہ ہے کہ اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں کہ انہیں بھی زیارت قبور کی اجازت دی گئی (لمعات، اشعہ، مرقاۃ) لیکن اب عورتوں کو زیارت قبور سے روکا جائے یعنی گھر سے زیارت قبور کے لئے نہ نکلیں سوائے روضہ اطہر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر منور کی زیارت کے، ہاں اگر کہیں جارہی ہوں اور راستہ میں قبر واقع ہو تو زیارت کرلیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) نے حضرت عبدالرحمٰن (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی قبر کی زیارت کی، اور اگر کسی گھر میں ہی اتفاقاً قبر واقع ہو تو زیارت کرسکتی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کے گھر میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر شریف تھی جہاں آپ مجاورہ ومنتظمہ تھیں۔ خیال رہے کہ زُوْرُوْا مطلق امر ہے لہٰذا مسلمانوں کو زیارت قبر کے لیے سفر بھی جائز ہے، جب ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کرکے جاسکتے ہیں تو مزارات اولیاء پر بھی سفر کرکے جاسکتے ہیں کہ ان کی قبور روحانی ہسپتال ہیں، نیز اگر کہیں قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارت قبور نہ چھوڑے، ہوسکے تو ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ زُوْرُوْا مطلق ہے، دیکھو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا بلکہ جب موقعہ ملا تو بت نکال دیئے آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نہ نکاح بند کیے جاتے ہیں نہ وہاں کی شرکت، نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اور زیارت قبور بھی سنت مطلقہ، نکاح وزیارت قبور دونوں کے لیے سفر بھی درست ہے اور ناجائز امور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں، یہ دونوں مسائل شامی نے جلد اول باب زیارت قبور میں بہت تفصیل سے بیان فرمائے۔

نوٹ: مزید تفصیل جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا رسالہ ’’**جُمَلُ النُّوْرِ فِیْ نَھْیِ النِّسَاءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْر**‘‘ (نور کے جملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں) **فتاویٰ رضویہ، ج9، ص541 تا 567** کا مطالعہ کیجئے۔

2 ......المستدرک، کتاب الجنائز، باب زیارۃ النبیصلی اللہ علیہ وسلم قبر أمہ، الحدیث:۱۴۳۲، ج۱، ص۷۱۱۔

مقاماتِ مقدسہ کا معاملہ تو وہ ایک جیسے نہیں بلکہ ان کی زیارت کی برکت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ان کے درجات کے مطابق ہوتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں مسجد نہ ہو تو اس کے لئے ایسی جگہ کی طرف سفر کرنا جائز ہے جہاں مسجد ہو اور اگر چاہے تو مکمل طور پر وہیں منتقل ہو جائے۔ کاش میں جان لیتا کہ کیا یہ منکرِ انبیائے کرام مثلاً حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ، حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وغیرہ کی قبور کی زیارت سے بھی منع کرے گا اور اس سے منع کرنا تو بہت محال ہے۔ جب انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مزارات کی زیارت جائز ہے تو اولیا، علما اور صلحا کے مزارات کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ بات بعید نہیں کہ سفر سے مزاراتِ اولیا پر حاضری مقصود ہو جیسے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی حیات میں ان کی زیارت کے لئے سفر کا قصد کیا جاتا ہے۔

یہاں تک تو ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سفر کے متعلق بحث تھی۔ جہاں تک اقامت اختیار کرنے کا تعلق ہے تو مرید کے لئے بہتر یہ ہے کہ جب سفر سے مقصودِ علم کا حصول نہ ہو تو اپنے وطن میں ہی سکونت اختیار کرے جبکہ وہاں رہنے میں سلامتی ہو اور اگر وہاں سلامتی نہ ہو تو ایسی جگہ تلاش کرے جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو، اس کا دین زیادہ محفوظ ہو، اس کا دل فارغ ہو اور عبادت کے لئے آسانی ہو تو ایسی جگہ اس کے لئے سب سے افضل ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تمام شہر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہیں اور تمام مخلوق اس کے بندے ہیں۔ پس تم جہاں آسانی پاؤ وہیں ٹھہر جاؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر کرو۔'' (1)

حدیثِ پاک میں ہے کہ ''جسے کسی چیز میں برکت دی گئی تو اسے چاہئے کہ اسے لازم پکڑے اور جس کا ذریعۂ معاش کسی چیز میں رکھا گیا ہو تو وہ اس سے دوسری چیز کی طرف منتقل نہ ہو جب تک کہ ذریعۂ معاش نہ بدل جائے۔'' (2)

حکایت: حفاظتِ دِین کی فکر:

حضرت سیِّدُنا ابونعیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی توشہ دان کندھے پر رکھے اور پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے دیکھا گویا کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ، میں نے پوچھا: ''اے ابوعبداللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟'' فرمایا: ''ایسے شہر کا جہاں تھیلی کو دراہم سے بھرلوں۔'' ایک روایت میں ہے،

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوام، الحدیث: ۱۴۲۰، ج ۱، ص ۳۵۰، مفهومًا۔

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب اذقسم للرجل رزق......الخ، الحدیث: ۲۱۴۸-۲۱۴۷، ج ۳، ص ۱۱،۱۰، مفهومًا۔

فرمایا: ”مجھے خبر پہنچی ہے کہ فلاں گاؤں میں اناج بہت سستا ہے لہٰذا میں وہاں رہائش اختیار کروں گا۔“ حضرت سیِّدُنا ابونعیم رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: ”اے ابوعبداللہ! آپ بھی ایسا کریں گے؟“ فرمایا: ”ہاں! جب تم کسی شہر میں ارزانی دیکھو (یعنی وہاں مہنگائی نہ ہو) تو وہاں کا قصد کرو کیونکہ اس سے تمہارا دین محفوظ ہوگا اور فکریں کم ہوں گی۔“ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے: ”یہ برے لوگوں کا زمانہ ہے۔ اس میں گمنام رہنے والے بھی محفوظ نہیں تو مشہور لوگ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ یہ انتقال کا زمانہ ہے بندہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔“

میں کہاں رہائش اختیار کروں؟

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں کس شہر میں سکونت اختیار کروں؟“ عرض کی گئی: ”خراسان میں۔“ فرمایا: ”وہاں مختلف مذاہب اور فاسد خیالات (کے لوگ) ہیں۔“ عرض کی گئی: ”شام میں۔“ فرمایا: ”تمہاری طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے گا یعنی تمہاری شہرت ہوگی۔“ عرض کی گئی: ”عراق میں۔“ فرمایا: ”ظالموں کا ملک ہے۔“ عرض کی گئی: ”مکہ مکرمہ میں۔“ فرمایا: ”یہ عقل وجسم کو پگھلا دیتا ہے۔“

تین وصیتیں:

ایک اجنبی شخص نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْقَوِی کی خدمت میں عرض کی: ”میرا مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں رہائش اختیار کرنے کا ارادہ ہے، مجھے نصیحت فرمایئے!“ فرمایا: ”میں تجھے تین نصیحتیں کرتا ہوں: (۱)......پہلی صف میں نماز نہ پڑھنا (۲)......کسی قریشی کی صحبت اختیار نہ کرنا (۳)......صدقہ ظاہر نہ کرنا۔“ پہلی صف سے اس لئے منع فرمایا کیونکہ اس سے بندہ مشہور ہو جاتا ہے، پھر جب غائب ہو تو مفقود سمجھا جاتا (یعنی تلاش کیا جاتا) ہے، یوں اس کے عمل میں دکھاوا اور بناوٹ آجاتی ہے۔

{......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......}

دوسری فصل: **وجوب حج کی شرائط، ارکان کی درستی اور واجبات و ممنوعات کا بیان**[1]

حج کی شرائط:

حج صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں: (۱)......وقت کا پایا جانا (۲)......مسلمان ہونا۔ بچے کا حج صحیح ہے، اگر تمیز رکھتا ہوتو خود احرام باندھے اور اگر چھوٹا ہوتو ولی اس کی طرف سے احرام باندھے اور اس سے وہ تمام افعال کرائے جو حج میں کئے جاتے ہیں جیسے طواف وسعی وغیرہ۔

حج کا وقت:

شوال المکرّم، ذوالقعدۃ الحرام، ذوالحجۃ الحرام کے نو دن اور یومِ نحر (یعنی قربانی کے دن) کی فجر طلوع ہونے تک ہے۔ جس نے اس مدت کے علاوہ حج کا احرام باندھا تو وہ عمرہ کہلائے گا[2] اور عمرہ کا وقت پورا سال ہے لیکن جو شخص مِنٰی کے دنوں میں حج کے احکام کا پابند ہو اسے عمرے کا احرام نہیں باندھنا چاہئے کیونکہ وہ مِنٰی کے افعال کی ادائیگی میں مشغولیت کے سبب اس کے بعد عمرے کے افعال ادا نہ کر سکے گا۔

فرض حج ادا ہونے کی شرائط:

حج اسلام ادا ہونے کی پانچ شرائط ہیں: (۱)......اسلام (۲)......آزادی (۳)......بلوغ (۴)......عقل اور (۵)......وقت[3]۔ اگر بچے یا غلام نے احرام باندھا لیکن عرفہ یا مزدلفہ میں غلام آزاد ہو گیا اور بچہ بالغ ہو گیا اور

---

1 ...... فقہ حنفی کے مطابق ارکان حج وشرائط حج، واجبات وممنوعات جاننے اور تفصیلی معلومات کے لئے **بہار شریعت، جلد اول، حصہ 6، صفحہ 1032 تا 1232 حج کے بیان** کا مطالعہ کیجئے!

2 ...... احناف کے نزدیک: حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک ہے کہ اس سے بیشتر حج کے افعال نہیں ہو سکتے، سوا احرام کے کہ احرام اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۱۰۳۶)

3 ...... احناف کے نزدیک: حج فرض ادا ہونے کے لئے نو شرطیں ہیں: (۱)......اسلام (۲)......مرتے وقت تک اسلام ہی پر رہنا (۳)......عاقل (۴)......بالغ ہونا (۵)......آزاد ہونا (۶)......اگر قادر ہو تو خود ادا کرنا (۷)......نفل کی نیت نہ ہو (۸)......دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت نہ ہو (۹)......فاسد نہ کرنا۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۱۰۴۷)

طلوعِ فجر سے پہلے عرفہ کی طرف لوٹ آیا تو ان دونوں کا حجِ اسلام ادا ہو جائے گا[1] کیونکہ حج عرفہ میں ٹھہرنے کا نام ہے۔ البتہ، دونوں پر بطورِ دم ایک بکری لازم ہوگی۔ عمرہ ادا ہونے کی بھی یہی شرائط ہیں سوائے وقت کے۔

حجِ نفل ادا ہونے کی شرائط:

آزاد بالغ شخص کے نفلی حج کے ادا ہونے کی شرائط درجہ ذیل ہیں: حجِ نفل حجِ اسلام سے بریُ الذمہ ہونے کے بعد ہوگا کیونکہ حجِ اسلام مقدم ہے۔ پھر اس حج کی قضا ہے جو وقوف (عرفہ) کی حالت میں فاسد کر دیا ہو۔ پھر نذر کا حج، پھر کسی کا نائب بن کر حج کرنا، پھر حجِ نفل ہے اور یہ ترتیب ضروری ہے۔ اسی طرح حج ادا ہوگا اگرچہ اس کے خلاف نیت کرے۔

حج واجب ہونے کی شرائط:

حج واجب ہونے کی پانچ شرائط ہیں: (۱)......بالغ ہونا (۲)......مسلمان ہونا (۳)......عاقل ہونا (۴)......آزاد ہونا اور (۵)......صاحبِ اِستطاعت ہونا[2]۔ جس پر فرض حج لازم ہو اس پر فرض عمرہ بھی لازم ہے[3]۔

جو زیارت یا تجارت کے لئے مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں داخل ہو اور لکڑیاں بیچنے والا نہ ہو تو ایک قول کے مطابق اس پر احرام باندھنا لازم ہے، پھر عمرہ یا حج کرنے کے بعد احرام کھول دے[4]۔

---

1 ......احناف کے نزدیک: **نابالغ** نے حج کا احرام باندھا اور وقوفِ عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔ **غلام** نے اپنے مولیٰ (آقا) کے ساتھ حج کیا تو یہ حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا۔ آزاد ہونے کے بعد اگر شرائط پائے جائیں تو پھر کرنا ہوگا اور اگر مولیٰ کے ساتھ حج کو جاتا تھا، راستہ میں اس نے آزاد کر دیا تو اگر احرام سے پہلے آزاد ہوا، اب احرام باندھ کر حج کیا تو حجۃ الاسلام ادا ہو گیا اور احرام باندھنے کے بعد آزاد ہوا تو حجۃ الاسلام نہ ہوگا، اگرچہ نیا احرام باندھ کر حج کیا ہو۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۱۰۳۸)

2 ......احناف کے نزدیک: حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں، جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں: (۱)......اسلام (۲)......دارالحرب (۳)......بلوغ (۴)......عاقل ہونا (۵)......آزاد ہونا (۶)......تندرست ہو (۷)......سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو (۸)......وقت۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۱، ص۱۰۳۶ تا ۱۰۴۳) تفصیل کے لئے بہارِ شریعت کے مذکورہ مقام کا مطالعہ کیجئے۔

3 ......احناف کے نزدیک: زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ (الدرالمختار و ردالمحتار، ج۳، ص۵۴۵)

4 ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 1068 پر صدرالشریعہ، بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: (کسی کا) مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ نہ......

استطاعت کی اقسام:

استطاعت دو اعتبار سے ہوتی ہے:

﴿1﴾......خود اعمالِ حج کا بجالانا: اس کے کئی اسباب ہیں، وہ یا تو اس کی ذات سے متعلق ہیں یعنی اس کا صحت مند ہونا یا راستے سے متعلق یعنی راستہ سرسبز اور پُرامن ہو، سمندری اور خطرناک نہ ہو اور نہ ہی راستے میں ظالم دشمن موجود ہو۔ مال کے اعتبار سے استطاعت یہ ہے کہ آنے جانے کے اخراجات رکھتا ہو خواہ اس کے اہل وعیال ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ وطن کی جدائی ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ نیز ان لوگوں کے اخراجات ادا کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہو جن کا نفقہ اس کے ذمّہ لازم ہے۔ قرض کی ادائیگی کے لئے بھی مال موجود ہو۔ سواری یا اس کے کرائے پر قادر ہو۔ کجاوہ یا سواری ہو بشرطیکہ اس پر ٹھہر سکتا ہو۔

﴿2﴾......جو خود اعمالِ حج ادا نہ کرسکتا ہو (یعنی اپاہج ہو) اس کے اعتبار سے استطاعت یہ ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو اجرت پر لے جو فرض حج سے فارغ ہو چکا ہو تاکہ اس کی طرف سے حج کرے اور اس قسم میں، جانے کے لئے سواری کے اخراجات کافی ہیں(1)۔

......ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے، لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کرسکتا ہے بشرطیکہ واقعی اس کا ارادہ پہلے مثلاً جدہ جانے کا ہو۔ نیز مکہ معظّمہ حج اور عمرہ کے ارادے سے نہ جاتا ہو، مثلاً تجارت کے لئے جدہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام نہیں جاسکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہو اسے یہ حیلہ جائز نہیں۔

(1)......احناف کے نزدیک: حج واجب ہونے کے لئے تندرست ہونا بھی ضروری جبکہ معذور اشخاص پر حج واجب نہیں۔ چنانچہ، دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 1039 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی واجباتِ حج کی شرائط نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: تندرست ہو کہ حج کو جاسکے، اعضا سلامت ہوں، انکھیارا ہو، اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں۔ یوہیں اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اسے ملے۔ ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں یا وصیت کر جائیں اور اگر تکلیف اٹھا کر حج کرلیا تو صحیح ہو گیا اور حجۃ الاسلام ادا ہوا یعنی اس کے بعد اگر اعضا درست ہو گئے تو اب دوبارہ حج فرض نہ ہوگا وہی پہلا حج کافی ہے۔ اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شرائط بھی پائے جاتے تھے اور حج نہ کیا پھر اپاہج وغیرہ ہو گیا کہ حج نہیں کرسکتا تو اس پر وہ حج فرض باقی ہے۔ خود نہ کرسکے تو حج بدل کرائے۔

اگر اپاہج شخص کا بیٹا اس کی خدمت کے لئے تیار ہو جائے تو وہ استطاعت والا شمار ہو گا اور اگر بیٹا اپنا مال پیش کر دے تو اس صورت میں صاحب استطاعت شمار نہ ہو گا[1] کیونکہ خود کو خدمت کے لئے پیش کرنا بیٹے کی عزت وسعادت مندی ہے جبکہ مال خرچ کرنا باپ پر احسان کرنا ہے۔ استطاعت کے ساتھ ساتھ جس میں تمام شرائط پائی جائیں اس پر حج لازم ہے، اگرچہ تاخیر جائز ہے مگر خطرہ ہے۔

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے کا حکم:

اگر آخری عمر میں بھی حج کی سعادت مل گئی تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اگر فرض ہونے کے بعد ادائیگی سے پہلے مر گیا تو حج چھوڑنے کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں گنہگار حاضر ہو گا۔ اس صورت میں اس کے ترکہ سے کیا جائے گا اگرچہ اس نے وصیت نہ کی ہو جیسے تمام قرضوں کا معاملہ ہے۔

اگر ایک سال میں صاحب استطاعت ہوا اور لوگوں کے ساتھ حج کے لئے نہ نکلا اور اسی سال لوگوں کے حج کرنے سے پہلے اس کا مال ہلاک ہو گیا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر (حج نہ کرنے کا) گناہ نہ ہو گا۔ جس نے خوشحالی کے باوجود حج نہ کیا اور مر گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس کا معاملہ بڑا سخت ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میں نے عزم کیا ہے کہ حکام کو لکھوں کہ جو باوجود استطاعت حج نہیں کرتا اس پر جزیہ لازم کر دو۔“

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر، حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی، حضرت سیِّدُنا مجاہد اور حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن فرماتے ہیں: ”اگر کسی دولت مند شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ واجب ہونے کے باوجود وہ حج کئے بغیر مر گیا تو ہم اس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔“

منقول ہے کہ ”ایک بزرگ کا خوشحال پڑوسی حج کئے بغیر مر گیا تو انہوں نے اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی۔“

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے: ”جو صاحب استطاعت ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا کئے اور حج کئے بغیر مر گیا وہ دنیا میں دوبارہ لوٹنے کا سوال کرے گا پھر آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی:

---

[1] ......احناف کے نزدیک: کسی نے حج کے لئے مال ہبہ کیا تو قبول کرنا اس پر واجب نہیں۔ دینے والا اجنبی ہو یا ماں، باپ، اولاد وغیرہ مگر قبول کرلے گا تو حج واجب ہو جائے گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۱۰۳۹)

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ (پ۱۸، المؤمنون:۹۹، ۱۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے ربّ! مجھے واپس پھیر دیجئے، شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔

اور اس کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد حج ہے۔“

حج کے اَرکان:

ارکان کے جن کے بغیر حج درست نہیں ہوتا پانچ ہیں: (۱)......احرام باندھنا (۲)......طواف کرنا (۳)......سعی کرنا (۴)......عرفات میں ٹھہرنا اور (۵)......سر منڈانا[1]۔ ایک قول کے مطابق سر منڈوانا بھی ارکانِ حج میں شامل ہے (جبکہ ایک قول کے مطابق واجبات میں سے ہے)۔ عمرہ کے ارکان بھی یہی ہیں سوائے وقوفِ عرفہ کے۔

حج کے واجبات:

واجبات حج کہ جن کے رہ جانے سے دم لازم آتا ہے[2] چھ ہیں[3]: (۱)......میقات سے احرام باندھنا پس

---

1 ......احناف کے نزدیک: حج کے سات ارکان ہیں۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 1047 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: حج میں یہ چیزیں فرض ہیں: (۱)......احرام، کہ یہ شرط ہے۔ (۲)......وقوف عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا۔ (۳)......طواف زیارت کا اکثر حصہ، یعنی چار پھیرے پچھلی دونوں چیزیں یعنی وقوف وطواف رکن ہیں۔ (۴)......نیت۔ (۵)......ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر وقوف پھر طواف۔ (۶)...... ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا، یعنی وقوف اس وقت ہونا جو مذکور ہوا اس کے بعد طواف اس کا وقت وقوف کے بعد سے آخر عمر تک ہے۔ (۸)......مکان یعنی وقوف زمین عرفات میں ہونا سوا بطن عرنہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔

2 ......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 304 صفحات پر مشتمل کتاب رفیق الحرمین صفحہ 228 پر شیخ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: **دم:** یعنی ایک بکرا (اس میں نر، مادہ، دنبہ، بھیڑ، نیز گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ سب شامل ہیں)۔

3 ......احناف کے نزدیک: حج کے 28 واجبات ہیں۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 1048 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: حج کے واجبات یہ ہیں: (۱)......میقات سے احرام باندھنا، یعنی میقات سے بغیر احرام نہ گزرنا اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔ (۲)......صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اس کو سعی کہتے ہیں۔ (۳)......سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کی تو پہلا پھیرا شمار نہ کیا جائے، اُس کا اعادہ کرے۔ (۴)......اگر عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا، سعی کا طواف

جو میقات سے احرام باندھے بغیر گزر گیا تو اس پر بطورِ دم ایک بکری لازم ہے۔(۲)......جمرات کو کنکریاں مارنا۔ ایک قول کے مطابق اسے چھوڑنے پر بھی دم لازم ہو گا۔ (۳)......غروبِ آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا۔ (۴، ۵)......مزدلفہ و مِنٰی میں رات گزارنا اور (۶)......طوافِ وداع[1]۔ مؤخر الذکر چار (واجبات) کو چھوڑنے پر ایک

معتد بہ کے بعد یعنی کم سے کم چار پھیروں کے بعد ہونا۔(۵)......دن میں وقوف کیا تو اتنی دیر تک وقوف کرے کہ آفتاب ڈوب جائے خواہ آفتاب ڈھلتے ہی شروع کیا ہو یا بعد میں، غرض غروب تک وقوف میں مشغول رہے اور اگر رات میں وقوف کیا تو اس کے لیے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں مگر وہ اُس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب تک وقوف کرتا۔(۶)......وقوف میں رات کا کچھ جز آجانا۔(۷)......عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا یعنی جب تک امام وہاں سے نہ نکلے یہ بھی نہ چلے، ہاں اگر امام نے وقت سے تاخیر کی تو اُسے امام کے پہلے چلا جانا جائز ہے اور اگر بھیڑ وغیرہ کسی ضرورت سے امام کے چلے جانے کے بعد ٹھہر گیا ساتھ نہ گیا جب بھی جائز ہے۔(۸)......مزدلفہ میں ٹھہرنا۔(۹)......مغرب وعشا کی نماز کا وقت عشا میں مزدلفہ میں آکر پڑھنا۔ (۱۰)......تینوں جمروں پر دسویں، گیارھویں، بارھویں تینوں دن کنکریاں مارنا یعنی دسویں کو صرف جمرۃ العقبہ پر اور گیارھویں بارھویں کو تینوں پر رَمی کرنا۔(۱۱)......جمرہ عقبہ کی رَمی پہلے دن حلق سے پہلے ہونا۔(۱۲)......ہر روز کی رَمی کا اسی دن ہونا۔(۱۳)......سر مونڈانا یا بال کتروانا۔(۱۴)......اور اُس کا ایام نحر اور (۱۵)......حرم شریف میں ہونا اگرچہ مِنٰی میں نہ ہو۔(۱۶)......قِران اور تمتع والے کو قربانی کرنا اور (۱۷)......اس قربانی کا حرم اور ایام نحر میں ہونا۔(۱۸)......طوافِ افاضہ کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا۔ عرفات سے واپسی کے بعد جو طواف کیا جاتا ہے اُس کا نام طوافِ اِفاضہ ہے اور اُسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔ طوافِ زیارت کے اکثر حصہ سے جتنا زائد ہے یعنی تین پھیرے ایام نحر کے غیر میں بھی ہوسکتا ہے۔(۱۹)......طواف حطیم کے باہر سے ہونا۔(۲۰)......دہنی طرف سے طواف کرنا یعنی کعبہ معظّمہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب ہو۔(۲۱)......عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا، یہاں تک کہ اگر گھسٹتے ہوئے طواف کرنے کی منت مانی جب بھی طواف میں پاؤں سے چلنا لازم ہے اور طوافِ نفل اگر گھسٹتے ہوئے شروع کیا تو ہو جائے گا مگر افضل یہ ہے کہ چل کر طواف کرے۔(۲۲)......طواف کرنے میں نجاست حکمیہ سے پاک ہونا، یعنی جنب و بے وضو نہ ہونا، اگر بے وضو یا جنابت میں طواف کیا تو اعادہ کرے۔(۲۳)......طواف کرتے وقت ستر چھپا ہونا یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھلا رہا تو دَم واجب ہوگا اور چند جگہ سے کھلا رہا تو جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دَم واجب ہوگا۔(۲۴)......طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، نہ پڑھی تو دَم واجب نہیں۔(۲۵)......کنکریاں پھینکنے اور ذبح اور سر مُنڈانے اور طواف میں ترتیب یعنی پہلے کنکریاں پھینکے پھر غیر مُفرِد قربانی کرے پھر سر منڈائے پھر طواف کرے۔ (۲۶)......طواف صدر یعنی میقات سے باہر کے رہنے والوں کے لیے رخصت کا طواف کرنا۔ اگر حج کرنے والی حیض یا نفاس سے ہے اور طہارت سے پہلے قافلہ روانہ ہو جائے گا تو اس پر طوافِ رخصت نہیں۔(۲۷)......وقوف عرفہ کے بعد سر مُنڈانے تک جماع نہ ہونا۔(۲۸)......احرام کے ممنوعات، مثلاً سِلا کپڑا پہننے اور مونھ یا سر چھپانے سے بچنا۔

[1]......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 304 صفحات پر مشتمل کتاب رفیق الحرمین صفحہ 35 پر شیخ طریقت......

قول کے مطابق دم لازم ہوگا جبکہ ایک قول کے مطابق استحبابی طور پر دم ہوگا۔

حج وعمرہ کی ادائیگی کے طریقے:

حج وعمرہ کی ادائیگی کے تین طریقے ہیں:

﴿1﴾......**حجِ افراد:** یہ افضل ہے[1]۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے صرف حج کرے، جب فارغ ہو تو حل کی طرف (یعنی حدودِ حرم سے باہر) نکل جائے اور احرام باندھ کر عمرہ کرے۔ عمرہ کے احرام کے لئے حِل میں افضل جگہ جِعِرَّانہ ہے پھر تَنْعِیْم پھر حُدَیْبِیَہ۔ حج افراد کرنے والے پر قربانی لازم نہیں بلکہ نفل ہے۔

﴿2﴾......**حجِ قران:** اس کا طریقہ یہ ہے کہ حج وعمرہ کو جمع کرے اور کہے میں حج وعمرہ کے ساتھ حاضر ہوں۔ وہ دونوں کے ساتھ محرم (یعنی دونوں کا احرام باندھنے والا) ہو جائے گا اس کے لئے حج کے اعمال کافی ہیں اور عمرہ حج کے تحت آجائے گا جیسے وضو غسل کے ضمن میں ہو جاتا ہے۔ البتہ، جب وہ طواف کرے اور وقوفِ عرفہ سے پہلے سعی کرے تو اس کی سعی دونوں عبادتوں کی طرف سے شمار ہوگی لیکن طواف شمار نہیں ہوگا کیونکہ حج کے فرض طواف کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وقوف عرفہ کے بعد ہو اور قارن پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔ البتہ، اگر وہ مکہ مکرمہ کا رہائشی ہو تو اس پر کچھ لازم نہیں کیونکہ اس نے میقات کو ترک نہیں کیا اس لئے کہ اس کا میقات مکہ ہی ہے۔

﴿3﴾......**حجِ تمتع:** اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ میقات سے عمرے کے احرام کے ساتھ داخل ہو اور عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے اور وقتِ حج تک **ممنوعاتِ احرام** سے فائدہ اٹھائے، پھر حج کا احرام باندھے۔

تمتع کی شرائط:

تمتع کی پانچ شرائط ہیں: (۱)......حج تمتع کرنے والا مسجدِ حرام کے حاضرین میں سے نہ ہو اور اس کے حاضرین میں سے وہ ہے جو اتنی مسافت پر ہو جس میں نمازِ قصر نہ ہوتی ہو۔ (۲)......وہ عمرہ کو حج پر مقدم کرے۔ (۳)......عمرہ حج کے مہینوں میں ہو۔ (۴)......احرام حج کے لئے میقات حج یا اس کے برابر مسافت کی طرف نہ لوٹے۔ (۵)......حج

......امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: حج کے بعد مکۂ مکرمہ سے رخصت ہوتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ یہ ہر ''آفاقی'' (میقات کے باہر سے آنے والے) حاجی پر واجب ہے۔

[1]......احناف کے نزدیک: سب سے افضل حج قران پھر تمتع پھر افراد ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۱)

وعمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہو[1]۔

جب یہ اوصاف پائے جائیں تو وہ حجِ تمتع کرنے والا ہو گا اور اس پر بکری کی قربانی لازم ہو گی۔ اگر بکری نہ پائے تو یوم نحر (یعنی قربانی کے دن) سے پہلے حج کے دنوں میں تین روزے رکھے خواہ متفرق طور پر ہوں یا لگاتار اور وطن واپس آنے کے بعد سات روزے رکھے۔ اگر تین روزے رکھے بغیر وطن واپس لوٹ آیا تو مسلسل یا متفرق طور پر دس روزے رکھے۔ قران اور تمتع کی قربانی ایک جیسی ہے۔ ان میں افضل حجِ افراد ہے پھر تمتع پھر قران (عندالشوافع)۔

حج وعمرہ کے ممنوعات:

حج وعمرہ (یعنی حالت احرام) میں چھ امور ممنوع ہیں:

﴿1﴾......**شلوار قمیص اور موزے پہننا، عمامہ باندھنا:** اِزار، رِداء (یعنی دو چادریں) اور چپل پہنے اگر چپل نہ پائے تو جوتے پہنے۔ اگر اِزار نہ پائے تو شلوار پہن لے۔ کمر بند باندھنے اور کجاوے کے سائے میں بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اپنا سر نہ ڈھانپے کیونکہ مرد کا احرام اس کے سر میں ہے۔ عورت ہر سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے۔ البتہ، چہرے کو ایسی چیز سے نہ ڈھانپے جو چہرے کو مَس کرتی ہو کیونکہ اس کا اِحرام اس کے چہرے میں ہے۔

---

1 ...... احناف کے نزدیک: تمتع کی 10 شرائط ہیں۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد اول صفحہ 1158 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: تمتع کی دس شرطیں ہیں: (۱)......حج کے مہینے میں پورا طواف کرنا یا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔ (۲)......عمرہ کا احرام حج کے احرام سے مقدم ہونا۔ (۳)......حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ کر لیا ہو۔ (۴)......عمرہ فاسد نہ کیا ہو۔ (۵)......حج فاسد نہ کیا ہو۔ (۶)......اِلمام صحیح نہ کیا ہو۔ اِلمام صحیح کے یہ معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آکر حج کیا تو تمتّع نہ ہوا اور اگر عمرہ کرنے سے پیشتر گیا یا عمرہ کر کے بغیر حلق کیے یعنی احرام ہی میں وطن گیا پھر واپس آکر اسی سال حج کیا تو تمتّع ہے۔ یوہیں اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا پھر حج کا احرام باندھ کر وطن گیا تو یہ بھی اِلمام صحیح نہیں، لہٰذا اگر واپس آکر حج کرے گا تو تمتّع ہو گا۔ (۷)......حج وعمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں۔ (۸)......مکہ معظّمہ میں ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کے بعد پکا ارادہ کر لیا کہ یہیں رہے گا تو تمتع نہیں اور دو ایک مہینے کا ہو تو ہے۔ (۹)......مکہ معظّمہ میں حج کا مہینہ آجائے تو بے احرام کے نہ ہو، نہ ایسا ہو کہ احرام ہے مگر چار پھیرے طواف کے اس مہینے سے پہلے کر چکا ہے، ہاں اگر میقات سے باہر واپس جائے پھر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو تمتع ہو سکتا ہے۔ (۱۰)......میقات سے باہر کا رہنے والا ہو۔ مکہ کا رہنے والا تمتّع نہیں کر سکتا۔

﴿2﴾......خوشبو لگانا: لہٰذا محرم ہر اس چیز سے بچے جسے عقلا خوشبو شمار کرتے ہیں۔ اگر اس نے خوشبو لگائی یا سِلا ہوا کپڑا پہنا تو اس پر بطورِ دم ایک بکری لازم ہوگی۔

﴿3﴾......بال منڈانا اور ناخن ترشوانا: ان میں بھی فدیہ یعنی بکری کا خون بہانا لازم ہوگا۔ سرمہ لگانے، حمام میں جانے، پچھنے یا سینگی لگوانے اور بالوں کو کنگھی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

﴿4﴾......جماع کرنا: اگر احرام کھولنے سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہوگیا اور اس میں اونٹ، گائے یا سات بکریوں کی قربانی لازم ہے۔ اگر احرام کھولنے کے بعد جماع کیا تو ایک اونٹ قربان کرنا لازم ہے لیکن حج فاسد نہیں ہوگا۔

﴿5﴾......جماع کی طرف لے جانے والے امور: جیسے بوسہ دینا یا اس طرح چھونا کہ اگر عورت کے ساتھ ایسا کیا جائے تو وضو ٹوٹ جائے، اس میں ایک بکری کی قربانی واجب ہے۔ یہی حکم مشت زنی (یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے) کا ہے۔ حالت احرام میں نکاح کرنا یا کرانا بھی حرام ہے۔ البتہ، اس میں دم واجب نہیں کیونکہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا[1]۔

﴿6﴾......خشکی کا شکار کرنا: یعنی جو جانور کھایا جاتا ہے یا جو حلال اور حرام کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو، اگر محرم نے کسی جانور کو قتل کیا تو اس پر اس کی مثل جانور لازم ہوگا یعنی جو جسمانی طور پر اس جتنا ہو اور سمندری شکار حلال ہے، اس میں کوئی بدلہ نہیں[2]۔

1......احناف کے نزدیک: احرام کی حالت میں نکاح ہوسکتا ہے (مجامعت جائز نہیں)۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۱۲۱۶)

2......احناف کے نزدیک: درجہ ذیل امور حالت احرام میں ممنوع ہیں: (۱)......عورت سے صحبت۔ (۲)......بوسہ۔ (۳) مساس۔ (۴)......گلے لگانا۔ (۵)......اُس کی اندامِ نہانی پر نگاہ جب کہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔ (۶)......عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا۔ (۷)......فحش۔ (۸)......گناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہوگئے۔ (۹)......کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا۔ (۱۰)......جنگل کا شکار۔ (۱۱)......اُس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا۔ یا (۱۲)......کسی طرح بتانا۔ (۱۳)......بندوق یا بارود یا اُس کے ذبح کرنے کو چُھری دینا۔ (۱۴)......اس کے انڈے توڑنا۔ (۱۵)......پَر اُکھیڑنا۔ (۱۶)......پاؤں یا بازو توڑنا۔ (۱۷) اُس کا دودھ دوہنا۔ (۱۸)......اُس کا گوشت۔ یا (۱۹)......انڈے پکانا، بھوننا۔ (۲۰)......بیچنا۔ (۲۱)......خریدنا۔ (۲۲)......کھانا۔ (۲۳)......اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا۔ (۲۴)......سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا۔ (۲۵)......مونھ، یا (۲۶)......سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ (۲۷)......بستہ یا کپڑے کی بُقچی یا گٹھری سر پر رکھنا۔ (۲۸)......عمامہ باندھنا۔ (۲۹)......بُرقع (۳۰)......دستانے پہننا۔ (۳۱)......موزے یا جُرابیں وغیرہ جو وسطِ قدم کو چھپائے (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے)......

باب نمبر2:

ابتدائے سفر سے واپسی تک کے دس آداب

﴿1﴾......گھر سے نکلنے سے لے کر احرام تک کے آداب:

اس میں آٹھ امور مسنون ہیں:

(1)......مال سے متعلق امور: حج پر جانے والا توبہ سے ابتدا کرے، لوگوں کے حقوق ادا کرے، قرض وغیرہ لیا ہو تو واپس کرے، زیرِ کفالت لوگوں کو واپسی تک کے اخراجات دے، لوگوں کی امانتیں پاس ہوں تو لوٹا دے، اپنے ساتھ پاک حلال مال لے جائے جو اسے جانے سے واپسی تک کے لئے کافی ہو بلکہ اتنا مال ہو کہ خرچ کرنے نیز کمزوروں اور فقیروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی گنجائش ہو، نکلنے سے پہلے کوئی چیز صدقہ کرے، سوار ہونے کے لئے ایک قوی سواری خرید لے جو کمزور نہ ہو یا کرائے پر لے لے، اگر کرائے پر لے تو سواری کے مالک کو سب کچھ بتا دے کہ وہ کتنا سامان لادے گا تھوڑا یا زیادہ اور اس میں اس کی رضامندی حاصل کر لے۔

(2)......رفیقِ سفر سے متعلق سنتیں: اسے چاہئے کہ کسی نیک شخص کو رفیقِ سفر بنائے جو بھلائی کا خواہاں اور اس پر مددگار ہو کہ اگر یہ بھول جائے تو وہ یاد دلائے اور یاد ہو تو اس کی مدد کرے، اگر یہ بزدلی کا مظاہرہ کرے تو وہ اسے شجاعت پر آمادہ کرے، اگر عاجز آ جائے تو وہ اسے قوی کرے، اگر (مصائب وآلام کے باعث) یہ تنگ دل ہو تو وہ اسے صبر کی

......پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔(۳۲)......سِلا کپڑا پہننا۔(۳۳)......خوشبو بالوں، یا (۳۴)......بدن، یا (۳۵)......کپڑوں میں لگانا۔(۳۶)......ملاگیری یا کسم، کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔(۳۷)......خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا۔(۳۸)......ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مُشک، عنبر، زعفران۔(۳۹)......سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار یا ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مر جائیں۔(۴۰)......وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا۔(۴۱)......گوند وغیرہ سے بال جمانا۔(۴۲)......زیتون، یا (۴۳)......تِل کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگانا۔(۴۴)......کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اُس کا احرام نہ ہو۔(۴۵)......جُوں مارنا۔(۴۶)......پھینکنا۔(۴۷)......کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا۔(۴۸)......کپڑا اس کے مارنے کو دھونا۔ یا (۴۹)......دھوپ میں ڈالنا۔(۵۰)......بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض جُوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔

تلقین کرے، اپنے مقیم دوستوں، بھائیوں اور پڑوسیوں سے رخصت ہوتے وقت انہیں دعاؤں کی درخواست کرے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی دعاؤں میں بھلائی رکھی ہے۔

کسی کو رخصت کرتے وقت کی دعا:

رخصت کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے: اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ یعنی میں تیرے دین، تیری امانت اور تیرے عمل کے خاتمے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔" (۱)

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی کو رخصت فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: "فِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَکَنَفِہٖ زَوَّدَكَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا کُنْتَ یعنی میں تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت اوراس کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تقویٰ کو تیرا توشہ کرے، تیرے گناہ بخش دے اور تو جہاں بھی ہو تیرے لئے بھلائی میسر کرے۔" (۲)

(3)......گھر سے نکلتے وقت کی سنتیں: جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو پہلے دو رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافِرُوْن اور دوسری میں سورۂ اِخْلَاص پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اخلاص و سچی نیت سے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرے۔

سفرِ حج پر روانہ ہونے سے پہلے کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَاَنْتَ الْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَالْاَصْحٰبِ اِحْفَظْنَا وَاِیَّاھُمْ مِنْ کُلِّ آفَۃٍ وَعَاھَۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ مَسِیْرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُطْوِیَ لَنَا الْاَرْضَ وَتُھَوِّنَ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاَنْ تَرْزُقَنَا فِیْ سَفَرِنَا سَلَامَۃَ الْبَدَنِ وَالدِّیْنِ وَالْمَالِ وَتُبَلِّغَنَا حَجَّ بَیْتِكَ وَزِیَارَۃَ قَبْرِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَالْاَصْحٰبِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا وَاِیَّاھُمْ فِیْ جِوَارِكَ وَلَا تُسْلِبْنَا وَاِیَّاھُمْ نِعْمَتَكَ وَلَا تُغَیِّرْ مَا بِنَا وَبِھِمْ مِنْ عَافِیَتِكَ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی سفر کا رفیق اور اہل و مال اور اولاد و احباب کی حفاظت فرمانے والا ہے، ہمیں اور انہیں ہر آفت و مصیبت سے محفوظ فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم اپنے اس سفر میں نیکی، تقویٰ اور اس عمل کا سوال کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہو۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم سوال کرتے ہیں کہ ہمارے لئے

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا، الحدیث: ۳۴۵۴، ج۵، ص۲۷۷۔

2 ......کنز العمال، کتاب السفر، فصل فی آدابہ، الحدیث: ۱۷۵۹۱، ج۶، ص۳۰۸۔

زمین لپیٹ دے، ہم پر سفر آسان فرما، ہمیں سفر میں بدن، دین اور مال کی سلامتی عطا فرما اور ہمیں اپنے گھر کا حج اور اپنے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مزار پرانوار کی زیارت کی سعادت عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم سفر کی سختی، بُری واپسی، اہل و مال اور اولاد و اصحاب کے بُرے حالات دیکھنے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما، ہم سے نعمت سلب نہ فرما اور عطا کی ہوئی عافیت کو ہم سے تبدیل نہ فرمانا۔

(4)......دروازے پر پہنچنے سے متعلق سنتیں: جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو دعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اُذِلَّ اَوْ اُذَلَّ اَوْ اُزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا بَطَرًا وَلَارِیَاءً وَّلَاسُمْعَۃً بَلْ خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِکَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَقَضَاءَ فَرْضِکَ وَاتِّبَاعَ سُنَّۃِ نَبِیِّکَ وَشَوْقًا اِلٰی لِقَائِکَ یعنی: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے جاتا ہوں، میں نے اسی پر بھروسا کیا، گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے، میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں، ذلیل ہوں یا ذلیل کیا جاؤں، لغزش کروں یا مجھے کوئی لغزش دے، کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، جاہل بنوں یا مجھے جاہل بنایا جائے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں ناشکری، تکبر اور دکھاوے کے لئے نہیں نکلا بلکہ تیری ناراضی سے ڈرنے، تیری رضا چاہنے، تیرے فرض کو ادا کرنے اور تیرے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کی پیروی میں اور تیری ملاقات کے شوق میں نکلا ہوں۔''

روانہ ہوتے وقت کی دعا:

جب روانہ ہو تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ بِکَ اِنْتَشَرْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَبِکَ اِعْتَصَمْتُ وَاِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَاَنْتَ رِجَائِیْ فَاکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری مدد سے میں نکلا، تجھی پر بھروسا کرتا، تیری پناہ لیتا اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے تجھی پر اعتماد ہے اور تو ہی میری امید گاہ، مجھے کفایت کر اس چیز سے جو مجھے فکر میں ڈالے اور اس سے جس کی میں فکر نہیں کرتا اور اس سے جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تیری پناہ لینے والا باعزت ہے، تیری ثنا بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تقویٰ کو میرا زادِ راہ کر اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے خیر کی طرف متوجہ کر جدھر میں توجہ کروں۔'' جس منزل سے چلے اسے پڑھ لیا کرے۔

سوار ہوتے وقت کی دعا:

(5)......**سوار ہونے سے متعلق سنتیں:** جب سوار ہو تو یہ دعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْءُ لَمْ یَکُنْ،سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ کُلَّہٗ اِلَیْکَ وَتَوَکَّلْتُ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِیْ عَلَیْکَ اَنْتَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ یعنی: میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے سوار ہوتا ہوں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، میں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیا، گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو سب سے بلند عظمت والا ہے، جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا ہوا، جو نہیں چاہا نہ ہوا، پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے طرف متوجہ ہوا، اپنا تمام تر معاملہ تیرے سپرد کیا، اپنے تمام امور میں تجھ پر ہی بھروسا کیا تو مجھے کافی ہے اور اچھا کارساز۔''

جب سواری پر پرسکون ہو کر بیٹھ جائے تو سات بار یہ پڑھے: ''سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور یہ بھی پڑھے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَامِلُ عَلَی الظَّھْرِ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلَی الْاُمُوْرِ یعنی: پاکی ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے، تمام خوبیاں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ سب خوبیاں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نہ دکھاتا۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تو اس (یعنی سواری) کی پیٹھ پر بٹھانے والا ہے اور تمام امور میں تو ہی مددگار ہے۔''

(6)......**کسی جگہ ٹھہرنے سے متعلق سنتیں:** جب تک دن گرم نہ ہو جائے کسی جگہ پڑاؤ نہ کرے، زیادہ تر سفر رات میں ہو کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم رات میں سفر کیا کرو کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے جو دن میں نہیں لپیٹی جاتی۔'' (1)

کسی منزل پر ٹھہرے تو یہ دعا پڑھے:

رات میں کم سوئے تاکہ سفر پر مدد ملے، جب کسی منزل پر ٹھہرے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیٰطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ وَرَبَّ الْبِحَارِ وَمَا جَرَیْنَ اَسْئَلُکَ

(1)......سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی الدرجۃ، الحدیث: ۲۵۷۱، ج۳، ص۴۰، بدون قولہ: مالاتطوی بالنھار۔

خَیْرَ هٰذَا الْمَنْزِلِ وَخَیْرَ اَهْلِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا فِیْهِ اِصْرِفْ عَنِّیْ شَرَّشِرَارِهِمْ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ساتوں آسمانوں کے ربّ اور ان کے جن پر ان کا سایہ ہے، ساتوں زمینوں کے ربّ اور ان کے جن کو انہوں نے اٹھا رکھا ہے، شیاطین کے ربّ اور ان کے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا، ہواؤں کے ربّ اور ان کے جسے وہ اڑائیں، سمندروں کے ربّ اور ان کے جسے وہ بہائیں! میں تجھ سے اس مقام اور اس میں رہنے والوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اس کے شر اور اس میں موجود چیزوں کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، یہاں کے شریر لوگوں کے شر کو مجھ سے دور کر دے۔''

جب کسی مقام پر ٹھہرے تو دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا پڑھے: ''اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان کلماتِ تامہ کے ساتھ اس کی مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن سے کوئی نیک و بد تجاوز نہیں کر سکتا۔''

رات کے وقت یہ دعا پڑھے:

جب رات چھا جائے تو یہ دعا پڑھے: ''یَا اَرْضُ! رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِیْكِ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَیْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَحَیَّةٍ وَّعَقْرَبٍ وَّمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یعنی: اے زمین! میرا اور تیرا ربّ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، میں تیرے شر، تجھ میں موجود چیزوں کے شر اور تجھ پر چلنے والی چیزوں کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں شیر، اژدھے، سانپ، بچھو، شہر میں رہنے والے اور باپ (شیطان) اور اس کی اولاد کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں اور وہی ہے سنتا جانتا۔''

(7)......حفاظتی اقدامات: دن کے وقت خوب احتیاط برتے اور قافلے سے الگ تنہا نہ چلے کیونکہ بعض اَوقات انسان غفلت میں قتل کر دیا جاتا یا قافلے سے بچھڑ جاتا ہے، رات کو ہوشیار ہو کر سوئے۔ اگر رات کے ابتدائی حصہ میں آرام کرے تو بازوؤں کو بچھا لے اور اگر آخری حصے میں سوئے تو بازوؤں کو کھڑا کر لے اور سر ہتھیلی پر رکھ لے کہ ''پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سفر میں اسی طرح آرام فرمایا کرتے تھے۔'' (1) کیونکہ بسا اوقات نیند کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ سورج طلوع ہو جاتا (اور فجر قضا ہو جاتی) ہے اور بندے کو خبر تک نہیں ہوتی حالانکہ نماز جو قضا ہو جاتی ہے وہ حج میں ملنے والے ثواب سے افضل تھی۔ رات کے وقت بہتر یہ ہے کہ دو رفیق باری باری حفاظت کریں کہ جب ایک سو جائے تو دوسرا حفاظت کرے، یہی سنت ہے۔

---

(1)......الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ماجاء فی صفة نوم رسول اللّٰه، الحدیث۲۴۷، ص۱۵۹، مفهومًا۔

دشمن یا کسی درندہ کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھے:

اگر رات یا دن میں دشمن یا کسی درندے کے حملے کا خوف ہو تو دعا یہ پڑھے: ''اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـٴُـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙۚ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ (پ۳، البقرۃ:۲۵۵ تا ۲۵۷)، شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ (پ۳، اٰل عمرٰن:۱۸، ۱۹)، سورۂ اِخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پھر یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِیَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا یَاْتِیْ بِالْخَیْرِ اِلَّا اللّٰهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا یَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَكَفٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مُنْتَهٰى وَلَا دُوْنَ اللّٰهِ مَلْجَأٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَاسْتَغَثْتُ بِالْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَللّٰهُمَّ احْرُسْنَا بِعَیْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَیْنَا فَلَا نَهْلِكُ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرَجَاؤُنَا اَللّٰهُمَّ اعْطِفْ عَلَیْنَا قُلُوْبَ عِبَادِكَ وَاِمَائِكَ بِرَاْفَةٍ وَّرَحْمَةٍ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔

یعنی: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے (وہی ہوتا ہے)، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی طاقت نہیں، مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے، میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے (وہی ہوتا ہے)، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی بھلائی نہیں لاسکتا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے (وہی ہوتا ہے)، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی برائی کو نہیں ٹال سکتا، مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے، وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی انتہا وٹھکانا نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی پناہ گاہ ہے، اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول، بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے، میں نے عظمت والے ربّ کے قلعہ میں پناہ لی، اس زندہ کی بارگاہ میں استغاثہ کیا جسے کبھی موت نہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنی اس نظر کے ساتھ ہماری حفاظت فرما جو سوتی نہیں، اپنے اس سہارے کے ساتھ ہماری حفاظت فرما جو کبھی جدا نہیں ہوتا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم پر اپنی قدرت کے مطابق رحم فرما تا کہ ہم ہلاک نہ ہوں کہ ہمیں

تجھ پر ہی بھروسا ہے اور تو ہی ہماری امید گاہ ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندوں اور بندیوں کے دلوں کو اپنی رحمت و مہربانی سے ہم پر مہربان فرما، بے شک تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

(8)......بلندی پر چڑھنے اور ڈھلان میں اترنے کی سنتیں: جب راستے میں زمین کے کسی بلند مقام پر پہنچے تو تین بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا اور یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: ''اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَّلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو سب سے بزرگ و برتر ہے اور ہر حال میں تیری ہی حمد ہے۔'' جب ڈھلان میں اترے تو سُبْحٰنَ اللہ کہے۔

ڈر خوف محسوس ہو تو یہ دعا پڑھے:

دورانِ سفر ڈر خوف محسوس ہو تو یہ دعا پڑھے: ''سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ جَلَّلْتَ السَّمٰوٰتُ بِالْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ یعنی: پاک ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جو مقدّس بادشاہ ہے، وہ فرشتوں اور جبرئیل عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ربّ ہے، اسی کی عزت وغلبہ کے ساتھ آسمانوں کو بزرگی حاصل ہوئی۔''

﴿2﴾......احرام باندھنے سے لے کر دخولِ مکہ تک کے آداب:

اس میں پانچ امور مستحب ہیں:

(1)......غسل سے متعلق امور: احرام کی نیت سے غسل کرے یعنی جب اس مشہور میقات تک پہنچے جہاں سے لوگ احرام باندھتے ہیں (تو غسل کرے) اور خوب صفائی ستھرائی سے کام لے، داڑھی اور سر میں کنگھی کرے، ناخن تراشے، اور مونچھیں پست کرے الغرض طہارت کے باب میں بیان کئے گئے طریقے کے مطابق اچھی طرح غسل کرے۔

(2)......کپڑوں سے متعلق امور: سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے بلکہ احرام کی دو چادریں پہنے، سفید افضل ہیں کہ سفید کپڑے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو زیادہ محبوب ہیں۔ ایک اوپر اوڑھ لے اور دوسری کو بطورِ تہبند باندھ لے، کپڑوں اور جسم پر خوشبو لگائے، ایسی خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں کہ احرام کے بعد جس کا جرم باقی رہے کیونکہ حضور نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے احرام باندھنے سے پہلے جو خوشبو استعمال کی تھی باندھنے کے بعد بھی کچھ خوشبو سرِ انور پر پائی گئی تھی[1]۔[2]

---

[1] ......احناف کے نزدیک: بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائیں کہ سنت ہے، اگر خوشبو ایسی ہے کہ اس کا جرم (یعنی تہ) باقی رہے گا جیسے مشک وغیرہ تو کپڑوں میں نہ لگائیں۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۱۰۷۲)

[2] ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الطیب للمحرم عندالاحرام، الحدیث: ۱۱۹۰، ص ۶۰۹، مفہومًا۔

(3)......احرام باندھنے کے بعد کے امور: اِحرام باندھنے کے بعد کچھ دیر توقُّف کرے یہاں تک کہ سواری اسے لے کر اٹھے جبکہ سوار ہو، اگر پیدل ہو تو چلنا شروع کرے، اس وقت حج یا عمرہ کے احرام کی نیت کرے حج قران یا افراد جو بھی اس کا ارادہ ہو، احرام کے انعقاد کے لئے فقط نیت کافی ہے لیکن سنت یہ ہے کہ نیت کے ساتھ تلبیہ بھی کہہ لے اور یوں کہے: ''لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ یعنی: میں حاضر ہوں، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک حمد، نعمت اور بادشاہی تیرے لئے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

اگر زیادہ کہنا چاہے تو یوں کہے: ''لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ كُلُّهٗ بِیَدَیْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ لَبَّیْكَ بِحَجَّةٍ حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ یعنی: میں حاضر ہوں اور بار بار حاضر ہوں اور تمام بھلائی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے اور تیری طرف رغبت ہے۔ میں تیری بندگی وغلامی کرتے ہوئے حق کے ساتھ حج کے لئے حاضر ہوں۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما۔''

احرام باندھنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

(4)......تلبیہ کہہ لینے کے بعد کے امور: جب تلبیہ کے ساتھ احرام منعقد ہو جائے تو یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَاَعِنِّیْ عَلٰی اَدَاءِ فَرْضِهٖ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ نَوَیْتُ اَدَاءَ فَرِیْضَتِكَ فِی الْحَجِّ فَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لَكَ وَاٰمَنُوْا بِوَعْدِكَ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَكَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَفْدِكَ الَّذِیْنَ رَضِیْتَ عَنْھُمْ وَارْتَضَیْتَ وَقَبِلْتَ مِنْھُمْ اَللّٰھُمَّ فَیَسِّرْ لِیْ اَدَاءَ مَا نَوَیْتُ مِنَ الْحَجِّ اَللّٰھُمَّ قَدْ اَحْرَمَ لَكَ لَحْمِیْ وَشَعْرِیْ وَدَمِیْ وَعَصَبِیْ وَمُخِّیْ وَعِظَامِیْ وَحَرَّمْتُ عَلٰی نَفْسِی النِّسَاءَ وَالطِّیْبَ وَلُبْسَ الْمُخِیْطِ اِبْتِغَاءَ وَجْھِكَ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ یعنی: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، اسے میرے لئے آسان فرما دے، حج فرض ادا کرنے پر میری مدد فرما اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے حج میں تیرے فرض کو ادا کرنے کی نیت کی، تو مجھے ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے تیرا حکم مانا، تیرے وعدے پر ایمان لائے، تیرے حکم کی پیروی کی، ان لوگوں کے گروہ میں سے کر جن سے تو راضی ہوا، جنہیں تو نے راضی کیا اور جنہیں مقبول بنایا۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے حج کا ارادہ کیا ہے لہٰذا اس کی ادائیگی میرے لئے آسان فرما۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میرے گوشت، بالوں، خون، اعصاب، مغز اور ہڈیوں نے تیرے لئے احرام باندھا اور میں نے تیری رضا جوئی اور دار آخرت کے حصول کے لئے عورتوں، خوشبو اور سلے ہوئے کپڑوں کو خود پر

حرام کرلیا۔

اِحرام باندھتے ہی اس پر ہماری ماقبل ذکر کردہ چھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔لہٰذا ان سے بچے۔

(5)......بار بار تلبیہ کہنے سے متعلق امور: احرام باندھے ہوئے بار بار تلبیہ کہنا مستحب ہے، خصوصاً جب رفقاء سے ملاقات ہو، لوگ جمع ہوں، ہر بار چڑھائی پر چڑھتے، اترتے، سواری پر سوار ہوتے اور اترتے وقت با آواز بلند تلبیہ کہے لیکن گلا پھاڑ کر نہ کہے، نہ ہی سانس رکے کیونکہ وہ کسی بہرے یا غائب کو نہیں سنا رہا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے [1]۔ نیز تین مساجد (یعنی مسجد حرام، مسجد میقات اور مسجد خیف) میں بلند آواز سے تلبیہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ارکانِ حج کی جگہ واقع ہیں، ان کے علاوہ دیگر مساجد میں آہستہ آواز سے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

کوئی چیز اچھی لگے تو یہ پڑھو:

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب کوئی چیز اچھی لگتی تو فرماتے: ''لَبَّیْکَ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ یعنی میں حاضر ہوں بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔'' [2]

﴿3﴾......دخول مکہ سے طواف تک کے آداب:

اس میں چھ امور مستحب ہیں:

(1)......مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے متعلق امور: دخول مکہ کے لئے ذی طویٰ کے مقام پر غسل کرے، حج میں مستحب مسنون غسل 9 ہیں: (۱)......میقات سے احرام کے لئے (۲)......مکہ میں داخل ہونے کے لئے (۳)......طوافِ قدوم [3] کے لئے (۴،۵)......وقوف عرفہ و مزدلفہ کے لئے (۶،۷،۸)......(ایام تشریق میں) جمرات کو کنکریاں مارنے کے تین غسل (یوم نحر) جمرہ عقبیٰ کی رمی کے لئے غسل کرنا مستحب نہیں (۹)......طوافِ وَداع کے

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ......الخ، الحدیث: ۲۷۰۴، ص ۱۴۵۰۔

2 ......المسند للامام الشافعی، ومن کتاب المناسک، ص ۱۲۲۔

3 ......مکۂ معظّمہ میں داخل ہونے پر (جو) پہلا طواف (کیا جاتا ہے اسے طواف قدوم کہتے ہیں) یہ ''افراد'' یا ''قران'' کی نیت سے حج کرنے والوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ (رفیق الحرمین، ص ۳۴)

لئے۔حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے نزدیک طوافِ زیارت [1] اور طوافِ وَداع کے لئے نئے غسل کی ضرورت نہیں، اس طرح یہ 7 رہ جاتے ہیں [2]۔

حدودِ حرم میں داخل ہونے سے پہلے کی دعا:

(2)......حدودِ حرم میں داخل ہونے سے متعلق امور: حرم شریف کے شروع میں داخل ہوتے وقت مکہ مکرمہ سے باہر ہی یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُكَ وَاَمْنُكَ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ عَلَی النَّارِ وَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادُكَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَوْلِیَائِكَ وَاَھْلِ طَاعَتِكَ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرا حرم اور امن کی جگہ ہے۔پس میرا گوشت، میرا خون، میرے بال اور میری کھال آگ پر حرام فرما دے، جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن مجھے عذاب سے محفوظ رکھنا، مجھے اپنے اولیا اور اطاعت گزار بندوں میں سے کر دے۔''

مکہ شریف میں داخل ہونے اور نکلنے کی سنت:

(3)......مکہ شریف میں داخل ہونے سے متعلق امور: وادیٔ اَبطح سے مکہ شریف میں داخل ہو اور وہ ثَنِیَّہ کَدَا (یعنی کدا کی گھاٹی) ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عام راستے سے ہٹ کر اسے اختیار فرمایا تھا۔[3] لہٰذا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی زیادہ بہتر ہے، جب نکلے تو ثنیہ کُدا سے نکلے۔ثنیہ کَدا بلند جبکہ کُدا پست گھاٹی ہے۔

بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے وقت کی دعا:

(4)...... جب مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں داخل ہو اور جونہی بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا

---

1 ...... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 304 صفحات پر مشتمل کتاب رفیق الحرمین صفحہ 34 پر شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: اسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔یہ حج کا رکن ہے۔اس کا وقت 10 ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک ہے مگر دس ذی الحجہ کو کرنا افضل ہے۔

2 ...... احناف کے نزدیک: عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور وقوفِ عرفہ و مزدلفہ، حاضریٔ حرم و حاضریٔ سرکارِ اعظم، طواف، دخولِ منٰی، جمروں پر کنکریاں مارنے کے لئے اور عرفہ کی رات غسل کرنا مستحب ہے۔
(الدرالمختار، کتاب الطهارة، ج۱، ص۳۳۹-۳۴۲)

3 ......صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا......الخ، الحديث۱۲۵۷-۱۲۵۸، ص۶۵۷-

اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَدَارُکَ دَارُ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا بَیْتُکَ عَظَّمْتَہٗ وَکَرَّمْتَہٗ وَشَرَّفْتَہٗ اَللّٰھُمَّ فَزِدْہُ تَعْظِیْمًا وَزِدْہُ تَشْرِیْفًا وَتَکْرِیْمًا وَزِدْہُ مَھَابَۃً وَزِدْ مَنْ حَجَّہٗ بِرًّا وَکَرَامَۃً اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِیْ جَنَّتَکَ وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یعنی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو سلامتی والا ہے، تجھ سے سلامتی ہے، تیرا گھر سلامتی والا گھر ہے، اے جلال و بزرگی والے! تو برکت والا ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! بے شک تو نے اپنے اس گھر کو بزرگی، کرامت اور شرف عطا فرمایا۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس کی تعظیم، شرف و بزرگی اور اس کے رعب میں اضافہ فرما، اس کا حج کرنے والے کی نیکی اور بزرگی میں اضافہ فرما۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، مجھے جنت میں داخل فرما اور شیطان مردود سے محفوظ فرما۔''

(5)......مسجد حرام میں داخلے سے متعلق امور: جب مسجد حرام میں داخل ہو تو بابِ بنی شیبہ سے داخل ہو اور یہ دعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَمِنَ اللّٰہِ وَاِلَی اللّٰہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، اسی کی مدد سے، اسی کی طرف سے، اسی کی طرف، اسی کی راہ میں اور اس کے رسول کے دین پر قائم رہتے ہوئے داخل ہوتا ہوں۔''

بیت اللہ کے قریب پہنچ کر یہ دعا پڑھے:

جب بیت اللہ شریف کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَعَلٰی اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَنْبِیَائِکَ وَرُسُلِکَ یعنی: سب خوبیاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں، اس کے پسندیدہ بندوں پر سلام ہو۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندے اور رسول حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر، اپنے خلیل حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر، اپنے تمام انبیاء اور رسولوں عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر رحمت نازل فرما۔''

پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فِیْ اَوَّلِ مَنَاسِکِیْ اَنْ تَتَقَبَّلَ تَوْبَتِیْ وَاَنْ تَتَجَاوَزَ عَنْ خَطِیْئَتِیْ وَتَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَلَّغَنِیْ بَیْتَہُ الْحَرَامَ الَّذِیْ جَعَلَہٗ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَّجَعَلَہٗ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدُکَ وَالْحَرَمُ حَرَمُکَ وَالْبَیْتُ بَیْتُکَ جِئْتُکَ اَطْلُبُ رَحْمَتَکَ وَاَسْئَلُکَ مَسْئَلَۃَ الْمُضْطَرِّ الْخَائِفِ مِنْ عُقُوْبَتِکَ الرَّاجِیْ لِرَحْمَتِکَ الطَّالِبِ مَرْضَاتِکَ یعنی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں اس مقام پر اور حج کے پہلے عمل پر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرما، میری خطاؤں سے درگزر فرما، میرا بوجھ مجھ سے اُتار دے۔ سب خوبیاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنے عزت والے گھر تک پہنچایا جسے اس نے لوگوں کے لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا، اسے مبارک اور تمام جہانوں

کے لئے ہدایت بنایا۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرا بندہ ہوں، یہ شہر تیرا شہر ہے، یہ حرم تیرا حرم ہے، یہ گھر تیرا گھر ہے، میں تیری بارگاہ میں تیری رحمت کا طلبگار بن کر حاضر ہوا ہوں، میں تجھ سے اس طرح سوال کرتا ہوں جس طرح کوئی مجبور شخص تیرے عذاب سے خوف زدہ، تیری رحمت کا امیدوار اور تیری رضا کا متلاشی سوال کرتا ہے۔''

حجرِ اسود کو بوسہ دے کر یہ دعا پڑھے:

(6)......حجرِ اسود سے متعلق امور: اس کے بعد حجرِ اسود کے پاس جائے اور اسے دائیں ہاتھ سے چھوکر بوسہ دے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اَمَانَتِیۡ اَدَّیۡتُھَا وَمِیۡثَاقِیۡ وَفَّیۡتُہٗ اَشۡھَدۡ لِیۡ بِالۡمُوَافَاۃِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنی امانت ادا کر دی، اپنا وعدہ پورا کیا تو اس وفا پر گواہ رہنا۔'' اگر بوسہ نہ دے سکے تو اس کے سامنے کھڑا ہو کر مذکورہ دعا پڑھے پھر طوافِ قدوم کے علاوہ کوئی اور عمل نہ کرے۔ البتہ، اگر لوگوں کو فرض نماز میں مشغول پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھے پھر طواف کرے۔

﴿4﴾......طواف کے آداب:

جب طواف کا ارادہ ہو خواہ طوافِ قدوم ہو یا کوئی اور تو ان چھ امور کا خیال رکھے:

(1)......نماز کی شرائط کا خیال رکھے: جیسے باوضو ہونا، لباس، جسم، جگہ کا پاک ہونا اور سترِ عورت وغیرہ کہ بیت اللہ شریف کا طواف بھی نماز کی طرح ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس میں کلام کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ طواف کی ابتدا میں **اضطباع** کرے۔ **اضطباع** کا طریقہ یہ ہے کہ چادر کا درمیانی حصہ دائیں بغل کے نیچے سے لے جا کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر جمع کر دے، اس کے ایک کنارے کو پیٹھ کی جانب لٹکا دے جبکہ دوسرے کو سینے پر رکھے۔ طواف شروع کرتے ہی تلبیہ کہنا چھوڑ دے اور ان دعاؤں میں مشغول ہو جائے جو ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

(2)......اضطباع کے بعد کے معمولات: جب چادر کندھے پر ڈال لے حجرِ اسود کے پاس یوں کھڑا ہو کہ بیت اللہ شریف اس کے دائیں جانب ہو لیکن اس سے کچھ دُور رہے تاکہ حجرِ اسود اس کے سامنے ہو اور وہ طواف کی ابتدا میں اپنے پورے جسم کے ساتھ پورے حجرِ اسود کے سامنے سے گزرے، اپنے اور بیت اللہ شریف کے درمیان تین قدموں کا فاصلہ رکھے تاکہ خانہ کعبہ کے قریب رہے کیونکہ یہ افضل ہے، نیز شاذروان (یعنی دیوار کے پایہ کے ساتھ عرض میں چھوڑے ہوئے حصے) کے اندر طواف کرنے والا نہ ہو کیونکہ یہ خانہ کعبہ میں شامل ہے۔ حجرِ اسود کے پاس شاذروان زمین سے ملا ہوا ہے، اس میں طواف کرنے والے کا طواف صحیح نہیں کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے اندر طواف کرنے والا شمار

ہوتا ہے۔شاذ روان وہ حصہ ہے جو خانہ کعبہ کی دیوار کی چوڑائی سے بچ گیا تھا جب اوپر سے دیوار تنگ ہوگئی تھی۔ پھر اسی جگہ سے طواف شروع کرے۔

(3)......طواف شروع کرنے سے پہلے کے معمولات: حجرِ اسود کے پاس سے گزرنے سے پہلے بلکہ طواف کی ابتدا میں یہ دعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاِتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ پر ایمان لاتے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے، تیرے وعدے کو پورا کرتے اور تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے طواف کرتا ہوں۔''

طواف کا طریقہ

اب طواف کرے، حجرِ اسود سے آگے بڑھنے کے بعد سب سے پہلے خانہ کعبہ کا دروازہ آتا ہے وہاں یہ کلمات کہے: ''اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَهٰذَا الْحَرَمُ حَرَمُكَ وَهٰذَا الْاَمْنُ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ گھر تیرا گھر ہے، یہ حرم تیرا حرم ہے، یہ امن تیری جانب سے ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں جہنم کی آگ سے تیری پناہ طلب کی جاتی ہے۔''

مقام ابراہیم کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے:

مذکورہ کلمات پڑھتے ہوئے جب مقام کا ذکر آئے تو آنکھوں سے مقامِ ابراہیم کی طرف اشارہ کرے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ اِنَّ بَيْتَكَ عَظِيْمٌ وَوَجْهَكَ كَرِيْمٌ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَاَعِذْنِيْ مِنَ النَّارِ وَمِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ عَلَى النَّارِ وَاٰمِنِّيْ مِنْ اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاكْفِنِيْ مُؤْنَةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بے شک تیرا گھر عظیم اور تیری ذات کریم ہے، تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے، جہنم اور شیطان مردود سے مجھے پناہ عطا فرما، میرے گوشت اور خون کو آگ پر حرام فرما، مجھے روزِ محشر کی ہولناکیوں سے امن عطا فرما اور دُنیا وآخرت کی مشقتوں میں مجھے کفایت فرما۔''

پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہوئے رُکنِ عراقی تک پہنچے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّرْكِ وَالشَّكِّ وَالْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں شرک، شک، کفر، نفاق، بدبختی، بداخلاقی اور اہل ومال واولاد کے متعلق برائی دیکھنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔''

میزاب رحمت کے پاس یہ دعا پڑھے:

جب میزابِ رحمت کے پاس پہنچے تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنَا تَحْتَ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ اَللّٰھُمَّ اسْقِنِیْ بِكَأْسِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرْبَۃً لَا اَظْمَأُ بَعْدَھَا اَبَدًا یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرما جس دن تیرے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک کوزے سے ایسا جام پلانا کہ اس کے بعد میں کبھی پیاسا نہ ہوں۔''

رُکنِ شامی کے پاس پہنچے تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَاعَزِیْزُ یَاغَفُوْرُ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس حج کو مقبول فرما، اس کوشش کو قبولیت عطا فرما، گناہ معاف فرما اور اسے نہ ختم ہونے والی تجارت بنا۔ اے عزیز! اے غفور! اے ربّ عزوجل! مجھے بخش دے، رحم فرما، میرے گناہوں کو تو جانتا ہے ان سے درگزر فرما بے شک تو بہت عزت واکرام والا ہے۔''

رُکنِ یمانی کے پاس پہنچے تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں کفر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، فقر، عذابِ قبر، زندگی اور موت کے فتنہ، نیز دُنیا وآخرت کی رسوائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

رُکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا بِرَحْمَتِكَ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے ربّ ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں اپنی رحمت سے فتنۂ قبر اور جہنم کے عذاب سے بچا۔''

حجرِ اسود کے پاس پہنچے تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ بِرَحْمَتِكَ اَعُوْذُ بِرَبِّ ھٰذَا الْحَجَرِ مِنَ الدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَضِیْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنی رحمت سے مجھے بخش دے۔ میں قرض، تنگدستی، سینے کی تنگی اور عذابِ قبر سے اس پتھر کے ربّ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

اس وقت طواف کا ایک چکر مکمل ہوگیا۔ اسی طرح سات چکر پورے کرے ہر بار مذکورہ دعائیں پڑھے۔

(4)......رمل سے متعلق امور: پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور بقیہ میں عادت کے مطابق چلے۔ رمل کا طریقہ

یہ ہے کہ پاؤں قریب قریب رکھتے ہوئے تیز تیز چلنا۔ یہ دوڑنے سے کم لیکن عام عادت سے کچھ تیز ہے۔ **رمل و اضطباع** سے مقصود بے خوفی اور قوت کا اظہار ہے۔ شروع میں کفار کا طمع ختم کرنے کے لئے اس کا مقصد یہی تھا، اب بھی یہ سنت باقی ہے۔ خانہ کعبہ کے قریب سے رمل کرنا افضل ہے اگر بھیڑ کے سبب ایسا ممکن نہ ہو تو دور سے رمل کرنا افضل ہے۔ مطاف (مقام طواف) کے کنارے پر چلتے ہوئے تین پھیروں میں رمل کرے پھر بیت اللہ شریف کے قریب ہجوم میں آجائے اور چار پھیروں میں عام طریقے پر چلے۔ اگر ہر چکر میں حجر اسود کا استلام[1] کر سکے تو زیادہ اچھا ہے اور اگر ہجوم رکاوٹ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاتھ کو بوسہ دے لے۔ اسی طرح رکن یمانی کا استلام بھی مستحب ہے دیگر ارکان (یعنی رکن شامی وعراقی) کا استلام مستحب نہیں۔ مروی ہے کہ ''حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رکن یمانی کا استلام کرتے،[2] اسے بوسہ دیتے[3] اور اپنا رُخسارِ پُر انوار اس پر رکھ دیتے تھے۔''[4] جو خاص طور پر حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور رکنِ یمانی کو استلام کرنا چاہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

(5)......طواف کے بعد کے معمولات: جب طواف کے سات چکر پورے ہو جائیں تو ملتزم کے پاس آئے اور یہ حجرِ اسود اور دروازے کے درمیان ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ یہاں بیت اللہ شریف سے چمٹ جائے، پردوں سے لٹک جائے، اپنے پیٹ کو بیت اللہ شریف سے ملا لے، اس پر اپنا دایاں رُخسار رکھ دے، اپنے بازو اور ہتھیلیاں اس پر پھیلا دے۔

طواف کے بعد کی دعا:

پھر یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَاَعِذْنِیْ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَقَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اٰتَیْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَالْعَبْدُ عَبْدُکَ وَھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ

1 ......دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 304 صفحات پر مشتمل کتاب رفیق الحرمین صفحہ 70 پر شیخ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: حجر اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ سے چھو کر چومنے یا ہاتھوں کا اشارہ کر کے انہیں چوم لینے کو استلام کہتے ہیں۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب استلام الرکنین الیمانیین......الخ، الحدیث: ۱۲۶۷، ص۶۶۱۔

3 ......المستدرک، کتاب المناسک، باب تقبیل الرکن الیمانی......الخ، الحدیث: ۱۷۱۸، ج۲، ص۱۰۷۔

4 ......المستدرک، کتاب المناسک، باب تقبیل الرکن الیمانی......الخ، الحدیث: ۱۷۱۸، ج۲، ص۱۰۷۔

النَّارِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ عَلَيْكَ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے قدیم گھر کے ربّ! میری گردن کو جہنم سے آزاد فرما اور مجھے شیطان مردود سے پناہ عطا فرما اور ہر برائی سے پناہ دے اور جو چیز تو نے مجھے عطا فرمائی اس پر قناعت کی توفیق عنایت فرما اور میرے لئے اس میں برکت ڈال دے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ گھر تیرا گھر ہے، یہ بندہ تیرا بندہ ہے اور یہ دوزخ سے تیری پناہ مانگنے والے کا مقام ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی بارگاہ میں آنے والوں میں سے بہتر لوگوں میں کر دے۔'' اس مقام پر کثرت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء بیان کرے اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور تمام رسل وانبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بکثرت درودِ پاک پڑھے۔ اپنی خاص حاجات کے لئے دعا مانگے، گناہوں کی بخشش چاہے۔

منقول ہے کہ بعض بزرگ اس مقام پر اپنے خدّام سے فرماتے: ''مجھ سے دور ہو جاؤ تا کہ میں ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اقرار کروں۔''

(6)......طواف کی دو رکعتیں[1]**:** طواف وغیرہ کے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے۔ یہ طواف کی دو رکعتیں ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام زہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''یہ سنت ہے کہ بندہ ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ اگر کئی بار طواف کر کے دو رکعت پڑھ لے تب بھی جائز ہے۔[2] کہ یہ بھی سنت ہے۔ ہر سات پھیرے ایک طواف ہے۔

دو رکعت طواف کے بعد کی دعا:

طواف کی دو رکعتوں کے بعد یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِیَ الْيُسْرٰى وَجَنِّبْنِی الْعُسْرٰى وَاغْفِرْ لِیْ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى وَاعْصِمْنِیْ بِاَلْطَافِكَ حَتّٰى لَا اَعْصِيَكَ وَاَعِنِّیْ عَلٰى طَاعَتِكَ بِتَوْفِيْقِكَ وَجَنِّبْنِیْ مَعَاصِيَكَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ يُحِبُّكَ وَيُحِبُّ مَلَائِكَتَكَ وَرُسُلَكَ وَيُحِبُّ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰى مَلَائِكَتِكَ وَرُسُلِكَ وَاِلٰى عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ فَكَمَا هَدَيْتَنِیْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَثَبِّتْنِیْ عَلَيْهِ بِاَلْطَافِكَ وَوِلَايَتِكَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ لِطَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضَلَّاتِ الْفِتَنِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے لئے آسانی کو آسان فرما، مجھے تنگی سے بچا، دنیا وآخرت میں میری بخشش فرما، اپنی مہربانیوں کے ذریعے

1 ......یہ نماز واجب ہے۔ (بہارشریعت،۱،ص۱۱۰۲)

2 ......صحیح البخاری، کتاب الحج، تحت الباب صلی النبیصلی اللہ علیہ وسلملسبوعہ رکعتین، ج۱، ص۵۴۳۔

مجھے بچالے تاکہ میں تیری نافرمانی نہ کروں، اپنی توفیق سے عبادت پر میری مدد فرما، مجھے اپنی نافرمانیوں سے بچا، مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو تجھ سے، تیرے فرشتوں، تیرے رسولوں اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جیسا کہ تو نے اسلام کی طرف میری رہنمائی فرمائی تو اپنی مہربانیوں سے مجھے اس پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری والے کام کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے محفوظ فرما۔" پھر حجرِ اسود کی طرف آئے اور اس کا استلام کر کے طواف ختم کر دے۔

غلام آزاد کرنے کا ثواب:

حضور نبیٔ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو بیت اللہ شریف کا ایک ہفتہ طواف کرے[1] اور دو رکعت نماز پڑھے تو اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔"[2]

یہ طواف کا طریقہ مذکور ہوا۔ نماز کی شرائط (مثلاً طہارت، سترِ عورت وغیرہ) کے بعد مذکورہ امور میں سے واجب یہ ہے کہ پورے بیت اللہ شریف کے سات چکر مکمل کرے، حجرِ اسود سے ابتدا کرے، خانہ کعبہ بائیں جانب ہو اور مسجد کے اندر طواف کرے لیکن خانہ کعبہ سے باہر ہو، نہ تو بنیاد پر طواف کرے، نہ ہی حطیم کے اندر کرے، پے در پے سات چکر پورا کرے، ان میں عام عادت سے زیادہ فرق نہ ہو۔ ان کے علاوہ امور سنت و مستحب ہیں۔

﴿5﴾......سعی کے آداب:

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو باب صفا سے نکلے، یہ رُکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان موجود دیوار کے مقابل ہے۔ جب اس دروازے سے باہر نکل کر صفا پہاڑی تک پہنچے تو اس کے نیچے سے انسانی قد کے برابر کچھ اوپر چلا جائے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آ گیا۔[3] پہاڑ کے دامن سے سعی شروع کرنا بھی کافی ہے اور یہ زیادتی (یعنی اوپر چڑھنا) مستحب ہے۔ لیکن درجے نئے بنائے گئے ہیں لہٰذا انہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس طرح وہ سعی مکمل کرنے والا نہ ہو گا۔ جب یہاں سے ابتدا کرے تو صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے۔

---

1 ...... اسطرح کے مسلسل ایک ہفتہ طواف کرے، کوئی دن ناغہ نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴، ص۱۳۴)

2 ...... سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب فضل الطواف، الحدیث۲۹۵۶، ج۳، ص۴۳۹، باختصارٍ۔

3 ...... صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیه وسلم الحدیث۱۲۱۸، ص۶۳۵۔

صفا پر چڑھے تو یہ دعا پڑھے:

صفا پر چڑھتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کرے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بِمَحَامِدِہٖ کُلِّھَا عَلٰی جَمِیْعِ نِعَمِہٖ کُلِّھَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا دَائِمًا وَیَقِیْنًا صَادِقًا وَعِلْمًا نَافِعًا وَقَلْبًا خَاشِعًا وَلِسَانًا ذَاکِرًا وَاَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام نعمتوں پر تمام تعریفوں کے ساتھ اس کی حمد ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے، اسی کے لئے تعریف ہے، وہ جلاتا اور مارتا ہے، اسی کے قبضۂ قدرت میں بھلائی ہے، وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، اپنے لشکر کو عزت عطا فرمائی اور تنہا دشمن کے لشکروں کو بھگا دیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو، وہ زندہ کو نکالتا ہے مردے سے اور مردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جلاتا ہے اس کے مَرے پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر جبھی تم انسان ہو دنیا میں پھیلے ہوئے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے دائمی ایمان، سچے یقین، علمِ نافع، ڈرنے والے دل اور ذکر والی زبان کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے بخشش، دائمی عافیت اور دنیا وآخرت میں معافی طلب کرتا ہوں۔ پھر بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ درود پیش کرے اور اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جس حاجت کی چاہے دعا کرے۔

پھر صفا سے اتر کر یہ کہتے ہوئے سعی شروع کردے: ''رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی: اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر رحم فرما اور میری جو خطائیں تو جانتا ہے ان سے درگزر فرما، بے شک تو بہت زیادہ عزت و اکرام والا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔''

اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سبز میل تک پہنچے، یہ صفا سے اترتے ہوئے سب سے پہلے آتا ہے اور یہ مسجد حرام کے کونے پر ہے۔ جب اس کے اور سبز میل کے درمیان چھ گز فاصلہ رہ جائے تو تیز چلنا شروع کردے یعنی رمل کرے یہاں تک کہ میلین اخضرین تک جا پہنچے اب عام رفتار سے چلے جب مروہ کے پاس پہنچے تو اس پر اسی طرح چڑھے جس طرح صفا پر چڑھا تھا اور چہرہ صفا کی طرف کرلے اور ایسی ہی دعا کرے جیسی صفا پر کی تھی۔ یہاں ایک مرتبہ سعی مکمل ہو گئی۔ جب صفا کی طرف لوٹے گا تو دو چکر مکمل ہو جائیں گے۔ یوں سات چکر لگائے اور ہر چکر میں تیز چلنے کی جگہ تیز اور آہستہ کی جگہ آہستہ چلے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور ہر بار صفا و مروہ پر چڑھے۔ جب ایسا کرلیا تو طوافِ قدوم اور سعی سے فارغ ہو گیا اور یہ دونوں سنت ہیں۔ سعی کے لئے وضو مستحب ہے واجب نہیں جبکہ طواف میں وضو واجب ہے۔ جب سعی کرلی تو اب وقوف عرفہ کے بعد دوبارہ سعی کی ضرورت نہیں، بطورِ رکن یہ سعی کافی ہے کیونکہ سعی میں یہ شرط نہیں کہ وقوفِ عرفہ کے بعد ہو البتہ، فرض طواف میں یہ شرط ہے۔ ہاں! ہر سعی میں یہ شرط ہے کہ وہ طواف کے بعد ہو خواہ وہ کوئی بھی طواف ہو (طوافِ قدوم یا فرض طواف)۔

(6)......وقوف عرفہ اور اس سے پہلے کے آداب:

اگر حاجی نو ذی الحجہ کے دن عرفات پہنچے تو وقوف عرفہ سے پہلے طوافِ قدوم اور مکہ مکرمہ کی حاضری کے لئے نہ جائے، اگر کچھ دن پہلے پہنچے تو طوافِ قدوم کرے اور ذی الحجہ کی سات تاریخ تک حالت احرام میں رہے۔ ساتویں تاریخ کو امام ظہر کے بعد کعبہ شریف کے پاس خطبہ دیتا اور لوگوں کو بتاتا ہے کہ یوم ترویہ (یعنی آٹھ ذی الحجہ) کو منیٰ جانے کی تیاری کریں اور وہاں رات گزاریں، دوسرے دن صبح عرفات میں جائیں تاکہ زوال کے بعد وقوف کرکے فرض کی ادائیگی کریں کیونکہ وقوف کا وقت (نو ذی الحجہ کے) زوال سے لے کر یوم نحر (یعنی قربانی کے دن) کی طلوع صبح صادق تک ہے۔ چنانچہ، تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کی طرف نکلے، اگر طاقت رکھتا ہو تو مکہ سے لے کر حج ختم ہونے تک تمام ارکانِ حج

پیدل ادا کرے کہ مستحب ہے۔ مسجد ابراہیم (یہ میدانِ عرفات میں ہے وہاں) سے جائے وقوف تک پیدل چلنا افضل ہے اوراس کی زیادہ تاکید ہے۔

منٰی میں پہنچ کر یہ دعا پڑھے:

''اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنٰی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ وَاَھْلِ طَاعَتِکَ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ مِنٰی ہے، مجھ پر ایسے ہی کرم فرما جیسے تو نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام اور نیک بندوں پر کرم فرمایا۔''

یہ رات مِنٰی میں گزارے یہاں صرف رات گزارنا ہے، حج کا کوئی عمل اس سے متعلق نہیں۔

عرفات کی جانب جائے تو یہ دعا پڑھے:

نو ذی الحجہ کی صبح فجر کی نماز پڑھے اور کوہِ ثَبِیر پر سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات کی طرف جائے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا خَیْرَ غَدْوَۃٍ غَدَوْتُھَا قَطُّ وَاَقْرِبْھَا مِنْ رِضْوَانِکَ وَاَبْعِدْھَا مِنْ سَخَطِکَ اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ غَدَوْتُ وَاِیَّاکَ رَجَوْتُ وَعَلَیْکَ اِعْتَمَدْتُ وَوَجْھَکَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تُبَاھِیْ بِہِ الْیَوْمَ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَاَفْضَلُ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس صبح کو ان تمام صبحوں سے بہتر کر دے جو میں نے کی ہیں، اسے اپنی رضا کے قریب اور اپنی ناراضی سے دُور کر دے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے تیری طرف صبح کی، تیری طرف رجوع کیا، تجھ سے امید رکھی، تجھی پر بھروسا کیا اور تیرا ہی ارادہ کیا، پس مجھے ان لوگوں میں سے کردے جن پر آج تو ان (یعنی فرشتوں) کے سامنے فخر فرماتا ہے جو مجھ سے بہتر اور افضل ہیں۔''

جب میدانِ عرفات میں پہنچ جائے تو مقام نمرہ میں مسجد کے قریب خیمہ لگائے کہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی یہیں خیمہ لگایا تھا۔ (1) نمرہ عُرَنہ کا نچلا حصہ ہے جو موقف اور عرفات کے علاوہ ہے۔ وقوف کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ جب زوال کا وقت ہو جائے تو امام ایک مختصر خطبہ دے کر بیٹھ جائے، مؤذن اذان دے اور امام دوسرا خطبہ دے، اقامت کو اذان کے ساتھ اس طرح ملایا جائے کہ مؤذن کے اقامت کہنے کے ساتھ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے، پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز ملا کر پڑھے، (اگر شرعی مسافر ہوں تو) نماز قصر پڑھے۔ پھر موقف کی طرف چل پڑے اور عرفات میں ٹھہر جائے، وادیٔ عرنہ میں نہ ٹھہرے۔ مسجد ابراہیم وادیٔ عرنہ سے شروع ہو کر عرفہ میں ختم ہوتی ہے، لہٰذا جس نے مسجد کے اگلے حصے میں وقوف کیا اسے وقوفِ عرفہ حاصل نہ ہوگا۔

---

(1) ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث: ۱۲۱۸، ص۶۳۶۔

مسجد میں عرفات کی جگہ کو بڑے بڑے پتھروں کے ذریعے ممتاز کیا گیا ہے، بہتر یہ ہے کہ ان پتھروں کے پاس امام کے قریب قبلہ رو ہو کر سواری پر کھڑا ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا، تسبیح وتہلیل اور توبہ واستغفار کی کثرت کرے۔ اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ مسلسل دعا پر قوت حاصل ہو، عرفہ کے دن تلبیہ کہنا نہ چھوڑے بلکہ کبھی تلبیہ کہے اور کبھی دعا میں مشغول ہو۔ عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے نہیں نکلنا چاہئے تاکہ عرفات میں دن اور رات جمع ہو جائے، چاند کے شبہ کی وجہ سے آٹھویں تاریخ کی ایک ساعت وہاں ٹھہرنا ممکن ہو تو یہ احتیاط کے مطابق ہے۔ جو شخص دس ذی الحجہ کی طلوع فجر تک وقوف نہ کر سکے اس کا حج فوت ہو جائے گا، اس پر لازم ہے کہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے، پھر حج فوت ہونے کی وجہ سے جانور ذبح کرے اور آیندہ سال قضا کرے۔ اس دن سب سے اہم مشغولیت دعا کرتے رہنا ہے کیونکہ اس قسم کی جگہ، اس قسم کے اجتماع میں دعاؤں کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ وہ دعائیں جو وقوف عرفہ کے دن پڑھنے کے بارے میں منقول ہیں ان کا پڑھنا بہتر ہے۔

وقوف عرفہ کے دن پڑھی جانے والی دعائیں:

﴿1﴾...... ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، سب خوبیاں اسی کے لئے ہیں، وہ جلاتا اور مارتا ہے، وہ ایسا زندہ ہے جسے موت نہیں، تمام بھلائی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ ہر چاہے پر قادر ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دل، میری سماعت، میری بصارت اور میری زبان کو منور فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام آسان فرما۔'' (1)

دعائے خضر:

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا خضر عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے منقول دعا بکثرت پڑھے، جو یہ ہے: ''يَا مَنْ لَا يَشْغَلُهٗ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ وَلَا سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَلَا تَشْتَبِهُ عَلَيْهِ الْاَصْوَاتُ يَا مَنْ لَا تُغْلِطُهُ الْمَسَائِلُ وَلَا تَخْتَلِفُ عَلَيْهِ اللُّغَاتُ يَا مَنْ لَا

(1)......السنن الكبرى للبيهقى، كتاب الحج، باب افضل الدعا يوم عرفة، الحديث۹۴۷۵، ج۵، ص۱۹۰،
بدون: ''يحيى ويميت وهو حى لايموت بيده الخير''۔

یَبْرِمُہٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ وَلَا تَضْجُرُہٗ مَسْاَلَۃُ السَّائِلِیْنَ اَذِقْنَا بَرْدَ عَفْوِکَ وَحَلَاوَۃَ مُنَاجَاتِکَ یعنی: اے وہ ذات کہ جسے نہ تو ایک کام دوسرے کام سے، نہ ایک بات کا سننا دوسری بات کے سننے سے مشغول رکھتا ہے، نہ ہی اس پر آوازیں مشتبہ ہوتی ہیں۔ اے وہ ذات جسے مسائل میں غلطی نہیں لگتی، نہ ہی زبانیں اس پر مختلف ہوتی ہیں۔ اے وہ ذات جو گریہ کرنے والوں کے گریہ سے بے چین نہیں ہوتی، نہ ہی سوال کرنے والوں کا سوال اسے تنگ کرتا ہے، ہمیں اپنے درگزر کی ٹھنڈک اور قبولیتِ دعا کی مٹھاس چکھا۔''

اس کے علاوہ جو دعائیں یاد ہوں وہ پڑھے۔ نیز اپنے لئے، اپنے والدین اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے۔ خوب گڑگڑا کر دعا مانگے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مطرف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے میدانِ عرفات میں بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری وجہ سے تمام لوگوں کی دعا رد نہ کرنا۔''

حضرت سیِّدُنا بکر بن عبداللہ مزنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ایک شخص نے کہا کہ ''جب میں نے اہلِ عرفات کو دیکھا تو گمان کیا کہ اگر میں ان میں نہ ہوتا تو ان کی بخشش کر دی جاتی۔''

(7)......حج کے بقیہ اعمال و آداب:

وقوفِ عرفہ کے بعد (مزدلفہ میں) رات گزارنا، کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈوانا اور طواف کرنا۔ جب غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے واپس آئے تو سکون و وقار کے ساتھ واپسی ہو، گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑانے سے بچے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہے کیونکہ رسول **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گھوڑے دوڑانے اور اونٹوں کو تیز چلانے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور اچھی طرح چلو، کسی کمزور کو نہ روندو اور نہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچاؤ۔''(1)

جب مزدلفہ پہنچے تو غسل کرے کیونکہ مزدلفہ حرم سے ہے، لہٰذا غسل کر کے وہاں داخل ہو۔ اگر پیدل داخل ہو سکے تو یہ افضل ہے اور تعظیمِ حرم کے زیادہ قریب ہے۔ راستے میں با آوازِ بلند تلبیہ کہتا جائے۔

مزدلفہ کی دعا:

جب مزدلفہ پہنچے تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ مُزْدَلِفَۃٌ جُمِعَتْ فِیْھَا اَلْسِنَۃٌ مُّخْتَلِفَۃٌ تَسْئَلُکَ حَوَائِجَ مُؤْتَنِفَۃً فَاجْعَلْنِیْ

(1)......کنز العمال، کتاب الحج والعمرۃ، باب فی واجبات الحج ومندوباتہ، الحدیث: ۱۲۶۱۲، ج۵، ص۸۱، مفھومًا۔

مِمَّنْ دَعَاكَ فَاسْتَجَبْتَ لَهٗ وَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ فَكَفَيْتَهٗ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ مزدلفہ ہے، اس میں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ جمع ہیں، ہم تجھ سے نئے سرے سے حاجات کا سوال کرتے ہیں، مجھے ان لوگوں میں سے کردے جن کی دعاؤں کو تو نے قبول فرمایا اور انہوں نے تجھ پر توکل کیا تو تو انہیں کافی ہوا۔‘‘

پھر مزدلفہ میں عشا کے وقت میں مغرب وعشا کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھے[1]، (اگر مسافر ہوتو) عشا کی نماز قصر پڑھے دونوں کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے مغرب وعشا کی سنتیں، نوافل و وتر دونوں کے فرضوں کے بعد پڑھے[2]، پہلے مغرب پھر عشا کے نوافل پڑھے جیسے فرضوں میں ترتیب قائم رکھی تھی، سفر میں بھی نوافل نہ چھوڑے کہ نوافل کا چھوڑنا ظاہری نقصان ہے۔ (مغرب وعشا کے) سنن ونوافل کی وقت میں ادئیگی کا حکم دینا بھی تکلیف پہنچانا ہے، نیز نوافل وفرائض کے درمیان جو ترتیب ہے یعنی نفل فرض کے تابع ہیں اسے ختم کرنا ہے۔ جب تابع ہونے کے حکم سے ایک تیمّم کے ساتھ نوافل کو فرائض کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے تو فرائض کے تابع کرکے انہیں جمع کرکے پڑھنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ نیز اس سے نوافل کا فرائض سے بعض باتوں میں جدا ہونا رکاوٹ نہیں بنتا مثلاً نفل سواری پر ادا ہو سکتے ہیں (جبکہ فرائض سواری پر ادا نہیں ہو سکتے) یہ اس لئے رکاوٹ نہیں بنتے کہ یہ فرض کے تابع ہیں اور حاجت بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

رات مزدلفہ میں ٹھہرے کہ یہ بھی حج کے ارکان میں سے ہے۔ جو رات کے پہلے نصف حصے میں وہاں سے نکل جائے اور وہاں رات نہ گزارے تو اس پر دَم (یعنی بکری ذبح کرنا) لازم ہے[3]۔ جس سے ہو سکے وہ اس رات کو عبادت

---

1 ...... احناف کے نزدیک: عرفات میں ظہر وعصر کے لئے ایک اذان اور دو اقامتیں ہیں اور مزدلفہ میں مغرب وعشا کے لئے ایک اذان اور ایک اقامت۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۱۱۳۳)

2 ...... احناف کے نزدیک: دونوں نمازوں کے درمیان میں سنت ونوافل نہ پڑھے۔ مغرب کی سنتیں بھی بعد عشا پڑھے اگر درمیان میں سنتیں پڑھیں یا کوئی اور کام کیا تو ایک اقامت اور کہی جائے یعنی عشا کے لئے۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۱۱۳۳)

3 ...... مزدلفہ میں رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے مگر اس کا وقوف واجب ہے۔ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔ اس کے درمیان اگر ایک لحہ بھی یہاں گزار لیا تو وقوف ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جس نے فجر کے وقت میں یہاں نماز فجر ادا کی اس کا وقوف صحیح ہو گیا۔ جو صبح صادق سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلا گیا اس کا واجب ترک ہو گیا۔ لہٰذا اس پر دم واجب ہے۔ ہاں، عورت، بیمار یا ضعیف یا کمزور کہ جنہیں بھیڑ کے سبب ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہوا گر ایسے لوگ مجبوراً چلے گئے تو کچھ نہیں۔ (رفیق الحرمین، ص ۱۵۲)

میں گزارے کہ اس مبارک رات کو عبادت میں گزارنا عمدہ عبادات میں سے ہے۔ جب نصف رات گزر جائے تو جانے کی تیاری کرے، وہاں سے کنکریاں لے لے کیونکہ وہاں نرم پتھر ہیں۔70 کنکر لے لے کہ اتنے ہی کی ضرورت ہے، ضرورت سے زیادہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ بعض اوقات کوئی کنکری گر جاتی ہے۔ نیز کنکریاں چھوٹی ہوں تاکہ انگلیوں کے پوروں میں آسکیں۔ پھر اندھیرے میں نمازِ فجر پڑھ کر چل پڑے۔

مشعرحرام میں یہ دعا پڑھے:

جب مشعرحرام تک پہنچ جائے جو مزدلفہ کا اختتام ہے تو وہاں کھڑا ہو جائے اور صبح روشن ہونے تک یہ دعا کرتا رہے: ''اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَالْبَیْتِ الْحَرَامِ وَالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالرُّکْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنَّا التَّحِیَّۃَ وَالسَّلَامَ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مشعرِ حرام، بیت اللہ شریف، حرمت والے مہینے، رُکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کا واسطہ! اے عزت و بزرگی والے! حضرتِ سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی روح مبارک کو ہماری طرف سے سلام پہنچا اور ہمیں سلامتی کے گھر (جنت) میں داخل فرما۔''

پھر طلوعِ آفتاب سے پہلے وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ ''وادئ مُحَسِّر''میں پہنچ جائے۔ اس جگہ سواری کو تیز کرنا مستحب ہے حتّی کہ وادی سے نکل جائے، اگر پیدل ہو تو تیز تیز چلے۔ جب یوم نحر (یعنی قربانی کے دن) کی صبح ہو تو تکبیر اور تلبیہ کو ملائے کہ کبھی تلبیہ کہے اور کبھی تکبیر حتی کہ مِنٰی پہنچ جائے اور جمرات (یعنی کنکریاں مارنے) کے تین مقامات میں سے پہلے اور دوسرے سے گزر جائے کیونکہ یوم نحر یہاں اس کا کوئی کام نہیں یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کے پاس پہنچ جائے، قبلہ رخ ہونے کی صورت میں جمرہ عقبہ دائیں جانب راستے میں پہاڑ کے نیچے کچھ اونچائی پر ہے اور کنکریوں کی جگہ میں سے یہ واضح ہے۔ ایک نیزہ سورج بلند ہونے کے بعد جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارے۔

کنکریاں مارنے کا طریقہ[1]:

قبلہ رو کھڑا ہو، اگر جمرہ کی طرف منہ کرے تو بھی حرج نہیں، ہاتھ بلند کر کے سات کنکریاں مارے اور تلبیہ کو تکبیر

---

[1]...... دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 304 صفحات پر مشتمل کتاب رفیق الحرمین صفحہ 154 پر شیخ طریقت امیرِ اہلسنّت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: کنکریاں مارنے کا طریقہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں: سات کنکریاں اپنے الٹے ہاتھ میں رکھ لیں بلکہ دو تین کنکریاں زائد لے لیں۔ اب......

میں بدل دے۔ ہر کنکری مارتے وقت یہ دعا پڑھے: ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی طَاعَۃِ الرَّحْمٰنِ وَرَغْمِ الشَّیْطٰنِ اَللّٰھُمَّ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ وَاِتِّبَاعًا لِّسُنَّۃِ نَبِیِّكَ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ میں رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اور شیطان کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے کنکریاں مار رہا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری کتاب کی تصدیق کرتا اور تیرے نبی کی سنت کی پیروی کرتا ہوں۔“

جب کنکریاں مارنا شروع کرے تو تلبیہ وتکبیر کہنا چھوڑ دے۔ البتہ، قربانی کے دن کی ظہر سے ایام تشریق کے آخری دن کی فجر تک فرض نماز کے بعد کی تکبیر (تشریق) کہنا نہ چھوڑے[1]۔ اس دن وہاں دعا کے لئے نہ ٹھہرے بلکہ اپنی قیام گاہ میں آکر دعا مانگے۔

تکبیر تشریق:

”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَاَصِیْلًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، سب خوبیاں اسی کے لئے ہیں، میں صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتا ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہم اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں پڑے کافر برا مانیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا، دشمن کے لشکروں کو بھگایا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔“

اگر قربانی کا جانور ساتھ ہو تو اسے ذبح کرے، اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔

......سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی چٹکی میں لے کر اور سیدھا ہاتھ اچھی طرح اٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو بسم اللہ اَللّٰہ اکبر کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات کنکریاں اس طرح ماریں کہ تمام کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ کم از کم تین ہاتھ کے فاصلے تک گریں۔ پہلی کنکری مارتے ہی لبیک کہنا موقوف کر دیں کہ اب لبیک کہنا سنت نہ رہا۔ جب سات پوری ہو جائیں تو وہاں نہ رکئے، نہ سیدھے جائیں، نہ دائیں بائیں۔ بلکہ فوراً ذکر و دعا کرتے ہوئے پلٹ آیئے۔

[1] ......احناف کے نزدیک: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں، وہ یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۷۸۴)

ذبح کرنے کے بعد کی دعا:

ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَبِکَ وَاِلَیْکَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرٰھِیْمَ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ قربانی تجھ سے، تیرے ساتھ اور تیرے لئے، اسے میری طرف سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے خلیل حضرت سیِّدُنا ابرہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے قبول فرمائی۔''

سب سے افضل اونٹ کی قربانی ہے، پھر گائے کی، پھر بکری کی۔ اونٹ اور گائے میں سات لوگوں کے شریک ہونے سے بکری کی قربانی افضل ہے۔ بکری سے دنبہ کی قربانی افضل ہے۔

بہترین قربانی:

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہترین قربانی سینگوں والے مینڈھے کی ہے۔''(1) سفید رنگ کا دنبہ مٹیالے اور سیاہ دنبے سے افضل ہے۔

ایک دنبہ دو دنبوں سے افضل:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''قربانی میں ایک سفید دنبہ دو سیاہ دنبوں سے افضل ہے۔'' اگر نفلی قربانی ہو تو اس میں سے کچھ کھائے(2)۔

وہ عیب کہ جن کے سبب قربانی جائز نہیں:

لنگڑا ہونا، ناک یا کان کا کٹا ہونا، کان کا اوپر یا نیچے سے چرا ہونا، سینگوں کا ٹوٹا ہوا ہونا، پاؤں کٹے ہوئے ہونا، خارش زدہ ہونا(3)، کان کے اگلے یا پچھلے حصے میں سوراخ ہونا اتنا دبلا و کمزور کہ ہڈیوں میں گودا نہ رہے۔ جس جانور

---

(1)......سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب کراھیۃ المغالاۃ فی الکفن، الحدیث:۳۱۵۶، ج۳، ص۲۶۷۔

(2)......احناف کے نزدیک: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو دے سکتا ہے کھلا سکتا ہے بلکہ اوس سے کچھ کھالینا قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے۔ قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیا کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود نہیں کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔

(3)......احناف کے نزدیک: خارشی جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ فربہ (موٹا، صحت مند) ہو اور اتنا لاغر کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔ (بہار شریعت، ج۳، ص۳۴۰) **نوٹ**: مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت کے مذکورہ مقام کا مطالعہ کیجئے!

میں مذکورہ عیوب میں سے کوئی عیب ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

قربانی کے بعد سر منڈائے۔ سنت یہ ہے کہ قبلہ رو ہو، سر کے اگلے حصے سے شروع کرے اور دائیں طرف سے گُدّی پر ابھری ہوئی ہڈیوں تک حلق کرائے پھر باقی سر کا حلق کرائے۔

حلق کرانے کے بعد کی دعا:

سر منڈوانے کے بعد یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ اثْبِتْ لِيْ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةً وَامْحُ عَنِّيْ بِهَا سَيِّئَةً وَارْفَعْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ دَرَجَةً یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہر بال کے بدلے میرے لئے نیکی لکھ دے اور گناہ مٹا دے اور اپنے ہاں ہر بال کے بدلے ایک درجہ بلند فرما دے۔''

عورت (پورے برابر) بال کتروائے۔ گنجے کے لئے سر پر استرہ پھروانا مستحب ہے[1]۔ جمروں کو کنکریاں مارنے کے بعد جب حلق کرائے تو احرام سے باہر ہو گیا، سوائے عورتوں اور شکار کے تمام ممنوع کام حلال ہو گئے۔ پھر مکہ مکرمہ کی طرف لوٹے اور ہمارے بیان کردہ طریقے کے مطابق طواف کرے، یہ طواف حج کا رکن ہے اسے طواف زیارت کہتے ہیں۔

طواف زیارت کا وقت:

اس کا اول وقت قربانی کی نصف رات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ افضل وقت قربانی کا دن ہے۔ اس کے لئے آخری وقت مقرر نہیں بلکہ اسے مؤخر کر سکتا ہے لیکن احرام کی قید باقی رہے گی، اس طواف کے بعد ہی اس کے لئے عورت کا قرب حلال ہو گا۔ احرام سے مکمل طور پر اس وقت باہر ہو گا جب طواف زیارت کر لے، بیوی سے جماع بھی تب ہی جائز ہو گا۔ اب صرف ایامِ تشریق کی کنکریاں مارنا اور مِنٰی میں رات گزارنا باقی ہے، احرام سے نکلنے کے بعد حج کی اتباع میں یہ واجب ہے۔ دو رکعتوں کے ساتھ طواف زیارت کا طریقہ وہی ہے جو طواف قدوم کا ہے۔ جب دو رکعتیں پڑھ چکے تو ہمارے بیان کردہ طریقے کے مطابق (صفا و مروہ کے درمیان) سعی کرے بشرطیکہ طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی ہو اور اگر سعی کر چکا ہے تو اس کا یہ رکن ادا ہو گیا اب دوبارہ سعی کرنا ضروری نہیں۔

احرام سے نکلنے کے اسباب:

احرام سے نکلنے کے تین اسباب ہیں: (۱)......کنکریاں مارنا (۲)......سر منڈوانا (۳)......فرض طواف کرنا۔ ان

---

[1] ......احناف کے نزدیک: جس کے سر پر بال نہ ہوں اسے استرہ پھروانا واجب ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۱۱۴۲)

تین میں سے دو باتیں پائی گئیں تو اس کے لئے دو میں سے ایک حلّت پائی گئی اور ذبح کے ساتھ ان تینوں کو مقدم و مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے کنکریاں مارے، پھر ذبح کرے، پھر سر منڈائے پھر طواف کرے۔اس دن امام کے لئے سنت یہ ہے کہ زوال کے بعد خطبہ دے اور یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا الوداعی خطبہ تھا۔

حج کے خطبات:

حج میں چار خطبے ہیں: (۱)......ساتویں ذوالحجہ کا خطبہ (۲)......یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) کا خطبہ (۳)......قربانی کے دن کا خطبہ (۴)......مِنٰی سے واپسی کے پہلے دن (یعنی بارہویں ذوالحجہ) کا خطبہ[1]۔ یہ تمام خطبے زوال کے بعد ہوں گے۔تمام میں ایک خطبہ ہوگا سوائے عرفات کہ اس میں دو خطبے ہوں گے جن کے درمیان بیٹھنا ہے۔ جب طواف سے فارغ ہو جائے تو رات گزارنے اور کنکریاں مارنے کے لئے مِنٰی واپس لوٹے اور وہ رات مِنٰی میں گزارے۔اس رات کو لیلۃ القر (یعنی ٹھہرنے کی رات) کہا جاتا ہے کیونکہ دوسرے دن لوگ مِنٰی میں ٹھہرتے ہیں، وہاں سے جاتے نہیں۔ جب عید کا دوسرا دن آئے اور سورج ڈھل جائے تو کنکریاں مارنے کے لئے غسل کرے اور پہلے جمرہ جو عرفات سے ملا ہوا ہے اس کا قصد کرے، یہ راستے کی دائیں جانب ہے، اسے سات کنکریاں مارے جب اس سے آگے نکل جائے تو راستے کی دائیں جانب سے تھوڑا ہٹ کر قبلہ رخ کھڑا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھے، پھر حضورِ قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگے، دعا مانگتے ہوئے سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار قبلہ رو کھڑا رہے، پھر جمرہ وسطی کی طرف جائے اور اسے بھی پہلے جمرہ کی طرح کنکریاں مارے اور یہاں بھی پہلے کی طرح کھڑا ہو کر دعا مانگے، پھر جمرہ عقبہ کی طرف آئے اور سات دفعہ کنکریاں مارے، پھر کسی اور کام میں مشغول نہ ہو بلکہ اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹے اور یہ رات بھی مِنٰی میں گزارے، اس رات کو لیلۃ النفر الاوّل (یعنی پہلے کوچ کی رات) کہا جاتا ہے، یہیں صبح کرے اور ایامِ تشریق کے دوسرے دن جب ظہر کی نماز پڑھ لے تو اس دن بھی 21 کنکریاں مارے جیسے گزشتہ دن ماری تھیں، پھر اسے اختیار ہے کہ مِنٰی میں رات گزارے یا مکہ مکرمہ واپس لوٹ جائے۔اگر غروبِ آفتاب سے پہلے مِنٰی سے نکلا تو اس پر کچھ لازم نہیں، اگر رات تک صبر کیا تو نکلنا جائز نہیں بلکہ رات

[1] ......احناف کے نزدیک: حج میں تین خطبے سنت ہیں: (۱)......امام کا مکہ میں ساتویں کو اور (۲)......عرفات میں نویں کو اور (۳)......مِنٰی میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔(بہارشریعت، ج۱، ص۱۰۵۰)

گزارنا لازم ہے یہاں تک کہ دوسرے کُوچ کے دن 21 کنکریاں مارے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ مِنٰی میں رات نہ گزارنے اور کنکریاں نہ مارنے کی وجہ سے جانور ذبح کرنا لازم ہوتا ہے اور اسے چاہئے کہ اس کا گوشت صدقہ کر دے (خود نہ کھائے)۔ مِنٰی کی راتوں میں زیارت بیت اللہ شریف کے قصد سے جا سکتا ہے بشرطیکہ رات مِنٰی ہی میں گزارے[1] کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہی طریقہ تھا۔ (مِنٰی میں موجود) مسجدِ خیف میں امام کے ساتھ فرض نماز کی حاضری کو ترک نہ کرے کیونکہ اس کی بڑی فضیلت ہے۔ جب مِنٰی سے واپس آئے تو افضل یہ ہے کہ "**وادیٔ محصب**" میں ٹھہرے، وہاں عصر، مغرب اور عشا کی نماز پڑھے اور کچھ دیر سو جائے کہ یہ سنت ہے، اسے ایک گروہِ صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے روایت کیا، اگر ایسا نہ کیا تب بھی اس پر کچھ لازم نہیں۔

(8)......عمرہ اور طواف وداع تک کے دیگر آداب:

جو شخص حج سے پہلے یا بعد عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ غسل کر کے میقات سے عمرے کا احرام باندھ لے جیسا کہ حج کے بیان میں گزر چکا ہے اور عمرے کا افضل میقات جِعِرَّانہ ہے پھر تنعیم پھر حدیبیہ۔ عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہے، مسجد عائشہ کا قصد کرے اور وہاں دو رکعتیں پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے پھر تلبیہ کہتے ہوئے مکہ مکرمہ آ جائے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔ جب مسجد حرام میں داخل ہو تو تلبیہ کہنا چھوڑ دے، سات مرتبہ طواف کرے اور سات مرتبہ ہمارے بیان کردہ طریقے کے مطابق سعی کرے، جب فارغ ہو جائے تو سر منڈوائے، یوں اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا۔

جو شخص مکۂ مکرمہ میں قیام پذیر ہو اسے چاہئے کہ عمرے اور طواف کثرت سے کرے، بیت اللہ شریف کی زیارت بکثرت کرے، اگر (خوش نصیبی سے) بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کی سعادت مل جائے تو تعظیماً ننگے پاؤں داخل ہو اور دو ستونوں کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے کہ یہ افضل ہے۔

میرے قدم تو اس قابل بھی نہیں......!

کسی بزرگ سے پوچھا گیا: "کیا آج آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے ہیں؟" فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

[1]......احناف کے نزدیک: یہ چیزیں حج کی سنتوں میں سے ہیں: نویں رات مِنٰی میں گزارنا۔ آفتاب نکلنے کے بعد مِنٰی سے عرفات کو روانہ ہونا۔ وقوف عرفہ کے لئے غسل کرنا۔ عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں رات کو رہنا اور آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے مِنٰی کو چلے جانا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۱۰۵۰)

قسم! بیت اللہ شریف میں داخل ہونا تو دور کی بات میں تو اپنے قدموں کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ یہ بیت اللہ شریف کا طواف کریں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ کہاں چلے اور کس طرف چلے ہیں۔''

زمزم پیئے اور یہ دعا مانگے:

خوب پیٹ بھر کر زمزم پیئے، اگر ممکن ہو تو کسی کی مدد لئے بغیر خود نکال کر پیئے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ شِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ وَّسَقْمٍ وَّارْزُقْنِی الْاِخْلَاصَ وَالْیَقِیْنَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے ہر بیماری اور کمزوری کے لئے شفا بنا اور مجھے اخلاص، یقین اور دنیا و آخرت میں عافیت کی نعمت سے سرفراز فرما۔''

حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آبِ زمزم اسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔'' [1] یعنی جس بیماری سے شفا کی نیت سے پیا جائے اس سے شفا مل جاتی ہے۔

﴿9﴾......طوافِ وَداع کے آداب:

حج و عمرہ کی تکمیل کے بعد جب وطن واپسی کا ارادہ ہو تو پہلے دیگر کام کرلے، سواری پر کجاوہ کس لے اور بیت اللہ شریف سے رخصتی سب سے آخر میں ہو۔

مکہ مکرمہ سے رخصتی کے آداب:

مکہ شریف سے رخصت ہونے سے قبل رمل و اضطباع کے بغیر بیت اللہ شریف کا سات بار طواف کرے، جب طواف کرلے تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، آب زمزم پیئے پھر ملتزم کی طرف آئے اور خوب گڑگڑا کر یوں دعا مانگے: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْبَیْتَ بَیْتُكَ وَالْعَبْدَ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ حَمَلْتَنِیْ عَلٰی مَا سَخَّرْتَ لِیْ مِنْ خَلْقِكَ حَتّٰی سَیَّرْتَنِیْ فِیْ بِلَادِكَ وَبَلَّغْتَنِیْ بِنِعْمَتِكَ حَتّٰی اَعَنْتَنِیْ عَلٰی قَضَاءِ مَنَاسِكِكَ فَاِنْ کُنْتَ رَضِیْتَ عَنِّیْ فَازْدَدْ عَنِّیْ رِضًا وَاِلَّا فَمُنَّ اْلاٰنَ قَبْلَ تَبَاعُدِیْ عَنْ بَیْتِكَ ھٰذَا اَوَانُ اِنْصِرَافِیْ اِنْ اَذِنْتَ لِیْ غَیْرَ مُسْتَبْدِلٍ بِكَ وَلَا بِبَیْتِكَ وَلَا رَاغِبٍ عَنْكَ وَلَا عَنْ بَیْتِكَ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنِیَ الْعَافِیَۃَ فِیْ بَدَنِیْ وَالْعِصْمَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَاَحْسِنْ مُنْقَلَبِیْ وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَكَ اَبَدًا مَا اَبْقَیْتَنِیْ وَاجْمَعْ لِیْ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ عَھْدِیْ بِبَیْتِكَ الْحَرَامِ وَاِنْ جَعَلْتَہٗ اٰخِرَ عَھْدِیْ

[1] ......سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، الحدیث ۳۰۶۲، ج۳، ص۴۹۰، دون "ماء"۔

فَعَوِّضْنِیْ عَنْہُ الْجَنَّۃَ.

یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ بندہ تیرا بندہ، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہے، اپنی مخلوق میں سے مجھے تو نے اس چیز پر سوار کیا جسے تو نے میرے قابو میں کیا حتی کہ مجھے اپنے شہروں کی سیر کرائی، اپنی نعمت سے سرفراز فرمایا، ارکانِ حج کی ادائیگی میں میری مدد فرمائی، اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مزید رضا عطا فرما، اگر راضی نہیں تو اپنے اس گھر سے واپسی سے پہلے پہلے مجھ پر احسان فرما، اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تیری جگہ کسی اور کو اختیار نہ کروں، تیرے گھر کے علاوہ کوئی اور گھر نہ چاہوں، تجھ سے اور تیرے گھر سے منہ نہ پھیروں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے بدن میں عافیت اور دین میں حفاظت عطا فرما، میرا لوٹنا اچھا فرما، مجھے ہمیشہ اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرما، میرے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی جمع فرما، بے شک تو ہر چاہے پر قادر ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری بیت اللہ شریف کی اس حاضری کو آخری حاضری نہ بنا، اگر تو نے اسے میری آخری حاضری بنایا تو مجھے اس کے بدلے جنت عطا فرما۔‘‘

مستحب یہ ہے کہ جب تک بیت اللہ شریف سے اوجھل نہ ہو اس سے نگاہ نہ پھیرے۔

﴿10﴾......زیارتِ مدینہ اور اس کے آداب:

تین فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾......مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ یعنی جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (۱)

﴿2﴾......مَنْ وَجَدَ سِعَةً وَلَمْ یَفِدْ اِلَیَّ فَقَدْ جَفَانِیْ یعنی جو باوجود قدرت میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ سے جفا کی۔

﴿3﴾......مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَا یَهُمُّهُ اِلَّا زِیَارَتِیْ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ اَنْ اَكُوْنَ لَهُ شَفِیْعًا یعنی جو میری زیارت کے لئے آیا اس کا میری زیارت کے سوا کوئی مقصد نہ تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ میں اس کا شفیع بنوں۔ (۲)

مدینہ منورہ کے درو دیوار پر نظر پڑے تو یہ پڑھو!

جس کا زیارتِ مدینہ کا ارادہ ہو وہ راستے میں حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کثرت سے دُرودِ پاک

❶......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الحج، باب زیارة قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم الحدیث: ۱۰۲۷۴، ج۵، ص۴۰۳، مفهومًا۔

❷......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۱۴۹، ج۱۲، ص۲۲۵، مفهومًا۔

پڑھے۔ جب مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے درو دیوار اور درختوں پر نظر پڑے تو یوں کہے: ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ لِيْ وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرے رسول پاک کا حرم ہے، اسے میرے لئے جہنم سے بچنے، عذاب اور برے حساب سے امان کا سبب بنا۔''

مدینہ منورہ کے آداب:

مدینہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے بئرِ حرہ (حرہ کے مقام پر ایک کنواں ہے اس کے پانی) سے غسل کرے، خوشبو لگائے، صاف کپڑے پہنے، عاجزی وانکساری کرتے، تعظیم بجالاتے ہوئے داخل ہو اور یہ دعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین پر داخل ہوتا ہوں اے میرے ربّ! مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔''

مسجد نبوی کے آداب:

پھر مسجد نبوی شریف کا قصد کرے، مسجد میں داخل ہو، منبر کے پاس دو رکعت نماز ادا کرے، منبر کے ستون کو اپنے دائیں کندھے کے مقابل رکھے، منہ اس ستون کی طرف کرے جس طرف صندوق ہے، مسجد کے قبلہ میں جو دائرہ ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہو کہ مسجد کی تبدیلی (یعنی از سرِ نو تعمیر) سے پہلے پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کے لئے یہیں کھڑے ہوتے تھے۔ مسجد کے اس حصے میں نماز پڑھنے کی کوشش کرے جو توسیع سے پہلے تھی۔

روضۂ اقدس پر حاضری:

پھر روضۂ اقدس کے پاس حاضر ہو اور سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ انور کی جانب رخ کرکے اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو اور روضۂ مبارکہ کی دیوار کی طرف رُخ کرکے اس ستون سے چار گز کے فاصلے پر کھڑا ہو جو روضۂ اقدس کی دیوار سے متصل ہے، قندیل سر پر رہے۔ روضۂ انور کی دیوار کو چھونا اور بوسہ دینا ادب کے خلاف ہے بلکہ دور کھڑا ہونا احترام کے زیادہ قریب ہے۔ مذکورہ طریقے کے مطابق کھڑا ہو کر یوں ہدیۂ سلام پیش کرے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْنَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَحْمَدُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَاالْقَاسِمِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَاحِيُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَاقِبُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَشِيْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَانَذِيْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا طُهْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا طَاهِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَكْرَمَ وُلْدِ آدَمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَاتِمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْخَيْرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاتِحَ الْبِرِّ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَانَبِيَّ الرَّحْمَةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا هَادِيَ الْاُمَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ الَّذِيْنَ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَصْحَابِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَعَلٰى اَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلَّى عَلَيْكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْكَ الْغَافِلُوْنَ وَصَلَّى عَلَيْكَ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَفْضَلَ وَاَكْمَلَ وَاَعْلٰى وَاَجَلَّ وَاَطْيَبَ وَاَطْهَرَ مَا صَلّٰى عَلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ كَمَا اِسْتَنْقَذَنَا بِكَ مِنَ الضَّلَالَةِ وَبَصَّرَنَا بِكَ مِنَ الْعِمَايَةِ وَهَدَانَا بِكَ مِنَ الْجَهَالَةِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمِيْنُهٗ وَصَفِيُّهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَ نَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَ عَدُوَّكَ وَهَدَيْتَ اُمَّتَكَ وَعَبَدْتَ رَبَّكَ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَسَلَّمَ وَشَرَّفَ وَكَرَّمَ وَعَظَّمَ۔

یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امین! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے چنے ہوئے! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بہتر مخلوق! آپ پر سلام ہو، اے احمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ! آپ پر سلام ہو، اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ! آپ پر سلام ہو، اے ابوالقاسم! آپ پر سلام ہو، اے گناہوں کو مٹانے والے! آپ پر سلام ہو، اے سب سے آخر میں آنے والے! آپ پر سلام ہو، اے جمع کرنے والے! آپ پر سلام ہو، اے خوشخبری دینے والے! آپ پر سلام ہو، اے آنے والے خطرات سے متنبہ کرنے والے! آپ پر سلام ہو، اے پاک ذات! آپ پر سلام ہو، اے طاہر! آپ پر سلام ہو، اے اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرَّم! آپ پر سلام ہو، اے تمام رسولوں کے سردار! آپ پر سلام ہو، اے سب سے آخری نبی! آپ پر سلام ہو، اے تمام جہانوں کے ربّ کے رسول! آپ پر سلام ہو، اے بھلائی کے قائد! آپ پر سلام ہو، اے نیکی کا دروازہ کھولنے والے! آپ پر سلام ہو، اے نبیٔ رحمت! آپ پر سلام ہو، اے ہادیٔ امت! آپ پر سلام ہو، اے چمکتے چہرے والوں کے قائد! آپ پر سلام

ہو،آپ پراورآپ کے اہلِ بیت پر کہ جن سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ناپاکی کو دوراورانہیں خوب ستھرا کیا سلام ہو،آپ پر،آپ کے پاکیزہ اصحاب اورآپ کی پاکباز ازواج مؤمنین کی ماؤوں پرسلام ہو،اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہماری طرف سے آپ کواس سے افضل جزاعطا فرمائے جو کسی نبی کواس کی قوم یا کسی رسول کواس کی اُمّت کی طرف سے عطا فرمائی،اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحمت نازل فرمائے جب بھی یاد کرنے والے آپ کو یاد کریں، جب بھی غفلت شعار آپ سے غافل رہیں،اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر پہلوں اور پچھلوں میں وہ رحمت نازل فرمائے جوکسی مخلوق پرنازل ہونے والی رحمت سے زیادہ فضیلت والی، زیادہ کامل، زیادہ بلنداورزیادہ پاک ہوجیسا کہ اس نے آپ کے ذریعے ہمیں گمراہی سے بچایااورہمیں (دلی) اندھے پن سے بچا کر بصیرت عطا فرمائی اورآپ کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔میں گواہی دیتاہوں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبودنہیں، وہ یکتا ہےاس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندے،رسول، امین، چنے ہوئے اوراس کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اس کا پیغام پہنچا دیا،امانت ادا کردی،امت کی خیرخواہی کی، کفار سے جہاد کیا، اپنی امت کو ہدایت دی،تمام زندگی عبادت میں گزاری، آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت،سلام، بزرگی،کرامت اورعظمت کا نزول ہو۔

بارگاہِ رسالت میں کسی کا سلام پہنچانے کا طریقہ:

اگرکسی نے بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ سلام پیش کرنے کی نصیحت کی ہوتو یوں کہے:''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ مِنْ فُلَانٍ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ مِنْ فُلَانٍ یعنی (یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!) فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پرسلام ہو یافلانہ بنت فلاں کی طرف سے آپ پرسلام ہو۔''

بارگاہِ صدیقی وفاروقی میں ہدیۂ سلام:

پھر بارگاہِ صدیقی میں ہدیۂ سلام پیش کرنے کے لئے ایک گز کی مقدار پیچھے ہٹ جائے کیونکہ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکرصدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سرمبارک رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک کندھے کے پاس ہے اور بارگاہِ فاروقی میں ہدیۂ سلام کرنے کے لئے ایک گز کی مقداراور پیچھے ہٹ جائے کیونکہ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمرفاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مبارک سرامیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکرصدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کندھے کے قریب ہے۔پھر باری باری دونوں کی بارگاہ میں یوں سلام پیش کرے:''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُعَاوِنِيْنَ لَهٗ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّيْنِ مَا دَامَ حَيًّا وَالْقَائِمِيْنَ فِيْ اُمَّتِهٖ بَعْدَهٗ بِاُمُوْرِ الدِّيْنِ تَتَّبِعَانِ فِيْ ذٰلِكَ اٰثَارَهٗ وَتَعْمَلَانِ بِسُنَّتِهٖ فَجَزَاكُمَا اللّٰہُ خَيْرَ مَاجَزٰى وَزِيْرَىْ نَبِيٍّ عَنْ دِيْنِهٖ یعنی: اے رسول اللّٰہ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے وزیرو، سرکار کی حیاتِ مبارکہ میں دینِ متین کو قائم رکھنے میں ان کی مدد کرنے والو اور وصال (ظاہری) کے بعد امت میں دین کے امور کو قائم رکھنے والو! تم پر سلام ہو، اس معاملے میں تم نے حضور کے طریقے پر عمل کیا اور سنتِ رسول کی پیروی کی، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی کے دو وزیروں کو دین کے معاملے میں دیا۔

حضور کے وسیلے سے دعا:

پھر لوٹ کر رسول اللّٰہ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی قبرِ انور اور ستون (جو سیِّدُنا امام غزالی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْوَالِی کے دور میں تھا اس) کے درمیان سرکار کے سرِ اقدس کے سامنے جانبِ قبلہ منہ کر کے کھڑا ہو، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و بزرگی بیان کرے اور کثرت سے درودِ پاک پڑھے اور یوں عرض کرے: ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! بے شک تو نے ارشاد فرمایا اور تیرا قول برحق ہے، (پھر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے:)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾

(پ۵، النسآء:۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللّٰہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللّٰہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

پھر عرض کرے: ''اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ سَمِعْنَا قَوْلَكَ وَاَطَعْنَا اَمْرَكَ وَقَصَدْنَا نَبِيَّكَ مُتَشَفِّعِيْنَ بِهٖ اِلَيْكَ فِيْ ذُنُوْبِنَا وَمَا اَثْقَلَ ظُهُوْرَنَا مِنْ اَوْزَارِنَا تَائِبِيْنَ مِنْ زَلَلِنَا مُعْتَرِفِيْنَ بِخَطَايَانَا وَتَقْصِيْرِنَا فَتُبْ اللّٰهُمَّ عَلَيْنَا وَشَفِّعْ نَبِيَّكَ هٰذَا فِيْنَا وَارْفَعْنَا بِمَنْزِلَتِهٖ عِنْدَكَ وَحَقِّهٖ عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَاغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ قَبْرِ نَبِيِّكَ وَمِنْ حَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ یعنی: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! بے شک ہم نے تیرا فرمان سنا، تیرے حکم کی پیروی کی، اپنے گناہوں کے معاملے میں تیرے نبی کو شفیع بناتے ہوئے ان کی بارگاہ کا قصد کیا، گناہوں سے ہماری پیٹھیں بوجھل ہوگئیں، ہم اپنی لغزشوں سے توبہ کرتے، اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہیں، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمارے حق میں اپنے نبی کی سفارش قبول فرما، تیری بارگاہ میں جو ان کا مقام و مرتبہ اور تجھ پر ان کا جو حق ہے اس کے طفیل ہمیں بلندی عطا فرما، اے

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مہاجرین وانصار کی مغفرت فرما، ہماری اور ہمارے اُن بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان کی حالت میں رخصت ہو چکے ہیں، اے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی کے مزار پر انوار اور اپنے حرم شریف میں ہماری اس حاضری کو آخری حاضری نہ بنانا اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!''

رِیَاضُ الْجَنَّہ کی فضیلت:

پھر ریاض میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور حسب استطاعت کثرت سے دعا کرے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ''مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ یعنی میری قبر اور میرے منبر کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔'' (1)

منبر کے پاس بھی دُعا کرے اور مستحب ہے کہ اپنا ہاتھ نچلے پائے پر رکھے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی خطبہ کے دوران اپنا ہاتھ اسی پائے پر رکھتے تھے۔ (2) جمعرات کے دن شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا مستحب ہے، نماز فجر مسجد نبوی میں ادا کر کے زیارت کے لئے نکل جائے اور ظہر کی نماز مسجد نبوی میں آ کر ادا کرے، ہر فرض نماز مسجد نبوی میں باجماعت ادا کرے۔

جنت البقیع میں حاضری (3):

ہر روز بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ سلام پیش کر کے جنت البقیع میں حاضری دے کہ مستحب ہے، وہاں امیر المؤمنین

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مابین القبر والمنبر......الخ، الحدیث: ۱۳۹۱_۱۳۹۰، ص۷۲۰، "قبری" بدلہ "بیتی"۔

2 ......وفاء الوفاء، مساحۃ المنبر، الجزء الثانی، ج۱، ص۴۰۲۔

3 ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 304 صفحات پر مشتمل کتاب رفیق الحرمین صفحہ 200 پر شیخ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: جنت البقیع کے مدفونین کی خدمت میں باہر ہی کھڑے ہو کر سلام عرض کریں اور باہر ہی سے دعا مانگیں کیونکہ نجدیوں نے جنت البقیع شریف نیز جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ) دونوں مقدس قبرستانوں کے مقبروں اور مزاروں کو نہایت ہی بے دردی اور گستاخی کے ساتھ شہید کر دیا ہے۔ ہزارہا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اور بے شمار اہلبیت اطہار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اَجْمَعِیْن واولیائے کبار رَحِمَھُمُ اللّٰہ وعشاق زار رَحِمَھُمُ اللّٰہ کے مزارات کے نقوش تک مٹا دیئے ہیں۔ آپ اگر اندر تشریف لے گئے تو آپ کو کیا معلوم کہ آپ کا پاؤں کسی صحابی یا کسی ولی کے مزار شریف پر پڑ رہا ہے بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں پر بھی پاؤں رکھنا حرام ہے۔ جو راستہ قبریں منہدم کر کے بنایا جائے اس پر چلنا حرام ہے۔ بلکہ امام اہلسنّت، اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راستے کے بارے میں شک بھی ہو کہ یہ راستہ......

حضرت سیِّدُ نا عثمان بن عفان، حضرت سیِّدُ نا حسن بن علی، حضرت سیِّدُ نا علی بن حسین، حضرت سیِّدُ نا محمد بن علی اور حضرت سیِّدُ نا جعفر بن محمد کی قبور کی زیارت کرے اور مسجد فاطمہ میں نماز پڑھے، نیز ابن رسول حضرت سیِّدُ نا ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پھوپھی حضرت سیدتنا صفیہ (وازواج مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ) کے مزارات کی زیارت کرے۔ یہ تمام مزارات جنت البقیع میں ہیں۔ ہر ہفتے کے دن مسجد قبا میں جانا اور وہاں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

ایک عمرے کا ثواب:

مروی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو اپنے گھر سے نکلے یہاں تک کہ مسجدِ قبا میں آئے اور اس میں نماز پڑھے تو اس کے لئے ایک عمرے کا ثواب ہے۔'' (۱)

پھر مسجد قباء کے قریب اریس نامی کنوئیں پر آئے، اس سے وضو کرے، اس کا پانی پئے، منقول ہے کہ آقائے دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تھا۔ (۲) پھر مقام خندق کے پاس مسجدِ فتح میں آئے۔ اسی طرح تمام مساجد اور مقامات مقدسہ پر حاضری دے۔ منقول ہے کہ مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں مساجد اور مقدس مقامات 30 ہیں جن کے متعلق شہر کے لوگ جانتے ہیں جہاں تک ہو سکے ان (کی زیارت) کا قصد کرے۔ اسی طرح ان کنوؤں پر بھی جائے جن سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وضو و غسل فرماتے اور ان کا پانی پیتے تھے، یہ سات کنوئیں ہیں، حصول برکت و شفا کی نیت سے ان پر حاضر ہو۔ (۳)

اگر مدینۂ پاک کی حرمت کی پاسداری کرتے ہوئے وہاں رہنا ممکن ہو تو اس میں بہت بڑی فضیلت ہے کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو مدینہ کی سختی اور شدَّت پر صبر کرے گا میں بروزِ قیامت اس کا

......قبروں کو مٹا کر بنایا گیا ہے تو اس پر بھی چلنا حرام ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ تعالٰی۔ جنت البقیع کے دروازے پر ہی حاضر ہو کر سلام عرض کرنا ضروری نہیں۔ اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اس سمت سے حاضر ہوں جہاں سے قبلہ کو آپ کی پیٹھ ہو اور مدفونین کے چہرے آپ کی طرف ہوں۔

❶......سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة......الخ، باب ماجاء في الصلاة......الخ، الحديث: ۱۴۱۲، ج۲، ص۱۷۵، مفهومًا۔

❷......المجموع شرح المهذب، باب صفة الحج، ج۸، ص۲۷۶، فيه: ياتى بئراوليس۔

❸......المجموع شرح المهذب، باب صفة الحج، ج۸، ص۲۷۶، دون للشفاء وتبركابه۔

شفیع ہوں گا۔“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ”جس سے ہوسکے وہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں بروزِ قیامت اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا(۲)۔“ (۳)

مدینۂ منورہ سے واپسی کے آداب:

(زائر) جب تمام تر مشغولیات سے فارغ ہو کر مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا سے نکلنے کا ارادہ ہو تو روضۂ انور پر حاضر ہو کر بیان کردہ طریقے کے مطابق دعا و زیارت کرنا مستحب ہے۔ نیز بارگاہِ رسالت میں الوداعی سلام پیش کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرے کہ دوبارہ حاضری کی توفیق عطا فرمائے، سفر میں سلامتی کی دعا مانگے، پھر روضۂ صغیرہ میں دو رکعت نماز پڑھے یہ مسجد میں مقصورہ کے اضافہ سے پہلے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کھڑا ہونے کی جگہ تھی۔ مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالے پھر دایاں اور یہ دعا پڑھے: ”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّلَا تَجْعَلْہُ اٰخِرَ الْعَھْدِ بِنَبِیِّکَ وَحُطَّ اَوْزَارِیْ بِزِیَارَتِہٖ وَاَصْحِبْنِیْ فِیْ سَفَرِی السَّلَامَۃَ وَیَسِّرْ رُجُوْعِیْ اِلٰی اَھْلِیْ وَوَطَنِیْ سَالِمًا یَا اَرْحَمَ

❶ ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ......الخ، الحدیث:۱۳۷۷، ص۷۱۵۔

❷ ......مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج4، ص222 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ یہ بشارت اور ہدایت سارے مسلمانوں کو ہے نہ کہ صرف مہاجرین کو یعنی جس مسلمان کی نیت مدینہ پاک میں مرنے کی ہو وہ کوشش بھی وہاں ہی مرنے کی کرے کہ خدا نصیب کرے تو وہاں ہی قیام کرے خصوصاً بڑھاپے میں اور بلاضرورت مدینہ پاک سے باہر نہ جائے کہ موت و دفن وہاں کا ہی نصیب ہو، حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ دعا کرتے تھے کہ مولیٰ مجھے اپنے محبوب کے شہر میں شہادت کی موت دے، آپ کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ سبحان اللّٰہ فجر کی نماز مسجد نبوی محراب النبی، مصلے نبی اور وہاں شہادت: میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ تیس چالیس سال سے مدینہ منورہ میں ہیں، حدود مدینہ بلکہ شہر مدینہ سے بھی باہر نہیں جاتے، اسی خطرہ سے کہ موت باہر نہ آجائے حضرت امام مالک کا بھی یہ ہی دستور رہا: یہاں شفاعت سے مراد خصوصی شفاعت ہے، گنہگاروں کے سارے گناہ بخشوانے کی شفاعت اور نیک کاروں کے بہت درجے بلند کرنے کی شفاعت، ورنہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی ساری ہی امت کی شفاعت فرمائیں گے: خیال رہے کہ مدینہ پاک میں رہنا بھی افضل، وہاں مرنا بھی اعلیٰ اور وہاں دفن ہونا بھی بہتر: بعض صحابہ بعد موت مدینہ میں لا کر دفن کیے گئے: اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مدینہ پاک میں مرنے دفن ہونے کی کوشش کرے وہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ایمان پر مرے گا، کیونکہ اس کے لئے شفاعت خاص کا وعدہ ہے اور شفاعت صرف مومن کی ہوسکتی ہے۔

❸ ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینۃ، الحدیث:۳۹۴۳، ج۵، ص۴۸۳۔

الرَّاحِمِیْنَ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما اور اپنے نبی کی بارگاہ میں ہماری اس حاضری کو آخری حاضری نہ بنانا، اس زیارت کے طفیل میرے (گناہوں وغیرہ کے) بوجھ کو اُتار دے، سفر میں مجھے سلامتی عطا فرما اور مجھے اپنے وطن و گھر والوں کے پاس خیر وعافیت سے پہنچا، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!''

(زائر سے) جس قدر ہو سکے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قرب وجوار میں رہنے والوں پر صدقہ کرے۔ نیز مدینۂ منورہ ومکۂ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا کے درمیان آنے والی مساجد میں حاضری دے اور وہاں نماز پڑھے، یہ 20 مساجد ہیں۔

سفر سے واپسی کے آداب:

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی غزوہ یا حج وعمرہ سے واپس تشریف لاتے تو زمین کی ہر بلند جگہ پر تین دفعہ تکبیر کہتے اور یہ کلمات پڑھتے تھے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ہے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اپنے ربّ کو سجدہ کرنے والے اور تعریف کرنے والے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا، (دشمن کے) لشکروں کو بھگا دیا۔'' (۱)

بعض روایات میں ہے کہ یہ (آیت مبارکہ بھی) پڑھتے:

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ (پ ۲۰، القصص: ۸۸)

ترجمۂ کنز الایمان: ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے، اسی کا حکم ہے اور اس کی طرف پھر جاؤ گے۔

واپسی میں اس سنت پر عمل کرے۔ جب اپنے شہر کے قریب پہنچے تو اپنی سواری کو حرکت دے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِھَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس شہر میں سکون اور اچھا رزق عطا فرما۔'' (۲)

---

1 ...... صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مایقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ، الحدیث: ۱۳۴۴، ص ۷۰۱۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل / فضائل الامکنۃ، الحدیث: ۳۸۱۵۵، ج ۱۴، ص ۶۰۔

کسی کو گھر بھیج کر اپنے آنے کی خبر دے تاکہ اچانک گھر نہ جائے کہ یہی سنت ہے۔(۱)

رات کے وقت گھر والوں کے پاس نہ جائے۔ جب شہر میں داخل ہو تو پہلے مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز پڑھے کہ سنت ہے(۲) حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسی طرح کیا کرتے تھے۔(۳)

جب گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے: ''تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا یعنی: میں توبہ کرتا ہوں، میں توبہ کرتا ہوں، اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتا ہوں، وہ ہم پر کوئی گناہ باقی نہ رکھے۔''

حج مقبول کی علامت:

جب گھر لوٹ کر مطمئن ہو جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے بیت اللہ شریف، حرم شریف اور روضۂ انور کی زیارت کی صورت میں جو نعمتیں عطا فرمائیں انہیں نہ بھلائے۔ (لوٹنے کے بعد) اگر دوبارہ لہو ولعب، غفلت اور گناہوں میں مشغول ہو جائے تو یہ اس نعمت کی ناشکری ہوگی۔ نیز یہ حج مقبول کی علامت نہیں بلکہ حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے اور زیارت بیت اللہ شریف کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کی تیاری کرے۔

{......منافق کی تین نشانیاں......}

حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱)...... جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲)...... جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور (۳)...... جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' (صحیح البخاری، الحدیث۳۳، ج۱، ص۲۴)

---

❶......قال العراقی: لم اجد فیه ذکر الارسال ، هامش الاحیاء، ج۱ ، ص ۵۹۰۔

❷......صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک......الخ، الحدیث۲۷۶۹، ص۱۴۸۳۔

❸......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الحج، باب الدعاء اذا سفر، الحدیث۱۰۳۰۴، ج۵، ص۴۱۰۔

باب نمبر3: # حج کی باریکیاں اورباطنی اعمال

دس قابل توجہ آداب:

﴿1﴾......نفقہ حلال کمائی سے ہو اور ہاتھ دل کو مشغول کرنے والی اور خیالات کو منتشر کرنے والی تجارت سے خالی ہو تاکہ مکمل توجُّہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف ہو، دل مطمئن اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور اس کی نشانیوں کی تعظیم کی طرف متوجہ ہو۔ مروی ہے کہ ”آخری زمانے میں لوگ حج کے لئے چار قسمیں ہو کر نکلیں گے: بادشاہ عیش وعشرت کے لئے، امرا تجارت کے لئے، فقرا مانگنے کے لئے اور قراء دکھاوے کے لئے۔“ (۱)

مذکورہ حدیثِ پاک میں ایسے دنیوی مقاصد کی طرف اشارہ ہے جو حج کے ذریعے حاصل ہو سکتے ہیں اور ایسی تمام چیزیں حج کی فضیلت کے حصول میں رکاوٹ بنتی اور خصوصی حج کی حد سے نکال دیتی ہیں، خصوصاً جب نفسِ حج کے بدلے تجارت کرے یعنی کسی کی طرف سے اجرت پر حج کرے اور اخروی عمل کے بدلے دنیا طلب کرے۔ متقی و پرہیزگار اہلِ دل نے اسے ناپسند فرمایا سوائے یہ کہ اس کا مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعۡظِیۡمًا میں ٹھہرنے کا ارادہ ہو اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو وہاں تک پہنچا دے تو اس ارادے سے اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں، دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنا مقصود نہ ہو بلکہ دنیا کے ذریعے دین کا حصول مقصود ہو۔ اس وقت اس کی نیت یہ ہونی چاہئے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کرے گا اور اپنے بھائی سے فرض ساقط کر کے اس کی مدد کرے گا۔

ایک حج کے بدلے تین کا جنت میں داخلہ:

حضور انور، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک حج کے بدلے تین شخصوں کو داخلِ جنت فرمائے گا: (۱)......وصیت کرنے والا (۲)......اسے نافذ کرنے والا (۳)......اپنے بھائی کی طرف سے حج کرنے والا۔“ (۲)

میں یہ نہیں کہتا کہ اجرت لینا جائز نہیں یا فرض حج ادا کرنے کے بعد کسی کا ایسا کرنا حرام ہے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ ایسا

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۹۳-۱۹۴۔
کنزالعمال، کتاب الحج والعمرۃ، الباب الثالث، الحدیث۱۲۳۵۸، ج۵، ص۵۲، بتغیر۔

2 ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الحج، باب النیابۃ فی الحج......الخ، الحدیث۹۸۵۵، ج۵، ص۲۹۳، مفھومًا۔

نہ کرے اور اسے کمائی وتجارت کا ذریعہ نہ بنائے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ دین کے بدلے دنیا عطا فرما دیتا ہے لیکن دنیا کے بدلے دین نہیں دیتا۔

حج پر اجرت لینے والے کی مثال:

حدیث پاک میں ہے کہ ”جو راہِ خدا میں جہاد کرتا اور اجرت لیتا ہے اس کی مثال حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ماں کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی اور اجرت لیتی تھی۔“ (1)

حج پر اُجرت لینے والے کی مثال حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ماں کی سی ہو تو اس کے اُجرت لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ تو اس لئے لیتا ہے تاکہ اس کے ذریعے حج وزیارت ممکن ہو، نہ کہ اجرت لینے کے لئے حج کرتا ہے بلکہ اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ حج پر قادر ہو سکے، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ماں اجرت لیتی تھی تاکہ ان کے لئے دودھ پلانا آسان ہو جائے کیونکہ لوگوں پر ان (یعنی ام موسیٰ) کا حال پوشیدہ تھا۔

﴿2﴾......ٹیکس دے کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن کی مدد نہ کرے اور وہ مسجد حرام سے روکنے والے مکہ کے امرا اور وہ اَعراب (یعنی دیہاتی) ہیں جو راستے میں گھات لگا کر بیٹھتے ہیں کیونکہ انہیں مال دینا ظلم پر ان کی مدد کرنا اور اسباب مہیا کر کے ان کے لئے آسانی کرنا ہے اور یہ خود اس کام میں مدد کرنے کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا اس سے چھٹکارے کی تدبیر کرنی چاہئے اگر اس پر قادر نہ ہو تو بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: اگر نفلی حج چھوڑ دے اور راستے سے واپس آ جائے تو یہ ظالموں کی مدد کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ بدعت ہے جو بعد میں ایجاد ہوئی۔ اگر ان لٹیروں کی بات مان لی جائے تو یہ عام رواج بن جائے گا، نیز جزیہ دینے کے سبب مسلمانوں کی ذلت ورسوائی ہے، کسی کی اس بات کا کوئی معنٰی نہیں کہ مجھ سے لیا گیا، میں مجبور تھا کیونکہ اگر وہ گھر میں بیٹھا رہتا اور راستے سے واپس آ جاتا تو اس سے کوئی چیز نہ لی جاتی بلکہ بعض اوقات خوشحالی کے اسباب ظاہر ہونے کے سبب ان کا مطالبہ بڑھ جاتا ہے، اگر فقرا کی وضع قطع اپنائے ہوتا تو اس سے مطالبہ نہ ہوتا۔ پس اس نے اپنے آپ کو خود حالتِ اِضطرار میں مبتلا کیا۔

---

(1)......الکامل فی ضعفاء الرجال، اسماعیل بن عیاش ۱۲۷، ج ۱، ص ۴۷۶، بتغیرٍ۔

﴿3﴾......زادِراہ میں وسعت ہو، خوش دلی سے افراط وتفریط کے بغیر میانہ روی سے خرچ کرے۔ اسراف سے مراد مالداروں کی عادت کے مطابق طرح طرح کے کھانے کھانا اور مشروبات پینا ہے۔

اسراف میں بھلائی نہیں اور بھلائی میں اسراف نہیں:

محض زیادہ خرچ کرنے میں اسراف نہیں کیونکہ اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کام میں کوئی اسراف نہیں جیسے منقول ہے کہ ''راہِ حج میں مال خرچ کرنا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے اور ایک درہم کے بدلے 700 دراہم ہیں۔''

سخی ہونے کی ایک علامت:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں: ''سفر میں خوش دلی سے خرچ کرنا انسان کے سخی ہونے کی علامت سے ہے۔'' نیز فرمایا کرتے تھے: ''افضل حاجی وہ ہے جس کی نیت خالص، خرچ پاک اور یقین عمدہ ہو۔''

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے۔'' عرض کی گئی: ''یارَسُوۡلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حج کی مقبولیت کس چیز سے ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''اچھا کلام کرنا اور کھانا کھلانا۔''[1]

﴿4﴾......**رفث**، فسق اور جدال ترک کردے جیسا کہ قرآنِ پاک میں حکم ہے۔ **رفث:** سے مراد ہر فضول، بیہودہ اور بے حیائی والی بات ہے، عورتوں کے بارے میں عشقیہ اور دل لگی کی باتیں کرنا، جماع اور اس کے مقدمات کے بارے میں گفتگو کرنا بھی اس میں شامل ہے کیونکہ یہ چیز جماع پر ابھارتی ہے جو اس وقت ممنوع ہے اور ممنوع کی طرف لے جانے والا کام بھی ممنوع ہوتا ہے۔ **فسق:** اطاعت الٰہی سے خارج ہر کام کو شامل ہے۔ **جدال:** سے مراد بہت زیادہ جھگڑنا ہے جس سے کینہ پیدا ہوجائے، اسی وقت ہمت منتشر اور حسنِ اخلاق ختم ہوجائے۔

حضرتِ سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: ''جس نے بیہودہ بات کی اس کا حج فاسد ہوگیا۔'' اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھانا کھلانے کے ساتھ اچھی گفتگو کو بھی حج کی قبولیت کا سبب قرار دیا اور جھگڑا اچھی گفتگو کے منافی ہے۔ لہٰذا اپنے رفیق، اونٹ ہانکنے والے اور دیگر رفقا پر زیادہ اعتراض نہ کرے بلکہ اپنے پہلو کو نرم

---

[1]......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث:۹۹۵۵، ج۳، ص۴۸۶، باختصارٍ۔
السنن الکبری للبیہقی، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، الحدیث:۱۰۳۹۹، ج۵، ص۴۳۱، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

کرے، بیت اللہ شریف کی طرف جانے والوں کے لئے عاجزی کے بازو بچھائے، حُسنِ اخلاق کو لازم پکڑے۔ حسن خلق صرف اذیت دور کرنے کا نام نہیں بلکہ (دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی) اذیت برداشت کرنا بھی حسن خلق ہے۔

سفر کو سفر کہنے کی وجہ:

منقول ہے کہ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کے اخلاق کو ظاہر کرتا ہے، اسی وجہ سے جب ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی موجودگی میں کہا کہ میں فلاں شخص کو جانتا ہوں، تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے جس سے اس کے اچھے اخلاق کا پتا چلتا؟'' عرض کی: ''نہیں۔'' فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ تم اسے نہیں جانتے۔''

ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر:

﴿5﴾......اگر ہو سکے تو پیدل حج کرے کہ افضل ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے بوقت موت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے میرے بیٹو! پیدل حج کرو کیونکہ پیدل حج کرنے والے کے لئے ہر قدم کے بدلے حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ہیں؟'' عرض کی گئی: ''حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟'' فرمایا: ''ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔''

راستے کی بنسبت، ارکانِ حج ادا کرتے ہوئے مکہ شریف سے میدانِ عرفات اور مِنٰی کی طرف پیدل چلنے کی زیادہ تاکید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (پ۲، البقرۃ:۱۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی اور مُعَلِّمُ الْاُمَّہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''اگر گھر سے ہی احرام باندھ کر چلے تو یہ حج کی تکمیل ہے۔''

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''سوار ہونا افضل ہے کیونکہ اس میں مال خرچ کرنا ہے۔ نیز اس میں نفس کو زیادہ مشقت نہیں اٹھانی پڑتی، اسے اذیت میں مبتلا نہیں کیا جاتا، سلامتی زیادہ اور حج کو مکمل کرنا ہے۔''

تطبیق:

حقیقت یہ ہے کہ یہ پہلی بات کے مخالف نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہونی چاہئے اور یوں کہا جائے کہ جس کے لئے پیدل چلنا آسان ہو اس کے لئے پیدل چلنا افضل ہے اور جو کمزور ہو کہ پیدل نہ چل سکے، نیز پیدل چلنے کے سبب بداخلاقی اور عمل میں کوتاہی پیدا ہو تو سوار ہونا افضل ہے جیسا کہ مسافر کے لئے روزہ افضل ہے اور مریض کے لئے تب افضل ہے جبکہ کمزوری اور بداخلاقی پیدا نہ ہو۔

جو نفس پر گراں گزرتا ہو وہ عمل افضل ہے:

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے عمرے کے متعلق پوچھا گیا کہ اس میں پیدل چلے یا ایک درہم کے بدلے سواری کرائے پر لے لے تو فرمایا: ''اگر ایک درہم خرچ کرنا زیادہ معلوم ہوتا ہو تو کرائے پر جانا پیدل چلنے سے افضل ہے اور اگر پیدل چلنا مشکل لگتا ہو جیسا کہ امرا تو اس کے لئے پیدل چلنا افضل ہے۔''

گویا انہوں نے مجاہدۂ نفس کا طریقہ اختیار کیا، اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ پیدل چلے اور درہم کو بھلائی کے کام میں خرچ کر دے اور ایسا کرنا سواری کرائے پر لینے سے بہتر ہے۔ اگر اس کا نفس پیدل چلنے اور مال خرچ کرنے کی دوہری مشقت برداشت نہ کرے تو مذکورہ (بعض علما کی بیان کردہ) صورت ہی مناسب ہے۔

سوار ہونے سے متعلق آداب:

﴿6﴾ ...... بوجھ اُٹھانے والے جانور پر بغیر کجاوے کے سوار ہو۔ البتہ، جب خوف ہو کہ کسی عذر کی وجہ سے جانور (کی پیٹھ) پر نہ ٹھہر سکے گا تو کجاوے میں بیٹھ سکتا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) ...... سواری پر تخفیف کرنا کیونکہ کجاوہ اسے تکلیف دیتا ہے (۲) ...... خوشحال متکبر لوگوں کی وضع قطع سے بچنا۔

مروی ہے کہ ''حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جس سواری پر سوار ہو کر حج کیا اس پر پرانا کجاوہ اور پھٹا ہوا کپڑا تھا جس کی قیمت چار درہم تھی، [1] اور سواری پر ہی طواف فرمایا تا کہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

[1] ...... سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الحج علی الرحل، الحدیث ۲۸۹۰، ج۳، ص۴۰۹، بتغیرٍ۔

وَسَلَّم کے طریقے اور عادتِ مبارکہ کو دیکھیں۔''[1] اور ارشاد فرمایا: ''اپنے ارکانِ حج مجھ سے سیکھ لو۔''[2]

منقول ہے کہ کجاوے میں سوار ہونا حجاج بن یوسف ثقفی کا ایجاد کردہ طریقہ ہے اور اس دور کے علما اسے ناپسند کرتے تھے۔

حکایت: پسندیدہ حاجی:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا سعید بن مسروق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں حج کے لئے ''کوفہ'' سے ''قادسیہ'' کی طرف گیا، وہاں شہر کے رفقاء مل گئے، میں نے دیکھا کہ تمام حاجی سوار ہیں ان کے پاس کجاوے اور عمدہ قسم کے کپڑے تھے سوائے دو کے کہ وہ صرف کجاوؤں پر سوار تھے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حاجیوں کے لباس اور کجاووں کو دیکھا تو فرمایا: ''حاجی کم اور سوار زیادہ ہیں۔'' پھر ایک مسکین شخص کو دیکھا جس کی حالت کمزور تھی، اس کے نیچے اُونی کپڑا تھا تو فرمایا: ''یہ کتنا اچھا حاجی ہے۔''

حاجی کو کیسا ہونا چاہئے؟

﴿7﴾ ...... حاجی کا لباس عام وسادہ ہو، پراگندہ حال اور بکھرے بالوں والا ہو، زیادہ زیب وزینت اختیار نہ کرے اور نہ ہی ایک دوسرے پر فخر کرنے اور مال میں زیادتی چاہنے کے اسباب کی طرف مائل ہو ورنہ اس کا نام متکبرین اور دنیاداروں کی فہرست میں لکھ دیا جائے گا اور وہ کمزوروں، مسکینوں اور نیکوکاروں کے گروہ سے نکل جائے گا حالانکہ حضرت سیِّدُنا فضالہ بن عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پراگندہ بالوں اور ننگے پاؤں والا ہونے کا حکم دیا،[3] عیش وعشرت اور عیاش ہونے سے منع فرمایا۔[4]

---

1 ...... صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ......الخ، الحدیث: ۱۲۷۴، ص۶۶۲۔

2 ...... صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی جمرۃ العقبۃ......الخ، الحدیث: ۱۲۹۷، ص۶۷۵۔

3 ...... مجمع الزوائد، کتاب اللباس، باب ترک الرفاھیۃ، الحدیث: ۸۶۰۹۔۸۶۱۰، ج۵، ص۲۴۰، مفھومًا۔

4 ...... سنن ابی داود، کتاب الترجل، الحدیث: ۴۱۶۰، ج۴، ص۱۰۲، فیہ لفظ "ینھانا عن کثیر من الرفاہ"۔

ایک روایت میں ہے کہ ''حج کرنے والا وہ ہے جو میلا اور بووالا ہو[1]۔[2] اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میرے گھر کی زیارت کرنے والوں کو دیکھو وہ میرے پاس دور دور سے پراگندہ بالوں اور گرد آلود چہروں کے ساتھ آئے ہیں۔'' [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ (پ۱۷، الحج:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: پھر اپنا میل کچیل اُتاریں۔

''تَفَث'' کا معنیٰ بالوں کا بکھرا ہونا اور چہرے کا گرد آلود ہونا ہے اور ''قَضَاء'' سے مراد بال منڈانا، موچھیں ترشوانا اور ناخنوں کا ٹنا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لشکروں کے سرداروں کو لکھا کہ ''پرانے اور کھردرے لباس پہنو۔''

منقول ہے کہ حاجیوں کی زینت اہلِ یمن ہیں کیونکہ وہ عاجزی اور مسکینی اختیار کرتے اور اسلاف کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے طور طریقوں پر چلتے ہیں۔ لہٰذا حاجی کو خصوصی طور پر سرخ لباس اور عمومی طور پر لباس شہرت سے بچنا چاہئے۔

مروی ہے کہ ایک بار صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سفر میں تھے، ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا جب اونٹ چرنے لگے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پالانوں پر سرخ کپڑے دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ سرخ رنگ تم پر غالب آنے لگا ہے۔'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اسی وقت اٹھے اور ان کی پیٹھوں سے وہ کپڑے اتار لئے یہاں تک کہ بعض اونٹ بدکنے لگے۔ [4]

---

1 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج4، ص96 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: سوال یہ تھا کہ کامل حاجی کون ہے۔ فرمایا جس پر دو علامتیں ہوں۔ پراگندگی بال سر میلا، کیونکہ بحالت احرام بال ٹوٹنے کے اندیشہ سے سر کم دھوتے ہیں اور بو والا کیونکہ بحالت احرام خوشبو لگانا منع ہے، اور بسا اوقات پسینہ اور لوگوں کے ازدہام سے کچھ بو سی محسوس ہونے لگتی ہے: خلاصہ یہ ہے کہ حاجی بحالت حج دنیاوی، تکلفات سے ایک دم کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

2 ...... سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب مایوجب الحج، الحدیث: ۲۸۹۶، ج۳، ص۴۱۲۔

3 ...... شعب الایمان للبیهقی، باب فی المناسک/ فضل الوقوف بعرفات، الحدیث: ۴۰۶۷، ج۳، ص۴۶۰۔

4 ...... سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، الحدیث: ۴۰۷۰، ج۴، ص۷۴، مفهومًا۔

سواری کے متعلق آداب:

﴿8﴾......سواری کے ساتھ نرم برتاؤ کرے، اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے، کجاوہ بھی اس کی طاقت سے باہر ہے، سواری پر سونا اس کے لئے اذیت کا باعث اور اس پر بوجھ بنتا ہے۔ اہلِ تقویٰ سواریوں پر نہیں سوتے تھے صرف بیٹھے بیٹھے اونگتے تھے اور اس پر زیادہ دیر بیٹھتے بھی نہیں تھے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو کرسیاں نہ بناؤ۔''[1]

صبح وشام سواری کے جانور سے اترنا مستحب ہے کہ اس سے وہ راحت پائے گا۔[2] نیز یہ سنت مبارکہ ہے۔ اس بارے میں اسلاف کے اقوال ملتے ہیں۔ بعض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام اس شرط پر جانور کرائے پر لیتے تھے کہ جانور سے اتریں گے نہیں اور پوری اجرت دیں گے پھر اُتر جاتے تھے تاکہ یوں وہ جانور سے بھلائی کرنے والے ہو جائیں۔ پس یہ عمل ان کی نیکی شمار ہوتا اور (بروز قیامت) ان کے میزان میں رکھا جائے گا کرائے پر دینے والے کے میزان میں نہیں رکھا جائے گا۔ جس نے کسی چوپائے کو اذیت دی اور اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادا تو قیامت کے دن اس سے مطالبہ کیا جائے گا۔ حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بوقت موت اپنے اونٹ سے فرمایا: ''اے اونٹ! اپنے ربّ کی بارگاہ میں مجھ سے نہ جھگڑنا، میں نے تجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادا۔''

خلاصۂ کلام:

ہر گرم جگر (یعنی جاندار چیز) میں اجر ہے۔ لہٰذا سواری اور کرائے پر دینے والے کے حق کی رعایت کرنی چاہئے اور گھڑی بھر اس سے اترنے میں سواری کو راحت دینا اور اس کے مالک کے دل کو خوش کرنا ہے۔

تقویٰ ہو تو ایسا:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: ''میرا یہ خط فلاں تک پہنچا دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''(ٹھہرو!) میں سواری کے مالک سے اجازت لے لوں کیونکہ میں نے یہ جانور کرائے پر لیا ہے۔''

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجھنی، الحدیث: ۱۵۶۲۵، ج۵، ص۳۱۵، مفھومًا۔

2 ......مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب المشی عن الرواحل، الحدیث: ۵۳۱۳، ج۳، ص۴۹۲۔

غور کیجئے! انہوں نے خط اٹھانے کے معاملے میں بھی تقویٰ اختیار کیا حالانکہ اس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ تقویٰ میں یہ احتیاط کا طریقہ ہے کیونکہ اگر تھوڑے کام کا دروازہ کھل جائے تو یہ آہستہ آہستہ زیادہ کی طرف لے جاتا ہے۔

﴿9﴾ ...... جانور کا خون بہا کر (یعنی قربانی کر کے) قربِ الٰہی حاصل کرے اگرچہ واجب نہ ہو اور کوشش کرے کہ جانور موٹا تازہ اور عمدہ ہو۔ اگر نفلی قربانی ہو تو اس میں سے کھائے اور واجب ہو تو نہ کھائے (عندالشوافع)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (پ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

اس فرمانِ باری تعالیٰ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہاں تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹے جانور کی قربانی دینا ہے۔ میقات سے قربانی کا جانور لے جانا افضل ہے جبکہ مشقت اور دشواری نہ ہو، خریدتے وقت قیمت نہ گھٹائے، کہ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن تین چیزوں میں قیمت زیادہ دیتے اور کم کرانے کو ناپسند کرتے تھے: (۱) ...... ہدی[1] (۲) ...... قربانی کا جانور اور (۳) ...... غلام۔ کیونکہ ان میں زیادہ قیمت والا مالک کے نزدیک زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔

سیِّدُنا فاروقِ اعظم اور 300 دینار:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قربانی کے لئے ایک بختی اونٹ لائے، آپ سے 300 دینار میں طلب کیا گیا، آپ نے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا کہ یہ بیچ کر دوسرا اونٹ خرید لوں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اسے ہی قربان کرو۔''[2]

اس لئے کہ تھوڑی اعلیٰ چیز زیادہ ادنیٰ چیز سے بہتر ہے اور تین سو دینار کے تیس جانور آسکتے تھے، ان میں گوشت بھی زیادہ ہوتا لیکن مقصود گوشت نہیں بلکہ مقصود تو نفس کو بخل سے پاک کرنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تعظیم وحسن وخوبی سے مزین کرنا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ...... ہدی: اس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لئے حرم کو لے جایا جائے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۱۲۱۳)

2 ...... سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب تبدیل الهدی، الحدیث ۱۷۵۶، ج۲، ص۲۰۷، مفهومًا۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ (پ۱۷، الحج:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

اور تقویٰ تب حاصل ہوتا ہے جب قیمت میں عمدگی کی رعایت کی جائے چاہے تعداد کم ہو یا زیادہ۔

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ''حج کی نیکی کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ۔'' عَجّ سے مراد بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور ثَجّ سے مراد جانور کی قربانی کرنا ہے۔ (1)

بقرہ عید کے دن سب سے افضل نیکی:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''انسان بقرہ عید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خون بہانے سے زیادہ پیاری ہو، یہ قربانی قیامت میں اپنے سینگوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے، لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو۔'' (2)

حدیث پاک میں ہے کہ ''تمہارے لئے قربانی کے جانور کی اون کے ہر بال کے عوض نیکی ہے اور خون کے ہر قطرے کے بدلے ایک نیکی ہے، یہ نیکیاں میزان میں رکھی جائیں گی، پس تمہارے لئے خوشخبری ہے۔'' (3)

ایک روایت میں ہے کہ ''اپنی قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کرو کیونکہ یہ بروزِ قیامت تمہاری سواریاں ہوں گی۔'' (4)

{10}......راہ حج میں زادِ راہ یا قربانی وغیرہ میں جو مال خرچ کرے خوش دلی سے کرے، نیز مال یا بدن میں کسی قسم کا نقصان ہو یا کوئی مصیبت پہنچے تو اسے بھی خوش دلی سے قبول کرے (اور صبر کرے) کیونکہ یہ حج قبول ہونے کی دلیل ہے۔

1......مسند البزار، مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه، الحدیث:۷۲، ج۱، ص۱۴۴۔

2......سنن ابن ماجه، کتاب الاضاحی، باب ثواب الاضحیة، الحدیث:۳۱۲۶، ج۳، ص۵۳۱۔

3......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام......الخ، ج۲، ص۱۹۶-۱۹۷۔

4......تلخیص الحبیر، کتاب الضحایا، الحدیث۱۹۵۳، ج۴، ص۳۴۱، مفهومًا۔

سفرِ حج میں مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت:

سفرِ حج میں مصیبت پر صبر کرنا راہ خدا میں خرچ (یعنی صدقہ) کرنے کے برابر ہے کہ ایک درہم کے بدلے 700 درہم صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ نیز یہ جہاد میں تکلیف پہنچنے کی مثل ہے۔ لہٰذا حاجی جو بھی تکلیف پائے یا نقصان اٹھائے (صبر کرنے پر) اسے ثواب ملے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی۔

قبولیتِ حج کی ایک علامت:

منقول ہے کہ قبولیتِ حج کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ جن نافرمانیوں میں مبتلا تھا انہیں چھوڑ دے اور اپنے برے دوستوں کو چھوڑ کر نیکوں کی صحبت اختیار کرے، لہو ولعب اور غفلت کی مجالس کو چھوڑ کر ذکر وفکر اور بیداری کی محافل اختیار کرے۔

باطنی اعمال اور اخلاص

باطنی اعمال، خلوصِ نیت، مقاماتِ مقدسہ سے کچھ حاصل کرنے، ان میں غور وفکر کرنے اور ابتدائے حج سے اختتام تک کے اسرار و معانی کو یاد کرنے کا بیان

جان لیجئے! حج کے متعلق چند امور کو سمجھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے اس بات کو سمجھنا کہ دین میں حج کا کیا مقام ہے، پھر اس کا شوق رکھنا، اس کا عزم کرنا، اس سے روکنے والی چیزوں کو ختم کرنا، احرام کے کپڑے خریدنا، زادِ راہ خریدنا، کرائے پر سواری لینا، حج کے لئے نکلنا، جنگلوں کا سفر طے کرنا، میقات سے تلبیہ کے ساتھ احرام باندھنا، مکہ مکرمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں داخل ہونا پھر بیان کردہ طریقے کے مطابق افعال حج کو مکمل کرنا۔ ان امور میں سے ہر ایک میں نصیحت ماننے والے کے لئے نصیحت، عبرت حاصل کرنے والے کے لئے عبرت، مریدِ صادق کے لئے تنبیہ اور ہر ذہین کے لئے معرفت و اشارہ ہے۔ ہم ان کی کنجیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ ان کا دروازہ کھل جائے اور تم ان کے اسباب جان لو اور ہر حاجی کے لئے ان کے وہ اسرار ورموز کھل جائیں جنہیں ان کی قلبی صفائی، باطنی طہارت اور سمجھ بوجھ کی رسائی چاہتی ہے۔

حج کا مفہوم:

جان لیجئے کہ بارگاہِ الٰہی تک رسائی کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ شہوات سے بچا جائے، لذّات سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، ضرورتوں پر اکتفا کیا جائے اور تمام حرکات وسکنات میں اخلاص اپنایا جائے، اسی وجہ سے سابقہ امتوں کے راہب مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور مخلوق سے وحشت کو ترجیح دی تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ انسیت حاصل کریں۔ پس انہوں نے رضائے الٰہی کی خاطر لذّات کو ترک کر دیا اور آخرت میں رغبت رکھتے ہوئے مجاہدات کو خود پر لازم کر لیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ (پ ۷، المآئدۃ: ۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کا مقصد:

جب یہ چیز مٹ گئی اور لوگ خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنے کو چھوڑ دیا اور اس میں سستی کرنے لگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا تا کہ آپ آخرت کے راستے کو زندہ کریں اور اس پر چلنے میں پہلے رسولوں کی سنت کی تجدید فرمائیں۔ جب مختلف مذاہب کے لوگوں نے حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دین میں رہبانیت (یعنی گوشہ نشینی) اور سیاحت کے متعلق پوچھا تو ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اس کے بدلے جہاد اور ہر بلند مقام پر تکبیر کہنے کا حکم دیا۔''[1] یہاں جہاد سے مراد حج ہے اور سیاحوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ''وہ روزے دار ہیں۔''[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس امت پر انعام فرمایا کہ حج کو ان کے لئے رہبانیت قرار دیا، بیت اللہ شریف کو اپنی طرف منسوب کر کے اسے عزّت عطا فرمائی اور اسے اپنے بندوں کے ارادوں کا مقام بنایا، اس کی شان وعظمت کے پیشِ نظر اس کے ارد گرد کو حرم قرار دیا، میدان عرفات کو حرم کے میدان کی طرح کر دیا، مکہ مکرمہ کے شکار اور درختوں کی حرمت بیان

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن السیاحة، الحدیث: ۲۴۸۶، ج۳، ص۹، باختصارٍ۔
سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الحرس والتکبیر فی سبیل الله، الحدیث: ۲۷۷۴، ج۳، ص۳۴۴، باختصارٍ۔

2 ......السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الصیام، باب فی فضل شهر رمضان......الخ، الحدیث: ۸۵۱۶، ج۴، ص۵۰۳۔

کر کے اس کی حرمت کو مزید پختہ اور بادشاہوں کے دربار کی طرح قرار دیا، اس کی طرف دور دراز سے پراگندہ بالوں اور گرد آلود چہروں والے زائرین بیت اللہ شریف کے ربّ کے لئے عاجزی کرتے اور اس کی جلالت وعزّت کے سامنے خشوع وخضوع اپناتے ہوئے حاضر ہوتے اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک ہے کہ کوئی گھر یا شہر اس کا احاطہ کرے تاکہ ان کی غلامی اور بندگی مزید بڑھے، ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی تکمیل ہو۔

اعمالِ حج اور دیگر عبادات میں فرق:

حج میں ان اعمال کی بجا آوری کا حکم ہے جن سے لوگ مانوس نہیں اور نہ ہی عقل ان کے باطنی معنی تک رسائی پاتی ہے جیسے رمیٔ جمار اور صفا مروہ کی سعی۔ اس جیسے اعمال سے غلامی اور بندگی کا کمال ظاہر ہوتا ہے کیونکہ **زکوٰۃ** میں نرمی ہے، اس کی حکمت سمجھ آتی اور عقل اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ **روزہ** اس خواہش کو توڑتا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن شیطان کا آلہ ہے اور مصروفیات سے رُک کر عبادت کے لئے فارغ ہونا ہے۔ **نماز** میں رکوع وسجود ایسے افعال ہیں جن کی ادائیگی کے طریقے میں ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے عاجزی پائی جاتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم سے لوگوں کو اُنس ملتا ہے لیکن بار بار صفا ومروہ کے درمیان دوڑنے، جمرات کو کنکریاں مارنے اور اس جیسے دیگر افعالِ حج میں نفوس کا کوئی حصہ نہیں، نہ ان سے طبیعت کو اُنس ملتا ہے اور نہ ہی عقل کی ان کے باطنی معانی تک رسائی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کی بجا آوری کا باعث محض حکمِ الٰہی ہے، حکم کی بجا آوری اس اعتبار سے ہے کہ اس کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے، عقل کو اس میں تصرف سے روکنا اور نفس وطبیعت کو ان کے محلِ اُنس سے پھیرنا ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کے معنی تک عقل کی رسائی ہو طبیعت اس کی طرف مائل ہو جاتی ہے تو یہ میلان حکم ماننے میں معاون ثابت ہوتا اور اس کام کا باعث بنتا ہے، اس سے غلامی اور فرمانبرداری کا کمال ظاہر نہیں ہوتا اسی لئے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حج کے متعلق خصوصی طور پر ارشاد فرمایا: ''میں حج کے لئے حاضر ہوں جو خالص بندگی کا حق ہے۔'' [1] جبکہ نماز وغیرہ کے متعلق یہ بات ارشاد نہیں فرمائی۔

حکمتِ الٰہی کا تقاضا:

حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ مخلوق کی نجات ان اعمال سے مربوط ہو جو طبیعتوں کی خواہش کے مخالف ہوں اور

---

[1] ......مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب الاھلال، والتلبیۃ، الحدیث: ۵۳۶۶، ج۳، ص۵۰۷۔

مخلوق کی لگام شریعت کے ہاتھ میں ہو اور وہ انہیں تسلیم کرنے اور بندگی کے طریقے پر بجالائیں۔ کیونکہ جن اعمال کے باطنی معانی سمجھ نہیں آتے وہ تزکیۂ نفس، طبیعت کے تقاضے اور عادات کو بندگی کی طرف پھیرنے کے سلسلے میں زیادہ بلیغ ہوتے ہیں (اس لئے کہ ان میں خالص بندگی پائی جاتی ہے)۔ یہ بات سمجھ جاؤ تو تم جان لوگے کہ ان عجیب افعال میں نفوس کا تعجب کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ عبادات کے اسرار سے بے خبر ہیں۔ حج کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اتنی وضاحت کافی ہے۔

حج کا شوق:

اس کا شوق تب پیدا ہوتا ہے جب یہ بات سمجھ آجائے کہ بیت اللّٰہ شریف **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے، یہ حاضری بادشاہوں کے دربار میں حاضری کی مثل ہے، اس کا قصد کرنے والا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا قصد کرنے والا اور اس کی زیارت کرنے والا ہے۔ بے شک جس نے دُنیا میں بیت اللّٰہ شریف کا قصد کیا وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی زیارت ضائع نہ ہو، اسے مقررہ مدّت میں زیارت کا مقصود عطا کر دیا جائے اور وہ آخرت میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا ہے کیونکہ دنیا میں فنا ہونے والی اور ناقص آنکھ میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے وجہ کریم کو قبول کرنے کی تاب نہیں، نہ ہی اسے برداشت کر سکتی اور اپنی کمزوری کے باعث اسے بطور سرمہ بھی استعمال نہیں کرسکتی ہے، اس کے برعکس آخرت میں اسے باقی رہنے پر مدد ملے گی اور تغیر وفنا کے اسباب سے پاک ہوجائے گی تو دیدارِ الٰہی کے لئے تیار ہوجائے گی لیکن وہ بیت اللّٰہ شریف کا قصد کرنے اور اس کا دیدار کرنے کے سبب یقینی طور پر وعدۂ الٰہی کے مطابق بیت اللّٰہ کے ربّ کے دیدار کا مستحق ہوجائے گا۔ محبّ ہر اس چیز کا مشتاق ہوتا ہے جسے اس کے محبوب سے نسبت ہوتی ہے۔ جب بیت اللّٰہ شریف کو ربّ عَزَّوَجَلَّ سے نسبت ہے تو محض اس نسبت کی وجہ سے اس کا مشتاق ہونا چاہئے چہ جائیکہ اس پر وہ عظیم ثواب ملے یا نہ ملے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حج کا عزم:

عازم مکہ ومدینہ بیت اللّٰہ شریف کی زیارت کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اپنے اہل وعیال، وطن اور خواہشات ولذات کو چھوڑنے کا عزم کرتا ہے تو اس کے دل میں بیت اللّٰہ شریف اور اس کے ربّ کی تعظیم ہونی چاہئے اور اسے

معلوم ہونا چاہئے کہ اس نے رفیع الشان کام کا ارادہ کیا ہے، جس کا معاملہ مشکل ہے اور جو بڑے کام کا ارادہ کرتا ہے اسے بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اس کا عزم خالص رضائے الٰہی کے لئے ہو جس میں دکھاوے اور شہرت کا شائبہ بھی نہ ہو، اسے یقین ہونا چاہئے کہ اس کی نیت اور عمل میں سے وہی قبول ہوگا جس میں اخلاص ہوگا۔ یہ بہت بڑی برائی ہے کہ کوئی بادشاہ کے گھر اور اس کے حرم کا ارادہ کرے لیکن مقصود کچھ اور ہو۔ پس اس کا ارادہ صحیح ہونا چاہئے اور یہ تب صحیح ہوگا جب اخلاص ہوگا اور اخلاص تب ہوگا جب دکھاوے وشہرت وغیرہ سے مکمل اجتناب کرے گا۔ لہٰذا عمدہ چیز کے بدلے حقیر چیز لینے سے بچنا چاہئے۔

تمام تر خیالات سے دل کو پاک کرنا:

اس کا معنی یہ ہے کہ ظلماً لیا ہوا مال واپس کرنا اور تمام گناہوں سے خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے توبہ کرنا۔ ہر زیادتی ایک علاقہ ہے اور ہر علاقہ قرض خواہ کی طرح ہے جو اس کے گریبان کو پکڑے ہوئے کہہ رہا ہے: "تو کس طرف متوجہ ہے؟ کیا تو بادشاہوں کے بادشاہ کے گھر کا ارادہ رکھتا حالانکہ اپنے گھر میں تُو اس کے حکم کو ضائع کر رہا ہے، اسے حقیر جان رہا اور اس کی تعمیل نہیں کر رہا کیا تجھے حیا نہیں آتی کہ اس کی بارگاہ میں نافرمان بندے کی طرح پیش ہو اور وہ تجھے ٹھکرا دے، قبول نہ کرے؟ اگر تیری خواہش ہے کہ تیرا یہ زیارت کرنا قبول ہو تو اس کے احکام پر عمل کر، ظلماً لیا ہوا مال لوٹا دے، پہلے اس کی بارگاہ میں تمام گناہوں سے سچی توبہ کر، اپنے دل کو کسی اور جانب متوجہ ہونے سے روک لے تاکہ پوری توجہ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جیسے ظاہری چہرہ سے اس کے گھر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو دنیا میں اپنے اس سفر میں تجھے تھکاوٹ وبدبختی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور آخرت میں تجھے دھتکار کر لوٹا دیا جائے گا۔ اپنے وطن کے ساتھ تعلقات کو اس طرح دل سے نکال دے جس طرح کوئی شخص وطن کو چھوڑ دیتا اور دل میں خیال کرتا ہے کہ دوبارہ اس کی طرف لوٹ کر نہیں آئے گا۔ اپنے اہل وعیال کے لئے وصیت لکھے کیونکہ مسافر اور اس کا مال خطرے میں ہوتے ہیں، سوائے اس کے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ محفوظ رکھے۔ جب سفرِ حج کے لئے جدا ہو رہا ہو تو سفرِ آخرت کے لئے سب سے جدا ہونے کو یاد کرے کیونکہ وہ بھی قریب اور سامنے ہے۔ سفرِ حج میں جو کچھ پیش آئے اسے سفرِ آخرت کی آسانی کا ذریعہ سمجھے کیونکہ وہ مستقل ٹھکانا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ لہٰذا اِس سفر کی تیاری کے وقت اُس سفر سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

زادِراہ:

زادراہ حلال جگہ سے حاصل کرے، جب محسوس کرے کہ نفس اس کی کثرت کا حریص ہے اور چاہتا ہے کہ دوردراز سفر کے باوجود وہ بچا رہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی آئے اور نہ ہی مقصد تک پہنچنے سے پہلے وہ خراب ہو تو یاد کرے کہ سفرِ آخرت اس سفر سے بہت طویل ہے، اس کا زادِراہ تقویٰ ہے، اس کے علاوہ جس چیز کو زادِراہ گمان کیا جاتا ہے وہ موت کے وقت دنیا میں ہی رہ جائے گی اور خیانت کرے گی، وہ اس کے ساتھ باقی نہیں رہے گی جیسے تازہ کھانا جو سفر کی پہلی منزل پر ہی خراب ہو جاتا ہے اور ضرورت کے وقت انسان حیران و پریشان اور محتاج ہو جاتا ہے اس کے پاس کوئی حیلہ نہیں ہوتا، لہٰذا اسے ڈرنا چاہئے کہ اس کے وہ اعمال جو آخرت کا زادِراہ ہیں موت کے بعد اس کا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ وہ ریاکاری کے شائبے اور کوتاہی کی میل کچیل سے خراب ہو جائیں گے۔

سواری:

جب سواری کے پاس پہنچے تو دل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اس کے لئے سواری کو مسخّر کیا تاکہ اس سے تکلیف دُور اور مشقت کم کرے، اس وقت اس سواری کو یاد کرے جس پر سوار ہو کر آخرت کی طرف جائے گا اور وہ جنازہ (کی چارپائی) ہے جس پر ڈال کر اسے لے جایا جائے گا کیونکہ حج کا معاملہ ایک اعتبار سے سفرِ آخرت کی طرح ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ کیا اس سواری پر سفر اس قابل ہے کہ اس سواری (جنازہ) پر سفرِ آخرت کرے اور وہ سفر اس کے کس قدر قریب ہے، اسے کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ موت قریب ہو اور سواری پر سوار ہونے سے پہلے ہی اسے جنازہ کی چارپائی پر سوار ہونا پڑے۔ جنازہ پر سوار ہونا تو یقینی ہے جبکہ اسبابِ سفر کی آسانی مشکوک ہے۔ تو کوئی عقل مند کیسے مشکوک اسبابِ سفر میں احتیاط سے کام لیتا، اس کے لئے زادِراہ اور سواری لیتا ہے اور یقینی سفر کا معاملہ مہمل چھوڑ دیتا ہے؟

اِحرام کے کپڑے خریدنا:

احرام کے کپڑے خریدتے ہوئے کفن اور اس میں لپیٹے جانے کو یاد کرے کیونکہ عنقریب بیت اللہ شریف سے قریب ہوتے وقت وہ احرام کی ایک چادر نیچے اور دوسری اوپر باندھے گا اور ہوسکتا ہے اس کا سفر مکمل بھی نہ ہو اور وہ یقینی

طور پر کفن کے کپڑوں میں لپٹا ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کرے تو جس طرح وہ عام لباس کے برعکس لباس میں بیت اللہ شریف سے ملاقات کرتا ہے اسی طرح موت کے بعد دنیوی لباس کے مخالف لباس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کرے گا۔ اِحرام بھی کفن کی طرح بغیر سلا ہوا ہوتا ہے۔

روانگی:

شہر سے روانہ ہوتے وقت اسے علم ہونا چاہئے کہ اس نے اپنے گھر والوں اور وطن کو چھوڑ دیا اور ایسے سفر کی طرف پیش قدمی کر دی ہے جو دنیوی سفروں کے مشابہ نہیں۔ لہٰذا اپنے دل میں یہ بات حاضر کرے کہ اس کا کیا ارادہ ہے؟ کس کی طرف متوجِّہ ہے؟ کس کی زیارت کا قصد کر رہا ہے؟ دیگر زائرین کے ساتھ بادشاہوں کے بادشاہ کی طرف متوجہ ہے، جنہیں پکارا گیا تو انہوں نے جواب دیا، انہیں زیارت کا شوق دلایا گیا تو وہ مشتاق ہو گئے، انہیں رغبت دلائی گئی تو وہ تیار ہو گئے، انہوں نے تمام رشتے ناطے ختم کر دیئے، لوگوں سے جدائی اختیار کر لی اور بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو گئے جس کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شان بلند فرمائی، اسے قدر و منزلت عطا فرمائی تاکہ وہ ربِّ کعبہ سے ملاقات کی جگہ بیت اللہ شریف کی ملاقات سے دل کو تسلی دے لیں یہاں تک کہ ان کی آخری تمنا پوری کر دی جائے اور وہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کی سعادت پا لیں۔ اُسے چاہئے کہ دل میں بارگاہِ الٰہی تک رسائی اور قبولیت کی اُمید رکھے اور یوں نہ کہے کہ میں نے اتنی مدت سے اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو چھوڑا ہوا ہے بلکہ فضلِ الٰہی پر بھروسا رکھے اور یہ امید رکھے کہ جو اس کے گھر کی زیارت کرے اس سے وعدہ پورا کیا جاتا ہے اور امید رکھے کہ اگر كَعْبَةُ اللهِ الْمُشَرَّفَه تک نہ پہنچ سکا اور راستے میں موت آ گئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یوں ملاقات کرے گا کہ وہ اس کی طرف سفر کرنے والا ہوگا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید، فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

جنگل و بیابان کا سفر:

میقات کی طرف جاتے ہوئے جنگلوں میں داخل ہونے اور ان گھاٹیوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس وقت کو یاد کرے کہ موت سے قیامت تک کے عرصہ میں جو ہولناک معاملہ پیش آئے گا اور سوالات ہوں گے، ڈاکوؤں کے خوف سے منکر نکیر کے سوالات کی ہولناکی کو یاد کرے، درندوں سے قبر کے بچھوؤں، کیڑے مکوڑوں اور سانپوں کو یاد کرے، گھر بار اور رشتہ داروں سے جدائی کو قبر کی تنہائی، سختی اور تنہائی کا پیش خیمہ سمجھے۔ الغرض اپنے اعمال واقوال میں جس چیز سے بھی خوف کرے اسے قبر کی ڈراؤنی چیزوں کے لئے سامان بنائے۔

میقات سے اِحرام باندھنا اور تلبیہ کہنا:

جان لیجئے کہ اس کا معنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکار کو قبول کرنا ہے تو اس کے مقبول ہونے کی امید رکھے اور اس سے ڈرے کہ کہیں ''لَا لَبَّیْكَ وَلَا سَعْدَیْكَ یعنی تمہاری حاضری قبول نہیں'' نہ کہہ دیا جائے۔ پس اُمید اور خوف کے درمیان رہے، اپنی قوّت وطاقت کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم پر بھروسا کرے کیونکہ تلبیہ کا وقت ابتدائی معاملہ ہے اور یہ خطرے کا مقام ہے۔

کہیں ''لَا لَبَّیْكَ وَلَا سَعْدَیْكَ'' نہ کہہ دیا جائے:

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا علی بن حسین (یعنی سیِّدُنا امام زین العابدین) رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب حج کے ارادے سے احرام باندھ کر سواری پر بیٹھ گئے تو رنگ زرد ہو گیا اور کپکپی طاری ہو گئی حتی کہ تلبیہ بھی نہ کہہ سکے۔ عرض کی گئی: ''آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تلبیہ کیوں نہیں کہتے؟'' فرمایا: ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دیا جائے: لَا لَبَّیْكَ وَلَا سَعْدَیْكَ یعنی تمہاری حاضری قبول نہیں۔'' جب تلبیہ کہا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی اور سواری سے نیچے تشریف لے آئے، حج مکمل کرنے تک آپ پر یہی کیفیت طاری رہی۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن ابی حواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے ساتھ تھا جب آپ نے احرام کا ارادہ کیا تو تلبیہ نہ کہہ سکے ہم ایک میل ہی چلے تھے کہ ان پر غشی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو فرمایا: اے احمد! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی

کہ ''بنی اسرائیل کے ظالموں کو حکم دو کہ میرا ذکر کم کیا کریں کیونکہ ان میں سے جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے لعنت کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔'' اے احمد! تیرا برا ہو مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو ناجائز مال سے حج کرے اور تلبیہ کہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: '' تیری حاضری قبول نہیں جب تک کہ تو لوگوں کا غصب کیا ہوا مال لوٹا نہ دے۔'' تو ہم اس سے بے خوف نہیں کہ ہمیں بھی یہ نہ کہہ دیا جائے۔

میقات میں تلبیہ کہتے وقت تلبیہ کہنے والے کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکار پر لبیک کہا جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا:

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ (پ۱۷، الحج: ۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے۔

نیز صور پھونکنے کے ذریعے مخلوق کو ندا کرنے، ان کے قبروں سے اٹھنے اور میدانِ محشر میں جمع ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکار پر جواب دینے اور مقربین و مغضوبین اور مقبولین و مردودین میں ان کی تقسیم کو یاد رکھے اور ابتدا میں وہ خوف و اُمید کے درمیان متردّد ہوں گے جیسے حاجی میقات میں متردّد ہوتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کے لئے حج کی تکمیل اور قبولیت آسان ہوگی یا نہیں؟

مکۂ مکرمہ میں داخلہ:

مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعۡظِیۡمًا میں داخل ہوتے وقت یہ یاد رکھے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امن والے گھر میں پہنچ گیا ہے، اس وقت یہ اُمید رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بھی امن میں رہے گا اور یہ خوف بھی ہو کہ ہوسکتا ہے وہ قرب کا اہل ہی نہ ہو اور حرم میں داخل ہونے کے باوجود نامراد لوٹا دیا جائے اور ناراضی کا مستحق ٹھہرے لیکن تمام اوقات میں امید غالب رہنی چاہئے کہ کرم عام اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کی صفت **رحیم** ہے، بیت اللہ شریف کا شرف عظیم ہے، اس کی زیارت کرنے والے کے حق کی رعایت کی جاتی ہے اور پناہ طلب کرنے والے کی حرمت ضائع نہیں کی جاتی۔

بیت اللہ شریف پر پہلی نظر:

جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو دل میں اس کی عظمت کو حاضر کرے اور انتہائی تعظیم کی بدولت یوں سمجھے گویا بیت اللہ شریف کے ربّ کی زیارت کر رہا ہے اور یہ امید رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے وجہِ کریم کی زیارت نصیب

فرمائے گا جیسا کہ اس نے عظیم گھر کی زیارت کی سعادت عطا فرمائی۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اس مرتبہ تک پہنچنے کی سعادت عطا فرمائی اور اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کے گروہ کے ساتھ ملایا۔ اس وقت قیامت میں لوگوں کے دخول جنت کی امید سے اس کی طرف جانے کو یاد کرے کہ ان میں سے بعض کو داخلے کی اجازت ملے گی اور بعض کو لوٹا دیا جائے گا یوں ہی بعض کا حج قبول ہوگا اور بعض کا رد کر دیا جائے گا۔ الغرض جو چیز دیکھے اس سے امورِ آخرت کی یاد سے غافل نہ ہو کیونکہ حاجیوں کے تمام احوال احوالِ آخرت پر دلیل ہیں۔

طوافِ خانۂ کعبہ:

جان لیجئے کہ طواف بھی نماز کی طرح ہے، لہٰذا بوقت طواف دل میں تعظیم، خوف، امید اور محبت کو حاضر کرے جیسا کہ ''کتاب الصلٰوۃ'' میں ہم تفصیلاً بیان کر چکے ہیں اور جان لو کہ طواف کرتے ہوئے تم عرش کے گرد چکر لگانے والے مقرب فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہو اور یہ گمان نہ کرو کہ صرف جسم سے طواف کرنا مقصود ہے بلکہ ربِّ کعبہ کے ذکر کے ساتھ دل کا طواف مقصود ہے حتی کہ اسی سے ذکر کی ابتدا کی جائے اور اختتام بھی اسی پر کیا جائے جیسا کہ بیت اللّٰہ شریف سے طواف شروع کیا جاتا ہے اور بیت اللّٰہ پر ہی ختم کیا جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھے کہ حقیقت میں طواف بارگاہِ الٰہی میں دل کا طواف ہے، بیت اللّٰہ شریف تو ظاہری دنیا میں اس حاضری کی ایک مثال ہے جسے آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا اور وہ عالمِ ملکوت ہے جیسا کہ بدن عالمِ شہادت میں دل کے لئے ظاہری مثال ہے جسے آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا اور وہ عالم غیب میں ہے۔ عالم دنیا و عالم شہادت اس شخص کے لئے عالم غیب اور عالم ملکوت کی طرف زینہ (ذریعہ) ہیں جس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ عالمِ غیب کا دروازہ کھول دے۔ اسی مناسبت سے اشارہ کیا گیا کہ کعبہ شریف کے عین اوپر آسمانوں میں بیت المعمور ہے جس کا فرشتے اسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح انسان بیت اللّٰہ شریف کا طواف کرتے ہیں تو جب اکثر لوگ فرشتوں جیسے طواف سے کم رتبہ میں ہیں تو انہیں حکم دیا گیا کہ حتی الامکان ان کی مشابہت اختیار کریں اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ ''مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔''[1] اور جو شخص ان جیسا طواف کر سکتا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کعبہ اس کی زیارت اور طواف کرتا ہے جیسا کہ بعض اہل کشف نے بعض اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کو ملاحظہ فرمایا۔

1 ......سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرة، الحدیث: ۴۰۳۱، ج۴، ص۶۲۔

حجر اسود کا استلام:

حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے یہ اعتقاد رکھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت پر اس کی بیعت کرنے والا ہے۔ لہٰذا اپنی بیعت کو پورا کرنے کا عزم مصمم کرے کیونکہ جو بیعت میں دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

دایاں دست قدرت:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''حجر اسود زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دایاں دستِ قدرت ہے اس کے ساتھ وہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔'' (1)

غلاف کعبہ سے لپٹنا اور ملتزم سے چمٹنا:

غلاف کعبہ سے لپٹتے اور مقامِ ملتزم سے چمٹتے وقت یہ نیت ہو کہ محبت وشوق کے ساتھ کعبہ اور ربِّ کعبہ کا قرب طلب کر رہا اور اسے چھو کر برکت حاصل کر رہا ہوں اور یہ امید ہو کہ بدن کا جو بھی جز بیت اللہ شریف سے لگا ہوا ہے وہ جہنم سے آزاد ہو گا۔ نیز یہ نیت ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے طلبِ معافی اور امان کے سوال میں اصرار کر رہا ہوں جیسا کہ مجرم اس شخص کے کپڑوں سے لپٹ جاتا ہے جس کا حق تلف کیا ہو اور اس سے معافی مانگنے میں گریہ وزاری کرتا اور ظاہر کرتا ہے کہ اس کے لئے اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں، اس کے عفو و کرم کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں، معافی ملے بغیر اس کا دامن نہیں چھوڑے گا اور مستقبل میں بھی امن کی ضمانت دے دے۔

صفا و مروہ کی سعی:

کَعْبَۃُ اللّٰہِ الْمُشَرَّفَہ کے صحن میں صفا و مروہ کے درمیان سعی اسی طرح ہے جیسے بندہ بادشاہ کے دربار کے صحن میں بار بار آتا جاتا اور متردد ہوتا ہے، خدمت میں خلوص ظاہر کرتا ہے اور امید ہوتی ہے کہ اسے رحمت کی نگاہ سے دیکھا

---

1 ......الکامل فی ضعفاء الرجال، اسحاق بن بشیر ۱۷۲، ج ۱، ص ۵۵۷، بتغیرٍ۔
کشف الخفاء، حرف الحاء المهملة، الحدیث ۱۱۰۷، ج ۱، ص ۳۱۱، باختصارٍ۔

جائے گا جیسے کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں پیش ہوتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ بادشاہ اس کے حق میں کیا فیصلہ فرمائے گا، اسے قبول کرے گا یا رد کر دے گا۔ چنانچہ وہ بار بار محل کے صحن میں آتا جاتا ہے اس اُمید پر کہ اگر پہلی بار رحم نہ کیا گیا تو دوسری بار ضرور رحم کیا جائے گا۔ نیز صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے میدانِ قیامت میں میزان کے دو پلڑوں کے درمیان چکر لگانے کو یاد کرے، صفا کو نیکیوں کا پلڑا اور مروہ کو برائیوں کا پلڑا تصوُّر کرے اور یاد رکھے کہ دونوں پلڑوں کے درمیان اسی طرح دوڑے گا اور دیکھے گا کہ کون سا پلڑا بھاری ہوتا ہے، کون سا ہلکا؟ اور وہ عذاب و بخشش میں متردد ہوگا۔

وقوفِ عرفہ:

میدانِ عرفات میں قیام کے دوران لوگوں کے ہجوم، آوازوں کے بلند ہونے، زبانوں کے اختلاف، میدانِ محشر میں مختلف گروہوں کے اپنے ائمہ کے ساتھ مقاماتِ مقدَّسہ پر جانے، امتوں کے انبیائے کرام وائمۂ عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جمع ہونے، ہر امت کے اپنے نبی کے پیچھے چلنے، ان کی شفاعت طلب کرنے اور میدانِ محشر میں رد و قبول کے درمیان حیران و ششدر کھڑے ہونے کو یاد کرے، جب اس بات کو یاد کرلے تو اپنے دل میں عاجزی کو لازم کرلے اور بارگاہِ الٰہی میں خوب گڑگڑا کر دعا مانگ تجھے رحم کئے گئے کامیاب لوگوں میں اٹھایا جائے گا اور قبولیت دعا کی پختہ امید رکھ۔ موقف (یعنی میدانِ عرفات) مقامِ شرف ہے اور رحمتِ الٰہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے زمین کے اوتاد کے عزیز دلوں کے واسطے سے تمام مخلوق تک پہنچتی ہے اور موقف کسی بھی وقت اَبدال واَوتاد، صالحین اور اہلِ دل کے طبقہ سے خالی نہیں ہوتا۔ جب ان کی ہمتیں جمع ہو جائیں، دل عاجزی اور گریہ وزاری کے لئے خالی ہو جائیں، ہاتھ بارگاہِ الٰہی میں اٹھ جائیں، گردنیں اس کی طرف اور ان کی نگاہیں آسمان کی جانب بلند ہوں اور حصول رحمت کے لئے سب کی ہمتیں اکٹھی ہوں تو یہ گمان نہ کرنا کہ ان کی امید ناکام ہوگی، کوشش ضائع ہو جائے گی اور انہیں ڈھانپنے والی رحمت روک کر جمع کر دی جائے گی۔ اسی لئے منقول ہے کہ بڑا گناہ یہ ہے کہ ”بندہ عرفات میں حاضر ہو اور یہ گمان کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی بخشش نہیں فرمائی۔“ چنانچہ، سب ہمتوں کا اجتماع اور مختلف شہروں سے آئے ہوئے ابدال و اوتاد کا جمع ہو کر ان کا ساتھ دینا ہی حج کا بھید اور اصلی مقصد ہے۔ لہٰذا جہاں ہمتیں جمع ہوں اور

ایک وقت میں ایک ہی میدان میں دل ایک دوسرے کے معاون ہوں تو رحمتِ الٰہی کے حصول کا کوئی طریقہ اس طریقے جیسا نہیں۔

جمرات کو کنکریاں مارنا:

کنکریاں مارتے وقت حکم کی اطاعت، غلامی اور بندگی کا اظہار کرے، محض حکم کی بجا آوری کے لئے تیار ہو جس میں عقل و نفس کا کوئی حصہ نہ ہو، پھر حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مشابہت کا ارادہ کرے کہ اس جگہ ابلیس ملعون نے ان کے حج میں شبہ ڈالنے یا انہیں نافرمانی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں حکم فرمایا کہ اسے کنکریوں کے ساتھ بھگا دیں اور اس کی امید ختم کر دیں۔

وسوسہ: اگر تیرے دل میں وسوسہ آئے کہ شیطان حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے ظاہر ہوا تھا، انہوں نے اسے دیکھا تھا اسی لئے کنکریاں ماری تھیں لیکن میرے سامنے تو شیطان نہیں آتا (لہٰذا میں کنکریاں کیوں ماروں)؟

علاج وسوسہ: جان لو کہ یہ وسوسہ بھی شیطان کی طرف سے ہے، اسی نے تیرے دل میں یہ بات ڈالی تاکہ تیرے کنکریاں مارنے کا ارادہ کمزور ہو جائے اور تیرے دل میں یہ خیال ڈالے کہ اس کام میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ یہ کھیل کے مشابہ ہے پھر تو اس میں کیوں مشغول ہے؟ لہٰذا خوب کنکریاں مار کر اسے بھگاؤ اور ذلیل و رسوا کرو اور یقین رکھو کہ بظاہر ستونوں کو کنکریاں مار رہے ہو لیکن حقیقت میں شیطان کے منہ پر کنکریاں مار رہے ہو، اس کی پیٹھ پر مار رہے ہو کیونکہ شیطان تبھی ذلیل و رسوا ہو سکتا ہے جبکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کرتے ہوئے اس کے حکم پر عمل کیا جائے جس میں نفس و عقل کا کوئی حصہ نہ ہو۔

قربانی کرنا:

جان لیجئے کہ جانور ذبح کرنے میں بھی حکمِ الٰہی پر عمل کرنا اور اس کا قرب ملنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا کامل قربانی کرے اور امید رکھے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قربانی کے جانور کے ہر حصہ بدن کے بدلے اس کے جسم کا وہ حصہ جہنم سے آزاد فرمائے گا، اسی طرح وعدہ منقول ہے۔ چنانچہ، قربانی کا جانور جتنا بڑا اور اس کے اجزا جتنے زیادہ ہوں گے وہ اتنا ہی

زیادہ تیرے لئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوگا۔

مدینۂ طیبہ کی حاضری:

جب نگاہیں مدینہ شریف کے درودیوار پر پڑیں تو اِس شہر کو یاد کرجسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں اس کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا اور یہی وہ جگہ ہے جہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض وسنن کو شروع فرمایا، اس کے دشمن سے جہاد کیا، مرتے دم تک اس کے دین کو غالب کیا یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ظاہری ہوگیا پھر ان کی آخری آرام گاہ اور ان کے دووزیروں کی قبریں وہیں بنائیں جنہوں نے ان کے بعد حق کو قائم کیا۔ جب اس شہر میں چلے تو سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدمینِ شریفین لگنے کی جگہوں کا تصوُّر کرے کہ جہاں بھی قدم رکھ رہا ہوں وہاں پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نورانی قدم لگے ہوں گے، لہٰذا اپنے پاؤں سکون ووقار کے ساتھ رکھ اور یاد کرے کہ ان گلیوں میں مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چلے ہیں اور یہاں آپ کے قدم لگے ہیں، چلنے میں آپ کے خشوع وخضوع کا تصور قائم کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے قلب مبارک میں جو اپنی معرفت رکھی، ان کے ذکر کو اپنے ذکر سے ملا کر بلندی عطا فرمائی اسے بھی ذہن میں حاضر کرے۔

نیز یہ تصور بھی قائم کرے کہ جو بھی توہین رسالت کا مرتکب ہوا اس کے تمام اعمال ضائع کردیئے گئے اگرچہ صرف ان کی آواز سے آواز اونچی ہو۔ پھر لوگوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس احسان کو یاد کرے جو اس نے ان پر کیا کہ انہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بابرکت صحبت نصیب فرمائی، ان کے دیدار سے مشرف فرمایا، ان کا کلام سننے کی سعادت عطا فرمائی اور تجھے اس پر بہت افسوس کرنا چاہئے کہ تو مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی صحبت نہ پاسکا۔ پھر سوچ کہ تو دنیا میں تو زیارت سے محروم رہا اور آخرت میں بھی زیارت کا یقین نہیں۔ پھر ممکن ہے کہ بروزِ قیامت تو حسرت بھری نگاہ سے انہیں دیکھے کہ تیرے اور ان کے مابین تیرے برے اعمال حائل ہوجائیں جیسا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ بعض لوگوں کو میرے پاس لائے گا وہ کہیں گے: ''اے محمد! اے محمد!'' میں بارگاہِ الٰہی میں عرض کروں گا:

''اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! یہ میرے اصحاب ہیں[1]۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا باتیں پیدا کیں؟''[2] تو میں کہوں گا اسے دوری ہو جو میرے بعد تبدیلی کرے۔[3]

اگر تو نے حرمتِ شریعت کی پاسداری نہ کی اگر چہ لمحہ بھر کے لئے تو اس سے بے خوف نہ رہنا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بتائے ہوئے راستے سے روگردانی تیرے اور ان کے درمیان حجاب بن جائے۔ لیکن اس کے باوجود قوی امید رکھ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرے اور ان کے مابین کوئی چیز حائل نہ فرمائے گا کہ اس نے تجھے ایمان کی دولت عطا فرمائی، تجھے وطن سے روضۂ رسول کی زیارت کے لئے بلایا کہ نہ تو تیری تجارت کی نیت تھی اور نہ ہی دنیا سے کچھ لینا مقصود تھا بلکہ محض مصطفےٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور شوق میں حاضر ہوا تا کہ ان کے مبارک آثار اور مزار اقدس کی زیارت کر سکے کیونکہ جب تو حیات مبارکہ میں زیارت کے شرف سے محروم رہا تو اب صرف تو نے اسی مقصد (یعنی مزارِ اقدس کی زیارت) کے لئے سفر کیا، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان کے لائق ہے کہ وہ تیری طرف نظرِ رحمت فرمائے۔

جب مسجد نبوی میں پہنچے تو یاد کر کہ یہ وہ جگہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ابتدائی مسلمانوں اور افضل گروہ کے لئے پسند فرمایا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض سب سے پہلے اسی جگہ ادا کئے گئے،

---

1 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج7، ص408 پر اس جز کے تحت فرماتے ہیں: میرے دوست یا میرے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے میرا نام لینے والے ہیں حضور انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا یہ فرمان ان کو زیادہ ذلیل کرنے کے لئے ہوگا۔ جیسے رب تعالیٰ دوزخیوں سے فرمائے گا: ''ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ (پ۲۵، الدخان:۴۹)'' تو چکھ تو تو بڑا عزت والا کرم والا ہے، یہ مطلب نہیں کہ حضور انور پہچانیں گے نہیں ابھی فرمان عالی گزرا ''اَعْرِفُهُمْ'' میں انہیں پہچانتا ہوں۔ نیز یہ واقعہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو آج تو معلوم ہے کل کیسے بھول جاوے گا۔ نیز ان کے منہ کالے ہاتھ بندھے ہوئے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لیے ہوں گے رب فرماتا ہے: ''یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ (پ۲۷، الرحمن:۴۱)''۔

2 ...... ص409 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: فرشتوں کا یا رب تعالیٰ کا یہ کہنا کہ تم نہیں جانتے، ان مرتدین پر اظہار غضب کے لئے ہے جیسے بلاشبہ باپ بیٹے کو مارنے لگے ماں جو اس سے سخت نالاں تھی محبت مادری میں بچانا چاہے باپ کہے تو اس حیثیت کو نہیں جانتی اسے تو میں ہی جانتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ اسے مت بچا مجھے سزا دے لینے دے رب تعالیٰ منافقین کے متعلق فرماتا ہے: ''لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ (پ۱۱، التوبۃ:۱۰۱)'' انہیں تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں حالانکہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) منافقین کو خوب جانتے تھے، فرماتا ہے: ''وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ (پ۲۶، محمد:۳۰)'' تم انہیں کلام کی روش سے ہی پہچان لیتے ہو۔

3 ...... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا......الخ، الحدیث:۲۳۰۴، ص۱۲۶۱، مختصراً۔

مخلوق میں سے زندگی میں اور بعد وصال بھی سب سے افضل لوگ اسی جگہ جمع ہیں۔لہٰذا تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پُراُمید ہونا چاہئے کہ تجھے وہاں داخل کر کے تجھ پر رحم فرمائے گا،لہٰذا خشوع وخضوع اور تعظیم سے داخل ہو اور یہ جگہ اس کے لائق ہے کہ ہر مومن سے دلی خشوع کا مطالبہ کیا جائے،جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے حج کیا اور مدینہ شریف میں داخل ہوگئے۔جب مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ یہ دو عالم کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا روضہ مبارکہ ہے تو آپ پر غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو فرمایا:"مجھے یہاں سے لے چلو کہ میں وہاں نہیں رہ پاؤں گا جہاں روضہ رسول ہے (کیونکہ میں یہاں کے آداب کا خیال نہ رکھ سکوں گا)۔"[1]

زیارتِ روضۂ رسول:

زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ بارگاہِ رسالت میں حاضری کے وقت ہمارے بیان کردہ طریقے کے مطابق کھڑا ہو اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی اسی طرح زیارت کی جائے جیسے زندگی میں کی جاتی تھی،روضۂ مبارکہ کے زیادہ قریب کھڑا نہ بلکہ اتنا قریب کھڑا ہو جتنا کہ حیاتِ طیبہ میں کھڑا ہوتا اگر ظاہری طور پر دنیا میں تشریف فرما ہوتے۔جس طرح حیاتِ طیبہ میں جسمِ اطہر کو چھونا اور بوسہ وغیرہ دینا خلافِ تعظیم اور سوء ادب تھا بلکہ دور ہی سے کھڑے کھڑے زیارت کرلی جاتی تھی اب بھی ایسا ہی کرنا چاہئے کیونکہ مقدس ہستیوں کے مزارات کو چھونا اور بوسے دینا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔نیز روضۂ انور پر حاضر ہونے والا یہ عقیدہ رکھے کہ حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تیرے حاضر ہونے،کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کو جانتے ہیں اور تیرا درود وسلام ان تک پہنچتا ہے۔حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حسین صورت کو اپنے سامنے لحد میں موجود تصوُّر کرے اور اپنی معرفت کے مطابق دل میں آپ کے عظیم مرتبہ کا تصور باندھے۔

درود وسلام بارگاہ تک پہنچتا ہے:

مروی ہے کہ"اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روضۂ انور پر ایک فرشتہ مقرَّر فرمایا ہے کہ

---

[1]......تاریخ مدینہ دمشق، ذکر من اسمہ اوس، الرقم: ۸۴۰، اویس بن عامر بن مالک، ج۹، ص ۴۵۰۔

امت میں سے جب بھی کوئی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس کا سلام بارگاہِ رسالت تک پہنچاتا ہے۔'' [1]

یہ فضیلت تو اس کے حق میں ہے جو قبر انور پر حاضر نہ ہو سکا تو وہ شخص جس نے وطن سے جدائی اختیار کی، ملاقات کے شوق میں جنگلوں کا سفر طے کیا اور حضور کی حیات مبارکہ میں زیارت سے مشرف نہ ہو سکا اس لئے روضۂ مقدسہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، اسے کیسی فضیلت حاصل ہوگی۔

ایک کے بدلے دس:

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دُرودِ پاک پڑھا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر **10** رحمتیں نازل فرماتا ہے۔'' [2] جب زبان سے درودِ پاک بھیجنے کی یہ جزا ہے تو اپنے بدن کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضری کا کیا مقام ہوگا۔

پھر منبر رسول کے پاس حاضر ہو اور تصوُّر کرے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر اقدس پر جلوہ افروز ہیں اور دل میں روشن چہرے کا تصور لائے کہ منبر پر تشریف فرما ہیں، مہاجرین وانصار آپ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور آپ انہیں اپنے خطبہ کے ساتھ اطاعت الٰہی پر ابھار رہے ہیں۔ پھر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے سوال کر کہ وہ قیامت میں تیرے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درمیان جدائی نہ ڈالے۔

اختتامی کلمات:

یہ اعمالِ حج کے باطنی آداب ہیں۔ جب ان تمام امور سے فارغ ہو جائے تو اس کا دل لازمی طور پر غم وحزن اور خوف میں مبتلا رہے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا حج قبول کر کے اسے پسندیدہ بندوں کے گروہ میں رکھا گیا ہے یا رد کر کے دھتکارے ہوؤں میں شامل کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے دل اور اعمال کی کیفیت سے اس چیز کو سمجھے، اگر اس کے دل کی، دنیا سے بے رغبتی بڑھ گئی اور وہ آخرت کی طرف پھر گیا اور اس نے اپنے اعمال کو شریعت کے ترازو کے مطابق پایا تو

1 ......مجمع الزوائد، الحدیث ١٧٢٩١، ج١٠، ص٢٥١۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث ٤٠٨، ص٢١٦۔

قبولیت حج کا یقین رکھے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسی سے قبول فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور جس سے محبت کرتا ہے اسے اپنا ولی (دوست) بنالیتا، اس پر اپنی محبت کے آثار غالب فرمادیتا ہے اور اس سے اپنے دشمن ابلیس ملعون کا غلبہ ہٹا دیتا ہے، لہٰذا جب اس پر یہ چیز غالب ہو تو یہ قبولیت پر دلیل ہے لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو قریب ہے کہ اسے اپنے سفر سے کلفت و تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔ ہم اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

{......دودن اور دوراتیں......}

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **84** صفحات پر مشتمل کتاب، ''**دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی**'' **صَفْحہ 76** پر ہے: حضرت سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں: ''کیا میں تمہیں ان دو دنوں اور دوراتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جن کی مثل مخلوق نے نہیں سنی: (۱) ایک دن وہ ہے جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آنے والا تیرے پاس رضائے الٰہی کا مژدہ لے کر آئے گا یا اس کی ناراضی کا پیغام اور (۲) دوسرا دن وہ جب تو اپنا نامۂ اعمال لینے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا اور وہ نامۂ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں۔ (اور دوراتوں میں سے) (۱) ایک رات وہ ہے جو میت اپنی قبر میں گزارے گی اور اس سے پہلے اس نے ایسی رات کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ اور (۲) دوسری رات وہ ہے جس کی صبح کو قیامت کا دن ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے گی۔''

تلاوتِ قرآن کا بیان

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنے پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور قرآن مجید کے ذریعے بندوں پر احسان فرمایا، قرآن پاک کی شان (بیان کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا) ہے: ''لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ(۴۲)'' (۱) یہاں تک کہ غور وفکر کرنے والوں پر اس کے قصوں اور خبروں سے عبرت پانے کا راستہ کشادہ اور سیدھا راستہ واضح ہوگیا جس میں احکام کی تفصیل اور حلال وحرام کی تفریق ہے، یہ روشنی اور نور ہے، اس کے ذریعے غرور سے نجات ملتی ہے، اس میں سینے کی بیماریوں سے شفا ہے، ظالموں میں سے جس نے اِس کی مخالفت کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی کمر توڑ دی، جس نے اس کے علاوہ کسی اور کتاب میں علم تلاش کیا اسے گمراہ کردیا، یہ مضبوط رسی، واضح نور اور پختہ گرہ اور مکمل طور پر محفوظ پناہ گاہ ہے، یہ قلیل وکثیر اور چھوٹے بڑے کو گھیرے ہوئے ہے، اس کے عجائب وغرائب ختم نہیں ہوتے، اہلِ علم کے نزدیک کوئی چیز اس کے فوائد کا احاطہ نہیں کرسکتی، تلاوت کرنے والوں کے نزدیک بار بار تلاوت کرنے سے بھی یہ پرانی نہیں ہوتی، یہ وہ کتاب ہے جس نے اوّلین وآخرین کی رہنمائی فرمائی، جب جنوں نے اسے سنا تو فوراً اپنی قوم کی طرف پلٹے اور انہیں ڈراتے ہوئے کہا: ''فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا(۱) یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا(۲)'' (۲)

اس پر ایمان لانے والا توفیق یافتہ ہوگیا، اس کا قائل ہی اس کی تصدیق کرنے والا ہے، اسے مضبوطی سے تھامنے والا ہدایت یافتہ ہوگیا، اس پر عمل کرنے والا فلاح پاگیا۔ ارشاد باری تعالٰی ہے: ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(۹)'' (۳) قلوب ومصاحف میں قرآن کے محفوظ رہنے کا سبب اس کی پابندی سے تلاوت کرنا اور ظاہری آداب کا لحاظ رکھنا ہے۔ نیز قرآن پاک کے آداب وشرائط کو ملحوظِ خاطر رکھنا، اس میں بیان کردہ باطنی اعمال اور ظاہری آداب کی

(1)...... ترجمۂ کنزالایمان: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔ (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۴۲)

(2)...... ترجمۂ کنزالایمان: تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے ربّ کا شریک نہ کریں گے۔ (پ۲۹، الجن: ۱، ۲)

(3)...... ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (پ۱۴، الحجر: ۹)

پابندی کرنا بھی اس کے محفوظ رہنے کا سبب ہے، اس لئے ان امور کا بیان اوران کی تفصیل ضروری ہے اوراس کے مقاصد چار ابواب میں بیان کئے جائیں گے:

﴿1﴾...... قرآن اور قاریٔ قرآن کی فضیلت کا بیان۔

﴿2﴾...... تلاوت کے ظاہری آداب کا بیان۔

﴿3﴾...... تلاوت کے باطنی آداب کا بیان۔

﴿4﴾...... قرآنِ پاک سمجھنے اوراس کی تفسیر بالرائے وغیرہ کا بیان۔

{......''بسم اللّٰہ ''شریف کی برکات وفوائد......}

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **1548** صفحات پر مشتمل کتاب ''**فیضانِ سنّت جلداول**'' صفحہ **134** تا **135** پر شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: ﴿۱﴾ جوکوئی سوتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم 21 بار (اول آخر ایک باردرود شریف) پڑھ لے اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اس رات شیطان، چوری، اچانک موت اور ہر طرح کی آفت وبلا سے محفوظ رہے۔ ﴿۲﴾ جو کسی ظالم کے سامنے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم 50 بار (اول آخر ایک باردرود شریف) پڑھے اس ظالم کے دل میں پڑھنے والے کی ہیبت پیدا ہو اور اُس کے شر سے بچا رہے۔ ﴿۳﴾ جو شخص طلوعِ آفتاب کے وقت سورج کی طرف رخ کر کے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم 300 بار اور (کوئی بھی) درود شریف 300 بار پڑھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا اور (روزانہ پڑھنے سے) اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ایک سال کے اندر اندر امیر وکبیر ہو جائے گا۔ ﴿۴﴾ کند ذہن اگر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم 786 بار (اول آخر ایک بار درود شریف) پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے تو اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اس کا حافظہ مضبوط ہو جائے اور جو بات سنے یاد رہے۔ (شمس المعارف مترجم، ص۷۳)

باب نمبر1: قرآن اور قاریٔ قرآن کی فضیلت

فضائلِ تلاوت کے متعلق 11 فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾...... ”جس نے قرآن پڑھا پھر یہ خیال کیا کہ کسی کو اس سے افضل عطا کیا گیا تو تحقیق اس نے اس چیز کو چھوٹا جانا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عظمت دی۔“ (۱)

﴿2﴾...... ”بروزِ قیامت کوئی شفاعت کرنے والا قرآنِ پاک سے زیادہ مرتبہ والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی، نہ کوئی فرشتہ اور نہ ہی کوئی اور۔“ (۲)

﴿3﴾...... ”اگر قرآنِ پاک چمڑے میں ہو تو اسے آگ نہ چھوئے گی (۳)۔“ (۴)

﴿4﴾...... ”اَفْضَلُ عِبَادَةِ اُمَّتِیْ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ یعنی میری اُمَّت کی افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے۔“ (۵)

﴿5﴾...... ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور یٰسین کی تلاوت فرمائی، جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بولے: خیر و خوبی ہے اس امت کو جس پر یہ اترے گی اور خوبی ہے ان سینوں کو جو اسے اٹھائیں گے اور خوبی ہے ان زبانوں کو جو اسے پڑھیں گی۔“ (۶)

---

1 ......الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی ذنب التنعم فی الدنیا، الحدیث۷۹۹، ص۲۷۵_۲۷۶، مفھومًا۔

2 ......بستان الواعظین، مجلس فی ذکر المیزان و الصراط، ص۲۷۔

3 ......مُحْیِ السُّنَّہ حضرت سیِّدُنا امام ابو محمد حسین بن محمد بغوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”اِھَابٍ (چمڑے)“ سے بندے کا دل مراد ہے اور حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللہ بُوْشَنْجِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ”اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن پاک حفظ کرنے اور اس کی تلاوت کرنے والے کو بروزِ قیامت جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔“ اگر اسے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ زمانۂ رسالت کے ساتھ خاص تھا۔

(شرح السنة للبغوی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل تلاوة القرآن، تحت الحدیث۱۱۷۵، ج۳، ص۸)

4 ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی تنویر موضع القرآن، الحدیث۲۷۰۲، ج۲، ص۵۵۵، مفھومًا۔

5 ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوته، الحدیث۲۰۲۲، ج۲، ص۳۵۴، دون اللفظ ”تلاوة“۔

6 ......المجالسة و جواھر العلم، الجزء الاول، الحدیث۱۴، ج۱، ص۲۱۔

﴿6﴾......"خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے[۱]۔" [۲]

﴿7﴾......حدیث قدسی، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "جسے تلاوتِ قرآن مجھ سے مانگنے اور سوال کرنے سے مشغول (روک) رکھے میں اسے شکر گزاروں کے ثواب سے افضل عطا فرماؤں گا۔" [۳]

﴿8﴾......"تین قسم کے لوگ بروز قیامت سیاہ کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے انہیں کسی قسم کی گھبراہٹ نہ ہوگی، نہ ان سے حساب لیا جائے گا یہاں تک کہ لوگ حساب سے فراغ ہوں۔ (ان میں سے ایک:) وہ شخص ہے جس نے رضائے الٰہی کے لئے قرآنِ پاک کی تلاوت کی اور لوگوں کی امامت کی جبکہ وہ اس سے خوش ہوں۔" [۴]

﴿9﴾......"اہل قرآن اللہ والے اور اس کے خاص لوگ ہیں[۵]۔" [۶]

﴿10﴾......دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔ عرض کی گئی: "یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ

---

❶......مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج3، ص217 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے، بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اسرار و رموزِ قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں، کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (پ۱، البقرۃ:۹۷) عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے، لہٰذا عالم عامل سے افضل ہے آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام افضل مسجود رہے۔

❷......صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیر کم من تعلم القرآن و علمہ، الحدیث:۵۰۲۷، ج۳، ص۴۱۰۔

❸......کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب السابع فی تلاوۃ القرآن و فضائلہ، الحدیث:۲۴۳۷، ج۱، ص۲۷۳۔

❹......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ارمان تلاوتہ، الحدیث:۲۰۰۴، ج۲، ص۳۴۸، بتغیرٍ۔

❺......**اہل قرآن** سے مراد: اس کی حفاظت کرنے والے، پابندی سے اس کی تلاوت کرنے والے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں۔ (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب تلاوت، ج۵، ص۱۳)

❻......سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب فی فضل من تعلم القرآن و علمہ، الحدیث:۲۱۵، ج۱، ص۱۴۰۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم !اس کی جِلا (صفائی) کس چیز سے ہوگی؟'' ارشاد فرمایا: ''تلاوتِ قرآن اور موت کی یاد سے۔''(۱)

﴿11﴾...... ''گانے والی لونڈی کا مالک جتنی توجہ سے اسے سنتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے زیادہ توجہ قرآن پڑھنے والے کی طرف فرماتا ہے۔''(۲)

17 اقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾...... حضرتِ سیِّدُنا ابواُمامہ باہلی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ''قرآن پڑھا کرو، یہ لٹکے ہوئے قرآن تمہیں مغالطے میں نہ ڈالیں بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دل کو عذاب نہ دے گا جو قرآنِ پاک کے لئے برتن ہے۔''(۳)

﴿2﴾...... حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ''جب تم حصولِ علم کا ارادہ کرو تو قرآنِ پاک میں غور وفکر کرو کیونکہ اس میں اولین وآخرین کا علم ہے۔''(۴)

﴿3﴾...... انہی سے منقول ہے، فرماتے ہیں: ''قرآن پڑھو بے شک تمہیں اس کے ہر حرف کے بدلے 10 نیکیاں دی جائیں گی میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ ''الف'' ایک حرف، ''لام'' ایک حرف اور ''میم'' ایک حرف ہے۔''

﴿4﴾...... مزید فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ سے قرآن کے متعلق ہی پوچھے اگر وہ قرآن سے محبت کرتا اور اسے پسند کرتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اگر قرآن سے محبت نہیں کرتا تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔''

﴿5﴾...... حضرتِ سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ''قرآنِ پاک کی ہر آیتِ مبارکہ جنت کا ایک درجہ اور تمہارے گھروں کا چراغ ہے۔''

﴿6﴾...... مزید فرماتے ہیں: ''جس نے قرآن پڑھا اس نے نبوت کو اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان جمع کرلیا مگر یہ کہ اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔''

---

1 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوته، الحدیث: ۲۰۱۴، ج۲، ص۳۵۳۔

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن، الحدیث: ۱۳۴۰، ج۲، ص۱۳۱، بتغیرٍ۔

3 ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب فضائل القرآن، فی الوصیة بالقرآن......الخ، الحدیث: ۳، ج۷، ص۱۷۶۔

4 ......تذکرة الحفاظ للذهبی، الطبقة الاولی، ابن مسعود الامام الربانی رضی اللّٰه عنه......الخ، ج۱، ص۱۷۔

﴿7﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ اپنے رہنے والوں پر کشادہ ہوتا ہے، اس کی بھلائی کثیر ہوتی ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے اور شیاطین اس سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں قرآن نہیں پڑھا جاتا وہ اپنے رہنے والوں پر تنگ ہو جاتا ہے، اس کی بھلائی کم ہو جاتی ہے، اس سے فرشتے نکل جاتے اور شیاطین آجاتے ہیں۔''

﴿8﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: میں خواب میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوا، میں نے عرض کی: ''اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! تیرے نزدیک کون سا عمل افضل ہے جس کے ذریعے مقربین تیرا قرب حاصل کرتے ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''اے احمد! وہ میرا پاک کلام (قرآن پاک) ہے۔'' میں نے عرض کی: ''اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! اسے سمجھ کر پڑھنے یا بغیر سمجھے پڑھے۔'' ارشاد فرمایا: ''سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے۔

﴿9﴾ ...... حضرتِ محمد بن کعب قرظی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن جب لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قرآن سنیں گے تو انہیں ایسا لگے گا گویا کبھی انہوں نے قرآن سنا ہی نہیں۔''

﴿10﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ''قرآن یاد کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کو چاہئے کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہو، نہ اسے خلفا سے کوئی سروکار ہو اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور سے بلکہ لوگوں کو اس کا محتاج ہونا چاہئے۔''

﴿11﴾ ...... مزید فرماتے ہیں: ''حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے، اسے چاہئے کہ وہ حقِ قرآن کی تعظیم کرتے ہوئے لہو ولعب، بھولنے والوں اور لغو کام کرنے والوں کا ساتھ نہ دے۔''

﴿12﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جب بندہ قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔''

﴿13﴾ ...... حضرتِ سیِّدُ نا عمرو بن میمون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جس نے نمازِ فجر کے بعد قرآنِ پاک کھولا اور اس کی 100 آیات تلاوت کیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تمام اہلِ دنیا کے عمل کی مثل بلندی عطا فرمائے گا۔''

مروی ہے کہ حضرتِ سیِّدُ نا خالد بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''قرآن پاک میں سے کچھ تلاوت کیجئے۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

(پ۱۴، النحل: ۹۰)

اس نے عرض کی: ''پھر پڑھئے۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوبارہ پڑھی تو کہنے لگا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس میں مٹھاس ہے، اس پر خوبصورتی ہے، اس کا نچلا حصہ پتوں والا، اوپری پھل دار ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔'' (1)

﴿14﴾...... حضرتِ سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! قرآن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور اس کے بعد کوئی فاقہ نہیں۔''

﴿15﴾...... حضرتِ سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ''جس نے صبح کے وقت سورۂ حشر کی آخری آیات پڑھیں پھر اسی دن مر گیا تو اس پر شہدا کی مہر لگا دی جائے گی۔ جس نے شام کے وقت پڑھیں پھر اسی رات مر گیا تو اس کے لئے بھی شہدا کی مہر لگا دی جائے گی۔''

﴿16﴾...... حضرتِ سیِّدُنا قاسم بن عبدالرحمٰن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: میں نے ایک عابد سے پوچھا: ''کیا یہاں کوئی ایسا نہیں جس سے تمہیں انس ہو؟'' تو انہوں نے قرآنِ پاک کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے اپنی گود میں رکھ کر فرمایا: ''مجھے اس سے انس ہے۔''

﴿17﴾......امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''تین چیزیں قوتِ حافظہ میں اضافہ کرتی اور بلغم کو ختم کرتی ہیں: (۱) مسواک کرنا (۲) روزے رکھنا (۳) قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔''

غفلت سے تلاوت کرنے والوں کی مذمت:

حضرتِ سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''کتنے ہی قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا میسرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''فاسق وفاجر شخص کے پیٹ میں قرآن اجنبی ہے۔''

(1)......دلائل النبوة للبیهقی، باب اعتراف مشرکی قریش، بما فی کتاب اللّٰه......الخ، ج۲، ص۱۹۹۔

حضرت سیِّدُ نا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ’’ جب حفاظ،قرآن پڑھنے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کریں تو ایسے حفاظ کو فرشتے بتوں کے پجاریوں سے پہلے پکڑیں گے۔‘‘

بعض علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ’’ جب ابنِ آدم دورانِ تلاوت لغو باتوں میں مشغول ہو کر پھر پڑھنے لگتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تجھے ہمارے کلام سے کیا واسطہ؟‘‘

حضرت سیِّدُ نا ابن رماح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ’’ قرآن حفظ کر کے مجھے بڑی ندامت ہوئی کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بروزِ قیامت حاملین قرآن سے وہی سوال ہوگا جو انبیا سے ہوگا۔‘‘

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’ حافظِ قرآن کو ان صفات سے پہچانا چاہئے: رات سے جب لوگ سو رہے ہوں، دن سے جب لوگ کوتاہی کر رہے ہوں، غم سے جب لوگ خوش ہوں، رونے سے جب لوگ ہنس رہے ہوں، خاموشی سے جب لوگ باتیں کر رہے ہوں، عاجزی وانکساری سے جب لوگ تکبر کرتے ہوں۔ نیز حافظِ قرآن کو چاہئے کہ وہ خاموشی کا پیکر اور نرم مزاج ہو، بد اخلاق، جھگڑالو، چیخ و پکار، شور وغل کرنے والا اور غصیلا نہ ہو۔‘‘ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ’’ اس امت کے اکثر قراء منافق ہوں گے۔‘‘ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ’’ قرآن پڑھو یہ تمہیں نافرمانی سے روکے گا، اگر تلاوت قرآن تمہیں نافرمانی سے نہ روکے تو تم نے قرآن پڑھا ہی نہیں۔‘‘ (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ’’ جس نے قرآن کے حرام کو حلال جانا اس کا قرآن پر ایمان نہیں۔‘‘ (۳)

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ ’’ بعض اوقات بندہ ایک سورت شروع کرتا ہے تو اسے پوری پڑھ لینے تک فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور کبھی بندہ ایک سورت شروع کرتا ہے تو اسے پوری پڑھ لینے تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔‘‘ عرض کی گئی: ’’ یہ کیسے؟‘‘ فرمایا: ’’ جب وہ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں ورنہ لعنت بھیجتے ہیں۔‘‘

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۴۵_۶۶۳۴، ج ۲، ص ۵۸۷۔

2 ......مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فیمن لم ینتفع بعلمہ، الحدیث: ۸۷۵، ج ۱، ص ۴۴۰۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، الحدیث: ۲۹۲۷، ج ۴، ص ۴۲۱۔

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''بندہ قرآن پڑھتا ہے اور خود پر لعنت کرتا ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا۔ وہ پڑھتا ہے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۱۲، ھود:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

حالانکہ وہ خود پر (یا کسی اور پر) ظلم کرنے والا ہوتا ہے اور پڑھتا ہے:

لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ (پ۳، اٰل عمرٰن:۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔

حالانکہ وہ جھوٹوں میں سے ہوتا ہے۔''

حضرتِ سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے قراء سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''تم نے قراءتِ قرآن کو منزلیں اور رات کو اونٹ مقرر کرلیا ہے جس پر سوار ہوکر اپنی منزلیں طے کرتے ہو جبکہ تم سے پہلے کے لوگ ربّ عَزَّوَجَلَّ کے پیغام بصورت رسائل دیکھتے تو رات کو ان میں غور وفکر کرتے اور دن میں انہیں خود پر نافذ کرتے۔''

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''قرآن لوگوں پر اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ اس کے مطابق عمل کریں لیکن لوگوں نے اس کے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرالیا ہے بے شک تم میں سے کوئی شخص سورۂ فاتحہ سے آخر تک قرآن پڑھ لیتا ہے اس میں سے کوئی حرف بھی نہیں چھوڑتا لیکن اس پر عمل چھوڑ دیتا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر اور حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مروی روایت میں ہے کہ ''ہم نے ایک زمانہ گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایمان قرآن سے پہلے دیا گیا، حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جب کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ اس کے حلال وحرام، اَوامر ونواہی کو سیکھ لیتا اور جہاں توقف کرنا مناسب ہوتا وہاں توقُّف کرتا، پھر ہم نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ جن میں سے کسی کو ایمان سے پہلے قرآن دیا گیا وہ سورۂ فاتحہ سے آخر تک پورا قرآنِ پاک پڑھ لیتا لیکن اس کے اَوامر ونواہی کو نہیں جانتا اور نہ یہ جانتا کہ کہاں توقف کرنا مناسب ہے۔ وہ اسے ردی کھجوروں کی طرح بکھیرتا چلا جاتا ہے۔'' (1)

کیا تیرے نزدیک میرا کوئی مرتبہ ہی نہیں؟

تورات شریف میں ہے کہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:) اے بندے! کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتی؟ کہ تو راستے

1 ......السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب البیان انه انما قیل یومھم اقرؤھم، الحدیث۵۲۹۰، ج۳، ص۱۷۱۔

میں چل رہا ہوتا ہے، تیرے پاس تیرے کسی بھائی کا خط آتا ہے تو تو راستے سے ہٹ جاتا اور بیٹھ کر اس کے ایک ایک حرف کو غور سے پڑھتا ہے یہاں تک کہ اس کا کوئی لفظ نہیں چھوڑتا جبکہ یہ قرآن میری کتاب ہے، میں نے تیری طرف نازل کی، دیکھ! اس میں تیرے لئے کتنی تفصیل ہے، میں نے کتنی بار تجھے سمجھایا تاکہ تو اس کے طول وعرض میں غور وخوض کرے پھر بھی تو اس سے اعراض کرتا ہے۔ کیا میرا مرتبہ تیرے نزدیک تیرے بھائیوں سے بھی کم ہے؟ اے میرے بندے! تیرے پاس تیرا کوئی بھائی بیٹھتا ہے تو تو اس کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوتا ہے اور اپنے دل کو مکمل طور پر اس کی باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے اگر اس دوران کوئی شخص بات کرے یا کوئی اس کی باتوں میں خلل ڈالے تو تو اسے اشارے سے خاموش کر دیتا ہے، اب جبکہ میں تیری طرف متوجہ اور تجھ سے کلام کر رہا ہوں تو تیری حالت یہ ہے کہ تیرا دل مجھ سے اعراض کرنے والا ہے کیا تو نے مجھے اپنے بھائیوں سے بھی کم مرتبہ سمجھ لیا ہے؟

{......اچھی عادتوں کی نصیحت......}

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **43** صفحات پر مشتمل کتاب، ''**امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کی وصیتیں**'' صفحہ **27** پر حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے اپنے ایک شاگرد کو یوں نصیحت فرمائی: ''تم ہر شخص کو اس کے مرتبے کے لحاظ سے عزت دینا، شُرَفاء کی عزت اور اہلِ علم کی تعظیم وتوقیر کرنا، بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں سے پیار ومحبت کرنا، عام لوگوں سے تعلق قائم کرنا، فاسق وفاجر کو ذلیل ورُسوا نہ کرنا، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، سلطان کی اہانت کرنے سے بچنا، کسی کو بھی حقیر نہ سمجھنا، اپنے اخلاق وعادات میں کوتاہی نہ کرنا، کسی پر اپنا راز ظاہر نہ کرنا، بغیر آزمائے کسی کی صحبت پر بھروسا نہ کرنا، کسی ذلیل وگھٹیا شخص کی تعریف نہ کرنا۔''

باب نمبر2:

تلاوت کے ظاہری آداب

﴿1﴾...... قاریٔ قرآن کی حالت:

تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ باوضو ہو، ادب وسکون کی حالت میں قبلہ رُو ہو کر سر جھکائے کھڑا یا بیٹھا ہو، نہ چوکڑی مار کر بیٹھے، نہ ٹیک لگا کر اور نہ ہی متکبرانہ انداز میں بیٹھے بلکہ یوں بیٹھے جیسے استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے۔ سب سے افضل حالت یہ ہے کہ مسجد میں نماز میں کھڑے ہو کر قراءَت کرے اور یہ سب سے افضل عمل ہے۔ اگر بغیر وضو بستر پر لیٹے قراءَت کی تو اس میں بھی فضیلت ہے مگر کم ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۹۱)

ترجمۂ کنز الایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام کی تعریف فرمائی مگر کھڑے ہو کر ذکر کرنے والوں کو مقدَّم کیا پھر بیٹھ کر اور لیٹ کر ذکر کرنے والوں کا تذکرہ کیا۔

ہر حرف کے بدلے 100 نیکیاں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''جو نماز میں کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کرے اس کے لئے ہر حرف کے بدلے 100 نیکیاں ہیں اور جو بیٹھ کر تلاوت کرے اس کے لئے ہر حرف کے بدلے 50 نیکیاں ہیں اور جو نماز کے علاوہ باوضو تلاوت کرے اس کے لئے 25 نیکیاں ہیں اور جو بغیر وضو تلاوت کرے اس کے لئے 10 نیکیاں ہیں اور رات کا قیام افضل ہے کیونکہ اس وقت دل زیادہ فارغ ہوتا ہے۔''

حضرتِ سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''دن کو کثرت سے سجدے اور رات کو طویل قیام افضل ہے۔''

﴿2﴾...... قراءَت کی مقدار:

تلاوت کی کمی اور زیادتی کے سلسلے میں قراء کی عادات مختلف ہیں۔ بعض دن اور رات میں ایک بار پورا قرآن پڑھ لیتے ہیں۔ بعض دو بار، بعض تین بار اور بعض مہینے میں ایک بار ختم کرتے ہیں لیکن مقدار کے سلسلے میں سب سے

بہتر بات وہ ہے جو حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمائی۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا: ''جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا اس نے سمجھا نہیں (۱)۔'' (۲) یہ اس لئے فرمایا کیونکہ زیادہ پڑھنا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے مانع ہے۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک شخص کو تیزی سے قرآن پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ''اس نے نہ تو قرآن پڑھا نہ خاموش رہا۔''

نیز حضور انور، شافع محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو ہر سات دن میں قرآن ختم کرنے کا حکم دیا۔ (۳) اسی طرح صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا ایک گروہ ہر جمعہ کو قرآن ختم کرتا تھا جیسے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان، حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت، حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود اور حضرت سیِّدُنا اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم۔

ختم قرآن کے سلسلے میں درجات:

ختمِ قرآن کے سلسلے میں چار درجات ہیں: (۱)......دن اور رات میں پورا قرآن ختم کرنا اسے ایک گروہ نے مکروہ قرار دیا۔ (۲)......مہینے میں ایک ختم کرنا یوں کہ ہر روز ایک سپارہ پڑھا جائے، گویا یہ کمی میں مبالغہ ہے جیسا کہ ماقبل درجہ کثرت میں مبالغہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان دو معتدل درجات ہیں: (۳)...... ہفتے میں ایک بار ختم کرنا

---

1 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج3، ص270 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: جو شخص ہمیشہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کیا کرے، وہ جلدی تلاوت کی وجہ سے نہ تو الفاظ قرآن صحیح طور پر سمجھ سکے گا، اور نہ اس کے ظاہری معنے میں غور کر سکے گا، خیال رہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لیے ہے کہ وہ اگر بہت جلدی تلاوت کریں، تو زبان لپٹ جاتی ہے حرف صحیح ادا نہیں ہوتے خواص کا حکم اور ہے خود حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ پارے پڑھ لیتے تھے۔ حضرت عثمان غنی نے ایک رات میں ختم قرآن کیا ہے، داؤد عَلَیْہِ السَّلَام چند منٹ میں زبور ختم کر لیتے تھے، حضرت علی گھوڑا کسنے سے پہلے ختم قرآن کر لیتے تھے۔

2 ......سنن ابن ماجة، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی کم یستحب یختم القرآن، الحدیث: ۱۳۴۷، ج۲، ص۱۳۵، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم الدهر......الخ، الحدیث: ۱۱۵۹، ص۵۸۵۔

(۴)...... ہفتے میں دو بار ختم کرنا یعنی تقریباً تین دن میں ختم ہو اور زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ ایک ختم رات میں کرے اور ایک ختم دن میں، دن کا ختم پیر شریف کی نماز فجر کی دو رکعتوں میں یا ان کے بعد ہو اور رات کا ختم جمعہ کی رات مغرب کی دو رکعتوں میں یا ان کے بعد ہوتا کہ دن اور رات کے آغاز کا ختمِ قرآن سے استقبال کرے کیونکہ اگر کوئی شخص رات کو ختم قرآن کرے تو صبح تک فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اگر دن کو ختم کرے تو شام تک فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں یوں ان کی برکت پورے دن رات کو شامل ہو جاتی ہے۔

خلاصۂ کلام:

مقدارِ قراءَت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا عابدین اور عمل کی راہ پر چلنے والوں میں سے ہے تو ہفتے میں دو سے کم بار ختم نہ کرے اور اگر قلبی اعمال اور فکر کے ذریعے راہِ سلوک طے کرتا ہے یا علم پھیلانے میں مشغول ہے تو ہفتے میں ایک بار پر اکتفا کرنے میں حرج نہیں اور اگر قرآن کے معانی میں غور و فکر کرتا ہے تو مہینے میں ایک بار پر اکتفا کرے کیونکہ اسے بار بار پڑھنے اور سوچنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

(3)...... مقدارِ قراءَت کی تقسیم:

جو شخص ہفتے میں ایک بار ختم کرے وہ قرآن پاک کو سات حصوں میں تقسیم کرلے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے بھی قرآن پاک کو حصوں میں تقسیم کیا۔[1] چنانچہ، مروی ہے کہ ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جمعہ کی رات سورۂ بقرہ سے سورۂ مائدہ تک پڑھتے، ہفتے کی رات سورۂ انعام سے سورۂ ہود تک تلاوت کرتے، اتوار کی رات سورۂ یوسف سے سورۂ مریم تک تلاوت فرماتے، پیر کی رات سورۂ طٰہٰ سے سورۂ طسم تک پڑھتے، منگل کی رات سورۂ عنکبوت سے سورۂ ص تک تلاوت کرتے، بدھ کی رات سورۂ تنزیل سے سورۂ رحمٰن تک تلاوت فرماتے اور جمعرات کی رات ختم کرتے۔''

حضرتِ سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تلاوت کو کئی اقسام میں تقسیم کر لیتے تھے لیکن ان کی یہ ترتیب نہ تھی۔ منقول ہے کہ قرآن کریم کی منزلیں سات ہیں۔ پہلی منزل میں تین سورتیں ہیں، دوسری میں پانچ، تیسری میں

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب شھر رمضان، باب تخریب القرآن، الحدیث ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۷۹۔

سات، چوتھی میں نو، پانچویں میں گیارہ، چھٹی میں 13 جبکہ ساتویں منزل میں سورۂ ق سے آخر تک (66 سورتیں) ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم نے اسے یونہی تقسیم کیا ہوا تھا اور اسی طرح تلاوت کرتے تھے، نیز اس سلسلے میں حدیث پاک بھی مروی ہے۔[1] یہ تب کی بات ہے جب اسے پانچ، دس یا تیس حصوں میں تقسیم نہیں کیا گیا تھا یہ تقسیم بعد کی ہے۔

﴿4﴾......کتابت قرآن کے آداب:

قرآنِ پاک کو واضح طور پر اور خوبصورتی سے لکھنا مستحب ہے، اس پر نقطے اور سرخ علامات وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ زینت، وضاحت اور پڑھنے والوں کو غلطی سے بچانا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری اور حضرت سیِّدُنا امام ابن سیرین رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡھِمَا پانچ یا دس یا تیس پاروں کی تقسیم کو ناپسند کرتے تھے۔

حضرتِ سیِّدُنا امام شعبی اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡھِمَا سے سرخ نقطے لگانے اور اس پر اجرت لینے کی کراہت مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''قرآن کو صاف رکھو۔'' ان کے متعلق یہی گمان کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس دروازے کو کھولنا اس خوف سے ناپسند کیا کہ کہیں یہ چیز زیادتیوں کی طرف نہ لے جائے، لہٰذا انہوں نے اس دروازے کو بند کرنے اور قرآن کو تبدیلی سے بچانے کے جذبے کے تحت ایسا کیا، لیکن اگر اس سے کوئی ممنوع بات لازم نہ آئے اور امت اتفاق کرے کہ اس (نقطے وغیرہ لگانے) سے قرآن کی معرفت بڑھتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس کا محض نیا ہونا ممانعت کی دلیل نہیں کتنے ہی نئے کام اچھے ہیں جیسا کہ تراویح میں جماعت قائم کرنے کے متعلق منقول ہے کہ یہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے جاری کی اور یہ بدعتِ حسنہ ہے اور بدعت مذمومہ وہ ہوتی ہے جو سنتِ قدیمہ کے مخالف ہو یا اس کی تبدیلی کا سبب بنے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ ''میں نقطوں والے قرآن سے پڑھ لیتا ہوں لیکن خود اپنے لئے نقطے نہیں لگاتا۔''

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی حضرت سیِّدُنا امام یحیٰی بن ابی کثیر رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡھِمَا سے نقل کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک مصاحف میں نقطوں وغیرہ سے خالی تھا، سب سے پہلے اس میں ب اور ت پر نقطے لگائے گئے اور علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اس کا نور ہے پھر انہوں نے آیات کے اختتام پر بڑے

[1] ......مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب ثان منه، الحدیث۳۶۱۸، ج۲، ص۵۴۹۔

بڑے نقطے لگائے اور فرمایا اس میں بھی کوئی حرج نہیں اس کے ذریعے آیت ختم ہونے کی پہچان ہوتی ہے۔ پھر آغاز واختتام کی علامات لگائی گئیں۔

حضرت سیّدُنا ابوبکر ہذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مصاحف پر سرخ نقطے لگانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''یہ نقطے کیا ہیں؟'' میں نے عرض کی: ''کلمہ کو عربی میں اعراب لگاتے ہیں۔'' تو فرمایا: ''قرآن پر اعراب لگانے میں کوئی حرج نہیں۔''

حضرت سیّدُنا خالد بن مہران حذا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں حضرت سیّدُنا امام ابن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں نقطوں والے قرآن سے تلاوت کرتے دیکھا حالانکہ آپ نقطے لگانے کو ناپسند کرتے تھے۔''

قرآن پر اعراب کس نے لگوائے؟

منقول ہے کہ یہ (یعنی نقطے واعراب وغیرہ لگانے کا) کام حجاج بن یوسف نے کیا اس نے قرائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کو جمع کیا یہاں تک کہ انہوں نے قرآن کے کلمات اور حروف کو شمار کیا اور اس کے اجزا کو برابر کر کے تیس حصوں میں تقسیم کیا اور کچھ اور تقاسیم بھی کیں۔

﴿5﴾......ترتیل قرآن کے آداب:

قرآنِ پاک میں ترتیل (یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا) مستحب ہے، عنقریب ہم بیان کریں گے کہ تلاوت سے مقصود غور وفکر کرنا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اس پر مددگار ہے اسی لئے ام المؤمنین حضرت سیّدَتُنا ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قراءت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک ایک حرف الگ الگ پڑھتے تھے۔'' (1)

حضرت سیّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''مجھے سورۂ بقرہ اور آل عمران ترتیل اور غور وفکر کے ساتھ پڑھنا بغیر ترتیل کے پورا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے۔'' آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ ''مجھے سورۂ زلزال اور قارعہ ترتیل سے غور وفکر کے ساتھ پڑھنا سورۂ بقرہ اور آل عمران بغیر ترتیل جلدی جلدی پڑھنے سے زیادہ پسند ہے۔''

(1)......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراۃ، الحدیث: ۱۴۶۶، ج۲، ص۱۰۵، بتغیرِ الفاظٍ۔

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد سے نماز پڑھنے والے دو آدمیوں کے متعلق پوچھا گیا، ان کا قیام ایک جیسا تھا مگر ایک نے فقط سورۂ بقرہ پڑھی جبکہ دوسرے نے پورا قرآن پڑھا تو آپ نے فرمایا: ''دونوں کا اجر ایک جیسا ہے۔''

جان لیجئے کہ ترتیل مستحب ہے نہ کہ صرف غور و فکر کرنا اس لئے کہ عجمی شخص جو قرآن کا معنی نہیں سمجھتا اس کے لئے بھی قراءَت میں ترتیل مستحب ہے کیونکہ اس میں عزت و احترام زیادہ ہے نیز یہ جلدی پڑھنے کی بنسبت دل میں زیادہ تاثیر کا باعث بنتی ہے۔

﴿6﴾......رونا:

قرآنِ پاک پڑھتے ہوئے رونا مستحب ہے کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن پڑھو اور روؤ اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنالو۔'' (1)

ایک روایت میں ہے کہ ''جو شخص قرآن پاک کو اچھی آواز سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔'' (2)

حضرت سیِّدُنا صالح مری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کی تو آپ نے استفسار فرمایا: ''اے صالح! یہ تلاوتِ قرآن ہے تو رونا کہاں ہے؟''

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے آیتِ سجدہ تلاوت کرو تو سجدہ کرنے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ رونے لگو اگر تم میں سے کسی کی آنکھ نہ روئے تو اس کے دل کو رونا چاہئے۔''

بتکلّف رونے کا طریقہ: یہ ہے کہ دل میں غم کو حاضر کرے کہ اس سے رونا پیدا ہوتا ہے۔ حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا، لہٰذا جب تم اس کی قراءَت کرو تو غم ظاہر کرو۔'' (3)

سب سے بڑی مصیبت:

غم کی کیفیت پیدا کرنے کا طریقہ: یہ ہے کہ اس میں وارد تنبیہات و وعیدات اور عہد و پیمان کو یاد کرے، پھر اس

1 ......سنن ابن ماجة، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن، الحدیث:۱۳۳۷، ج۲، ص۱۲۹، بتغیرٍ۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالی: واسروا قولکم......الخ، الحدیث:۷۵۲۷، ج۴، ص۵۸۶۔

3 ......مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب القراءة بالحزن، الحدیث:۱۱۶۹۴، ج۷، ص۳۵۱، مفهومًا۔

کے اوامر ونواہی کے معاملے میں اپنی کوتاہیوں میں غور وفکر کرے تو بالیقین وہ غمگین ہوگا اور رونے لگے گا۔ اگر اس پر غم اور رونے کی کیفیت طاری نہ ہو جیسے صاف دل والوں پر طاری ہوتی ہے تو اسے نہ رونے اور غمگین نہ ہونے پر رونا چاہئے کیونکہ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

﴿7﴾...... آیات کے حق کی رعایت کے آداب:

جب آیت سجدہ تلاوت کرے تو سجدہ کرے، اسی طرح جب کسی دوسرے سے آیت سجدہ سنے تو جب تلاوت کرنے والا سجدہ کرے یہ بھی سجدہ کرے اور باوضو سجدہ کرے۔ قرآن پاک میں 14 سجدے ہیں۔ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں (۱)، سورۂ ص میں سجدہ نہیں (۲)۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ (۳):

اس کی کم از کم حد یہ ہے کہ پیشانی زمین پر رکھے اور کامل سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے اور تلاوت کردہ آیت کے مناسب دعا مانگے۔ مثال کے طور پر یہ آیتِ مبارکہ پڑھے:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۠ ۩ ﴿۱۵﴾ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے (۴)۔

---

❶...... احناف کے نزدیک: سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے۔ پہلی جگہ جہاں سجدے کا ذکر ہے۔ سورۂ حج کی آخری آیت جس میں سجدہ کا ذکر ہے اس کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب نہیں کہ اس میں سجدے سے مراد نماز کا سجدہ ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۷۲۶، ۷۲۹)

❷...... احناف کے نزدیک: سورۂ ص میں سجدہ ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۷۲۷)

❸...... احناف کے نزدیک: سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۷۳۱)

نوٹ: سجدۂ تلاوت کے تفصیلی احکام جاننے کے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت جلد اول صفحہ 726 تا 739** کا یا 49 صفحات پر مشتمل مطبوعہ رسالے ''**تلاوت کی فضیلت**'' کا مطالعہ کیجئے۔

❹...... یہ آیت سجدہ ہے اور آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج ۱، ص ۷۲۸)

تو یوں دُعا کرے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ لِوَجْھِكَ الْمُسَبِّحِیْنَ بِحَمْدِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ عَنْ اَمْرِكَ اَوْعَلٰی اَوْلِیَائِكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی رضا کے لئے سجدہ کرنے والوں میں سے بنا جو تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے حکم اور تیرے اولیا سے تکبر کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔

جب اس آیتِ مبارکہ کی تلاوت کرے:

وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة (پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۱۰۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے[1]۔

تو یوں دعا مانگے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْبَاكِیْنَ اِلَیْكَ الْخَاشِعِیْنَ لَكَ یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو تیری بارگاہ میں رونے والے اور تیرے لئے خشوع کرنے والے ہیں۔

اسی طرح ہر سجدے میں کرے۔ سجدۂ تلاوت میں نماز کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جیسے ستر عورت، استقبال قبلہ، طہارت۔ جو شخص آیت سجدہ سنتے وقت باوضو نہ ہو تو جب باوضو ہو تب سجدہ کرلے۔

سجدۂ تلاوت کے کامل ہونے کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے لئے ہاتھوں کو اُٹھاتے ہوئے تکبیر کہے، پھر سجدے کے لئے جھکتے ہوئے تکبیر کہے، پھر سجدے سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہے، پھر سلام پھیرے۔ بعض نے تشہد کا بھی اضافہ کیا ہے[2]۔ اس کی کوئی اصل نہیں سوائے اس کے کہ اسے سجودِ نماز پر قیاس کیا ہو اور یہ قیاس بعید از عقل ہے، کیونکہ صرف سجدے کا حکم وارد ہوا ہے اس لئے اسی کی پیروی کی جائے گی اور جھکنے کے لئے تکبیر کہنا ابتدا کے زیادہ قریب ہے اس کے علاوہ دیگر قیودات لگانا درست نہیں۔

مقتدی امام کے سجدہ (تلاوت) کرتے وقت سجدہ کرے، اگر مقتدی خود آیت سجدہ پڑھے تو سجدہ نہ کرے۔

﴿8﴾......قراءت شروع کرنے کے آداب:

قراءت کی ابتدا یوں کرے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ

1......یہ آیت سجدہ ہے اور آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۱، ص۷۲۸)

2......احناف کے نزدیک: سجدۂ تلاوت کے لئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے وقت نہ ہاتھ اٹھانا ہے اور نہ اس میں تشہد ہے نہ سلام۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۷۲۸)

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ یعنی میں شیطان مردود سے خدائے سمیع وبصیر کی پناہ مانگتا ہوں، اے میرے ربّ! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے ربّ! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ نیز سورۂ ناس اور سورۂ فاتحہ پڑھے اور جب قراءت سے فارغ ہو تو یوں کہے: صَدَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنَا بِہٖ وَبَارِکْ لَنَا فِیْہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سچ فرمایا اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سچ پہنچایا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس سے نفع عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت عطا فرما، سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جو مالک سارے جہان والوں کا اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتا ہوں جو زندہ اور قائم رکھنے والا ہے۔

قراءت کے دوران جب آیتِ تسبیح پر پہنچے تو تسبیح اور تکبیر کہے، جب دعا و استغفار والی آیت پر پہنچے تو دعا واستغفار کرے، جب اُمید (ورحمت) والی آیت پر پہنچے تو سوال کرے، جب خوف والی آیت پر پہنچے تو پناہ مانگے اور اسے اختیار ہے کہ یہ کام اپنی زبان سے کرے یا دل سے۔ آیتِ تسبیح پر پہنچے تو یوں کہے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے پاکی ہے، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے ہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں رزق عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم پر رحم فرما۔

حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں نماز ادا کی آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع فرمائی جب آیت رحمت کی تلاوت کرتے تو رحمت کا سوال کرتے، جب آیت عذاب سے گزرتے تو پناہ طلب کرتے، جب آیت تنزیہ (یعنی ایسی آیت جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کی گئی ہو) کی تلاوت کرتے تو سُبْحٰنَ اللّٰہ کہتے۔ (1) جب فارغ ہوئے تو وہی دعا مانگی جو ختمِ قرآن کے وقت کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْہُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْہُ مَا جَھِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَہٗ آنَاءَ اللَّیْلِ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ وَاجْعَلْہُ لِیْ حُجَّۃً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! قرآن کے ذریعے مجھ پر رحم فرما، اسے میرے لئے امام، نور، ہدایت اور رحمت بنا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس میں سے جو میں بھول چکا ہوں وہ مجھے یاد دلا دے اور جس سے میں لاعلم ہوں وہ مجھے سکھا دے اور مجھے رات کی گھڑیوں اور دن کے اطراف میں (یعنی صبح شام) اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما۔

---

(1) ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تطویل القراءۃ......الخ، الحدیث ۷۷۲، ص ۳۹۱، مفھومًا۔

﴿9﴾......بلند آواز سے قراءَت کرنا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اتنی آواز سے قراءت کرے کہ خود سن لے کیونکہ قراءَت اس چیز کا نام ہے کہ حروف کو آواز کے ساتھ واضح طور پر ادا کرے، لہٰذا آواز کا ہونا ضروری ہے، قراءت کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ قراءَت کرنے والا خود سن لے اگر خود بھی نہ سنے تو اس کی نماز صحیح نہیں۔ اتنی بلند آواز سے قراءَت کرنا کہ دوسرا بھی سن لے یہ ایک اعتبار سے پسندیدہ ہے اور ایک اعتبار سے مکروہ۔

آہستہ آواز سے قراءت مستحب:

حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سری (یعنی آہستہ) قراءَت کی بلند آواز سے قراءَت پر اتنی فضیلت ہے جتنی پوشیدہ صدقہ کی علانیہ صدقہ پر۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''علانیہ قرآن پڑھنے والا علانیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا خفیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ''پوشیدہ عمل علانیہ عمل پر 70 گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔'' (۳)

ایک روایت میں ہے کہ ''بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو اور بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔'' (۴)

حدیثِ پاک میں ہے کہ ''مغرب اور عشا کے درمیان کی قراءَت میں تم ایک دوسرے سے آواز بلند نہ کرو۔'' (۵)

حکایت: حاکم مدینہ کی عاجزی:

حضرتِ سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک رات مسجدِ نبوی میں امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر بن

1 ......قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، کتاب الجهر بالقرآن......الخ، ج۱، ص۱۱۰۔
2 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة......الخ، الحدیث:۱۳۳۳، ج۲، ص۵۶۔
3 ......قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، کتاب الجهر بالقرآن......الخ، ج۱، ص۱۱۰۔
شعب الایمان للبیهقی، باب فی محبة اللّٰه، فصل فی ادامة ذکر اللّٰه، الحدیث:۵۵٤، ج۱، ص۴۰۸، مفهومًا۔
4 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث:۱۴۷۷، ج۱، ص۳۶۴، بتقدمٍ وتاخرٍ۔
5 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة فی صلاة اللیل، الحدیث:۱۳۳۲، ج۲، ص۶۵، باختصارٍ۔
قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، کتاب الجهر بالقرآن......الخ، ج۱، ص۱۱۰۔

عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کونماز میں بلند آواز سے قراءَت کرتے سنا، آپ کی آواز بھی اچھی تھی تو اپنے غلام سے فرمایا: ''اس نمازی سے کہو کہ آواز آہستہ کرے۔'' غلام نے عرض کی: ''مسجد ہماری نہیں اس میں دوسرے لوگوں کا بھی حق ہے۔'' تو حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بلند آواز سے فرمایا: ''اے نمازی! اگر نماز سے رضائے الٰہی مقصود ہے تو اپنی آواز پست کر لے اور اگر لوگوں کی رضا چاہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں یہ تیرے کچھ کام نہ آئے گی۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے اپنی آواز آہستہ کر لی، نماز مختصر کی، سلام پھیرا اور خاموشی سے تشریف لے گئے حالانکہ اس وقت آپ حاکم مدینہ تھے۔

بلند آواز سے قراءت مستحب:

بلند آواز سے قراءَت کے مستحب ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کی نماز میں صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ایک مجمع کو بلند آواز سے قراءَت کرتے سنا تو اسے (یعنی ان کے بلند آواز سے پڑھنے کو) درست قرار دیا۔ (1)

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم رات کو اُٹھ کر نماز پڑھو تو بلند آواز سے قراءَت کرو کیونکہ فرشتے اور گھر میں رہنے والے جنّات اس کی قراءَت سنتے اور اسی کی مثل نماز پڑھتے ہیں۔'' (2)

ایک رات پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے تین صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے پاس سے گزرے، ان کے احوال مختلف تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس سے گزرے جو آہستہ قراءَت کر رہے تھے، ان سے آہستہ پڑھنے کے متعلق استفسار فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ''میں جس کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہوں وہ سن رہا ہے۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس سے گزرے جو بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے، ان سے بلند آواز سے قراءت کے متعلق استفسار فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ''میں سوتوں کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔'' حضرت سیِّدُنا بلال حبشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے

(1) ......قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، كتاب الجهر بالقرآن......الخ، ج۱، ص۱۱۰۔

(2) ......قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، كتاب الجهر بالقرآن......الخ، ج۱، ص۱۱۰۔

پاس سے گزرے ، وہ کچھ آیات ایک سورت سے اور کچھ دوسری سے تلاوت کررہے تھے، ان سے اس کے متعلق استفسار فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ''میں طیب کے ساتھ طیب کو ملاتا ہوں ۔'' تو حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم سب نے اچھا اور درست کیا۔'' (1)

مذکورہ روایات میں تطبیق:

آہستہ پڑھنا ریا اور بناوٹ سے دور کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں افضل ہے جسے خود پر اس کا خوف ہو اور اگر ریا کاری وغیرہ کا خوف نہ ہو اور بلند آواز سے پڑھنے میں کسی کی نماز میں خلل نہ ہوتا ہو تو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے اور دوسروں تک پہنچنے والی بھلائی ایک شخص تک محدود بھلائی سے افضل ہے۔

بلند آواز سے پڑھنے کے فوائد:

بلند آواز سے قراءَت، پڑھنے والے کے دل کو بیدار رکھتی، اس کی فکر کو قرآن میں غور وفکر کرنے کی طرف اکٹھا کرتی، اسے اس طرف متوجہ رکھتی، نیند کو دور کرتی، چستی بڑھاتی اور سستی کم کرتی ہے۔ بلند آواز سے پڑھنے میں سوئے ہوئے شخص کے بیدار ہونے کی اُمید ہوتی ہے تو یہ اس کے بیدار ہونے کا سبب ہے، نیز بعض اوقات کوئی غافل وبے کار شخص اسے دیکھ کر اس کی چستی کے سبب چست ہو جاتا ہے اور اس میں عبادت کا ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر قاریٔ قرآن کی ان میں سے کوئی نیت ہو تو بلند آواز سے قراءَت کرنا افضل ہے اور جب یہ تمام نیتیں جمع ہو جائیں تو اجر وثواب دُگنا ہو جاتا ہے۔

جتنی نیتیں زیادہ اتنا ثواب بھی زیادہ (2):

نیتوں کی کثرت سے نیک لوگوں کے اعمال کا تزکیہ ہوتا اور ان کے اجر دُگنا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایک عمل

1 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة......الخ، الحدیث:۱۳۲۹۔۱۳۳۰، ج۲، ص۵۵۔
قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، کتاب الجهر بالقران......الخ، ج۱، ص۱۱۰۔

2 ......اچھی اچھی نیتوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے شیخ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 616 صفحات پر مشتمل کتاب ''نیکی کی دعوت'' (حصہ اول) صفحہ 109 تا 129 کا مطالعہ کیجئے!

میں 10 نیتیں ہوں تو اس کے 10 اجر ملیں گے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ دیکھ کر قرآن پاک پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس سے عمل میں، دیکھنا، قرآن میں غور وفکر کرنا اور اسے اٹھانا بڑھ جاتا ہے لہٰذا اس کے سبب اجر بھی بڑھ جاتا ہے۔ نیز منقول ہے کہ دیکھ کر قرآن پڑھنے کا سات گنا اجر ہے کیونکہ قرآن پاک کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

کثرت تلاوت کے سبب......؟

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کثرت سے تلاوت فرماتے تھے کہ اس کے سبب آپ کے پاس دو مصحف شریف شہید گئے تھے۔ کئی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن دیکھ کر قرآنِ پاک پڑھتے اور کوئی دن قرآنِ پاک کو دیکھے بغیر گزارنا ناپسند کرتے تھے۔

صبح تک اسے بند نہیں کرتا:

مصر کے ایک فقیہ ایک روز صبح کے وقت حضرت سیّدنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے پاس حاضر ہوئے، اس وقت آپ قرآن پاک سے دیکھ کر تلاوت کر رہے تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس فقیہ سے فرمایا: ”تمہیں فقہ نے قرآنِ پاک سے غافل کر دیا، میں عشا کی نماز پڑھتا ہوں اور قرآنِ پاک میرے سامنے ہوتا ہے، پھر صبح تک اسے بند نہیں کرتا۔

﴿10﴾......خوش الحانی وعمدگی سے قراءت کرنا:

قرآنِ پاک کو اچھی آواز سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا سنت ہے لیکن حروف کو اتنا زیادہ نہ کھینچے کہ آواز بدل جائے یا نظمِ قرآن تبدیل ہو جائے۔ نیز حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قرآنِ پاک کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جتنا خوش الحانی سے تلاوت قرآن کا حکم دیا اتنا کسی اور چیز کا نہ دیا۔“ (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ”جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۳)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، الحدیث: ۱۴۶۸، ج۲، ص۱۰۵۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تحسین......الخ، الحدیث: ۷۹۲، ص۳۹۷-۳۹۸۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ: واسروا قولکم......الخ، الحدیث: ۷۵۲۷، ج۴، ص۵۸۶۔

سیِّدُنا سالم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی خوش الحانی:

مروی ہے کہ مصطفٰے جان رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک رات ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا انتظار فرما رہے تھے۔ انہیں آنے میں کچھ دیر ہوگئی تو استفسار فرمایا: ''تمہیں کس چیز نے روکا؟'' عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے ایک شخص کو قراءَت کرتے سنا، اس سے اچھی آواز میں نے نہیں سنی۔'' تو حضور نبی ٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے اور کافی دیر تک اس کی قراءَت سنتے رہے، پھر واپس آکر ارشاد فرمایا: ''یہ ابو حذیفہ کا غلام سالم ہے، تمام خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے میری امت میں ایسا شخص پیدا فرمایا۔'' (۱)

اسی طرح ایک رات امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی معیت میں حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود کی طرف گئے اور کافی دیر ٹھہرے ان کی قراءت سنتے رہے، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص قرآنِ پاک کو اس طرح ترو تازہ پڑھنا چاہے جس طرح نازل ہوا تو وہ ابن اُمِّ عبد کی طرح قراءَت کرے۔'' (۲)

سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی خوش الحانی:

ایک روز حضور نبی ٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''میرے سامنے تلاوت کرو۔'' عرض کی: ''میں آپ کے سامنے کیا پڑھوں آپ پر ہی تو قرآن اترا ہے۔'' ارشاد فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں۔'' چنانچہ، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تلاوت کرتے رہے اور رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمان مبارک سے آنسو بہتے رہے۔ (۳)

سیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی خوش الحانی:

حضور نبی ٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قراءَت سن کر

---

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب فی حسن الصوت بالقرآن، الحدیث: ۱۳۳۸، ج۲، ص۱۳۰، بتغیرٍ۔

2 ......السنن الکبری للنسائی، کتاب المناقب، عبداللّٰہ بن مسعود، الحدیث: ۸۲۵۶۔۸۲۵۷، ج۵، ص۱۷۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب البکاء عند قراءة القرآن، الحدیث: ۵۰۵۵، ج۳، ص۴۱۸، مفهومًا۔

ارشاد فرمایا: ''اسے داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سی خوش آوازی عطا ہوئی ہے۔'' (1) جب یہ بات حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پہنچی تو انہوں نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں مزید خوش الحانی سے پڑھتا۔'' (2)

حکایت: خوش نصیب قاریٔ قرآن:

حضرت سیِّدُ نا قاری ہیثم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں خواب میں پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا تو آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''تو ہی ہیثم ہے جو خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں!'' تو دعا سے نوازتے ہوئے فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔''

مروی ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جب اکٹھے ہوتے تو کسی ایک سے کہتے کہ ''قرآن کی کوئی سورت سناؤ۔''

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرتِ سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرماتے: ''ہمیں ہمارے ربّ کی یاد دلاؤ۔'' وہ ان کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کرتے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت ہوجاتا تو کہا جاتا: ''نماز نماز۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: ''کیا ہم نماز میں نہیں ہیں۔'' آپ کے اس قول سے اس فرمانِ باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے: ''وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (پ ۲۱، العنکبوت: ۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک اللّٰہ کا ذکر سب سے بڑا۔''

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''جو شخص قرآنِ پاک کی کوئی آیت سنتا ہے، بروز قیامت وہ اس کے لئے نور ہوگی۔'' (3)

ایک روایت میں ہے کہ ''اس کے لئے 10 نیکیاں لکھی جائیں گی۔'' (4)

قرآن مجید کی تلاوت سننے کا کتنا عظیم الشان اجر ہے اور تلاوت کرنے والا جو اس کا سبب ہے وہ بھی اجر وثواب میں اس کا شریک ہے بشرطیکہ ریا کاری و بناوٹ کی نیت نہ ہو۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراء ۃ، الحدیث: ۵۰۴۸، ج۳، ص۴۱۶۔

2 ......قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، کتاب الجھر بالقرآن......الخ، ج۱، ص۱۱۲۔

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۸۵۰۲، ج۳، ص۲۴۵، "استمع" بدلہ "تلا"۔

4 ......قوت القلوب، الفصل التاسع عشر، کتاب الجھر بالقرآن......الخ، ج۱، ص۱۱۱۔

باب نمبر3: # تلاوت کے باطنی آداب

تلاوت کے باطنی آداب دس ہیں: (١)......اصلِ کلام کا سمجھنا (٢)......اس کی تعظیم کرنا (٣)......حضورِ قلبی کے ساتھ تلاوت کرنا (٤)......اس کے معانی میں غور وفکر کرنا (٥)......معانی کو سمجھنا (٦)......سمجھنے میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو دُور کرنا (٧)......تخصیص (٨)......تأثر (٩)......ترقی (١٠)......براءت کا اظہار کرنا۔

﴿1﴾...... کلام کی عظمت وبلندی کو سمجھنا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل واحسان اور لطف وکرم کو یوں سمجھنا کہ اس نے عرش بریں سے ایسا آسان کلام اتارا کہ مخلوق کی سمجھ میں آجائے، اس پر غور کرنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنی مخلوق پر کتنی مہربانی ہے کہ وہ کلام جو اس کی صفتِ قدیمہ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم تھا اس کے معانی کو مخلوق کی سمجھ تک پہنچا دیا، وہ صفت حروف واصوات (آوازوں) سے کس طرح ظاہر ہوئی حالانکہ حروف واصوات بشری صفات ہیں لیکن چونکہ بشر کو طاقت نہیں کہ وہ اپنی صفات کے وسیلہ کے بغیر صفاتِ الٰہیہ کو سمجھ سکے، لہٰذا ان حروف واصوات کے پیرائے میں اس صفت کلام کو ڈھال دیا گیا، اگر بالفرض کلامِ الٰہی کے جلال کی حقیقت حروف کے پیرائے میں چُھپی نہ ہوتی تو عرش بھی اسے سن کر نہ ٹھہر سکتا، نہ خاک کو اس کے سننے کی تاب ہوتی، اس کی عظمت اور نورِ جلال سے فرش تا عرش سب ناپید ہو جاتے۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ثابت قدم نہ رکھتا تو ان میں کلام الٰہی سننے کی تاب نہ ہوتی جیسے پہاڑ ادنیٰ تجلّی برداشت نہ کرسکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ کلام الٰہی کی عظمت کو ایسی مثالوں کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں جن تک مخلوق کی عقل کی رسائی ہو۔ اسی لئے بعض عارفین نے اسے یوں تعبیر کیا کہ کلامِ الٰہی میں سے ہر حرف لوحِ محفوظ میں کوہِ قاف پہاڑ سے بڑا ہے، اگر تمام فرشتے ایک حرف کو اُٹھانے کے لئے جمع ہو جائیں تو بھی نہ اُٹھا پائیں البتہ لوح محفوظ پر مامور فرشتے حضرت سیِّدُنا اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام اسے اٹھا لیتے ہیں لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اذن اور اس کی رحمت سے نہ کہ اپنی طاقت وقوت سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ طاقت عطا فرمائی ہے اور یہ کام انہی کے سپرد ہے۔ کلام الٰہی کے بلند مرتبہ ہونے کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کی عقل کو اس کے معانی سمجھنے تک رسائی عطا فرمائی اور اسے ثابت رکھا حالانکہ انسان کا مرتبہ کم ہے۔

کلام الٰہی کے معانی کو اس مثال سے سمجھو:

ایک بزرگ نے کلام کے معانی تک پہنچنے کی ایک لطیف صورت بیان فرمائی بلکہ ایک مثال بھی پیش کی ہے۔ چنانچہ، فرماتے ہیں: کسی دانا شخص نے ایک بادشاہ کو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی (لائی ہوئی) شریعت کی دعوت دی تو بادشاہ نے چند سوال کئے تو دانا نے بادشاہ کی سمجھ کے مطابق جوابات دیئے۔ بادشاہ نے کہا: ''میں نے دیکھا ہے کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کلام لاتے ہیں تم اس کے متعلق کہتے ہو کہ یہ لوگوں کا کلام نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے، پھر لوگ اسے کیسے سمجھتے ہیں؟'' اس دانا شخص نے جواب دیا: ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ جب کسی جانور یا پرندے کو کچھ سکھانا چاہتے ہیں مثلاً آگے بڑھنا، پیچھے ہٹنا، سامنے منہ کرنا اور پشت پھیرنا وغیرہ اور وہ جانوروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کی عقل سے تحسین وتزیین اور عجیب تنظیم کے ساتھ صادر ہونے والے کلام کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو وہ جانوروں کے رنگ میں ڈھل کر کلام کرتے ہیں اور اپنے مقصود کو ان میں ایسی آواز سے پہنچاتے ہیں جو ان کی سمجھ کے مناسب ہو مثلاً ٹخ ٹخ کرنا، سیٹی بجانا اور ایسی آوازیں جو ان کی آوازوں کے قریب قریب ہوں تاکہ وہ انہیں سمجھ سکیں۔ اسی طرح لوگ بھی کلام الٰہی کو اس کی ماہیت اور کمالِ صفات سے سمجھنے سے عاجز ہیں تو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی ان کے ساتھ وہی انداز اختیار کیا جو لوگ جانوروں کے ساتھ برتتے ہیں یعنی اس کلام پاک کو ایسے الفاظ وحروف میں بیان کیا جس سے لوگ اس کی حکمت کو سمجھ جائیں جیسے جانور سیٹی وغیرہ سے ان کے مطالب کو سمجھ لیتے ہیں اور چونکہ حکمت کے معانی ان حروف اور اصوات میں پوشیدہ رہتے ہیں لہٰذا ان معانی کی شرافت اور عظمت کے سبب کلام کی سمجھ آتی ہے تو گویا آواز حکمت کے لئے جسم اور مکان جبکہ حکمت آواز کے لئے جان اور روح ہے۔ جس طرح آدمی کا جسم روح کے سبب مکرم ومعزز ہوتا ہے اسی طرح کلام کے اصوات وحروف بھی ان میں موجود حکمتوں کی وجہ سے مشرف ومقصود ہوتے ہیں اور کلام بلند مرتبہ اور اعلیٰ درجہ رکھتا ہے، غلبہ میں زبردست، حق وباطل میں حکم نافذ کرنے والا، حاکمِ عادل اور پسندیدہ گواہ ہے، اسی سے امر ونہی کا صدور ہوتا ہے باطل کو تاب نہیں کہ پُرحکمت کلام کے سامنے ٹھہر سکے جیسے سایہ سورج کی شعاع کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا، بندوں میں طاقت نہیں کہ حکمت کی گہرائی کے پار جائیں جیسے وہ اپنی آنکھوں کو سورج کی روشنی کے پار نہیں کر سکتے۔ البتہ، سورج کی روشنی سے انہیں اتنا

حاصل ہوتا ہے کہ جس سے ان کی آنکھوں میں نور آجائے اور وہ اپنی ضروریات کی طرف رہنمائی حاصل کرلیں۔

کلامِ الٰہی چھپے ہوئے بادشاہ کی مانند ہے جس کا چہرہ محسوس نہیں ہوتا لیکن اس کا حکم جاری ہے یا گویا وہ سورج ہے جس کی روشنی ظاہر ہے مگر وہ خود پوشیدہ ہے یا چمکتے ستارے کی مثل ہے کہ جسے اس کی چال سے واقفیت نہیں ہوتی وہ بھی اس کے ذریعے راہ پالیتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

کلامِ الٰہی نہایت عمدہ خزانوں کی چابی ہے۔ یہ آبِ حیات ہے کہ جس نے اس میں سے پیا وہ حیاتِ ابدی سے متصف ہوگیا اور ایسی دوا ہے کہ جس نے اس کو نوش کیا کبھی بیمار نہ ہوا۔ یہ دانا شخص نے جو بیان کیا ہے کلام کے معنی کو سمجھنے کے لئے ایک مختصر سی بات ہے، اس سے زیادہ بیان کرنا علمِ معاملہ کے مناسب نہیں لہٰذا اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔

(2)......متکلم کی تعظیم:

قاریٔ قرآن کو چاہئے کہ تلاوتِ قرآن شروع کرتے وقت دل میں متکلم کی عظمت ظاہر کرے اور یہ جانے کہ جو کچھ میں پڑھ رہا ہوں یہ بندوں کا کلام نہیں۔ کلامِ مجید کی تلاوت میں بہت زیادہ خطرہ ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَؕ﴿۷۹﴾ (پ۲۷، الواقعہ: ۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔

جس طرح ظاہری جلدِ قرآن اور اس کے اَوراق کا یہ ادب ہے کہ آدمی کا جسم بغیر طہارت انہیں نہ لگے اسی طرح اس کے معانی کا باطن بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے پردے میں ہے جو دل کے اندر ہر طرح کی ناپاکی سے پاک ہوئے بغیر اور نورِ تعظیم و توقیر سے منور ہوئے بغیر نہیں آسکتے۔ جس طرح ہر ایک ہاتھ جلدِ مصحف کو چھونے کے لائق نہیں اسی طرح ہر زبان اس کے حروف کی تلاوت کی بھی لیاقت نہیں رکھتی، نہ ہر ایک دل میں اس کے معانی حاصل کرنے کی قابلیت ہے۔ اسی تعظیم کے سبب حضرتِ سیِّدُنا عکرمہ بن ابی جہل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب قرآنِ پاک کھولتے تو ان پر غشی طاری ہوجاتی اور فرماتے: ''یہ میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے، یہ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے۔''

کلام کی عظمت سے متکلم کی عظمت ہوتی ہے اور متکلم کی عظمت دل میں تب تک نہیں آسکتی جب تک کہ اس کی

صفات اور جلال وافعال میں فکر نہ کریں۔پس جب قاری کے دل میں عرش،کرسی،آسمان،زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں یعنی جنّ وانس اور درخت وحیوانات آئیں اور وہ یقین سے جانے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا، ان پر قدرت رکھنے والا، انہیں روزی دینے والا واحد و یکتا ہے اور سب کے سب اس کے قبضۂ قدرت میں اور اس کے فضل ورحمت اور عذاب وسطوت میں متردد ہیں اگر وہ انعام کرے گا تو اپنے فضل سے اور اگر عذاب دے گا تو اپنے عدل سے۔اسی کا ارشاد ہے کہ ''یہ لوگ بہشت کے لئے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ لوگ دوزخ کے لئے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔'' یہ عظمت و بزرگی کی انتہا ہے۔ایسے امور میں غور وفکر کرنے سے متکلم کی عظمت دل میں پیدا ہوتی ہے پھر کلام کی عظمت اس میں جاگزیں ہوتی ہے۔

﴿3﴾......حضورِ قلب کے آداب:

حضورِ قلب کے ساتھ تلاوت کرنا اور دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو ترک کرنا۔بعض مفسرین فرماتے ہیں: اس فرمان باری تعالیٰ: ''یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ (پ۱۶،مریم:۱۲)'' میں ''قوۃ'' سے مراد کوشش واجتہاد ہے اور کوشش کے ساتھ پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قراءت کے وقت صرف اسی کی طرف توجہ ہو کسی دوسری جانب نہ ہو۔

قرآن سے زیادہ محبوب کچھ نہیں:

کسی نیک بندے سے پوچھا گیا کہ تلاوتِ قرآن کے دوران آپ اپنے نفس سے بھی کوئی بات کرتے ہیں (یعنی دل میں کسی اور چیز کا خیال آتا ہے)؟ انہوں نے فرمایا: ''کیا کوئی چیز مجھے قرآن سے زیادہ محبوب ہوگی کہ میں نفس سے اس کے بارے میں گفتگو کروں۔''

بعض بزرگ جب قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے اور دل اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا تو اسے دوبارہ پڑھتے۔یہ صفت تعظیمِ کلام سے پیدا ہوتی ہے جس کا پہلے ذکر ہوا کیونکہ جو شخص پڑھے جانے والے کلام کی تعظیم کرتا ہے وہ اس پر خوش ہوتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس سے غافل نہیں ہوتا۔

باغات، حجرے، دلہنیں اور ریشمی لباس وغیرہ:

قرآنِ پاک میں انس کی باتیں ہیں اگر پڑھنے والا اس کا اہل ہو تو وہ غیر کے ذریعے کیسے انس حاصل کرے گا۔

قرآنِ پاک میں سیر وسیاحت اور خوشی کے مقامات ہیں اور جو شخص سیر وتفریح کے مقام پر ہو وہ دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ منقول ہے کہ قرآنِ پاک میں میدان، باغات، حجرے، دلہنیں، ریشمی لباس، باغیچے اور سرائیں ہیں۔ لفظِ میم قرآنِ پاک کے میدان ہیں، لفظِ را قرآنِ پاک کے باغات ہیں، لفظِ حا اس کے حجرے ہیں، تسبیح سے شروع ہونے والی سورتیں قرآنِ پاک کی دلہنیں ہیں، حٰمٓ قرآنِ پاک کے ریشمی کپڑے ہیں، مفصَّل سورتیں اس کے باغیچے ہیں اور اس کے علاوہ سرائیں ہیں۔ جب قرآنِ پاک پڑھنے والا میدانوں میں داخل ہوتا، باغات سے پھل چنتا، حجروں میں داخل ہو کر دلہنوں کے پاس جاتا، ریشمی لباس پہنتا، باغیچوں میں سیر کرتا ہے اور سرائے میں سکونت اختیار کرتا ہے تو یہ سب اسے گھیر لیتا اور اپنے ماسوا سے پھیر دیتا ہے، پھر نہ تو اس کا دل دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی سوچ منتشر ہوتی ہے۔

﴿4﴾......غور وفکر کرنا:

یہ حضورِ قلب کے علاوہ ہے کیونکہ کبھی تلاوت کرنے والا قرآن کے علاوہ میں غور تو نہیں کرتا مگر فقط قرآن سننے پر اکتفا کرتا ہے، اس میں تدبر نہیں کرتا حالانکہ قراءَت سے مقصود تدبر کرنا ہے، اسی لئے ترتیل سے (یعنی ٹھہر ٹھہر کر) تلاوت کرنا مسنون ہے کیونکہ اگر ظاہراً ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا تو غور وخوض بھی کرے گا۔

انمول موتی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں سمجھ نہ ہو اور اس قراءَت میں کوئی بہتری نہیں جس میں غور وفکر نہ ہو۔''

اگر بار بار پڑھے بغیر غور وفکر پر قادر نہ ہو تو بار بار پڑھے۔ البتہ، امام کی اقتدا میں ہو تو ایسا نہ کرے کیونکہ اگر وہ ایک آیت میں غور وفکر کرتا رہا اور امام دوسری میں مشغول ہو گیا تو یہ شخص گنہگار ہو گا۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ کوئی اس کے کان میں کوئی کلمہ کہے اور وہ اس کے ایک لفظ سے تعجب کرنے لگے اور باقی کلام میں غور وفکر نہ کرے۔ اسی طرح اگر وہ رکوع کی تسبیح میں ہو اور اس آیت میں غور وفکر کرنا شروع کر دے جو امام صاحب نے پڑھی تو یہ وسوسہ ہے۔

حکایت: اس بارگاہ سے کیسے پھروں:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عامر بن عبد قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''مجھے نماز میں وسوسے آتے ہیں۔''

عرض کی گئی: ''کیا دنیاوی معاملات کے وسوسے آتے ہیں؟'' فرمایا: ''مجھے دنیا کے وسوسوں سے زیادہ پسند یہ ہے کہ مجھ میں نیزے آر پار کر دیئے جائیں۔ میرا دل ربّ عَزَّوَجَلَّ کے حضور کھڑا ہونے میں لگ جاتا ہے اور سوچتا ہوں کہ اس بارگاہ سے کیسے پھروں۔''

آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اسے وسوسہ شمار کیا اور یہ وسوسہ ہی ہے کہ نمازی جو کچھ پڑھ رہا ہوا سے سمجھنے نہیں دیتا اور شیطان کامل الایمان لوگوں پر اسی طرح قابو پاتا ہے کہ انہیں کسی دینی کام میں مشغول کر دیتا بلکہ اس کے ذریعے افضل کام سے روکتا ہے۔ جب حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی سے یہ بات کی گئی تو آپ نے فرمایا: ''اگر تم ان کے متعلق یہ سچ کہتے ہو تو ہم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ احسان نہیں فرمایا۔''

تلاوت ہو تو ایسی:

مروی ہے کہ ''ایک بار حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی اور اسے 20 مرتبہ دہرایا۔'' 20 بار اس لئے دہرایا کیونکہ آپ اس کے معانی میں غور و فکر کر رہے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ ایک رات حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہمارے پاس قیام فرمایا آپ ایک ہی آیت مقدسہ بار بار پڑھتے رہے۔ وہ آیت یہ ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ (۱)

ایک رات حضرت سیِّدُنا تمیم بن اوس داری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کھڑے ہو کر یہ آیتِ مبارکہ بار بار پڑھتے رہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه ایک رات کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت کرتے رہے:

وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ۲۳، یٰسٓ: ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو!

---

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ماجاء فی القراءة......الخ، الحدیث: ۱۳۵۰، ج۲، ص۱۳۷، بتغیرٍ۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''میں ایک سورت شروع کرتا ہوں اور اس میں ایسی بات کا مشاہدہ کرتا ہوں کہ صبح تک کھڑا رہتا ہوں اور وہ سورت مکمل نہیں ہوتی۔''

ایک اور بزرگ کے بارے میں منقول ہے، فرماتے ہیں: ''جس آیت مبارکہ کو میں سمجھے بغیر بے توجہی سے پڑھتا ہوں اسے باعث ثواب نہیں سمجھتا۔''

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''میں قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو چار پانچ راتیں اسی میں غور وفکر کرتے گزر جاتی ہیں اگر میں خود اس میں غور وفکر کرنا نہ چھوڑوں تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہ آئے۔''

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''میں 6 ماہ سورۂ ہود کو بار بار پڑھتا رہا لیکن اس میں غور وفکر کرنے سے فرصت نہ ملی۔''

معرفت الٰہی رکھنے والے ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''میں ہر جمعہ ایک ختمِ قرآن کرتا ہوں اور ہر مہینے میں ایک ختم کرتا ہوں اور ہر سال ایک ختم کرتا ہوں اور تیس سال سے ایک ختم کر رہا ہوں جس سے ابھی تک فارغ نہیں ہوا اور یہ مدّت تدبر وتفتیش کے درجات کے اعتبار سے ہے۔''

انہی کا قول ہے، فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے نفس کو مزدور کے قائم مقام ٹھہرا لیا ہے اسی لئے میں اس سے روزانہ بھی کام لیتا ہوں، ہفتہ وار بھی، ماہانہ بھی اور سالانہ بھی۔''

﴿5﴾...... سمجھنا:

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر آیت کی اس کے مطابق وضاحت کرنا کیونکہ قرآنِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات، اس کے افعال اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور انہیں جھٹلانے والوں کے احوال کے ذکر پر مشتمل ہے اور یہ کہ وہ کیسے ہلاک کئے گئے۔ نیز قرآن پاک احکام الٰہی، تنبیہات اور جنت ودوزخ کے ذکر پر مشتمل ہے۔

صفات باری تعالٰی:

صفات کا بیان ان آیات میں ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔

(پ۲۵، الشوریٰ: ۱۱)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُہَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ ؕ (پ۲۸،الحشر:۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا۔

ان اسما وصفات کے معانی میں غور وفکر کیجئے تاکہ ان کے اسرار منکشف ہوں۔ ہر ایک کے تحت بہت سے معانی پوشیدہ ہیں جو صرف توفیق والوں پر ہی منکشف ہوتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا کہ ''مجھے حضورانور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کوئی ایسی خفیہ بات نہ بتائی جو لوگوں سے چھپا رکھی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو اپنی کتاب کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔''[1] پس ہر ایک کو اس سمجھ کی طلب کا حریص ہونا چاہئے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''جو اوّلین وآخرین کا علم چاہتا ہو اسے چاہئے کہ قرآن میں بحث ومباحثہ کرے۔''

قرآن کے بڑے بڑے علوم اسما وصفات الٰہیہ کے تحت ہیں کیونکہ اکثر مخلوق ان کا ادراک نہیں کرسکتی سوائے ان امور کے جو ان کی سمجھ میں آسکتے ہوں اور وہ اس کے واضح حقائق اور پوشیدہ باریک باتوں پر آگاہ نہیں ہوتے۔

افعال الٰہیہ:

انہیں ان آیات سے سمجھا جاسکتا ہے جن میں زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر ہے۔ تلاوت کرنے والا ان سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفات اور اس کے جلال کو سمجھے کیونکہ فعل فاعل پر دلالت کرتا ہے کہ کام کی عظمت خالق کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ فعل میں فاعل کو دیکھے نہ کہ فعل کو۔ جس نے حق کو پہچان لیا وہ ہر چیز میں اسے دیکھتا ہے کیونکہ ہر چیز اسی سے ہے، اسی کی طرف ہے، اسی کے ساتھ ہے اور اسی کے لئے ہے۔ حقیقتاً ہر ایک کا یہی مذہب ہے۔ جو ہر دیکھی ہوئی چیز میں اسے نہیں دیکھتا گویا اس نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو پہچانا ہی نہیں اور جس نے اسے پہچان لیا اس نے جان لیا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطل اور اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ چیز دوسری حالت میں باطل ہے بلکہ اگر اس کی ذات کا اعتبار کیا جائے تو وہ ابھی باطل ہے اور اگر یوں اعتبار کیا

[1] ......سنن النسائی، کتاب القسامۃ والقود: سقوط القود من المسلم للکافر، الحدیث ۴۷۵۳، ص ۷۶۴۔

جائے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی قدرت کے ساتھ موجود ہے تو وہ بالتبع قائم و ثابت ہے جبکہ ذاتی طور پر محض باطل ہے۔ یہ علمِ مکاشفہ کی ابتدائی باتوں میں سے ہے۔ اس لئے تلاوت کرنے والا جب ان آیاتِ طیبہ کی تلاوت کرے:

﴿۱﴾

اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ ﴿۶۳﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۶۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔

﴿۲﴾

اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ﴿۵۸﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۵۸) ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔

﴿۳﴾

اَفَرَءَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ ﴿۶۸﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۶۸) ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔

﴿۴﴾

اَفَرَءَیۡتُمُ النَّارَ الَّتِیۡ تُوۡرُوۡنَ ﴿۷۱﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۷۱) ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔

تو اس کی نظر پانی، آگ، کھیتی اور منی پر نہ ٹھہر جائے بلکہ مادہ منویہ میں غور وفکر کرے جو اجزا کی مثل نطفہ ہے پھر اس کے گوشت، ہڈیوں، رگوں اور پٹھوں میں تقسیم ہونے کو دیکھے اور یہ بھی دیکھے کہ اس کے اعضاء مختلف شکلوں مثلاً سر، ہاتھ، پاؤں، جگر، اور دل وغیرہ میں کیسے متشکل ہوتے ہیں، پھر ان اچھی صفات کی طرف نظر کرے جو اس میں پیدا ہوتی ہیں: جیسے وہ سنتا، دیکھتا، سمجھتا ہے وغیرہ وغیرہ اور مذموم عادات کی طرف دیکھے: جیسے غصہ، شہوت، تکبر، جہالت، تکذیب اور جھگڑا وغیرہ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَوَلَمۡ یَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۷۷﴾ (پ ۲۳، یٰسٓ: ۷۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے۔

ان عجائبات میں غور کرے تاکہ سب سے زیادہ عجیب تک پہنچے اور یہ وہ صفت ہے جس سے یہ عجیب امور صادر ہوئے۔ لہٰذا مسلسل صنعت (کاری گری) میں غور وخوض کرتا رہے تاکہ صانع کو دیکھ لے۔

انبیائے کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے احوال:

جہاں تک انبیائے کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے احوال کا تعلق ہے تو جب سنے کہ ان حضرات کو کس طرح جھٹلایا

گیا، کیسے مارا گیا، کیسے بعض کو شہید کیا گیا تو اس سے سمجھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ رسولوں اور جن کی طرف انہیں مَبْعُوث کیا گیا ان سے بے نیاز ہے اور یہ کہ اگر وہ ان تمام کو ہلاک کر دے تب بھی اس کی بادشاہت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ جب انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد کے بارے میں سنے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی واضح قدرت اور اس چیز کو سمجھے کہ وہ حق کی مدد کا ہی ارادہ فرماتا ہے۔

جھٹلانے والوں کا تذکرہ:

جھٹلانے والوں مثلاً عاد و ثمود وغیرہ کے حالات اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کے متعلق پڑھے تو دل میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غلبہ وقدرت کا خوف پیدا کرے اور ان باتوں سے عبرت حاصل کرے کہ اگر غافل اور بے ادب دی گئی مہلت سے دھوکے میں رہا تو ممکن ہے کہ اس پر بھی وہی عذاب نازل ہو اور اس کے بارے میں بھی وہی فیصلہ ہو (جو ان کے حق میں ہوا)۔ اسی طرح جب جنت و دوزخ کے اوصاف اور جو کچھ قرآن میں اس کے متعلق ہے سنے تو ان میں اپنی استطاعت کے مطابق غور کرے کیونکہ سب باتوں کو سمجھنا ممکن نہیں اس لئے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں اور ہر بندے کو وہی ملتا ہے جو اس کے لئے مقدَّر رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ (پ۷، الانعام: ۵۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرمادو اگر سمندر میرے ربّ کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے ربّ کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

اسی لئے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ”اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے 70 اُونٹ بھر دوں۔“

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے سمجھنے کے طریقے پر آگاہ کرنا مقصود ہے تاکہ اس کا دروازہ کھلے۔ جہاں تک تفصیل بیان کرنے کا تعلق ہے تو اس کی طمع نہیں کی جاسکتی اور جو شخص قرآن کے مضامین کو ادنیٰ طور پر بھی نہ سمجھے تو وہ ان لوگوں

میں داخل ہے جن کا تذکرہ اس آیت طیبہ میں ہے۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۗ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ۲۶، محمد:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں سے بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جائیں علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کردی۔

طابع (یعنی مہر) سے مراد وہ رکاوٹیں ہیں جنہیں ہم موانعِ فہم (سمجھ میں رکاوٹ بننے والے امور) کے تحت بیان کریں گے۔ منقول ہے کہ آدمی اس وقت تک مرید (ارادہ کرنے والا) نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مطلوب کو قرآن سے نہ پالے اور اس سے مزید نقصان نہ جان لے اور مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی حمایت حاصل کر کے بندوں سے بے پرواہ نہ ہوجائے۔

﴿6﴾......معانی سمجھنے میں رکاوٹ بننے والے اسباب کا خاتمہ:

بہت سے لوگ ان اسباب اور پردوں کی وجہ سے قرآنِ پاک کے معانی کو سمجھنے سے رک گئے جو شیطان نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں۔ لہٰذا وہ قرآنِ پاک کے عجائب واسرار سے اندھے ہوگئے۔ چنانچہ، حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر بنی آدم کے دلوں پر شیاطین گھیرا نہ ڈالے ہوتے تو وہ عالمِ ملکوت کو دیکھ لیتے۔'' (1)

قرآن کے معانی بھی ''ملکوت'' میں داخل ہیں اور ہر وہ چیز جو حواسِ ظاہرہ سے غائب ہو اور سوائے نورِ بصیرت کے کسی چیز کے ذریعے اس کا ادراک نہ کیا جاسکے وہ بھی ''ملکوت'' میں داخل ہے۔

قرآن کے معنی سمجھنے میں حائل رکاوٹیں:

قرآن کے معانی سمجھنے کی راہ میں چار رکاوٹیں حائل ہیں:

پہلی رکاوٹ: یہ ہے کہ قاریٔ قرآن کی تمام تر توجہ وفکر حروف کو مخارج سے ادا کرنے کی طرف رہے۔ اس کام کا ذمہ دار ایک شیطان ہے جو قاریوں پر مسلّط ہے تاکہ انہیں کلامِ الٰہی کے معانی سمجھنے سے (دوسری طرف) پھیر دے۔ لہٰذا وہ

(1)......التفسیر الکبیر، ج۱، ص۸۵۔

یہ خیال پیدا کر کے کہ ابھی حرف اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوا مسلسل اس حرف کے بار بار پڑھنے پر ابھارتا رہتا ہے تو جب پوری توجہ وفکر مخارِج حروف کی طرف رہے گی تو اس کے لئے معانی کیسے روشن ہوں گے اور شیطان کا سب سے بڑا مسخرہ وہ شخص ہے جو اس قسم کے مغالطے میں آجاتا ہے۔

دوسری رکاوٹ: یہ ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کی پیروی کرے اور اسی پر جم جائے، اپنی بصیرت ومشاہدے کے ذریعے اس تک پہنچے بغیر صرف انہیں باتوں کی پیروی کرے اور اس کے دل میں تعصب پیدا ہو جائے۔ یہ وہ شخص ہے جسے اس کے اعتقاد نے آگے بڑھنے سے قید کر رکھا ہے۔ اس کے دل میں اپنے عقیدے کے سوا کچھ بھی داخل نہیں ہوسکتا لہٰذا اس کی نظر اپنے سنے سنائے عقیدے پر ہی موقوف رہتی ہے، اگر دور سے اس کے لئے روشنی کی کوئی کرن چمکے اور معانیٔ قرآن میں سے کوئی معنی ظاہر ہو لیکن وہ اس کے عقیدے کے خلاف ہو تو تقلید کا بھوت اس پر حملہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ''تیرے دل میں یہ خیال کیسے آگیا حالانکہ یہ تیرے باپ دادا کے عقیدے کے خلاف ہے؟'' تو وہ اس معنی کو شیطان کا فریب خیال کر کے اس سے دور رہتا اور اس طرح دیگر معانی سے بچتا ہے۔

اسی قسم کے لوگوں کے لئے صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''اِنَّ الْعِلْمَ حِجَابٌ یعنی علم ایک حجاب ہے۔'' علم سے ان کی مراد وہ عقائد ہیں جن پر بہت سے لوگ محض سنی سنائی باتوں کی پیروی یا ان مناظرانہ کلمات کی وجہ سے قائم ہیں جو مذہب کے متعصب لوگوں نے لکھ کر انہیں دے دیئے ہیں۔ علمِ حقیقی تو نورِ بصیرت کے ذریعے حاصل ہونے والے کشف ومشاہدہ کا نام ہے، یہ کیسے حجاب ہوسکتا ہے حالانکہ یہی تو مطلوب ومقصود کی انتہا ہے۔

یہ تقلید کبھی باطل ہوتی ہے، اس وقت معانیٔ قرآن سمجھنے کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ جیسا کہ وہ شخص جو ''**اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ**'' سے یہ عقیدہ رکھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عرش پر ٹھہرے اور قرار پکڑے ہوئے ہے، اگر اس وقت **اللہ** قدّوس عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں اس کے دل میں یہ خیال آئے بھی کہ وہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو مخلوق کے لئے جائز ہیں تو اس کا یہ عقیدہ اس خیال کو اس کے دل میں جمنے نہیں دے گا، اگر بالفرض جم بھی جائے تب بھی یہ اسے دوسرے کشف پھر تیسرے کشف کی طرف لے جائے گا اور وہ اس کے ذریعے صریح حق تک پہنچ جائے گا لیکن اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے میں وہ جلدی کرے گا کیونکہ یہ اس کے باطل عقیدے سے ٹکراتا ہے۔

بعض اوقات تقلید حق ہوتی ہے لیکن پھر بھی معانیٔ قرآن سمجھنے اور منکشف ہونے کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہے کیونکہ مخلوق کو جس حق کے اعتقاد کا مکلّف بنایا گیا ہے اس کے بہت سے مراتب و درجات ہیں۔ اس کا ایک ظاہری مبدا ہوتا ہے اور ایک باطنی گہرائی ہوتی ہے اور طبیعت کا ظاہر پر جم جانا باطنی گہرائی تک پہنچنے سے رکاوٹ بنتا ہے۔ اسے ہم نے ''قواعدِ عقائد کے بیان میں'' علمِ ظاہر و باطن میں فرق کرتے ہوئے بیان کر دیا ہے۔

تیسری رکاوٹ: یہ ہے کہ قاریٔ قرآن گناہ پر مصر یا صفت تکبر سے متصف ہو یا دنیوی خواہشات میں مبتلا ہو اور ان کے پیچھے چلے، یہ چیزیں قلب کے تاریک اور زنگ آلود ہونے کا سبب ہیں۔ یہ اس شیشے کی مانند ہے جس پر کوئی میل لگی ہو جس کے سبب عکس واضح نہ، اسی طرح یہ چیزیں حق کی تجلّی میں رکاوٹ ہوتی ہیں جس کے باعث حق دل پر صحیح طرح واضح و روشن نہیں ہوتا۔ یہ دل کے لئے بہت بڑا حجاب ہے اور اکثر لوگ اسی حجاب کا شکار ہیں۔ جیسے جیسے شہوات زیادہ ہوتی رہتی ہیں، کلامِ الٰہی کے معانی سمجھنے کی راہ میں حجاب بھی بڑھتا رہتا ہے اور جیسے جیسے دل سے دنیا کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے، معانیٔ قرآن کی تجلّی بھی قریب ہوتی رہتی ہے۔ پس دل، آئینہ کی مانند اور شہوات، زنگ کی مانند ہیں اور معانیٔ قرآن ان صورتوں کی طرح ہیں جو شیشے میں دکھائی دیتی ہیں اور شہوات کو دور کرنے کے ساتھ ریاضتِ قلب کرنا شیشے سے زنگ کو صاف کرنے کی طرح ہے۔

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَر نہ کرنے نقصان:

رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب میری امت درہم و دینار کو بڑا سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت ان سے نکال لی جائے گی اور جب نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ترک کر دے گی تو وحی کی برکت سے محروم ہو جائے گی۔'' (1)

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب نے اس قول ''وحی کی برکت سے محروم ہو جائے گی'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ قرآنِ پاک کی سمجھ سے محروم ہو جائے گی۔''

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سمجھ اور نصیحت کے لئے (اپنی طرف) رجوع کرنے کو شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۸ (پ۲۶، ق: ۸) ترجمۂ کنز الایمان: سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لئے۔

1 ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الامربالمعروف......الخ، الحدیث۲۸، ج۲، ص۲۱۲۔

ایک مقام پر ارشادفرمایا:

وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ (پ۲۴،المؤمن:۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے۔

ایک جگہ ارشادفرمایا:

اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ (پ۲۳،الزمر:۹) ترجمۂ کنزالایمان: نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

پس وہ شخص جو دنیا کی فریب کاریوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دے وہ عقل مندوں میں سے نہیں ہے اسی وجہ سے قرآنِ پاک کے اسرار بھی اس کے لئے منکشف نہیں ہوتے۔

چوتھی رکاوٹ: یہ ہے کہ وہ قرآنِ پاک کی ظاہری تفسیر پڑھ کر یہ عقیدہ رکھے کہ قرآنِ پاک کے کلمات کے وہی معانی ہیں جو حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس، حضرت سیِّدُنا مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم وغیرہ سے منقول ہیں، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے تفسیر بالرائے ہے اور جس نے اپنی رائے سے قرآنِ پاک کی تفسیر کی اس نے اپنا ٹھکانا جہنّم میں بنالیا۔

معانی سمجھنے میں یہ بھی بہت بڑا حجاب ہے۔ عنقریب چوتھے باب میں ہم تفسیر بالرائے کا معنی بیان کریں گے اور یہ بھی بیان کریں گے یہ بات امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے اس قول "مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو قرآنِ پاک کی سمجھ عطا فرمائے" سے نہیں ٹکراتی۔ اگر کلمات قرآن کے معنی صرف اور صرف وہی ہوتے جو ظاہر اور منقول ہیں تو اس میں لوگوں کا اختلاف نہ ہوتا۔

﴿7﴾...... تخصیص:

اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ پاک کے ہر خطاب میں یہ تصور کرے کہ اس سے میں ہی مقصود ہوں، مثلاً امر و نہی سنے تو یہ خیال کرے کہ یہ امر و نہی اسی کے لئے ہے، اگر وعدہ و وعید سنے پھر بھی یہی تصور کرے اور اگر گزرے ہوئے لوگوں اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات سنے تو جان لے کہ ان کے ذکر کرنے کا مقصد محض قصے کہانیاں بیان کرنا نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ عبرت حاصل کی جائے، لہٰذا ان کے بیان سے عبرت و نصیحت حاصل کرے، کیونکہ قرآنِ پاک میں کوئی ایسا واقعہ نہیں جس کے لانے سے حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یا آپ کی امت کو کوئی فائدہ نہ ہوا ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشادفرمایا:

مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ (پ۱۲، ھود: ۱۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

لہٰذا بندے کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ان کے تکالیف پر صبر کرنے اور ان کے نصرت الٰہی کا انتظار کرتے ہوئے دین پر ثابت قدم رہنے کے جو واقعات بیان فرمائے ہیں وہ اس لئے ہیں تاکہ اس کا دل قائم و ثابت رہے اور یہ خیال کیوں نہ کیا جائے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک کو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر خاص طور پر آپ کے لئے ہی نازل نہیں فرمایا بلکہ قرآنِ پاک تو تمام عالمین کے لئے شفا و رحمت اور ہدایت و نور ہے۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام لوگوں کو قرآنِ پاک کی نعمت پر شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ،

(چند آیات مبارکہ ملاحظہ ہوں:)

﴿۱﴾

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو۔

﴿۲﴾

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۠ ﴿۱۰﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری جس میں تمہاری ناموری ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

﴿۳﴾

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (پ۱۴، النحل: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا۔

﴿۴﴾

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾ (پ۲۶، محمد: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ لوگوں سے ان کے احوال یونہی بیان فرماتا ہے۔

﴿۵﴾

وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۲۴،الزمر:۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے ربّ سے تمہاری طرف اتاری گئی۔

﴿۶﴾

هٰذَا بَصَآىٕرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۝۲۰ (پ۲۵،الجاثیۃ:۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت۔

﴿۷﴾

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ۝۱۳۸ (پ۴،اٰل عمرٰن:۱۳۸)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیز گاروں کو نصیحت ہے۔

لہٰذا جب خطاب کا مقصود تمام لوگ ہیں تو ہر شخص فرداً فرداً بھی اس خطاب کا مقصود ہوگا اور یہ اکیلا قرآنِ پاک پڑھنے والا بھی اس خطاب کا مقصود ہوگا تو اب اسے باقی لوگوں سے کیا واسطہ؟ اسے یہ تصور کرنا چاہئے کہ وہی اس خطاب کا مقصود ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ (پ۷،الانعام:۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔

گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کلام فرمایا:

حضرت سیِّدُنا محمد بن کعب قُرَظی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''مَنْ بَلَغَهُ الْقُرْاٰنُ فَكَاَنَّمَا كَلَّمَهُ اللّٰهُ یعنی جس کے پاس قرآنِ پاک پہنچا گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے کلام فرمایا۔''

قرآن کس نیت سے پڑھا جائے:

جب اس پر قادر (یعنی یہ تصور کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خطاب کر رہا ہے قائم) ہو جائے تو محض قرآنِ پاک پڑھ لینے کو ہی اپنا عمل

مقرر نہ کرلے بلکہ اسے اس طرح پڑھے جس طرح غلام اپنے آقا کے خط کو پڑھتا ہے جو اس کی طرف اس لئے لکھا ہے تاکہ یہ اس میں غور وفکر کرے اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرے۔اسی وجہ سے بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے فرمایا: ''یہ قرآن وہ خطوط ہیں جو ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہمارے پاس عہد و پیمان کے ساتھ آئے ہیں تاکہ ہم نمازوں میں ان میں غور وفکر کریں، تنہائیوں میں ان سے آگاہی حاصل کریں اور طاعات وعبادات میں ان پر عمل پیرا ہوں۔''

قرآن بہار ہے:

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَفَّار فرمایا کرتے تھے: ''اے اہلِ قرآن! قرآن نے تمہارے دلوں میں کیا بویا ہے؟ بے شک جیسے بارش زمین کے لئے بہار ہے ایسے ہی قرآن مومن کے لئے بہار ہے۔''

حضرت سیِّدُنا قتادہ بن دِعامہ سدُوسی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَلِی نے فرمایا: ''جو شخص بھی قرآن مجید کی مجلس میں بیٹھتا ہے وہ نفع یا نقصان کے ساتھ اُٹھتا ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ (پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

﴿8﴾......تأثر:

اس سے مراد یہ ہے کہ تلاوت کرنے والے کا دل مختلف آیات سے مختلف طرح کا اثر لے، ہر آیت کے معنی سمجھنے کے مطابق دل میں حال و وجد کی مختلف کیفیت پیدا ہو یوں کہ دل خوف وغم اور امید و رحمت وغیرہ صفات سے موصوف ہو، تو جب اس کی معرفت مکمل ہو جائے گی تو دل میں خشیتِ الٰہی تمام احوال پر غالب ہو گی کیونکہ آیاتِ قرآنیہ پر تنگی غالب ہے اس لئے جہاں بھی مغفرت و رحمت کا ذکر ہوتا ہے، چند شرائط کے ساتھ ملا ہوتا ہے جنہیں پانے سے عارف قاصر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ (پ۱٦، طٰهٰ:۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں۔

پھر اس کے بعد چار شرطوں کا ذکر فرما دیا:

لِمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی ﴿۸۲﴾ (پ۱۶، طٰهٰ:۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالۡعَصۡرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾ (پ۳۰، العصر: ۱ تا ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اس زمانۂ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

اس میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار شرائط ذکر فرمائی ہیں۔ وہ مقام کہ جہاں ایک ایسی شرط پر اکتفا کیا جو سب کو شامل ہے یہ ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ (پ۸، الاعراف:۵۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

(اس آیتِ مبارکہ میں حصولِ رحمت کے لئے احسان کو شرط قرار دیا ہے اور) احسان تمام شرائط کو شامل ہے۔

ایسے ہی جو شخص قرآنِ پاک میں شروع سے آخر تک تلاش وجستجو کرے (وہ اس طرح کے مضامین پائے گا)۔ پس جس نے یہ بات سمجھ لی اس کے لائق یہی ہے کہ اس پر خوف وغم کی کیفیت طاری ہو۔

اس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے:

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جو بندہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ قرآنِ پاک پڑھتا اور اس پر ایمان رکھتا ہے تو اس کا غم زیادہ اور خوشی کم ہو جاتی ہے، اس کا رونا زیادہ اور ہنسنا کم ہو جاتا ہے، اس کی تھکاوٹ ومشغولیت زیادہ اور راحت وفراغت کم ہو جاتی ہے۔''

حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''روایات اور وعظوں میں غور کیا تو ہم نے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے، اس میں غور وفکر کرنے سے زیادہ دلوں کو نرم کرنے والی اور غم وحزن لانے والی کوئی چیز نہ پائی۔''

یوں تلاوت کرے:

بندہ تلاوتِ قرآن سے اس طرح اثر لے کہ تلاوت کی جانے والی آیت کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائے یوں کہ جب وعید کا ذکر ہو اور مغفرت کو شرائط کے ساتھ خاص کیا جائے تب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے اتنا چھوٹا اور حقیر بن جائے گویا مرنے کے قریب ہے۔ جب رحمتِ الٰہی کی وسعت کا ذکر اور مغفرت کا وعدہ ہو تب اتنا خوش ہو گویا خوشی سے اڑ رہا ہے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے اسما و صفات کا ذکر ہو تب اس کے جلال کے سامنے عاجزی کرتے اور اس کی عظمت کو پکارتے ہوئے جھک جائے۔ جب کفار کی ان باتوں کا ذکر ہو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر محال ہیں مثلاً ان کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بیوی و اولاد ثابت کرنا، تب اپنی آواز کو پست کرے اور ان کے اس قبیح قول سے حیا کرتے ہوئے دل میں بے بسی کی کیفیت پیدا کرے۔ جب جنت کی صفات کا ذکر ہو تب دل میں جنت کا شوق پیدا ہو اور جب جہنم کی صفات کا ذکر ہو تو اس کے خوف کی وجہ سے جسم کانپنے لگ جائے کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: "میرے سامنے تلاوت کرو۔" آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "میں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کی جب اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ (پ۵، النسآء: ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

تو میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھیں اشک بار دیکھیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا: "اب بس کرو۔" یہ کیفیت اس وجہ سے تھی کہ اس حالت کے مشاہدے نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دل کو مکمل طور پر اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

خشیتِ الٰہی رکھنے والوں میں ایسے لوگ بھی تھے کہ وعید والی آیات کی تلاوت کے وقت ان پر غشی طاری ہو جاتی اور بعض کا تو وصال بھی ہو جاتا۔

کلامِ الٰہی حکایت کی نیت سے نہ پڑھا جائے:

اس قسم کے احوال، تلاوت کرنے والے کو محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کی حکایت کرنے والا نہیں رہنے دیتے۔ جب

یہ آیت مبارکہ پڑھے:

اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ (پ۷، الانعام: ۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

تو دل میں خوفِ خدا بھی پیدا کرے وگرنہ وہ محض حکایت کرنے والا ہوگا۔ جب اس آیت طیبہ کی تلاوت کرے:

رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۴﴾ (پ۲۸، الممتحنۃ: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا اور اس کی طرف رجوع کرے وگرنہ وہ محض حکایت کرنے والا ہوگا۔

جب یہ آیت مقدسہ پڑھے:

وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَاؕ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے۔

تو صبر یا اس کا پختہ ارادہ کرے تاکہ تلاوت کی حلاوت کو پالے۔ اگر ان صفات کے ساتھ متصف نہ ہو اور دل ان احوال کے مطابق تبدیل نہ ہو تو ان آیات کی تلاوت سے اس کا حصہ خود پر صریح لعنت کرتے ہوئے زبان کو حرکت دینے کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ، ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَۙ ﴿۱۸﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ (پ۲۸، الصف: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

اور فرماتا ہے:

وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَۚ ﴿۱﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ﳔ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ (پ۲۷، النجم:۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ (پ۲٦، الحجرٰت:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

اس موضوع پر اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں۔ نیز یہ شخص ان فرامین باری تعالیٰ میں داخل ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ (پ۱، البقرۃ:۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا۔

اور فرماتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ۱۳، یوسف:۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

قرآنِ پاک زمین و آسمان کی نشانیوں کو بیان کرنے والا ہے اور جب تلاوت کرنے والا انہیں پڑھ کر آگے گزر جاتا ہے اور ان سے اثر نہیں لیتا تو گویا وہ ان سے بے خبر ہے۔

میرے کلام کو بھی چھوڑ دے:

اسی وجہ سے منقول ہے کہ وہ شخص جو قرآنِ پاک کے اخلاق سے متصف نہیں جب قرآن پڑھتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ندا فرماتا ہے: ''تجھے مجھ سے اور میرے کلام سے کیا تعلق؟ حالانکہ تو مجھ سے روگردانی کرتا ہے۔ اگر تو میری بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا تو میرے کلام کو بھی چھوڑ دے۔''

تلاوت کرنے والے نافرمان کی مثال:

قرآن پاک کو بار بار پڑھنے والے نافرمان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی بادشاہ کے خط کو ہر روز کئی بار پڑھے

جس میں یہ لکھا ہے کہ ملک کو آباد کرو اور یہ اسے ویران کرنے میں مشغول ہے، فقط خط پڑھنے پر ہی اکتفا کئے ہوئے ہے حکم پر عمل نہیں کرتا، اگر وہ اسے نہ پڑھتا اور حکم کی مخالفت کرتا تو اس کے کلام سے کم مذاق کرنے والا اور ناراضی کا کم مستحق ٹھہرتا۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں قرآنِ پاک پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں، جب مجھے اس کے مضامین یاد آتے ہیں تو عذاب سے ڈر کر تسبیح و استغفار میں مشغول ہو جاتا ہوں۔''

قرآنِ پاک پر عمل سے روگردانی کرنے والے کا ذکر اس آیتِ طیبہ میں ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝۱۸۷ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے تو کتنی بری خریداری ہے۔

اکتاہٹ محسوس ہو تو تلاوت نہ کرو:

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تک دل لگے اور جسم نرم ہوں تب تک قرآن پڑھتے رہو[1] جب اِدھر اُدھر ہونے لگو تو پڑھنا چھوڑ دو۔''[2]

ایک روایت میں ہے کہ ''جب اِدھر اُدھر ہونے لگو تو اس سے اٹھ جاؤ[3]۔''[4]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ (تلاوت کا حق ادا کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے) ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج3، ص265 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یہ قاعدہ ان خوش نصیب لوگوں کیلئے ہے جن کو قرآن شریف کی تلاوت میں لذت اور حضورِ قلب میسر ہوتا ہے، اور کبھی زیادہ تلاوت کی وجہ سے دل اکتا جاتا ہے وہ دل لگنے تک پڑھتے رہیں مگر وہ شخص جس کا دل تلاوت میں لگتا ہی نہ ہو وہ دل کو مجبور کر کے تلاوت کرے دل نہ لگنے کے عذر سے تلاوت چھوڑ نہ دے پہلے کچھ دن دل پر جبر کرنا پڑیگا پھر اِنْ شَآءَ اللّٰہ دل لگنے لگے گا جیسا کہ تجربہ ہے۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اقرؤا القرآن......الخ، الحدیث:۵۰۶۰، ج۳، ص۴۱۹، بدون: ولانت له جلودکم۔

قوت القلوب، الفصل الثامن عشر فیه کتاب ذکر الوصف المکروه......الخ، ج۱، ص۱۰۸۔

3 ......مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج3، ص265 پر اس کے تحت ہے: کچھ دیر کے لئے تلاوت بند کر دو حتّٰی کہ وہ حالت جاتی رہے تمام عبادات کا یہی حال ہے کہ دل لگا کر ادا کرو۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اقرؤا القرآن......الخ، الحدیث:۵۰۶۱، ج۳، ص۴۱۹۔

اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَۚۖ(۲) (پ۹، الانفال:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسہ کریں۔

اچھی آواز سے تلاوت کرنے والا کون؟

مروی ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اَحْسَنَ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْاٰنِ الَّذِیْ اِذَا سَمِعْتَہٗ یَقْرَءُ رَاَیْتَ اَنَّہٗ یَخْشَی اللّٰہَ تَعَالٰی یعنی لوگوں میں سب سے اچھی آواز سے قرآن پڑھنے والا وہ شخص ہے کہ جسے تم جب قرآن پڑھتے سنو تو محسوس کرو کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر رہا ہے۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''لَا یُسْمَعُ الْقُرْاٰنُ مِنْ اَحَدٍ اَشْھٰی مِنْہُ مِمَّنْ یَّخْشَی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یعنی خوفِ خدا رکھنے والے شخص سے زیادہ اچھی آواز میں تلاوتِ قرآن کسی سے نہیں سنی جاتی۔'' (۲)

قرآنِ پاک کی تلاوت کا مقصد یہی ہے کہ دل پر یہ احوال پیش آئیں اور اس پر عمل کیا جائے ورنہ خالی حروف کو پڑھنے کے ساتھ زبان کو حرکت دینا بہت آسان ہے۔

ایک قاریٔ قرآن کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے اُستاذ صاحب کو قرآنِ پاک سنایا، دوسری بار پڑھنے لگا تو انہوں نے روک دیا اور فرمایا: ''تو نے میرے سامنے قرآن کریم پڑھنے کو عمل بنا لیا ہے جا! جا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے پڑھ پھر دیکھ کہ وہ تجھے کس چیز کا حکم دیتا اور کس چیز سے منع کرتا ہے۔''

صرف چھ حافظِ قرآن:

تمام احوال واعمال میں صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کا یہی مشغلہ تھا۔ چنانچہ، جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وصالِ ظاہری فرمایا تو 20 ہزار (۳) صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان کو چھوڑا جن میں سے چھ کے علاوہ

❶ ......سنن ابن ماجة، کتاب اقامة الصلاة......الخ، باب فی حسن الصوت بالقرآن، الحدیث: ۱۳۳۹، ج۲، ص۱۳۰، مفهومًا۔

❷ ......کتاب الزهد لابن المبارک، باب ماجاء فی فضل العبادة، الحدیث: ۱۱۳، ص۳۷۔

❸ ......شاید اس سے مدینہ طیبہ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم مراد ہیں ورنہ وصالِ ظاہری کے وقت صحابۂ کرام کی کل تعداد ایک لاکھ 14 ہزار تھی جیسا کہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 866 صفحات پر مشتمل کتاب ''اصلاحِ اعمال''......

کوئی حافظ نہ تھا ان میں بھی دو کے بارے میں اختلاف ہے۔ [1] اکثر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ایک یا دو سورتیں حفظ کرتے تھے۔ جو کوئی سورۂ بقرہ اور سورۂ انعام حفظ کرتا اسے علما میں شمار کیا جاتا۔ [2]

مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا جب اس آیت مقدسہ تک پہنچا:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۟ۙ(۷) وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۟۠(۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

(پ۳۰، الزلزال:۷،۸)

تو کہنے لگا: ''اتنا ہی کافی ہے، پھر واپس چلا گیا۔'' تو حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ شخص اس حال میں واپس گیا کہ یہ فقیہ ہے۔''

حقیقت میں پسندیدہ حالت وہی ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ بندۂ مومن کو آیت سمجھ لینے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ محض زبان کو حرکت دینے کا فائدہ بہت کم ہے بلکہ جو شخص زبان سے تلاوتِ قرآن کرتا اور اس پر عمل کرنے سے روگردانی کرتا ہے وہ ان فرامین باری تعالیٰ کا مصداق ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى(۱۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

(پ۱۶، طٰہٰ:۱۲۴)

اور ارشاد فرماتا ہے:

......جلد اوّل صفحہ 115 پر سیدی عبد الغنی نابلسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال ظاہری کے وقت صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چودہ ہزار (1,14,000) تھی جو سب اہلِ علم تھے۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب، ج۹، ص۳۰۸۔ المواهب اللدنية، المقصد السابع، الفصل الثالث، ج۲، ص۵۴۴۔ اتحاف السادة المتقین، ج۵، ص۱۱۹)

1 ......المعجم الکبیر، الحدیث۲۹۰۲، ج۲، ص۲۶۱، مفهومًا۔

قوت القلوب، الفصل الثامن عشر فیه کتاب ذکر الوصف المکروه......الخ، ج۱، ص۱۰۸۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب فضائل قرآن، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة......الخ، الحدیث۲۸۸۵، ج۴، ص۴۰۱، مفهومًا۔

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ (پ۱۶، طٰهٰ:۱۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

یعنی تو نے قرآنِ پاک کو ترک کر دیا، نہ تو اس میں غور وفکر کیا اور نہ ہی اس کی کچھ پرواہ کی کیونکہ جو شخص کسی معاملے میں کوتاہی کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ ''اس نے اس معاملے کو بھلا دیا۔''

تلاوت قرآن کا حق:

قرآنِ پاک کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس میں زبان، عقل اور دل تینوں شریک ہوں۔ زبان کا حصہ یہ ہے کہ وہ حروف کو ترتیل کے ساتھ صحیح صحیح ادا کرے، عقل کا حصہ اس کے معانی کو ظاہر کرنا ہے اور دل کا حصہ اس کے اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہو کر نصیحت حاصل کرنا اور اثر لینا ہے۔ لہٰذا زبان ترتیل کے ساتھ پڑھتی، عقل ترجمانی کرتی اور دل نصیحت قبول کرتا ہے۔

﴿9﴾......ترقی:

اس سے مراد یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن میں اس حد تک ترقی کرے کہ اپنے آپ سے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قرآنِ پاک کو سنے۔

تلاوت قرآن کے درجات:

تلاوتِ قرآن کے تین درجے ہیں:

﴿1﴾......سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ یہ تصوُّر کرے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سنا رہا اور اس کی بارگاہ میں کھڑا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دیکھ رہا اور اس کی تلاوت سن رہا ہے۔ (جب یہ تصوُّر کرے گا تو) اس وقت اس کی حالت سوال، خوشامد کرنے اور عاجزی و انکساری والی ہوگی۔

﴿2﴾......دل سے یہ یقین کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دیکھ رہا، اپنے لطف و کرم سے اسے خطاب فرما رہا اور اپنے انعام و احسان سے اسے راز بتا رہا ہے۔ (جب یہ تصوُّر کرے گا تو) اس وقت اس کا مقام، حیا، تعظیم، سننا اور سمجھنا ہوگا۔

﴿3﴾...... کلام میں متکلم اور کلمات میں صفات پر نظر رکھے، خود پر اور اپنی تلاوت پر نظر نہ رکھے اور نہ ہی انعام پر اس

حیثیت سے نظر کرے کہ یہ انعام اس پر ہوا ہے بلکہ اس کی پوری کی پوری توجہ وفکر متکلم کی طرف ہی ہو گویا کہ وہ دوسروں سے منہ پھیر کر صرف اور صرف متکلم کے مشاہدہ میں مستغرق ہے۔ (پہلا درجہ متعرفین ومریدین کا)، دوسرا اصحاب یمین کا اور تیسرا مقربین کا ہے اور جو ان سے خارج ہے وہ غافلین کے درجات میں ہے۔

سب سے بلند درجے کے بارے میں حضرت سیِّدُنا امام جعفر بن محمد صادق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کلام میں مخلوق کے لئے تجلّی فرمائی ہے لیکن وہ دیکھتے نہیں ہیں۔''

گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سن رہا ہوں:

ایک بار حضرت سیِّدُنا امام جعفر بن محمد صادق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حالت نماز میں بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے افاقہ ہونے پر لوگوں نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا: ''میں ایک آیت کو بار بار پڑھتا رہا حتی کہ میں نے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سنا تو اس کی قدرت کے معائنہ کے لئے میرا جسم ٹھہر نہ سکا۔''

اس قسم کے درجہ میں مٹھاس اور مناجات کی لذّت بڑھتی رہتی ہے۔ کسی دانشور کے بارے میں منقول ہے کہ میں قرآن پڑھتا تا لیکن اس کی حلاوت نہ پاتا حتّٰی کہ میں نے قرآنِ پاک کی اس طرح تلاوت کی گویا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سن رہا ہوں کہ آپ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے سامنے تلاوت فرما رہے ہیں، پھر میرا مرتبہ اس سے بلند کیا گیا اور میں اس طرح تلاوت کرتا گویا حضرت سیِّدُنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے سن رہا ہوں اور وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سنا رہے ہیں، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ اب میں خود اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سنتا ہوں اس وقت میں ایسی لذّت اور سکون پاتا ہوں کہ اس سے رُک نہیں سکتا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی اور حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''اگر دل پاک ہو جائیں تو قرآنِ پاک کی تلاوت سے کبھی سیر نہ ہوں۔''

انہوں نے یہ صرف اس وجہ سے فرمایا کہ دل کی طہارت سے انسان ترقی کر کے کلام میں متکلم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت سیِّدُنا ثابت بُنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: ''میں نے 20 برس قرآنِ پاک سے مشقت اٹھائی اور پھر 20 برس اس کی حلاوت پائی۔''

اگر انسان متکلم کے مشاہدہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے تو اس فرمان باری تعالیٰ پر عمل کرنے والا ہوگا:

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ (پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۰) ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی طرف بھاگو۔

اور اس فرمان پر بھی عمل کرنے والا ہوگا:

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ (پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

تو جو شخص تمام معاملات میں صرف اسی کی طرف نظر نہ کرے وہ اس کے غیر کو دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر وہ شے کہ جس کی طرف کوئی شخص التفات کرے، اس کا التفات شرکِ خفی کو شامل ہوگا۔ توحید خالص یہ ہے کہ بندہ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو۔[1]

﴿10﴾ ...... براءت کا اظہار:

اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی طاقت وقوّت اور اپنے نفس کی طرف رضا وتزکیہ کی نگاہ کرنے سے براءت ظاہر کرے۔ جب نیک لوگوں کی تعریف اور ان کے لئے انعامات کے وعدے پر مشتمل آیات کی تلاوت کرے تو خود کو پیشِ نظر نہ رکھے بلکہ اہلِ یقین اور صِدّیقین کو پیشِ نظر رکھے اور اس بات کا شوق رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی ان کے ساتھ ملا دے۔ جب نافرمانی وکوتاہی کرنے والوں کی مذمت اور ناراضی پر مشتمل آیات کی تلاوت کرے تو خود کو پیشِ نظر رکھے اور خوف وڈر کے سبب یہ تصوّر کرے کہ یہ خود ان آیات کا مخاطب ہے۔ اسی لئے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِظُلْمِیْ وَكُفْرِیْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں اپنے ظلم اور کفر سے تیری بخشش کا سوال کرتا ہوں۔'' ان سے عرض کی گئی: ''ظلم تو معلوم ہے، کفر سے کیا مراد ہے؟'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت کی:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (پ ۱۳، ابرٰھیم: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

[1] ...... اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ محبوبانِ خدا سے توسُّل کرنا ان سے مدد مانگنا وغیرہ بھی توحیدِ خالص کے منافی ہے کیونکہ محبوبانِ خدا کی طرف نظر کرنا (ان سے توسل کرنا اور مدد مانگنا وغیرہ) حقیقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہی نظر کرنا ہے نہ کہ غیر کی طرف۔ چنانچہ، دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 318 صفحات پر مشتمل کتاب فضائل دعا صفحہ 65 پر سیدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''محبوبانِ خدا سے توسُّل نظر بخدا ہے نہ کہ نظر بغیر (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کو اپنی حاجت روائی کے لئے وسیلہ بنانا در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے نہ کہ کسی اور سے)۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ''جب آپ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو کس چیز کی دعا کرتے ہیں؟'' فرمایا: ''میں 70 بار اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی کوتاہیوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔''

جب انسان تلاوتِ قرآن کے وقت خود کو کوتاہی کرنے والا تصور کرے گا تو یہ اس کی قربت کا سبب بنے گا کیونکہ جو شخص قرب میں دوری کو دیکھتا ہے (یعنی قریب ہوتے ہوئے بھی دوری محسوس کرتا ہے) اسے خوف عطا ہوتا ہے حتی کہ یہ خوف اسے قرب میں دوسرے درجے کی طرف لے جاتا ہے جو پہلے سے اعلیٰ ہوتا ہے اور جو دوری میں قرب کو دیکھتا ہے اس سے خوف کو روک لیا جاتا ہے، پھر وہ پہلے سے بھی نچلے درجے میں چلا جاتا ہے۔

جب انسان اپنے نفس کی طرف رضا کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کا نفس ہی اس کے لئے حجاب بن جاتا ہے اور جب تلاوتِ قرآن میں نفس کی طرف التفات کرنے سے تجاوز کرکے صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ کو پیش نظر رکھتا ہے تو اس کے لئے ملکوت کے اسرار کھل جاتے ہیں۔

حکایت: جنتی پھول:

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابن ثوبان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمَنَّان نے اپنے ایک بھائی سے وعدہ کیا کہ رات کو کھانا ان کے پاس کھائیں گے لیکن کسی سبب سے تشریف نہ لا سکے حتی کہ صبح ہوگئی۔ اگلے دن جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: '' آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ رات کو کھانا میرے پاس کھائیں گے پھر وعدہ خلافی کیوں کی؟'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''اگر میرا تجھ سے وعدہ نہ ہوتا تو میں تمہیں کبھی بھی نہ بتاتا کہ مجھے تمہارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا! جب میں نے عشا کی نماز پڑھی تو سوچا کہ تمہارے پاس آنے سے پہلے وتر پڑھ لوں کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے۔ چنانچہ، جب میں دعائے قنوت پڑھنے لگا تو میرے سامنے ایک سبز باغیچہ لایا گیا جس میں طرح طرح کے جنتی پھول تھے، میں اسے دیکھتا رہا حتی کہ صبح ہوگئی۔''

خلاصۂ کلام:

مکاشفات، نفس اور اس کی خواہشات کی طرف التفات کرنے سے براءَت ظاہر کئے بغیر حاصل نہیں ہوتے پھر یہ مکاشفات اس شخص کے احوال کے اعتبار سے خاص ہوتے ہیں جس پر کشف ہوتا ہے۔ لہٰذا جب وہ امید والی آیات

تلاوت کرتا اور اس کے حال پر بشارت غالب ہوتی ہے تو اس کے لئے جنت کی صورت منکشف ہو جاتی ہے اور وہ اسے ایسے دیکھتا ہے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور جب اس کے حال پر خوف غالب ہوتا ہے تو اس پر دوزخ منکشف ہو جاتی ہے حتی کہ وہ اس کے مختلف قسم کے عذابات دیکھتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ کلام الٰہی آسان و خوشگوار، سخت اور امید و خوف والی باتوں پر مشتمل ہے اور یہ اس کے اوصاف کے اعتبار سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں رحمت، مہربانی، انتقام اور پکڑ بھی ہے تو کلمات اور صفات کا مشاہدہ کرنے کے اعتبار سے دل مختلف حالات میں بدلتا رہتا اور ہر حالت کے اعتبار سے اس کے مناسب امر کے مشاہدے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اس لئے کہ یہ محال ہے کہ سننے والے کی ایک ہی حالت رہے اور جو سنا جا رہا ہے وہ بدلتا رہے حالانکہ اس میں رضا و غضب والے کا کلام بھی ہے اور انعام کرنے والے، انتقام لینے والے اور جبار و متکبر کا کلام بھی ہے جو بے پرواہ ہے اور مہربانی و احسان کرنے والے کا کلام بھی ہے جو بے کار نہیں چھوڑتا۔

{......چھ افراد پر لعنت......}

فرمانِ مصطفےٰ: ''چھ طرح کے لوگوں پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اُن پر لعنت فرماتا ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے، چھ اشخاص یہ ہیں (۱) کتاب اللہ عَزَّوَجَلَّ میں اضافہ کرنے والا (۲) تقدیر کو جھٹلانے والا (۳) میری امت پر ظلم کے ساتھ تسلط کرنے والا کہ اس شخص کو عزت دیتا ہے جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ذلیل کیا اور اس کو ذلیل کرتا ہے جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عزت عطا فرمائی (۴) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حرم (یعنی حرم مکہ) کو حلال ٹھہرانے والا (۵) میرے اہل بیت کی حرمت جس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے اس کو پامال کرنے والا اور (۶) میری سنت کو چھوڑنے والا۔''

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، الحدیث: ۵۷۱۹، ج۷، ص۵۰۱)

باب نمبر4: فہم قرآن اور تفسیر بالرائے کا بیان

شاید تم کہو کہ گزشتہ بحث میں اسرارِ قرآن کو سمجھنے اور پاکیزہ دل والوں کے لئے منکشف ہونے والے معانی کی عظمت بیان کی گئی ہے، یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ یعنی جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔''(1)(2)

یہی وجہ ہے کہ ظاہری تفسیر کرنے والے اہلِ علم حضرات نے مفسرین میں سے ان اہلِ تصوُّف پر اعتراض کیا ہے جو حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اور تمام مفسرین کے خلاف، بطریقۂ تصوُّف کلماتِ قرآن کی تاویل کرتے ہیں، ان کے نزدیک یہ کفر ہے۔ اگر یہ صحیح ہو جو ظاہری تفسیر کرنے والوں نے کہا ہے تو پھر سوائے تفسیر یاد کرنے کے قرآنِ پاک کو سمجھنے کا کیا معنیٰ؟ اور اگر درست نہ ہو تو پھر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کہ ''جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے'' کا کیا معنیٰ؟

جان لیجئے! جس نے یہ گمان کیا ہے کہ قرآنِ پاک کے صرف وہی معانی ہیں جو ظاہری تفسیر بیان کرے تو وہ اپنی ذات کی حد کے بارے میں خبر دیتا ہے اور وہ اپنی ذات کے بارے میں خبر دینے میں سچا ہے لیکن تمام مخلوق کو اپنے جیسا سمجھنے میں خطا پر ہے۔

معانیٔ قرآن کا دائرہ بہت وسیع ہے:

اخبار و آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عقل والوں کے لئے قرآنِ پاک کے معانی کا دائرہ بہت وسیع

1 ...... مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج1، ص208 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا جہنمی ہے، خیال رہے کہ قرآن کی بعض چیزیں نقل پر موقوف ہیں جیسے شانِ نزول، ناسخ منسوخ، تجوید کے قواعد انہیں رائے سے بیان کرنا حرام ہے وہی یہاں مراد ہے اور بعض چیزیں شرعی عقل سے بھی معلوم ہوسکتی ہیں جیسے آیات کے علمی نکات اچھی اور صحیح تاویلیں، پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات وغیرہ ان میں نقل لازم نہیں غرضکہ قرآن کی تفسیر بالرائے حرام ہے اور تاویل بالرائے علمائے دین کے لیے باعثِ ثواب یا اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق اور مرقاۃ میں اسی مقام پر دیکھو رب تعالیٰ فرماتا ہے ''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ'' معلوم ہوا کہ قرآن میں تدبر و تفکر کا حکم ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا کہ علماء کو قرآنی تاویلات کی اجازت ہے جہلا کو یہ بھی حرام، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو فقط ترجمۂ قرآن سے غلط مسئلے مستنبط کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں حدیث و قرآن کے فقط ترجمے بغیر فقہ کی روشنی کے عوام کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔

2 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، الحدیث:۲۳۴، ج۱، ص۶۵، معناً۔

ہے۔ چنانچہ، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو قرآنِ پاک کی سمجھ بوجھ عطا فرما دے۔'' [1] اگر منقول شدہ ترجمے کے سوا قرآنِ پاک کے اور کوئی معانی نہیں ہیں تو پھر اس ''سمجھ'' سے کیا مراد ہے؟

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معرفت نشان ہے: ''اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا وَحَدًّا وَمَطْلَعًا یعنی بے شک قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اس کی ایک حد ہے اور ایک مطلع۔''

پس ظاہر و باطن اور حد و مطلع (ابتدا و انتہا) کا کیا معنی ہے؟

سیِّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا علم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ سَبْعِيْنَ بَعِيْرًا مِنْ تَفْسِيْرِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے 70 اُونٹ بھر دوں۔'' اس کا کیا معنی ہے حالانکہ اس کی ظاہری تفسیر تو نہایت مختصر ہے؟

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''لَا يَفْقَهُ الرَّجُلُ حَتّٰى يَجْعَلَ لِلْقُرْاٰنِ وُجُوْهًا یعنی بندہ اس وقت تک فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک قرآنِ پاک کو کئی وجوہ سے نہ جان لے۔''

قرآن پاک کتنے علوم پر مشتمل ہے؟

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا: ''ہر آیت کے 60 ہزار مفہوم ہیں اور جو سمجھنے سے رہ گئے وہ اس سے زیادہ ہیں۔''

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا: ''قرآنِ پاک 77 ہزار 200 علوم پر مشتمل ہے کیونکہ ہر کلمہ ایک علم ہے پھر یہ چار گنا ہو جاتا ہے کیونکہ ہر کلمہ کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن، ایک حد ہے اور ایک مطلع۔''

نیز رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کو 70 مرتبہ دہرانا بھی اسی لئے تھا کہ اس کے باطنی معانی میں غور و فکر کریں ورنہ اس کا ترجمہ اور تفسیر تو ظاہر ہے اور اس قسم کی آیت کو بار بار دہرانے کی حاجت نہیں ہوتی۔

---

[1] ......شرح السنة، کتاب القصاص، باب لایقتل مؤمن بکافر، الحدیث:۲۵۲۲، ج۵، ص۳۸۸۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”مَنْ اَرَادَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فَلْیَتَدَبَّرِ الْقُرْاٰن یعنی جو اوّلین وآخرین کے علوم جاننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ قرآنِ پاک میں غور وفکر کرے۔“ یہ چیزیں صرف تفسیرِ ظاہری سے حاصل نہیں ہوتیں۔

خلاصۂ کلام:

تمام علوم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے افعال وصفات میں داخل ہیں اور قرآنِ پاک میں اس کی ذات، افعال اور صفات کی شرح ہے۔ ان علوم کی کوئی انتہا نہیں اور قرآنِ پاک میں ان تمام علوم کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہے، ان کی تفصیل کی گہرائی قرآنِ پاک کو سمجھنے پر موقوف ہے، صرف ظاہری تفسیر اس کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ ہر وہ چیز جو غور وفکر کرنے والوں پر مشکل ہے اور اس کے بارے میں مخلوق کے نظریات ومعقولات میں اختلاف ہے تو قرآنِ پاک میں ان کی طرف اشارے اور دلالتیں ہیں جن کا ادراک اہلِ علم ہی کو ہوتا ہے تو ظاہری ترجمہ وتفسیر اسے کیسے پورا کر سکتی ہے؟ اسی وجہ سے حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ وَالْتَمِسُوْا غَرَائِبَہٗ یعنی قرآنِ پاک پڑھو اور اس کے عجائبات تلاش کرو۔“ (1)

مضبوط رسی، نورِ مبین اور نفع بخش شفا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میری امت اصل دین اور جماعت سے ہٹ کر 72 فرقوں میں بٹ جائے گی جو تمام کے تمام گمراہ اور گمراہ گر ہوں گے وہ جہنم کی طرف بلائیں گے، جب ایسا ہو تو تم پر قرآن پاک کی پیروی لازم ہے کیونکہ اس میں تم سے پہلے اور تمہارے بعد آنے والوں کی خبریں ہیں اور تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ ہے، جو متکبر اس کی مخالفت کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ہلاک کر دے گا اور جو اس کے علاوہ کسی اور چیز میں علم تلاش کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے گمراہ کر دے گا، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مضبوط رسی، نورِ مبین اور نفع بخش شفا ہے، جو اسے مضبوط تھامے اس کے لئے عصمت ہے اور جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے

1 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی قراءۃ القرآن......الخ، الحدیث: ۲۲۹۴، ج۲، ص۴۲۷۔

نجات ہے، یہ ٹیڑھا نہیں ہوتا کہ سیدھا کرنے کی ضرورت ہو اور نہ ہی کسی طرف مائل ہوتا ہے کہ درست کیا جائے اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور نہ ہی بار بار پڑھنا اسے پرانا کرتا ہے۔'' (۱)

راہ نجات:

حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے بعد اختلاف اور فرقوں کی خبر دی تو میں نے عرض کی: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے کیا نصیحت فرماتے ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو اور اس کے مضامین پر عمل کرو کہ اس سے نکلنے کا یہی راستہ ہے۔'' حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تینوں بار یہی جواب ارشاد فرمایا کہ ''قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو اور اس کے مضامین پر عمل کرو کہ اسی میں نجات ہے۔'' (۲)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''مَنْ فَهِمَ الْقُرْاٰنَ فَسَّرَ بِهٖ جُمَلَ الْعِلْمِ یعنی جس نے قرآنِ پاک کو سمجھ لیا وہ اس کے ذریعے تمام علوم بیان کرسکتا ہے۔'' اس فرمان سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مراد یہ ہے کہ قرآنِ پاک تمام علوم کی طرف اجمالی طور پر اشارہ کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان: ''وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ (پ۳، البقرة:۲۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد قرآنِ کریم کی سمجھ ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ (پ۱۷، الانبیآء:۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، الحدیث:۲۹۱۵، ج۴، ص۴۱۵، مفهومًا۔
قوت القلوب، الفصل السادس عشر، فی ذکر معاملة العبد فی تلاوته......الخ، ج۱، ص۹۰۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، الحدیث:۴۲۴۴، ج۴، ص۱۳۱، مفهومًا۔
قوت القلوب، الفصل السادس عشر، فی ذکر معاملة العبد فی تلاوته......الخ، ج۱، ص۹۰۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ حضرت سیِّدُنا داؤد اور حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمایا اس کا نام علم وحکمت رکھا اور ان کی سمجھ داری کو جس میں حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام منفرد تھے خاص طور پر ''فہم'' کے لفظ کے ساتھ ذکر فرمایا اور اسے علم وحکمت پر مقدَّم فرمایا۔

یہ تمام امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک کے معانی سمجھنے میں بہت زیادہ کشادگی و وسعت ہے اور جو کچھ ظاہری تفسیر سے منقول ہے وہ قرآنِ پاک کے معانی سمجھنے کی انتہا نہیں۔ رہا حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشادِ گرامی کہ ''جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے''[1] نیز تفسیر بالرائے سے ممانعت[2] اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فرمان کہ ''اگر میں قرآنِ پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہوں تو مجھے کون سی زمین اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا؟'' اور ان کے علاوہ اخبار و آثار میں سے دیگر اقوال کہ جن میں اپنی رائے سے قرآنِ پاک کی تفسیر کرنے سے منع کیا گیا ہے، دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے مراد ہوگا کہ صرف اور صرف منقول شدہ اور اپنے سنے ہوئے پر اکتفا کیا جائے، استنباط اور خود سمجھنے کو چھوڑ دیا جائے یا پھر ان سے مراد کچھ اور ہوگی۔

منقول تفسیر پر اکتفا کرنا کیسا؟

یہ مراد لینا کہ ''منقول تفسیر کے علاوہ کوئی شخص قرآن میں کلام نہ کرے'' چند وجوہ سے باطل ہے:

﴿1﴾...... سننے میں یہ شرط ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا گیا ہو اور آپ ہی کی طرف منسوب ہو اور یہ بات قرآنِ پاک کے بعض حصے میں ہی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جو کچھ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی طرف سے کہا ہے اسے بھی قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے بھی تفسیر بالرائے کہنا چاہئے کیونکہ انہوں نے اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہیں سنا۔ اسی طرح دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا معاملہ ہے۔

﴿2﴾...... صحابۂ کرام اور مفسرین نے بعض آیات کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے، ان کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن میں تطبیق نہیں دی جا سکتی اور ان تمام کا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سننا بھی محال ہے، اگر ایک قول سنا گیا

[1] ......مشکاة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، الحدیث: ۲۳۴، ج ۱، ص ۶۵، مفهومًا۔

[2] ......مشکاة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، الحدیث: ۲۳۳-۲۳۴، ج ۱، ص ۶۵۔

ہو تو باقی رد ہو جائیں گے، اس سے یقینی طور پر ظاہر ہو گیا کہ ہر مفسر نے وہ معنی بیان کیا ہے جو بحث و استنباط کے ذریعے اس پر ظاہر ہوا حتّٰی کہ انہوں نے سات سورتوں کے ابتدائی حروف کے بارے میں مختلف قسم کے اقوال کہے جن کے درمیان تطبیق دینا ممکن نہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ **"الٓر"** لفظِ **اَلرَّحْمٰن** کے بعض حروف ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ **"الف"** سے **اللّٰہ**، **"لام"** سے **لطیف** اور **"راء"** سے مراد **رحیم** ہے، اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں اور ان تمام میں تطبیق دینا ناممکن ہے لہٰذا کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ تمام اقوال حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنے ہوئے ہوں؟

﴿3﴾...... مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے لئے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْل یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے دین کی سمجھ بوجھ اور تفسیر کا علم عطا فرما۔'' [1] اگر الفاظ کی طرح قرآنِ پاک کی تفسیر بھی سنی ہوئی اور محفوظ ہو تو پھر حضرت سیِّدُنا **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو اس کے ساتھ خاص کرنے کا کیا معنی ہے؟

﴿4﴾...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (پ۵، النسآء: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ضرور ان سے اُس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

اس آیت مقدسہ میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم والوں کے لئے استنباط کو ثابت کیا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ استنباط سنی ہوئی باتوں کے علاوہ میں ہوتا ہے اور وہ تمام آثار جو ہم نے قرآنِ پاک سمجھنے کے سلسلے میں ذکر کئے ہیں وہ اس خیال کے خلاف ہیں، لہٰذا تفسیر میں سنے ہوئے ہونے کی شرط لگانا باطل ہو گیا اور ہر صاحب علم کہ جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے علوم قرآن پر قدرت عطا فرمائی اس کے لئے جائز ہو گیا کہ وہ قرآنِ کریم سے اپنی سمجھ اور عقل کی حد کے مطابق معنی اخذ کرے۔

تفسیر بالرائے سے ممانعت کی وجوہ:

بہر حال جہاں تک (تفسیر بالرائے) سے ممانعت کا تعلق ہے تو وہ دو صورتوں میں سے کسی ایک میں ہوگی:

﴿1﴾...... آدمی کی کسی شے کے بارے میں کوئی رائے ہو اور اس کی طبیعت و خواہش کا میلان بھی اسی طرف ہو پھر وہ اپنی رائے و خواہش کے مطابق قرآنِ پاک کی تفسیر کرے تاکہ اس سے اپنی غرض کے صحیح ہونے پر دلیل پکڑ سکے، اگر

[1] ......المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، دعاالنبی لابن عباس، الحدیث: ۶۳۴۴، ج۴، ص۲۸۸۔

اس بارے میں اس کی یہ رائے وخواہش نہ ہوتی تو اس کے لئے قرآنِ پاک سے یہ معنی ظاہر نہ ہوتا۔

کبھی تو علم ہونے کے باوجود وہ ایسا کرتا ہے جیسے کوئی شخص قرآنِ پاک کی بعض آیات سے اپنی بدعت کے صحیح ہونے پر دلیل پکڑتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس آیت سے یہ مراد نہیں لیکن وہ اس کے ذریعے اپنے مدمقابل کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔

کبھی جہالت کی وجہ سے ایسا معنی بیان کرتا ہے۔لیکن اگر آیت اس معنی کا احتمال رکھتی ہو اور اس کی فہم اس طرف مائل ہو جائے جو اس کی غرض کے موافق ہے اور وہ اپنی رائے وخواہش کی وجہ سے اسے ترجیح دے دے تو اس وقت وہ رائے سے تفسیر کرنے والا ہو گا یعنی اس کی رائے نے اسے اس طرح تفسیر پر ابھارا کہ اگر اس کی رائے نہ ہوتی تو اس کے نزدیک یہ معنی ترجیح نہ پاتا۔

کبھی اپنی کسی صحیح غرض کی وجہ سے قرآنِ پاک سے کوئی دلیل تلاش کرتا ہے اور اس پر ایسی آیت وغیرہ سے استدلال کرتا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں، جیسا کہ کوئی شخص سحری کے وقت استغفار کی طرف بلائے اور اس فرمانِ مصطفےٰ سے استدلال کرے کہ ''سحری کرو بے شک سحری میں برکت ہے۔'' [1] اور گمان کرے کہ سحری سے مراد ذکر ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس سے مراد کھانا ہے۔اسی طرح کوئی شخص کسی سخت دل کو مجاہدہ کی طرف بلائے اور اس فرمان باری تعالیٰ سے دلیل پکڑے: ''اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ (پ۱۶،طٰہٰ:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔'' اور اس سے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہے کہ فرعون سے مراد یہی ہے۔ یہ طریقہ بعض واعظ صحیح مقاصد کے حصول کے لئے کلام کو خوبصورت بنانے اور سامعین کو رغبت دلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں، جو کہ ممنوع ہے۔

اس طریقے کو فرقۂ باطنیہ والوں نے اپنے فاسد مقاصد کے حصول کے لئے لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کر کے انہیں اپنے باطل مذہب کی طرف بلانے کے لئے اختیار کیا۔ وہ اپنی رائے و مذہب کے مطابق قرآنِ پاک کی تفسیر کرتے حالانکہ قطعی طور پر جانتے تھے کہ اس سے یہ مراد نہیں۔

یہ تفسیر بالرائے سے ممانعت کی ایک صورت ہے اور یہاں پر **رائے سے مراد** وہ فاسد رائے ہو گی جو خواہش کے

---

1 ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۹۹۹، ج۳، ص۴۱۵۔

مطابق ہو نہ کہ وہ جو اجتہادِ صحیح کے مطابق ہو۔ رائے صحیح اور فاسد دونوں طرح کی ہوتی ہے عام طور پر جو خواہش کے مطابق ہو اس کے ساتھ ''رائے'' کا نام خاص کر دیا گیا ہے۔

﴿2﴾...... ظاہری عربی الفاظ کی طرف نظر کرتے ہوئے قرآنِ پاک کی تفسیر کرنے میں جلدی کرے، قرآنِ پاک کے عجائبات اور اس میں جو مبہم ومبدل الفاظ، اختصار، حذف، اضمار، تقدیم وتاخیر ہیں، ان میں مسموع ومنقول روایات سے مدد نہ لے۔

جسے قرآنِ پاک کی ظاہری تفسیر میں پختگی حاصل نہ ہو، وہ صرف عربی سمجھ لینے کے ساتھ قرآنِ پاک کے معانی کے استنباط کرنے میں جلدی کرے تو بہت غلطیاں کرے گا اور تفسیر بالرائے کرنے والوں میں شامل ہوگا، لہٰذا اوّلاً ظاہری تفسیر میں مسموع ومنقول روایات کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعے غلطی کی جگہوں سے بچا جاسکے، اس کے بعد فہم واستنباط میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

قرآنِ پاک کے وہ عجائبات جو بغیر سماع کے سمجھ میں نہیں آسکتے بہت ہیں، ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے ان کی مثل دیگر عجائبات پر استدلال کیا جاسکے اور معلوم ہو جائے کہ اوّلاً ظاہری تفسیر کو یاد کرنے میں سستی ولاپرواہی کرنا جائز نہیں اور ظاہری علم کو مضبوط کئے بغیر باطن تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں، لہٰذا جو شخص قرآنِ پاک کے اسرار کو سمجھنے کا دعویٰ کرے حالانکہ اسے ظاہری تفسیر میں پختگی حاصل نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص گھر کے دروازے سے گزرنے سے پہلے اس کے اندر پہنچ جانے کا دعویٰ کرے یا کوئی شخص ترکیوں کے کلام سے ان کے مقاصد سمجھنے کا دعویٰ کرے حالانکہ اسے ترکی زبان نہ آتی ہو۔ ظاہری تفسیر لغت سیکھنے کے قائم مقام ہے جو کسی بھی بات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔

﴿یہاں حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے چند امور اور ان کی مثالیں بیان کی ہیں جن میں ظاہری تفسیر کے لئے مسموع یعنی سنا ہوا ہونا ضروری ہے، انہیں حذف کر دیا گیا ہے، علمی ذوق رکھنے والے اصلِ کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ علمیہ﴾

راسخ فی العلم حضرات کا حصہ:

قرآنِ پاک کے معانی کے اسرار صرف راسخ فی العلم حضرات کے لئے اتنی ہی مقدار میں منکشف ہوتے ہیں جتنا ان کے علوم کی کثرت، دلوں کی صفائی، غور وفکر کی طرف بلانے والے امور کی کثرت اور ان کی طلب میں اخلاص ہوتا

ہے۔ ہر کسی کے لئے ایک درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کی ایک حد ہوتی ہے لیکن تمام درجات کو طے کر لینا ممکن نہیں کیونکہ اگر تمام سمندر سیاہی اور تمام درخت قلمیں بن جائیں تب بھی کلماتِ الٰہی کے اسرار کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے یہ سمندر ختم ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے قرآنِ پاک کی ظاہری تفسیر کو جاننے میں مشترک ہونے کے باوجود اس کے معانی کو سمجھنے میں مخلوق باہم مختلف ہے کیونکہ ظاہری تفسیر اسرارِ قرآن کو سمجھنے سے بے نیاز نہیں کرتی۔

ایک مثال:

حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حالتِ سجدہ میں یہ دعا فرمائی: ''اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیَ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی میں تیری ناراضی سے تیری رضا کی اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ مانگتا ہوں، تیری تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری حمد میں نہیں کر سکتا تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی حمد کی۔'' (1)

دعا کے اسرار ورموز:

بعض اربابِ قلوب نے اس دعا سے یہ سمجھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سجدے کے ذریعے قربِ خداوندی کا حکم ہوا تو آپ نے سجدے میں قرب کو پایا، پھر صفاتِ باری تعالیٰ کی طرف نظر کی تو بعض سے بعض کی پناہ طلب کی، کہ رضا و ناراضی دو وصف ہیں (تو ناراضی سے رضا کی پناہ طلب کی)، پھر مزید قرب بڑھا تو پہلا قرب اس میں داخل ہو گیا اور صفات سے ذات کی طرف ترقی ہوئی تو فرمایا: ''اَعُوْذُبِكَ مِنْكَ'' میں تجھ سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں۔ پھر قرب میں زیادتی ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بِساطِ قرب میں پناہ طلب کرنے سے حیا کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعریف وتوصیف کی طرف توجہ فرمائی تو یوں ثنا بیان کی: ''لَا اُحْصِیَ ثَنَاءً عَلَیْكَ یعنی میں (جیسی چاہئے ویسی) تیری ثنا نہیں کر سکتا۔'' پھر اس کوتاہی کو (کہ شایانِ شان تیری ثنا نہیں کر سکتا) جان کر عرض کی: ''اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔''

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، الحدیث:۴۷۶، ص۲۵۲۔

اختتامی کلمات:

یہ وہ تفکرات وخیالات ہیں جو اربابِ قلوب پر ہی کھلتے ہیں۔ پھران اسرار ورموز کی گہرائیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً قرب کے معنی سمجھنا، قرب خاص سجدے میں ہونا، ایک صفت کے ساتھ دوسری سے پناہ مانگنا، پھر ذات کی پناہ لینا وغیرہ۔ اس کے اسرار بہت ہیں جن پر لفظ کی ظاہری تفسیر دلالت نہیں کرتی اور یہ ظاہری تفسیر کے خلاف بھی نہیں بلکہ وہ تو اسے مکمل کرنے والے اوراس کے ظاہر سے مغز تک پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ **باطنی معنی سمجھنے سے ہماری مراد یہی ہے نہ کہ وہ جو ظاہری تفسیر کے خلاف ہو۔** وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَالصَّلَاۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْن وَعَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُصْطَفٰی مِنْ کُلِّ الْعَالَمِیْن وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّصَحْبِہٖ وَسَلَّم

{......جنت میں لے جانے والے اعمال......}

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص حلال کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایسے لوگ تواِس وقت بہت ہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''عنقریب میرے بعد بھی ایسے لوگ ہوں گے۔''

(المستدرک، الحدیث۷۱۵۵، ج۵، ص۱۴۲)

ذکرُ اللّٰہ اور دُعاؤں کا بیان

تمام خوبیاں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس کی مہربانی سب کو شامل، جس کی رحمت عام اور جس کا ذکر کرنے والے بندے کا اس کی بارگاہ میں چرچا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ عالیشان ہے "فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ (پ۲، البقرۃ:۱۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔" اور اس نے بندوں کو اپنی بارگاہ میں سوالی بننے اور دستِ دعا دراز کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (پ۲۴، المؤمن:۶۰) ترجمۂ کنز الایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔" اور اس نے نیک و بد اور بارگاہِ عالی سے قریب ہونے والے اور دوری اختیار کرنے والے ہر شخص کو اپنی طرف متوجہ ہونے اور جھولیاں پھیلانے کی دعوت دی کہ وہ ان کی حاجتوں اور خواہشوں کو پورا فرمائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ (پ۲، البقرۃ:۱۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں، پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔" کثیر دُرود و سلام ہوں سردارِ انبیا محبوب کبریا حضرتِ سیّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آل و اصحاب پر جو منتخب اور بہترین بندگانِ خدا میں سے ہیں۔

تلاوتِ قرآن کے بعد ذکر اللّٰہ اور حاجت برآری کے لئے بارگاہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ مانگی جانے والی دعا سے بڑھ کر کوئی زبانی عبادت نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ تفصیل کے ساتھ ذکر کے فضائل اور مختلف اذکار بیان کئے جائیں اور ساتھ ہی دعا کے فضائل و آداب اور اس کی شرائط اور دینی و دنیوی مقاصد کی تکمیل کے لئے آیات و روایات میں منقول طلبِ مغفرت و طلبِ پناہ کے لئے مخصوص جامع دعاؤں کا بھی ذکر ہو۔ اس کی تفصیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب نمبر1: قرآن و حدیث اور اقوال اسلاف سے ذکر اللّٰہ کے فضائل و فوائد کا بیان۔

باب نمبر2: استغفار، درود اور دعا کے فضائل و آداب۔

باب نمبر3: انبیائے کرام و بزرگان دین سے منقول 16 دعائیں۔

باب نمبر4: قرآن و حدیث میں وارد نماز کے بعد کی دعائیں۔

باب نمبر5: مختلف مواقع کی مسنون دعائیں۔

باب نمبر1: **قرآن وحدیث اور اقوالِ اسلاف سے ذکراللّٰہ کے فضائل وفوائد کا بیان**

(اس میں پانچ فصلیں ہیں)

پہلی فصل: **ذکراللّٰہ کی فضیلت**

ذکر کی فضیلت پر مشتمل 9 فرامین باری تعالیٰ:

﴿۱﴾

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ (پ۲،البقرۃ:۱۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”مجھے اس ساعت کا علم ہے جس میں میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ میرا ذکر فرماتا ہے۔“ حاضرین جھنجلا کر کہنے لگے: ”یہ آپ کو کیسے پتا چلتا ہے؟“ فرمایا: ”جب میں اس کا ذکر کرتا ہوں تو وہ میرا چرچا کرتا ہے۔“

﴿۲﴾

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ(۴۱) (پ۲۲، الاحزاب:۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کو بہت یاد کرو۔

﴿۳﴾

فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۪ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْۚ (پ۲، البقرۃ:۱۹۸) ترجمۂ کنزالایمان: تو جب عرفات سے پلٹو تو اللّٰہ کی یاد کرو مشعرِ حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔

﴿۴﴾

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًاؕ (پ۲، البقرۃ:۲۰۰) ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللّٰہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

﴿۵﴾

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللّٰہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

﴿۶﴾

فَاِذَا قَضَیۡتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ ۚ (پ۵، النسآء:۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللّٰہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ ”دن رات، خشکی وتری، سفر وحضر، غربت ومالداری، مرض وصحت اور پوشیدہ وعلانیہ ہر حالت میں اس کا ذکر کرو۔“

﴿۷﴾

وَلَا یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۱۴۲﴾ۙ (پ۵، النسآء:۱۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

﴿۸﴾

وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ فِیۡ نَفۡسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیۡفَۃً وَّدُوۡنَ الۡجَہۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ وَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ﴿۲۰۵﴾ (پ۹، الاعراف:۲۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری (عاجزی) اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

﴿۹﴾

وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ (پ۲۱، العنکبوت:۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک اللّٰہ کا ذکر سب سے بڑا۔

حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں مذکورہ آیتِ مبارکہ کی دو تفسیریں ہیں: ”(۱)......تم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرتے ہو اس سے عظیم تر بات یہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا ذکر فرماتا ہے۔(۲)......تمام عبادتوں سے افضل عبادت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہے۔“

اس کے علاوہ بھی آیات ذکر کی فضیلت کا مفہوم ادا کرتی ہیں۔

ذکر کی فضیلت پر مشتمل 11 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾......ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالشَّجَرَۃِ الْخَضْرَاءِ فِیْ وَسْطِ الْھَشِیْمِ. یعنی غافلوں میں ذکر اللّٰہ کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک جنگل میں سرسبز درخت۔ (۱)

﴿2﴾......ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالْمُقَاتِلِ بَیْنَ الْفَارِّیْنَ. یعنی غافلوں میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا (میدانِ جہاد سے) بھاگنے والوں میں مجاہد کی مانند ہے۔ (۲)

﴿3﴾......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَاذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ شَفَتَاہُ بِیْ. یعنی میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر کے لئے ہلتے رہیں۔'' (۳)

﴿4﴾......کسی بندے نے ذکر اللّٰہ سے بڑھ کر عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا کوئی عمل نہیں کیا۔ صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''جہاد بھی نہیں، مگر یہ کہ تم اپنی تلوار سے کفار کو مارو یہاں تک تلوار ٹوٹ جائے پھر مارو پھر ٹوٹ جائے پھر مارو پھر ٹوٹ جائے۔'' (۴)

﴿5﴾......مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّرْتَعَ فِیْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَلْیُکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ. یعنی باغِ جنت میں آسودگی کا خواہش مند ذکر اللّٰہ کی کثرت کرے۔ (۵)

﴿6﴾......بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی: ''کون سا عمل افضل ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''مرتے دم تک تیری زبان ذکر اللّٰہ سے تر رہے۔'' (۶)

﴿7﴾......تو صبح وشام اپنی زبان ذکر اللّٰہ سے تر رکھ (اس کی برکت سے) تیرے صبح وشام گناہوں سے پاک گزریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ ''صبح وشام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر جہاد میں تلواریں توڑنے اور فیاضی سے مال خیرات

---

❶......شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبة اللّٰہ، فصل فی ادامة ذکراللّٰہ، الحدیث:۵۶۵، ج۱، ص۴۱۱۔

❷......شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبة اللّٰہ، فصل فی ادامة ذکراللّٰہ، الحدیث:۵۶۵، ج۱، ص۴۱۱، بتغیر۔

❸......سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب فضل الذکر، الحدیث:۳۷۹۲، ج۴، ص۲۴۳۔

❹......المعجم الکبیر، الحدیث:۳۵۲، ج۲۰، ص۱۶۷۔ ❺......المعجم الکبیر، الحدیث:۳۲۶، ج۲۰، ص۱۵۷۔

❻......شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبة اللّٰہ، فصل فی ادامة، ذکر اللّٰہ، الحدیث:۵۱۴، ج۱، ص۳۹۳۔

کرنے سے بہتر ہے۔'' (۱)

﴿8﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''جب میرا بندہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر مجمع میں کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں اگر وہ ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوجاتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوجاتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں (۲)۔'' (۳)

مذکورہ حدیثِ پاک میں ''دوڑنے'' سے مراد بندے کی فریادرسی اور قبولیتِ دعا میں جلدی کرنا ہے۔

﴿9﴾......سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ. یعنی سات شخص وہ ہیں کہ جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا (۴) جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (ان میں سے) ایک وہ ہے جو تنہائی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرے تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔ (۵)

﴿10﴾......کیا میں تمہیں ایسا بہترین عمل نہ بتاؤں جو ربّ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہت ستھرا، تمہارے درجے بلند کرنے والا اور تمہارے لئے سونا، چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہو اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمن سے جہاد کرکے ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہیں شہید کریں۔ صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! ضرور۔'' ارشاد فرمایا: ''ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے رہنا۔'' (۶)

---

1 ......الزهد لابن المبارک، الجزء التاسع، الحديث:۱۱۱۱، ص۳۹۴۔

2 ......مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْمَنَّان مِرْاٰةُ الْمَنَاجِيْح، ج3، ص307 پر فرماتے ہیں: ''یہ کلام بطورِ مثال سمجھانے کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے، اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامنِ رحمت میں لے لیں گے۔''

3 ......صحيح البخاری، کتاب التوحيد، باب قول اللّٰه:ويحذركم اللّٰه نفسه ، الحديث:۷۴۰۵، ج۴، ص۵۴۱۔

4 ......مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْمَنَّان مِرْاٰةُ الْمَنَاجِيْح، ج2، ص435 پر فرماتے ہیں: ''یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرشِ اعظم کے سایہ میں تاکہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہے۔'' بروزِ قیامت سایۂ عرش پانے والے خوش نصیبوں کے متعلق جاننے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 88 صفحات پر مشتمل کتاب ''سایۂ عرش کس کس کو ملے گا؟'' کا مطالعہ فرمالیجئے!

5 ......صحيح مسلم، کتاب الزكاة، باب فضل اخفاء الصدقة، الحديث:۱۰۳۱، ص۵۱۴، دون "من خشية اللّٰه"۔

6 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحديث:۳۳۸۸، ج۵، ص۲۴۶۔

﴿11﴾……اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: مَنْ شَغَلَہٗ ذِكْرِیْ عَنْ مَسْاَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَااُعْطِی السَّائِلِیْن. یعنی جسے میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا(۱)۔(۲)

گھڑی بھر رب تعالیٰ کو یاد کرنا:

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے میرے بندے! تو مجھے فجر وعصر کے بعد گھڑی بھر یاد کرلیا کر میں تجھے ان دو ساعتوں کے درمیان (یعنی دن رات کے تمام اوقات) میں کفایت کروں گا۔''

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''جب میں کسی بندے کے دل کو اپنی یاد میں محو پاتا ہوں تو اس کے تمام امور کو سنوار دیتا، اس کی نشست وکلام کو اپنی رحمت عطا کرتا اور اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔''

ذکر اللہ سے متعلق تین اقوالِ بزرگان:

﴿1﴾……حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ذکر دو قسم کے ہیں: (۱)……جو صرف بندے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہو (کوئی اور اس پر مطلع نہ ہو)۔ یہ یاد بھی کیا ہی خوب اور عظیم اجر والی ہے۔ (۲)……اور اس سے بھی زیادہ فضیلت والا ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ چیزوں کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد رکھے (یعنی حرام کام کا خیال آتے ہی ربّ تعالیٰ کو یاد کرے اور حرام کاری سے باز رہے)۔''

﴿2﴾……اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے کے علاوہ ہر شخص دنیا سے پیاسا رخصت ہوگا۔

﴿3﴾……حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''اہل جنت کسی چیز پر حسرت نہیں کریں گے سوائے اس گھڑی کے جو یادِ الٰہی سے غفلت میں گزری۔''

---

1 …… تین خوش نصیبوں کو بن مانگے عطا کیا جاتا ہے: (۱)……ذکر الٰہی کرنے والا (۲)……تلاوتِ قرآن کرنے والا اور (۳)……درود پاک کی کثرت کرنے والا۔ تفصیل کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ''فضائل دعا'' سے صفحہ 228 تا 232 کا مطالعہ کیجئے!

2 ……شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبۃ اللہ، فصل فی ادامۃ ذکر اللہ، الحدیث ۵۷۴، ج ۱، ص ۴۱۳۔

دوسری فصل:
مجالسِ ذکر کی فضیلت

مجالسِ ذکر سے متعلق 9 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾......جو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں فرشتے انہیں گھیر لیتے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کے سامنے ان کا چرچا کرتا ہے۔ (۱)

﴿2﴾......جو لوگ محض رضائے الٰہی کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ مغفرت یافتہ ہو کر لوٹ جاؤ تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں۔ (۲)

﴿3﴾......جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور نہ ہی مجھ پر درود پاک پڑھے تو بروزِ قیامت یہ مجلس ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔ (۳)

﴿4﴾......مروی ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا مانگی: ''یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تو مجھے دیکھے کہ میں ذاکرین کی محفل چھوڑ کر غافلین کی طرف بڑھ رہا ہوں تو میرے پاؤں ضائع فرما دینا یہ بھی تیرا مجھ پر ایک انعام ہوگا۔''

﴿5﴾......سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اَلْمَجْلِسُ الصَّالِحُ یُکَفِّرُ عَنِ الْمُؤْمِنِ اَلْفَیْ اَلْفِ مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ السُّوْءِ. یعنی اچھی محفل مومن کے لئے 20 لاکھ بری مجلسوں کا کفارہ ہے۔'' (۴)

﴿6﴾......حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''جن گھروں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہوتا ہے اہلِ آسمان ان گھروں کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو۔''

﴿7﴾......حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب لوگ ذکر اللہ کے لئے جمع ہوتے ہیں تو شیطان اور دنیا علیحدہ ہو جاتے ہیں، شیطان دنیا سے کہتا ہے: ''تو دیکھ رہی ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟'' دُنیا کہتی ہے: ''انہیں چھوڑ دے، جونہی یہ ذکر سے فارغ ہوں گے میں انہیں گردنوں سے پکڑ کر تیرے حوالے کر دوں گی۔''

1......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ......الخ، الحدیث: ۲۷۰۰، ص۱۴۴۸۔

2......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۲۴۵۴، ج۴، ص۲۸۶۔

3......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ، الحدیث: ۳۳۹۱، ج۵، ص۲۴۷۔

4......فردوس الاخبار للدیلمی، باب الألف، الحدیث: ۵۸۷، ج۱، ص۹۷، بتغیر۔

﴿8﴾......حضرتِ سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے اور فرمایا: ''لوگو! میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں حالانکہ مسجد میں سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔'' لوگ بازار چھوڑ کر مسجد کی طرف گئے مگر انہیں کوئی میراث بٹتی دکھائی نہ دی، انہوں نے حضرتِ سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: ''ہم نے تو مسجد میں کوئی میراث تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: ''پھر تم نے وہاں کیا دیکھا؟'' بولے: ''ہم نے دیکھا وہاں کچھ لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے اور قرآنِ مجید کی تلاوت میں مشغول ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''یہی تو رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی میراث ہے۔''[1]

﴿9﴾......حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ اور حضرت سیِّدُ نا ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ ایسے فرشتوں کو پیدا فرمایا جو زمین میں سیاحت (سیر) کرتے رہتے ہیں، جب وہ کسی قوم کو ذکر میں مشغول پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے اور کہتے ہیں: ''اپنے مطلوب کی طرف آؤ۔'' پھر وہ سب جمع ہو جاتے ہیں اور اہل ذکر کو آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ (اختتام محفل کے بعد جب واپس لوٹتے ہیں تو) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ کیا کر رہے تھے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''یا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! وہ تیری حمد، تیری بزرگی اور تسبیح بیان کر رہے تھے۔'' ارشاد فرماتا ہے: ''کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''نہیں۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو اور بھی زیادہ تیری تسبیح و تحمید بیان کریں۔'' ارشاد فرماتا ہے: ''وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟'' عرض کرتے ہیں: ''جہنم سے۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''نہیں۔'' ارشاد فرماتا ہے: ''اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟'' عرض کرتے ہیں: ''اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اور زیادہ اس سے بھاگیں اور نفرت کریں۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''وہ کس چیز کا سوال کر رہے تھے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''وہ جنت طلب کر رہے تھے۔'' ارشاد فرماتا ہے: ''کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟'' عرض کرتے ہیں: ''نہیں۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''اس کی طلب میں اور زیادہ

1......المعجم الاوسط، من اسمه احمد، الحدیث: ۱۴۲۹، ج ۱، ص ۳۹۰، مفہومًا۔

کوشش کرتے۔“ ارشاد فرماتا ہے: ”میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔“ فرشتے عرض کرتے ہیں: ”ان میں فلاں بن فلاں بھی تھا جو (ذکر کے لئے نہیں بلکہ) اپنی کسی ضرورت کے لئے آیا تھا۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا۔“ (۱)

تیسری فصل: کلمۂ توحید پڑھنے کے فضائل

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے متعلق 15 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾......سب سے افضل کلمہ جو میں نے اور تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ادا کیا وہ یہ ہے ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔“ (۲)

﴿2﴾......جو شخص روزانہ 100 بار یہ کلمات ”لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر“ پڑھتا ہے تو اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اس کے نامۂ اعمال میں 100 نیکیاں لکھی جاتی اور 100 گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، وہ اس دن شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی اور کا عمل نہیں ہوتا مگر یہ کہ کوئی شخص اس سے زیادہ بار یہ کلمات پڑھے۔ (۳)

﴿3﴾......جو شخص کامل وضو کر کے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہے ”اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ“ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (۴)

﴿4﴾......لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنے والے کو قبر و حشر میں کوئی وحشت نہ ہوگی، اور گویا میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ صور پھونکا جا رہا ہے اور یہ لوگ سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحُزْنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْر“. یعنی سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے ہم سے غم کو دور فرمایا، بلاشبہ ہمارا ربّ عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔ (۵)

---

1 ......سنن الترمذی، احادیث شتی، باب ماجاء ان للہ ملائکۃ سیاحین......الخ، الحدیث: ۳۶۱۱، ج۵، ص۳۴۴، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

2 ......سنن الترمذی، احادیث شتی، باب فی دعاء یوم عرفۃ، الحدیث: ۳۵۹۶، ج۵، ص۳۳۹۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب فضل التھلیل والتسبیح، الحدیث: ۲۶۹۱، ص۱۴۴۵۔

4 ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب مایقول الرجل اذا توضأ، الحدیث: ۱۶۹، ج۱، ص۹۰، بتغیرٍ۔

5 ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الایمان باللہ، الحدیث: ۱۰۰، ج۱، ص۱۱۱، باختصارٍ۔

﴿5﴾......اے ابو ہریرہ! قیامت کے دن تمہاری ہر نیکی تولی جائے گی سوائے اس کلمے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کے۔صدقِ دل سے پڑھا ہوا کلمہ اگر میزانِ عمل کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں ساتوں زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب رکھ دیا جائے تو بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ والا پلڑا ہی بھاری رہے گا۔ (۱)

﴿6﴾......سچے دل سے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' پڑھنے والا اگر زمین بھر گناہ لے کر آئے پھر بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مغفرت فرمادے گا۔ (۲)

﴿7﴾......اے ابو ہریرہ! اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین کیا کرو کہ یہ گناہوں کو بالکل مٹا دیتا ہے۔'' حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ تو مُردوں کے لئے ہے، زندوں کے لئے کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ھِیَ اَھْدَمُ ھِیَ اَھْدَم. یعنی یہ (گناہوں کو) زیادہ مٹانے والا ہے، یہ زیادہ مٹانے والا ہے۔'' (۳)

﴿8﴾......جس نے اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا وہ داخل جنت ہوا۔ (۴)

﴿9﴾......تم میں سے ہر ایک داخلِ جنت ہوگا سوائے اس کے جو انکار کرے اور بارگاہِ خداوندی سے اس طرح بھاگے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بھاگتا ہے۔ عرض کی گئی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ انکار کرنے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دور ہونے والا کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نہیں کہتا۔ تم یہ کلمہ کثرت سے پڑھا کرو اس سے پہلے کہ تمہارے اور اس کے درمیان فاصلہ پیدا ہو جائے (یعنی موت آجائے) یہ کلمۂ توحید ہے، یہ کلمۂ اخلاص ہے، یہ پرہیزگاری کا کلمہ ہے، یہ پاکیزہ کلمہ ہے، یہ دعوتِ حق ہے، یہ محکم گرہ ہے، یہ جنت کی قیمت ہے۔'' (۵)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۶۰) اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں احسان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا ہے، جس کے بدلہ آخرت میں جنت ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے: لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِیَادَةٌ ؕ (پ۱۱، یونس: ۲۶) ترجمۂ کنز الایمان:

---

1 ......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، فضل لا الہ الا اللّٰہ......الخ، الحدیث: ۱۹۸۷، ج۲، ص۲۱۶، باختصارٍ۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار......الخ، الحدیث: ۳۵۵۱، ج۵، ص۳۱۹، مفھومًا۔

3 ......کنز العمال، کتاب الموت، الباب الثانی فی امور قبل الدفن، الحدیث: ۴۲۱۹۵، ج۱۵، ص۲۴۱، مفھومًا۔

4 ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۵۰۷۴، ج۵، ص۱۹۷۔

5 ......المستدرک، کتاب التوبۃ والانابۃ، باب کلکم یدخل الجنۃ......الخ، الحدیث: ۷۷۰۲، ج۵، ص۳۵۱، باختصارٍ۔

بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

﴿10﴾......”لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر“ یہ کلمات 10 مرتبہ پڑھنے والے کو 10 غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (۱)

﴿11﴾......جو شخص دن میں 200 مرتبہ یہ کلمات کہہ لے ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر“ تو اس کے درجے کو نہ کوئی پہلے والا پا سکتا ہے اور نہ بعد والا مگر وہ جو اس سے افضل عمل کرے۔ (۲)

﴿12﴾......جو شخص کسی بازار میں یہ کلمات پڑھے ”لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر“ تو اس کے نامۂ اعمال میں 10 لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی، 10 لاکھ گناہ مٹائے جائیں گے اور جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنایا جائے گا۔ (۳)

﴿13﴾......جب بندہ ”لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ“ کہتا ہے تو یہ کلمہ اس کے نامۂ اعمال کی طرف بڑھتا ہے اور اس میں جو گناہ پاتا ہے اسے مٹا دیتا ہے حتی کہ اپنی مثل نیکی پا کر اس کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہے۔ (۴)

﴿14﴾......جس شخص نے 10 مرتبہ یہ کلمات پڑھے ”لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر“ گویا اس نے اولادِ اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کئے۔ (۵)

﴿15﴾......جو شخص رات بھر جاگ کر یہ کلمات پڑھے ”لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر، سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم“ پھر عرض کرے: ”یا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما!“ تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی، یا کوئی دعا کرے تو قبول کی جائے گی اور اگر نماز پڑھے تو قبول کی جائے گی۔ (۶)

---

1 ......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، باب من قال لا اله الا اللّٰه وحده......الخ، الحدیث: ۱۸۵۵، ج۲، ص۱۷٦۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰه بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۷۰۲۴، ج۲، ص٦۷۱۔

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولها، الحدیث: ۲۲۳۵، ج۳، ص۵۳_۵۴۔

4 ......مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ماجاء فی فضل لا اله الا اللّٰه، الحدیث: ۱٦۸۰۳، ج۱۰، ص۸۸، مفهومًا۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب الذکروالدعاء......الخ، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، الحدیث: ۲٦۹۳، ص۱۴۴٦۔

6 ......صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب فضل من تعارّمن اللیل فصلی، الحدیث: ۱۱۵۴، ج۱، ص۳۹۱، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

چوتھی فصل: سُبْحٰنَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور دیگر اَذکار کے فضائل

سُبْحٰنَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور دیگر اَذکار کے متعلق 22 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾......جس نے ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سُبْحٰنَ اللہ 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور 33 مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہا، پھر 100 کا عدد پورا کرنے کے لئے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کہا تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (۱)

﴿2﴾......جو ایک دن میں 100 مرتبہ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھتا ہے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (۲)

﴿3﴾......ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دنیا نے مجھ سے منہ موڑ لیا اور میرا مال کم پڑ گیا ہے۔'' حضور نبی کریم، رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم فرشتوں کی نماز اور مخلوق کی تسبیح کیوں نہیں پڑھتے جس کے سبب انہیں رزق ملتا ہے۔'' عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللہ طلوعِ فجر اور نمازِ فجر کے درمیان 100 مرتبہ یہ کلمات پڑھا کرو دنیا تمہارے پاس ذلیل وحقیر ہو کر آئے گی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر کلمے سے ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا جو قیامت تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کرتا رہے گا جس کا ثواب تمہارے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔'' (۳)

﴿4﴾......جب بندہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہتا ہے تو یہ (کلمہ) زمین وآسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے، جب دوسری مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہتا ہے تو ساتویں آسمان سے لے کر تحت الثریٰ تک کو بھر دیتا ہے اور جب تیسری مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا۔''

---

❶......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، الحدیث: ۵۹۷، ص ۳۰۱۔

❷......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح، الحدیث: ۶۴۰۵، ج ۴، ص ۲۱۹۔

❸......اللآلیٔ المصنوعۃ، کتاب الذکر والدعاء، ج ۲، ص ۲۸۷، بتغیرٍ۔

﴿5﴾......حضرت سیِّدُنا رفاعہ بن رافع زرقی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک دن ہم حضور نبی کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہا تو پیچھے سے کسی شخص کی آواز آئی ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز کے بعد استفسار فرمایا: ''یہ (کلمات) کس نے ادا کئے؟'' اس نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے۔'' تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ 30 سے زائد فرشتے ان کلمات کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔'' (۱)

﴿6﴾......''لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، سُبْحٰنَ اللّٰہ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم'' باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ (۲)

﴿7﴾......زمین پر رہنے والا جو بھی شخص یہ کلمات پڑھے ''لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم'' تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (۳)

﴿8﴾......جو لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال، تسبیح، تکبیر اور تحمید کا ذکر کرتے ہیں تو وہ کلمات عرش کے گرد طواف کرتے ہیں، ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی ہے، وہ اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ہمیشہ تمہارا تذکرہ ہوتا رہے؟ (۴)

﴿9﴾......''سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر'' کہنا مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ (۵)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الآذان، الحدیث ۷۹۹، ج ۱، ص ۲۸۰۔

2 ......الدرالمنثور، الجزء الخامس عشر، سورۃ الکھف، ج۵، ص ۳۹۶، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

3 ......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، باب افضل الذکر لا الہ الا اللّٰہ......الخ، الحدیث ۱۸۹۶، ج ۲، ص ۱۷۹۔

4 ......سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل التسبیح، الحدیث ۳۸۰۹، ج ۶، ص ۲۵۳، مفہومًا۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء، الحدیث ۲۶۹۵، ص ۱۴۴۶۔

ایک روایت میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' کا اضافہ ہے اور آخر میں ہے کہ ''یہ دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے۔''

﴿10﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چار کلمات بہت زیادہ پسند ہیں: (۱)......سُبْحٰنَ اللّٰہ (۲)......وَالْحَمْدُ لِلّٰہ (۳)......وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (۴)......وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ ان میں سے جس کلمے کو پہلے کہو کوئی حرج نہیں۔ (۱)

﴿11﴾......صفائی ایمان کا حصہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر زمین وآسمان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اپنے آپ کو بیچنے والا ہوتا ہے پس وہ خود کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے یا اپنے آپ کو خریدنے والا ہوتا ہے پس خود کو (جہنم سے) آزاد کرا لیتا ہے۔ (۲)

﴿12﴾......دو کلمات زبان پر ہلکے، میزان میں بھاری اور رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کو محبوب ہیں: (۱)......سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ (۲)......سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔ (۳)

﴿13﴾......حضرت سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''بارگاہِ الٰہی میں سب سے افضل کلام کون سا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ملائکہ کے لئے خاص کر لیا یعنی سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔'' (۴)

﴿14﴾......بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کلام میں سے (ان کلمات) سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کو چن لیا ہے۔ چنانچہ، جب بندہ سُبْحٰنَ اللّٰہ کہتا ہے تو اس کے لئے 20 نیکیاں لکھی جاتی اور 20 گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور جب اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہے تو بھی یہی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ (راوی کہتے ہیں:) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بقیہ کلمات کی بھی یہی فضیلت ارشاد فرمائی۔ (۵)

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الادب، باب کراھۃ التسمیۃ بالاسماء القبیحۃ......الخ، الحدیث: ۲۱۳۷، ص ۱۱۸۱۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، الحدیث: ۲۲۳، ص ۱۴۰، دون ''مشتر نفسہ''۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ: ونضع الموازین......الخ، الحدیث: ۷۵۶۳، ج ۴، ص ۶۰۰، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل سبحان اللّٰہ وبحمدہ، الحدیث: ۲۷۳۱، ص ۱۴۶۲، مفھومًا۔

5 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۸۰۹۹، ج ۳، ص ۱۸۲۔

﴿15﴾......جو سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ [(۱)]

﴿16﴾......فقرانے بارگاہ رسالت میں عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آخرت کا ثواب تو سب امیروں نے لے لیا کیونکہ ہماری طرح وہ بھی نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے زائد اموال میں سے صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لئے صدقہ کا سبب نہیں بنایا؟ سُبْحٰنَ اللّٰہ کہنا صدقہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا صدقہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا صدقہ ہے، اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کی دعوت دینا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے منہ میں لقمہ رکھتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور اپنی بیوی سے ملاقات کرنا بھی صدقہ ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے شہوت کے ساتھ ملاقات کرے تو کیا اس میں بھی اس کے لئے اجر ہے؟'' فرمایا: ''کیوں نہیں! اگر وہ حرام طریقے سے (شہوت پوری) کرتا تو کیا گناہ گار نہ ہوتا؟'' انہوں نے عرض کی: ''جی ہاں!'' ارشاد فرمایا: ''اسی طرح جب وہ حلال طریقے سے (شہوت پوری) کرے گا تو اجر پائے گا۔'' [(۲)]

﴿17﴾......حضرت سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مالدار لوگ اجر وثواب میں بڑھ گئے کیونکہ وہ ہماری ہی طرح عبادت کرتے ہیں اور مال بھی خرچ کرتے ہیں اور ہم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔'' تو حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ سکھاؤں جس کے ذریعے تم اگلوں اور پچھلوں کے اجر کو پالو اور اجر میں تمہارے برابر کوئی نہ ہو سکے مگر جو تمہاری مثل کہے۔ (وہ یہ ہے کہ) ہر نماز کے بعد سُبْحٰنَ اللّٰہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ 33،33 بار اور اَللّٰہُ اَکْبَر 34 بار پڑھ لیا کرو۔'' [(۳)]

﴿18﴾......تسبیح، تہلیل اور تَقْدِیْس کو خود پر لازم کر لو اس سے کبھی غفلت نہ برتنا [(۴)] اور اُنگلیوں پر شمار کیا کرو کیونکہ انہیں

1......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث۳۴۷۵، ج۵، ص۲۸۶۔

2......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد......الخ، الحدیث۵۹۵، ص۳۰۰، باختصارٍ۔

3......سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ......الخ، باب مایقال بعد التسلیم، الحدیث۹۲۷، ج۱، ص۴۹۸، مفھومًا۔

4...... تسبیح یعنی سُبْحٰنَ اللّٰہ، تہلیل یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اور تقدیس یعنی سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْح یا سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْس۔

بولنے کی قوت عطا کی جائے گی۔[1] یعنی وہ بروزِ قیامت گواہی دیں گی۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''میں نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شمار کرتے ہوئے تسبیح پڑھتے دیکھا۔''[2]

﴿19﴾......جب بندہ ''لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر'' کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا ''لَآاِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَر. یعنی میں ہی معبود ہوں اور میں سب سے بڑا ہوں۔'' اور جب بندہ ''لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ'' کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا ''لَآاِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَاشَرِیْکَ لِی. یعنی اکیلا میں ہی معبود ہوں، میرا کوئی شریک نہیں۔'' اور جب بندہ ''لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''لَآاِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِی. یعنی میں ہی معبود ہوں اور نیکی کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت میری ہی طرف سے ہے۔'' اور جو شخص بوقتِ موت ان کلمات کو پڑھ لے گا اُسے آگ نہ چھوئے گی۔[3]

﴿20﴾......صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟'' حاضرین میں سے کسی نے عرض کی: ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جو کوئی 100 مرتبہ سُبْحٰنَ اللّٰہ کہے تو اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی اور ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔''[4]

﴿21﴾......کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو عرش کے نیچے جنت کے خزانوں میں سے ہے؟ تم لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''میرے بندے نے سرِ تسلیم خم کیا اور نجات پا گیا۔''[5]

﴿22﴾......جو صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے، ''رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا. یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب التسبیح بالحصی، الحدیث: ۱۵۰۱، ج۲، ص۱۱۵۔۱۱۶، عن یسیرۃ۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب التسبیح بالحصی، الحدیث: ۱۵۰۲، ج۲، ص۱۱۶۔

3 ......سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل لاالہ الااللّٰہ، الحدیث: ۳۷۹۴، ج۴، ص۲۴۴۔

4 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۴۷۴، ج۵، ص۲۸۶، بتغیرِ الفاظٍ۔

5 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی ان القدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ عزوجل، الحدیث: ۱۹۳، ج۱، ص۲۱۶، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

نبی ورسول ہونے پر راضی ہوں۔'' تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ بروزِ قیامت اسے خوش کرے۔''[1]

ایک روایت میں ہے کہ جو یہ کلمات پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔

گھر سے نکلتے وقت شیاطین سے حفاظت:

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: جب بندہ گھر سے نکلتے ہوئے ''بِسْمِ الله'' کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: ''تو نے ہدایت پائی۔'' جب وہ ''تَوَکَّلْتُ عَلَی الله یعنی میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیا'' کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: ''تجھے کفایت کرے گا۔'' اور جب ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِالله'' کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: ''تو محفوظ ہوگیا۔'' پھر شیاطین یہ کہتے ہوئے اس سے دور ہو جاتے ہیں کہ ''تمہارا اُس شخص سے کیا واسطہ جو ہدایت، کفایت اور حفاظت سے نوازا گیا، اب تمہارا اس پر کوئی بس نہیں چل سکتا۔''

پانچویں فصل: حقیقتِ ذکر اور اس کے فوائد

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اگر تو یہ کہے کہ ذکر اللہ زبان پر آسان اور مشقت میں کم ہے تو پھر یہ دیگر عبادات سے افضل ومفید تر کیوں؟ حالانکہ اُن میں مشقت زیادہ ہے۔ تو جان لے کہ اس کی حقیقتِ حال پر آگاہی تو علمِ مکاشفہ سے ہی ممکن ہے۔ ہاں! علمِ معاملہ کی رُو سے صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ مؤثر ومفید ذکر وہی ہے جو حضورِ دل کے ساتھ ہمیشہ ہو۔ اگر زبان ذاکر اور دل غافل ہو تو نفع کم ہوتا ہے۔ اس بات کی تائید احادیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے۔[2] اسی طرح کسی لمحے دل کا حاضر ہونا اور پھر دنیاوی مشاغل میں مشغول ہو جانا بھی نفع کم کر دیتا ہے۔ کل وقت یا اکثر اوقات حضورِ قلب کے ساتھ ذکرِ الٰہی تمام عبادات پر مقدَّم بلکہ سب سے افضل ہے اور عملی عبادات کا انتہائی نتیجہ ہے۔

ذکر کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی، اس کی ابتدا بھی اُنس ومحبت لازم کرتی ہے اور انتہا بھی اور یہی دو چیزیں مطلوب

---

1 ...... کنزالعمال، کتاب الاذکار، الباب الثامن فی الدعاء، الحدیث: ۳۵۶۴، ج۲، ص۷۰، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

2 ...... حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دُعا مانگو اور یاد رکھو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کھیلنے والے غافل دل کے ساتھ مانگی ہوئی دعا قبول نہیں فرماتا۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۴۹۰، ج۵، ص۲۹۲، مفھومًا)

ہیں۔ رضائے الٰہی کا ارادہ کرنے والا ابتدا میں اپنی زبان و دل کو بہ تکلُّف وساوس سے بچا کر ذکر اللہ میں مشغول رکھتا ہے اور اگر اسے اس عمل پر استقامت نصیب ہو جاتی ہے تو وہ اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور مذکورہ محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے اور یہ بات کوئی حیران کُن نہیں، کیونکہ عام طور پر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ جب ایک شخص کے سامنے کسی اجنبی اور غیر موجود شخص کا ذکر اور اس کے اوصاف کا بار بار تذکرہ کیا جائے تو اس کے دل میں جذباتِ محبت اُبھرنا شروع ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے اوصاف اور کثرتِ ذکر کی بنا پر اس کا عاشق ہو جاتا ہے۔ پھر وہی ذکر جس کی کثرت ابتداءً تکلیف کا باعث تھی اب جب اس کا عاشق ہو گیا تو اسی ذکر کی کثرت پر یہ ایسا مجبور ہوتا ہے کہ اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ کیونکہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ. یعنی بندہ جس چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کا تذکرہ بھی کثرت سے کرتا ہے اور جو کسی چیز کا ذکر زیادہ کرتا ہے بہ تکلف ہی سہی (آخرکار) اسے پسند کرتا ہے۔ اسی طرح شروع میں تکلف کے ساتھ ذکر کا نتیجہ اُنس و محبت ہوتا ہے حتی کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس سے باز رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو جو چیز نتیجہ تھی اب وہ سبب بن جاتی ہے۔ اور اکابرین کے اس قول کا یہی مطلب ہے کہ ”میں نے 20 سال تک قرآنِ پاک (پڑھنے میں) ریاضت کی اور 20 سال تک اس سے نفع اندوز ہوا۔“

اس لطف اندوزی کا صدور اُنس و محبت سے ہی ہوتا ہے اور اُنس و محبت کا حصول تب ہوتا ہے جب کوشش دائمی ہو اور طویل مدت تک تکلف سے کام لیا جائے حتی کہ تکلف طبیعت میں شامل ہو جائے اور یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ انسان کوئی ناپسند کھانا اوّلاً با تکلف کھاتا ہے تو مشقت برداشت کرتا ہے لیکن جب یہی کھانا مسلسل کھانے لگ جاتا ہے تو وہ اس کو راس آجاتا ہے حتی کہ اب اس سے اس کھانے کے بغیر نہیں رہا جاتا۔ الغرض نفس پر جو چیز تکلف کے ساتھ لازم کی جائے وہ اس کا متحمل اور عادی بن جاتا ہے۔ ”هِیَ النَّفْسُ مَا عَوَّدْتَهَا تَتَعَوَّدُ. یعنی نفس کو تو جس چیز کی عادت ڈالے گا وہ اس کا عادی بن جائے گا۔“ خلاصہ یہ کہ ابتدا میں جو چیز اس کے لئے تکلیف کا باعث بنتی ہے وہ بعد میں اس کی طبیعت بن جاتی ہے۔

پھر جب بندہ ذکر اللہ سے اُنس پا لیتا ہے تو غیر اللہ کا ذکر ختم ہو جاتا ہے۔ اور غیر اللہ سے مراد وہ چیز ہے جو موت کے وقت جدا ہو جائے اور قبر میں اس کا ساتھ نہ دے۔ گھر، مال، اولاد اور عہدہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا سوائے ذکر اللہ کے پس اگر اسے ذکر اللہ سے اُنس تھا تو اب وہ اس سے نفع اٹھائے گا اور ذکر سے غافل کرنے والی چیزوں کی جدائی سے لذّت پائے گا۔ کیونکہ دنیوی زندگی میں ضروریات پوری کرنے والی اشیاء ذکر اللہ سے رکاوٹ بنتی ہیں

لیکن موت کے بعد یہ رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں۔ گویا اس کے اور محبوب کے درمیان حائل قید خانے سے نجات مل گئی اب وہ ہے اور اس کا محبوب۔ اس کی خوشی میں اضافہ ہوگا۔ اسی وجہ سے رسولِ خدا، محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''بے شک جبرائیل نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ جس سے محبت کرنی ہے کرلو بالآخر آپ اسے چھوڑنے والے ہیں۔'' (۱)

مذکورہ حدیثِ پاک میں مراد ہر وہ چیز ہے جس کا تعلق دنیا سے ہو کیونکہ مرتے ہی یہ چیزیں اس کے حق میں فنا ہو جاتی ہیں۔ زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

پس مرنے والے کے حق میں دنیا فانی ہو چکی یہاں تک کہ مخصوص مدت کے بعد بذاتِ خود دنیا بھی فنا ہو جائے گی۔ اب یہ (ذکر اللہ سے) انس و محبت ہی ہے کہ مرنے کے بعد بندہ جس سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے حتّٰی کہ جوارِ رحمت میں جگہ پالیتا ہے اور ذکر سے ترقی کرتا ہوا ملاقات کی منزل تک جا پہنچتا ہے اور اس اجر کا ظہور قبروں سے اٹھنے اور نیتوں کے سامنے آنے کے بعد ہوگا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

کوئی یہ کہتا ہے کہ موت کے بعد بندے کے ساتھ ذکرِ الٰہی نہیں رہ سکتا کیونکہ موت تو عدم کا نام ہے، اس کے ساتھ ذکر اللہ کا رہنا ممکن نہیں۔ تو ایسا ہر گز نہیں کیونکہ موت کوئی ایسا عدم نہیں جو ذکر اللہ کے لئے رکاوٹ بنے، بلکہ موت تو صرف دنیا اور ظاہری عالَم سے معدوم کرتی ہے، عالَم غیب سے نہیں۔ ہماری اس بات کا ثبوت درج ذیل فرامینِ مصطفٰے سے ملتا ہے:

﴿1﴾...... ''اَلْقَبْرُ اِمَّا حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ اَوْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ. یعنی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ۔'' (۲)

﴿2﴾...... ''اَرْوَاحُ الشُّھَدَاءِ فِیْ حَوَاصِلِ طُیُوْرٍ خُضْرٍ. یعنی شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں۔'' (۳)

---

❶......المعجم الاوسط، الحدیث۴۸۴۵، ج۳، ص۳۶۲، مفهومًا۔

❷......سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، الحدیث۲۴۶۸، ج۴، ص۲۰۹، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

❸......صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب بیان ان ارواح الشهداء......الخ، الحدیث۱۸۸۷، ص۱۰۴۷، ''حواصل طیور'' بدله ''جوف طیر''۔

﴿3﴾......محبوبِ پروردگار، غیبوں پر خبردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوۂ بدر کے مشرک مقتولوں کے نام لے لے کر فرمایا: اے فلاں! اے فلاں! تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا جان لیا؟ میں تو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے کئے ہوئے وعدے کو سچ پاتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ سن کر عرض کرنے لگے: یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ تو مردے ہیں، یہ کیسے سنیں گے اور جواب دیں گے؟ تو سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یہ لوگ میری بات تم سے زیادہ سنتے ہیں، لیکن جواب دینے پر قادر نہیں۔ [1] یہ صحیح کی روایت ہے اور یہ حدیثِ پاک مشرکین کے متعلق ہے۔

جبکہ مومنین وشہدا کے متعلق ارشاد فرمایا: ''شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں عرش کے نیچے معلق رہتی ہیں۔'' [2]

مذکورہ روایات سے معلوم ہونے والی کیفیت وحالت بھی ذکر اللہ سے مانع نہیں۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَۙ﴿۱۶۹﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

ذکر اللہ کے اعلیٰ ہونے کی وجہ سے مرتبۂ شہادت بھی عظیم ٹھہرا، کیونکہ مقصود خاتمہ ہے اور خاتمے سے ہماری مراد دنیا کو چھوڑنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس طرح حاضر ہونا ہے کہ دل یادِ الٰہی میں ڈوبا ہوا اور غیر خدا سے ٹوٹا ہوا ہو۔ اگر کوئی بندہ اپنے دل کو یادِ الٰہی میں مستغرق کرنے پر قادر ہو تو اس حالت پر مرنے کی قدرت سوائے میدانِ جہاد میں صف آرا ہونے کے کسی اور طرح حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ میدانِ جنگ میں جان ومال، گھر اور اولاد بلکہ پوری دنیا کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ کہ یہ چیزیں تو وہ اپنی زندگی کے لئے چاہتا تھا اور اب حُبِّ الٰہی اور رضائے الٰہی کی خاطر

1......صحیح مسلم، کتاب الجنة......الخ، باب عرض مقعد المیت من......الخ، الحدیث:۲۸۷۴، ص۱۵۳۷، بتغیرِ الفاظٍ۔

2......صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب بیان ان ارواح الشهداء فی الجنة......الخ، الحدیث:۱۸۸۷، ص۱۰۴۷، "حواصل طیور" بدله "جوف طیر"۔

سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فیما یقال عندالمریض......الخ، الحدیث:۱۴۴۹، ج۲، ص۱۹۶، مفهومًا۔

زندگی ہی داؤ پر لگادی۔خدا تعالیٰ کے ہی ہو رہنے کی اس سے بڑھ کر اور کوئی صورت نہیں، اسی وجہ سے شہادت کا معاملہ عظیم ٹھہرا اور اس کے کثیر فضائل وارد ہوئے۔ان میں سے ایک فضیلت یہ ہے۔

شہید کو بے حجاب رب تعالیٰ کا دیدار:

جب حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے والد حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر و انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے، تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''اے جابر! کیا میں تجھے ایک خوشخبری نہ سناؤں؟'' عرض کی: ''کیوں نہیں! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھلائی کی بشارتیں عطا فرمائے۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے تیرے والد کو زندگی عطا فرما کر اپنی بارگاہ میں اس طرح بٹھایا کہ اس کے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ تھا اور ارشاد فرمایا: ''اے میرے بندے! اپنی چاہت مجھ سے بیان کر میں تجھے عطا کروں گا۔'' (تیرے والد نے) عرض کی: ''اے ربّ عَزَّوَجَلَّ مجھے دنیا میں واپس بھیج تا کہ میں تیری اور تیرے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رضا کی خاطر شہید کر دیا جاؤں۔'' **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''یہ میں پہلے مقرر کر چکا ہوں کہ یہاں سے کوئی واپس نہیں جائے گا۔'' (1)

پھر قتل اس جیسی پسندیدہ حالت پر مرنے کا باعث ہے۔کیونکہ اگر وہ قتل نہ ہو اور مزید کچھ عرصہ زندہ رہے تو عین ممکن ہے کہ دنیاوی خواہشات اس کی طرف لوٹ آئیں اور ذکرُ اللّٰہ میں مگن دل پر غلبہ پالیں۔اسی وجہ سے عارفین برے خاتمے کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔کیونکہ دل خواہ کتنا ہی ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ہو پلٹنے، دنیاوی خواہشات کی طرف مائل ہونے اور کوتاہی میں پڑنے سے خالی نہیں ہوتا۔اگر آخری وقت میں دل اسی طرح دنیا کے قبضے میں ہو، اور اسی حالت پر موت آجائے اور یہ قبضہ برقرار رہے تو وہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کرے گا اس لئے کہ اس کا آخرت میں حصہ کم ہوگا۔کیونکہ انسان کی موت اس حال پر آتی ہے جس پر زندگی گزارتا ہے اور روزِ محشر اسی حال میں اٹھایا جائے گا جس پر موت آئی ہوگی۔ان تمام خطرات سے حفاظت شہادت کی موت میں ہے۔جبکہ

1 ......سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ آل عمران، الحدیث: ۳۰۲۱، ج۵، ص۱۲، مفہومًا۔

شہادت سے مقصود جاہ و مال وغیرہ نہ ہو۔ جیسا کہ حدیثِ مبارک میں بیان کیا گیا ہے۔ [1] بلکہ رضائے الٰہی اور دینِ حق کی سربلندی محبوب ہو اور یہی وہ حالت ہے جسے درج ذیل آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

اور اسی طرح کا شخص آخرت کے بدلے دنیا بیچ دیتا ہے اور شہید کی حالت لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ کے اس معنٰی کے موافق ہوتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا اس کا کوئی مقصود نہیں اور اس کے سوا اس کا کوئی معبود نہیں۔ یہ شہید اپنی زبان حال سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ اس کے سوا اس کا کوئی مقصود نہیں۔ جو لوگ یہ کلمہ طیبہ زبان سے تو پڑھیں لیکن ان کی حالت اس کے مطابق نہ ہو تو ایسے لوگوں کا معاملہ پُرخطر اور اللہ ربُّ العزت کی مشیت پر منحصر ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ذکر کو سب اذکار پر فائق بیان کیا [2] اور بطورِ ترغیب اس بات کو مطلق ذکر فرمایا، پھر بعض مقامات پر صدق و اخلاص کی بھی شرط لگائی۔ جیسا کہ ایک موقع پر فرمایا: ''مَنْ قَالَ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھا'' اور اخلاص کا مطلب ہے کہ حالت قول کے مطابق ہو۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دُعا گو ہیں کہ وہ ہمارا خاتمہ ان لوگوں جیسا کرے جو حال وقال اور ظاہر و باطن سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ والے ہیں۔ تاکہ ہم دنیا سے اس طرح رخصت ہوں کہ دل حُبِّ دنیا سے خالی اور تنگ ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کا شائق ہو۔ کیونکہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات پسند کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ملاقات پسند فرماتا ہے۔ اور جو اس سے ملاقات ناپسند جانتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے ملاقات ناپسند فرماتا ہے۔ یہ ہیں مطالبِ ذکر کے اسرار و رموز، علمِ معاملہ میں اس سے زیادہ بیان کرنا مشکل ہے۔

---

1 ...... حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ایک شخص غنیمت کی خاطر جہاد کرتا ہے اور ایک شہرت کی خاطر اور ایک اس لئے لڑتا ہے کہ بہادری میں اس کا مرتبہ دیکھا جائے تو مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ فرمایا: جو صرف دینِ حق کی سربلندی کے لئے جہاد کرے درحقیقت وہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔
(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمة اللّٰه هی العلیا، الحدیث: ۲۸۱۰، ج۲، ص۲۵۶)

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، الحدیث: ۳۳۹۴، ج۵، ص۲۴۸، مفهومًا۔

باب نمبر2: استغفار، درود اور دعا کے فضائل و آداب

(اس میں چار فصلیں ہیں)

پہلی فصل: دُعا کی فضیلت

فضیلتِ دعا سے متعلق چار فرامین باری تعالیٰ:

﴿۱﴾

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ (پ۲، البقرة:۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔ تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں۔

﴿۲﴾

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةًؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَۚ۝۵۵ (پ۸، الاعراف: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے ربّ سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

﴿۳﴾

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۠۝۶۰ (پ۲۴، المؤمن:۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے ربّ نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔

﴿۴﴾

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰىۚ (پ۱۵، بنیۤ اسرآئیل:۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

فضیلتِ دعا سے متعلق پانچ فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾......اِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ. یعنی دعا بھی عبادت ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت

فرمائی: اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (پ۲۴، المؤمن:۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (۱)

﴿2﴾......اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ (۲)

﴿3﴾......خدا عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ (۳)

﴿4﴾......بندے کی دعا تین چیزوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتی یا تو اس کا کوئی گناہ معاف کر دیا جاتا ہے یا فوراً اسے کوئی بھلائی عطا کر دی جاتی ہے یا اس کے لئے بھلائی جمع کر دی جاتی ہے۔ (۴)

حضرت سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''دعا نیکی میں اس طرح کفایت کرتی ہے جس طرح کھانے میں نمک۔''

﴿5﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت (صبر کے ساتھ) فراخی کا انتظار ہے۔ (۵)

دوسری فصل: دُعا کے دس آداب (۶)

پہلا ادب:

دعا کے لئے اچھے اوقات کا خیال رکھا جائے جیسے 9 ذُوالْحِجَّہ کا دن، ماہِ رمضان، روزِ جمعہ اور سحر کا وقت۔

وقتِ سحر کے تین فضائل:

﴿1﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

---

❶......سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المؤمن، الحدیث: ۳۲۵۸، ج۵، ص۱۶۶۔

❷......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث: ۳۳۸۲، ج۵، ص۲۴۳۔

❸......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث: ۳۳۸۱، ج۵، ص۲۴۳۔

❹......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث: ۱۱۱۳۳، ج۴، ص۳۷، مفهومًا۔

❺......سنن الترمذی، احادیث شتی، باب انتظار الفرج وغیر ذلک، الحدیث: ۳۵۸۲، ج۵، ص۳۳۳۔

❻......دعا کے فضائل سے متعلق مزید معلومات کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 318 صفحات پر مشتمل کتاب ''فضائل دعا'' کا مطالعہ کیجئے!

﴿2﴾......حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: رات کے آخری تہائی حصے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آسمانِ دنیا پر خاص تجلِّی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: ''ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اسے عطا کروں؟ ہے کوئی بخشش کا طالب کہ اسے بخش دوں۔''[1]

﴿3﴾......حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے (اپنے بیٹوں سے) جو کلام فرمایا تھا رب تعالیٰ نے بعینہ اسے اپنے پاک کلام میں ذکر فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ (پ۱۳، یوسف:۹۸) ترجمۂ کنزالایمان: جلد میں تمہاری بخشش اپنے ربّ سے چاہوں گا۔

اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا **مقصود بوقتِ سحر دعا کرنا تھا**۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سحر کے وقت کھڑے ہو کر دعا میں مشغول ہوگئے اور بیٹے آپ کے پیچھے آمین کہتے۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وحی فرمائی کہ میں نے انہیں بخش دیا اور عہدۂ نبوت سے سرفراز کیا۔[2]

دوسرا ادب:

دعا مانگنے والا مقدّس احوال سے بھی فائدہ اٹھائے۔ چنانچہ،

قبولیتِ دعا کے اوقات:

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**راہِ خدا میں صف بندی، بارش اور فرض نماز** ادا کرتے وقت آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، لہٰذا ان اوقات میں تم خوب دعا مانگا کرو۔''

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: ''نمازیں بہترین اوقات میں مقرر کی گئی ہیں، لہٰذا **نمازوں کے بعد** دعا مانگنا خود پر لازم کرلو۔''

1......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الترغیب فی الدعاء......الخ، الحدیث:۷۵۸، ص۳۸۱۔

2......مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان جاء الحق، ص352 پر ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جمہور علماء نے انہیں پیغمبر نہ مانا۔ ہاں ایک جماعت نے کچھ ضعیف دلائل سے ان کی نبوت کا وہم کیا ہے اسی لئے ہم نے مقدمہ میں عرض کیا کہ انبیائے کرام کا نبوت سے پہلے بدعقیدگی سے پاک ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور گناہ کبیرہ سے پاک ہونا جمہور کا قول ہے اور بعد نبوت گناہ کبیرہ سے پاک ہونے پر بھی اجماع ہے۔ ان حضرات کی نبوت کسی صریحی آیت یا حدیث یا قول صحابہ سے ثابت نہیں۔

﴿3﴾......رحمتِ عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ قبولیت نشان ہے: ''اَلدُّعَاءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ لَایُرَدُّ. یعنی اذان واقامت کے درمیانی وقت میں دعا رد نہیں ہوتی۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَلصَّائِمُ لَاتُرَدُّ دَعْوَتُہٗ. یعنی روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔'' (۲)

درحقیقت بہترین اوقات بھی بہترین احوال کا سبب بنتے ہیں۔ جیسے بوقتِ سحر دل صاف، مخلص اور فکروں سے خالی ہوتا ہے۔ نوذُوالْحِجَّہ اور جمعہ کا دن عزائم میں پختگی لانے اور رحمتِ الٰہی کے حصول کے لئے دلوں کے متفق ہونے کے اوقات ہیں۔ یہ اوقات کی فضیلت کا ایک سبب ہے اور بابرکت اوقات میں اس کے علاوہ اسرار بھی پائے جاتے ہیں لیکن ان کی خبر کسی بشر کو نہیں ہوتی۔

سجدے میں دُعا کی کثرت کرو:

حالتِ سجدہ میں بھی قبولیتِ دعا کے اِمکانات بڑھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ وَھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوْا فِیْہِ مِنَ الدُّعَاءِ. یعنی بندہ سجدے کی حالت میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم سجدے میں بکثرت دُعا کیا کرو(۳)۔(۴)

حضرت سیِّدُنا عبدُاللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''مجھے رکوع وسجود میں قراءَت سے منع کیا گیا ہے، رکوع میں تم اپنے پروردگار کی عظمت کا ذکر کیا کرو

1......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی العفو والعافیۃ، الحدیث:۳۶۰۵، ج۵، ص۳۴۲، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

2......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث:۳۶۰۹، ج۵، ص۳۴۳، مفھومًا۔

3......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، الحدیث:۴۸۲، ص۲۵۰۔

4...... مُفَسِّرِشَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص83,82 پر فرماتے ہیں: خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی۔ بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لئے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

اور سجدے میں خوب دعا کیا کرو کیونکہ یہ قبولیت دعا کے زیادہ لائق ہے۔“ (۱)

تیسرا ادب:

دعا قبلہ رخ ہو کر مانگی جائے اور ہاتھ اس قدر اٹھائے جائیں کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگے۔

دعا قبلہ رخ ہو کر مانگیے:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ ”حضور سیِّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میدانِ عرفات میں تشریف لائے اور قبلہ رخ ہو کر تا غروبِ آفتاب دعا مانگتے رہے۔“ (۲)

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تمہارا ربّ حیا فرمانے والا اور بہت عطا کرنے والا ہے، حیا فرماتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور وہ اسے خالی لوٹا دے۔“ (۳)

دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ”حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دعا میں اس قدر ہاتھ بلند فرماتے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی اور انگلی سے اشارہ نہ فرماتے۔“ (۴)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا جو دورانِ دعا ہاتھ کی دونوں شہادت کی انگلیوں سے اشارے کر رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اَحِّدْ اَحِّدْ۔ یعنی ایک انگلی کے اشارے پر ہی اکتفا کرو (۵)۔“(۶)

---

1 ……صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب النھی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود، الحدیث۴۷۹، ص۲۴۹۔

2 ……صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، الحدیث۱۲۱۸، ص۶۳۷، ”واقفاً“ مکان ”یدعو“۔

3 ……سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث۳۵۶۷، ج۵، ص۳۲۶، بتغیرٍ۔

4 ……صحیح مسلم، کتاب الاستسقاء، باب رفع الیدین بالدعاء فی الاستقاء، الحدیث۸۹۵، ص۴۴۴، دون قولہ:ولا یشیر باصبعہ۔

5 ……مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص94 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرو بائیں ہاتھ کی کوئی انگلی نہ اٹھاؤ۔

6 ……سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث۳۵۶۸، ج۵، ص۳۲۶، مفھوماً۔

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ان ہاتھوں کو (دُعا کے لئے) اُٹھاؤ اس سے پہلے کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔ (۱)

دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنا:

اختتامِ دعا پر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لینا چاہئے۔ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''رسول کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں چہرے پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہیں لاتے تھے۔'' (۲)

دعا میں ہاتھ بلند کرنے کا طریقہ:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب دعا مانگتے تو ہتھیلیاں ملاتے اور ان کا پیٹ اپنے رُخِ انور کی طرف رکھتے۔''(۳) یہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ ہے۔

دورانِ دعا آسمان کی طرف نگاہ نہیں اٹھانی چاہئے، سرکارِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عبرت نشان ہے: ''جو لوگ دعا میں آسمان کی طرف نگاہیں اٹھاتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔''(۴)

چوتھا ادب:

دعا مانگتے وقت آواز نہ تو اتنی آہستہ ہو کہ خاموشی کہلائے اور نہ ہی زیادہ بلند ہو۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: ہم حضور نبیٔ اکرم، رسولِ محتشم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہمراہی میں مدینہ طیبہ جارہے تھے، جب مدینہ قریب آگیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، لوگوں نے خلافِ عادت بلند آواز سے تکبیر کہی تو سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو!

---

1. ......تفسیرقرطبی، سورۃ الانسان:۲۰، ج۱۰، جزء ۱۹، ص۹۱۔
2. ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی رفع الایدی عندالدعاء، الحدیث:۳۳۹۷، ج۵، ص۲۵۰۔
3. ......المعجم الکبیر، الحدیث:۱۲۲۳۴، ج۱۱، ص۳۴۴، باختصارٍ۔
4. ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب النھی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، الحدیث:۴۲۹، ص۲۲۹۔

تم کسی بہرے یا غائب کا ذکر نہیں کر رہے بلکہ اس کا ذکر کر رہے ہو جو تمہارے اور تمہاری سواریوں کی گردنوں کے درمیان بھی ہے[1]۔"[2]

دُعا میں آواز پست رکھنے کے متعلق تین فرامین باری تعالٰی:

﴿۱﴾

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا (پ۱۵، بنیٓ اسرآئیل:۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں اس آیت میں صَلٰوۃ سے مراد دعا ہے۔[3]

آہستہ آواز میں دعا کرنے پر ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿۲﴾

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۝۳ (پ۱۶، مریم:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنے ربّ کو آہستہ پکارا۔

﴿۳﴾

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ (پ۸، الاعراف:۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے ربّ سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔

پانچواں ادب:

دعا میں ہم وزن و مسجع لفظوں کا تکلف کرنے کی ممانعت:

دعا میں ہم وزن الفاظ لانے کا تکلف نہ کیا جائے کیونکہ دعا گو کی حالت عاجزی وانکساری والی ہونی چاہئے یہاں تکلف مناسب نہیں۔ رسولِ خدا، حبیبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ ہوں گے

---

1 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج3، ص341 پر اسی مفہوم کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں: اس لئے چیخ کر اللہ کا ذکر کرنا، خدا تعالٰی آہستہ ذکر سن نہیں سکتا منع ہے بلکہ بدعقیدگی ہے ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے، شیطان کو بھگانے در و دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کیلئے ہوتا ہے، خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کے ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب ورنہ حق تعالٰی قربِ مکانی سے پاک ہے۔ (ملتقطًا)

2 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۵۲۶، ج۲، ص۱۲۴۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب التوسط فی القراءۃ فی الصلاۃ الجھریۃ، الحدیث: ۴۴۷، ص۲۳۵۔

جو دعا میں حد سے تجاوز کریں گے،(1) حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿۳﴾

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۚ﴿۵۵﴾ (پ۸، الاعراف: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے ربّ سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ حد سے بڑھنے سے مراد مُقَفّٰی و مُسَجَّع لفظوں کے تکلف میں پڑنا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ روایات میں منقول دعائیں مانگنے پر اکتفا کرے۔ کیونکہ ممکن ہے آدمی دعا میں حد سے تجاوز کر جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ایسا سوال کر دے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو۔ کیونکہ ہر آدمی اچھی طرح دعا مانگنا نہیں جانتا۔ اسی بنا پر حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جنت میں بھی علمائے کرام کی ضرورت ہوگی کیونکہ جب اہلِ جنت سے فرمایا جائے گا اپنی کوئی تمنا پیش کرو تو وہ علما کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھیں گے ہم کس طرح اپنی تمنا بیان کریں۔

سرکارِ دو جہاں، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان نصیحت نشان ہے: دعا میں قافیہ بندی سے بچو۔ تمہارے لئے بس یہ دعا کافی ہے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَاقَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَّاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَاقَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے جنت اور اس میں لے جانے والے قول و عمل کا سوال کرتا ہوں اور جہنم اور اس میں لے جانے والے قول و عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (2)

حدیث پاک میں ہے: ''سَیَاْتِیْ قَوْمٌ یَّعْتَدُوْنَ فِی الدُّعَاءِ وَالطُّھُوْرِ. یعنی عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو دعا مانگنے اور طہارت حاصل کرنے میں حد سے تجاوز کریں گے۔'' (3)

قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین سے منقول دعا کے الفاظ:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا گزر ایک قصہ گو واعظ کے پاس سے ہوا جو دعا مانگنے میں لفاظی سے کام لے رہا

1 ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الاسراف فی الماء، الحدیث۹۶، ج۱، ص۶۸۔

2 ......قوت القلوب، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا و علماء الاخرۃ......الخ، ج۱، ص۲۸۱۔

المستطرف فی کل فن مستطرف، الباب السابع والسبعون فی الدعاء وآدابه وشروطه......الخ، ج۲، ص۴۴۰۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الاسراف فی الماء، الحدیث۹۶، ج۱، ص۶۸، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

تھا۔ بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: بارگاہ خدا میں مبالغہ آرائی کرتے ہو؟ گواہ رہو! میں نے حضرت حبیب عجمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کو دیکھا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی دعا میں اس سے زیادہ الفاظ نہیں ہوتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا جَیِّدِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَاتَفْضَحْنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِلْخَیْر. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں مخلص بندہ بنا، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں روزِ قیامت رسوا ہونے سے بچانا۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں بھلائی کی توفیق عطا فرما۔''

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ قبولیتِ دعا کے حوالے سے مشہور تھے اور اطراف کے لوگ آپ کی معیت میں دعائیں مانگتے تھے۔

بعض بزرگانِ دین فرماتے ہیں: دعا عاجزی اور محتاجی کی زبان سے مانگو، فصاحت و بلاغت کی زبان سے نہیں۔ منقول ہے: علما و ابدال کی دعا سات کلمات سے زیادہ نہ ہوتی۔ اس کی دلیل سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں [1] کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی بھی مقام پر بندوں کو اس سے زیادہ دعا تعلیم نہیں فرمائی۔

جان لیجئے! سجع (یعنی قافیہ بندی) سے مراد پُر تکلف کلام کرنا ہے جو کہ عجز و احتیاج کے خلاف ہے۔ ہاں! مسنون دُعاؤں میں بھی ہم وزن کلمات ہوتے ہیں لیکن ان میں تکلف نہیں ہوتا جیسا کہ سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیم کردہ درج ذیل دعا اور اس کی مثل اور دعائیں: ''اَسْاَلُکَ الْاَمْنَ مِنْ یَّوْمِ الْوَعِیْدِ وَالْجَنَّۃَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّھُوْدِ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ الْمُوْفِیْنَ بِالْعُھُوْدِ اِنَّکَ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ وَّاَنَّکَ تَفْعَلُ مَاتُرِیْدُ یعنی (اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ) میں روزِ جزا امن کا اور ہمیشگی کے دن مقربین و شاہدین اور رکوع و سجود کرنے والوں اور وعدہ پورا کرنے والوں کے ساتھ جنت کا سوال کرتا ہوں بے شک تو رحم فرمانے والا اور محبت کرنے والا ہے اور تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' [2]

---

1 ...... سورۂ بقرہ میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مومن بندوں کو دعا کا طریقہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یوں عرض کی جائے: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۠ (پ۳، البقرۃ:۲۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہماری پکڑ نہ کر اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا کہ تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۴۳۰، ج۵، ص۲۶۵۔

لہٰذا مسنون ومنقول دعاؤں پر اکتفا کرنا چاہئے یا بغیر کسی سجع وتکلف کے عاجزی اور خشوع کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عاجزی پسند فرماتا ہے۔

چھٹا اَدَب:

دعا گو عاجزی وانکساری کرنے والا اور امید وخوف رکھنے والا ہو۔

خوف وامید سے دعا مانگنے کے متعلق دو فرامین باری تعالیٰ:

﴿۱﴾

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ (پ۱۷، الانبیآء:۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے۔

﴿۲﴾

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ (پ۸، الاعراف:۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔

حدیثِ پاک میں ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے کو محبوب بناتا ہے تو اسے مبتلائے آلام کردیتا ہے تاکہ اس کی گریہ وزاری سنے۔''(۱)

ساتواں اَدَب: دعا کی قبولیت کا یقین اور امیدِ واثق ہو۔

کامل یقین کے ساتھ دعا مانگنے سے متعلق تین فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾...... جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو یہ نہ کہے کہ ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما، تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما!'' بلکہ اسے کامل یقین کے ساتھ دعا کرنی چاہئے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔(۲)

﴿2﴾...... جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو خوب رغبت ظاہر کرے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔(۳)

---

1 ......فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث۵۷۹، ج۱، ص۱۵۱۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب العزم بالدعاء......الخ، الحدیث:۲۶۷۹، ص۱۴۴۰۔

3 ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الادعیة، الحدیث۸۹۳، ج۲، ص۱۲۷۔

﴿3﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں دعا مانگو کہ تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ (۱)

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم اپنی ذات میں کوئی برائی پا کر دعا سے باز نہ رہو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب سے بری مخلوق شیطان کی بھی دعا قبول فرمائی۔ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکایۃً ذکر کیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾ (پ۸، الاعراف:۱۴، ۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تجھے مہلت ہے۔

آٹھواں ادب:

سوال کرنے میں اصرار کرے اور اپنی دعا تین مرتبہ دہرائے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "رسول کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بھی دعا یا سوال کرتے تین مرتبہ کرتے۔" (۲)

قبولیتِ دعا میں تاخیر نہ سمجھے جیسا کہ سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جب تک تم جلد بازی کرتے ہوئے یوں نہ کہو کہ میں نے دعا کی لیکن قبول نہ ہوئی اس وقت تک تمہاری دعا قبول کی جاتی رہے گی، جب دعا مانگو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بہت زیادہ سوال کرو کیونکہ تم کریم ذات کو پکار رہے ہو۔" (۳)

ایک بزرگ فرماتے ہیں: "میں 20 سال سے بارگاہِ الٰہی میں ایک دعا کر رہا ہوں اگرچہ ابھی تک قبول نہیں ہوئی لیکن مجھے اس کے قبول ہونے کا یقین ہے۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں میرا سوال یہ ہے کہ وہ مجھے بے مقصد کاموں کو چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادے۔"

دعا کی قبولیت ظاہر ہونے یا نہ ہونے پر پڑھے جانے والے کلمات:

حضور پُرنور، شافعِ یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرب نشان ہے: تم میں سے جب کوئی اپنے

---

❶......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۴۹۰، ج۵، ص۲۹۲۔

❷......صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ۱۷۹۴، ص۹۹۱۔

❸......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب بیان انه یستجاب الداعی......الخ، الحدیث: ۲۷۳۵، ص۱۴۶۳، باختصارٍ۔

ربّ عَزَّوَجَلَّ سے دعا مانگے اور اس کے قبول ہونے کا علم ہو جائے تو یوں کہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات. یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی ہیں۔'' اور جسے تاخیر محسوس ہو تو وہ کہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال. یعنی ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے۔'' (۱)

نواں ادب:

دعا کا آغاز ذکر اللہ سے کیا جائے نہ کہ سوال سے کہ حضرت سیِّدُنا سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دعا کا آغاز انہی کلمات سے کرتے سنا: سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَی الْوَھَّاب. یعنی میرا ربّ پاک بلند اور عطا فرمانے والا ہے۔ (۲)

دُعا کی قبولیت کا سبب:

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''جو شخص بارگاہِ ربُّ العزت میں اپنی کوئی حاجت پیش کرنا چاہے تو وہ اپنی دعا کے اوّل و آخر دُرودِ پاک پڑھے، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ درود شریف قبول فرماتا ہے تو اس کی یہ شان نہیں کہ وہ بیچ کی دعا رد کر دے۔''

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کسی حاجت کا سوال کرو تو ابتداءً مجھ پر درود بھیجو اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان کریمی ایسی نہیں کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں وہ ایک کو تو پورا فرما دے اور دوسری کو رد کر دے۔'' (۳)

یہ روایت حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اپنی کتاب **''قوت القلوب''** میں نقل کی ہے۔

دسواں ادب:

اس ادب کا تعلق باطن سے ہے اور قبولیت دعا میں یہی اصل ہے یعنی توبہ کرنا، ظلماً لیا ہوا مال واپس کرنا اور اپنی پوری کوشش سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہونا۔ یہ دعاؤں کی قبولیت کا قریبی سبب ہے۔

---

1 ......کنزالعمال، کتاب الاذکار، الباب الثامن فی الدعاء، الحدیث:۳۱۷۹، ج۲، ص۳۳۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المدنیین، الحدیث:۱۶۵۵۴، ج۵، ص۵۶۱۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث فی ذکر عمل المرید......الخ، ج۱، ص۱۵، "یقضی" بدلہ "یعطی"۔

قحط سالی کے متعلق 12 حکایات

چغل خوری کا وبال:

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں سخت قحط پڑ گیا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کی ہمراہی میں بارش کے لئے دعا مانگنے چلے لیکن بارش نہ ہوئی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تین دن تک یہی معمول رکھا لیکن بارش پھر بھی نہ ہوئی۔ پھر اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! میں تمہاری اور تمہارے ساتھ والوں کی دعا قبول نہیں کروں گا کیونکہ ان میں ایک چغل خور ہے۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: ''اے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! وہ کون ہے تاکہ ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جواب ملا: ''اے موسیٰ! میں تو بندوں کو اس سے روکتا ہوں۔'' حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو حکم فرمایا کہ تم سب بارگاہِ رب العزت میں چغلی سے توبہ کرو۔ جب سب نے توبہ کی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بارش عطا فرما دی۔

قحط سالی دور ہوگئی:

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے زمانے میں خشک سالی ہوگئی انہوں نے بارش کے لئے دعا مانگی۔ پھر اس بادشاہ نے کہا کہ ''یا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بارش عطا فرمائے گا یا ہم اسے اذیت دیں گے۔'' لوگوں نے کہا: ''تمہارے لئے ایسا کیونکر ممکن ہے؟ اس کی قدرت تو آسمانوں کو محیط ہے۔'' اس نے کہا: ''میں اس کے ولیوں اور برگزیدہ بندوں کو قتل کروں گا جو اس کے لئے باعثِ اذیت ہے۔''[1] چنانچہ، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بارش عطا فرما دی۔

ظلم کا انجام:

﴿3﴾......حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل

---

[1]......بادشاہ کا یہ قول لوگوں کو کامل توجہ کے ساتھ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے تھا۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو اپنی تمام تر توجہ کے ساتھ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہوگئے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ج۵، ص۲۶۳)

سات سال تک قحط سالی میں مبتلا رہے حتی کہ وہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں سے مردار اور بچوں تک کو کھا گئے اور پہاڑوں کی طرف نکل کر گریہ وزاری کرنے لگے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس دور کے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ''(اپنی قوم کو بتا دو) اگر تم میری بارگاہ کی طرف اتنا چلو کہ تمہارے گھٹنے گھس جائیں اور ہاتھ آسمان تک پہنچ جائیں اور دعا مانگتے مانگتے تمہاری زبانیں تھک جائیں تب بھی میں کسی کی دعا قبول کروں گا نہ کسی رونے والے پر رحم کروں گا حتی کہ تم ظلماً لیا ہوا مال حق دار کو لوٹا نہ دو۔ ان لوگوں نے جونہی اس بات پر عمل کیا اسی وقت انہیں بارش عطا کر دی گئی۔''

گناہوں کی نحوست:

﴿4﴾......حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ایک دفعہ بنی اسرائیل پر قحط پڑ گیا۔ متعدد بار بارش کے لئے دعا کی (لیکن بارش نہ ہوئی) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ''ان لوگوں کو بتا دو کہ میری بارگاہ میں پیش ہونے والے تمہارے جسم گندے ہیں، دعا کے لئے اٹھنے والے تمہارے ہاتھ ناحق خون سے رنگین ہیں اور تمہارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایسے میں تم میری بارگاہ سے بہت زیادہ دوری اور میرے شدید غضب کا شکار ہو چکے ہو۔''

چیونٹی کی فریاد:

﴿5﴾......حضرت سیِّدُنا ابوصدیق ناجی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بارش کے لئے دعا مانگنے کے ارادے سے چلے کہ راستے میں ایک چیونٹی نظر آئی جس کی پیٹھ زمین سے لگی ہوئی اور ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں، وہ عرض کر رہی تھی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم بھی تیری ایک مخلوق ہیں اور ہم تیرے رزق سے بے نیاز نہیں، پس تو ہمیں دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت میں نہ ڈال۔'' حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں سے فرمایا: ''لوٹ چلو! دوسروں کی دعاؤں کے صدقے تم پر بارش برسے گی۔''

بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت:

﴿6﴾......حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار لوگ بارش کی دعا کے لئے نکلے۔ ان میں حضرت سیِّدُنا بلال بن سعد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی تھے، وہ کھڑے ہوئے، حمد وثنائے الٰہی کے بعد حاضرین کو

مخاطب کر کے پوچھا: ''کیا تم خود کو گناہ گار تسلیم کرتے ہو؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں۔'' چنانچہ، آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دستِ سوال دراز کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم نے تیرا یہ فرمان سنا: ''مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ط (پ۱۰، التوبۃ: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔'' ہم گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور تیری مغفرت ہم جیسوں کے لئے ہی ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما اور ہم پر بارش برسا۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حاضرین نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ بارش برسنے لگی۔

بارش میں تاخیر نہیں بلکہ......!

﴿7﴾......حضرتِ سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْغَفَّار سے لوگوں نے عرض کی: ''آپ بارگاہِ خداوندی میں ہمارے لئے دعا فرمائیں۔'' تو آپ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''تم سمجھ رہے ہو کہ بارش میں تاخیر ہو رہی ہے جبکہ میں تو (برے اعمال کے سبب) پتھر برسنے میں تاخیر دیکھ رہا ہوں۔''

ایک آنکھ والا آدمی:

﴿8﴾......منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بارش کی دعا مانگنے کے لئے نکلے۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صحرا میں پہنچے تو اعلان فرمایا: ''میرے ساتھ ایسا شخص نہ آئے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔'' یہ سن کر سوائے ایک شخص کے سب لوٹ گئے۔ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے پوچھا: ''تم نے کوئی گناہ نہیں کیا؟'' اس نے جواب دیا: ''حضور! مجھے اپنا کوئی گناہ یاد نہیں سوائے اس کے کہ ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا پاس سے ایک عورت گزری تو میں نے اسے اِس آنکھ سے دیکھا، اس کے گزر جانے کے بعد (مجھ پر ندامت غالب آئی اور) میں نے اُنگلی سے وہ آنکھ نکال کر اس عورت کے پیچھے پھینک دی۔''

یہ سن کر حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کرو میں تمہاری دعا پر آمین کہوں گا۔'' جب انہوں نے دعا مانگی تو آسمان پر بادل چھا گئے، بارش برسنے لگی اور لوگ سیراب ہو گئے۔

علمائے کرام کی اہمیت:

﴿9﴾......حضرت سیِّدُنا یحییٰ غسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک دور میں قحط پڑ گیا، لوگوں نے دعا کے لئے تین علما منتخب کئے۔ جب وہ بارش کی دعا کے لئے نکلے تو ایک

عالم صاحب نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے تورات شریف میں فرمایا کہ ظلم کرنے والے کو معاف کردو۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم نے اپنی جانوں پرظلم کیا تو ہمیں معاف فرمادے۔'' دوسرے عالم صاحب نے یوں دعا کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے تورات میں یہ بھی فرمایا کہ اپنے غلاموں کو آزاد کرو۔تو اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تیرے غلام ہیں ہمیں آزاد فرمادے۔'' تیسرے عالم صاحب نے دعا مانگتے ہوئے کہا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے تورات میں حکم فرمایا کہ جب دروازے پر مسکین آئے تو اسے خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تیرے مسکین بندے ہیں، تیرے در پر حاضر ہیں ہمیں خالی نہ لوٹانا۔'' اس دعا کے فوراً بعد بارش برسنے لگی۔

سعدون مجنون کی دعا:

﴿10﴾......حضرت سیِّدُنا عطا سلمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم سے بارش روک دی گئی، ہم دعا کے لئے باہر نکلے تو دیکھا کہ سعدون مجنون قبرستان میں بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے: ''اے عطا! آج قیامت کا دن ہے یا لوگ قبروں سے نکل آئے ہیں۔'' میں نے کہا: ''ایسا نہیں ہے بلکہ بارش نہیں ہورہی، لہٰذا ہم دعا کے لئے نکلے ہیں۔'' سعدون نے کہا: ''اے عطا! کس دل سے دعا مانگنے چلے ہو زمینی یا آسمانی؟'' میں نے کہا: ''آسمانی۔'' سعدون نے کہا: ''اے عطا! افسوس! کھوٹے سکے چلانے کی کوشش کرنے والوں کو بتا دو کھوٹے سکے نہ چلاؤ کہ پرکھنے والا بہت بصارت رکھتا ہے۔'' پھر انہوں نے کَن اَنکھیوں سے آسمان کی طرف دیکھ کر (بارگاہ خداوندی میں) عرض کی: ''اے میرے معبود! میرے آقا! اپنے شہروں کو اپنے بندوں کے گناہوں کی وجہ سے برباد نہ کر بلکہ اپنے ناموں کے پوشیدہ رازوں اور پردوں میں چھپی نعمتوں کے وسیلے سے ہمیں کثیر میٹھا پانی عطا فرما جس سے شہر سیراب ہوجائیں اور تیرے بندے زندہ رہ سکیں۔اے ہر چاہے پر قادر!'' حضرت سیِّدُنا عطا سلمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: سعدون مجنون کی دعا ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ آسمان گرجنے چمکنے لگا اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ پھر سعدون یہ کہتے چل دیئے:

أَفْلَحَ الزَّاهِدُوْنَ وَالْعَابِدُوْنَا　　اِذْ لِمَوْلَاهُمْ اَجَاعُوا الْبُطُوْنَا

اَسْهَرُوْا الْاَعْيُنَ الْعَلِيْلَةَ حُبًّا　　فَانْقَضٰى لَيْلُهُمْ وَهُمْ سَاهِرُوْنَا

شَغَلَتْهُمْ عِبَادَةُ اللّٰهِ حَتّٰى　　حَسِبَ النَّاسُ اَنَّ فِيْهِمْ جُنُوْنَا

ترجمہ: زاہدین وعابدین کامیاب ہوگئے کیونکہ انہوں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے فاقے کئے۔انہوں نے حُبِّ مولیٰ

میں بیمار آنکھوں کے ساتھ راتیں جاگ کر گزاریں اور عبادتِ الٰہی میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ لوگ انہیں مجنوں گمان کرنے لگے۔

حبشی غلام کی دعا:

﴾11﴿......حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: میں سخت قحط سالی کے ایام میں مدینہ منورہ حاضر ہوا، لوگ بارش کی دعا کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ اس دوران ایک حبشی غلام آیا اور میرے پاس ہی بیٹھ گیا، اس کے پاس دو چادریں تھیں ایک کا تہبند باندھ رکھا تھا اور دوسری اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نے سنا کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں یوں دُعا گو ہے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! برے اعمال اور کثرتِ گناہ کے سبب یہ چہرے تیری بارگاہ میں رسوا ہوگئے۔ اس کی پاداش میں بارش روک کر تو اپنے بندوں کو تنبیہ فرما رہا ہے۔ اے بردباری فرمانے والے! تیرے بندوں نے تجھ سے اچھائی اور بھلائی کی ہی امید لگا رکھی ہے۔ میں تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ تو ان کو اسی وقت بارش عطا فرما دے۔'' وہ یہی کہتا رہا: ''اَلسَّاعَةَ، اَلسَّاعَةَ. یعنی اسی وقت اسی وقت۔'' حتی کہ آسمان بادلوں سے بھر گیا اور ہر طرف بارش ہونے لگی۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں اس واقعہ کے بعد میں حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَيْه رَحْمَةُ اللهِ الْوَهَّاب کے پاس گیا، مجھے دیکھ کر فرمانے لگے: ''تم افسردہ دکھائی دیتے ہو۔'' میں نے کہا: ''ایک شخص کسی معاملے میں ہم سے آگے نکل گیا اور اس معاملے کا والی بن گیا۔'' پھر میں نے گزشتہ سارا واقعہ بیان کیا۔ سن کر حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَيْه رَحْمَةُ اللهِ الْوَهَّاب نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

وسیلے کی برکت:

﴾12﴿......مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی۔ جب حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه دعا مانگ چکے تو حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه بارگاہ رب العزت میں یوں عرض گزار ہوئے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! آسمان سے بلائیں گناہوں کے سبب نازل ہوتی ہیں اور توبہ کے سبب ان سے نجات ملتی ہے۔ تیرے نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا رشتہ دار ہونے کے ناطے لوگوں نے تیری بارگاہ میں میرا وسیلہ پیش کیا۔ گناہوں سے

آلودہ ہاتھ تیری بارگاہ میں دراز ہیں۔ پیشانیاں توبہ کے لئے جھکی ہیں۔ تو والی ہے تو بھٹکے ہوؤں سے بے خبر نہیں۔ شکستہ حال کو ضائع ہونے کے مقام پر نہیں چھوڑتا۔ اب چھوٹے فریادی اور بڑے گریہ کناں ہیں۔ فریاد کے لئے آوازیں بلند ہیں۔ تو رازوں اور چھپی باتوں کو جانتا ہے۔ اے باری تعالیٰ! اس سے پہلے کہ لوگ مایوس ہو کر ہلاکت میں پڑ جائیں تو ان کو ان کی آہ وزاری کے بدلے بارش عطا فرما دے۔ تیری رحمت سے تو صرف کافر مایوس ہو سکتا ہے۔" راوی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دعا ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آسمان پہاڑ جیسے بادلوں سے بھر گیا۔

تیسری فصل: درود پاک کی فضیلت اور عظمت مصطفےٰ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝۵۶ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللّٰہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

فضیلت درود سے متعلق 11 فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾......مروی ہے کہ ایک دن رسول محتشم، شافع امم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے تو چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا: "اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں اور جو ایک مرتبہ سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ سلام نازل کروں۔"(1)

﴿2﴾......جو مجھ پر درود بھیجتا ہے تو جب تک وہ درود پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اب بندے کی مرضی ہے کم پڑھے یا زیادہ۔(2)

﴿3﴾......اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِیْ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً. یعنی میرا زیادہ قرب اسے نصیب ہوگا جو مجھ پر درود کی کثرت کرتا ہوگا۔(3)

---

1 ......سنن النسائی، کتاب السھو، باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث: ۱۲۹۲، ص۲۲۲۔

2 ......سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث: ۹۰۷، ج۱، ص۴۹۰۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ......الخ، الحدیث: ۴۸۴، ج۲، ص۲۷۔

﴿4﴾......کسی مومن کے بخیل ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔[۱]

﴿5﴾......اَكْثِرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. یعنی روزِ جمعہ مجھ پر درودِ پاک کی کثرت کرو۔[۲]

﴿6﴾......میرا جو اُمّتی مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھتا ہے اس کے لئے 10 نیکیاں لکھی جاتیں اور 10 گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔[۳]

﴿7﴾......جو شخص اذان و اقامت کے بعد یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالشَّفَاعَةَ يَوْمَ الْقِيَامَه'' اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔[۴]

﴿8﴾......جس نے کتاب میں مجھ پر درودِ پاک لکھا تو جب تک میرا نام اس میں رہے گا فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔[۵]

﴿9﴾......اِنَّ فِي الْاَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِي السَّلَام. یعنی زمین پر کچھ فرشتے گھومتے پھرتے ہیں جو میری اُمّت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔[۶]

﴿10﴾......لَيْسَ اَحَدٌ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَام. یعنی جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ میری روح لوٹا دیتا ہے حتی کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں[۷]۔[۸]

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب قول رسول اللّٰہ رغم انف رجل، الحدیث:۳۵۵۷، ج۵، ص۳۲۱، مفهومًا۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب فضل یوم الجمعة......الخ، الحدیث:۱۰۴۷، ج۱، ص۳۹۱، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

3 ......سنن النسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحدیث:۱۲۹۴، ص۲۲۲، مفهومًا۔

4 ......صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عندالنداء، الحدیث:۶۱۴، ج۱، ص۲۲۴، ملتطقًا۔

5 ......المعجم الاوسط، الحدیث:۱۸۳۵، ج۱، ص۴۹۷۔

6 ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الادعیة، الحدیث:۹۱۱، ج۲، ص۱۳۴، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

7 ......سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب زیارة القبور، الحدیث:۲۰۴۱، ج۲، ص۳۱۵۔

8 ......مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْمَنَّان مِرْاٰةُ الْمَنَاجِيْح، ج2،ص101 پر فرماتے ہیں: ''یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے۔ حضور تو بحیاتِ دائمی زندہ ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہو کر جواب دیتا رہتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم......

﴿11﴾......رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ ’’ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟‘‘ تو ارشاد فرمایا: ’’یوں پڑھو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ‘‘۔ (1)

خصائصِ مصطفٰے

محبوبِ ربِّ ذوالجلال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ پُرملال کے بعد امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فراقِ رسول میں روتے ہوئے کہنے لگے: یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب تعداد میں اضافہ ہوا تو آپ نے منبر بنوایا تاکہ لوگ (بآسانی) خطبہ سن سکیں۔ آپ کے فراق میں اُس تنے نے گریہ وزاری کی تو آپ نے دستِ مبارک پھیر کر تسلی دی تو وہ چپ ہوگیا۔ یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کی جدائی میں آپ کی اُمت پر اس تنے سے زیادہ رونے کا حق بنتا ہے۔

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! بارگاہِ الٰہی میں آپ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اللہ ربُّ العزت نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ (پ۵، النسآء: ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ پر میرے ماں باپ قربان! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں آپ کی اس قدر فضیلت ہے کہ آپ کی لغزش کی خبر دینے سے پہلے آپ کے لئے عفو کی نوید سنائی اور فرمایا:

......آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے۔ خیال رہے کہ حضور ایک آن میں بیشمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جیسے سورج بیک وقت سارے عالم پر توجہ کر لیتا ہے ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود و سلام سن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔ کیوں نہ ہو کہ مظہرِ ذاتِ کبریا ہیں ربّ تعالیٰ بیک وقت سب کی دعائیں سنتا ہے۔

(1)......صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، الحدیث ۳۳۶۹، ج۲، ص۴۲۹، ملتقطًا۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔ (پ۱۰، التوبة:۴۳)

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر صدقے! ربّ تعالیٰ کے ہاں آپ کو اس درجہ کی فضیلت حاصل ہے کہ اس نے آپ کو سب سے آخر میں مبعوث فرمایا لیکن ذکر سب سے پہلے کیا:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ (پ۲۱، الاحزاب:۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم سے۔

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ نے بارگاہِ الٰہ میں اتنی فضیلت پائی کہ جہنمی جہنم کے مختلف طبقات میں جل رہے ہوں گے اور آپ کی اطاعت نہ کرنے پر غم و حسرت کا اظہار کرتے ہوں گے۔ رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسے یوں بیان فرمایا:

یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۟ ترجمۂ کنزالایمان: ہائے! کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ (پ۲۱، الاحزاب:۶۶)

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! حضرت سیِّدُنا موسیٰ بن عمران عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پتھر عطا فرمایا جس سے نہریں پھوٹ پڑیں لیکن اس سے زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرما دیئے۔

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بس میں ایسی ہوا کر دی جس کے ذریعے صبح و شام ایک ایک مہینے کا فاصلہ طے کیا جا سکتا تھا اور اس سے بھی عجیب تر آپ کا براق تھا جس پر آپ نہ صرف ساتویں آسمان تک پہنچے بلکہ نمازِ فجر وادیٔ اَبطح میں ادا فرمائی۔

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر فدا! اگر حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مردے زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا تو اس سے زیادہ تعجب خیز معاملہ یہ ہے کہ زہر آلود بھنی ہوئی بکری کے شانے نے آپ سے کلام کیا اور عرض کی: مجھے تناوُل نہ فرمایئے کیونکہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔

یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

نے اپنی قوم کے خلاف دعا کی جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس طرح بیان فرمایا:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (پ۲۹، النوح: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے ربّ! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اگر آپ بھی اسی کی مثل بارگاہِ الٰہ میں التجا کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے۔ آپ کی پیٹھ مبارک کو روندا گیا، رخِ انور کو خون آلود کیا گیا، داندان مبارک شہید کئے گئے۔ لیکن آپ نے ان کے لئے بھلائی ہی مانگی اور بارگاہِ الٰہی میں یوں التجا کی: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو معاف فرما یہ مجھے نہیں جانتے۔''

یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی عمر مبارک اور زمانۂ تبلیغ کم لیکن آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد زیادہ ہے جبکہ حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر اور زمانۂ تبلیغ زیادہ لیکن ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد کم رہی۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی:

یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر فدا! اگر آپ اپنے ساتھ صرف اپنے برابر کے لوگوں کو بٹھاتے تو ہمیں نہ بٹھاتے۔ اگر آپ اپنے برابر کے لوگوں میں شادی کرنا چاہتے تو ہمارے خاندان میں آپ کا نکاح نہ ہوتا۔ اگر آپ اپنے برابر کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا چاہتے تو ہمارے ساتھ نہ کھاتے۔ لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ نے ہمیں اپنی ہم نشینی کا شرف بخشا، ہمارے خاندان میں شادی کی۔ ہمیں کھانے میں ساتھ بٹھایا، اُون کا لباس زیبِ تن فرمایا، دراز گوش کو سواری بنایا، سواری پر اپنے پیچھے دوسروں کو بٹھایا، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا، بطورِ تواضع اپنی انگلیاں چاٹیں۔

درود ہمیشہ مکمل پڑھیں یا لکھیں:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں حدیث شریف کی کتابت کرتا تھا اور جہاں مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نام مبارک آتا میں صرف درود لکھتا سلام نہ لکھتا۔ ایک بار مجھے خواب میں سرکارِ عالی وقار، شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دیدار نصیب ہوا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تم اپنی کتاب میں مکمل درود

کیوں نہیں لکھتے؟'' وہ بزرگ فرماتے ہیں: ''اس کے بعد میں نے درود کے ساتھ سلام لکھنے کا بھی معمول بنالیا۔''

حضرتِ سیِّدُنا ابوالحسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں خواب میں محبوبِ ربُّ العزت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرّف ہوا تو عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے کتاب ''اَلرِّسَالَہ'' میں جولکھا ہے: صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ انہیں اس کا کیا عوض عطا ہوگا؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''انہیں اس کے انعام میں حساب وکتاب کے لئے کھڑا نہیں کیا جائے گا۔''

چوتھی فصل: استغفار کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا علقمہ اور حضرت سیِّدُنا اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں یہ آیتیں ایسی ہیں کہ اگر گناہگار ان کی تلاوت کر کے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرے تو اس کی مغفرت کردی جائے:

﴿۱﴾

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۪ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللّٰہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

﴿۲﴾

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۵، النسآء:۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللّٰہ سے بخشش چاہے تو اللّٰہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

﴿۳﴾

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ (پ۳۰، النصر:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے ربّ کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

﴿۴﴾

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ (پ۳،اٰل عمرٰن:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور پچھلے پہر سے معافی مانگنے والے۔

استغفار سے متعلق 19 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾......رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر یہ پڑھا کرتے: ''سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری ذات پاک ہے اور سب تعریفیں تیرے لئے ہیں اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔'' (۱)

﴿2﴾......جو استغفار کی کثرت کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی ہر پریشانی دور فرمائے گا، ہر تنگی سے اس کے لئے نجات کی راہ نکالے گا اور ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ (۲)

﴿3﴾......بلاشبہ میں روزانہ 70 مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں (۳)۔ (۴)

حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے اگلے پچھلے لوگوں نے بھی مغفرت کی نعمت پائی۔

﴿4﴾......میرے دل پر کبھی (انوارِ الٰہی کے غلبہ سے ابر چھا جاتا ہے) اور میں روزانہ 100 بار استغفار کرتا ہوں (۵)۔ (۶)

﴿5﴾......سوتے وقت جو یہ کلمات: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ. یعنی میں عظمت و بزرگی والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ آپ زندہ اور دوسروں کو قائم

1......کتاب الدعاء للطبرانی، القول فی السجود، الحدیث۵۹۷، ص۱۹۳، دون "الرحیم"۔

2......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث۱۵۱۸، ج۲، ص۱۲۲، بتغیرٍ۔

3......مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِراٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج3، ص353 پر فرماتے ہیں: توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے اسی لئے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔

4......کتاب الدعاء للطبرانی، فصل الاستغفار فی ادبار الصلواۃ، الحدیث۱۸۳۸، ص۵۱۶، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

5......مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِراٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج3، ص353 پر فرماتے ہیں: اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین (پردے) سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے۔ اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا ہے۔ (ملتقطًا)

6......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب استحباب الاستغفار......الخ، الحدیث۲۷۰۲، ص۱۴۴۹۔

رکھنے والا ہے اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' تین مرتبہ پڑھ لے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہ بخش دے گا اگرچہ سمندر کی جھاگ یا ریت کے ذرات یا درخت کے پتوں یا دنیا کے دنوں کے برابر ہوں۔ (۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص مذکورہ کلمات پڑھ لے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہ بخش دے گا اگرچہ وہ میدانِ جہاد سے ہی کیوں نہ بھاگا ہو۔ (۲)

﴿6﴾......حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں، میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سخت کلامی کیا کرتا تھا۔ (ایک روز) بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں میری زبان میرے لئے جہنم کا باعث نہ بن جائے۔'' یہ سن کر محبوب رب ذوالجلال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم استغفار کیوں نہیں کرتے میں تو روزانہ 100 مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔'' (۳)

﴿7﴾......ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: ''اگر کوئی گناہ ہو جائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، بے شک ندامت اور طلبِ مغفرت کا نام توبہ ہے۔'' (۴)

﴿8﴾......تاجدارِ رسالت، مخزنِ جود و سخاوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (تعلیم امت کے لئے) اس طرح استغفار کرتے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ھُزْلِیْ وَجَدِّیْ وَخَطَئِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَااَخَّرْتُ وَمَااَسْرَرْتُ وَمَااَعْلَنْتُ وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری خطا، نادانی، اپنے معاملات میں حد سے تجاوز اور میرے متعلق جو بھی تو جانتا ہے اسے معاف فرما۔ **یا اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مذاق میں، سنجیدگی میں، بھولے میں یا جان بوجھ کر مجھ سے جو بھی گناہ سرزد ہوئے ہیں انہیں معاف فرما۔ **یا اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میرے اگلے پچھلے، جلوت و خلوت کے گناہ اور جن کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے معاف فرما۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے لانے والا ہے اور تو سب کچھ کر سکتا ہے۔'' (۵)

---

❶......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث۳۴۰۸، ج۵، ص۲۵۵، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

❷......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث۱۵۱۷، ج۲، ص۱۲۱۔

❸......سنن الدارمی، ومن کتاب الرقاق، باب فی الاستغفار، الحدیث۲۷۲۳، ج۲، ص۳۹۱، بتغیرٍ۔

❹......شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، الحدیث۷۰۸۲، ج۵، ص۳۸۲۔

❺......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب التعوذ من شر ما عمل، الحدیث۲۷۱۹، ص۱۴۵۷۔

﴿9﴾......حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: میں وہ شخص ہوں کہ جب نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حدیث سنتا ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ جتنا چاہتا ہے مجھے اس سے نفع عطا فرماتا ہے اور جب کوئی صحابی رسول مجھے حدیث رسول سناتا ہے تو میں اس سے قسم لیتا ہوں اور جب وہ قسم کھاتا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حدیث سنائی اور سچ فرمایا کہ میں نے مدنی آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ ”جو بندہ گناہ کر بیٹھے تو اچھے طریقے سے وضو کرے پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا کرے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔“ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ [1]

﴿10﴾......بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرے اور اس گناہ سے باز آ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل چمکا دیا جاتا ہے اور اگر وہ مزید گناہ کرے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتی ہے۔ [2]

یہ وہی زنگ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں یوں ذکر فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ ﺳﻜﺘﺔ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، المطففین:۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

﴿11﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں بندے کو ایک درجہ عطا فرمائے گا، بندہ عرض کرے گا: ”اے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! یہ درجہ مجھے کیسے ملا؟“ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”اس استغفار کے بدلے جو تیرے بیٹے نے تیرے لئے کیا۔“ [3]

﴿12﴾......ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا روایت کرتی ہیں کہ سرکارِ والا تبار، شفیعِ روزِ شمار

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث:۱۵۲۱، ج۲، ص۱۲۲-۱۲۳۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ویل للمطففین، الحدیث:۳۳۴۵، ج۵، ص۲۲۰، مفهومًا۔

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، الحدیث:۱۰۶۱۵، ج۳، ص۵۸۴۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بارگاہِ رب العزت میں یوں عرض کی: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاؤُوْا اِسْتَغْفَرُوْا. یعنی یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو نیکی کر کے خوش ہوتے ہیں اور اگر خطا کر بیٹھیں تو مغفرت طلب کرتے ہیں۔'' (۱)

﴾13﴿......بندہ جب کوئی گناہ کر بیٹھے پھر کہے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی. یعنی یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے معاف فرما۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ''میرے بندے سے گناہ ہوگیا، اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ربّ ہے جو گناہ پر پکڑ بھی فرماتا ہے اور بخش بھی دیتا ہے۔ اے میرے بندے! جو چاہے کر میں نے تیری بخشش فرما دی۔'' (۲)

﴾14﴿......معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑا رہنے والا نہیں اگرچہ دن میں 70 بار گناہ کرے۔ (۳)

﴾15﴿......ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی ایک روز آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہنے لگا: ''بے شک میرا ایک پروردگار ہے، اے میرے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تجھے بخش دیا۔'' (۴)

﴾16﴿......جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور وہ یقین رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری اس خطا پر مطلع ہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اگرچہ وہ استغفار بھی نہ کرے۔ (۵)

﴾17﴿......فرمایا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! تم سب گناہ گار ہو سوائے اس کے جسے میں محفوظ رکھوں، لہٰذا مجھ سے مغفرت کا سوال کرو میں تمہاری مغفرت فرما دوں گا اور تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اس کی مغفرت فرما دوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔'' (۶)

﴾18﴿......جو شخص یہ کلمات کہے: ''سُبْحٰنَكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَعَمِلْتُ سُوْٓءًا فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. یعنی (یا اللہ عَزَّوَجَلَّ!) تیری ذات پاک ہے، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور برے عمل کئے، پس تو مجھے بخش دے کہ تیرے سوا گناہوں کو

1......سنن ابن ماجه، کتاب الأدب، باب الاستغفار، الحدیث: ۳۸۲۰، ج۴، ص۲۵۸۔

2......صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب......الخ، الحدیث: ۲۷۵۸، ص۱۴۷۴-۱۴۷۵، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

3......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب الاستغفار، الحدیث: ۱۵۱۴، ج۲، ص۱۲۱۔

4......موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، حسن الظن باللّٰه، الحدیث: ۱۰۶، ج۱، ص۱۰۴، مفهومًا۔

5......المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۷۴۲، ج۳، ص۲۴۴۔

6......سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، الحدیث: ۲۵۰۳، ج۴، ص۲۲۲، مفهومًا۔

بخشنے والا کوئی نہیں۔'' تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگر چہ چیونٹیوں کی تعداد کے برابر ہوں۔ [1]

﴿19﴾......روایت میں ہے کہ افضل استغفار یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ عَلٰی نَفْسِیْ بِذَنْبِیْ فَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ مَاقَدَّمْتُ مِنْهَا وَمَااَخَّرْتُ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعَهَا اِلَّا اَنْتَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو میرا ربّ ہے، میں تیرا بندہ ہوں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں بقدرِ طاقت تیرے عہد و پیماں پر قائم ہوں، میں اپنے کئے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری دی ہوئی نعمت اور اپنی جان کے خلاف گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں، بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، پس میرے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے کہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں۔ [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندے:

حضرت سیِّدُنا خالد بن معدان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میرے محبوب بندے وہ ہیں جو مجھ سے محبت کے سبب آپس میں محبت رکھتے ہیں، ان کے دل مساجد میں لگے رہتے ہیں اور وقتِ سحر استغفار کرتے ہیں۔ جب میں اہلِ زمین کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو انہی لوگوں کی وجہ سے اُن سے پھیر دیتا ہوں۔

استغفار کی فضیلت پر مشتمل 11 اقوال بزرگان دین:

﴿1﴾......حضرتِ سیِّدُنا قتادہ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''قرآنِ پاک تمہاری بیماری کی تشخیص کرتا اور اس کے لئے دوا تجویز فرماتا ہے، گناہ تمہاری بیماری ہے اور استغفار اس کا علاج ہے۔''

﴿2﴾......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: ''تعجب ہے اس شخص پر جو سامانِ نجات رکھنے کے باوجود ہلاک ہو جاتا ہے۔'' پوچھا گیا: ''سامانِ نجات کیا ہے؟'' فرمایا: ''استغفار۔''

﴿3﴾......انہی سے مروی ہے کہ ''اللہ جبار و قہار جسے عذاب دینے کا ارادہ فرمالیتا ہے اسے توبہ کی توفیق نہیں دیتا۔''

1 ......کنزالعمال، کتاب الاذکار، باب فی الدعاء، الحدیث ۵۰۴۹، ج۲، ص۲۸۷، مفهومًا۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، الحدیث: ۶۳۰۶، ج۴، ص۱۹۰، باختصارٍ۔

﴿4﴾......حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: بندہ ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ'' کہتا ہے اس کا مطلب ہے کہ (مولیٰ!) مجھے بخش دے۔

﴿5﴾......علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: بندہ گناہ اور نعمت کے درمیان ہوتا ہے۔ ان دونوں کے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ ہے (یعنی حصول نعمت پر حمد و ثناء اور ارتکابِ گناہ پر توبہ و استغفار کرے)۔

﴿6﴾......حضرت سیِّدُنا ربیع بن خثیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں، تم میں سے کوئی اس طرح نہ کہے: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ. یعنی میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔'' کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا (یعنی استغفار نہ کیا) تو یہ جھوٹ اور گناہ ہوگا۔ ہاں! یوں کہنا چاہئے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ. یعنی یا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما اور توبہ قبول فرما۔''

﴿7﴾......حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ''ترکِ گناہ کے بغیر توبہ جھوٹوں کی توبہ ہے۔''

﴿8﴾......حضرت سیِّدَتُنا رابعہ عدویہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھَا فرماتی ہیں: ہماری توبہ کو بھی بہت سی توبہ کی ضرورت ہے۔

﴿9﴾......حکماء کا کہنا ہے: نادم ہوئے بغیر توبہ کرنے والا گویا لاعلمی میں اللّٰہ رب العزت سے مذاق کرنے والا ہے۔

﴿10﴾......ایک اعرابی کو غلافِ کعبہ سے لپٹ کر یہ کہتے سنا گیا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِسْتِغْفَارِیْ مَعَ اِصْرَارِیْ لَلُؤْمٌ وَاِنَّ تَرْکِی اِسْتِغْفَارَکَ مَعَ عِلْمِیْ بِسِعَۃِ عَفْوِکَ لَعَجْزٌ فَکَمْ تَتَحَبَّبُ اِلَیَّ بِالنِّعَمِ مَعَ غَنَاکَ عَنِّی وَکَمْ اَتَبَغَّضُ اِلَیْکَ بِالْمَعَاصِیْ مَعَ فَقْرِیْ اِلَیْکَ یَا مَنْ اِذَا وَعَدَ وَفٰی وَاِذَا اَوْعَدَ عَفَا اَدْخِلْ عَظِیْمَ جُرْمِیْ فِیْ عَظِیْمِ عَفْوِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اگر میں گناہ پر اصرار کے باوجود تجھ سے مغفرت طلب کروں تو یہ ملامت ہے اور تیرے عفوودرگزر کی وسعتوں کا یقین رکھتے ہوئے استغفار نہ کروں تو یہ میری کمزوری ہے۔ تو مجھ پر کتنے ہی انعام واکرام فرما کر مجھے دوست رکھتا ہے حالانکہ تجھے میری کوئی ضرورت نہیں جبکہ میں تیرا محتاج ہونے کے باوجود تیری نافرمانیاں کر کے تیرے غضب کا شکار ہوتا ہوں۔ اے وعدہ پورا کرنے والے! وعید سنا کر معاف کرنے والے! اے رحم کرنے والے مولیٰ! میرے بڑے جرموں کو اپنے عظیم عفو سے مٹا دے۔

﴿11﴾......حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللّٰہ وراق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں، اگر تیرے گناہ پانی کے قطروں اور سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہو جائیں تو بارگاہ الٰہی میں خلوصِ دل سے یہ دعا کر تیرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ تُبْتُ اِلَیْکَ مِنْہُ ثُمَّ عُدْتُّ فِیْہِ وَاَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ مَاوَعَدْتُّکَ بِہٖ مِنْ نَّفْسِیْ وَلَمْ

اُوْفِ لَکَ بِہٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ اَرَدْتُّ بِہٖ وَجْھَکَ فَخَالَطَہٗ غَیْرُکَ وَاَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ نِعْمَۃٍ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَاسْتَعَنْتُ بِھَا عَلٰی مَعْصِیَتِکَ وَاَسْتَغْفِرُکَ یَاعَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَتَیْتُہٗ فِیْ ضِیَاءِ النَّھَارِ وَسَوَادِ اللَّیْلِ فِیْ مَلَاٍ اَوْ خَلَاءٍ وَّسِرٍّ وَّعَلَانِیَۃٍ یَّا حَلِیْم. یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے اپنے ہر گناہ کی بخشش طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور ان خطاؤں سے توبہ کرتا ہوں جن کے ترک کا تجھ سے وعدہ کر کے پھر ان میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ میں تجھ سے ہر اس عمل سے بھی توبہ کرتا ہوں جو کرنا تو تیری رضا کے لئے چاہتا ہوں لیکن اس میں غیر کا خیال شامل ہو جاتا ہے۔ میں اس بات سے بھی توبہ کرتا ہوں کہ تو مجھے نعمت عطا کرتا ہے اور میں اس سے تیری ہی نافرمانی پر مدد حاصل کرتا ہوں۔ اے ظاہر و باطن کو جاننے والے! اے حلم والے! میں تجھ سے سب گناہوں کی معافی کا طلبگار ہوں چاہے وہ دن کی روشنی میں کیے ہوں یا رات کی تاریکی میں، جلوت میں ہوں یا خلوت میں، علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا آدم و حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعائے استغفار بھی یہی ہے۔

{...... قبر کا رفیق ......}

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **54** صفحات پر مشتمل کتاب، ''**نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیث رسول**'' صَفْحَہ **51** پر ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: **اے ابن آدم!** نیکی کر کیونکہ یہ جنت کی چابی ہے اور اُسی کی طرف رہنمائی کرے گی۔ برائی سے اجتناب کر کیونکہ یہ جہنم کی چابی ہے اور اُسی کی طرف لے جائے گی۔

اے ابن آدم! یہ بات اچھی طرح جان لے! کہ خرابی پر تجھے تنبیہ (کی جاتی) ہے۔ بے شک تیری عمر خراب ہونے کے لئے، جسم مٹی کے لئے، اور جو کچھ تو نے جمع کیا ہے وہ وُرَثا کے لئے اور عیش و آرام دوسروں کے لئے ہے جب کہ حساب و کتاب تجھ پر لازم اور سزا و ندامت تیرے لئے ہے۔ اور ''**قبر میں تیرا رفیق**'' صرف تیرا عمل ہی ہے لہٰذا تُو خود اپنا محاسبہ کر قبل اس سے کہ تیرا محاسبہ کیا جائے۔ میری اطاعت کو لازم کر لے، میری نافرمانی سے رُک جا اور میری عطا پر راضی ہو کر شکر گزاروں میں سے ہو جا۔ (مجموعۃ رسائل الامام الغزالی، المواعظ فی الاحادیث القدسیۃ، ص۵۷)

بابِ نمبر3: انبیائے کرام وبزرگانِ دین سے منقول 16 دعائیں

﴿1﴾......دعائے مصطفٰے بعد از سُنَنِ فجر:

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک مرتبہ شام کے وقت میرے والدِ گرامی حضرتِ سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے بارگاہِ رسالت میں بھیجا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری خالہ حضرتِ سیِّدَتُنا میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر تشریف فرما تھے۔ (میں نے دیکھا کہ) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات بھر نماز پڑھتے رہے پھر فجر کی سنتوں کے بعد اور فرضوں سے پہلے بارگاہِ خداوندی میں یوں التجا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِهَا شَمْلِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعَثِیْ وَتَرُدُّ بِهَا الْفِتَنَ عَنِّیْ وَتُصْلِحُ بِهَا دِیْنِیْ وَتَحْفَظُ بِهَا غَائِبِیْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِیْ وَتُزَكِّیْ بِهَا عَمَلِیْ وَتُبَیِّضُ بِهَا وَجْهِیْ وَتُلْهِمُنِیْ بِهَا رُشْدِیْ وَتَعْصِمُنِیْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا صَادِقًا وَّیَقِیْنًا لَیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْقَضَاءِ وَمَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَعَیْشَ السُّعَدَاءِ وَالنَّصْرَ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَمُرَافَقَةَ الْاَنْبِیَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِیْ وَاِنْ ضَعُفَ رَأْیِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ وَقَصُرَ عَمَلِیْ وَافْتَقَرْتُ اِلٰی رَحْمَتِكَ فَاَسْئَلُكَ یَا كَافِیَ الْاُمُوْرِ وَیَا شَافِیَ الصُّدُوْرِ كَمَا تُجِیْرُ بَیْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ اَللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَأْیِیْ وَضَعُفَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِیَّتِیْ وَاُمْنِیَّتِیْ مِنْ خَیْرٍ وَّعَدْتَّهٗ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ اَوْ خَیْرٍ اَنْتَ مُعْطِیْهِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَاِنِّیْ اَرْغَبُ اِلَیْكَ فِیْهِ وَاَسْئَلُكَهٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِیْنَ مُهْتَدِیْنَ غَیْرَ ضَالِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ حَرْبًا لِاَعْدَائِكَ وَسَلْمًا لِاَوْلِیَائِكَ نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ اَطَاعَكَ مِنْ خَلْقِكَ وَنُعَادِیْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ مِنْ خَلْقِكَ اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَیْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَیْكَ التُّكْلَانُ وَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ذِی الْحَبْلِ الشَّدِیْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِیْدِ اَسْئَلُكَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْوَعِیْدِ وَالْجَنَّةَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّهُوْدِ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ الْمُوْفِیْنَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّكَ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ وَّاَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِیْدُ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَبِسَ الْعِزَّ وَقَالَ بِهٖ سُبْحٰنَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ بِالْمَجْدِ وَتَكَرَّمَ بِهٖ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِی التَّسْبِیْحُ اِلَّا لَهٗ سُبْحٰنَ ذِی الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحٰنَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْكَرَمِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ بِعِلْمِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ

نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا.

یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس کی برکت سے میرا دل ہدایت پر قائم کر دے، میرے متفرق امور جمع فرما اور میرے معاملات درست فرما۔ مجھ سے فتنے دور فرما۔ میرے دین کی اصلاح فرما۔ میرے باطن کی حفاظت، ظاہر کو بلند اور اعمال کو ستھرا فرما۔ میرا چہرہ روشن فرما۔ نیکی کی ہدایت عطا فرما، ہر برائی سے بچا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ایمان صادق اور یقین (کامل) عطا فرما کہ جس کے بعد کفر نہ ہو اور رحمت عطا فرما جس کے ذریعے میں دونوں جہاں میں تیرے فضل وکرم سے مشرف ہو سکوں۔ یا الٰہی عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے موت کے وقت کامیابی، درجاتِ شہدا، سعادت مندوں جیسی زندگی، دشمنوں پر غلبہ اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں اپنی ضرورت تیرے سامنے پیش کرتا ہوں اگرچہ میری رائے کمزور، عمل ناقص اور کوشش کوتاہ ہے، میں تیری رحمت کا محتاج ہوں۔ اے معاملات کو کفایت کرنے اور دلوں کو شفا دینے والے! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو سمندروں کو ملنے سے بچاتا ہے اسی طرح مجھے بھڑکتی آگ کے عذاب، ہلاکت کی آواز اور قبر کی آزمائش سے بچالے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس امر خیر میں میری رائے ناقص اور عمل کم ہو یا وہ میری نیت وخواہش میں شامل نہ ہو اور وہ بھلائی تو نے اپنے بندوں میں سے کسی کو دینے کا وعدہ فرمایا ہو یا وہ بھلائی تو اپنے کسی بندے کو عطا کرنے والا ہو تو اس خیر کی طلب مجھے بھی ہے، اے کل عالَم کے پروردگار! میں تجھ سے اس بھلائی کا سوالی ہوں۔ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں رہنمائی کرنے والا اور ہدایت والا بنا، گمراہ اور گمراہ کن نہ بنا۔ تیرے دشمنوں سے لڑنے اور تیرے دوستوں سے صلح کرنے والا بنا۔ تجھ سے محبت کے سبب تیرے فرمانبردار بندوں سے محبت اور تیرا حکم نہ ماننے والے تیرے دشمنوں سے دشمنی رکھنے والا بنا۔ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ دعا قبول فرمانا تیرے ذمۂ کرم پر ہے۔ یہ کوشش ہے اور بھروسا تجھی پر ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ گناہ سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت بلندی وعظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔ اے دینِ متین اور سیدھی راہ کے مالک! میں تجھ سے روزِ جزا امن کا اور ہمیشگی کے دن مقربین وشاہدین اور رکوع وسجود کرنے والوں اور وعدہ پورا کرنے والوں کے ساتھ جنت کا سوال کرتا ہوں بے شک تو رحم اور محبت کرنے والا ہے اور تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو صاحبِ عزت ہے اور اس کے سبب ہر ایک پر غالب ہے۔ پاک ہے وہ جو بزرگ ہوا اور اپنے بندوں پر انعام واکرام فرمایا۔ پاک ہے وہ ذات جس کے سوا کسی کی پاکی بیان

کرنا جائز نہیں۔ پاک ہے وہ جو فضل وانعام فرماتا ہے۔ پاک ہے وہ جو عزت وکرم والا ہے۔ پاک ہے جس کے علم میں ہر شے کا شمار ہے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دل میں نور بھر دے، میری قبر کو پرنور کر دے، میری سماعت وبصارت نورانی بنا دے، میرے بال، گوشت، خون اور ہڈیوں میں نور ڈال دے۔ میرے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے نور کر دے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے نور میں اضافہ فرما، مجھے نور عطا فرما اور مجھے نور بنا دے۔ (۱)

﴿2﴾......جامع اور کامل دعا:

سردارِ انبیاء، محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے ارشاد فرمایا: ''جامع اور کامل دعائیں مانگا کرو اور یوں عرض گزار ہوا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَّاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَّاَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ مَا سَئَلَکَ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتَعِیْذُکَ مِمَّا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْئَلُکَ مَا قَضَیْتَ لِیْ مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَہٗ رُشْدًا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر بھلائی کا طالب ہوں وہ بھلائی چاہے جلدی ہو یا دیر سے مجھے معلوم ہو یا نہ ہو۔ میں تجھ سے ہر برائی سے پناہ چاہتا ہوں چاہے وہ جلد آنے والی ہو یا تاخیر سے مجھے اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے اعمال کا سوال کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے قریب کرنے والے اعمال سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کا سوال تیرے خاص بندے اور رسول حضرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے کیا اور اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے خاص بندے اور رسول حضرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے پناہ چاہی۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! تیری رحمت کے صدقے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے بارے میں تو نے جو فیصلہ فرمایا ہے اس کا انجام بخیر ہو۔ (۲)

﴿3﴾......دُعائے دافعِ رنج والم وغم:

پیکرِ حسن وجمال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے فاطمہ! میری نصیحت سننے سے

---

1 ......صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بعد رکعتی الفجر، الحدیث:۱۱۱۹، ج۲، ص۱۶۶۔۱۶۷، بتغیرٍ۔

2 ......سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، الحدیث:۳۸۴۶، ج۴، ص۲۷۱، مفھومًا۔

تمہیں کچھ مانع تو نہیں؟ پس یوں کہا کرو: ''یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ لَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ. یعنی اے زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والے! میں تیری رحمت کے بھروسے مدد مانگ رہی ہوں پلک جھپکنے کی دیر بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر اور میرے سب کام بنا دے۔'' (1)

﴿4﴾......دُعائے صدّیقِ اکبر:

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّكَ وَاِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِكَ وَمُوْسٰی نَجِیِّكَ وَعِیْسٰی كَلِمَتِكَ وَرُوْحِكَ وَبِتَوْرَاةِ مُوْسٰی وَاِنْجِیْلِ عِیْسٰی وَزَبُوْرِ دَاوٗدَ وَفُرْقَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَبِكُلِّ وَحْیٍ اَوْحَیْتَهٗ اَوْ قَضَاءٍ قَضَیْتَهٗ اَوْ سَائِلٍ اَعْطَیْتَهٗ اَوْ غَنِیٍّ اَفْقَرْتَهٗ اَوْ فَقِیْرٍ اَغْنَیْتَهٗ اَوْضَالٍّ ھَدَیْتَهٗ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَهٗ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَام وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ بَثَثْتَ بِهٖ اَرْزَاقَ الْعِبَادِ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی السَّمٰوَاتِ فَاسْتَقَلَّتْ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی الْجِبَالِ فَرَسَتْ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِی اسْتَقَلَّ بِهٖ عَرْشُكَ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الطُّھْرِ الطَّاھِرِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الْوِتْرِ الْمُنَزَّلِ فِیْ كِتَابِكَ مِنْ لَّدُنْكَ مِنَ النُّوْرِ الْمُبِیْنِ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی النَّھَارِ فَاسْتَنَارَ وَعَلَی اللَّیْلِ فَاَظْلَمَ وَبِعَظَمَتِكَ وَكِبْرِیَائِكَ وَبِنُوْرِ وَجْھِكَ الْكَرِیْمِ اَنْ تَرْزُقَنِیَ الْقُرْاٰنَ وَالْعِلْمَ بِهٖ وَتَخْلِطَهٗ بِلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَتَسْتَعْمَلَ بِهٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن.

یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللّٰہ، حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ اور حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وسیلے میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔ سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تورات، سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی انجیل، سیِّدُنا داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی زبور، حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قرآن، تیری ہر نازل کردہ وحی، تیرے فرمائے ہوئے ہر فیصلے، جسے تو نے عطا کیا اس سائل، جس غنی کو تو نے فقیر کیا، جس محتاج کو تو نے امیر کیا اور جس گمراہ کو تو نے ہدایت دی (ان تمام) کے وسیلے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تیرے اس نام کے وسیلے سے جسے تو نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل کیا، تیرے اس نام کے وسیلے سے جس کے صدقے تو مخلوق کو رزق تقسیم فرماتا ہے۔ تیرے اس نام کے واسطے سے جسے تو نے

(1)......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الخوف من اللّٰه تعالٰی، الحدیث:۷۶۰، ج ۱، ص۴۷۶۔

زمین پر رکھا تو وہ قرار پکڑ گئی۔ تیرے اس نام کے طفیل جسے تو نے آسمانوں میں رکھا تو وہ بلند ہوگئے، تیرے اس نام کے وسیلے جسے تو نے پہاڑوں پر رکھا تو وہ جم گئے اور تیرے اس نام کے صدقے سوال کرتا ہوں جس سے عرش قائم ہے۔ تیرے اس نام کے واسطے دعا کرتا ہوں جو پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے، یکتا ہے، تیری نازل شدہ کتاب میں تیری طرف سے جو روشن نور ہے اس کے صدقے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تجھے تیرے اس نام کا واسطہ پیش کرتا ہوں جسے تو نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہوگیا، رات پر رکھا تو وہ تاریک ہوگئی۔ تیری عظمت و کبریائی اور تیرے وجہ کریم کے نور کے وسیلے دُعا گو ہوں کہ مجھے قرآن یاد کرنے اور اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرما اور اسے میرے گوشت، خون اور سماعت و بصارت میں ملا دے اور اپنی قوت و توفیق سے میرے بدن کو اس کے مطابق استعمال فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق تیری ہی طرف سے ہے۔ (۱)

﴿5﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ کس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے؟

مروی ہے کہ تاجدارِ کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا بریدہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ''اے بریدہ! میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جنہیں صرف وہ سیکھ پاتا ہے جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ انہیں کبھی بھولنا مت۔'' عرض کی: ''ضرور! یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔'' فرمایا، پڑھو: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّ فِیْ رِضَاكَ ضُعْفِیْ وَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِیْ وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَھٰی رِضَایَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَاَغْنِنِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں کمزور ہوں اپنی رضا حاصل کرنے پر مجھے قوت دے۔ میری پیشانی بھلائی کی طرف پھیر دے۔ میری رضا صرف دینِ اسلام بنا دے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں ناتواں ہوں توانا کر دے۔ ذلیل ہوں عزت عطا کر۔ محتاج ہوں غنی کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!'' (۲)

﴿6﴾......کوڑھ، برص، فالج سے نجات دینے اور داخل جنت کرنے والے کلمات:

حضرت سیِّدُنا قبیصہ بن مخارق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے ایسے کلمات بتائیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے لئے نافع بنا دے۔ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور کئی ایسے اعمال جو پہلے میں کیا کرتا تھا اب ان سے عاجز آچکا ہوں۔'' رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

❶......جامع الاصول، الفصل التاسع فی دعاء الحفظ، الحدیث: ۲۳۰۲، ج۴، ص۲۴۹، مختصرًا۔

❷......المعجم الاوسط، الحدیث ۶۵۸۵، ج۵، ص۶۲، دون قولہ: یاارحم الراحمین۔

فرمایا: تمہاری دنیا (کی بہتری) کے لئے یہ دعا ہے بعد نمازِ فجر اسے تین مرتبہ پڑھ لیا کرو ''سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور تعریفیں اسی کے لئے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے عظمت والا۔ گناہ سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت عظمت وبلندی کے مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔'' (1)

پس اگر تم نے یہ دعا پڑھ لی تو تم غم، کوڑھ، برص اور فالج سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

اور تمہاری آخرت کے لئے (مفید) دُعا یہ ہے: ''اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ مِنْ عِنْدِكَ وَاَفِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِكَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی جناب سے ہدایت عطا فرما، اپنے فضل سے بہرہ مند فرما، مجھ پر اپنی رحمت برسا اور اپنی برکتیں نازل فرما۔''

اس کے بعد رسول کریم، محبوب ربِ عظیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''جو ان کلمات کو ہمیشہ پڑھتا رہے گا بروزِ قیامت اس کے لئے جنت کے چار دروازے کھولے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔''

﴿7﴾......ہر نقصان سے حفاظت کی دعا:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے محلے میں ایک دفعہ آگ لگ گئی کسی نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خبر دی کہ آپ کا گھر جل گیا ہے۔ فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسا نہیں ہونے دے گا۔'' انہیں تین بار یہ خبر دی گئی مگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کے جواب میں یہی کہتے اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسا نہیں ہونے دے گا۔ پھر ایک شخص نے آکر بتایا: ''اے ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ! محلے میں لگنے والی آگ جب آپ کے گھر کے قریب پہنچی تو بجھ گئی۔'' یہ سن کر فرمایا: ''مجھے معلوم تھا۔'' پوچھا گیا: ''آپ کی بات حیران کن ہے اصل معاملہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''میں نے رحمت عالمیان، سرورِ انس وجان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان سنا کہ جو شخص دن یا رات میں یہ کلمات پڑھ لے گا اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور میں نے پڑھ لئے تھے۔'' وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَکَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ اَعْلَمُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَّاَحْصٰی کُلَّ

(1)......المعجم الکبیر، من اسمہ قبیصۃ، الحدیث: ۹۴، ج ۱۸، ص ۳۶۸، باختصارٍ۔

کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب الثامن فی الدعاء، الحدیث: ۳۷۰۲، ج ۲، ص ۸۴، مفہومًا۔

شَیْءٍ عَدَدًا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو میرا پروردگار ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے تجھی پر بھروسا کیا اور تو بڑے عرش کا مالک ہے۔ گناہ سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت عظمت وبلندی کے مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چاہے پر قادر ہے۔ بے شک اس کا علم ہر چیز کو محیط اور ہر چیز اس کے شمار میں ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں اپنے نفس اور زمین پر چلنے والی ہر چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی چوٹی تیرے قبضے میں ہے۔ بے شک میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ سیدھے راستے پر ملتا ہے۔ [1]

﴿8﴾......سارے دن کے شکرانے کی دعا:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبح کے وقت یہ دُعا پڑھا کرتے: ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا خَلْقٌ جَدِیْدٌ فَافْتَحْہُ عَلَیَّ بِطَاعَتِكَ وَاخْتِمْہُ لِیْ بِمَغْفِرَتِكَ وَرِضْوَانِكَ وَارْزُقْنِیْ فِیْہِ حَسَنَةً تَقَبَّلْھَا مِنِّیْ وَزَكِّھَا وَضَعِّفْھَا لِیْ وَمَا عَمِلْتُ فِیْہِ مِنْ سَیِّئَةٍ فَاغْفِرْھَا لِیْ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَّدُوْدٌ کَرِیْمٌ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ (صبح) ایک نیا آغاز ہے اس میں مجھ پر اپنی اطاعت کے راستے کھول دے اور اس کا اختتام اپنی رضا وبخشش کے ساتھ فرما۔ آج کے دن مجھے نیکی کی توفیق دے اور پھر اسے قبول اور پاک فرما اور میرے نامۂ اعمال میں (اس کا اجر) دگنا فرما اور مجھ سے ہونے والی برائی معاف فرما۔ بے شک تو بخشنے والا، رحم کرنے والا، محبت کرنے والا اور کرم فرمانے والا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرماتے ہیں: جس شخص نے بوقتِ صبح یہ دعا پڑھ لی اس نے اس دن کا شکر ادا کرلیا۔

﴿9﴾......دعائے عیسٰی:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یوں دُعا فرمایا کرتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ دَفْعَ مَا اَکْرَہُ وَلَا اَمْلِكُ نَفْعَ مَا اَرْجُوْ وَاَصْبَحَ الْاَمْرُ بِیَدِ غَیْرِیْ وَاَصْبَحْتُ مُرْتَھَنًا بِعَمَلِیْ فَلَا فَقِیْرَ اَفْقَرُ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوِّیْ وَلَا تُسِیْءْ بِیْ صَدِیْقِیْ وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّیْ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ مَنْ لَّا یَرْحَمُنِیْ یَا حَیُّ

1 ......الدعاء للطبرانی، القول عندالصباح والمساء، الحدیث۳۴۳، ص۱۲۸۔۱۲۹، دون قوله:واحصی کل شئی عددا۔

يَا قَيُّوْم. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں ناپسندیدہ چیز کو دور نہیں کر سکتا اور جس نفع کا طلبگار رہوں اس کا مالک نہیں۔معاملہ کسی اور (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کے دستِ قدرت میں ہے اور میری جان (گویا) گروی ہے میرے اعمال کے بدلے۔ مجھ سے زیادہ کوئی بھی محتاج نہ ہوگا۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسا اور مجھ سے میرے دوست پریشان نہ ہوں۔ مجھے دینی مصائب سے محفوظ فرما اور (حصول) دنیا میرا مقصد نہ بنا۔اے زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والے! مجھ پر کوئی ایسا (حاکم) نہ بنانا جو مجھ پر رحم نہ کرے۔

﴿10﴾......ڈوبنے اور چوری سے حفاظت کی دعا:

منقول ہے کہ ایامِ حج میں جب حضرتِ سیِّدُنا خضر اور حضرتِ سیِّدُنا الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام کی ملاقات ہوتی ہے تو یہ کلمات پڑھے بغیر جدا نہیں ہوتے: ''بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَاللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَاشَآءَاللّٰهُ كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ مَاشَآءَاللّٰهُ الْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدِ اللّٰهِ مَاشَآءَاللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰه. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے اس کے بغیر کوئی قوت نہیں، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے ہر نعمت اسی کی طرف سے ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے ہر بھلائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہی دستِ قدرت میں ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے برائیوں کو ٹالنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں۔''

جو یہ دعا صبح تین مرتبہ پڑھ لے گا جلنے، ڈوبنے اور چوری سے محفوظ رہے گا اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ۔

﴿11﴾......دین و دنیا کی بھلائی کے حصول کی دعا:

حضرت سیِّدُنا محمد بن حسان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں 10 کلمات نہ سکھاؤں جن میں سے پانچ دنیوی (بہتری) کے لئے اور پانچ اُخروی (بہتری) کے لئے ہیں؟ جو ان کلمات کے ذریعہ اللہ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرے گا ان (کلمات) کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں پائے گا۔'' حضرت سیِّدُنا محمد بن حسان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان نے فرمایا: ''مجھے یہ لکھ دیجئے۔'' فرمایا: نہیں! میں تمہارے سامنے ان کلمات کی تکرار کرتا ہوں جس طرح بکر بن خُنَیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے میرے سامنے کی تھی:

حَسْبِيَ اللّٰهُ لِدِيْنِي حَسْبِيَ اللّٰهُ لِدُنْيَايَ حَسْبِيَ اللّٰهُ الْكَرِيْمُ لِمَا اَهَمَّنِي حَسْبِيَ اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْقَوِيُّ لِمَنْ بَغٰى عَلَيَّ حَسْبِيَ اللّٰهُ الشَّدِيْدُ لِمَنْ كَادَنِي بِسُوْءٍ حَسْبِيَ اللّٰهُ الرَّحِيْمُ عِنْدَ الْمَوْتِ حَسْبِيَ اللّٰهُ الرَّؤُوْفُ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ فِي الْقَبْرِ حَسْبِيَ اللّٰهُ

اَلْکَرِیْمُ عِنْدَ الْحِسَابِ حَسْبِیَ اللّٰہُ اللَّطِیْفُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْقَدِیْرُ عِنْدَ الصِّرَاطِ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم. یعنی میرے دین ودنیا کے لئے مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے۔غموں سے چھٹکارے کے لئے مجھے خدائے کریم کافی ہے۔جس نے مجھ پر ظلم کیا اس کے لئے حِلْم وقوّت والا رب کریم کافی ہے۔جو میری طرف برائی بڑھائے اس کے لئے سخت پکڑ فرمانے والا رب عَزَّوَجَلَّ کافی ہے۔موت کے وقت مجھے رحم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے۔قبر میں (منکر نکیر کے) سوالات کے وقت مجھے مہربان خدا عَزَّوَجَلَّ کافی ہے۔حساب وکتاب کے وقت کرم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے کافی ہے۔لطف وکرم فرمانے والا پروردگار عَزَّوَجَلَّ مجھے میزانِ عمل پر کافی ہے۔قدرت والا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے پل صراط پر چلتے وقت کافی ہے۔مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے،اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جو شخص یہ دُعا ''فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ۫ۖ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۲۹﴾ (پ۱۱،التوبۃ:۱۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے،اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔'' روزانہ **7** مرتبہ پڑھ لے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تمام اُخروی امور میں کفایت کرے گا اگرچہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔ (1)

(12)......جنت میں داخلے کی دعا:

حضرت سیِّدُنا عتبہ غلام عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْاَنَام کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں آپ کی زیارت کی تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا، میں ان کلمات کی برکت سے داخلِ جنت ہوا ہوں: ''اَللّٰھُمَّ یَا ھَادِیَ الْمُضِلِّیْنَ وَیَا رَاحِمَ الْمُذْنِبِیْنَ وَیَا مُقِیْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِیْنَ اِرْحَمْ عَبْدَکَ ذَا الْخَطْرِ الْعَظِیْمِ وَالْمُسْلِمِیْنَ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَخْیَارِ وَالْمَرْزُوْقِیْنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْن. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے گمراہوں کو ہدایت دینے والے! اے گناہ گاروں پر رحم فرمانے والے! اے خطا کاروں کی خطائیں معاف فرمانے والے! بڑے خطرات میں گھرے اپنے بندے پر اور تمام مسلمانوں پر رحم فرما اور ہمیں پسندیدہ،خوش نصیب اور جن پر تو نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیقین،شہدا اور نیک لوگوں کا ساتھ نصیب فرما۔اے تمام جہانوں کے پروردگار! میری دُعا قبول فرما۔'' (2)

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیۃ المختارۃ......الخ، ج۱، ص۲۱، مفھومًا۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیۃ المختارۃ......الخ، ج۱، ص۲۲۔

﴿13﴾......رنج والم اور محتاجی سے نجات کی دعا:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی توبہ قبول کرنا چاہی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اس وقت کعبہ کی عمارت نہ تھی بلکہ وہاں ایک سرخ ٹیلہ تھا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نفل ادا کئے اور یوں دُعا کی: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤَالِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَنْ یُّصِیْبَنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَہٗ عَلَیَّ وَالرِّضَا بِمَا قَسَمْتَہٗ لِیْ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو میرے ظاہر و باطن سے واقف ہے میرا عذر قبول فرما۔ میری حاجت جانتا ہے میرا سوال پورا فرما۔ میرے دل میں کیا ہے تو اس سے بھی باخبر ہے میری لغزشیں معاف فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے پختہ ایمان اور یقینِ صادق کا سوال کرتا ہوں حتی کہ مجھے یقین ہو جائے کہ مجھے کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوا اس کے جو تو نے (اپنے علم اَزَلی سے) میرے مقدر میں لکھ دی۔ اے عظمت و بزرگی والے! تو نے میری جو قسمت بنائی ہے اس پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر وحی فرمائی کہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی یہ کلمات پڑھ کر مجھ سے دُعا مانگے میں اس کی مغفرت کر دوں گا، اس کے غم والم دور کر دوں گا اور اس کے سامنے سے فقر دور کر دوں گا، ہر تاجر سے زیادہ اسے نفع عطا فرماؤں گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اگرچہ وہ اسے نہ چاہتا ہوگا۔

﴿14﴾......تسبیحات باری تعالیٰ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ رسولِ خدا، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا، اللہ عَزَّوَجَلَّ روزانہ اپنی بزرگی یوں بیان فرماتا ہے:

اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُبْدِئُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیَّ یَعُوْدُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ مَالِكُ یَوْمِ الدِّیْنِ خَالِقُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ خَالِقُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا اَلْفَرْدُ الْوِتْرُ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ

اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِي الْمُقْتَدِرُ الْقَهَّارُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ اَهْلُ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى، اَلْقَادِرُ الرَّزَّاقُ فَوْقَ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ.

یعنی بے شک میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا پالنہار۔ بلاشبہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہوں۔ میں ہی رب ہوں عبادت کے لائق کوئی نہیں سوائے مجھ عظمت و بلندی والے کے۔ بے شک میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی لائقِ عبادت نہیں میری کوئی اولاد ہے نہ میں کسی سے پیدا ہوا۔ میں اللہ ہوں معاف کرنے والا، بخشنے والا میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تحقیق میں ہی رب ہوں ہر چیز کو آغاز دینے والا اور ہر چیز میری ہی طرف لوٹے گی، سوائے میرے کوئی معبود نہیں۔ عزت و حکمت والا ہوں۔ بڑا مہربان رحمت والا ہوں۔ روزِ جزا کا مالک ہوں۔ خیر و شر اور جنت و دوزخ کا خالق ہوں۔ ایک ہوں، اکیلا ہوں، تنہا ہوں، بے نیاز ہوں، وہ ذات ہوں جس کی کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد، تنہا اور طاق ہوں۔ ظاہر و چھپا سب جانتا ہوں۔ بادشاہ، نہایت پاک سلامتی دینے والا، امان بخشنے والا، حفاظت کرنے والا، عزّت و عظمت اور تکبر والا ہوں۔ بنانے والا، پیدا کرنے والا، ہر ایک کو صورت دینے والا ہوں۔ بڑا، بلند، قدرت والا، غلبے والا، بردبار اور کرم فرمانے والا ہوں۔ ثنا اور بزرگی کے لائق ہوں۔ میں پوشیدہ اور مخفی امور کو خوب جانتا ہوں۔ قدرت والا اور رزق عطا کرنے والا ہوں۔ مخلوق و تخلیق سے بالا ہوں۔ (1)

یہاں ہر کلمہ سے پہلے "اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا" مذکور ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جو شخص ان اسمائے حسنٰی کے ساتھ دعا مانگنا چاہے وہ "اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا" کے بجائے "اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" پڑھے بقیہ کلمات اسی طرح پڑھے۔ جو آدمی یہ دعا مانگے وہ ان سجدہ کرنے والوں اور عاجزی کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے جو روز قیامت حضرت سیّدُنا محمد مصطفٰے، حضرت سیّدُنا ابراہیم خلیل اللہ، حضرت سیّدُنا موسیٰ کلیم اللہ، حضرت سیّدُنا عیسیٰ روح اللہ اور دیگر انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے پڑوس میں ہوں گے، اسے زمین و آسمان میں عبادت کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔

﴿15﴾...... بارگاہِ رب العزت میں بلند مرتبہ تسبیحات:

رُوم کے علاقے میں شہید ہونے والے ایک شخص کو حضرت سیّدنا یونس بن عبید رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے خواب میں

(1)......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲۷-۲۸، باختصار۔

دیکھ کر پوچھا: تم نے اس جہاں میں کس عمل کو افضل پایا؟ شہید نے جواب دیا: حضرت سیّدُنا سلیمان بن معتمر تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی جو تسبیحات پڑھا کرتے تھے انہیں میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بلند درجہ پایا وہ تسبیحات یہ ہیں:

سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ عَدَدَ مَاخَلَقَ وَعَدَدَ مَاھُوَ خَالِقٌ وَّزِنَۃَ مَاخَلَقَ وَزِنَۃَ مَاھُوَ خَالِقٌ وَّمِلْءَ مَاخَلَقَ وَمِلْءَ مَاھُوَ خَالِقٌ وَّمِلْءَ سَمٰوٰتِہٖ وَمِلْءَ اَرْضِہٖ وَمِثْلَ ذٰلِکَ وَاَضْعَافَ ذٰلِکَ وَعَدَدَ خَلْقِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمُنْتَھٰی رَحْمَتِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ وَمَبْلَغَ رِضَاہُ حَتّٰی یَرْضٰی وَاِذَارَضِیَ وَعَدَدَ مَاذَکَرَہٗ بِہٖ خَلْقُہٗ فِیْ جَمِیْعِ مَامَضٰی وَعَدَدَ مَاھُمْ ذَاکِرُوْہُ فِیْمَا بَقِیَ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ وَّشَھْرٍ وَّجُمُعَۃٍ وَّیَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ وَّسَاعَۃٍ مِّنَ السَّاعَاتِ وَشَمٍّ وَّنَفْسٍ مِّنَ الْاَنْفَاسِ وَاَبَدٍ مِّنَ الْاٰبَادِ مِنْ اَبَدِ الدُّنْیَا اِلٰی اَبَدِ الْاٰخِرَۃِ وَاَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ لَا یَنْقَطِعُ اَوَّلُہٗ وَلَا یَنْفَدُ اٰخِرُہٗ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، برائی سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت اسی عظمت و بلندی والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔ وہ جو کچھ پیدا فرما چکا اور جو پیدا فرمائے گا اس کی تعداد، وزن اور ان کی جگہوں کی مقدار بھر، زمین وآسمان کی مقدار بھر، اس کے برابر اور اس سے دگنا، اس کی مخلوق کی تعداد، عرش کے وزن، اس کی انتہائے رحمت، اس کے کلمات کی روشنائی، اس کی رضا حاصل کرنے تک اور جب وہ راضی ہو، تمام مخلوق نے جو ذکر کیا اور جو کرے گی اس کی تعداد برابر، ہر سال، مہینے، جمعے اور شب و روز کے اوقات اور ہر ساعت، ہر سانس اور دنیا آباد رہنے اور آخرت باقی رہنے تک اور اس سے بھی زیادہ، نہ اس کا آغاز ٹوٹے نہ آخر ختم ہو (اتنی تعداد و مقدار میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کرتا ہوں)۔

﴿16﴾......دعائے ابراہیم بن ادہم:

حضرتِ سیّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے خادم حضرت ابراہیم بن بشار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہر جمعہ کی صبح و شام یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

مَرْحَبًا بِیَوْمِ الْمَزِیْدِ وَالصُّبْحِ الْجَدِیْدِ وَالْکَاتِبِ وَالشَّھِیْدِ یَوْمُنَا ھٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ اُکْتُبْ لَنَا فِیْہِ مَانَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ الْحَمِیْدِ الْمَجِیْدِ الرَّفِیْعِ الْوَدُوْدِ الْفَعَّالِ فِیْ خَلْقِہٖ مَایُرِیْدُ اَصْبَحْتُ بِاللّٰہِ مُؤْمِنًا وَّبِلِقَائِہٖ مُصَدِّقًا وَّبِحُجَّتِہٖ مُعْتَرِفًا وَّمِنْ ذَنْبِیْ مُسْتَغْفِرًا وَّلِرُبُوْبِیَّۃِ اللّٰہِ خَاضِعًا وَّلِسِوَی اللّٰہِ فِی الْاٰلِھَۃِ جَاحِدًا وَّاِلَی اللّٰہِ فَقِیْرًا وَّعَلَی اللّٰہِ مُتَوَکِّلًا وَّاِلَی اللّٰہِ مُنِیْبًا اُشْھِدُ اللّٰہَ وَاُشْھِدُ مَلَائِکَتَہٗ وَاَنْبِیَائَہٗ وَرُسُلَہٗ وَحَمَلَۃَ عَرْشِہٖ وَمَنْ خَلَقَہٗ وَمَنْ ھُوَ خَالِقُہٗ بِاَنَّہٗ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَّالْحَوْضَ حَقٌّ وَّالشَّفَاعَةَ حَقٌّ وَّمُنْكَرًا وَّنَكِيْرًا حَقٌّ وَّوَعْدَكَ حَقٌّ وَّوَعِيْدَكَ حَقٌّ وَّلِقَاءَكَ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ عَلٰى ذٰلِكَ اَحْيَا وَعَلَيْهِ اَمُوْتُ وَعَلَيْهِ اُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ اَللّٰهُمَّ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ فَاِنَّهٗ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا فَاِنَّهٗ لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدَيْكَ اَنَا لَكَ وَاِلَيْكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اٰمَنْتُ اَللّٰهُمَّ بِمَا اَرْسَلْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّاٰمَنْتُ اَللّٰهُمَّ بِمَا اَنْزَلْتَ مِنْ كِتَابٍ وَّصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا خَاتِمِ كَلَامِيْ وَمِفْتَاحِهٖ وَعَلٰى اَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَوْرِدْنَا حَوْضَ مُحَمَّدٍ وَّاسْقِنَا بِكَاْسِهٖ مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِغًا هَنِيْئًا لَا نَظْمَأُ بَعْدَهٗ اَبَدًا وَّاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَاكِثِيْنَ لِلْعَهْدِ وَلَا مُرْتَابِيْنَ وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ وَلَا مَغْضُوْبٍ عَلَيْنَا وَلَا الضَّالِّيْنَ، اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنْ فِتَنِ الدُّنْيَا وَوَفِّقْنِيْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَثَبِّتْنِيْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَا تُضِلَّنِيْ وَاِنْ كُنْتُ ظَالِمًا سُبْحٰنَكَ يَاعَلِيُّ يَاعَظِيْمُ يَابَارِئُ يَارَحِيْمُ يَاعَزِيْزُ يَاجَبَّارُ سُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ بِاَكْنَافِهَا وَسُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْبِحَارُ بِاَمْوَاجِهَا وَسُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْجِبَالُ بِاَصْدَائِهَا وَسُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْحِيْتَانُ بِلُغَاتِهَا وَسُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ النُّجُوْمُ فِي السَّمَاءِ بِاَبْرَاجِهَا وَسُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْاَشْجَارُ بِاُصُوْلِهَا وَثِمَارِهَا وَسُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَمَنْ عَلَيْهِنَّ سُبْحٰنَ مَنْ سَبَّحَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ مَّخْلُوْقَاتِهٖ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحٰنَكَ سُبْحٰنَكَ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ يَاعَلِيْمُ يَاحَلِيْمُ سُبْحٰنَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ تُحْيِيْ وَتُمِيْتُ وَاَنْتَ حَيٌّ لَّا تَمُوْتُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

یعنی فضیلت والے دن، نئی صبح اور کاتبین وشاہدینِ اعمال کوخوش آمدید۔ یہ (جمعہ کا) دن ہمارا عید کا دن ہے۔ اس دن ہم جو بولیں وہ لکھ دے۔ اللہ کے نام سے شروع جو تعریف والا، بزرگی والا، بلند شان والا، محبت کرنے والا اور اپنی مخلوق کے لئے جو چاہتا ہے کرنے والا ہے۔ میں نے حالت ایمان میں صبح کی اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کا یقین رکھنے والا، اس کی حجت کو ماننے والا، اپنے گناہوں کی بخشش چاہنے والا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ربوبیت کے سامنے عاجزی کرنے والا، اس کے علاوہ کسی کو معبود نہ ماننے والا، اسی کا محتاج، اسی پر بھروسا کرنے والا اور اسی کی طرف لوٹنے والا ہوں۔ میں اللہ اور اس کے انبیا ورسل، ملائکہ وحاملینِ عرش اور جو کچھ وہ

پیدا فرما چکا اور جو پیدا فرمائے گا ان تمام کو گواہ بناتا ہوں کہ وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں، بے شک جنت ودوزخ، حوضِ کوثر، شفاعت اور منکر نکیر کے سوالات حق ہیں، (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ) تیرا وعدہ سچا ہے، تیری وعید درست ہے، تجھ سے ملاقات سچ ہے۔ بیشک قیامت قائم ہوکر رہے گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قبروالوں کو (روزِ قیامت) اٹھائے گا۔ میں اسی عقیدے پر زندہ ہوں، اسی پر مروں گا اور اسی پر (روزِ محشر) اٹھایا جاؤں گا اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور بقدرِ طاقت تیرے عہد و پیماں پر قائم ہوں، میں اپنے کیے کے شر سے اور ہر شریر کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس تو میرے گناہ بخش دے کہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔ مجھے اخلاقِ حسنہ اپنانے کی توفیق مرحمت فرما کہ یہ توفیق بھی تیری ہی بارگاہ سے ملتی ہے۔ مجھ سے بداخلاقی کو دور فرما کہ یہ دوری پیدا کرنا بھی صرف تیرے اختیار میں ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ ہر بھلائی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں، تجھ ہی سے لَو لگی ہوئی ہے، تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے جو رسول مبعوث فرمائے اور جو کلام نازل فرمایا میں ان سب پر ایمان لایا اور جو کچھ میں نے کہا اس پر بھی میرا ایمان ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور خوب سلام ہو امی نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر، ان کی آل پر اور تمام انبیاء و رسل پر۔ اے کل جہاں کے پروردگار! عَزَّوَجَلَّ میری عرض قبول فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوض پر آنے کی سعادت نصیب فرما، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیالے سے ایسا مشروب پلا جو خوب عمدہ اور سیراب کرنے والا ہے، اس کے بعد ہم پر کبھی پیاس طاری نہ ہو۔ بغیر کسی ذلت کے ہمارا حشر گروہِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں فرمانا۔ ہم نہ وعدہ خلاف بنیں، نہ شکی، نہ فتنے میں پڑیں، نہ تیرے غضب کا شکار ہوں اور نہ ہی گمراہ ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا کے فتنوں سے محفوظ فرما اور اپنی مشیت و رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ میرے سب احوال درست فرما دے۔ دُنیا و آخرت میں کلمۂ شہادت پر استقامت عطا فرما۔ اگرچہ میں زیادتی کرنے والا ہوں لیکن مجھے گمراہی سے محفوظ رکھنا۔ تو پاک ہے، اے عظیم، اے باری، اے رحیم، اے عزیز، اے جبار۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح تمام آسمانوں کے ہر کونے میں بیان کی جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح سمندر اپنی موجوں سمیت بیان کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح پہاڑ اپنی گونج سے کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح مچھلیاں اپنی زبانوں سے کرتی ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح آسمانوں میں ستارے اپنے بُرجوں سے بیان کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ

ذات جس کی تسبیح درخت اپنے پھلوں اور جڑوں سے بیان کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح ساتوں زمین اور ساتوں آسمان اپنے اندر موجود اشیاء سے بیان کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح ہر مخلوق کرتی ہے۔ تو برکت والا ہے، بلند و بالا ہے۔ اے **اللہ عَزَّوَجَلَّ!** تو پاک ہے۔ اے زندہ! اے دوسروں کو قائم رکھنے والے! اے علم والے! اے بردبار! تو پاک ہے، تو ہی معبود ہے۔ تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تو ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ تو خود زندہ ہے تجھے کبھی موت نہ آئے گی۔ خیر صرف تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے۔ بے شک تو ہر چاہے پر قادر ہے۔

{...... آٹھ (8) روحانی علاج ......}

- ......هُوَاللّٰهُ الرَّحِيْم ۔ جو ہر نماز کے بعد 7 بار پڑھ لیا کرے گا، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ شیطان کے شر سے بچا رہے گا اور اُس کا ایمان پر خاتمہ ہوگا۔
- ......يَامَلِكُ۔ 90 بار جو غریب و نادار روزانہ پڑھا کرے، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ غربت سے نجات پا کر مالدار رہو۔
- ......يَاقُدُّوْسُ۔ کا جو کوئی دورانِ سفر ورد کرتا رہے، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ تھکن سے محفوظ رہے گا۔
- ......يَاعَزِيْزُ۔ 41 بار حاکم یا افسر وغیرہ کے پاس جانے سے قبل پڑھ لیجئے، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وہ حاکم یا افسر مہربان ہو جائے گا۔
- ......يَابَارِئُ۔ 10 بار جو کوئی ہر جُمُعَہ کو پڑھ لیا کرے، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اُس کو بیٹا عطا ہوگا۔
- ......يَافَتَّاحُ۔ 70 بار جو روزانہ پڑھا کرے گا، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مستجاب الدعوات ہوگا (یعنی ہر دعا قبول ہوا کرے گی)۔
- ......يَاحَكِيْمُ۔ 80 بار جو روزانہ پانچوں نمازوں کے بعد پڑھ لیا کرے، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کسی کا محتاج نہ ہوگا۔
- ......يَاجَلِيْلُ۔ 10 بار پڑھ کر جو اپنے مال و اَسباب اور رقم وغیرہ پر دم کر دے، اِنْ شَآءَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ چوری سے محفوظ رہے۔ **(ہر ورد کے اول و آخر ایک بار درود شریف پڑھ لیجئے)** (فیضان سنت، ج۱، ص ۱۶۸ تا ۱۷۰ ملتقطاً)

باب نمبر4: # قرآن وحدیث میں وارد نماز کے بعد کی دعائیں

طالبِ آخرت کے لئے مستحب ہے کہ صبح کے وقت اس کا پسندیدہ وظیفہ دُعا ہونی چاہیے، اس کا مزید بیان ”کتاب الاوراد“ میں آئے گا۔ تو اگر تم آخرت کی کھیتی اور دُعا میں حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کے خواہشمند ہو تو نماز کے بعد مانگی جانے والی دعاؤں کا آغاز ان کلمات سے کرو۔

نماز کے بعد مانگی جانے والی 27 دعائیں:

﴿۱﴾ ......سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی الْوَهَّابِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر. یعنی میرا پروردگار عَزَّوَجَلَّ پاک، بلند، اعلیٰ اور بہت عطا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی، تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱)

﴿۲﴾ ......یہ کلمات تین مرتبہ پڑھو: رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا. یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ (۲)

﴿۳﴾ ......اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَشَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْكِهٖ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! زمین وآسمان کو پیدا کرنے والے! ظاہر و باطن کا علم رکھنے والے! ہر شے کے پروردگار و مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ میں نفس وشیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (۳)

﴿۴﴾ ......اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ وَاَقِلْ عَثَرَاتِیْ

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، الحدیث:۵۹۴، ص۲۹۸، باختصارٍ۔
قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیۃ المختارۃ......الخ، ج۱، ص۱۹۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، الحدیث:۱۸۹۹۶، ج۷، ص۱۲۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث:۳۴۰۳، ج۵، ص۲۵۲۔

وَاحْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِی. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے دین ودنیا، اہل عیال اور اپنے مال میں عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما، مجھے خوف سے امن عطا فرما، میری خطائیں معاف فرما، دائیں بائیں، آگے پیچھے اور اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مجھے نیچے سے ہلاک کیا جائے۔ (۱)

﴿۵﴾......اَللّٰھُمَّ لَا تُؤْمِنِّیْ مَكْرَكَ وَلَا تُوَلِّنِیْ غَیْرَكَ وَلَا تَنْزِعْ عَنِّیْ سِتْرَكَ وَلَا تُنْسِنِیْ ذِكْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مِنَ الْغَافِلِیْن. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی خفیہ تدبیر سے غافل نہ کر، مجھے غیروں کے حوالے نہ کر، مجھ سے اپنا پردہ نہ چھین، مجھے اپنا ذکر نہ بھلا اور غافل لوگوں میں شامل نہ فرما۔ (۲)

﴿۶﴾......یہ دعا تین مرتبہ پڑھئے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِی فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِی فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْت. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور بقدرِ طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں اپنے کئے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری دی ہوئی نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں پس میرے گناہ بخش دے کہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔ (۳)

﴿۷﴾......یہ دعا بھی تین مرتبہ پڑھئے: اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ وَعَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ وَعَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْت. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے جسم اور میری سماعت و بصارت کو عافیت عطا فرما، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (۴)

﴿۸﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْھِكَ الْكَرِیْمِ وَشَوْقًا اِلٰی لِقَائِكَ مِنْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَافِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ وَّاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَظْلِمَ اَوْاُظْلَمَ اَوْاَعْتَدِیَ اَوْیُعْتَدٰی عَلَیَّ اَوْاَكْسِبَ خَطِیْئَةً اَوْذَنْبًا لَّاتَغْفِرُہٗ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے، موت کے بعد راحت بھری زندگی پانے، تیرے کرم والے چہرے

1......سنن ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب مایدعوبه الرجل......الخ، الحدیث:۳۸۷۱، ج۴، ص۲۸۵، بتغیرٍ۔

2......المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، الحدیث:۱۷۴، ص۱۰۰، دون "ولاتولنی غیرک"۔

قوت القلوب، الفصل الثالث عشر فیه کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۴۔

3......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، الحدیث:۶۳۰۶، ج۴، ص۱۹۰، دون "ثلاث مرات"۔

4......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذا......الخ، الحدیث:۵۰۹۰، ج۴، ص۴۱۹۔

کے دیدار کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور بغیر کسی تکلیف اور گمراہ کن فتنے کے تجھ سے شوقِ ملاقات کا سوال کرتا ہوں۔ ظالم ومظلوم بننے، زیادتی کرنے اور زیادتی کئے جانے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس گناہ یا خطا سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کو تو نہ بخشے۔ (1)

﴿9﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثُّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ فِی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا خَاشِعًا سَلِیْمًا وَّخُلُقًا مُّسْتَقِیْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے امورِ دینیہ پر ثابت قدمی اور ہدایت پر پختہ مزاجی کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے تیری نعمت کا شکر ادا کرنے اور احسن طریقے سے تیری عبادت بجالانے کا سوال کرتا ہوں۔ عاجزی وسلامتی والا دل، اچھے اخلاق، سچی زبان اور مقبول عمل کا سوالی ہوں۔ میں تجھ سے بھلائی کا سوال کرتا اور برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جنہیں تو جانتا ہے اور خطاؤں سے معافی کا طلبگار ہوں جنہیں تو جانتا ہے، بے شک تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو سب غیبوں کو خوب جانتا ہے۔ (2)

﴿10﴾......اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّعَلٰی کُلِّ غَیْبٍ شَھِیْد. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے اگلے پچھلے، علانیہ پوشیدہ گناہوں کو معاف فرما اور انہیں بھی بخش دے جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کہ آگے لانے والا اور پیچھے ہٹانے والا تو ہی ہے اور تو ہر چاہے پر قادر اور ہر پوشیدہ امر کو جانتا ہے۔ (3)

﴿11﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَّا یَنْفَدُ وَقُرَّۃَ عَیْنِ الْاَبَدِ وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی جَنَّۃِ الْخُلْد. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے اس ایمان کا طالب ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو اور اس نعمت کا جو ختم نہ ہو اور میں تجھ سے آنکھوں کی دائمی ٹھنڈک اور ہمیشہ رہنے والی جنت کے اعلیٰ درجے میں تیرے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ (4)

1......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث زید بن ثابت، الحدیث: ۲۱۷۲۲، ج۸، ص۱۵۶۔۱۵۷۔

2......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۴۱۸، ج۵، ص۲۵۹، بحذفٍ قلیلٍ۔

3......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب التعوذ من شرما......الخ، الحدیث: ۲۷۱۹، ص۱۴۵۷، دون قوله: وعلی کل غیب شهید۔

4......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰه بن مسعود، الحدیث: ۳۶۶۲، ج۲، ص۳۱، مفهومًا۔

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰه بن مسعود، الحدیث: ۳۷۹۷، ج۲، ص۲۰، دون قوله: وقرة عین الابد۔

﴿۱۲﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الطَّیِّبَاتِ وَفِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنَ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ کُلِّ عَمَلٍ یُقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَیَّ وَتَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے پاکی، نیک افعال، ترکِ گناہ اور محبتِ مساکین کا سوالی ہوں۔ میں تجھ سے تیری، تجھ سے محبت کرنے والوں کی اور تیری محبت کی طرف راغب کرنے والے اعمال کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔ میری التجا ہے کہ تو میری توبہ قبول فرما، مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور جب تو لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے کسی فتنے میں ڈالے بغیر وہاں سے اُٹھا لے۔ (۱)

﴿۱۳﴾ ......اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبِ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ مَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ، اَسْئَلُکَ خَشْیَتَکَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ وَکَلِمَۃَ الْعَدْلِ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدَ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَلَذَّۃَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْھِکَ وَ الشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ ضَرَّاءَ مُضِرَّۃٍ وَّفِتْنَۃٍ مُضِلَّۃٍ وَّاللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے علمِ غیب اور مخلوق پر قدرت کے صدقے مجھے زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو موت عطا فرما، میں تجھ سے جلوت وخلوت میں ڈرنے، خوشی وغمی میں دامن عدل تھامے رہنے، امیری وغریبی میں میانہ روی اختیار کرنے، تیری زیارت کا لطف پانے اور تیری ملاقات کا شوق رکھنے کا سوال کرتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تکلیف اور گمراہ کن فتنے سے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں زینتِ ایمان سے مزین کردے اور ہمیں ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والا بنا۔ (۲)

﴿۱۴﴾ ......اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اپنا خوف عطا فرما جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان رکاوٹ بن جائے، اپنی اطاعت نصیب فرما جو ہمیں تیری جنت میں پہنچا دے اور ہمیں یقین کی دولت عطا کر کہ پھر ہمیں دنیا وآخرت کے مصائب کی پرواہ نہ رہے۔ (۳)

﴿۱۵﴾ ......اَللّٰھُمَّ امْلَأْ وُجُوْھَنَا مِنْکَ حَیَاءً وَّقُلُوْبَنَا مِنْکَ فَرَقًا وَّاَسْکِنْ فِیْ نُفُوْسِنَا مِنْ عَظَمَتِکَ مَا تُذَلِّلُ بِہٖ جَوَارِحَنَا لِخِدْمَتِکَ وَاجْعَلْکَ اَللّٰھُمَّ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِمَّنْ سِوَاکَ وَاجْعَلْنَا اَخْشٰی لَکَ مِمَّنْ سِوَاکَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے چہروں کو حیا

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، الحدیث: ۳۲۴۴، ج۵، ص۱۵۹، باختصار۔
کتاب الدعاللطبرانی، ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعوبہ فی......الخ، الحدیث: ۱۴۱۲، ص۴۱۸، لم یذکر فیہ "الطیبات"۔

2 ......سنن النسائی، کتاب السھو، نوع آخر، الحدیث: ۱۳۰۲، ص۲۲۵۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۵۱۳، ج۵، ص۳۰۱۔

سے اور ہمارے دلوں کو اپنے خوف سے بھر دے۔ ہمارے اندر اپنی عظمت و جلالت اس قدر ڈال دے کہ ہمارے اعضاء تیرے فرمانبردار بن جائیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں غیروں کے بجائے سب سے زیادہ اپنی محبت و خوف عطا فرما۔

﴿۱۶﴾......اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ يَوْمِنَا هٰذَا صَلَاحًا وَّاَوْسَطَهٗ فَلَاحًا وَّاٰخِرَهٗ نَجَاحًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَهٗ رَحْمَةً وَّاَوْسَطَهٗ نِعْمَةً وَّاٰخِرَهٗ تَكْرِمَةً وَّمَغْفِرَةً. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے آج کے دن کا آغاز اصلاح، وسط کامرانی اور اختتام کامیابی کے ساتھ فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! آج کے دن کی ابتدا رحمت، درمیان نعمت اور آخر عزت و مغفرت کے ساتھ ہو۔ [1]

﴿۱۷﴾......اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ تَوَاضَعَ كُلُّ شَىْءٍ لِّعَظَمَتِهٖ وَذَلَّ كُلُّ شَىْءٍ لِّعِزَّتِهٖ وَخَضَعَ كُلُّ شَىْءٍ لِّمُلْكِهٖ وَاسْتَسْلَمَ كُلُّ شَىْءٍ لِّقُدْرَتِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ سَكَنَ كُلُّ شَىْءٍ لِّهَيْبَتِهٖ وَاَظْهَرَ كُلَّ شَىْءٍ بِحِكْمَتِهٖ وَتَصَاغَرَ كُلُّ شَىْءٍ لِّكِبْرِيَائِهٖ. یعنی سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس کی عظمت کے سامنے ہر چیز سرنگوں ہے، جس کی عزت کے آگے ہر شے سر جھکائے ہوئے ہے، جس کی سلطنت میں ہر چیز اس کے تابع ہے اور جس کی قدرت کے سامنے ہر ایک سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ سب خوبیاں اس خدا کو جس کے جلال کے باعث ہر شے ساکن ہے، جس نے ہر شے کو اپنی حکمت سے ظاہر فرمایا اور جس کی بڑائی کے سامنے ہر شے چھوٹی ہے۔ [2]

﴿۱۸﴾......اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ مُحَمَّدٍ وَّذُرِّيَّتِهٖ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! رحمت بھیج حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل، اولاد اور ازواج پر اور برکت دے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اور ان کی آل، اولاد و ازواج کو جس طرح تو نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی آل کو دونوں جہاں میں برکت دی، بے شک تو ہی سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔ [3]

﴿۱۹﴾......اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ رَسُوْلِكَ الْاَمِيْنِ وَاَعْطِهِ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ يَوْمَ الدِّيْنِ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! رحمت بھیج حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جو تیرے خاص بندے، نبی اور

---

1 ......الزهد لابن المبارك، الجزء الثامن، الحديث۱۰۸۵، ص۳۸۴، باختصارٍ۔

قوت القلوب، الفصل الخامس فى ذكر الادعية المختارة......الخ، ج۱، ص۲۵، مفهومًا۔

2 ......المعجم الكبير، الحديث۱۳۵۶۲، ج۱۲، ص۳۲۴، باختصارٍ۔

3 ......صحيح البخارى، كتاب احاديث الانبياء، الحديث۳۳۶۹، ج۲، ص۴۲۹، ملخصًا۔

رسول ہیں وہ تیرے امی نبی اور امانتدار رسول ہیں، تو انہیں اپنے وعدے کے مطابق روزِ قیامت مقامِ محمود عطا فرما۔ (۱)

﴿۲۰﴾ ......اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَوْلِيَائِكَ الْمُتَّقِيْنَ وَحِزْبِكَ الْمُفْلِحِيْنَ وَعِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَاسْتَعْمِلْنَا لِمَرْضَاتِكَ عَنَّا وَوَفِّقْنَا لِمُحَابِّكَ مِنَّا وَصَرِّفْنَا بِحُسْنِ اخْتِيَارِكَ لَنَا. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارا شمار اپنے پرہیزگار اولیا، کامیاب گروہ اور نیک بندوں میں فرما، ہمیں اپنی رضا کے کاموں میں لگا دے، اپنی محبت عطا کر اور اپنی پسند کی راہ پر چلا کر اپنی بارگاہ میں لوٹا۔ (۲)

﴿۲۱﴾ ......نَسْئَلُكَ جَوَامِعَ الْخَيْرِ وَفَوَاتِحَهٗ وَخَوَاتِمَهٗ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَوَامِعِ الشَّرِّ وَفَوَاتِحِهٖ وَخَوَاتِمِهٖ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تجھ سے تمام بھلائیوں کا بمع آغاز واختتام کے سوال کرتے ہیں اور تمام برائیوں سے بمع آغاز واختتام کے پناہ چاہتے ہیں۔ (۳)

﴿۲۲﴾ ......اَللّٰهُمَّ بِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ تُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَبِحِلْمِكَ عَنِّي اُعْفُ عَنِّي اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفَّارُ الْحَلِيْمُ وَبِعِلْمِكَ بِيْ اُرْفُقْ بِيْ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَبِمُلْكِكَ لِيْ مَلِّكْنِيْ نَفْسِيْ وَلَا تُسَلِّطْهَا عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ الْمَلِكُ الْجَبَّار. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر اپنی قدرت کے صدقے میری توبہ قبول فرما بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اپنے حلم کے طفیل مجھے معاف فرما بے شک تو بہت بخشنے والا حلم والا ہے۔ تو میری حالت سے باخبر ہے مجھ پر نرمی فرما بے شک تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ تو میرا مالک ہے مجھے نفس پر غالب کر نفس کو مجھ پر غلبہ نہ دے، بے شک تو ہی عظمت والا بادشاہ ہے۔ (۴)

﴿۲۳﴾ ......سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ رَبِّيْ وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو پاک ہے، سب خوبیاں تیرے لئے، سوا تیرے کوئی معبود نہیں، میں نے گناہ کئے اور اپنی جان پر ظلم کیا پس تو میرے گناہ معاف فرما، بے شک تو ہی میرا پروردگار ہے اور گناہوں کو بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔ (۵)

﴿۲۴﴾ ......اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَقِنِيْ شَرَّ نَفْسِي. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دل میں بھلائی کی بات ڈال دے اور مجھے نفس کے شر سے محفوظ فرما۔ (۶)

﴿۲۵﴾ ......اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حَلَالًا لَّا تُعَاقِبُنِي عَلَيْهِ وَقَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَاسْتَعْمِلْنِيْ بِهٖ صَالِحًا تَقَبَّلْهُ مِنِّي. یعنی اے اللہ

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲٦۔

2 ......المرجع السابق، مفهومًا۔ 3 ......المرجع السابق ۔ 4 ......المرجع السابق ۔ 5 ......المرجع السابق ۔

6 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۴۹۴، ج۵، ص۲۹۴، "وقنی" بدله "واعذنی"۔

قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲٦۔

عَزَّوَجَلَّ! مجھے رزقِ حلال عطا فرما اور اس کا حساب نہ لے اور جو تو نے مجھے رزق دیا اس پر قناعت کی توفیق عطا فرما اور اس کے ذریعے مجھے نیک کاموں میں لگا اور پھر انہیں قبول فرما۔ (۱)

﴿۲۶﴾ ......اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَحُسْنَ الْيَقِيْنِ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. یعنی (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) میں تجھ سے درگزر، عافیت، حسنِ یقین اور دنیا وآخرت میں معافی کا سوالی ہوں۔ (۲)

﴿۲۷﴾ ......يَا مَنْ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ هَبْ لِيْ مَا لَا يَضُرُّكَ وَاَعْطِنِيْ مَا لَا يَنْقُصُكَ. یعنی اے وہ ذات جسے گناہ کوئی تکلیف دے سکے نہ مغفرت کوئی نقصان! مجھے وہ عطا فرما جو تیرے لئے مضر نہیں اور وہ بھی عطا فرما جس میں تیرا کوئی نقصان نہیں۔ (۳)

نماز کے بعد مانگی جانے والی 12 قرآنی دعائیں:

﴿۱﴾ ......رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ (پ۹، الاعراف:۱۲۶)۔ یعنی اے رب ہمارے! ہم پر صبر اُنڈیل دے اور ہمیں مُسلمان اٹھا۔

﴿۲﴾ ......اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ (پ۱۳، یوسف:۱۰۱)۔ یعنی تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے مِلا جو تیرے قربِ خاص کے لائق ہیں۔

﴿۳﴾ ......اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ (پ۹، الاعراف:۱۵۵)۔ یعنی (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر (رحم وکرم) کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے، اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں، بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے۔

﴿۴﴾ ......رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ (پ۲۸، الممتحنۃ:۴)۔ یعنی اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

﴿۵﴾ ......رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ (پ۱۱، یونس:۸۵)۔ یعنی الٰہی! ہم کو ظالم لوگوں کے لئے آزمائش نہ بنا۔

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲۶۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲۶۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲۷۔

﴿۶﴾ ...... رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (پ۲۸، الممتحنۃ:۵)

یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے۔ اے ہمارے ربّ! بیشک تو ہی عزّت وحکمت والا ہے۔

﴿۷﴾ ...... رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾

(پ۴، اٰل عمرٰن:۱۴۷) یعنی اے ہمارے ربّ! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جمادے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔

﴿۸﴾ ...... رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰﴾ (پ۲۸، الحشر:۱۰)۔ یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ربّ ہمارے! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

﴿۹﴾ ...... رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ (پ۱۵، الکھف:۱۰)۔ یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی (راہ پانے) کے سامان کر۔

﴿۱۰﴾ ...... رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (پ۲، البقرۃ:۲۰۱)۔ یعنی اے ربّ ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔

﴿۱۱﴾ ...... رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ۚ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

(پ۴، اٰل عمرٰن:۱۹۳، ۱۹۴)۔ یعنی اے ربّ ہمارے! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے ربّ ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے ربّ ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

﴿۱۲﴾ ...... رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾ (پ۳، البقرۃ:۲۸۶)۔ یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں، اے ربّ ہمارے! اور ہم پر بھاری

بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، اے ربّ ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر مہر (رحم) کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

20 مسنون دعائیں اور مختلف اِستِعاذے:

﴿۱﴾......رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا وَّاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَات. یعنی اے میرے ربّ! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور تمام زندہ و فوت شدہ مسلمان مردوں اور عورتوں اور ایمان والے اور ایمان والیوں کی مغفرت فرما۔ (۱)

﴿۲﴾......رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْن. یعنی اے میرے ربّ! مغفرت فرما اور رحم فرما اور جن خطاؤں کو تو جانتا ہے معاف فرما اور تو سب سے زیادہ عزّت والا، کرم والا، سب سے بڑھ کر رحم والا اور سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ (۲)

﴿۳﴾......اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. یعنی ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے، بدی سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت صرف بلندی و عظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے اور ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اور خوب کثرت کے ساتھ اللہ ربُّ الانام کی رحمت و سلامتی ہوں آخری نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر، آپ کی آل و اصحاب پر۔

﴿۴﴾......اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْر. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں بخل، بزدلی، ایسی لمبی عمر جس میں دانائی جاتی رہے، دنیا کے فتنے اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (۳)

﴿۵﴾......اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ طَمَعٍ یَّهْدِیْ اِلٰی طَبَعٍ وَّمِنْ طَمَعٍ فِیْ غَیْرِ مَطْمَعٍ وَمِنْ طَمَعٍ حَیْثُ لَامَطْمَع. یعنی اے اللہ

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲۷ مفهومًا۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الخامس فی ذکر الادعیة المختارة......الخ، ج۱، ص۲۷۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من البخل، الحدیث: ۶۳۷۰، ج۴، ص۲۰۹۔

عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسی خواہش سے جو عیب دار بنا دے اور بے مقصد خواہش اور بے فائدہ چیز کی خواہش سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (۱)

﴿۶﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَدُعَاءٍ لَّا یُسْمَعُ وَنَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّہٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَمِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّھَا بِئْسَتِ الْبِطَانَۃُ وَمِنَ الْکَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ وَمِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے دل سے جو عاجزی نہ کرے، ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں بھوک سے (جو عبادت سے روکے) کیونکہ اس کا ساتھ بہت برا ہے اور خیانت سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ یہ بہت برا ہم نشین ہے اور سستی، بخل، بزدلی، بڑھاپے اور ایسی لمبی عمر سے تیری پنا چاہتا ہوں جس میں دانائی جاتی رہے اور دجال، عذابِ قبر اور موت وحیات کے فتنوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

﴿۷﴾......اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ قُلُوْبًا اَوَّاھَۃً مُّخْبِتَۃً مُّنِیْبَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تجھ سے ایسے دل کا سوال کرتے ہیں جو نرم، عاجزی والا اور تیری بارگاہ میں رجوع کرنے والا ہو۔

﴿۸﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَمُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَّالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیری بخشش کے اعمال، تیری رحمت کے اسباب، ہر گناہ سے حفاظت، ہر نیکی میں غنیمت، جنت کے ساتھ کامیابی اور جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔ (۲)

﴿۹﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْغَمِّ وَالْغَرَقِ وَالْھَدَمِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَّاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ طَلَبِ الدُّنْیَا. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں گر کر مرنے، غمگین ہونے، ڈوبنے اور عمارت گرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور موت کے وقت تیرے راستے سے پھرنے اور دنیا کی طلب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (۳)

---

(۱)......المسندللامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، الحدیث: ۲۲۰۸۲، ج۸، ص۲۳۷، بلفظ"استعیذوا باللّٰہ"۔

(۲)......المستدرک، کتاب العلم، التعوذ من علم لاینفع، الحدیث: ۳۶۲، ج۱، ص۳۰۰، مختصرًا۔

(۳)......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، الحدیث: ۱۵۵۲، ج۲، ص۱۳۲، دون قولہ:واعوذبک ان اموت فی تطلب الدنیا۔

﴿۱۰﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَلِمْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْلَم. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو برائی میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا (سب سے) تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (۱)

﴿۱۱﴾ ......اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَدْوَاءِ وَالْاَھْوَاء. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے برے اخلاق، برے اعمال، امراض اور بری خواہشات سے محفوظ فرما۔ (۲)

﴿۱۲﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاِعْدَاء. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں سخت آزمائش، نامرادی، برے فیصلے اور دشمنوں کے مجھ پر ہنسنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (۳)

﴿۱۳﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّال. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کفر، قرض اور محتاجی سے اور عذابِ نار اور فتنۂ دجال سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (۴)

﴿۱۴﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَشَرِّ لِسَانِیْ وَقَلْبِیْ وَشَرِّ مَنِیِّی. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ لیتا ہوں کان، آنکھ اور دل وزبان کے شر اور شرمگاہ کے شر سے۔ (۵)

﴿۱۵﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَۃِ فَاِنَّ جَارَ الْبَادِیَۃِ یَتَحَوَّلُ. یعنی الٰہی! میں بستی کے برے پڑوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ جنگل کا پڑوسی تو بدلتا رہتا ہے۔ (۶)

﴿۱۶﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْقَسْوَۃِ وَالْغَفْلَۃِ وَالْعَیْلَۃِ وَالذِّلَّۃِ وَالْمَسْکَنَۃِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَالْفُسُوْقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَضِیْقِ الْاَرْزَاقِ وَالسُّمْعَۃِ وَالرِّیَاءِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الصَّمَمِ وَالْبَکَمِ وَالْعَمٰی وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَالْبَرَصِ وَسَیِّیءِ الْاَسْقَام. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سخت دلی، غفلت، ہاتھ کی تنگی، رسوائی اور مسکینی سے۔ الٰہی! میں کفر، محتاجی، نافرمانی، عداوت، منافقت، برے اخلاق، رزق کی تنگی، شہرت اور ریاکاری سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر......الخ، باب التعوذ من شرماعمل......الخ، الحدیث:۲۷۱۶، ص۱۴۵۶، بتغیرٍ۔

2 ......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، باب التعوذ من الهدم والتردی، الحدیث:۱۹۹۴، ج۲، ص۲۲۱، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب فی التعوذ من سوء......الخ، الحدیث:۲۷۰۷، ص۱۴۵۲، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

4 ......سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، الحدیث:۵۴۷۲۔۵۴۷۳۔۵۵۱۵، ص۸۶۷، ۸۷۳۔

5 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، الحدیث:۱۵۵۱، ج۲، ص۱۳۲۔

6 ......سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، الاستعاذۃ من جارالسوء، الحدیث:۵۵۱۲، ص۸۷۳۔

میں تیری پناہ مانگتا ہوں اندھا، بہرا، گونگا ہونے اور پاگل پن، کوڑھ، برص اور بری بیماریوں میں مبتلا ہونے سے۔ (۱)

﴿۱۷﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَمِنْ تَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ وَمِنْ فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَمِنْ جَمِیْعِ سَخَطِكَ. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تیری نعمتوں کے زوال، تیری عافیت کے پھر جانے، ناگہانی آفات اور تیری ہر قسم کی ناراضی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (۲)

﴿۱۸﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں عذابِ جہنم، فتنۂ جہنم، عذابِ قبر، فتنۂ قبر سے اور امیری وغریبی کے فتنے کے شر اور فتنۂ مسیح دجال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قرض اور گناہ سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (۳)

﴿۱۹﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَقَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَصَلَاةٍ لَّا تَنْفَعُ وَدَعْوَةٍ لَّا تُسْتَجَابُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْغَمِّ وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، ایسے دل سے جو عاجزی نہ کرے، ایسی نماز سے جو نفع نہ دے، ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم اور سینے کے فتنوں کے شر سے۔ (۴)

﴿۲۰﴾ ......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قرض سے، دشمنوں کے غلبہ اور ان کے مجھ پر ہنسنے سے۔ (۵)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور تمام جہانوں کے ہر برگزیدہ بندے پر۔ (اٰمین)

❶......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، التعوذ من الجبن وغیرہ، الحدیث: ۱۹۸۷، ج۲، ص۲۱۹۔

❷......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب اکثراھل الجنة الفقراء......الخ، الحدیث: ۲۷۳۹، ص۱۴۶۵۔

❸......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام، الحدیث: ۸۳۲، ج۱، ص۲۹۱، ملخصًا۔

❹......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب التعوذ من شرما......الخ، الحدیث: ۲۷۲۲، ص۱۴۵۷، مختصرًا۔

❺......سنن النسائی، کتاب الاستعاذة، الاستعاذة من غلبة الدین، الحدیث: ۵۴۸۵، ص۸۶۹۔

باب نمبر5: مختلف مسنون دعائیں

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جب تم صبح کی اذان سنو تو تمہارے لئے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور بیت الخلا میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت اور وضو کی دعائیں ہم نے ''کتاب الطہارت'' میں بیان کر دی ہیں۔

مسجد کی طرف جاتے وقت کی دعا:

﴿۱﴾......اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا، اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دل و زبان کو پرنور کر دے، اور میری سماعت و بصارت نورانی بنا دے اور میرے آگے پیچھے اور اوپر نور کر دے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے نور عطا فرما۔ (۱)

﴿۲﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْكَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَّلَا بَطَرًا وَلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَةً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! سوال کرنے والوں اور تیری راہ میں چلنے والوں کے حق کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں۔ میرا یوں تیرے گھر طرف نکلنا غرور، تکبر، دکھاوے اور شہرت پانے کے لئے نہیں بلکہ تیری ناراضی سے بچنے اور تیری رضا حاصل کرنے کے لئے ہے۔ (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے نارِ جہنم سے بچا لے اور میرے گناہ معاف فرما، بے شک تو ہی گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ (۲)

گھر سے نکلتے وقت کی دعا:

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ التُّکْلَانُ عَلَی اللّٰہِ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے یا میں کسی دینی معاملے میں کوتاہی کروں یا مجھ سے کرائی جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا، بدی سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی توفیق بلند و بزرگ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے،

1......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبه باللیل، الحدیث:۶۳۱۶، ج۴، ص۱۹۳، مفهومًا۔

2......سنن ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلاة، الحدیث:۷۷۸، ج۱، ص۴۲۹، "تنقذنی" بدله "تعیذنی"۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع بھروسا کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر۔ (۱)

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ جَمِیْعَ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! رحمت وسلامتی بھیج حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل پر۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے تمام گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ (۲)

جب مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو پہلے یہ دعا پڑھیں پھر دایاں پاؤں اندر رکھیں۔

اگر مسجد میں کسی کو خرید وفروخت کرتے دیکھو تو یہ دعا پڑھو: لَا اَرْبَحَ اللّٰہُ تِجَارَتَكَ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے تجارت میں نفع نہ دے۔ (۳)

جب مسجد میں کسی کو گمشدہ چیز کا اعلان کرتے دیکھو تو یہ دعا پڑھو، جس کا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم ارشاد فرمایا ہے: لَا رَدَّھَا اللّٰہُ اِلَیْكَ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے وہ چیز واپس نہ لوٹائے۔ (۴)

رُکوع کی دعا:

(نوافل کے) رکوع میں یہ دعا پڑھئے: اَللّٰھُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَلَكَ خَشَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ اَنْتَ رَبِّیْ خَشَعَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ قَدَمِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرا رکوع اور میری عاجزی تیرے لئے ہے، میں تجھ ہی پر ایمان لایا اور خود کو تیرے سپرد کیا، تجھ ہی پر بھروسا کیا، تو ہی میرا ربّ ہے۔ میری سماعت وبصارت اور میری ہڈیاں، مغز اور پٹھے اور میرے پاؤں پر لدا بوجھ تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے عاجز ہے۔ (۵)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذاخرج من بیته، الحدیث: ۵۰۹۴، ج۴، ص۴۲۰۔

سنن ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب مایدعوبه الرجل اذاخرج من بیته، الحدیث: ۳۸۸۵، ج۴، ص۲۹۲، مختصرًا۔

2 ......سنن الترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء مایقول عنددخول المسجد، الحدیث: ۳۱۴، ج۱، ص۳۳۹، مختصرًا۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب النهی عن البیع فی المسجد، الحدیث: ۱۳۲۵، ج۳، ص۵۹۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهی عن نشد......الخ، الحدیث: ۵۶۸، ص۲۸۴۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها......الخ، باب الدعاء فی صلاة......الخ، الحدیث: ۷۷۱، ص۳۹۰، باختصارٍ۔

اگر چاہے تو تین مرتبہ ''سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ یعنی پاک ہے میرا رب عظمت والا'' کہے۔[1] یا کہے ''سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ یعنی فرشتوں اور روح الامین کا پروردگار پاک اور مقدّس ہے۔'' [2]

رکوع سے اٹھتے وقت کی دعا:

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَھْلِ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ لَّا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجِدِّ مِنْکَ الْجِدُّ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی سن لی جس نے اس کی حمد کی، اے ہمارے ربّ! تو اس تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان وزمین بھر جائیں اور تیری حمد وبزرگی بیان کرنے والوں کے بعد جو تو چاہے وہ بھی بھر جائے۔ تو ہی اس کا حقدار ہے جو تیرے بندے نے کہا۔ ہم سب تیرے بندے ہیں، جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روکے اسے کوئی دے نہیں سکتا، تیرے مقابل غنی کو غنا نفع نہیں پہنچاتی۔ [3]

سجدے میں جاتے وقت کی دُعا:

اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ وَاٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ وَھٰذَا مَا جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے تیرے ہی لئے سجدہ کیا، تجھ ہی پر ایمان لایا اور خود کو تیرے سپرد کیا۔ میرا چہرہ اس ذات کے لئے جھکا ہے جس نے اسے پیدا کیا اور اس کے کان اور آنکھیں بنائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑی برکت والا سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ میرا وجود وخیال تیرے حضور سربسجود ہے، میرا دل تجھ پر ایمان لایا، تو نے مجھے نعمتیں عطا کیں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنی خطاؤں کا بھی اعتراف کرتا ہوں، یہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے کہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں۔ [4]

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب مقدار الرکوع والسجود، الحدیث: ۸۸۶، ج ۱، ص ۳۳۶۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود، الحدیث: ۴۸۷، ص ۲۵۲۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب مایقول اذا رفع راسه من الرکوع، الحدیث: ۴۷۶۔۴۷۷، ص ۲۴۷۔۲۴۸۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی صلاة اللیل وقیامه، الحدیث: ۷۷۱، ص ۳۹۰۔۳۹۱، مختصرًا۔
المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، الدعاء الجامع......الخ، الحدیث: ۲۰۰۶، ج ۲، ص ۲۲۴، مختصرًا۔

یا تین مرتبہ یہ کہے: ''سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی. یعنی پاک ہے میرا پروردگار بلندی والا۔'' (۱)

نماز کے بعد کی دُعا:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور تجھی سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ تو بڑی برکت والا ہے اے عظمت و بزرگی والے! (۲) نماز کے بعد مانگی جانے والی دعا میں یہ دعا بھی مانگ لیا کریں۔

مجلس سے اٹھتے وقت کی دعا:

سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ عَمِلْتُ سُوْءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری ذات پاک اور لائقِ حمد ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں میں نے گناہ کئے اور اپنی جان پر ظلم کیا، پس تو میری مغفرت فرما کہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں۔ (۳)

جب تم مجلس برخاست کرو اور اس میں ہونے والی لغویات کا کفارہ چاہو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ہے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ زندہ ہے اس کو ہرگز موت نہ آئے گی، تمام بھلائی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ ہر چاہے پر قادر ہے۔ (۴)

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ وَخَیْرَمَافِیْھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْصَفْقَۃً خَاسِرَۃ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے اس بازار اور

1 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مقدار الرکوع والسجود، الحدیث: ۸۸۶، ج ۱، ص ۳۳۶۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ......الخ، الحدیث: ۵۹۱، ص ۲۹۷۔

3 ......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، باب دعاء کفارۃ المجالس، الحدیث: ۲۰۱۵، ج ۲، ص ۲۲۹۔

4 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذادخل السوق، الحدیث: ۳۴۳۹، ج ۵، ص ۲۷۱۔

جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بازار اور جو کچھ اس میں موجود ہے اس کے شر سے۔ الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں جھوٹی قسم کھاؤں یا گھاٹے کا سودا کروں۔ (۱)

ادائیگیٔ قرض کی دعا:

اگر مقروض ہیں تو یہ دعا پڑھئے: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے حلال رزق عطا فرما حرام سے بچا اور اپنے فضل و کرم سے اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کر۔ (۲)

نیا لباس پہنتے وقت کی دُعا:

اَللّٰھُمَّ کَسَوْتَنِیْ ھٰذَا الثَّوْبَ فَلَكَ الْحَمْدُ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِہٖ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا۔ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی بُرائی اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی برائی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ (۳)

جب کوئی شگون (۴) دل میں کھٹکے تو یہ دُعا پڑھئے:

اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یُذْھِبُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ تو ہی بھلائیاں عطا فرماتا اور برائیاں دُور کرتا ہے اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی مدد سے ہے۔ (۵)

---

1 ......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، باب دعاء دخول السوق، الحدیث۲۰۲۲، ج۲، ص۲۳۲۔

2 ......سنن الترمذی، احادیث شتی، الحدیث۳۵۷۴، ج۵، ص۳۲۹۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب مایقول اذالبس ثوباجد یدا، الحدیث۴۰۲۰، ج۴، ص۵۹۔

4 ......ایک حدیث پاک جس میں شگون کا ذکر کیا گیا اس کے تحت مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج6، ص266 پر فرماتے ہیں: فال سے مراد نیک فال ہے جو اچھی بات ہے اچھا نام سننے سے لی جائے۔ یعنی یہ جائز ہے لیکن کوئی شخص کسی کام کو جاتے وقت ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے جس سے بدشگونی لی جائے تو وہ محض اس وجہ سے اپنے کام سے واپس نہ ہو۔ اللہ تو کل کرے اور کام کو جائے۔ اس کے بارے میں مزید صفحہ 255 پر فرماتے ہیں: ”نیک فال لینا سنت ہے اس میں اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور بدفالی لینا ممنوع کہ اس میں رب سے ناامیدی ہے۔ امید اچھی ہے ناامیدی بری۔ ہمیشہ رب سے امید رکھو۔“

5 ......شعب الایمان للبیہقی، باب التوکل والتسلیم، الحدیث۱۱۶۲، ج۲، ص۶۲۔

نیا چاند دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا:

﴿1﴾......اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالْبِرِّ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَالْحِفْظِ عَمَّنْ تَسْخَطُ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے ہم پر امن، ایمان، نیکی، سلامتی، اسلام اور اس چیز کی توفیق کا چاند بنا کر چمکا جسے تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہے اور اس چیز سے حفاظت کا چاند بنا کر چمکا جس سے تو ناراض ہوتا ہے۔ (اے چاند!) میرا اور تیرا پروردگار اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ (1)

﴿2﴾......چاند دیکھ کر تین دفعہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہئے اور پھر یہ دُعا پڑھئے: ھِلَالُ رُشْدٍ وَخَیْرٍ اٰمَنْتُ بِخَالِقِکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الشَّھْرِ وَخَیْرَ الْقَدْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ یَوْمِ الْحَشْرِ. یعنی ہدایت اور بھلائی کا چاند ہو میں اس پر ایمان لایا جو تیرا خالق ہے۔ (2) اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے اس مہینے کی بھلائی اور اچھی تقدیر کا سوال کرتا ہوں اور روزِ محشر کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (3)

آندھی کے وقت کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَمِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ. یعنی الٰہی! میں تجھ سے اس آندھی کی اور جو کچھ اس میں ہے اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو اس میں ہے اور اس کے شر سے جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی۔ (4)

کسی کے انتقال کی خبر سن کر پڑھی جانے والی دعا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اکْتُبْہُ فِی الْمُحْسِنِیْنَ وَاجْعَلْ کِتَابَہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ عَلٰی عَقْبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ وَاغْفِرْلَنَاوَلَہٗ. یعنی بے شک ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے اور بے شک ہم اپنے ربّ کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کا نام نکوکاروں میں لکھ دے اور اس کا نامۂ

1......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول عندرؤیۃ الھلال، الحدیث:۳۴۶۲، ج۵، ص۲۸۱، مختصرًا۔
المعجم الکبیر، الحدیث:۱۳۳۳، ج۱۲، ص۲۷۳، مختصرًا۔

2......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذارای الھلال، الحدیث:۵۰۹۲، ج۴، ص۴۲۰، بتغیرٍ۔

3......المسندللامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، الحدیث:۲۲۸۵۵، ج۸، ص۴۲۴، بتغیرٍ۔

4......سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی النھی عن سب الریاح، الحدیث:۲۲۵۹، ج۴، ص۱۱۱، بتغیرٍ۔

اعمال علیین میں کر دے اور اس کے پیچھے رہ جانے والوں کی حفاظت ونگہبانی فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد آزمائش میں مبتلا نہ کر اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ (1)

صدقہ دیتے وقت کی دعا:

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۷)۔ یعنی اے رب ہمارے! ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

کوئی نقصان ہو جائے تو یہ دعا پڑھئے:

عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَـنَا خَيۡرًا مِّنۡهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (پ ۲۹، القلم: ۳۲)۔ یعنی امید ہے کہ ہمیں ہمارا ربّ اس سے بہتر بدل دے، ہم اپنے ربّ کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

جائز کام شروع کرتے وقت کی دعا:

﴿۱﴾...... رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَـنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ (پ ۱۵، الکھف: ۱۰)۔ یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی (راہ پانے) کے سامان کر۔

﴿۲﴾...... رَبِّ اشۡرَحۡ لِىۡ صَدۡرِىۡ ۙ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرۡ لِىۡۤ اَمۡرِىۡ ۙ﴿۲۶﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ: ۲۶،۲۵)۔ یعنی اے میرے ربّ! میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام آسان کر۔

آسمان کی طرف دیکھتے وقت کی دعا:

﴿۱﴾...... رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ (پ ۴، ال عمرٰن: ۱۹۱)۔ یعنی اے ہمارے ربّ! تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿۲﴾...... تَبٰرَكَ الَّذِىۡ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّجَعَلَ فِيۡهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيۡرًا ﴿۶۱﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۱)۔ یعنی بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔

(1)...... کنز العمال، کتاب الموت، الحدیث: ۴۲۲۱۱، ج۱۵، ص۲۴۳۔

بادل کے گرجنے پر پڑھی جانے والی دعا:

سُبْحٰنَ مَنْ یُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلَائِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ. یعنی پاک ہے وہ ذات گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے۔ (1)

جب آسمانی بجلی چمکے تو یہ دعا پڑھئے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِك. یعنی الٰہی عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اپنے غضب سے غارت نہ کر اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اس سے پہلے معاف فرما۔ (2)

بارش کے وقت کی دعا:

﴿1﴾......اَللّٰھُمَّ سُقْیًا ھَنِیْئًا وَّصَیِّبًا نَّافِعًا. یعنی اے ہمارے ربّ! ایسی بارش ہو جو سیراب کرنے والی، بابرکت اور بہت مفید ہو۔ (3)

﴿2﴾......اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ صَیِّبَ رَحْمَۃٍ وَّلَا تَجْعَلْہُ صَیِّبَ عَذَاب. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس بارش کو باعثِ رحمت بنا، عذاب کا باعث نہ بنا۔ (4)

جب کسی پر غصّہ آجائے تو یہ دعا پڑھئے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میرے گناہ معاف فرما، میرے دل کے غصے کو دور فرما اور مجھے شیطان مردود سے محفوظ رکھ۔ (5)

کسی قوم سے خطرے کے وقت کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِم. یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہم ان کے مقابل تجھے کرتے ہیں اور ان

1......الموطا للامام مالک، کتاب الکلام، باب القول اذاسمعت الرعد، الحدیث: ١٩١٢، ج٢، ص٤٧٠۔

2......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذاسمع الرعد، الحدیث: ٣٤٦١، ج٥، ص٢٨١۔

3......صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب مایقال اذاامطرت، الحدیث: ١٠٣٢، ج١، ص٣٥٣، مختصرًا۔

مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب فی الریاح، الحدیث: ١٥٢٠، ج١، ص٢٩٢، مختصرًا۔

4......السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذاکشفہ اللّٰہ، الحدیث: ١٠٧٥٢، ج٦، ص٢٢٧۔

5......المسندللامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی، الحدیث: ٢٦٦٣٥، ج١٠، ص٩٣۔

کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ (۱)

کفار سے جہاد کے وقت کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ وَبِکَ اُقَاتِلُ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو مجھے قوت دینے والا اور مددگار رہے، تیرے ہی بھروسے میں جہاد کرتا ہوں۔ (۲)

کان بجتے ہوں تو......!

جب کان بجتے ہوں تو درودِ پاک پڑھ کر یہ کلمات پڑھے: ''ذَکَرَ اللّٰہُ مَنْ ذَکَرَنِیْ بِخَیْر''. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا چرچا فرمائے جو مجھے بھلائی کے ساتھ یاد کرے۔

دعا کی قبولیت پر یہ دعا پڑھئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ وَجَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات. یعنی سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس کی عزت و بزرگی کے صدقے نیکیاں مکمل ہوتی ہیں۔ (۳)

اور دعا میں تاخیر محسوس ہو تو کہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے ہر حال میں۔'' (۴)

اذانِ مغرب کے وقت کی دعا:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَاِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ وَحُضُوْرُ صَلَوَاتِکَ اَسْئَلُکَ اَنْ تَغْفِرَلِی. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ وقت تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے کا ہے، یہ تیری طرف بلانے والوں کی صدائیں ہیں اور تیری نمازوں کے لئے حاضر ہونے کا وقت ہے، (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) میں تجھ سے اپنی مغفرت کا سوالی ہوں۔ (۵)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب مایقول الرجل اذاخاف قوماً، الحدیث: ۱۵۳۷، ج۲، ص۱۲۷۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب مایدعی عندالقاء، الحدیث: ۲۶۳۲، ج۳، ص۵۹۔

3 ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۹۵۸، ج۱، ص۳۲۲، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

4 ......کنزالعمال، کتاب الاذکار، الباب الثامن فی الدعاء، الحدیث: ۳۱۷۰۹، ج۲، ص۳۳، دون قوله:بعزته وجلاله۔

5 ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب مایقول عنداذان المغرب، الحدیث: ۵۳۰، ج۱، ص۲۲۳، دون قوله:وحضور صلواتک اسالک۔

کوئی غم پہنچے تو یہ دعا پڑھئے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ غَمِّیْ وَذَهَابَ حُزْنِیْ وَهَمِّیْ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے دست قدرت میں ہے۔ تیرا حکم جاری رہنے والا تیرا فیصلہ عین انصاف ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کی برکت سے جو تو نے اپنا رکھا یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں اتارا یا جو نام اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا جو نام اپنے پاس پردۂ غیب میں پوشیدہ رکھا یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کی دوا اور میرے رنج والم کو دُور کرنے والا بنا دے۔ (۱)

غمگسارِ امت، شفیعِ روزِ قیامت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عافیت نشان ہے: ”جو غمگین اس دعا کو پڑھ لے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے غم کو فرحت میں بدل دے گا۔“ عرض کی گئی: ”یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا ہم یہ دعا سیکھ نہ لیں؟“ فرمایا: ”کیوں نہیں! جو یہ دعا سنے اسے چاہئے کہ اسے یاد بھی کرلے۔“ (۲)

جسم میں درد ہو تو یہ دعا پڑھئے:

اگر تمہیں یا کسی اور کو جسم میں درد ہو تو شفیعِ امم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دم سے اس کا علاج کرو کہ جب کسی کو پھوڑا یا زخم وغیرہ ہوتا تو رسولِ ذی وقار، شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھتے پھر اٹھا کر یہ کلمات پڑھتے: ”بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا“. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے دم کے سبب ہمارے بیمار کو ہمارے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے شفا دیتی ہے۔ (۳)

جب جسم میں درد ہو تو درد والی جگہ پر انگلی رکھ کر تین مرتبہ ”بِسْمِ اللّٰه“ اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھئے: ”اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ“. یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عزت وقدرت سے اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو میں پاتا ہوں

1. ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰه بن مسعود، الحدیث: ۳۷۱۲، ج۲، ص ۴۱۔
2. ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰه بن مسعود، الحدیث: ۳۷۱۲، ج۲، ص ۴۲۔
3. ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین......الخ، الحدیث: ۲۱۹۴، ص ۱۲۰۶۔

اور جس سے میں ڈرتا ہوں۔ (۱)

مصیبت کے وقت کی دعا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ یعنی بلند اور بردبار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بڑے عرش کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ساتوں آسمانوں اور عزت والے عرش کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ (۲)

سوتے وقت کے اوراد اور دعائیں:

جب سونے کا ارادہ ہو تو باوضو اور قبلہ رو ہو کر سیدھی کروٹ لیٹئے اور پھر 34 مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَر، 33 مرتبہ سُبْحٰنَ اللّٰه 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه پڑھئے اور یوں دعا کیجئے:

﴿۱﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَبْلُغَ ثَنَاءً عَلَیْكَ وَلَوْ حَرَصْتُ وَلٰكِنْ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِك. یعنی الٰہی! میں تیری رضا کی تیری ناراضی سے، تیرے عفو ودرگزر کی تیری سزا سے اور تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! اگر میں چاہوں تب بھی تیری ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتا بس تیری ذات کے لائق تو وہ تعریف ہے جو تو نے خود اپنی فرمائی۔ (۳)

﴿۲﴾......اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَحْیَا وَاَمُوْتُ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا اور جیتا (سوتا اور جاگتا) ہوں۔ (۴)

﴿۳﴾......اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیْكَهٗ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی وَمُنْزِلَ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ.

1......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یده علی موضع الالم مع الدعاء، الحدیث: ۲۲۰۲، ص۱۲۰۹۔

2......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب دعاء الکرب، الحدیث: ۲۷۳۰، ص۱۴۶۱۔

3......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب التسبیح اول النهار......الخ، الحدیث: ۲۷۲۶، ص۱۴۶۰، بتغیرٍ۔
السنن الکبری للنسائی، کتاب الوتر، مایقول فی آخر وتره، الحدیث: ۱۴۴۴، ج۱، ص۴۵۲، مختصرًا۔

4......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب مایقول عندالنوم......الخ، الحدیث: ۲۷۱۱، ص۱۴۵۴۔

یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے زمین وآسمان اور ہر چیز کے پروردگار و مالک! دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے! تورات، انجیل اور قرآنِ مجید کو نازل کرنے والے! میں تجھ سے ہر شریر کے شر اور ہر جانور کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کی چوٹی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تو اوّل ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ تو ظاہر ہے تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں۔ تو باطن ہے تجھ سے دور کوئی چیز نہیں۔ مجھ سے قرض دور کر اور محتاجی سے نجات عطا فرما۔ (۱)

﴿۴﴾……اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَ نَفْسِیْ وَاَنْتَ تَتَوَفَّاھَا لَكَ مَمَاتُھَا وَمَحْیَاھَا، اَللّٰھُمَّ اِنْ اَمَتَّھَا فَاغْفِرْ لَھَا وَاِنْ اَحْیَیْتَھَا فَاحْفَظْھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَة. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے ہی میری جان پیدا کی اور تو ہی اسے موت دے گا۔ موت وحیات کا تو ہی مالک ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تو اسے موت دے تو اسے بخش دے اور اگر زندگی عطا کرے تو اس کی حفاظت فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے دونوں جہاں کی عافیت کا طلبگار رہوں۔ (۲)

﴿۵﴾……بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذَنْبِی. یعنی میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! تیرے نام کے ساتھ کروٹ لیتا ہوں پس میرے گناہ معاف فرما۔ (۳)

﴿۶﴾……اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَك. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! روزِ محشر مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ (۴)

﴿۷﴾……اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَھْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجٰی مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنا آپ تیرے سپرد کیا، اپنا رخ تیری طرف کیا اور اپنے معاملات تیرے سپرد کئے۔ میں اپنی پشت تیری پناہ میں دی تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں اور کوئی جائے نجات نہیں۔ میں تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لایا۔ (۵)

---

1 ……صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء……الخ، باب مایقول عندالنوم……الخ، الحدیث:۲۷۱۳، ص۱۴۵۴_۱۴۵۵۔

2 ……صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء……الخ، باب مایقول عندالنوم……الخ، الحدیث:۲۷۱۲، ص۱۴۵۴۔

3 ……کنزالعمال، کتاب المعیشة والعادات، الحدیث:۴۱۹۶۲، ج۱۵، ص۲۱۱۔

4 ……سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول عندالنوم، الحدیث:۵۰۴۵، ج۴، ص۴۰۴، "تجمع" بدله "تبعث"۔
الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ماجاء فی صفة نوم رسول اللّٰه، الحدیث:۲۴، ص۱۵۷۔

5 ……صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء……الخ، باب مایقول عندالنوم……الخ، الحدیث:۲۷۱۰، ص۱۴۵۳_۱۴۵۴، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

سوتے وقت کے اوراد میں سے یہ دعا آخر میں مانگنی چاہئے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی کا حکم ارشاد فرمایا اور اس سے پہلے یہ دعا مانگئے:

﴿۸﴾......اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَیْکَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ اِلَیْکَ تُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ زُلْفٰی وَتُبْعِدُنِیْ مِنْ سَخَطِکَ بُعْدًا اَسْئَلُکَ فَتُعْطِیْنِیْ وَاَسْتَغْفِرُکَ فَتَغْفِرُ لِیْ وَاَدْعُوْکَ فَتَسْتَجِیْبُ لِیْ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس گھڑی بیدار فرما جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہو اور ان کاموں میں مشغول فرما جو تیری بارگاہ میں پسندیدہ، تیرا قرب عطا کرنے والے اور تیرے غضب کو دور کرنے والے ہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے عطا کر، تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں میری مغفرت فرما، تیری بارگاہ میں دعا گو ہوں میری دعا قبول فرما۔ (1)

نیند سے بیدار ہوتے وقت کی دعائیں:

﴿۱﴾......اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ. یعنی سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد حیات (بیداری) عطا فرمائی اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ (2)

﴿۲﴾......اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْعَظَمَۃُ وَالسُّلْطَانُ لِلّٰہِ وَالْعِزَّۃُ وَالْقُدْرَۃُ لِلّٰہِ. یعنی ہم نے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ملک نے صبح کی، عظمت و بادشاہت اور عزت وقدرت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے ہے۔ (3)

﴿۳﴾......اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَکَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِلَّۃِ اَبِیْنَا اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. یعنی ہم نے صبح کی اس حال میں کہ ہم اسلام اور کلمۂ توحید پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین پر ہیں اور اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے دین پر ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ (4)

﴿۴﴾......اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیَا وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ. یعنی الٰہی! ہم نے تیری مہربانی سے صبح کی،

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۴۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب مایقول عندالنوم......الخ، الحدیث: ۲۷۱۱، ص۱۴۵۴۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۳۔

4 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المکیین، الحدیث ۱۵۳۶۰، ج۵، ص۲۳۸۔

تیری ہی مہربانی سے شام کریں گے اور تیری ہی مہربانی سے جئیں گے اور تیرے ہی فضل سے موت سے ہمکنار ہوں گے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ (۱)

﴿۵﴾......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَبْعَثَنَا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ اِلٰی کُلِّ خَیْرٍ وَّنَعُوْذُ بِکَ اَنْ نَّجْتَرِحَ فِیْهِ سُوْءً اَوْ نَجُرَّهٗ اِلٰی مُسْلِمٍ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ آج کے دن ہمیں ہر خیر کی طرف اٹھا اور ہم کسی برائی میں پڑنے یا کسی مسلمان کو برائی میں مبتلا کرنے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

کیونکہ تو خود اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ (پ۷، الانعام: ۶۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو۔

﴿۶﴾......اَللّٰھُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّیْلِ سَکَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَخَیْرَ مَا فِیْهِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا فِیْهِ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تاریکی چاک کرکے صبح نکالنے والے! رات کو چین کا ذریعہ بنانے والے! سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنانے والے۔ میں تجھ سے اس دن اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے اس دن اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ (۲)

﴿۷﴾......بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ کُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ بِیَدِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا یَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ (۳) رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا (۴) رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے اس کے بغیر کوئی قوت نہیں، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے ہر نعمت اسی کی طرف سے ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے ہر بھلائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہی دستِ قدرت میں ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے برائیوں کو ٹالنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں۔ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث۵۰۶۸، ج۴، ص۴۱۲، "الیک النشور" مکان "الیک المصیر"۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۳۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۳۔
تاریخ دمشق لابن عساکر، الخضر، ج۱۶، ص۴۲۷، دون "الخیر کله بیدالله"۔

4 ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث۵۰۷۲، ج۴، ص۴۱۳۔

ہونے پر راضی ہوں۔اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

شام کے وقت کی دعا:

شام کے وقت بھی نیند سے بیداری کی تمام دعائیں پڑھے البتہ لفظ (اَصْبَحْنَا یعنی ہم نے صبح کی) کی جگہ (اَمْسَیْنَا یعنی ہم نے شام کی) پڑھیں اور یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ وَاَسْمَائِہٖ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ ذِیْ شَرٍّ وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم. یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام کلمات اور اس کے تمام اسمائے حُسنٰی کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے وجود بخشا اور جسے اس نے پیدا کیا اور ہر شریر کے شر سے اور زمین پر رہنے والی ہر اس چیز کے شر سے جس کی چوٹی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔بے شک میرا ربّ سیدھے راستے پر ملتا ہے۔ (1)

آئینہ دیکھتے وقت کی دُعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ فَعَدَّلَہٗ وَکَرَّمَ صُوْرَۃَ وَجْھِیْ وَحَسَّنَھَا وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْن. یعنی سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے میری تخلیق برابر اور اعتدال کے ساتھ فرمائی اور میرے چہرے کو عزت اور اچھی صورت بخشی اور مجھے مسلمان بنایا۔ (2)

کوئی چیز خریدتے وقت کی دعا:

جب کوئی جانور یا کوئی اور چیز خریدیں تو اس کی پیشانی پکڑ کر یہ کلمات پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا جُبِلَ عَلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا جُبِلَ عَلَیْہ. یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے اس کی اور جس فطرت پر اسے رکھا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس فطرت پر اسے رکھا گیا ہے اس کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (3)

نکاح کی مبارک باد دیتے وقت کی دعا:

بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْر. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے برکت دے، تجھ پر برکت نازل فرمائے اور تم

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۳۔

تاریخ دمشق لابن عساکر، ذکر من اسمہ کعب، کعب بن مانع بن ھیسوع......الخ، ج۵۰، ص۱۲۶۔

2 ......المعجم الاوسط، الحدیث۷۸۷، ج۱، ص۲۳۰۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، الحدیث:۲۱۶۰، ج۲، ص۳۶۲۔

دونوں کو بھلائی کے ساتھ جمع رکھے۔ (۱)

قرض ادا کرتے وقت کی دعا:

قرض ادا کرتے ہوئے قرض خواہ کو یہ دعا بھی دیجئے: ''بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ. یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرے اہل ومال میں برکت عطا فرمائے۔'' کیونکہ رحمت عالمیان، سرور ذی شان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ ''قرض کا عوض شکریہ اور ادائیگی ہے۔'' (۲)

مذکورہ بالا دعائیں وہ ہیں کہ راہِ آخرت کے مسافر کے لئے انہیں یاد کرنا ضروری ہے۔اس کے علاوہ مزید جیسے سفر، وضو اور نماز وغیرہ کی دعائیں ''کِتَابُ الْحَج، کِتَابُ الصَّلٰوۃ اور کِتَابُ الطَّھَارَۃ'' میں بیان کی جا چکی ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ دعا مانگنے کا کیا فائدہ ہے حالانکہ تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی؟ تو جان لیجئے کہ دعا کے صدقے بلاؤں کا دور ہونا بھی تقدیر سے ہے۔لہٰذا دعا بلائیں دور کرنے اور رحمت پانے کا ایک سبب ہے جیسے ڈھال تیر سے بچانے کا اور پانی زمین سے سبزیاں اُگانے کا ایک ذریعہ ہے، تو جس طرح ڈھال تیر سے بچاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے مقابل آجاتی ہیں اسی طرح دعا اور بلا بھی ایک دوسرے کے مقابل رہتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر ایمان لانے سے یہ ضروری نہیں ہوجاتا کہ ہتھیار نہ اٹھائے جائیں، ایسا نہیں بلکہ خود اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ہے: ''خُذُوْا حِذْرَكُمْ (پ۵، النسآء:۱۰۲) ترجمۂ کنزالایمان: اپنی پناہ لئے رکھو۔'' اور اگر ایسا ہو تو پھر تو زمین میں بیج بو کر اسے پانی ہی نہ دیا جائے اور یہ ذہن بنا لیا جائے کہ اگر مقدّر میں سبزی کا اگنا ہوا تو اُگ آئے گی اگر تقدیر میں نہیں تو نہیں اُگے گی۔ مُسبَّب کا سبب سے مربوط ہونا ہی پہلی تقدیر ہے جو پلک جھپکنے بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز ہے۔ پھر بتدریج سبب کے ساتھ ساتھ مُسبَّب کا تَرَتُّب ہوتا ہے اور تقدیر یہ ہے کہ خیر وشر کا فیصلہ ہو چکا یوں کہ خیر کو کسی سبب کے ساتھ اور شر کو اسے دور کرنے والے کسی سبب کے ساتھ مقدر فرمایا گیا ہے۔

---

❶......سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج، الحدیث:۲۱۳۰، ج۲، ص۳۵۱۔

❷......سنن النسائی، کتاب البیوع، الاستقراض، الحدیث:۴۶۹۰، ص۷۵۳۔

پھر دعا کے دیگر فوائد بھی ہیں جنہیں فضائلِ ذکر کے تحت بیان کیا جا چکا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ دعا کے سبب دل میں اخلاص پیدا کیا جاتا ہے اور عبادت سے اصل مقصود بھی یہی ہے۔ سیِّدُ العابدین، محبوبِ ربُّ العٰلمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: ''اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ دعا عبادت کا مغز ہے۔'' (1)

عام مشاہدہ بھی یہی ہے کہ مخلوق کے دل ذکر اللّٰہ کی طرف اس وقت متوجہ ہوتے ہیں جب وہ کسی حاجت برآری کے طالب یا پریشانی کا شکار ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تب وہ لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے، لہٰذا حاجت برآری کے لئے دعا کی ضرورت مُسلَّم ہے اور دعا دل کو عاجزی و مسکینی کے ساتھ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ نیز دعا ذکرِ الٰہی کا ذریعہ ہے جس کا شمار اشرف عبادات میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے انبیائے کرام واولیائے عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دیگر مقربینِ بارگاہ پر حسبِ مراتب زیادہ مصائب نازل ہوتے ہیں۔ کیونکہ مصائب دل کو محتاجی اور عاجزی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجہ رکھتے ہیں اس کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔ جبکہ مالداری عموماً تکبر کا سبب بنتی ہے، کہ بندہ جب خود کو غنی سمجھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔

جن اذکار اور دعاؤں کو بیان کرنے کا ہم نے ارادہ کیا تھا وہ پوری ہو چکی ہیں۔ بھلائی کی توفیق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی دیتا ہے۔ کھانے، سفر اور عیادت وغیرہ جیسی دیگر دعائیں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔ ذاتِ الٰہی پر ہی بھروسا ہے۔ اذکار و دعاؤں کا بیان پایۂ تکمیل کو پہنچا اس کے بعد وظائف و اوراد کا بیان آئے گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ

(1) ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث: ۳۳۸۲، ج۵، ص۲۴۳۔

اوراد کی ترتیب اور شب بیداری کی تفصیل کا بیان

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں پر اس کی کثیر حمد کرتے ہیں، ایسا ذکر کرتے ہیں جو دل میں تکبر وغرور کو نہیں رہنے دیتا، اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے دن ذکر وشکر کا ارادہ کرنے والے کے لئے رات کو ایک دوسرے کے بعد آنے جانے والا بنایا اور درود بھیجتے ہیں اُس کے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جنہیں بشیر و نذیر بنا کر حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور درود بھیجتے ہیں ان کی آل واصحاب پر کہ جنہوں نے عبادت میں صبح وشام کوششیں کیں حتی کہ ان میں سے ہر ایک دین میں ہدایت دینے والا ستارہ اور روشن چراغ بن گیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین کو اپنے بندوں کے تابع اس لئے نہیں کیا کہ وہ بلند وبالا مکانوں (کو دائمی ٹھکانا سمجھ کر اس) میں سکونت پذیر ہو جائیں بلکہ اس لئے تابع بنایا کہ وہ اسے (مسافر کی طرح) قیام گاہ جانیں اور محض اتنا زادراہ لیں جو وطنِ اصلی (یعنی آخرت) کے سفر میں ان کے کام آئے، اس کے جالوں وہلاکتوں سے بچتے ہوئے اپنے لئے عمل وفضل کے تحفے ذخیرہ کریں اور یقین کر لیں کہ عمر انہیں ایسے لئے جاتی ہے جیسے کشتی اپنے سواروں کو۔ لوگ دُنیا میں مسافر ہیں، ان کی پہلی منزل جھولا اور آخری قبر ہے، ان کا وطن جنت یا جہنم، عمر سفر کی مسافت، سال سفر کے مراحل، مہینے سفر کے فرسنگ[1]، دن سفر کے میل، سانس سفر کے قدم، اطاعت سفر کے لئے زادِ راہ، اوقات سفر کا اصل سرمایہ اور شہوات واغراض راستے کے ڈاکو ہیں۔ اس کا نفع جنت میں بڑی سلطنت اور نعمت کے ساتھ اللہ تعالٰی کا دیدار کرنے میں کامیاب ہونا اور اس کا نقصان جہنّم کے طبقات میں بیڑیوں، طوقوں اور دردناک عذاب کے ساتھ اللہ تعالٰی سے دوری ہے۔ تو جو ایک سانس کے معاملے میں بھی غفلت کرتا اور اُسے قربِ الٰہی کا سبب بننے والی اطاعت کے بغیر گزاتا ہے تو قیامت کے دن اُسے بے انتہا نقصان وحسرت کا سامنا ہوگا۔ اسی بڑے خطرے اور ہولناک امر کی وجہ سے توفیق یافتہ لوگ محنت وکوشش کے لئے تیار ہو گئے اور لذاتِ نفسانی کو یکسر چھوڑ دیا، اپنی بقیہ عمر کو غنیمت جان کر دن رات ذکرِ الٰہی میں بسر کرنے کے شوق، قربِ الٰہی کے حصول اور دار القرار (یعنی آخرت) کی طرف کوشش کرتے ہوئے

1 ...... ایک فرسنگ تین میل کا ہوتا ہے۔ (ملتقطاً فتاویٰ رضویہ، ج۸، ص۲۵۵)

مختلف اوقات کے اعتبار سے جدا جدا اوراد و وظائف مرتب کیے۔ لہٰذا طریقِ آخرت کے علم میں یہ ضروری ہے کہ تقسیم اوراد کی تفصیل بیان کی جائے، نیز عبادات کہ جن کی تشریح پیچھے گزر چکی انہیں مختلف اوقات کے مطابق تقسیم کر دیا جائے۔ یہ دو ابواب سے واضح ہوگا۔

پہلا باب: اَوراد کی فضیلت اور رات دن میں ان کی ترتیب کے بیان پر مشتمل ہے۔

دوسرا باب: شب بیداری کا طریقہ، اس کی فضیلت اور اس سے تعلق رکھنے والی باتوں کے بیان پر مشتمل ہے۔

{......نیکیوں کا ذخیرہ......}

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

اللّٰہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی کے حصول اور باکردار مسلمان بننے کے لئے ''**دعوتِ اسلامی**'' کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** سے ''**مدنی انعامات**'' نامی رسالہ حاصل کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کیجئے اور اپنے اپنے شہروں میں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت فرما کر خوب خوب سنتوں کی بہاریں لُوٹیے۔ **دعوتِ اسلامی** کے سنتوں کی تربیت کے لیے بے شمار **مدنی قافلے** شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی سنتوں بھرا سفر اختیار فرما کر اپنی آخرت کے لئے ''**نیکیوں کا ذخیرہ**'' اکٹھا کریں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنی زندگی میں حیرت انگیز طور پر ''**مدنی انقلاب**'' برپا ہوتا دیکھیں گے۔

باب نمبر1:
اَوراد کی فضیلت اور ترتیب واَحکام کا بیان

اَورادکی فضیلت اوران کی پابندی کا بیان کہ یہی بارگاہ الٰہی تک رسائی کا ذریعہ ہے

جان لیجئے کہ نورِ بصیرت سے مشاہدہ کرنے والے لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کے سوا کہیں نجات نہیں اور ملاقات کا راستہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو، اسے معرفت الٰہی بھی حاصل ہو۔ محبوب کے دائمی ذکر اور اس پر مواظبت کے بغیر اس سے محبت وانس حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی ذات وصفات اور افعال میں دائمی غور وفکر کے بغیر اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ذات باری تعالیٰ اور اس کے افعال کے سوا کسی کا وجود نہیں، دنیا اور اس کی شہوات کو چھوڑے بغیر اور اس میں سے بقدرِ ضرورت لینے پر اکتفا کئے بغیر دائمی ذکر وفکر میسر نہیں ہوتا اور یہ اُسی وقت ہوگا جب بندہ اپنے دن رات کو ذکر وفکر کے وظائف میں مصروف رکھے۔ نفس چونکہ فطری طور پر تھکاوٹ واکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے اس لئے وہ ذکر وفکر کے معین اسباب میں سے کسی ایک پر صبر نہیں کرتا بلکہ اگر اسے ایک ہی طریقے پر رکھا جائے تو وہ بوجھ واکتاہٹ محسوس کرتا ہے۔ (مروی ہے کہ) اللہ عَزَّوَجَلَّ ملال نہیں ڈالتا حتی کہ تم خود ملال میں پڑو[1]۔[2]

اورادکو مختلف اقسام میں تقسیم کرنے کی وجہ:

ذکر وفکر میں لطف پانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر وقت کے اعتبار سے ایک طریقے سے دوسرے طریقے اور ایک نوع سے دوسری نوع کی طرف منتقل ہوا جائے تا کہ منتقل ہونے سے ذکر وفکر کی لذّت زیادہ ہو اور رغبت میں اضافہ ہو اور جوں جوں رغبت میں اضافہ ہوگا ذکر وفکر پر ہمیشگی حاصل ہوگی اسی وجہ سے اوراد کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا گیا۔

---

1 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص264 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اگر تم خود ملال ومشقت والے کاموں کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ روزانہ سو رکعت پڑھنے یا ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مان لو تو تم پر یہ چیزیں واجب ہو جائیں گی پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے مگر یہ مشقت رب نے نہ ڈالی تم نے خود اپنے پر ڈالی یہ معنی نہیں کہ اللہ ملال میں نہیں پڑتا حتی کہ تم ملال میں پڑو رب تعالیٰ ملال کرنے سے پاک ہے۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ، الحدیث:۱۱۵۱، ج۱، ص۳۹۰۔

نفس کی فطرت:

بہتر یہ ہے کہ نفس تمام اوقات ذکر وفکر میں مصروف رہے کیونکہ یہ فطری طور پر دنیاوی لذّات کی طرف مائل ہوتا ہے۔مثال کے طور پر اگر بندہ اپنے اوقات کا آدھا حصہ دنیاوی تدبیروں اور اس کی جائز خواہشات میں مصروف رکھے اور آدھا عبادات میں تو نفس کا میلان دنیا کی طرف ترجیح پا جائے گا کیونکہ فطری طور پر بھی وہ اسی کے موافق ہے اگرچہ دونوں کا وقت برابر ہے لیکن نفس فطری طور پر دنیا کی طرف زیادہ مائل ہوگا اس لئے کہ دنیاوی معاملات پر ظاہر وباطن موافق ہوتے ہیں اور دل دنیا کو طلب کرنے کے لئے خوب صاف اور فارغ ہوتا ہے جبکہ دل کو عبادات کی طرف پھیرنے میں مشقت ہوتی ہے اس لئے عبادات میں دل کی حضوری واخلاص کبھی کبھی ہی میسر ہوتی ہے۔

نجات کے خواہش مند کا جدول:

جو شخص بغیر حساب کے جنت میں داخلے کا خواہش مند ہو اسے چاہیے کہ اپنے تمام اوقات کو اطاعت میں بسر کرے، جو نیکیوں والے پلڑے کو بھاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنا زیادہ وقت اطاعت میں گزارے اور جو اچھے و برے دونوں قسم کے اعمال اختیار کرے اس کا معاملہ خطرے میں ہے لیکن اللہ تعالٰی کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اس کے کرم سے معافی کا منتظر رہے، قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل وکرم سے اس کی مغفرت فرمادے۔ یہ وہ ہے جو نورِ بصیرت سے دیکھنے والوں کے لئے منکشف ہوا اور اگر تم اہلِ بصیرت میں سے نہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خطاب فرمایا اس سے استِفادہ کرلو۔

چند فرامین باری تعالٰی:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں میں سے اپنے سب سے زیادہ مقرب اور بلند درجہ ہستی (یعنی حضور نبیِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾

اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًاؕ(۷) وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًاؕ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں اور اپنے ربّ کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

(پ۲۹، مزمل: ۷، ۸)

﴿۲﴾

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

(پ۲۹، الدھر: ۲۵، ۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے ربّ کا نام صبح وشام یاد کرو اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

﴿۳﴾

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

(پ۲۶، قٓ: ۳۹، ۴۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

﴿۴﴾

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

(پ۲۷، الطور: ۴۸، ۴۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

﴿۵﴾

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ﴿۶﴾ (پ۲۹، مزمل: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک رات کا اٹھنا، وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

﴿۶﴾

وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ (پ۱۶، طٰهٰ: ۱۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس اُمید پر کہ تم راضی ہو۔

﴿۷﴾

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (پ۱۲، ھود: ۱۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

فلاح پانے والوں کی تعریف میں وارد آیات:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کامیاب بندوں کی کس طرح اور کس کے ساتھ تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

﴿۱﴾

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ (پ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے ربّ کی رحمت کی آس لگائے۔ کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

﴿۲﴾

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے ربّ کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

﴿۳﴾

وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۝۶۴ (پ۱۹، الفرقان: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے ربّ کے لئے سجدے اور قیام میں۔

﴿۴﴾

كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ۝۱۷ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۝۱۸ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات اِستغفار کرتے۔

﴿۵﴾

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ۝۱۷ (پ۲۱، الروم: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

﴿۶﴾

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗؕ (پ۷،الانعام:۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے ربّ کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔

سورج اور چاند کا خیال رکھنے والے:

ان تمام آیات سے واضح ہوا کہ بارگاہِ الٰہی تک رسائی کا راستہ یہ ہے کہ بندہ اپنے اوقات کی حفاظت کرے اور پابندی کے ساتھ انہیں اوراد و وظائف میں صرف کرے اسی وجہ سے رسول اکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بندوں میں سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بندے وہ ہیں جو ذکر الٰہی کے لئے سورج، چاند اور سایوں کا خیال رکھتے ہیں(۱)۔'' (۲)

(سورج و چاند کا تذکرہ کرتے ہوئے) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۪ۙ(۵) (پ۲۷،الرحمٰن:۵)

ترجمۂ کنزالایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

﴿۲﴾

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّۚ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًاۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًاۙ(۴۵) ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا(۴۶)

(پ۱۹،الفرقان:۴۵، ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! کیا تم نے اپنے ربّ کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹا۔

﴿۳﴾

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (پ۲۳،یٰسٓ:۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔

---

1 ...... یعنی وہ ان کے ذریعے وقت داخل ہونے کی تاک میں رہتے ہیں تاکہ مخصوص اوقات میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کریں۔ (اتحاف السادة المتقين، ج۵، ص۴۰۵)

2 ...... السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب مراعاة ادلة المواقيت، الحديث۱۷۸، ج۱، ص۵۵۸، "احب" بدل "ان خيار"۔

﴿۴﴾

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ (پ۷،الانعام:۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں۔

اس سے ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ سورج اور چاند کے ایک منظوم ومرتب حساب کے مطابق چلنے اور سائے، روشنی اور ستاروں کے پیدا کرنے کی غرض یہ ہے کہ دنیاوی معاملات میں ان سے مدد لی جائے بلکہ ان کی غرض یہ ہے کہ ان کے ذریعے اوقات کی مقدار معلوم کر کے انہیں اطاعت اور دار آخرت کی تجارت میں صرف کیا جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ مبارک فرمان بھی اسی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا(۶۲) (پ۱۹،الفرقان:۶۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

یعنی اس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا تاکہ اگر ان میں سے کسی ایک وقت میں کوئی عمل رہ جائے تو دوسرے وقت میں اس کا تدارک کر لیا جائے۔ نیز یہ بھی بیان فرما دیا کہ یہ ذکر وفکر اور شکر کے لئے ہے نہ کہ کسی اور چیز کے لئے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَؕ (پ۱۵،بنیۤ اسرآءیل:۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔

اس آیتِ مبارکہ میں جس فضل کی تلاش کا حکم ہے وہ ثواب اور مغفرت ہی ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

﴿......صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد......﴾

اَوراد کی تعداد اور ترتیب کا بیان

جان لیجئے! **دن** کے وظائف سات ہیں: (۱)......طلوعِ فجر سے طلوع آفتاب تک ایک وظیفہ ہے۔ (۲، ۳)......طلوعِ آفتاب سے زوال تک دو وظیفے ہیں۔ (۴، ۵)......زوال سے لے کر عصر کے وقت تک بھی دو وظیفے ہیں۔ (۶، ۷)......عصر سے مغرب تک بھی دو وظیفے ہیں۔

رات کو چار وظائف میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱، ۲)......مغرب سے لے کر لوگوں کے سونے تک دو وظیفے ہیں۔ (۳، ۴)......رات کے دوسرے نصف سے لے کر طلوعِ فجر تک بھی دو وظیفے ہیں۔

دن کے وظائف کی تفصیل

پہلا وظیفہ:

طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک۔ یہ وقت فضیلت و شرافت والا ہے اور اس کی فضیلت و شرافت کی دلیل یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ (پ۳۰، التکویر: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور (قسم ہے) صبح کی جب دم لے۔

اپنی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کا ذکر فرمایا:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ (پ۷، الانعام: ۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا۔

(ایک جگہ) ارشاد فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ (پ۳۰، الفلق: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت میں سائے کو سمیٹنے سے اپنی قدرت کا اظہار یوں فرمایا:

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا ﴿۴۶﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۴۶) ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹا۔

یہ وہ وقت ہے جس میں رات کا سایہ سمیٹ کر سورج کی روشنی کو پھیلایا جاتا ہے اور اس وقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کی تسبیح کی طرف راہنمائی فرمائی۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، الروم:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللّٰہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ (پ۱۶، طٰهٰ:۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کو سراہتے (تعریف کرتے) ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۲۵﴾ۚ (پ۲۹، الدھر:۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کا نام صبح وشام یاد کرو۔

ترتیب: اس وظیفے کو نیند سے بیدار ہونے کے وقت سے شروع کر دے۔

بیدار ہونے کے بعد کی دعا:

جب سو کر اٹھے تو بہتر یہ ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے ابتدا کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ یعنی تمام تعریفیں **اللّٰہ** تعالٰی کے لئے جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد حیات (بیداری) عطا فرمائی اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔[1]

اس کے علاوہ وہ تمام دعائیں و آیات پڑھے جنہیں ہم نے ''دُعاؤں کے بیان'' میں بیدار ہوتے وقت کی دعاؤں میں ذکر کیا ہے۔ اسی دوران لباس پہنے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی بجا آوری کے لئے سترِ عورت اور عبادت پر مدد حاصل کرنے کی نیت کرے، ریا کاری و تکبر مقصود نہ ہو۔ اگر ضرورت ہو تو بیت الخلاء کی طرف متوجہ ہو اور پہلے اپنا بایاں پاؤں داخل کرے اور وہ دعائیں پڑھے جو ہم نے ''طہارت کے بیان'' میں بیت الخلاء میں جانے اور نکلنے کے سلسلے میں ذکر کی ہیں۔ پھر سنت کے مطابق مسواک کرے اور ان تمام سنتوں و دعاؤں کی رعایت کرتے ہوئے وضو کرے جنہیں ہم ''طہارت کے بیان'' میں ذکر کر آئے ہیں۔ ماقبل ہم نے تمام عبادات کو فرداً فرداً اس لئے ذکر کر دیا

1 ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخد الایمن، الحدیث:۶۳۱۴، ج۴، ص۱۹۲۔

تا کہ یہاں صرف ترکیب اور ترتیب کا ذکر کریں۔ جب وضو سے فارغ ہو تو فجر کی سنتیں گھر میں ہی پڑھے کہ رسولِ اکرم، نورِ مجسم، شاہ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا:

سنتیں خواہ گھر میں ادا کی ہوں یا مسجد میں، ادا کرنے کے بعد حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِکَ تَھْدِیْ بِھَا قَلْبِی ...... یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں کہ تو اس کے ذریعے میرے دل کو ہدایت عطا فرما۔[1] (پوری دعا کتاب الاذکار باب نمبر 3 صفحہ 937 پر ہے)

پھر گھر سے نکل کر مسجد کا رخ کرے اور مسجد کی طرف جاتے وقت کی دعا کو نہ بھولے، نماز کے لئے دوڑتا نہ جائے بلکہ سکون اور وقار سے چلے جیسا کہ مروی ہے۔ انگلیوں کو ایک دوسرے میں نہ ڈالے، مسجد میں داخل ہو تو پہلے سیدھا پاؤں داخل کرے، مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا پڑھے جو حدیث شریف میں آئی ہے، اگر وسعت پائے تو پہلی صف کی کوشش کرے، نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ہی کسی سے مزاحمت کرے جیسا کہ ''جمعہ کے بیان'' میں گزرا، اگر گھر میں فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو اب پڑھ لے اور ذکر کردہ دعا میں مشغول ہو جائے، اگر سنتیں پڑھ چکا ہے تو دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد پڑھ کر[2] جماعت کے انتظار میں بیٹھ جائے، فجر کی جماعت اندھیرے میں قائم کرنا مستحب ہے کہ ''حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صبح کی نماز اندھیرے میں ادا فرمایا کرتے تھے[3]۔''[4]

مقبول حج وعمرے کا ثواب:

نمازِ باجماعت خصوصاً فجر و عشا کی جماعت کبھی ترک نہ کرے کہ ان کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا

---

1 ......صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بعد رکعتی الفجر، الحدیث: ۱۱۱۹، ج۲، ص۱۶۶۔

2 ......احناف کے نزدیک طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک سوائے دو رکعت سنتِ فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔ (بہارشریعت، ج۱، ص۴۵۵)

3 ......احناف کے نزدیک: فجر میں تاخیر کرکے اُجالے میں پڑھنا مستحب ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۱، ص۴۵۱) نیز ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نمازِ فجر خوب اُجالا کرکے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔'' (جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الاسفار بالفجر، الحدیث: ۱۵۴، ج۱، ص۲۰۴)

4 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب التبکیر بالصبح ......الخ، الحدیث: ۶۴۷، ص۳۲۳۔

انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ فجر کے متعلق ارشاد فرمایا: ''جس نے وضو کیا پھر مسجد کی طرف متوجہ ہوا تاکہ نماز ادا کرے اسے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا اور اس نیکی کی مثل مزید 10 نیکیاں ملیں گی، جب نماز پڑھ کر طلوعِ آفتاب کے وقت واپس لوٹے تو اس کے جسم کے ہر بال کے بدلے اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور حجِ مقبول کے ساتھ واپس لوٹے گا، اگر وہیں بیٹھا رہے حتی کہ چاشت کی نماز بھی پڑھ لے تو اس کے لئے ہر رکعت کے بدلے 20 لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے عشا کی نماز ادا کی تو اس کے لئے بھی اسی کی مثل ثواب ہے اور وہ مقبول عمرے کے ساتھ لوٹے گا۔'' (1)

راہ خدا میں جہاد کے برابر عمل:

طلوعِ فجر سے پہلے ہی مسجد میں چلے جانا بزرگوں کی عادت تھی۔ ایک تابعی بزرگ فرماتے ہیں: میں طلوعِ فجر سے پہلے مسجد میں داخل ہوا تو میری ملاقات حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہوئی، انہوں نے مجھ پر سبقت کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ''اے بھتیجے! کس چیز کے لئے اس وقت تو اپنے گھر سے نکلا؟'' میں نے عرض کی: ''صبح کی نماز کے لئے۔'' فرمایا: ''تیرے لئے خوشخبری ہے، اس وقت گھر سے نکل کر مسجد میں بیٹھنے کو ہم راہ خدا میں جہاد کرنے کے برابر سمجھتے ہیں۔'' یا اس طرح فرمایا: ''اس وقت گھر سے نکل کر مسجد میں بیٹھنے کو ہم رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی معیت میں جہاد کے برابر سمجھتے ہیں۔''

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ایک رات حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے میں اور حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سوئے ہوئے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہماری جانیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جب وہ ہمیں بیدار کرنا چاہے گا کر دے گا۔'' آپ واپس تشریف لے گئے۔ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو واپس تشریف لے جاتے (اپنا ہاتھ) ران پر مار کر یہ (آیتِ طیبہ تلاوت) کرتے سنا:

1 ......تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، سعید بن خالد بن ابی طویل، الحدیث: ۱۷۴، ج ۲۱، ص ۴۷-۴۸۔

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔[۱]

(پ۱۵،الکھف:۵۴)

بہتر یہ ہے کہ سنتِ فجر اور دعا کے بعد جماعت قائم ہونے تک استغفار وتسبیح میں مشغول رہے۔70 مرتبہ یہ پڑھے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ خود زندہ دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

100 مرتبہ یہ پڑھے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔

پھر ان تمام ظاہری وباطنی آداب کی رعایت کرتے ہوئے فرض ادا کرے جنہیں ہم "کتاب الصلوۃ" میں "نماز واقتدا کے بیان" میں ذکر کر چکے ہیں۔ جب فرض پڑھ چکے تو طلوعِ آفتاب تک مسجد میں بیٹھ کر ذکر اللہ میں مصروف رہے، عنقریب ہم اس کی ترتیب بیان کریں گے۔

چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب عمل:

مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ یہ پسند ہے کہ میں نمازِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک اپنی جگہ بیٹھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کروں۔"[۲]

نیز مروی ہے کہ "حضور نبی اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب فجر کی نماز ادا فرماتے تو طلوعِ آفتاب تک نماز پڑھنے کی جگہ پر ہی تشریف فرما رہتے۔"[۳]

بعض روایات میں ہے کہ "پھر دو رکعتیں ادا فرماتے۔" یعنی طلوعِ آفتاب کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے۔[۴] اس نماز کی فضیلت میں اتنی روایات مروی ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: وہ چیزیں کہ جنہیں حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب ماروی فیمن نام اللیل......الخ، الحدیث۷۷۵، ص۳۹۲۔
2 ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی القصص، الحدیث۳۶۶۷، ج۳، ص۴۵۲۔
3 ......صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ......الخ، الحدیث۶۷۰، ص۳۳۷۔
4 ......قوت القلوب، الفصل السابع فی ذکر اورادالنہار، ج۱، ص۳۲۔

رحمت میں سے ذکر فرمایا کرتے تھے ان میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابن آدم! تو نمازِ فجر و عصر کے بعد ایک، ایک ساعت میرا ذکر کر میں ان دونوں وقتوں کے درمیان تجھے کفایت کروں گا۔'' (1)

نمازِ فجر کے بعد کے وظائف:

جب اس کی فضیلت ظاہر ہو چکی تو چاہئے کہ نمازِ فجر کے بعد طلوع آفتاب تک بیٹھا رہے اور کسی سے کلام نہ کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب تک اس کا وظیفہ ان چار اقسام پر مشتمل ہو: (۱)......دعائیں پڑھے۔ (۲)......اذکار کو بار بار دہراتا رہے۔ (۳)......قرآنِ پاک کی تلاوت اور (۴)......غور وفکر میں مصروف رہے۔

﴿1﴾......دُعائیں:

جب بھی نماز سے فارغ ہو تو یہ پڑھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَعُوْدُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود وسلام نازل فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اور تیری طرف ہی سلامتی لوٹتی ہے۔ اے ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور سلامتی کے گھر (یعنی جنّت) میں داخل فرما۔ تو برکت والا ہے اے جلال و بزرگی والے۔

پھر وہ دعا پڑھے جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھا کرتے تھے، جو یہ ہے: سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَى الْوَهَّابِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ یعنی میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے جو بلند و بالا اور بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ہے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو ہرگز کبھی موت نہیں آئے گی، تمام بھلائیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں جو نعمت وفضل اور اچھی ثناء والا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں نرے اس کے بندے ہوکر پڑے

---

(1)......حلية الاولياء، محمد بن صبيح بن السماك، الحديث ١١٩٨٩، ج٨، ص٢٣٣۔

برا مانیں کافر۔ [1]

پھر وہ دُعائیں پڑھے جنہیں ہم ''دعاؤں کے بیان'' کے تیسرے اور چوتھے باب میں ذکر کر آئے ہیں۔ اگر قدرت ہو تو وہ تمام دعائیں پڑھے یا ان میں سے وہ دعا یاد کر لے جسے اپنے حال کے زیادہ موافق، دل کو زیادہ نرم کرنے والی اور زبان پر زیادہ ہلکی جانے۔

﴿2﴾......بار بار کئے جانے والے اذکار:

یہ وہ کلمات ہیں جنہیں بار بار پڑھنے کے فضائل آئے ہیں۔ انہیں ذکر کر کے ہم کلام کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔ بہتر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم تین یا سات مرتبہ یا زیادہ سے زیادہ 70 یا 100 مرتبہ پڑھے جبکہ درمیانی مقدار 10 مرتبہ ہے۔ لہٰذا اپنی فراغت و وقت کی وسعت کے مطابق ان اذکار کو بار بار دہرائے، زیادہ کی فضیلت زیادہ ہے مگر درمیانی مقدار ہی راہِ اعتدال ہے اور وہ یہ ہے کہ 10 مرتبہ پڑھے اور ہمیشہ پڑھے، یہی زیادہ لائق ہے کیونکہ بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ قلیل ہو۔ ہر وہ وظیفہ جس کی کثرت پر مواظبت ممکن نہ ہو اس کی قلیل مقدار ہی افضل ہوگی جبکہ ہمیشگی کے ساتھ ہو اور دل میں اس کثرت سے زیادہ اثر کرنے والی ہوگی جو کبھی کبھی ہو۔ ہمیشہ کئے جانے والے عمل قلیل کی مثال پانی کے ان قطروں کی سی ہے جو مسلسل زمین پر گرتے رہتے ہیں آخر کار زمین میں گڑھا ہو جاتا ہے اگرچہ یہ پتھر پر ہی گریں اس کے برعکس وہ عمل جو کثرت کے ساتھ ہو لیکن مسلسل نہ ہو اس کی مثال اس پانی کی طرح ہے جو ایک ہی مرتبہ گر جائے یا چند بار متفرق جگہوں پر مختلف اوقات میں گرے تو اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بار بار پڑھے جانے والے دس کلمات:

(۱)......لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیكَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیتُ، وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ، بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ہے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو ہرگز کبھی موت نہیں آئے گی، تمام بھلائیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں

1......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المدنیین، الحدیث:۱۶۵۴۸، ج۵، ص۵۶۱۔
سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب مایقول الرجل اذا سلّم، الحدیث:۱۵۰۶، ج۲، ص۱۱۸، مفهومًا۔

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱)

(۲)......سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے جو سب سے بلند عظمت والا ہے۔ (۲)

(۳)......سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ یعنی وہ پاک مقدس ہے فرشتوں اور روح کا مالک۔ (۳)

(۴)......سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔ یعنی پاک ہے عظمت والا رب اور اسی کی تعریف۔ (۴)

(۵)......اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَسْئَلُہُ التَّوْبَۃَ۔ یعنی میں عظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور اسی کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (۵)

(۶)......اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ یعنی الٰہی جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روکے اسے کوئی دے نہیں سکتا تیرے مقابل غنی کو غنا نفع نہیں پہنچاتی (۶)۔ (۷)

(۷)......لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ سچا اور واضح بادشاہ ہے۔ (۸)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب مایقول الرجل اذاسلّم، الحدیث: ۱۵۰۶، ج۲، ص۱۱۸، دون قولہ: یحیی ویمیت وھوحی لایموت بیدہ الخیر۔

2 ......المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر......الخ، بیان الباقیات الصالحات، الحدیث: ۱۹۳۲، ج۲، ص۱۹۴۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، الحدیث: ۴۸۷، ص۲۵۲۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء......الخ، باب فضل التھلیل والتسبیح......الخ، الحدیث: ۲۶۹۱، ص۱۴۴۵۔

5 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۴۰۸، ج۵، ص۲۵۵، "اسألہ التوبۃ" بدلہ "اتوب الیہ"۔

6 ......مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص72 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی کوئی شخص اپنے نسب یا غنا کی وجہ سے تیری پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ خیال رہے کہ مخلوق جو کچھ نفع، نقصان پہنچاتی ہے وہ اللہ کے حکم اور ارادے سے ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی خدا کا مقابلہ کر کے کسی کو نفع نقصان پہنچائے۔ اسی کا یہاں ذکر ہے لہٰذا یہ الفاظ انبیاء اور اولیاء کے باذنِ الٰہی نفع پہنچانے کے خلاف نہیں۔

7 ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعدالصلاۃ، الحدیث: ۸۴۴، ج۱، ص۲۹۴۔

8 ......حلیۃ الاولیاء، سالم الخواص، الحدیث: ۱۲۳۱۲، ج۸، ص۳۰۹۔

(۸)......بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کی برکت سے زمین وآسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سنتا جانتا ہے۔ (۱)

(۹)......اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّم۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے امی رسول، نبی اور بندے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل واصحاب پر درود وسلام نازل فرما۔ (۲)

(۱۰)......اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔ یعنی میں، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو سنتا جانتا ہے، کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے۔ اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ لیتا ہوں، اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں شیاطین کے حاضر ہونے سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ (۳)

ان دس کلمات میں سے جب ہر ایک کو دس مرتبہ پڑھا جائے گا تو 100 کی تعداد حاصل ہوگی، یہ اس سے افضل ہے کہ ایک ہی ذکر کو 100 مرتبہ پڑھے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک الگ فضیلت ہے اور دل کو ہر ایک نوع کے ساتھ تنبیہ اور لذّت حاصل ہوتی ہے اور نفس کو ایک کلمہ سے دوسرے کلمہ کی طرف منتقل ہونے میں راحت حاصل ہوتی اور اکتاہٹ سے امن ملتا ہے۔

﴿3﴾...... قرآنِ پاک کی تلاوت:

ایسی تمام آیات پڑھنا مستحب ہیں احادیث میں جن کی فضیلت آئی ہے۔ وہ یہ ہیں:

(۱)......سورۂ فاتحہ (۴)۔ (۲)......آیۃ الکرسی (۵)۔ (۳)......سورۂ بقرہ کی آخری آیات ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ'' سے آخر تک (۶)۔ (۴)...... ''شَھِدَ اللّٰہُ'' پوری آیت (پ۳، ال عمرٰن:۱۸) (۷)۔ (۵)...... ''قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ''

---

1. ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذااصبح واذاامسی، الحدیث:۳۳۹۹، ج۵، ص۲۵۱۔
2. ......تاریخ بغداد، الوضاح ابوعوانة۷۳۲۶، ج۱۳، ص۴۶۴، دون قولہ:وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔
3. ......سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، الحدیث:۲۹۳۱، ج۴، ص۴۲۳، مختصراً۔
   سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث:۳۵۳۹، ج۵، ص۳۱۳، مختصراً۔
4. ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرھا، باب فضل الفاتحة......الخ، الحدیث:۸۰۶، ص۴۰۴۔
5. ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرھا، باب فضل سورة الکھف وآیة الکرسی، الحدیث:۸۱۰، ص۴۰۵۔
6. ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرھا، باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة......الخ، الحدیث:۸۰۶، ص۴۰۴۔
7. ......تفسیر البغوی، پ۳، آل عمران، تحت آلایة:۲۷، ج۱، ص۲۲۴۔

دو آیات (پ۳، ال عمران :۲۶،۲۷)[1] ۔(۶)...... ''لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ'' آخر تک (پ۱۱، التوبۃ:۱۲۸)۔ (۷)...... ''لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ'' آخر تک (پ۲۶، الفتح:۲۷)۔(۸)...... ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا'' ایک آیت (پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۱۱۱)[2] ۔(۹)......سورۂ حدید کی ابتدائی پانچ آیات ۔(۱۰)...... سورۂ حشر کی آخری تین آیات[3] ۔(۱۱)......اگر ان ''مسبعاتِ عشرہ'' کو بھی پڑھے جو حضرت سیِّدُنا خضر عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللّٰهِ الْقَوِی کو تحفہ دے کر صبح شام پڑھنے کی وصیت فرمائی ،تو فضیلت مکمل ہو جائے گی اور تمام دعاؤں کی مذکورہ فضیلت جمع ہو جائے گی۔

حکایت: سعادت مندوں کا عمل:

حضرت سیِّدُنا کرز بن وبرہ حارثی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللّٰهِ الْقَوِی ابدال میں سے تھے،فرماتے ہیں: اہل شام میں سے میرا ایک بھائی میرے پاس آیا اور مجھے ایک تحفہ دے کر کہا: ''اے کرز! اسے قبول کرلو یہ بہت ہی اچھا تحفہ ہے۔'' میں نے کہا: ''اے بھائی! تجھے یہ تحفہ کس نے دیا؟'' کہا: ''حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللّٰهِ الْقَوِی نے۔'' میں نے کہا: ''کیا تم نے ان سے پوچھا تھا کہ اُنہیں یہ تحفہ کس نے دیا؟'' کہا: کیوں نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک دفعہ کَعْبَۃُ اللّٰهِ الْمُشَرَّفَہ کے صحن میں بیٹھ کر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، سُبْحٰنَ اللّٰه، اَلْحَمْدُ لِلّٰه'' پڑھنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بزرگی بیان کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور سلام کر کے میرے دائیں جانب بیٹھ گیا، میں نے ان سے زیادہ خوبصورت چہرہ، ان کے لباس سے زیادہ خوبصورت لباس، ان سے زیادہ نورانی اور خوشبودار شخص پوری زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا، میں نے ان سے کہا: اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں خضر ہوں۔ میں نے کہا: ''آپ میرے پاس کیسے تشریف لائے؟'' فرمایا: ''تمہیں سلام کرنے کے لئے آیا ہوں اور تم سے محض رضائے الٰہی کے لئے محبت کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک تحفہ ہے میں چاہتا ہوں کہ میں وہ تمہیں دے دوں۔'' میں نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' فرمایا: سورج کے طلوع ہونے، اس کے زمین پر پھیلنے اور غروب ہونے

---

1 ......تفسیر البغوی، پ۳، آل عمران، تحت آلایۃ:۲۷، ج۱، ص۲۲۴۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجهنی، الحدیث:۱۵۶۳۴، ج۸، ص۳۱۲۔

3 ......سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، الحدیث:۲۹۳۱، ج۴، ص۴۲۳۔

سے پہلے سات سات مرتبہ سورۂ فاتحہ، سورۂ ناس، سورۂ فلق، سورۂ اخلاص، سورۂ کافرون اور آیَۃُ الْکُرْسِی پڑھ کر، سات بار یہ پڑھو: سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ پھر سات بار بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود بھیجو، پھر سات بار اپنے لئے، اپنے والدین اور تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کی دعا کرو پھر سات بار یہ پڑھو:

اَللّٰھُمَّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّ آجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَامَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ کَرِیْمٌ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے اور ان سب کے ساتھ ابھی اور بعد میں، دین، دنیا اور آخرت کے بارے میں وہ معاملہ فرمانا جو تیری شایانِ شان ہے وہ معاملہ نہ فرمانا جس کے ہم مستحق ہیں بے شک تو بخشنے والا، بردبار، جواد، کرم فرمانے والا، مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ اس وظیفے کو صبح وشام پڑھنا مت چھوڑنا۔''

حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے پوچھا: ''آپ کو یہ تحفہ کس نے دیا؟'' فرمایا: ''مجھے یہ تحفہ حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیا ہے۔'' میں نے کہا: ''اس کی فضیلت کے بارے میں بتائیے۔'' فرمایا: ''جب تو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملے تو ان سے اس کی فضیلت کے بارے میں پوچھ لینا وہ اس کا ثواب بتا دیں گے۔'' حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ایک دن میں نے خواب میں فرشتوں کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا کر لے گئے حتی کہ جنت میں داخل کر دیا میں نے جنتی نعمتیں اور بڑے بڑے اُمور دیکھ کر فرشتوں سے پوچھا: ''یہ کس کے لئے ہے؟'' جواب دیا: ''اس کے لئے جو آپ کے عمل کی مثل عمل کرے۔'' فرماتے ہیں: میں نے جنتی پھل کھائے اور اس کے مشروبات پیئے، پھر حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم 70 انبیائے کرام اور فرشتوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی 70 صفوں کے جھرمٹ میں میرے پاس تشریف لائے ہر صف مشرق ومغرب کے درمیانی فاصلے جتنی تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے سلام سے نوازا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مجھے خبر دی ہے کہ انہوں نے آپ سے یہ حدیث سنی ہے۔'' تو پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو بار ارشاد فرمایا: ''حضرت خضر نے سچ کہا اور جو کچھ انہوں نے بتایا حق ہے، وہ اہلِ زمین کے عالم

اورابدال کے سرداراورزمین پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لشکر میں سے ہیں۔'' میں نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جوکوئی یہ عمل کرے اور جو میں نے خواب میں دیکھا وہ نہ دیکھے کیا اسے بھی اس میں سے کچھ دیا جائے گا؟'' تو ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق سے مبعوث فرمایا! جو بھی یہ عمل کرے گا اسے اسی کی مثل دیا جائے گا اگرچہ اس نے مجھے اور جنت کو نہ دیکھا ہو، اس کے تمام کبیرہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے کئے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اپنا غضب اور عذاب دور فرمادے گا اور بائیں جانب والے فرشتے کو حکم فرمائے گا کہ ایک سال تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھے۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اس عمل کو وہی کرے گا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سعادت مندی سے سرفراز فرمایا اور وہی ترک کرے گا بدبختی جس کا مقدر ہوگی۔'' حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے جو چار ماہ تک کچھ کھایا نہ پیا شاید یہ اس خواب کے بعد کا واقعہ ہے۔

یہ قراءت کا وظیفہ ہے اگر اس پر کچھ اضافہ کرلے یا اسی قدر پر اکتفا کرے دونوں طرح بہتر ہے، کیونکہ قرآنِ پاک ذکر وفکر اور تمام دعاؤں کی فضیلت کا جامع ہے جبکہ غور وفکر کے ساتھ پڑھا جائے جیسا کہ اس کی فضیلت اور آداب ہم ''تلاوت کے بیان'' میں ذکر کرچکے ہیں۔

﴿4﴾...... غور وفکر کرنا:

اپنے وظائف میں اسے بھی ایک وظیفہ بنانا چاہئے، عنقریب نجات دینے والے امور کے ضمن میں ''غور وفکر کے بیان'' میں اس کی تفصیل آئے گی کہ کس بارے میں غور وفکر کیا جائے اور اس کا طریقہ کیا ہو؟ لیکن اس کا مجموعہ دو فنوں کی طرف لوٹتا ہے:

فنِ اوّل: نفع بخش معاملات کے بارے میں غور وفکر کرے یوں کہ اپنی کوتاہیوں پر نفس کا محاسبہ کرے، آنے والے دن کے لئے وظائف کو ترتیب دے، ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدبیر کرے جو نیکی سے روکتی ہیں، اپنی کوتاہی اور اعمال میں خلل ڈالنے والی چیزوں کو یاد کرے تاکہ اپنی اصلاح کرسکے، اپنے اعمال اور دیگر مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں اپنے دل میں اچھی اچھی نیتیں حاضر کرے۔

فنِ دُوُم: اس امر کے بارے میں ہے جو علمِ مکاشفہ میں نفع کا باعث بنتا ہے یوں کہ ایک بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور ظاہری وباطنی نشانیوں کے مسلسل آنے کے بارے میں غور وفکر کرے تاکہ اس کے ذریعے معرفتِ الٰہی میں

اضافہ ہواور اس پر جتنا ہو سکے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سزاؤں کے بارے میں غور وفکر کرے تا کہ معبود کی قدرت و بے نیازی کی پہچان میں اضافہ ہو اور ان سزاؤں سے ڈرنے میں زیادتی ہو۔ ان امور میں سے ہر ایک کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں بعض لوگوں کو غور وفکر کرنے کی استطاعت ہوتی ہے اور بعض کو نہیں، اسے ہم **''غور وفکر کے بیان''** میں ذکر کریں گے۔

سب سے بلند رتبہ عبادت:

جب غور وفکر کرنا آسان ہو جائے تو عبادات میں یہ سب سے بلند رتبہ عبادت ہے کیونکہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو امر مزید پائے جاتے ہیں: (۱)......معرفتِ الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ غور وفکر کرنا معرفت و کشف کی چابی ہے۔ (۲)......محبتِ الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ دل اسی سے محبت کرتا ہے جس کی تعظیم کا وہ اعتقاد رکھتا ہے۔ نیز عظمت وجلالِ الٰہی تبھی منکشف ہوتے ہیں جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات، قدرت اور افعال کے عجائبات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا غور وفکر سے معرفت، معرفت سے تعظیم اور تعظیم سے محبت حاصل ہوتی ہے۔

اُنس و محبت میں فرق:

ذکر بھی اُنس کا باعث ہے، اُنس محبت ہی کی ایک قسم ہے لیکن معرفت کے سبب حاصل ہونے والی محبت زیادہ قوی، زیادہ ثابت اور زیادہ عظیم ہوتی ہے۔

عارف کی محبت اور ذاکر کے اُنس میں نسبت:

عارف کی محبت اور مکمل طور پر دیکھے بغیر نورِ عرفان سے اُنس حاصل کرنے والے ذاکر کے اُنس کے درمیان نسبت ایسے ہے جیسے وہ شخص جس نے کسی کے جمال کو آنکھوں سے دیکھا، اس کے حسنِ اخلاق، حسنِ افعال، فضائل و خصائلِ حمیدہ پر تجربہ کی روشنی میں مطلع ہوا، اس کے عشق کی نسبت اس شخص کے اُنس سے ہو جس کے کانوں پر کسی ایسے شخص کی اچھی سیرت و صورت کے اوصاف بغیر تفصیل کے بار بار بیان کئے جاتے رہے ہوں جو اس کی آنکھوں سے غائب ہے، اس کی محبت اس شخص کی محبت کی طرح نہیں جس نے دیکھ کر محبت کی ہے اور نہ ہی خبر مشاہدہ کی طرح ہوتی ہے۔

وہ بندے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر پر دل و زبان سے ہمیشگی اختیار کرتے اور رسل عظام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو لے کر آئے ہیں صرف ایمانِ تقلیدی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں، ان کے پاس صفاتِ باری تعالیٰ کی خوبیوں میں سے چند ایسے مجمل اُمور کے سوا کچھ نہیں جنہیں یہ اس شخص کی تصدیق سے مانتا ہے جس نے اسے ان کے سامنے بیان کیا جبکہ عارفین وہ ہیں جنہوں نے اس کے جلال و جمال کا باطنی بصیرت کی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے جو ظاہری بصارت سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے کیونکہ کوئی شخص بھی اس کے جلال و جمال کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس پر قادر نہیں۔ البتہ، ہر شخص اسی قدر مشاہدہ کرتا ہے جس قدر حجاب اس سے اٹھایا جاتا ہے۔ جمال الٰہی کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کے حجابات کی کوئی حد ہے، صرف ان حجابوں کی تعداد 70 ہے جو نور کہلانے کے حقدار ہیں اور ان تک پہنچنے والا یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ وہ اصل تک پہنچ گیا ہے۔

نور کے 70 حجابات:

مصطفےٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ لِلّٰہِ سَبۡعِیۡنَ حِجَابًا مِّنۡ نُّوۡرٍ لَوۡ کَشَفَھَا لَاَحۡرَقَتۡ سُبُحَاتُ وَجۡھِہٖ کُلَّ مَا اَدۡرَکَ بَصَرُہٗ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نور کے 70 حجابات ہیں اگر وہ انہیں کھول دے تو اس کی ذات کے انوار ہر اس چیز کو جلا دیں جس تک اس کی نظر پہنچے۔''(1)

ان حجابوں میں بھی ترتیب ہے۔ ان انوار میں آپس میں مرتبہ کے اعتبار سے ایسے تفاوت پایا جاتا ہے جیسے سورج، چاند اور ستاروں کے درمیان تفاوت ہے۔ پہلے وہ نور ظاہر ہوتا ہے جو سب سے چھوٹا ہے، پھر وہ جو اس سے ملا ہوا ہے، پھر وہ جو اس سے ملا ہوا ہے۔ اسی بنا پر بعض صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اس کے درجات بیان کئے ہیں جو حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ترقی کرنے میں ظاہر ہوا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡہِ الَّیۡلُ '' اس کی تفسیر میں صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''یعنی جب ان پر معاملہ پوشیدہ ہو گیا تو ''رَاٰ کَوۡکَبًا ۚ'' (پ۷، الانعام: ۷۶) یعنی نور کے حجابات میں سے ایک حجاب تک پہنچ گئے اور اسے **تارے** سے تعبیر کیا۔

اس سے یہ چمکتے ہوئے جسم مراد نہیں کیونکہ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسم و جسمانیت سے پاک ہے بلکہ یہ بات تو پہلی ہی نظر میں جان لی جاتی ہے تو جس چیز سے عوام گمراہ نہیں ہوتے، اس چیز سے خلیل اللہ حضرت سیِّدُنا

(1) ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ علیہ السلام ان اللّٰہ لا ینام......الخ، الحدیث: ۱۷۹، ص ۱۰۹، مفہومًا۔

ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیسے راہ سے ہٹ سکتے ہیں۔

اور وہ حجابات جنہیں انوار کا نام دیا گیا ہے ان سے مراد یہ روشنی نہیں جو آنکھ کے ساتھ دیکھی جاتی ہے بلکہ ان سے مراد وہ نور ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں مراد ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌؕ (پ۱۸، النور: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔

ہمیں ان معانی سے چشم پوشی کرتے ہوئے گزر جانا چاہئے کیونکہ یہ علمِ معاملہ سے خارج ہیں اور بغیر کشف کے ان کی حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا اور وہ کشف، خالص غور وفکر کے تابع ہے اور کم ہی لوگوں کے لئے یہ دروازہ کھلتا ہے۔ عوام کو وہی غور وفکر میسر ہوتی ہے جو علمِ معاملہ میں فائدہ دیتی ہے، اس کا بھی بڑا فائدہ اور بڑا نفع ہے۔

خلاصۂ کلام:

ہر طالبِ آخرت کو نمازِ فجر کے بعد یہ چار وظائف کرنے چاہئیں یعنی دعا، ذکر، تلاوتِ قرآن اور غور وفکر کرنا بلکہ ہر فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں وظیفہ بنائے کہ نماز کے بعد ان چار وظائف کے سوا کوئی وظیفہ نہیں۔ اس وظیفہ پر اس وقت قادر ہوا جا سکتا ہے جب ہتھیار اور ڈھال پکڑے ہوئے ہوں اور روزہ وہ ڈھال ہے جو شیطان کے راستوں کو تنگ کر دیتا ہے اور شیطان ایسا دشمن ہے جو ہدایت کے راستے سے بھٹکانے والا ہے۔

طلوعِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک فجر کی دو سنتوں اور فرضوں کے علاوہ کوئی (نفل) نماز جائز نہیں۔ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن یہ وقت ذکر واذکار میں صرف کرتے تھے اور یہی بہتر ہے۔ البتہ، فجر کے فرائض سے پہلے نیند کا غلبہ ہو اور وہ نماز کے سوا کسی اور چیز سے دور نہ ہوتا ہو، اس وجہ سے (نفل) نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں (عندالشوافع)۔

دوسرا وظیفہ:

طلوعِ آفتاب سے چاشت کے وقت تک۔ چاشت کے وقت سے مراد طلوع آفتاب سے زوال کے درمیان کا نصف وقت ہے۔ مثلاً دن کے 12 گھنٹے فرض کئے جائیں تو تین گھنٹے گزرنے تک یہ وقت ہوگا اور یہ دن کا چوتھائی

حصہ ہے،اس حصے میں دو وظیفے زائد ہیں:

﴿۱﴾......**نمازِ چاشت:** اسے ہم"نماز کے بیان" میں ذکر کر چکے ہیں۔بہتر یہ ہے کہ اشراق کے وقت دو رکعتیں پڑھے اور یہ وہ وقت ہے جب دھوپ زمین پر پھیل جائے اور سورج نصف نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے اور جب زمین کے گرم ہونے کی وجہ سے اُونٹنی کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں اور قدم سورج کی گرمی سے تپش محسوس کرنے لگیں تو اس وقت (چاشت کی) چار، چھ یا آٹھ رکعتیں پڑھے۔(اشراق کی) دو رکعتوں کا وقت تو وہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں مراد ہے:

یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ (پ۲۳،صٓ:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔

یہ سورج کے چمکنے کا وقت ہے اس وقت زمین کی سطح سے اٹھنے والے بخارات اور غبار سے سورج کے بلند ہونے کے باعث اس کی روشنی مکمل طور پر ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بخارات وغیرہ اس کے مکمل طور پر چمکنے میں رکاوٹ ہوتے ہیں اور چار رکعات کا وقت، چاشت کا وقت ہے۔اس کی قسم بیان کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ الضُّحٰی ﴿۱﴾ وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ (پ۳۰،الضحٰی:۱،۲) ترجمۂ کنزالایمان: چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

رجوع کرنے والوں کی نماز کا وقت:

ایک مرتبہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِشراق کے وقت صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے پاس تشریف لائے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے، انہیں بلند آواز سے پکار کر ارشاد فرمایا:"جان لو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہے جب گرم زمین کی وجہ سے اونٹنی کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔"(1)

اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب ایک ہی مرتبہ نماز پڑھنے پر اکتفا کرنا چاہے تو چاشت کا وقت افضل ہے اگرچہ اصل فضیلت وقتِ کراہت کے دونوں کناروں کے درمیان نماز پڑھنے سے بھی حاصل ہو جائے گی، وقتِ کراہت کے کنارے یہ ہیں: (۱)......سورج کے طلوع ہونے سے لے کر اس کے اندازاً نصف نیزہ کی مقدار بلند ہونے تک (۲)......زوال کے وقت سے پہلے جب سورج آسمان کے درمیان ٹھہرتا ہے۔لفظِ"چاشت" کا اطلاق اس تمام وقت پر ہوتا ہے گویا کہ اشراق کی دو رکعتیں اس وقت ہوتی ہیں جب وقتِ مکروہ ختم ہونے کے بعد وقتِ غیرمکروہ کی

(1)......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ الاوابین حین......الخ، الحدیث:۷۴۸، ص۳۷۶۔

ابتدا ہوتی ہے کیونکہ سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَهَا یعنی سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کے سینگ ہوتے ہیں، جب بلند ہو جاتا ہے تو سینگ اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔''(1) سورج کے بلند ہونے کی کم سے کم مقدار یہ ہوگی کہ وہ زمین کے بخارات اور غبار سے بلند ہو جائے اور اس میں اندازے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔(2)

﴿۲﴾......اس وقت کا دوسرا وظیفہ وہ نیک کام ہیں جن کا تعلق لوگوں سے ہے اور ان کا صبح کے وقت کرنا رائج ہے مثلاً مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، نیکی وتقویٰ پر مدد کرنا، علم کی مجلس میں حاضر ہونا اور اس کے قائم مقام دیگر کام جیسے مسلمانوں کی حاجت کو پورا کرنا وغیرہ۔

اگر ان میں سے کوئی کام نہ ہو تو ان چار وظائف کی طرف لوٹ آئے جنہیں ہم نے پیچھے ذکر کیا یعنی دعائیں، ذکر، تلاوتِ قرآن اور غور وفکر کرنا۔ اگر چاہے تو ان کے ساتھ ساتھ نفل نمازیں بھی پڑھے کہ وہ نمازِ فجر کے فوراً بعد مکروہ ہے اب مکروہ نہیں۔ لہٰذا جو اس وقت میں نماز بھی پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اس وقت کے وظائف میں سے نماز پانچواں وظیفہ ہو جائے گا۔ فجر کے فرضوں کے بعد ہر وہ نماز مکروہ ہے جس کا کوئی سبب موجود نہ ہو۔ طلوعِ فجر کے بعد بہتر یہ ہے کہ فجر کی دو سنتوں اور (عندالشوافع) تَحِيَّةُ الْمَسْجِد پر ہی اکتفا کرے اس کے علاوہ دیگر نوافل میں مشغول نہ ہو بلکہ ذکر، تلاوتِ قرآن، دُعا اور غور وفکر میں مشغول رہے۔

تیسرا وظیفہ:

یہ چاشت کے وقت سے لے کر زوال تک کے لئے ہے، چاشت کے وقت سے ہماری مراد نصف دن اور اس سے کچھ پہلے کا وقت ہے کیونکہ ہر تین گھنٹوں کے بعد نماز کا حکم دیا گیا ہے کہ جب طلوعِ فجر کے بعد تین گھنٹے گزر جائیں تو اس وقت اور اس کے گزرنے سے پہلے نمازِ چاشت کا وقت ہے، جب تین گھنٹے اور گزر جائیں تو نمازِ ظہر ہے، جب تین گھنٹے اور گزر جائیں تو نمازِ عصر ہے، جب تین گھنٹے اور گزر جائیں تو نمازِ مغرب ہے۔ لہٰذا نمازِ چاشت کا مرتبہ

1 ......سنن النسائی، کتاب المواقیت، باب الساعات التی نهی عن الصلاة فیها، الحدیث ۵۵۲، ص ۹۹۔

2 ......یہ وقت آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے لے کر اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔ (بہارشریعت، ج ۱، ص ۴۵۴)

طلوع اور زوال کے درمیان ایسے ہے جیسے زوال اور غروب کے درمیان نمازِ عصر کا مرتبہ مگر نمازِ چاشت فرض نہیں کی گئی کیونکہ یہ لوگوں کا اپنے کاموں میں مصروف رہنے کا وقت ہے، اس لئے لوگوں پر آسانی کردی گئی۔

اس وقت کا وظیفہ:

اس وقت میں وہ چار اقسام (یعنی دعا، ذکر، تلاوتِ قرآن، غور وفکر) اور مزید دو امر ہیں:

﴿۱﴾...... کام کاج، تدبیرِ معیشت اور بازار کی حاضری میں مشغول ہو، اگر تاجر ہے تو سچائی و امانت داری سے تجارت کرے، اگر ہنر مند ہے تو خیر خواہی و شفقت کو پیشِ نظر رکھے اور اپنی تمام مشغولیات میں ذکرِ الٰہی کو نہ بھولے۔ اگر روزانہ کمانے پر قدرت رکھتا ہے تو ہر روز اتنی کمائی پر ہی اکتفا کرے جتنی اسے اس دن میں حاجت ہے، جب ایک دن کا رزق حاصل کرلے تو مسجد کی طرف لوٹ آئے اور آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرے کیونکہ زادِ آخرت کی حاجت زیادہ سخت اور اس کا نفع دائمی ہے۔ لہٰذا اس کی تیاری میں مشغول ہونا وقتی حاجت سے زائد کمانے سے زیادہ اہم ہے۔

مومن کے ملنے کی تین جگہیں:

منقول ہے کہ مومن تین جگہوں میں ہی پایا جاتا ہے: (۱)...... مسجد میں، جس کو نماز کے ذریعے آباد کرتا ہے۔ (۲)...... گھر میں، جو اسے چھپاتا ہے۔ (۳)...... کسی ایسی حاجت میں جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ معلوم ہے کہ حاجت کی مقدار کتنی ہے جس کے بغیر چارہ نہیں، اکثر لوگ غیر ضروری کو بھی ضروری سمجھتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انہیں مفلسی کا اندیشہ دلاتا اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا وہ مفلسی کے ڈر سے شیطان کی طرف مائل ہو کر اسے بھی جمع کرتے ہیں جسے وہ کھاتے نہیں اور بخشش و فضل کا وعدہ کرنے والے خدا رحمٰن عَزَّوَجَلَّ سے اعراض کرتے ہیں اور اس کی طرف راغب نہیں ہوتے۔

﴿۲﴾...... ''قیلولہ'' کرے اور یہ سنّت بھی ہے، اس کے ذریعے رات کے قیام پر مدد لی جاتی ہے جیسا کہ سحری سنّت ہے اور اس کے ذریعے دن کے روزے پر مدد لی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص رات کو قیام تو نہیں کرتا لیکن اگر اس وقت نہ سوئے گا تو نیکی میں بھی مشغول نہیں ہوگا اور بسا اوقات غافل لوگوں کے ساتھ میل جول اور ان سے بات چیت

کرے گا تو جب وہ مذکورہ اوراد و وظائف کی طرف رجوع کرنے کے لئے نہیں جاگتا تو اس کے لئے سونا بہتر ہے کیونکہ نیند میں خاموشی وسلامتی ہے (لہٰذا ایسی حالت میں اس کے حق میں سونا بہتر ہے)۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے تمام اعمال میں افضل عمل خاموشی اور نیند ہوں گے۔''

بہت سے عابد ایسے ہیں کہ ان کی بہترین حالت، نیند ہے۔ یہ اس وقت ہے جب وہ ریا کے لئے عبادت کرے اور اس میں اخلاص نہ ہو، تو پھر غافل فاسق کی کیا حالت ہوگی؟

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام اس بات کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ فارغ اوقات میں سلامتی طلب کرنے کے لئے سو جائیں۔''

نیند بھی عبادت ہے:

پس جب نیند سلامتی کو طلب کرنے اور رات کے وقت قیام کرنے کی نیت سے ہو تو اس کی یہ نیند بھی عبادت ہو گی، لیکن زوال سے اتنی دیر پہلے بیدار ہو جانا چاہئے جس میں وہ وقتِ نماز داخل ہونے سے پہلے پہلے وضو اور مسجد میں حاضر ہونے کے ذریعے نماز کی تیاری کر سکے کہ یہ اعمال کے فضائل میں سے ہے۔

دن کے اعمال میں سب سے افضل عمل:

اگر اس وقت نہ سوئے اور نہ ہی کسبِ معاش میں مشغول ہو بلکہ نماز اور ذکر میں مشغول رہے تو یہ دن کے اعمال میں سب سے افضل عمل ہے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں لوگ یادِ الٰہی سے غافل ہوتے اور اپنے دنیوی رنج وافکار میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ دل جو اُس وقت اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے فارغ ہوتا ہے جس وقت لوگ اس کی بارگاہ سے اعراض کرتے ہیں، وہ اس لائق ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پاک وصاف فرمائے اور اسے اپنے قرب ومعرفت کے لئے چن لے۔ اس کی فضیلت شب بیداری کی فضیلت کی طرح ہے کیونکہ رات نیند کی وجہ سے غفلت کا وقت ہے اور یہ (یعنی چاشت سے زوال تک کا) وقت اپنی خواہشات کی اتباع اور دنیوی رنج وافکار میں مشغولیت کے سبب غفلت کا وقت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ (پ۱۹،الفرقان:۶۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے۔

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اس نے فضیلت میں ایک کو دوسرے کے پیچھے رکھا، ایک معنی یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے پیچھے رکھا کہ اگر ایک میں کوئی عمل رہ جائے تو دوسرے میں اس کا تدارک کرلیا جائے۔

چوتھا وظیفہ:

زوال سے لے کر نمازِ ظہر اور اس کی سنتوں سے فارغ ہونے تک کے لئے ہے، یہ دن کے وظائف میں سے سب سے چھوٹا اور افضل وظیفہ ہے۔ جب زوال سے پہلے وضو کر کے مسجد میں حاضر ہو اور سورج ڈھل جائے اور مؤذن اذان کہنا شروع کرے تو اذان کے جواب سے فارغ ہونے تک صبر کرے، پھر اذان واقامت کے درمیان عبادت کے لئے کھڑا ہو جائے کہ یہی وہ دوپہر کا وقت ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں مراد ہے:

وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۱،الروم:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

اس وقت میں چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھے۔ دن کی تمام نمازوں میں سے یہی ایک نماز ہے جس کے بارے میں بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے فرمایا: ''اسے ایک سلام کے ساتھ پڑھے۔''

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا موقف یہ ہے کہ تمام نوافل کی طرح انہیں بھی دو دو کر کے پڑھا جائے گا، صحیح روایات اسی کے بارے میں وارد ہیں۔[1]

یہ چار رکعتیں لمبی کر کے پڑھی جائیں کیونکہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ''نفل نمازوں کے بیان'' میں اس کے بارے میں ایک روایت ذکر کی ہے۔ اس میں سورۂ بقرہ یا 100، 100 آیات والی دو سورتیں یا 100 سے کم آیات والی چار سورتیں پڑھے کہ یہ وہ گھڑیاں ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے، نیز پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس بات کو پسند فرمایا کہ آپ کا کوئی عمل ان گھڑیوں میں بارگاہِ خداوندی کی طرف اٹھایا جائے۔

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی، الحدیث:۱۲۹۵، ج۲، ص۵۴۔

حتی الامکان ان چار رکعات کو کبھی ترک نہ کرے، جب مذکورہ طریقے کے مطابق لمبی لمبی یا پھر چھوٹی چھوٹی چار رکعتیں پڑھ لے تو نمازِ ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرے، ظہر کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھے، پھر چار رکعتیں پڑھے کیونکہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرض نماز کے بعد بغیر فاصلے کے اسی قسم کی نماز پڑھنے کو ناپسند فرمایا۔

ان نوافل میں آیۃ الکرسی، سورۂ بقرہ کا آخری رکوع اور وہ آیات پڑھنا مستحب ہیں جنہیں ہم ''پہلے وظیفہ'' میں ذکر کر چکے ہیں تاکہ یہ دعا، ذکر، تلاوتِ قرآن، نماز اور تسبیح وتحمید سب کو جامع ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وقت کی فضیلت بھی حاصل ہو۔

پانچواں وظیفہ:

نماز ظہر کے بعد سے نمازِ عصر تک کے لئے ہے، اس دوران مسجد میں ذکر ونماز یا دیگر نیک کاموں میں مشغول رہتے ہوئے اعتکاف کرنا مستحب ہے اور یہ اعتکاف نماز کے انتظار میں ہو کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا بھی فضیلت والے اعمال میں سے ہے اور بزرگوں کا طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص ظہر وعصر کے درمیان مسجد میں داخل ہوتا تو وہ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح نمازیوں کے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کی آواز سنتا۔ اگر اسے گھر میں دین کی سلامتی اور دل جمعی زیادہ حاصل ہوتی ہو تو اس کے حق میں گھر ہی افضل ہے۔

تین چیزوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ غضب فرماتا ہے:

اس وظیفہ کی فضیلت بھی تیسرے وظیفہ کی طرح ہے کیونکہ یہ بھی لوگوں کے غافل ہونے کا وقت ہے، جو شخص زوال سے پہلے سو چکا ہو اس کے لئے اس وقت میں سونا مکروہ ہے کیونکہ دن میں دو بار سونا مکروہ ہے۔ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ غضب فرماتا ہے: (۱)......تعجب خیز بات کے بغیر ہنسنا۔ (۲)......بغیر بھوک کے کھانا۔ (۳) بغیر شب بیداری کے دن میں سونا۔

نیند کی مقدار:

رات اور دن کے 24 گھنٹے ہیں۔ نیند میں اعتدال یہ ہے کہ رات اور دن میں آٹھ گھنٹے سوئے پھر اگر اتنے گھنٹے

رات میں ہی سو چکا ہو تو دن میں سونے کا کوئی مطلب نہیں اور اگر کچھ مقدار کم ہے تو اسے دن میں پورا کر لے۔ ابن آدم اگر 60 برس تک زندہ رہے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی عمر میں سے 20 برس کم ہو جائیں جبکہ وہ آٹھ گھنٹے سوتا ہو کہ آٹھ گھنٹے، 24 گھنٹوں کا تہائی (1\3) ہے لہٰذا اس کی عمر میں سے ایک تہائی حصہ کم ہو جائے گا۔ چونکہ نیند روح کی غذا ہے جیسے کھانا اجسام کی اور علم و ذکر دل کی تو نیند کو بالکل ختم کر دینا ممکن نہیں اور درمیانی مقدار یہ ہے (جو کہ بیان کی گئی یعنی 8 گھنٹے)، اس سے کمی کرنا بسا اوقات جسم کے بگاڑ کی طرف لے جاتا ہے مگر شب بیداری کر کے بتدریج جس کی عادت بن گئی ہو تو وہ بغیر اضطراب و پریشانی کے آسانی کے ساتھ اس پر عمل کر سکتا ہے۔

یہ وظیفہ لمبے لمبے وظائف میں سے ہے اور بندوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق ''آصال'' سے مراد یہی وقت ہے، جس کا ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک میں یوں فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ (پ۱۳، الرعد: ۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔

جب جمادات بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سجدہ کرتے ہیں تو پھر یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ایک عقل رکھنے والا شخص عبادت کی مختلف اقسام سے غافل رہے۔

چھٹا وظیفہ:

جب عصر کا وقت شروع ہو جائے تو چھٹے وظیفہ کا وقت شروع ہو جائے گا۔ یہ وہ وقت ہے جس کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قسم یاد فرمائی ہے: ''وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ (پ۳۰، العصر: ۱) آیت کا ایک معنی یہی ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق ''آصال'' سے بھی یہی مراد ہے اور یہی ''عَشِیّ'' ہے جس کا ذکر اللہ تعالٰی کے اس فرمان میں ہے: ''وَعَشِیًّا ﴿۶۲﴾ (پ۱۶، مریم: ۶۲) ایک مقام پر ہے: ''بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ (پ۲۳، ص: ۱۸)۔''

اس وظیفہ میں اذان و اقامت کے درمیان چار رکعتوں کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں جیسا کہ ظہر میں گزر چکا ہے، پھر عصر کے فرض ادا کر کے ان چار اقسام میں مشغول ہو جائے جو پہلے وظیفے میں مذکور ہوئیں حتی کہ دھوپ دیواروں

کے اوپر سروں تک پہنچ جائے اور سورج زرد ہو جائے، اس وقت جب نماز پڑھنا ممنوع ہو جائے تو غور وفکر اور معانی کے سمجھتے ہوئے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا افضل ہے کہ یہ ذکر وفکر اور دعا تینوں کی جامع ہے لہٰذا اس قسم میں تین اقسام کے اکثر مقاصد داخل ہو جائیں گے۔

ساتواں وظیفہ:

جب سورج زرد ہو جائے بایں طور کہ زمین کے قریب ہو جائے یعنی اس کی روشنی کو سطحِ زمین سے اٹھنے والے بخارات اور غبار چھپالیں اور اس کی روشنی میں زردی دیکھی جائے تو اس وظیفے کا وقت شروع ہو جائے گا، یہ وظیفہ پہلے وظیفے کی طرح ہے جو طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک تھا، جیسے وہ طلوعِ آفتاب سے پہلے تک تھا ایسے ہی یہ غروبِ آفتاب سے پہلے تک ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی یہی وقت مراد ہے:

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۷)
ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

اور یہی وہ دوسری طرف ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مراد ہے:

فَسَبِّحۡ وَ اَطۡرَافَ النَّهَارِ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۰)
ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کے کناروں پر (اس کی پاکی بولو)۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اکابرین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن دن کے پہلے حصے سے زیادہ شام کی تعظیم کیا کرتے تھے۔''

بعض بزرگ فرماتے ہیں: ''اکابرین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن دن کے پہلے حصے کو دنیا کے لئے اور آخری حصے کو آخرت کے لئے قرار دیتے تھے۔''

لہٰذا اس وقت میں وہ تمام اوراد خصوصاً تسبیح واستغفار کرنا مستحب ہے جنہیں ہم نے پہلے وظیفے میں ذکر کیا ہے مثلاً یہ کہے: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَسْاَلُهُ التَّوْبَةَ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اس سے توبہ کا سوال کرتا ہوں، پاکی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ عظمت والے کو اور اسی کی حمد ہے۔'' یہ کلمات اس فرمان باری تعالیٰ سے ماخوذ ہیں:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ (پ۲۴،المؤمن:۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

قرآنِ پاک میں جتنے اسمائے حسنٰی ذکر کئے گئے ہیں ان کے ساتھ استغفار کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

توبہ واستغفار سے متعلق چند فرامین باری تعالیٰ:

﴿۱﴾

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ (پ۲۹،نوح:۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے ربّ سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔

﴿۲﴾

وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ (پ۳۰،النصر:۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

﴿۳﴾

رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ۱۸،المؤمنون:۱۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے ربّ! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے برتر رحم کرنے والا۔

﴿۴﴾

فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ (پ۹،الاعراف:۱۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر (رحم وکرم) کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

غروبِ آفتاب سے پہلے "وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴿۱﴾"، "وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰى ﴿۱﴾" پوری سورتیں اور مُعَوَّذَتَیْن (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) کی تلاوت کرنا مستحب ہے تاکہ اس پر سورج اس حالت میں غروب ہو کہ وہ توبہ واستغفار میں مشغول ہو۔

مغرب کی اذان کے وقت کی دعا:

جب (مغرب کی) اذان سنے تو یہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِكَ وَاِدْبَارُ نَھَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ تیری رات کے آنے، تیرے دن کے جانے اور تیری طرف بلانے والوں کی آوازوں کا وقت ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر

چکا ہے۔ پھر اذان کا جواب دے اور نمازِ مغرب میں مشغول ہو جائے۔ غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی دن کے وظائف بھی ختم ہو چکے ہیں۔

محاسبۂ نفس:

بندے کو چاہئے کہ اپنے احوال کی طرف نظر کرے اور نفس کا محاسبہ کرے کہ اس کے راستے کی ایک منزل گزر چکی ہے، اگر اس کا یہ دن پچھلے دن کے برابر ہو تو نقصان میں ہے اور اگر پچھلے دن سے بدتر ہو تو برکت سے محروم ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ حضور نبیِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَا بُوْرِكَ لِیْ فِیْ یَوْمٍ لَا اَزْدَادُ فِیْهِ خَیْرًا یعنی مجھے اس دن میں برکت نہیں دی گئی جس میں، میں بھلائی میں اضافہ نہ کروں۔'' (1)

اگر وہ اپنے نفس کو پورا دن بھلائی میں کوشش کرنے والا اور مشقت برداشت کرنے والا پائے تو اس کے لئے خوشخبری ہے۔ لہٰذا اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اپنے راستے پر چلنے کی توفیق دی اور اسی پر قائم رکھا۔ اگر دوسری حالت میں دیکھے تو پھر رات دن کا خلیفہ ہے۔ لہٰذا اس میں سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کرنے کی کوشش کرے کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ نیز کوتاہیوں کے تدارک میں مشغول ہونے کے لئے پوری رات جسمانی صحت اور عمر کے باقی رہنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالائے اور دل میں تصوُّر کرے کہ یہ اس کی عمر کا آخری دن ہے، جس میں زندگی کا سورج غروب ہو جائے گا پھر طلوع نہیں ہوگا اور اس وقت کوتاہیوں کے تدارک اور عذر خواہی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ زندگی چند روز کی ہے یقیناً یہ تمام کے تمام ایک ایک کر کے گزر جائیں گے۔

{......فرائض نماز......}

سات چیزیں نماز میں فرض ہیں: (۱)......تکبیر تحریمہ (۲)......قیام (۳)......قراءت (۴)......رکوع (۵)......سجدہ (۶)......قعدہ اخیرہ (۷)......خروج بِصُنْعِہٖ۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۵۰۷)

1......مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فیمن مر علیہ یوم......الخ، الحدیث:۵۷، ج۱، ص۳۵۱، "خیر" بدلہ "علم"۔

رات کے وظائف کا بیان

رات کے وظائف پانچ ہیں:

پہلا وظیفہ:

جب سورج غروب ہو جائے تو نمازِ مغرب پڑھنے کے بعد مغرب اور عشا کے درمیانی وقت کو عبادت میں صرف کرے، اس وظیفہ کا آخری وقت وہ ہے کہ جب شفق غائب ہو جائے، شفق سے مراد وہ سرخی ہے جس کے غائب ہونے کے ساتھ ہی عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے (عندالشوافع)۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قسم یاد فرمائی ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ (پ۳۰،الانشقاق:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے شام کے اُجالے کی۔

اس وقت کی نماز کو "نَاشِئَۃُ الَّیْل" کہتے ہیں کیونکہ یہ رات کی ساعتیں آنے کا اوّل وقت ہے اور یہ وقت ان اوقات میں سے ہے جو اس فرمانِ باری تعالیٰ میں مذکور ہیں:

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ (پ۱۶،طٰہٰ:۱۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو۔

یہی "صلوٰۃ الاوّابین" ہے۔ اس فرمانِ باری تعالیٰ سے بھی یہی مراد ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔ (پ۲۱،السجدۃ:۱۶)

یہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مروی ہے۔ ابن ابی زیاد نے اسے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: "اَلصَّلٰوۃُ بَیْنَ الْعِشَائَیْنِ یعنی یہ نماز مغرب وعشا کے درمیان ہے۔" پھر ارشاد فرمایا: "عَلَیْکُمْ بِالصَّلَاۃِ بَیْنَ الْعِشَائَیْنِ فَاِنَّھَا تَذْھَبُ بِمُلَاغَاتِ النَّھَارِ وَتُھَذِّبُ اٰخِرَہٗ یعنی تم پر مغرب وعشا کے درمیان نماز پڑھنا لازم ہے کیونکہ یہ دن کے لغویات کو لے جاتی ہے اور اس کے آخر کو صاف کر دیتی ہے۔" (1)

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مغرب وعشا کے درمیان سونے والے شخص کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایسا نہ کرے کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جو اس فرمانِ باری تعالیٰ سے مراد لی گئی ہے:

---

(1) ......فردوس الاخبار للدیلمی، باب العین، الحدیث۳۸۴۴، ج۲، ص۵۹۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔
(پ۲۱، السجدۃ:۱٦)

عنقریب دوسرے باب میں مغرب وعشا کے درمیان عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان آئے گا۔

اس وظیفہ کی ترتیب:

مغرب کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھے، ان میں ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' اور ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھے، یہ دو رکعتیں مغرب کے فوراً بعد کوئی کلام یا کام کئے بغیر پڑھے، پھر لمبی لمبی چار رکعتیں پڑھے، پھر شفق غائب ہونے تک جس قدر آسانی ہو نماز پڑھتا رہے۔ اگر مسجد گھر کے قریب ہے اور اس کا ارادہ مسجد میں اعتکاف کرنے کا نہیں تو پھر گھر میں نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، اگر نمازِ عشا کے انتظار میں اعتکاف کرنے کا ارادہ کرے تو یہی افضل ہے جبکہ بناوٹ اور ریاکاری کا اندیشہ نہ ہو۔

دوسرا وظیفہ:

یہ وظیفہ نمازِ عشا کا وقت شروع ہونے سے لے کر لوگوں کے سونے تک ہے اور یہ اندھیرے کے اچھی طرح چھا جانے کا پہلا وقت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی قسم یاد کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور (مجھے قسم ہے) رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

مزید فرماتا ہے:

اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ (پ۱۵، بنی اسرآءیل:۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: رات کی اندھیری تک۔

اس وقت رات چھا جاتی اور اس کی تاریکی پختہ ہو جاتی ہے۔

اس وظیفے کی ترتیب:

اس وظیفے کی ترتیب میں تین امور کی رعایت کی جائے گی:

﴿۱﴾...... عشا کے فرضوں کے علاوہ مزید 10 رکعتیں پڑھے، چار رکعتیں فرائض سے پہلے تاکہ اذان واقامت کا

درمیانی وقت بھی عبادت میں گزرے، چھ رکعتیں فرائض کے بعد بایں طور کہ پہلے دو رکعتیں پڑھے پھر چار اور ان میں قرآنِ کریم کی مخصوص آیات کی تلاوت کرے مثلاً سورۂ بقرہ کی آخری آیات، آیۃ الکرسی، سورۂ حدید کی ابتدائی آیات اور سورۂ حشر کی آخری آیات۔

﴿۲﴾...... تیرہ رکعتیں پڑھے جن کے آخر میں وتر ہو کیونکہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رات کی نماز کے بارے میں اکثر روایات اسی طرح ہیں۔ عقل مند لوگ اپنے وظیفہ کے اوقات رات کے ابتدائی حصے میں مقرر کرتے ہیں جبکہ مضبوط و طاقتور لوگ آخری حصے میں مقرر کرتے ہیں اور احتیاط یہ ہے کہ شروع میں ہی مقرر کر لے کیونکہ کبھی کبھی بندہ بیدار نہیں ہو پاتا یا اس پر کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے مگر جب اس کی عادت ہو جائے تو پھر اس کے لئے رات کا آخری حصہ افضل ہے۔ اس نماز میں ان مخصوص سورتوں میں سے 300 آیات کی مقدار تلاوت کرے جن کی حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً سورۂ یٰسین، سجدہ، لقمان، دُخان، مُلک، زُمر اور سورۂ واقعہ۔[1]

اگر یہ نماز نہ بھی پڑھے تو بھی سونے سے پہلے ان تمام یا ان میں سے بعض سورتوں کی تلاوت کو ترک نہ کرے۔ کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رات جو کچھ تلاوت فرمایا کرتے تھے تین احادیث میں مروی ہے، زیادہ مشہور سورۂ سجدہ، مُلک، زُمر اور واقعہ ہے۔ ایک روایت میں سورۂ زمر اور بنی اسرائیل ہے۔

ہزار آیات سے افضل:

ایک روایت میں ہے کہ ہر رات ''مسبحات'' (یعنی سورۂ حدید، حشر، صف، جمعہ اور تغابن) تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتے: ''فِیۡهَا آیَةٌ اَفۡضَلُ مِنۡ اَلۡفِ آیَةٍ یعنی ان میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیات سے افضل ہے۔''[2]

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ''سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۙ﴿۱﴾'' کا اضافہ کرتے ہوئے چھ کی تعداد مقرر کرتے ہیں

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الثامن فی ذکر اورادالليل الخمسة، ج١، ص٤٠۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثامن فی ذکر اورادالليل الخمسة، ج١، ص٣٩۔
سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحديث:٣٤١٦، ج٥، ص٢٥٩۔
سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحديث:٣٤١٧، ج٥، ص٢٥٩، "خَير" بدله "افضل"۔

کیونکہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى'' کو پسند فرماتے اور وتر کی تین رکعتوں میں یہ تین سورتیں تلاوت فرماتے: '' (۱)...... سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۔ (۲)...... قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۔ اور (۳)......سورۂ اخلاص۔ وتر سے فارغ ہونے کے بعد تین مرتبہ یہ کہتے: سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔'' (1)

﴿۳﴾......وتر، اگر رات کو قیام کی عادت نہ ہو تو سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لے۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَنَامَ اِلَّا عَلٰی وِتْرٍ یعنی پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ وتر پڑھے بغیر نہ سوؤں۔'' (2) البتہ، اگر رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کی عادت ہو تو تاخیر کرنا ہی افضل ہے کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پھر جب تم میں سے کوئی صبح کا خوف کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے جو اس کی پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے۔'' (3)

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے ابتدائی حصے میں بھی وتر پڑھے ہیں، درمیانی میں بھی اور آخر میں بھی اور آپ کے وتر سحر پر منتہی ہوئے (4)۔'' (5)

وتروں سے فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھنا مستحب ہے: ''سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ جَلَّلْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِالْعَظَمَةِ وَالْجَبَرُوْتِ وَتَعَزَّزْتَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَرْتَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ یعنی میں نہایت پاک بادشاہ کی پاکی بیان کرتا

1......المسند للامام احمد بن حنبل، ومن مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۷۴۲، ج ۱، ص ۲۰۶۔

سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ماجاء فیما یقراء فی الوتر، الحدیث: ۱۱۷۲، ج ۲، ص ۴۷، مفهومًا۔

2......صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب صلاة الضحی......الخ، الحدیث: ۷۲۲، ص ۳۶۴، عن ابی الدرداء۔

3......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة اللیل مثنی مثنی......الخ، الحدیث: ۷۴۹، ص ۳۷۷۔

4...... مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِراٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج 2، ص 273 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کبھی عشا کے وقت وتر پڑھ لئے اور کبھی عشا پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے مسلمان جس پر عمل کرے گا سنت کا ثواب پائے گا اگرچہ آخر رات پڑھنا افضل ہے۔

5......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة اللیل وعدد رکعات......الخ، الحدیث: ۷۴۵، ص ۳۷۴۔

ہوں جوملائکہ اور جبرائیل امین کا ربّ ہے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے آسمانوں اور زمین کو عظمت و جبروت کے ساتھ ڈھانپا ہوا ہے اور تو اپنی قدرت کے ساتھ عزت والا ہے اور تو نے اپنے بندوں کو موت کے ذریعے قابو کر رکھا ہے۔“

مروی ہے کہ ”آقائے دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وصالِ ظاہری تک فرائض کے علاوہ دیگر نمازیں اکثر اوقات بیٹھ کر ادا فرماتے۔“ [1]

مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بنسبت نصف ثواب ہے اور لیٹ کر پڑھنے والے کے لئے بیٹھ کر پڑھنے والے کی بنسبت نصف ثواب ہے[2]۔“ [3] یہ فرمان عالیشان اس پر دلالت کرتا ہے کہ لیٹ کر نوافل پڑھنا درست ہے۔

تیسرا وظیفہ:

سونا (آرام کرنا)۔ نیند کو وظائف میں شمار کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جب اس کے آداب کی رعایت کی جائے گی تو یہ سونا بھی عبادت میں شمار ہوگا۔

منقول ہے کہ بندہ جب طہارت و پاکیزگی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر پر سوتا ہے تو بیدار ہونے تک نمازی لکھا جاتا ہے، اس کے لباس میں ایک فرشتہ داخل ہو جاتا ہے، اگر حالتِ نیند میں حرکت کرتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو فرشتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے لئے دعا مانگتا اور مغفرت طلب کرتا ہے۔[4]

حدیثِ پاک میں ہے: ”اِذَا نَامَ عَلٰی طَهَارَةٍ رَفَعَ رُوْحُهٗ اِلَى الْعَرْشِ یعنی جب بندہ باوضو سوتا ہے تو اس کی روح عرش تک بلند ہوتی ہے۔“ [5]

---

1 ......سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب صلاة القاعد......الخ، الحدیث۱۶۵۲، ص۲۸۸، "مات" بدله "قبض"۔

2 ......مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الْمَنَّان مِرْاٰةُ الْمَنَاجِيْح، ج2، ص266 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: جو شخص نفلی نماز قیام پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھے تو اسے آدھا ثواب ملے گا فرض نماز بلا عذر بیٹھ کر نہیں ہوگی۔

3 ......صحیح البخاری، کتاب تقصیر الصلاة، باب صلاة القاعد، الحدیث۱۱۱۵، ج۱، ص۳۷۹۔

4 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۷۔

الزهد لابن المبارك، الجزء العاشر، الحدیث۱۲۴۴، ص۴۴۱، مفهومًا۔

5 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۷، "رفع روحه" بدله "عرج بروحه"۔

عالم کا سونا عبادت ہے:

یہ تو عوام کے بارے میں ہے، خواص، علما اور پاک وصاف دل رکھنے والوں کا کیا عالَم ہوگا؟ یہ تو وہ لوگ ہیں کہ جن پر نیند کے عالم میں اسرار منکشف ہوتے ہیں اسی وجہ سے حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ وَنَفَسُهُ تَسْبِيحٌ یعنی عالم کا سونا عبادت اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔'' (1)

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: ''آپ شب بیداری کیسے کرتے ہیں؟'' فرمایا: ''پوری رات قیام کرتا ہوں تھوڑی دیر بھی نہیں سوتا اور وقفے وقفے سے قرآنِ پاک پڑھتا ہوں۔'' حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''لیکن میں سوتا ہوں پھر اٹھتا ہوں اور اپنی نیند کو قیام کی طرح باعث ثواب شمار کرتا ہوں۔'' پھر دونوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق عرض کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''(اے ابوموسیٰ!) معاذ تم سے بڑا فقیہ ہے۔'' (2)

سونے کے 10 آداب:

﴿۱﴾......وضو اور مسواک کر کے سوئے کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ باوضو سوتا ہے اس کی روح عرش کی طرف لے جائی جاتی ہے تو اس کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ اگر باوضو نہ سوئے تو اس کی روح پہنچنے سے قاصر رہتی ہے اور اسے پریشان کن خواب آتے ہیں جو سچے نہیں ہوتے۔'' (3) طہارت سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی طہارت مراد ہے، طہارتِ باطنی ہی غیب کے پردوں کے منکشف ہونے میں مؤثر ہوتی ہے۔

﴿۲﴾......اپنے سرہانے مسواک اور وضو کا پانی رکھے اور بیدار ہوتے وقت عبادت کے لئے کمربستہ ہونے کی نیت کرے، جب بھی بیدار ہو تو مسواک کرے کہ بعض بزرگ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ ''حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رات کئی بار مسواک کرتے تھے، ہر بار سوتے وقت بھی اور بیدار ہوتے وقت بھی۔'' (4)

---

1 ......فردوس الاخبار للدیلمی، باب النون، الحدیث۶۹۹۹، ج۲، ص۳۶۵۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الرابع عشر فی ذکر تقسیم قیام اللیل......الخ، ج۱، ص۷۴۔

3 ......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۷۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب السواک، الحدیث۲۵۶، ص۱۵۳، مفهومًا۔

اگر وضو کرنا دشوار ہو تو پانی سے اعضاء پر مسح کر لینا مستحب ہے۔ اگر وضو کے لئے پانی میسر نہ ہو تو قبلہ رو بیٹھ کر ذکر و دعا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت اور اس کی نعمتوں میں غور و فکر کرنے میں مشغول ہو جائے تو یہ رات کے قیام کے قائم مقام ہو جائے گا کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو اپنے بستر پر آتے وقت، رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کی نیت کرے پھر اس پر نیند غالب آ جائے حتی کہ صبح ہو جائے تو اس کے لئے اس کی نیت کے مطابق ثواب لکھا جائے گا اور اس کی نیند اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس پر صدقہ ہے۔'' (1)

اسے کلام کی اجازت نہ دی جائے گی:

﴿۳﴾ ...... جس نے کوئی وصیت کرنی ہو وہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانے رکھے بغیر نہ سوئے کیونکہ حالتِ نیند میں روح کے قبض ہونے سے امن نہیں ہے تو اگر یہ بغیر وصیت کئے مر گیا تو برزخ سے لے کر روزِ قیامت تک اس کو کلام کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی، دیگر فوت شدہ لوگ اس سے ملنے کے لئے آئیں گے، اس سے باتیں کریں گے لیکن یہ ان سے کلام نہ کر سکے گا تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: ''یہ مسکین بندہ بغیر وصیت کے ہی مر گیا ہے۔'' لہٰذا اچانک موت کے خوف سے وصیت کرنا مستحب ہے۔ اچانک موت ہلکی ہوتی ہے مگر اس کے لئے نہیں جو موت کے لئے تیار نہیں کہ اس کی پیٹھ پر لوگوں کے حقوق کا بوجھ ہے۔

﴿۴﴾ ...... تمام گناہوں سے توبہ کر کے سوئے، تمام مسلمانوں کے بارے میں دل صاف ہو، دل میں کسی کے ظلم کو بیان نہ کرے اور نہ ہی بیدار ہونے کے بعد کوئی گناہ کرنے کا ارادہ کرے کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو اپنے بستر میں اس حالت میں آئے کہ نہ تو کسی پر ظلم کی نیت ہو اور نہ ہی کسی سے بغض و کینہ رکھتا ہو تو اس کے سابقہ جرموں کو بخش دیا جائے گا۔'' (2)

﴿۵﴾ ...... نرم و ملائم بستر بچھا کر عیش پرستی میں نہ پڑے بلکہ اسے بالکل ترک کر دے یا پھر درمیانی قسم کا بستر اختیار کرے کہ بعض بزرگ سونے کے لئے بستر بچھانے کو مکروہ سمجھتے اور اسے تکلف خیال کرتے تھے۔ نیز اصحابِ صفہ رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اپنے اور مٹی کے درمیان کوئی چیز حائل نہ کرتے اور فرماتے: ''ہم اسی سے پیدا کئے گئے

(1) ......سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها، باب ماجاء فيمن نام عن......الخ، الحديث: ۱۳۴۴، ج۲، ص۱۳۳۔

(2) ......تاريخ دمشق لابن عساكر، محمد بن صالح ابو نصر العسقلانی، الحديث: ۱۱۲۴۴، ج۵۳، ص۲۷۳، باختصارٍ۔

ہیں اور اسی میں لوٹائے جائیں گے۔'' نیز اسے رقتِ قلبی میں اضافے کا باعث اور تواضع کے زیادہ لائق خیال کرتے تھے۔لہٰذا جس کے لئے یہ ممکن نہ ہو تو وہ درمیانہ راستہ اختیار کرے۔

﴿۶﴾......اس وقت تک نہ سوئے جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو، جب رات کے آخری حصے میں عبادت کی نیت نہ ہو تو نیند کو لانے میں بھی تکلف نہ کرے۔

اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی تین خصلتیں:

ہمارے اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نیند کے غلبے کے وقت سوتے، بھوک کی شدت کے وقت کھاتے اور ضرورت کے مطابق کلام کیا کرتے تھے۔اسی وجہ سے ان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ'' وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔'' اگر نیند کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ نماز اور ذکر سے روک دے اور یہ حالت ہو جائے کہ جو کچھ کہتا ہے اسے سمجھتا نہیں تو اتنی دیر آرام کرلے کہ جو کہتا ہے سمجھنے لگے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بیٹھ کر سونے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔نیز حدیث پاک میں ہے کہ'' رات کے وقت مشقت نہ جھیلو۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ'' فلاں عورت رات کو نماز پڑھتی ہے، جب اس پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو ایک رسی کو تھام لیتی ہے۔'' آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رات میں نماز پڑھے تو اتنی دیر پڑھے جتنی دیر آسانی سے پڑھ سکے، جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ'' عمل میں بقدر طاقت مشقت برداشت کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ملال نہیں ڈالتا حتی کہ تم خود ملال میں پڑو۔'' (۳) ایک روایت میں ہے کہ'' خَیْرُ هٰذَا الدِّیْنِ اَیْسَرُهٗ یعنی اس دین میں سب سے بہتر چیز وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔'' (۴)

---

❶......فردوس الاخبار للدیلمی، باب اللام الف، الحدیث۷۶۲۲، ج۲، ص۴۲۰۔

❷......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب امر من نعس فی......الخ، الحدیث:۷۸۶، ص۳۹۵، مفهومًا۔

❸......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضیلة العمل الدائم......الخ، الحدیث۷۸۵، ص۳۹۵، بتغیرٍ۔

❹......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، الحدیث۱۸۹۹۵، ج۷، ص۱۵۔

بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ ''فلاں شخص نماز پڑھتا ہے، سوتا نہیں، روزہ رکھتا ہے، ترک نہیں کرتا۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لیکن میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، یہ میری سنت ہے تو جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ''اس دین سے مقابلہ مت کرو، بے شک یہ مضبوط و پختہ ہے جو شخص اس سے مقابلہ کرے گا، یہ اس پر غالب آجائے گا۔ لہٰذا اپنے نفس کے نزدیک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کو ناپسندیدہ نہ ٹھہراؤ۔'' (۲)

﴿۷﴾...... قبلہ رُو ہو کر سوئے۔ قبلہ رخ ہونے کی دو صورتیں ہیں: **پہلی صورت** وہ ہے جو قریب الموت شخص کی ہوتی ہے کہ وہ اپنی گردن کے پچھلے حصے (یعنی گدی) پر چت لیٹے ہوئے ہوتا ہے اس صورت میں قبلہ رو ہونا اس طرح ہوگا کہ اس کا چہرہ اور پاؤں کے تلوے قبلہ کی طرف ہوں (احناف کے نزدیک قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہ ہے)۔ **دوسری صورت** وہ ہے کہ جس طرح قبر میں قبلہ کی طرف رُخ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کروٹ کے بل اس طرح لیٹے کہ چہرہ اور بدن کا سامنے والا حصہ قبلہ کی طرف ہو یہ اس وقت ہوگا جب سیدھی کروٹ پر لیٹے۔

سوتے وقت کی دعا:

﴿۸﴾...... سوتے وقت یہ دعا پڑھے: ''بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ یعنی اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے ہی نام سے اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے ہی نام سے اٹھاتا ہوں۔'' نیز ''دعاؤں کے بیان میں'' ذکر کردہ دعائے ماثورہ بھی پڑھے۔ (۳) مخصوص آیات مثلاً آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کا آخری رکوع وغیرہ پڑھنا مستحب ہے۔

وہ قرآن نہ بھولے گا:

درج ذیل آیات پڑھنا بھی مستحب ہے:

---

❶......صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه اليه......الخ، الحديث: ۱۴۰۱، ص۷۲۵، دون الالفاظ "هذه سنتی"۔

❷......السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب القصد فی العبادة......الخ، الحديث: ۴۷۴۳۔۴۷۴۴، ص۲۷۔۲۸۔

❸......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مايقول عندالنوم، الحديث: ۵۰۵۵، ج۴، ص۴۰۶۔

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۠(۱۶۳) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(۱۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللّٰہ نے آسمان سے پانی اُتار کر مردہ زمین کو اس سے جِلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

(پ۲، البقرۃ: ۱۶۳، ۱۶۴)

منقول ہے کہ جو شخص سوتے وقت مذکورہ آیات پڑھے گا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس پر قرآنِ پاک کو محفوظ رکھے گا (یعنی اسے قرآنِ پاک یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے گا) وہ کبھی بھی قرآنِ پاک نہیں بھولے گا۔

سورۂ اعراف کی یہ آیات بھی تلاوت کرے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًاۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ(۵۴) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ(۵۵) وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک تمہارا ربّ اللّٰہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر اِسْتِوَاء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم کے دبے ہوئے سُن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللّٰہ ربّ سارے جہان کا۔ اپنے ربّ سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ

وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ (پ۸،الاعراف:۵۴تا۵۶)

اس کے سنورنے کے بعد اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بے شک اللّٰہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی آخری دو آیتیں بھی پڑھے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ (پ۱۵،بنیٓ اسرآءیل:۱۱۰،۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللّٰہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ اور یوں کہو سب خوبیاں اللّٰہ کو جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔

تو اس کے لباس میں ایک فرشتہ داخل ہوگا جو اس کی حفاظت کے لئے مقرر کیا گیا ہوگا، وہ فرشتہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرے گا۔

پھر معوذتین (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرے اور دونوں ہاتھوں کو چہرے اور پورے جسم پر پھیرلے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسی طرح مروی ہے۔(1)

نیز سورۂ کہف کے شروع اور آخر سے دس دس آیات پڑھے۔ یہ آیات رات کو عبادت کے واسطے جاگنے کے لئے ہیں۔ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرمایا کرتے: ''میں اس شخص کو کامل عقل والا نہیں سمجھتا جو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھے بغیر سو جائے۔''

پھر پچیس پچیس مرتبہ یہ کلمات کہے: سُبْحٰنَ اللّٰه، اَلْحَمْدُ لِلّٰه، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، اَللّٰهُ اَكْبَر تاکہ سب کا مجموعہ 100 ہو جائے۔

﴿۹﴾...... سوتے وقت یہ بات یاد کرے کہ نیند بھی موت کی ایک قسم ہے اور بیدار ہونا مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کی قسم ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے:

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، الحدیث:۵۰۱۷، ج۳، ص۴۰۷۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَالَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا ۚ (پ۲۴،الزمر:۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَ ہُوَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ بِالَّیۡلِ (پ۷،الانعام:۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے۔

ان آیات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نیند کو موت کا نام دیا ہے۔ جیسے جو شخص نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس کے لئے ایسے مشاہدات منکشف ہوتے ہیں جو حالتِ نیند میں اس کے احوال کے مناسب نہیں ہوتے، ایسے ہی مرنے کے بعد قیامت کے دن اٹھنے والا وہ کچھ دیکھے گا جس کا دل میں کبھی خیال بھی نہ آیا ہوگا اور نہ ہی اسے کبھی دیکھا ہوگا۔ زندگی اور موت کے درمیان نیند کی مثال ایسے ہے جیسے دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ۔

انمول موتی:

حضرت سیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ''اے بیٹے! اگر تجھے موت کے بارے میں شک ہے تو مت سونا کہ جیسے تو سوتا ہے ایسے ہی تو مرے گا بھی اور اگر قیامت کے دن اٹھائے جانے میں شک ہے تو سونے کے بعد بیدار مت ہونا کہ جیسے تو سونے کے بعد بیدار ہوتا ہے ایسے ہی مرنے کے بعد قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔''

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''سیدھی کروٹ اور چہرہ قبلہ رُو کرکے سویا کرو کہ یہ بھی موت ہے۔''

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: سوتے وقت پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا آخری کلام یہ ہوا کرتا تھا: اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبَّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیۡءٍ وَمَلِیۡکَہٗ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ساتوں زمینوں اور عظمت والے عرش کے ربّ! ہمارے ربّ اور ہر چیز کے ربّ اور مالک۔ سوتے وقت کیفیت یہ ہوتی تھی کہ رخسار مبارک داہنے ہاتھ پر ہوتا تھا اور یہ خیال فرماتے کہ اسی رات وصال فرما جائیں گے۔[1] یہ مکمل دعا ''دعاؤں کے بیان میں'' گزر چکی ہے۔

---

[1]......قوت القلوب، الفصل الثالث عشر كتاب جامع......الخ، ج۱، ص۶۵۔

بندہ سوتے وقت تین باتوں پر غور کرے:

بندے پر حق ہے کہ سوتے وقت دل سے تین باتوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرے: (۱)......وہ کس بات پر سو رہا ہے؟ (۲)......اس کے دل پر کس چیز کی محبت غالب ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس سے ملاقات کی یا دنیا کی؟ (۳)......یہ یقین کرے کہ موت اسی حالت پر ہوگی جو دل میں غالب ہے اور اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر موت واقع ہوگی کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے یا جس چیز سے وہ محبت کرتا ہے۔

بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے:

﴿۱۰﴾......بیدار ہوتے وقت بھی دعا پڑھے۔ چنانچہ، جب بیدار ہو تو اِدھر اُدھر کروٹیں بدلتے ہوئے وہ پڑھے جو مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھا کرتے تھے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ یعنی معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب، مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، صاحبِ عزت بڑا بخشنے والا۔ (۱)

کوشش کرے کہ سوتے وقت دل پر جو آخری چیز جاری ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہو اور بیدار ہوتے وقت جو چیز سب سے پہلے دل پر وارد ہو وہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہو کہ یہ محبت کی علامت ہے۔ ان دونوں حالتوں میں دل میں وہی چیز ہوگی جو اس پر غالب ہے۔ لہٰذا دل کو اس کے ذریعے آزمائے کہ یہ محبت کی علامت ہے اور یہ علامت دل کے باطن سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اذکار صرف اس لئے مستحب ہیں تاکہ دل ذکرِ الٰہی کی طرف چل پڑے۔

بیدار ہونے کے بعد کی دعا:

جب بیدار ہو تو یہ کہتے ہوئے اٹھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد حیات (بیداری) عطا فرمائی اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (۲) پوری دعا ہم نے ''بیدار ہونے کی دعاؤں کے بیان میں'' ذکر کر دی ہے۔

---

1 ......السنن الکبری للنسائی، کتاب النعوت، العزیز الغفار، الحدیث۷۶۸۵، ج۴، ص۴۰۰۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول عندالنوم، الحدیث۵۰۴۹، ج۴، ص۴۰۵۔

چوتھا وظیفہ:

یہ وظیفہ رات کے پہلے نصف سے لے کر اس وقت تک ہے کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہ جائے، اس وقت بندہ نمازِ تہجد کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ لفظِ ''تہجد'' اس نماز کے ساتھ خاص ہے جو نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ یہ وقت رات کا درمیانی حصہ ہوتا ہے اور یہ وظیفہ اس وظیفہ کے مشابہ ہے جو زوال کے بعد ہوتا ہے کیونکہ وہ دن کا درمیانی حصہ ہوتا ہے۔ اس کی قسم یاد کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، الضحیٰ:۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی (قسم) جب پردہ ڈالے۔

یعنی جب ساکن ہو جائے اور اس کا ساکن ہونا اسی وقت میں ہوتا ہے کہ کوئی آنکھ جاگتی باقی نہیں رہتی سوائے اس کے جو حَیٌّ وقَیُّوم ہے، جسے نہ اُونگھ آئے نہ نیند۔ منقول ہے کہ ''سَجٰی'' کا معنی پھیلنا اور لمبا ہونا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے، ''اندھیرا ہونا ہے۔''

عبادت کے لئے کون سا وقت افضل ہے؟

مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ''رات کے کس حصے میں دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جَوْفُ اللَّیْلِ یعنی رات کے درمیانی حصے میں۔''(1)

حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ ربُّ العزَّت میں عرض کی: ''الٰہی! میں تیری عبادت کرنا پسند کرتا ہوں کون سا وقت افضل ہے؟'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وحی فرمائی: ''اے داوٗد! رات کے پہلے اور آخری حصے میں عبادت نہ کر کہ جو پہلے حصے میں عبادت کرتا ہے وہ دوسرے حصے میں سو جاتا ہے اور جو آخری حصے میں عبادت کرتا ہے وہ پہلے حصے میں نہیں کرتا بلکہ رات کے درمیانی حصے میں عبادت کرتا کہ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ تنہا ہوں اور اپنی حاجتیں مجھ تک پہنچا۔''

مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ''رات کا کون سا حصہ افضل ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نِصْفُ اللَّیْلِ الْغَابِر یعنی رات کا دوسرا نصف حصہ۔''(2)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب من رخص فیھما......الخ، الحدیث۱۲۷۷، ج۲، ص۳۷۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الثامن فی ذکر اورار اللیل......الخ، ج۱، ص۴۱۔

رات کے دوسرے نصف کی فضیلت کے بارے میں بہت سی روایات مروی ہیں، مثلاً: اس وقت عرش جھومتا ہے، جناتِ عدن سے ہوائیں چلتی ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے وغیرہ۔

اس وظیفے کی ترتیب:

اس وظیفے کی ترتیب یہ ہے کہ بیدار ہونے کی دعاؤں سے فارغ ہوکر وضو کی سنتوں، آداب اور دعاؤں کی رعایت کرتے ہوئے وضو کرے پھر جائے نماز کی طرف متوجہ ہو اور قبلہ رو ہو کر یہ پڑھے: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بہت زیادہ تعریفیں ہیں اور صبح وشام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے پاکی ہے۔''

پھر دس بار یہ پڑھے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَر۔ پھر یہ پڑھے: اَللّٰہُ اَکْبَر ذُو الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْجَلَالِ وَالْقُدْرَۃِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، وہ بادشاہی وطاقت، عظمت و کبریائی اور جلال وقدرت والا ہے۔

تہجد کے لئے اٹھے تو یہ پڑھے:

یہ کلمات بھی کہے کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے تہجد کے لئے قیام کے وقت ان کلمات کا پڑھنا مروی ہے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ بَہَاءُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَنْ عَلَیْھِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَمِنْکَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنُّشُوْرُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ۔ اَسْئَلُکَ مَسْاَلَۃَ الْبَائِسِ الْمِسْکِیْنِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِیْلِ فَلَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا وَّکُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَاَکْرَمَ الْمُعْطِیْنَ۔

یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین کا جمال ہے۔ تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے۔ تیرے ہی لئے حمد ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور

جو کچھ ان پر ہے تو ہی ان کا قائم رکھنے والا ہے۔ تو ہی حق ہے۔ تجھی سے حق ہے۔ تجھ سے ملنا حق ہے۔ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے۔ قیامت کے دن اٹھنا حق ہے۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق ہیں اور حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حق ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرے لئے میں اسلام لایا، تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسا کیا، تیری طرف رجوع کیا، تیرے بھروسے پر میں کفار سے لڑتا ہوں، تجھ سے فیصلہ چاہتا ہوں، میرے اگلے پچھلے، چھپے کھلے گناہ اور میری زیادتیاں بخش دے، تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے، تو ہی معبود تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔(۱) اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے کہ تو بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا والی و مولیٰ ہے۔(۲) اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اچھے اعمال کی طرف ہدایت عطا فرما کہ تو ہی اچھے اعمال کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے، اور برائیوں کو مجھ سے پھیر دے کہ تیرے سوا برائیوں کو مجھ سے کوئی نہیں پھیرتا۔(۳) میں خستہ حال مسکین کی طرح تجھ سے سوال کرتا اور ذلیل وخوار حاجت مند کی طرح تجھ سے دعا کرتا ہوں تو اے میرے ربّ! مجھے نامراد نہ لوٹانا اور مجھ پر رءُوف ورحیم ہو جا، اے ان سب سے بہتر ذات جن سے سوال کیا جاتا ہے اور اے عطا کرنے والوں میں سب سے معزز ذات!(۴)

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب رات میں اٹھتے نماز شروع کرتے تو یہ کہتے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ یعنی اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ربّ! آسمانوں اور زمین کے بنانے والے، چھپے کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کا ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ جھگڑتے ہیں، مجھے

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ......الخ، الحدیث:۷۶۹، ص۳۸۹، بتغیرٍ۔
قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص ۲۸۔

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، الحدیث ۲۵۸۱۵، ج۱۰، ص۲۷۔

3 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث:۷۷۱، ص ۳۹۰۔
قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۲۸، "لاحسن الاخلاق" بدلہ "لاحسن الاعمال"۔

4 ......المعجم الصغیر، من اسمہ عبدالملک، الحدیث:۶۹۷، ج۱، ص۲۴۷، بتغیرٍ۔
قوت القلوب، الفصل الثالث عشر کتاب جامع......الخ، ج۱، ص۲۸۔

اپنے کرم سے اس حق کی ہدایت دے جس میں اختلاف ہے تو جسے چاہے سیدھے رستے کی ہدایت دے۔[۱]

پھر نماز شروع کرے اور ہلکی ہلکی (یعنی چھوٹی سورتوں کے ساتھ) دو رکعتیں پڑھے پھر جس قدر آسانی ہو دو دو رکعتیں پڑھتا رہے اور اگر وتر نہ پڑھے ہوں تو وتر پر اختتام کرے۔ دو نمازوں کے درمیان سلام پھیرنے کے بعد 100 تسبیح کی مقدار فاصلہ کرے تاکہ راحت حاصل ہو اور مزید نماز کے لئے چستی پیدا ہو۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رات کی نماز کے بارے میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ پہلے دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھتے پھر دو طویل رکعتیں ادا فرماتے پھر کمی فرماتے جاتے حتی کہ تیرہ رکعتیں ہو جاتیں۔[۲]

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے استفسار کیا گیا کہ ''حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کی نماز میں بلند آواز سے قراءَت فرماتے تھے یا آہستہ آواز میں؟'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''کبھی بلند آواز سے کبھی آہستہ آواز سے۔''[۳]

مروی ہے کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں، پھر جب صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو (دو رکعتوں کے ساتھ) ایک اور رکعت ملا کر وتر بنا لو۔''[۴]

ایک روایت میں ہے کہ ''نمازِ مغرب دن کی نمازوں کو طاق بنا دیتی ہے تو تم رات کی نماز کو بھی طاق بنا لو۔''[۵]

حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رات کی نماز کے بارے میں مروی صحیح روایات میں سے اکثر میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے۔[۶] ان رکعات میں اپنا قرآنِ پاک کا وظیفہ پڑھے یا وہ مخصوص سورتیں پڑھے جو اس پر آسان ہوں، یہ اس وظیفہ کا حکم ہے جو رات کے آخری چھٹے حصے کے قریب قریب ہے۔

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث:۷۷۰، ص۳۹۰۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ......الخ، الحدیث:۷۶۵، ص۳۸۸، باختصارٍ۔

3 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی وقت الوتر، الحدیث:۱۴۳۷، ج۲، ص۹۵۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی......الخ، الحدیث:۷۴۹، ص۳۷۷۔

5 ......السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الوتر، الامر بالوتر، الحدیث:۱۳۸۳، ج۱، ص۴۳۵۔

6 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث:۷۳۸، ص۳۷۲۔

پانچواں وظیفہ:

رات کا آخری چھٹا حصہ ہے اور یہ سحری کا وقت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

(پ۲۶، الذّٰریٰت:۱۸)

منقول ہے کہ یہاں استغفار کرنے سے مراد نماز پڑھنا ہے (اور نماز کو استغفار کا نام اس لئے دیا گیا ہے) کیونکہ اس میں استغفار بھی ہوتا ہے۔ یہ وقت فجر کے قریب ہوتا ہے کیونکہ یہ رات کے فرشتوں کے جانے اور دن کے فرشتوں کے آنے کا وقت ہے۔

ہر حق والے کو اس کا حق دو:

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بھائی حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جس رات ملاقات کی تو انہیں اسی وظیفے کا حکم دیا۔ ایک طویل روایت کے آخر میں ہے کہ جب رات ہوئی تو حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز کے لئے اٹھنے لگے تو حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''سو جا۔'' آپ سو گئے۔ کچھ دیر بعد پھر جانے لگے تو انہوں نے پھر یہی فرمایا کہ ''سو جا۔'' آپ پھر سو گئے۔ پھر صبح کے قریب حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: ''اب اٹھو۔'' پھر دونوں نے اٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: ''بے شک تمہاری جان کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہاری زوجہ کا بھی تم پر حق ہے۔ لہٰذا ہر حق والے کو اس کا حق دو۔'' یہ انہوں نے اس وجہ سے فرمایا کیونکہ حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجۂ محترمہ نے حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خبر دی تھی کہ یہ ساری رات سوتے نہیں۔ پھر دونوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سلمان نے سچ کہا۔''[1]

یہی پانچواں وظیفہ ہے۔ اس وقت میں سحری کرنا مستحب ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب طلوعِ فجر کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ان دونوں وظیفوں میں یہی نماز کا وظیفہ ہے۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیه......الخ، الحدیث:۱۹۶۸، ج۱، ص۶۴۷،۶۴۸۔

جب طلوعِ فجر ہوجائے تورات کے وظائف ختم ہوجائیں گے اور دن کے وظائف شروع ہوجائیں گے۔اس وقت اٹھ کر فجر کی دو سنتیں پڑھے۔اس فرمان باری تعالیٰ سے یہی مراد ہے:

وَ مِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷، الطور: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

پھر یہ آیت مبارکہ پڑھے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿ؕ۱۸﴾ (پ۳، اٰل عمرٰن: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

پھر یہ پڑھے: وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ لِنَفْسِهٖ وَشَهِدَتْ بِهٖ مَلَائِكَتُهٗ وَاُولُوا الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهٖ وَاَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ لِيْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَدِيْعَةٌ وَاَسْاَلُهٗ حِفْظَهَا حَتّٰى يَتَوَفَّانِيْ عَلَيْهَا اَللّٰهُمَّ احْطُطْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَاحْفَظْهَا عَلَيَّ وَتَوَفَّنِيْ عَلَيْهَا حَتّٰى اَلْقَاكَ بِهَا غَيْرَ مُبَدِّلٍ تَبْدِيْلًا یعنی اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں جس کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود اپنے لئے گواہی دی ہے اور جس کی اس کے فرشتوں نے اور اس کی مخلوق میں سے علم والوں نے گواہی دی، میں اس گواہی کو اللہ تعالیٰ کے پاس امانت رکھتا ہوں، یہ میرے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس امانت ہے، میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کی حفاظت کا سوال کرتا ہوں حتی کہ وہ مجھے اسی پر وفات دے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ سے (گناہوں کا) بوجھ اُتار دے اور میری اس گواہی کو میرے لئے اپنے پاس ذخیرہ کرلے، اس کی حفاظت فرما اور مجھے اسی پر وفات دے حتی کہ جب میں تجھ سے ملوں تو اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

ایک دن میں چار جمع کرنے پر مغفرت کی بشارت:

یہ بندوں کے لئے وظائف کی ترتیب ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ہر روز چار امور جمع کرنے کو بھی مستحب جانتے تھے: (۱)......روزہ رکھنا۔(۲)......صدقہ دینا اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔(۳)......مریض کی عیادت کرنا۔(۴)......جنازے میں حاضر ہونا۔ان چار امور کے متعلق مروی ہے کہ حضور انور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ جَمَعَ بَيْنَ هٰذِهِ الْاَرْبَعِ فِيْ يَوْمٍ غُفِرَ لَهٗ یعنی جس نے ان چار امور کو ایک دن میں جمع کیا تو اس کی

مغفرت کردی جائے گی۔‘‘ [1]

ایک روایت میں ہے کہ ’’ وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘ [2] اگر ان میں سے بعض کے کرنے کا موقع ملے اور بعض سے عاجز آجائے (کہ کسی وجہ سے نہ کرپائے) تو اسے اس کی نیت کے اعتبار سے تمام کا ثواب ملے گا۔

اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا ناپسندیدہ عمل:

اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی دن ایسا گزرے جس میں انہوں نے صدقہ نہ کیا ہو اگرچہ ایک کھجور یا پیاز یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ رحمت عالم، نور مجسم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’اَلرَّجُلُ فِیْ ظِلِّ صَدَقَتِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یعنی (بروزِ قیامت) بندہ اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔‘‘ [3]

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ یعنی (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کی قاش سے [4]۔‘‘ [5]

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے سائل کو انگور کا ایک دانہ دیا تو حاضرین میں سے بعض ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے فرمایا: ’’تمہیں کیا ہوا؟ اس میں بہت سے ذرّات ہیں۔‘‘

اسلاف، سائل کو (خالی ہاتھ) لوٹانا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اخلاق مصطفےٰ میں سے یہ بھی ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے کچھ مانگتا تو آپ ’’لا‘‘ (یعنی نہیں) نہ فرماتے اگر وہ چیز آپ کے پاس نہ ہوتی

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الخامس عشر فی ذکر ورد العبد، الخ، ج۱، ص۸۰۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب من جمع الصدقة......الخ، الحدیث:۱۰۲۸، ص۵۱۳۔

3 ......المستدرک، کتاب الزکاة، کل امرئ فی ظل صدقة......الخ، الحدیث:۱۵۵۵، ج۲، ص۴۳، مفهومًا۔

4 ...... مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْمَنَّان مِرْاٰةُ الْمَنَاجِیْح، ج7، ص383 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: دوزخ سے بچنے کا اعلیٰ ذریعہ صدقہ وخیرات ہے صدقہ اگرچہ معمولی ہو اخلاص سے وہ بھی آگ سے بچالے گا وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے کھجور کی قاش کی ہی خیرات کردو شاید وہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ جہنم میں بھیج دے گا کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة......الخ، الحدیث:۱۰۱۶، ص۵۰۷۔

توخاموش رہتے۔“ (١)

دو رکعتیں تمام کے برابر:

مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ابن آدم اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے جسم کے ہر ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے۔“(٢) اس کی تفصیل یہ ہے کہ جسم میں 360 جوڑ ہیں تو تیرا نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، کمزور کا بوجھ اٹھانا صدقہ ہے، کسی کو راستہ بتانا صدقہ ہے اور (راستے سے) تکلیف دہ چیز دور کر دینا صدقہ ہے۔“ حتی کہ تسبیح وتہلیل کا بھی ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا: ”ان سب کے ساتھ چاشت کی دو رکعتیں بھی پڑھ لو۔ یا فرمایا: یہ دو رکعتیں سب کو جامع ہوں گی۔“

احوال بدلنے سے وظائف کا بدل جانا

جاننا چاہئے کہ آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرنے والا اور اس راہ پر چلنے والا چھ حالتوں سے خالی نہ ہوگا: (١)......یا تو وہ عابد ہوگا (٢)......یا عالم (٣)......یا طالب علم (٤)......یا حکمران (٥)......یا پیشہ ور (٦)......یا پھر موحِّد ہوگا کہ غیر اللہ سے اعراض کر کے یکتا وبے نیاز ذات (کی معرفت) میں مستغرق ہوگا۔

﴿١﴾......**عابد:** وہ شخص ہے جو خود کو عبادتِ الٰہی کے لئے بالکل فارغ کر دے، اس کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہو کہ اگر عبادت کو ترک کر دے تو بالکل بے کار ہو کر بیٹھ جائے۔ اس کے وظائف کی ترتیب وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ اس کے وظائف میں تبدیلی ہونا کچھ بعید نہیں کیونکہ اس کے اکثر اوقات یا تو نماز یا تلاوتِ قرآن یا پھر تسبیحات میں گزریں گے۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے معمولات:

بعض صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا وظیفہ ایک دن میں 12 ہزار تسبیحات پڑھنا تھا، بعض کا 30 ہزار تسبیحات کا تھا۔ بعض 300 سے لے کر 600 اور ہزار تک نوافل پڑھتے تھے۔ ان سے نماز کے وظیفہ میں سے جو کم سے کم مقدار مروی ہے وہ دن رات میں 100 رکعتیں ہیں۔ بعض کا اکثر وظیفہ قرآنِ پاک کی تلاوت ہوتا تھا، کوئی دن

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ماسئل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ٢٣١١، ص ١٢٦٥، باختصارٍ۔
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث: ١٢٩٧٦، ج ٤، ص ٣٨٠، مفهومًا۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب صلاة الضحی......الخ، الحدیث: ٧٢٠، ص ٣٦٣، مفهومًا۔

میں ایک بار قرآنِ پاک ختم کرتا، بعض سے دو مرتبہ بھی مروی ہے، جبکہ بعض دن رات ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے اور اس میں غور و فکر کرتے رہتے۔

حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبَرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں مقیم تھے، ہر دن اور ہر رات 70، 70 مرتبہ طواف کرتے، اس کے ساتھ ساتھ دن رات میں دو بار قرآنِ پاک ختم کرتے۔ جب اس کا حساب کیا گیا تو روزانہ کی مسافت دس فرسنگ ہوئی اور ہر چکر پر دو رکعتیں ہوتی ہیں تو روزانہ 280 رکعتیں، دو ختمِ قرآن اور دس فرسنگ (یعنی 30 میل) مسافت ہوئی۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ اپنے اکثر اوقات کو ان وظائف میں سے کس میں صرف کرنا بہتر ہے؟ تو جان لو کہ نماز میں کھڑے ہو کر غور و فکر کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا ان تمام کو جامع ہے لیکن بسا اوقات اس پر مواظبت (ہمیشگی) اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا افضل یہی ہے کہ یہ وظائف آدمی کی حالت کے تبدیل ہونے سے تبدیل ہو جائیں۔

اوراد و وظائف سے مقصود:

اوراد و وظائف کا مقصد دل کو پاک و صاف کرنا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے اسے مانوس و مزین کرنا ہے۔ لہٰذا آخرت کا ارادہ رکھنے والے کو چاہئے کہ اپنے دل کی طرف نظر کرے، جس وظیفے کو زیادہ اثر کرنے والا خیال کرے اسی پر مواظبت اختیار کرے اور جب اس سے اکتاہٹ محسوس کرے تو دوسرے وظیفے کی طرف منتقل ہو جائے۔

اسی لئے ہم اکثر مخلوق کے لئے یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ وہ ان وظائف کو مختلف اوقات پر تقسیم کر دیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور ایک قسم سے دوسری قسم کی طرف منتقل ہوتے رہیں کیونکہ طبیعت پر اُکتاہٹ غالب آجاتی ہے، نیز ایک آدمی کی حالتیں بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن جب وظائف کا مقصد و راز سمجھ لے تو اس معنی کی پیروی کرے مثلاً: اگر تسبیح سنے اور دل میں اس کے لئے کوئی آواز محسوس کرے تو جب تک آواز محسوس ہو اس کا تکرار کرتا رہے۔

حکایت: مرنے سے پہلے جنت کا نظارہ:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم سے ایک ابدال کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایک رات

دریا کے کنارے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو بلند آواز سے تسبیح پڑھنے کی آواز سنی لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پوچھا: ''آپ کون ہیں میں آپ کی آواز تو سنتا ہوں لیکن شکل وصورت نہیں دیکھتا؟'' کہا: ''میں ایک فرشتہ ہوں جو اس دریا پر مقرر ہوں، جب سے پیدا ہوا ہوں اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کر رہا ہوں۔'' پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے؟'' کہا: ''مھلھیائیل۔'' پوچھا: ''جو اس تسبیح کو پڑھے اس کا ثواب کیا ہے؟'' جواب دیا: جو 100 مرتبہ اس تسبیح کو پڑھے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ جنت میں اپنی جگہ نہ دیکھ لے یا اسے دکھا نہ دی جائے۔'' وہ تسبیح یہ ہے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الدَّیَّانِ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الشَّدِیْدِ الْاَرْکَانِ سُبْحٰنَ مَنْ یَّذْھَبُ بِاللَّیْلِ وَیَاْتِیْ بِالنَّھَارِ سُبْحٰنَ مَنْ لَا یُشْغِلُہٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْمُسَبَّحِ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ یعنی پاکی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جو بلند، بدلہ دینے والا ہے، پاکی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ مضبوط ارکان والے کو، پاکی ہے اسے جو رات کو لے جاتا اور دن کو لاتا ہے، پاکی ہے اسے جسے کوئی کام دوسرے کام سے نہیں پھیر سکتا، پاکی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ حَنّان، مَنّان کو، پاکی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس کی ہر جگہ تسبیح کی جاتی ہے۔

چنانچہ، جب آخرت کا ارادہ کرنے والا یہ اور اس طرح کی دیگر تسبیحات سنے اور اپنے دل میں کوئی آہٹ پائے تو اسے لازم پکڑ لے اور جس عمل کے پاس دل کو پائے اور دل کے لئے اس میں خیر وبرکت کا دروازہ کھلے تو اس پر مواظبت اختیار کر لے۔

﴿۲﴾......**عالم:** وہ شخص ہے کہ فتویٰ، تدریس یا تصنیف میں اس کے علم سے لوگ نفع اٹھائیں۔

اس کے وظائف کی ترتیب عابد کی ترتیب کے مخالف ہے کیونکہ اسے کتابوں کا مطالعہ کرنے، تصنیف کرنے اور فائدہ پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان چیزوں کے لئے لازمی طور پر اسے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر اسے اپنا تمام وقت اسی میں لگا دینا ممکن ہو تو اس کے لئے فرائض اور سنّتِ مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد اسی میں مشغول رہنا افضل ہے۔ اس پر وہ تمام روایات دلالت کرتی ہیں جنہیں ہم کتاب العلم کے تحت سیکھنے، سکھانے کے بیان میں ذکر کر آئے ہیں۔ نیز ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ علم میں ذکرِ الٰہی پر مواظبت، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین میں غور وفکر کرنا پایا جاتا ہے، اس میں مخلوق کی منفعت اور راہِ آخرت کی طرف ہدایت حاصل ہوتی ہے، کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک طالب علم کوئی مسئلہ سیکھتا ہے تو اس سے اس کی عمر بھر کی عبادت درست ہو جاتی ہے اگر وہ اسے نہ سیکھتا تو اس کی یہ تمام کوشش بے کار جاتی۔

عبادت پر مقدم علم سے کون سا علم مراد ہے؟

عبادت پر مقدم علم سے ہماری مراد وہ علم ہے جس سے لوگ آخرت کی طرف راغب ہوں اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کریں یا اس سے مراد وہ علم ہے کہ جب آخرت کے راستے پر چلنے میں مدد لینے کی نیت سے اسے سیکھا جائے تو وہ اس میں ان کی مدد کرے۔ وہ علوم مراد نہیں جن کے ذریعے مال و جاہ اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی رغبت میں زیادتی ہوتی ہے۔

عالم کے وقت کی تقسیم:

عالم کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے اوقات کو تقسیم کرلے کیونکہ تمام اوقات کو علم کی ترتیب میں مشغول رکھنے کو طبیعت برداشت نہیں کرتی۔ لہٰذا مناسب ہے کہ بعدِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک کے وقت کو اوراد و وظائف کے ساتھ خاص کردے جیسا کہ ہم نے پہلے وظیفے کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ طلوعِ آفتاب کے بعد سے چاشت تک کے وقت کو فائدہ پہنچانے اور تعلیم دینے کے ساتھ خاص کردے جبکہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جو آخرت کے لئے علم سیکھتا ہو اور اگر ایسا کوئی نہ ہو تو اس وقت کو غور و فکر میں صرف کرے اور ان مسائلِ دینیہ میں غور و فکر کرے جو اس پر مشکل ہیں کیونکہ ذکر سے فارغ ہونے کے بعد اور دنیوی رنج و افکار میں مشغول ہونے سے پہلے جو دل کی صفائی ہے وہ ان مشکلات کو سمجھنے میں معاون ہوگی۔ چاشت کے وقت سے وقتِ عصر تک تصنیف اور مطالعہ کرنے میں مصروف رہے، کھانے، طہارت، فرض نماز اور اگر دن بڑا ہو تو ہلکے سے قیلولہ کے علاوہ کسی وقت اسے ترک نہ کرے۔ وقتِ عصر سے سورج کے زرد ہونے تک تفسیر، حدیث اور جو علمِ نافع اس کے سامنے پڑھا جا رہا ہو اسے سنے۔ سورج زرد ہونے سے غروب ہونے تک ذکر، استغفار اور تسبیح وغیرہ میں مصروف رہے۔ یوں اس کا پہلا وظیفہ جو طلوعِ آفتاب سے پہلے ہے وہ زبان کا عمل ہوگا، دوسرا وظیفہ جو چاشت تک ہے وہ غور و فکر کرنے کی وجہ سے قلبی عمل ہوگا، تیسرا وظیفہ جو عصر تک ہے وہ مطالعہ کرنے اور لکھنے کی وجہ سے آنکھوں اور ہاتھوں کا عمل ہوگا، چوتھا وظیفہ جو عصر کے بعد ہے وہ سماعت کا عمل ہوگا تاکہ اس وقت آنکھیں اور ہاتھ آرام پائیں کیونکہ بعض اوقات عصر کے بعد مطالعہ کرنا اور لکھنا آنکھوں کے لئے مضر ہوتا ہے، سورج کے زرد ہونے کے وقت وہ پھر زبان کے ذکر کی طرف لوٹ جائے گا۔ لہٰذا دن کا کوئی حصہ اعضاء کے

اعمال سے خالی نہ ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تمام اوقات میں حضورِ قلب بھی حاصل ہوگا۔

رات کے بارے میں حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی تقسیم کتنی اچھی ہے کہ وہ رات کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے: پہلا تہائی مطالعہ کے لئے، درمیانی تہائی نماز کے لئے اور آخری تہائی سونے کے لئے۔ سردیوں میں یہ تقسیم آسان ہے لیکن گرمیوں میں نفس بعض اوقات اس تقسیم کو قبول نہیں کرتا مگر جبکہ دن کے وقت زیادہ سوئے۔ یہ وہ ہے جسے ہم عالم کے اوراد و وظائف کی ترتیب میں سے مستحب جانتے ہیں۔

﴿۳﴾......**طالب علم:** علم سیکھنے میں مشغول ہونا ذکر اور نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے، وظائف کی ترتیب میں طالب علم کا حکم بھی عالم کے حکم کی طرح ہے لیکن جہاں عالم فائدہ دینے میں مصروف ہوتا ہے یہ فائدہ لینے میں مصروف ہوتا ہے، جہاں عالم تصنیف و تالیف میں مصروف ہوتا ہے یہ لکھنے اور یاد کرنے میں مصروف ہوتا ہے، اس کے اوقات کو اسی طرح ترتیب دیا جائے گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ کتاب العلم میں سیکھنے اور سکھانے کے بیان میں ہمارا ذکر کردہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ افضل ہے، اگر کوئی شخص ان معنوں میں عالم نہ بھی ہو کہ وہ لکھتا اور یاد کرتا ہو تاکہ عالم بن جائے بلکہ عوام میں سے ہو تو بھی اس کا ذکر، وعظ اور علم کی مجلس میں حاضر ہونا ان اوراد میں مشغول ہونے سے بہتر ہے جنہیں ہم نے صبح کے بعد، طلوعِ آفتاب کے بعد اور بقیہ اوقات میں ذکر کیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ ''اِنَّ حُضُوْرَ مَجْلِسِ ذِکْرٍ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاۃِ اَلْفِ رَکْعَۃٍ وَّشُھُوْدِ اَلْفِ جَنَازَۃٍ وَّعِیَادَۃِ اَلْفِ مَرِیْضٍ یعنی مجلسِ ذکر میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز پڑھنے، ہزار جنازوں میں شرکت کرنے اور ہزار مریضوں کی عیادت کرنے سے افضل ہے۔'' (1)

ایک روایت میں ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم جنت کے باغات دیکھو تو ان میں سے کچھ چن لیا کرو۔'' عرض کی گئی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جنت کے باغات کیا ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''ذکر کے حلقے۔'' (2)

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''اگر علما کی مجالس کا ثواب لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو وہ

---

1 ......قوت القلوب، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا......الخ، ج۱، ص۲۵۷، بتقدمٍ و تاخرٍ۔

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۵۲۱، ج۵، ص۳۰۴، "رایتم" بدلہ "مررتم"۔

اس پر ایک دوسرے سے لڑیں حتی کہ ہر حکومت والا اپنی حکومت اور ہر دکاندار اپنی دکان کو ترک کر دے۔‘‘

معزز مقام:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’ایک شخص اپنے گھر سے اس حال میں نکلتا ہے کہ اس پر تہامہ پہاڑ کے برابر گناہ ہوتے ہیں، جب وہ کسی عالم (کے بیان) کو سنتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اس حال میں گھر لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا تم علما کی مجالس سے جدائی اختیار نہ کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سطحِ زمین پر مجالسِ علما سے زیادہ معزز کوئی جگہ نہیں بنائی۔‘‘

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی خدمت میں دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ’’ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوا کرو۔‘‘

حکایت: محفل ذکر میں حاضر ہونے کی فضیلت:

حضرت سیِّدَتُنا مسکینہ طفاویہ ان عورتوں میں سے تھیں جو ذکر کے حلقوں پر ہمیشگی اختیار کرتی تھیں، عمار زاہد نے انہیں خواب میں دیکھ کر کہا: ’’اے مسکینہ! خوش آمدید۔‘‘ انہوں نے کہا: ’’دور ہو! مسکینی چلی گئی، مالداری آگئی۔‘‘ عمار زاہد نے کہا: ’’وہ کیسے؟‘‘ جواب دیا: ’’اس کے بارے میں کیا پوچھتے ہو جس کے لئے تمام کی تمام جنت مباح کر دی گئی۔‘‘ پوچھا: یہ کس سبب سے ہوا؟‘‘ جواب دیا: ’’اہل ذکر کی محفلوں میں بیٹھنے کی وجہ سے۔‘‘

حاصل کلام:

جس اچھے کلام اور پاک سیرت والے واعظ کے وعظ کی برکت سے دل سے دنیا کی محبت کی گرہ کھل جاتی ہے تو اس کا وعظ ان بہت سی رکعات سے زیادہ بلند مرتبہ اور نفع دینے والا ہے جن کے باوجود دل میں دنیا کی محبت باقی رہے۔

﴿۴﴾ ...... **پیشہ ور:** جو اپنے اہل وعیال کے لئے کمانے کا محتاج ہو اس کے لئے اہل وعیال سے بے پرواہی برت کر اپنے تمام اوقات کو عبادت میں صرف کرنا جائز نہیں بلکہ کام کاج کے وقت اس کا وظیفہ بازار کی حاضری اور کام کاج میں مصروف ہونا ہے لیکن اپنے کام کاج کے دوران بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کو نہ بھولے بلکہ تسبیحات، ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت پر ہمیشگی اختیار کرے کہ کام کے ساتھ ان اعمال کو جمع کرنا ممکن ہے لیکن نماز کو کام کے ساتھ اکٹھا کرنا

آسان نہیں، البتہ اگر وہ باغبان ہو تو اس وقت باغبانی کے ساتھ ساتھ نماز کے وظائف کو بھی قائم کر سکتا ہے۔

صدقہ کی نیت سے زائد مال کمانا کیسا؟

جب بقدرِ کفایت روزی کمانے سے فارغ ہو جائے تو اپنے وظائف کی ترتیب کی طرف لوٹ آئے لیکن اگر مزید کمانے پر ہمیشگی اختیار کرے اور حاجت سے زائد مال کو صدقہ کر دے تو یہ ان تمام وظائف سے افضل ہے جنہیں ہم نے ذکر کیا کیونکہ وہ عبادات جن کا فائدہ متعدی ہوتا (یعنی دوسروں تک بھی پہنچتا) ہے ان عبادات سے زیادہ نفع مند ہوتی ہیں جن کا فائدہ غیر متعدی ہوتا ہے (یعنی دوسروں تک نہیں پہنچتا)۔ صدقہ کی نیت سے کمانا بذاتِ خود اس کے لئے بھی عبادت ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتی ہے پھر اس سے دوسروں کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور مسلمانوں کی دعاؤں کی برکات اسے شامل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس کا اَجر دُگنا ہو جاتا ہے۔

﴿۵﴾...... **حکمران:** مثلاً امام المسلمین، قاضی اور متولی کہ یہ مسلمانوں کے معاملات میں غور وفکر کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا اخلاص کے ساتھ، شریعت کے مطابق مسلمانوں کی حاجات اور ان کے امور سرانجام دینا مذکورہ اوراد میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔

اپنے اور مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری:

ان کا حق یہ ہے کہ یہ دن کے وقت لوگوں کے حقوق میں مشغول ہوں اور صرف فرض نمازوں پر اکتفا کریں اور اورادِ مذکورہ کو رات میں پورا کر لیں جیسا کہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیا کرتے تھے اور فرماتے: ''مجھے نیند سے کیا واسطہ؟ اگر میں دن کے وقت سوؤں تو مسلمانوں کے حقوق ضائع کر دوں گا اور اگر رات کے وقت سوؤں تو اپنا حق ضائع کر دوں گا۔''

عبادت بدنیہ پر دو چیزیں مقدم ہوں گی:

ہمارے گزشتہ بیان سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ عباداتِ بدنیہ پر دو چیزوں کو مقدَّم کیا جائے گا: (۱)...... علم (۲)...... مسلمانوں کے ساتھ نرمی (اور ان کے مصالح میں غور وفکر) کرنا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک بذاتِ خود عمل خیر اور ایسی عبادت ہے جسے تمام عبادات پر اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ ان کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا اور نفع پھیلتا ہے۔

لہٰذا یہ دونوں بقیہ عبادات پر مقدم ہوں گے۔

﴿٦﴾...... **موحد:** جو یکتا و بے نیاز ذات (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت) میں مستغرق رہے، جس کی صبح اس حال میں ہو کہ اس کی ایک ہی فکر ہو، جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے محبت نہ کرے اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے، جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے رزق کی امید نہ رکھے، جس چیز کی طرف بھی دیکھے اس میں ذاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرے۔[1]

تو جو شخص اس درجہ تک پہنچ جائے اسے طرح طرح کے وظائف کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ فرض نمازوں کے بعد اس کا ایک ہی وظیفہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر حال میں اس کا دل ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور حاضر رہے، اس کے دل میں جو خیال بھی آتا، کانوں میں جو آواز بھی پڑتی اور آنکھوں کو جو شے بھی دکھائی دیتی ہے ان کے لئے اس میں عبرت، غور و فکر اور مزید احوال ہوتے ہیں، اس وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی انہیں حرکت دیتا اور ساکن کرتا ہے۔

یہ تمام احوال اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان کے لئے (بصیرت اور معنی مقصود کے ظہور میں) زیادتی کا سبب ہوں۔ لہٰذا ان کے نزدیک ایک عبادت دوسری عبادت سے ممتاز نہیں ہوتی اور یہی وہ لوگ ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف بھاگ گئے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: کہ تم دھیان کرو تو **اللہ** کی طرف بھاگو۔

(پ ٢٧، الذّٰریٰت: ٤٩، ٥٠)

انہیں پر یہ فرمانِ خداوندی بھی صادق آتا ہے:

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (پ ١٥، الکھف: ١٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ **اللہ** کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا ربّ تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا۔

اس فرمان باری تعالیٰ میں بھی انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے:

---

1 ......اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کوئی شخص آئینہ خانہ میں داخل ہو تو وہ ہر طرف اپنے آپ کو ہی دیکھے گا اس لئے کہ یہی اصل اور بقیہ جتنی صورتیں ہیں سبھی اس کے عکس ہیں بلاتمثیل وجودِ ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لئے ہے، اس کے سوا جتنی موجودات ہیں اسی کی ظِلّ پرتو (یعنی عکس) ہیں لہٰذا صاحبِ مرتبہ ہر شے میں ذاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ (ملخصًا ملفوظات اعلی حضرت، ص ١٠٩، ١١٠)

اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ﴿۹۹﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: میں اپنے ربّ کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

یہ صدیقین کے درجات کی انتہا ہے، وظائف کی ترتیب اور ایک طویل زمانے تک ان کی پابندی کے ذریعے ہی اس درجہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔

جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اسے یہ باتیں سن کر دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ وہ اپنے نفس کے لئے اس کا دعویٰ کرنے لگ جائے اور اپنی عبادت کے وظائف سے راہِ فرار اختیار کرے۔

صدیقین کے مرتبے پر فائز شخص کی علامات:

جو شخص اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ نہ تو اس کے دل میں وسوسے آئیں، نہ اس کے دل میں گناہ کا خیال آئے، نہ پریشانیوں کا ہجوم اسے اپنی جگہ سے ہٹا سکے اور نہ ہی بڑے بڑے اور اہم معاملات اسے اس کی جگہ سے ہلا سکیں۔ لہٰذا یہ مرتبہ ہر ایک کو کیسے مل سکتا ہے؟

پس تمام لوگوں پر وظائف کی ترتیب لازم ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور وہ تمام امور جو ہم نے ذکر کئے اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچنے کے راستے ہیں۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

قُلۡ کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰی سَبِیۡلًا﴿۸۴﴾ (پ۱۵، بنیۤ اسرآءیل:۸۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (انداز) پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

یہ تمام ہدایت یافتہ ہیں۔ البتہ بعض بعض سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔

حدیث پاک میں ہے: "اَلْاِیْمَانُ ثَلَاثٌ وَّثَلَاثُوْنَ وَثَلٰثُ مِائَةِ طَرِیْقَةٍ مَنْ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی بِالشَّهَادَةِ عَلٰی طَرِیْقٍ مِّنْهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی ایمان کے 333 راستے ہیں جو شخص ان میں سے کسی راستے پر بھی گواہی دیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملے گا داخلِ جنت ہوگا۔" (1)

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے فرمایا: "ایمان رسولوں کی تعداد کے مطابق 313 اوصاف پر ہے تو جو کوئی

(1)……شعب الایمان للبیهقی، باب فی حسن الخلق، الحدیث:۸۵۴۹، ج۶، ص۳۶۶، بتغیرٍ۔

ان میں سے ایک وصف پر بھی ایمان رکھتا ہوگا وہ راہ خدا پر چلنے والا ہے۔'' پس تمام مؤمنین سیدھی راہ پر ہیں اگرچہ عبادت میں ان کے طریقے مختلف ہیں۔ (ارشادِ باری تعالیٰ ہے):

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ

(پ۱۵ ،بنی اسرآءیل:۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔

ان میں فرق صرف قرب کے درجات میں ہے، اصلِ قرب میں کوئی فرق نہیں۔ ان میں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے زیادہ قریب وہ ہے جسے معرفتِ الٰہی زیادہ حاصل ہے اور جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زیادہ معرفت حاصل ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عبادت بھی زیادہ کرے کیونکہ جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل کر لی وہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتا۔

وظائف میں اصل ان پر ہمیشگی اختیار کرنا ہے:

انسانوں کی تمام اقسام کے حق میں وظائف میں اصل چیز ان پر ہمیشگی اختیار کرنا ہے کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ باطنی صفات تبدیل ہو جائیں اور اعمال علیحدہ علیحدہ طور پر بہت کم اثر کرتے ہیں بلکہ ان کے اثر کرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا، اثر صرف مجموعے پر مرتب ہوتا ہے لہٰذا ایک عمل پر کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا تو جب اس کے پیچھے دوسرا اور تیسرا عمل نہیں لائے گا تو پہلا اثر مٹ جائے گا۔ یہ اس فقیہ کی طرح ہوگا جس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ فقیہ النفس ہو، وہ فقیہ النفس اسی وقت ہوگا جب کثرت کے ساتھ تکرار کرے، اگر وہ ایک رات تکرار کرنے میں خوب مبالغہ کرے، پھر ایک مہینہ یا ایک ہفتہ تک تکرار نہ کرے، پھر اس کی طرف لوٹے اور ایک رات تکرار میں خوب مبالغہ کرے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور اگر اتنی ہی مقدار کو پے در پے راتوں پر تقسیم کر دے تو اس کا اثر ضرور ہوگا۔

اسی راز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ قلیل ہو۔'' (1)

---

(1)......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضیلة العمل الدائم......الخ، الحدیث:۷۸۲، ص۳۹۴۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عمل دائمی ہوتا تھا اور جب کوئی عمل کرتے اسے برقرار رکھتے (یعنی ہمیشہ کرتے)۔'' (۱)

اسی وجہ سے حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی عبادت کا عادی بنایا پھر اس نے اکتاہٹ کی وجہ سے اسے ترک کر دیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہے۔'' (۲)

نمازِ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا بھی یہی سبب ہے کہ ایک وفد کے معاملات میں مشغولیت کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کی ظہر کے بعد) کی دو رکعتیں رہ گئیں تو بعد عصر ادا پڑھ لیں، اس کے بعد ہمیشہ نمازِ عصر کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھتے رہے لیکن گھر میں پڑھا کرتے تھے مسجد میں نہیں تاکہ کوئی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی نہ کرے۔ یہ روایت ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

کیا کوئی شخص اس عمل میں حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کر سکتا ہے حالانکہ اس وقت میں نفل نماز جائز نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت میں نماز کے مکروہ ہونے کے جو اسباب ہم نے پیچھے ذکر کئے ہیں کہ (۱)......سورج کی عبادت کرنے والوں کی مشابہت سے بچنا۔ (۲)......شیطان کا سینگ ظاہر ہونے کے وقت سجدہ کرنا۔ (۳)......اکتا جانے کے خوف سے عبادت سے کچھ دیر آرام کرنا۔ یہ تینوں اسباب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حق میں متحقق نہیں۔ لہٰذا آپ پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر دلیل آپ کا یہ مبارک فعل ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دو رکعتوں کو اپنے گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے کہ کہیں کوئی شخص پیروی نہ کرے۔

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضیلۃ العمل الدائم......الخ، الحدیث:۷۸۔۷۸۳، ص۳۹۴۔

2 ......قوت القلوب، الفصل التاسع فیہ ذکر وقت الفجر......الخ، ج۱، ص۴۴، بتغیرِ قلیلٍ۔

باب نمبر2: قیام اللیل میں آسانی پیدا کرنے والے اسباب، شب بیداری کے لئے مستحب راتیں، مغرب و عشا کے درمیانی وقت اورشب بیداری کی فضیلت اور رات کے اوقات کی تقسیم کا بیان

مغرب و عشا کے درمیانی وقت کی فضیلت

بیس یا چالیس سال کے گناہ معاف:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک افضل نماز، مغرب کی نماز ہے، اسے نہ تو مسافر سے کم کیا اور نہ ہی مقیم سے، اس کے ذریعے رات کی نماز کو شروع فرمایا اور دن کی نماز کو ختم فرمایا تو جس شخص نے نمازِ مغرب پڑھی اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں **دو محل** بنائے گا۔ (۱) راوی کا بیان ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ دو محل سونے کے ہوں گے یا چاندی کے۔ جس نے چار رکعتیں پڑھیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے 20 سال کے گناہ معاف فرمائے گا۔ یا فرمایا: 40 سال کے گناہ معاف فرمائے گا۔'' (۲)

گویا شب قدر میں نماز پڑھی:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا ام سلمہ اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں تو یہ اس کے حق میں پورا

---

1 ......تفسیر القرطبی، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ۲۳۸، ج۲، جزء ۳، ص۱۵۹، بذکر "قصرا"۔
قوت القلوب، الفصل الحادی عشر فیہ کتاب فضل الصلاۃ......الخ، ج۱، ص۵۸۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشر فیہ کتاب فضل الصلاۃ......الخ، ج۱، ص۵۸۔
تفسیر القرطبی، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ۲۳۸، ج۲، جزء۳، ص۱۵۹۔

سال عبادت کرنے کے برابر ہے۔ یا فرمایا: گویا اس نے شبِ قدر میں نماز پڑھی۔'' (1)

جنتی محل:

حضرت سیِّدُنا ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو مغرب وعشا کے درمیان مسجد میں ٹھہرا رہے، نماز اور قرآن کے علاوہ کوئی بات نہ کرے، تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنائے جن میں سے ہر ایک کی مسافت 100 سال ہوگی، دونوں کے درمیان اس کے لئے درخت لگائے گا کہ اگر اہلِ دنیا اس کا چکر لگائیں تو وہ سب کا احاطہ کرلے۔'' (2)

ایک روایت میں ہے کہ ''جس نے مغرب وعشا کے درمیان 10 رکعتیں پڑھیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! تب تو ہمارے محل بہت زیادہ ہوجائیں گے۔'' ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے زیادہ کثرت و فضل فرمانے والا ہے۔ یا فرمایا: سب سے زیادہ پاک ہے۔'' (3)

نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی نمازِ مغرب باجماعت ادا کرے اور کوئی دنیاوی بات کئے بغیر دو رکعتیں پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کی پہلی 10 آیات اور درمیان سے یہ دو آیات پڑھے:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۠(۱۶۳) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللّٰہ نے آسمان

---

1 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشر فیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۸۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الحادی عشر فیه کتاب فضل الصلاة......الخ، ج۱، ص۵۸۔

3 ......الزهد لابن المبارک، الجزء العاشر، الحدیث۱۲۶۴، ص۴۴۶۔

السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۝۱۶۴ (پ۲،البقرة:۱۶۳، ۱۶۴)

سے پانی اُتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

پھر 15 مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر رکوع اور سجدہ کرے۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور اس کے بعد کی یہ دو آیات پڑھے:

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ۫ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝۲۵۶ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۠۝۲۵۷ (پ۳،البقرة:۲۵۶، ۲۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیریوں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

پھر سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات پڑھے:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝۲۸۴ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے ربّ کے پاس سے اس پر اُترا

بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ٛ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٙ وَاغْفِرْ لَنَا ٙ وَارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾

(پ۳،البقرۃ:۲۸۴تا۲۸۶)

اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے ربّ ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی اے ربّ ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے ربّ ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مہر (رحم) کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

پھر 15 بار سورۂ اخلاص پڑھے۔(1) تو اس کا اتنا ثواب ہے کہ شمار سے باہر ہے۔

خواب میں زیارت رسول سے مشرف ہو:

حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبَرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو ابدال میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: ''مجھے ایسی چیز سکھایئے جس پر میں ہر رات عمل کیا کروں۔'' انہوں نے فرمایا: ''جب تم نمازِ مغرب پڑھ لو تو عشا کے وقت تک کسی سے کلام کئے بغیر نماز پڑھتے رہو، جو نماز پڑھ رہے ہو اس کی طرف متوجہ رہو اور ہر دو رکعتوں پر سلام پھیر دو۔ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، تین بار سورۂ اخلاص پڑھو۔ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے گھر کی طرف لوٹ جاؤ اور کسی سے کلام نہ کرو پھر دو رکعتیں پڑھو، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرو اور اس میں سات مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے استغفار کرو، پھر سات بار یہ کہو: سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (ترجمہ

(1)......قوت القلوب، الفصل الحادی عشر فیه کتاب فضل الصلاۃ......الخ، ج۱، ص۵۸۔

ماقبل میں گزر چکا ہے) پھر سجدے سے سر اٹھا کر سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ اور ہاتھوں کو اٹھا کر یوں دعا کرو: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اِلٰہَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰـہ (ترجمہ ماقبل میں گزر چکا ہے) پھر اسی حالت میں کھڑے ہو جاؤ کہ ہاتھ اٹھے ہوئے ہوں اور اسی طرح دعا کرو، پھر جہاں چاہو قبلہ رخ ہو کر اپنی سیدھی کروٹ پر لیٹ جاؤ اور حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود پاک پڑھتے پڑھتے سو جاؤ۔"

حضرت سیِّدُنا کرز بن وبرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: "مجھے بتائیے کہ آپ نے یہ دعا کن سے سنی ہے؟" فرمایا: "جب رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ دعا سکھائی اس وقت میں وہاں حاضر تھا اور جب آپ پر یہ دعا وحی کی گئی تب بھی میں خدمت میں حاضر تھا، یہ سب میری موجودگی میں ہوا۔ لہٰذا میں نے یہ دعا اسی وقت سیکھ لی تھی۔"

منقول ہے کہ "جو شخص مذکورہ دعا و نماز کو حسن یقین اور صدق نیت کے ساتھ ہمیشہ پڑھا کرے وہ مرنے سے پہلے پہلے خواب میں پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوگا۔" بعض حضرات نے ایسا کیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ جنت میں داخل کئے گئے، وہاں انہوں نے آقائے دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زیارت بھی کی۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے کلام بھی فرمایا اور تعلیم بھی فرمائی۔

خلاصۂ کلام:

مغرب و عشا کے درمیان عبادت کرنے کی فضیلت میں کثیر روایات مروی ہیں حتی کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام حضرت سیِّدُنا عبید اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا: "کیا حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرض نماز کے علاوہ بھی کسی نماز کا حکم فرمایا کرتے تھے؟" فرمایا: "مغرب اور عشا کے درمیان نماز کا حکم فرمایا کرتے تھے۔" (1)

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مغرب و عشا کے درمیان کی

(1)......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبید مولیٰ النبی، الحدیث: ۲۳۷۱۴، ج ۹، ص ۱۶۵۔

نماز، اوّابین (یعنی بہت توبہ کرنے والوں) کی نماز ہے۔“ [1]

حضرت سیِّدُنا اسود بن یزید نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں مغرب وعشا کے درمیان جب بھی حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں نماز پڑھتے پایا۔ جب اس کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ”یہ غفلت کا وقت ہے (اس لئے نماز پڑھتا ہوں)۔“

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس نماز پر ہمیشگی اختیار فرماتے اور فرمایا کرتے: یہ شب بیداری ہے اور فرماتے: یہ فرمانِ باری تعالٰی اسی کے متعلق نازل ہوا ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (پ۲۱، السجدۃ:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو حواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: میں نے ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے عرض کی: ”میں دن میں روزہ رکھوں اور مغرب وعشا کے درمیان کھانا کھاؤں آپ کے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے یا پھر یہ کہ میں دن میں روزہ ترک کردوں اور مغرب وعشا کے درمیان عبادت کروں؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”ان دونوں کو جمع کرو۔“ میں نے کہا: ”اگر انہیں جمع کرنا آسان نہ ہو تو۔“ فرمایا: ”روزہ ترک کردو اور اس دوران عبادت کرو۔“

شب بیداری کی فضیلت

شب بیداری کی فضیلت سے متعلق 6 فرامین باری تعالٰی:

﴿۱﴾

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ (پ۲۹، مزمل:۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارا ربّ جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب۔

﴿۲﴾

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ؕ۶ (پ۲۹، مزمل:۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک رات کا اُٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

[1] ……الزھد لابن المبارک، الجزء العاشر، الحدیث ۱۲۵۹، ص ۴۴۵۔

﴿۳﴾

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (پ۲۱، السجدۃ:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔

﴿۴﴾

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ (پ۲۳، الزمر:۹)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں۔

﴿۵﴾

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ (پ۱۹، الفرقان:۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے ربّ کے لئے سجدے اور قیام میں۔

﴿۶﴾

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (پ۱، البقرۃ:۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

منقول ہے کہ جس پر صبر کر کے مجاہدۂ نفس پر مدد طلب کی جاتی ہے وہ قیام اللیل ہے۔

شب بیداری کی فضیلت پر مشتمل 18 فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾......جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی (یعنی گردن کے پچھلے حصے) پر تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ پر یہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے سو جا، پھر اگر بندہ بیدار ہو جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش دل پاک نفس صبح کرتا ہے ورنہ پلید طبیعت اور سست صبح پاتا ہے[(۱)]۔[(۲)]

---

1 ......مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص253 پر "تین گرہیں لگا دیتا ہے" کے تحت فرماتے ہیں: یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بلا وجہ تاویل کی ضرورت نہیں جادوگر دھاگے یا بالوں میں کچھ دم کر کے گرہ لگا دیتے ہیں جس کا اثر مسحور پر ہو جاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے اسی لئے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان تین گرہوں کو کھولنے کے لئے تین عمل ارشاد فرمائے۔

2 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب ماروی فیمن نام اللیل......الخ، الحدیث۷۷۶، ص۳۹۲، بتغیرِ الفاظٍ۔

﴿2﴾......بارگاہِ رسالت میں ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ صبح تک سوتا رہا نماز کے لئے نہ اٹھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔'' [1]

﴿3﴾......شیطان کے پاس سونگھنے، چاٹنے اور آنکھ میں ڈالی جانے والی چیزیں ہوتی ہیں، جب وہ کسی بندے کو کچھ سُنگھاتا ہے تو اس کے اخلاق برے ہو جاتے ہیں، جب وہ اس کو کچھ چٹاتا ہے تو وہ فحش گو ہو جاتا ہے اور جب اس کی آنکھوں میں کچھ ڈالتا ہے تو وہ صبح تک سوتا رہتا ہے۔ [2]

﴿4﴾......وہ دو رکعتیں جنہیں بندہ رات کے وسط (درمیان) میں ادا کرتا ہے، اس کے لئے دنیا و مافیہا (دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں، اگر میں اپنی اُمَّت پر اسے مشکل خیال نہ کرتا تو ان پر اسے فرض کر دیتا۔ [3]

﴿5﴾......رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جس میں مسلمان بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی بھلائی کا سوال کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔ [4]

ایک روایت میں ہے کہ اس گھڑی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کرے، یہ گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے۔ [5]

﴿6﴾......حضرت سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قیام فرمایا حتیٰ کہ قدمین شریفین میں ورم آ گیا۔ عرض کی گئی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے سبب امت کے اگلے، پچھلے گناہوں کو معاف نہیں فرما دیا؟'' ارشاد فرمایا: ''کیا میں اپنے ربّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' [6]

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب ماروی فیمن نام اللیل......الخ، الحدیث:۷۷۴، ص۳۹۲۔

2 ......قوت القلوب، الفصل الرابع عشر فی ذکر تقسیم قیام اللیل......الخ، ج۱، ص۷۶۔

المعجم الکبیر، الحدیث ۶۸۵۵، ج۷، ص۲۰۶، باختصارٍ۔

3 ......الزھد لابن المبارک، الجزء العاشر، الحدیث ۱۲۸۹، ص۴۵۶۔

4 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فی اللیل ساعۃ......الخ، الحدیث:۷۵۷، ص۳۸۰۔

5 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فی اللیل ساعۃ......الخ، الحدیث:۷۵۷، ص۳۸۰۔

6 ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی......الخ، الحدیث:۱۱۳۰، ج۱، ص۳۸۴، بتغیرٍ۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس جواب سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کا یہ ارشاد زیادتیٔ رتبہ سے کنایہ ہے کیونکہ شکر مزید انعام ملنے کا سبب ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (پ۱۳،ابرٰھیم:۷) ترجمۂ کنزالایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

﴿7﴾...... حضور پرنور، شافع یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''اگر تم چاہتے ہو کہ حالتِ حیات و وفات اور قبر و حشر میں تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو؟ تو رات کو اٹھ کر نماز پڑھو اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا تلاش کرو۔ اے ابو ہریرہ! اپنے گھر کے کونوں میں نماز پڑھو تو آسمانوں میں تمہارے گھر کا نور اس طرح ہوگا جیسے اہلِ دنیا کے نزدیک ستاروں کی روشنی ہوتی ہے۔''

﴿8﴾...... تم رات میں اٹھنا لازم پکڑ لو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیکوں کا طریقہ ہے اور رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف قربت کا ذریعہ، گناہوں کو مٹانے والا اور آئندہ گناہوں سے بچانے والا ہے۔ (۱)

﴿9﴾...... جس شخص کا رات میں نماز پڑھنے کا معمول ہو پھر (کسی دن) اس پر نیند غالب آجائے تو اس کے لئے نماز کا ثواب لکھا جائے گا اور نیند اس پر صدقہ ہوگی۔ (۲)

﴿10﴾...... حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''اگر تم سفر کا ارادہ کرو تو اس کے لئے کوئی تیاری کرو گے؟'' عرض کی: ''جی ہاں۔'' ارشاد فرمایا: ''قیامت کے سفر کا کیا حال ہے؟ اے ابوذر! کیا میں تمہیں ان چیزوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہیں اس دن نفع پہنچائیں گی؟'' عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور۔'' ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن کے لئے سخت گرمی کے دن روزہ رکھو، قبر کی وحشت کے لئے رات کے اندھیرے میں دو رکعتیں پڑھو، بڑے بڑے (پیش آنے والے) امور کے لئے حج کرو اور کسی مسکین کو کوئی چیز دے کر یا حق بات کہہ کر یا کسی برے کلمے سے خاموش رہ کر صدقہ کرو۔'' (۳)

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعا النبی، الحدیث:۳۵۶۰، ج۵، ص۳۲۲، "للذنوب" بدلہ "للسیئات"۔

2 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب من نوی القیام فنام، الحدیث:۱۳۱۴، ج۲، ص۵۱۔

3 ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، التھجد وقیام اللیل، الحدیث:۱، ج۱، ص۲۴۷۔

﴿11﴾...... زمانۂ رسالت میں ایک شخص کا معمول تھا کہ جب لوگ سو جاتے تو وہ نماز پڑھتا، قرآن پاک کی تلاوت کرتا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا: ''یَا رَبَّ النَّارِ اَجِرْنِیْ مِنْهَا یعنی اے آگ کے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس سے نجات عطا فرما۔'' بارگاہِ رسالت میں اس شخص کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب پھر ایسا ہو تو مجھے اطلاع دینا۔'' (چنانچہ، جب اطلاع دی گئی تو) آپ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کی باتوں کو سنا۔ جب صبح ہوئی تو ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! تو نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنت کا سوال کیوں نہ کیا؟'' اس نے عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا اتنا مقام کہاں اور نہ ہی میرے اعمال اس قابل ہیں۔'' کچھ ہی دیر گزری تھی کہ حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اسے خبر دیجئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے آگ سے نجات عطا فرما کر جنت میں داخل فرما دیا ہے۔''

﴿12﴾...... مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''ابن عمر اچھے آدمی ہیں اگر وہ رات میں نماز پڑھا کریں۔'' حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اس کے بارے میں بتایا تو اس کے بعد وہ ہمیشہ رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ (1)

حضرت سیِّدُنا نافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا رات میں نماز پڑھا کرتے اور مجھ سے فرماتے: ''اے نافع! کیا سحری کا وقت ہو گیا ہے؟'' میں عرض کرتا: ''نہیں۔'' پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ پھر فرماتے: ''اے نافع! کیا سحری کا وقت ہو گیا ہے؟'' میں عرض کرتا: ''جی ہاں۔'' تو آپ بیٹھ جاتے اور طلوعِ فجر تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں استغفار کرتے رہتے۔

﴿13﴾...... حضرت سیِّدُنا علی بن ابو الخیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک بار جَو کی روٹی سیر ہو کر کھائی تو صبح تک سوئے رہے اور اوراد و وظائف رہ گئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''اے یحییٰ! کیا تو نے میرے گھر سے اچھا گھر پا لیا ہے؟ یا مجھ سے اچھا پڑوس پا لیا ہے؟ اے یحییٰ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تم جنت کو دیکھ لو تو اس کے (حصول کے) شوق میں تمہاری چربی پگھل جائے اور تمہاری جان نکل جائے اور اگر تم جہنم کو دیکھ لو تو تمہاری چربی پگھل جائے اور اتنا رو کہ آنسوؤں کے بعد پیپ بہنے لگے

(1)......صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب فضل قیام اللیل، الحدیث:۱۱۲۲، ج۱، ص۳۸۲۔

اور تم اُون کے بعد چمڑے کا لباس پہننے لگو۔‘‘

﴿14﴾...... بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ’’ فلاں شخص رات میں تو نماز پڑھتا ہے جب صبح ہوتی ہے چوری کرتا ہے۔‘‘ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’عنقریب اس کا یہ عمل اسے چوری سے روک دے گا[1]۔‘‘ [2]

﴿15﴾...... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات میں اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے کہ وہ بھی نماز پڑھ لے اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے۔ پھر فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات میں اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے کہ وہ بھی پڑھ لے اگر وہ نہ مانے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے۔ [3]

﴿16﴾...... جب کوئی شخص رات میں اپنی زوجہ کو جگائے پھر دونوں دو رکعتیں پڑھ لیں تو وہ ذکر کرنے والوں اور والیوں میں لکھے جائیں گے۔ [4]

﴿17﴾...... فرض نماز کے بعد رات کی نماز افضل ہے۔ [5]

﴿18﴾...... جو اپنے رات کے وظیفے یا اس کے کچھ حصے سے سو جائے پھر فجر و ظہر کے درمیان پڑھ لے تو ایسا ہی لکھا

1...... مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیْح، ج2، ص261 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: نماز کی برکت سے وہ ان عیوب سے توبہ کرے گا یہ حدیث اس بات کی شرح ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۴۵، ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے) خیال رہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں یعنی گناہ پر قائم کوئی نہ رہا۔ بعض تو پہلے ہی سے گناہوں سے محفوظ تھے جیسے ابو بکر صدیق اور بعض سے گناہ سرزد ہوئے اور بعد میں تائب ہو گئے جیسے یہ شخص جس کی شکایت ہوئی یہ بھی خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہ تو اس چور کے ہاتھ اس وقت کٹوائے، کیونکہ چوری کا ثبوت شرعی نہ ہوا، نہ شکایت کرنے والے کو غیبت پر کوئی تنبیہ فرمائی کیونکہ وہ غیبت نہ کر رہے تھے، بلکہ ان کی اصلاح کے خواہاں تھے، جیسے شاگرد کی شکایت استاد سے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تم فلاں گناہ کرتے ہو تو تمہیں داڑھی رکھنے یا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ، سخت غلط ہے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ یہ نیکیاں گناہ چھڑا دیں گی۔ گناہ کی وجہ سے نیکیوں کو نہ چھوڑو بلکہ نیکیوں کی وجہ سے گناہ چھوڑ دو۔

2...... صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، فصل فی قیام اللیل، ذکر استحباب الاکثار......الخ، الحدیث: ۲۵۵۱، ج۴، ص۱۱۶۔

3...... سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب قیام اللیل، الحدیث: ۱۳۰۸، ج۲، ص۴۹۔

4...... سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فاتحۃ الکتاب، الحدیث: ۱۴۵۱، ج۲، ص۱۰۰۔

5...... صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث: ۱۱۶۳، ص۵۹۱، ’’المکتوبۃ‘‘ بدلہ ’’الفرضیۃ‘‘۔

جائے گا گویا اس نے رات میں پڑھا۔ [1]

شب بیداری کی فضیلت پر مشتمل 24 اقوال بزرگانِ دین:

﴿1﴾...... مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رات میں وظائف پڑھتے ہوئے ایک آیت پر پہنچے تو زمین پر گر پڑے حتی کہ کئی روز تک ان کی عیادت کی جاتی رہی جیسے مریض کی کی جاتی ہے۔

﴿2﴾...... جب لوگ سو جاتے تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کھڑے ہو جاتے اور صبح تک شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنائی دیتی۔

﴿3﴾...... منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ایک رات سیر ہو کر کھانا کھا لیا پھر فرمایا: ''جب گدھے کے چارے میں زیادتی کی جاتی ہے تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔'' چنانچہ، اس رات آپ صبح تک نماز پڑھتے رہے۔

﴿4﴾...... حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اس پر بے چینی کے ساتھ اس طرح کروٹیں بدلتے جیسے کڑاہی میں دانہ اُلٹ پلٹ ہوتا ہے پھر اچھل کر کھڑے ہو جاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے پھر فرماتے: ''جہنم کے ذکر نے عابدین کی نیندیں اُڑا دی ہیں۔''

﴿5﴾...... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک رات کی مشقت اور کارِ خیر میں مال خرچ کرنے سے زیادہ دشوار کوئی عمل نہیں۔'' عرض کی گئی: ''کیا وجہ ہے کہ تہجد پڑھنے والوں کے چہرے دیگر لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں؟'' فرمایا: ''چونکہ انہوں نے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے لئے تنہائی اختیار کی تو اس نے بھی انہیں اپنے نور میں سے ایک نورانی لباس پہنا دیا۔''

﴿6﴾...... ایک بزرگ کسی سفر سے واپس لوٹے تو ان کے لئے بستر بچھایا گیا، وہ اس پر سو گئے حتی کہ ان کے رات کے وظائف رہ گئے تو انہوں نے قسم کھائی کہ آج کے بعد کبھی بھی بستر پر نہیں سوئیں گے۔

﴿7﴾...... حضرت سیِّدُنا عبد العزیز بن ابو رواد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْجَوَاد پر جب رات چھا جاتی تو بستر کے پاس آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر فرماتے: ''تو نرم ضرور ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جنت میں تجھ سے بھی زیادہ نرم و ملائم بستر ہیں۔''

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث: ۷۴۷، ص۳۷۶۔

پھر پوری رات نماز پڑھتے رہتے۔

﴿8﴾...... حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: ''جب رات آتی ہے تو شروع میں اس کی طوالت مجھے ڈراتی ہے پھر میں قرآنِ پاک کی تلاوت شروع کر دیتا ہوں حتی کہ صبح ہو جاتی ہے لیکن میری حاجت پوری نہیں ہوتی۔''

﴿9﴾...... حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''گناہوں کے سبب بندے کو رات میں اٹھ کر عبادت کرنے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

﴿10﴾...... حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب نے فرماتے ہیں: ''اگر تم رات میں اٹھ کر عبادت کرنے اور دن کے وقت روزہ رکھنے پر قدرت نہیں رکھتے ہو تو جان لو کہ تم محروم ہو اور تمہاری خطائیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔''

﴿11﴾...... تابعی بزرگ حضرت سیِّدُنا صلہ بن اَشْیَم عدوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی پوری رات نماز پڑھتے جب سحری کا وقت ہوتا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے جیسے آدمی کو یہ لائق نہیں کہ وہ تجھ سے جنت طلب کرے لیکن تو اپنی رحمت سے مجھے جہنم سے پناہ عطا فرما۔''

﴿12﴾...... ایک شخص نے کسی دانا (عقل مند) سے کہا: ''میں رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے سے عاجز ہوں۔'' دانا شخص نے فرمایا: ''اے بھائی! دن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کر پھر شب بیداری نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

﴿13﴾...... حضرت سیِّدُنا حسن بن صالح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ایک باندی تھی جسے انہوں نے بیچ دیا، جب رات کا درمیانی حصہ آیا تو وہ لونڈی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: ''اے گھر والو نماز، نماز۔'' وہ کہنے لگے: ''کیا صبح ہو گئی؟ کیا فجر طلوع ہو گئی؟'' باندی نے کہا: ''کیا تم صرف فرض نماز ہی پڑھتے ہو؟'' کہا: ''ہاں!'' تو باندی نے حضرت سیِّدُنا حسن بن صالح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''اے میرے آقا! آپ نے مجھے ایسی قوم کو بیچا ہے جو صرف فرض نماز ہی پڑھتے ہیں، لہٰذا مجھے واپس لے لیجئے۔'' چنانچہ، آپ نے اسے واپس لے لیا۔

﴿14﴾...... حضرت سیِّدُنا رَبیع بن سلیمان مُرادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے گھر کئی راتیں گزاری ہیں، (دیکھا ہے کہ) آپ رات میں بہت کم سویا کرتے تھے۔''

﴿15﴾...... حضرت سیِّدُنا ابوجُوَیریہ عبدالحمید بن عمران کوفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ''میں چھ ماہ حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی صحبت میں رہا، ان چھ ماہ میں ایک رات بھی انہیں سوتے نہ دیکھا۔''

(منقول ہے کہ) حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم آدھی رات عبادت کیا کرتے تھے۔ایک بار کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو انہیں یہ کہتے سنا کہ'' یہ پوری رات عبادت میں گزارتے ہیں۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں اس سے حیا کرتا ہوں کہ میری طرف ایسی بات منسوب کی جائے جس پر میں عمل نہیں کرتا۔'' اس کے بعد سے آپ پوری رات عبادت کرنے لگے۔منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے پاس رات گزارنے کے لئے کوئی بستر نہیں تھا۔

﴿16﴾...... کہا جاتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے ایک رات اس طرح گزاری کہ صبح تک یہ آیت پڑھتے رہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ۠ ﴿۲۱﴾ (پ۲۵،الجاثیۃ:۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہوجائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

﴿17﴾...... حضرت سیِّدُنا مُغیرہ بن حبیب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَسِیْب فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار کو دیکھا، انہوں نے نماز عشا کے بعد وضو کیا اور نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لے گئے اور اپنی داڑھی پکڑ لی (اور رونے لگے) حتی کہ آنسوؤں کی وجہ سے ان کا سانس رک گیا، پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرنے لگے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مالک کے بڑھاپے کو آگ پر حرام فرما دے۔الٰہی! تو جانتا ہے کون جنت میں اور کون جہنم میں رہے گا؟ مالک کہاں رہے گا؟ اس کا گھر کون سا ہے (جنت یا جہنم)؟'' طلوعِ فجر تک یہی کہتے رہے۔

﴿18﴾...... حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ایک رات میں اپنا رات کا وظیفہ کرنا بھول گیا اور سو گیا، میں نے خواب میں ایک حسین وجمیل عورت کو دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا اس نے کہا: ''کیا آپ اسے اچھی طرح پڑھ سکتے ہیں؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' اس نے وہ خط مجھے دے دیا اس میں یہ اشعار لکھے تھے:

اَاَلْھَتَكَ اللَّذَائِذُ وَالْاَمَانِی عَنِ الْبِیْضِ الْاَوَانِسِ فِی الْجِنَانِ
تَعِیْشُ مُخَلَّدًا لَا مَوْتَ فِیْهَا وَتَلْهُوْ فِی الْجِنَانِ مَعَ الْحِسَانِ
تَنَبَّهْ مِنْ مَنَامِكَ اَنَّ خَیْرًا مِنَ النَّوْمِ التَّهَجُّدُ بِالْقُرْاٰنِ

ترجمہ:(۱)......کیالذات اورخواہشات نے تجھے جنت میں رہنے والی خوبصورت حوروں سے غافل کر دیا ہے؟

(۲)......تو اس میں ہمیشہ رہے گا، کبھی موت نہیں آئے گی اور جنتوں میں حسین وجمیل حوروں کے ساتھ کھیلے گا۔

(۳)......نیند سے بیدار ہو کہ تہجد میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا نیند سے بہتر ہے۔

﴿19﴾...... منقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا مسروق بن اجدع رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حج کیا تو کوئی رات بغیر سجدہ کرتے نہ گزاری۔

﴿20﴾...... حضرت سیِّدُ نا ازہر بن مغیث رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو عابدوں میں سے تھے، فرماتے ہیں: میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا جو دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی، میں نے اس سے کہا: ''تم کون ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''حور۔'' میں نے کہا: ''مجھ سے شادی کرلو۔'' اس نے کہا: ''میرے آقا کو نکاح کا پیغام دو اور مہر بھی ادا کر دو۔'' میں نے کہا: ''تمہارا مہر کیا ہے؟'' کہا: ''رات میں دیر تک نماز پڑھنا۔''

﴿21﴾...... حضرت سیِّدُ نا یوسف بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عرش کے نیچے مرغ کی شکل کا ایک فرشتہ ہے، اس کے پنجے موتیوں کے اور کلغی سبز زبرجد کی ہے، جب تہائی رات گزرتی ہے تو وہ پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: عابدوں کو اٹھ جانا چاہئے۔ جب آدھی رات گزر جاتی ہے تو پھر پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: تہجد پڑھنے والوں کو اٹھ جانا چاہئے۔ جب دو تہائی رات گزر جاتی ہے تو پھر پروں کو پھڑ پھڑا کر کہتا ہے: نمازیوں کو اٹھ جانا چاہئے۔ جب طلوعِ فجر ہوتی ہے تو پھر پروں کو پھڑ پھڑا کر کہتا ہے: غافلوں کو اٹھ جانا چاہئے۔ ان پر (گناہوں کا) بوجھ ہے۔''

﴿22﴾...... منقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا وہب بن منبہ یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے 30 سال تک اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھا۔ فرمایا کرتے تھے: ''مجھے اپنے گھر میں شیطان کو دیکھنا تکیہ دیکھنے سے زیادہ پسند ہے کیونکہ تکیہ نیند کی طرف بلاتا ہے۔'' آپ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس چمڑے کا ایک تکیہ تھا جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنا سینہ اس پر رکھ کر کچھ دیر سو جاتے

پھر نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔

﴿23﴾......ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں خواب میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوا تو میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو یہ کہتے سنا: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں سلیمان تیمی کو اچھا ٹھکانا عطا فرماؤں گا کیونکہ اس نے 40 سال میری خوشنودی کے حصول کے لئے عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔'' منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کا موقف یہ تھا کہ جب نیند دل پر چھا جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿24﴾......بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میرا سچا بندہ وہ ہے جو رات کو اٹھنے میں مرغ کے بولنے کا انتظار نہیں کرتا۔''

شب بیداری میں آسانی کے ظاہری و باطنی اسباب

جو شخص شب بیداری کو آسان کرنے والے ظاہری و باطنی اسباب کا لحاظ نہیں کرتا اس کے لئے رات میں عبادت کرنا مشکل ہے۔

چار ظاہری اسباب:

﴿1﴾......**زیادہ کھانے سے پرہیز:** کیونکہ شب بیداری کرنے والا اگر زیادہ کھانا کھائے گا تو پانی بھی زیادہ پئے گا یوں اس پر نیند غالب آجائے گی اور شب بیداری مشکل ہو جائے گی۔ بعض شیوخ ہر رات دسترخوان پر کھڑے ہو کر فرماتے: ''اے راہِ آخرت کا ارادہ کرنے والے گروہ! زیادہ کھانا نہ کھاؤ کہ اس طرح تم پانی بھی زیادہ پیؤ گے، پھر سوؤ گے بھی زیادہ اور پھر موت کے وقت حسرت بھی زیادہ کرو گے۔''

یہ (شب بیداری وتندرستی کا) بہت بڑا ضابطہ ہے کہ معدے کو کھانے کے بوجھ سے ہلکا رکھا جائے۔

﴿2﴾......**دن کے وقت نفس کو نہ تھکانا:** شب بیداری کے خواہش مند کو چاہئے کہ دن کے اوقات میں نفس کو زیادہ نہ تھکائے کیونکہ دن کے وقت نفس کو ایسے اعمال کے ذریعے تھکا دینا بھی نیند کا سبب ہے کہ جن کی وجہ سے اعضاء عاجز آجاتے اور اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں۔

﴿3﴾......**دن کے وقت قیلولہ کرنا:** دن میں قیلولہ بھی ترک نہ کرے کہ یہ شب بیداری میں مدد لینے کے لئے سنت ہے۔

﴿4﴾......**دن میں گناہوں سے اجتناب کرنا:** دن میں گناہوں سے اجتناب کرے کیونکہ یہ دل کی سختی کا باعث بنتے اور اسبابِ رحمت کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔

گناہوں کا قیدی:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عرض کی: ''اے ابوسعید! میں رات عافیت میں (یعنی سوکر) گزارتا ہوں حالانکہ میں شب بیداری کو پسند کرتا ہوں، اسی لئے وضو کا پانی بھی تیار رکھتا ہوں، پھر بھی نجانے کیا وجہ ہے کہ میں شب بیداری نہیں کر پاتا؟'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''تمہارے گناہوں نے تمہیں قید کر رکھا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی جب بازار میں داخل ہوتے تو لوگوں کا شور اور فضول گفتگو سن کر فرماتے: ''میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کی رات بہت بری ہے کیونکہ یہ دن کے وقت قیلولہ نہیں کرتے۔''

شب بیداری سے محرومی کا سبب:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''میں ایک خطا کے سبب پانچ ماہ تک شب بیداری سے محروم کر دیا گیا۔'' عرض کی گئی: ''وہ کون سی خطا تھی؟'' فرمایا: ''میں نے ایک شخص کو روتے دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ یہ ریا کاری کر رہا ہے۔''

ایک گناہ کی سزا:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبَرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس گیا انہیں روتے دیکھ کر پوچھا: ''کیا اہل وعیال میں سے کسی کی موت کی خبر آئی ہے؟'' فرمایا: ''اس سے بھی سخت بات ہے۔'' میں نے پوچھا: ''کیا کہیں درد ہے جس کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے؟'' فرمایا: ''اس سے بھی سخت معاملہ ہے۔'' پوچھا: ''کیا معاملہ ہے؟'' فرمایا: ''میرا دروازہ بند ہے، پردہ لٹکا ہوا ہے اور میں نے گزشتہ رات اپنا وظیفہ نہیں پڑھا، یہ محرومی میرے ایک گناہ کی سزا ہے۔'' یہ انہوں نے اس وجہ سے فرمایا کیونکہ نیکی، نیکی کو لاتی اور برائی، برائی کو لاتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی تھوڑی مقدار بھی کثرت کی طرف لے جاتی ہے۔

جماعت فوت ہونے کا سبب:

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی فرماتے ہیں: ''کسی کی جماعت کا فوت ہوجانا اس کے کسی گناہ کے سبب ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''رات میں احتلام ہونا ایک سزا اور جنابت (رحمت الٰہی سے) دوری کا سبب ہے۔''

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''اے مسکین! جب تو روزہ رکھے تو غور کر کہ کس کے پاس اور کس چیز پر افطار کرتا ہے کیونکہ بندہ جو لقمہ بھی کھاتا ہے اس سے اس کا دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہے اور پھر پہلی حالت کی طرف نہیں لوٹتا۔''

خلاصۂ کلام:

الغرض تمام گناہ قساوتِ قلبی (یعنی دل کی سختی) کا باعث اور شب بیداری میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ جو گناہ بالخصوص دل پر اثر کرتا ہے وہ لقمۂ حرام ہے جبکہ لقمۂ حلال دل کی صفائی اور اسے بھلائی کی طرف راغب کرنے میں اتنا اثر کرتا ہے کہ کوئی اور شے اتنا اثر نہیں کرتی۔ اہلِ مراقبہ نے شریعت کی گواہی کے بعد تجربہ کے ذریعے بھی اس چیز کو جانا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں سے بعض حضرات نے فرمایا: ''کتنے ہی لقمے ایسے ہیں جو شب بیداری سے روک دیتے ہیں اور کتنی ہی نگاہیں ایسی ہیں جو قرآنِ پاک کی تلاوت سے روک دیتی ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات بندہ کوئی (حرام کا) لقمہ کھاتا، یا (حرام) کام کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اسے ایک سال تک شب بیداری سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

جس طرح نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اسی طرح بے حیائی نماز اور تمام نیک کاموں میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ جیل کے ایک داروغہ کا بیان ہے کہ میں 30 سال سے زیادہ عرصہ (دینور میں) جیلر رہا، رات کے وقت جب بھی کوئی نیا قیدی آتا تو میں اس سے پوچھتا: ''کیا تم نے نمازِ عشا باجماعت پڑھی ہے؟'' تو وہ یہی کہتا کہ ''نہیں۔'' یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ جماعت کی برکت بے حیائی اور برے کام سے روک دیتی ہے۔

چار باطنی اسباب:

﴿1﴾......**دل کا سلامت ہونا:** اس سے مراد یہ ہے کہ دل مسلمانوں کے بغض و کینہ، بدعتوں اور فضول قسم کے دنیوی خیالات سے پاک وصاف ہو کیونکہ جو دنیا کی تدبیر کرنے کی فکر میں مگن ہو اس کے لئے شب بیداری کرنا آسان نہیں،

اگر کربھی لے تو نماز میں غور وفکر نہیں کرپاتا بلکہ دنیوی کاموں کے بارے میں سوچتا رہتا اور اسی کے وسوسوں میں گھومتا رہتا ہے۔اسی قسم کی حالت کے بارے میں کہا گیا ہے:

یُخْبِرُنِیَ الْبَوَّابُ اَنَّکَ نَائِمٌ وَاَنْتَ اِذَا اسْتَیْقَظْتَ اَیْضًا فَنَائِمٌ

ترجمہ: دربان نے مجھے خبر دی کہ تو سویا ہوا تھا اور تو جاگتے ہوئے بھی سویا ہوتا ہے۔

﴿2﴾......دل پر خوف طاری ہو: دل پر خوف کا غلبہ جبکہ امید کم ہو کیونکہ جب یہ آخرت کی ہولناکیوں اور جہنم کے درجات کے بارے میں غور وفکر کرے گا تو اس کی نیند اڑ جائے گی اور خوف میں زیادتی ہوگی۔جیسا کہ حضرت سیِّدُنا طاؤس بن کیسان یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''جہنم کے ذکر نے عابدین کی نیندیں اڑادی ہیں۔''

تو صہیب کو نیند نہیں آتی:

اسی طرح بصرہ کے صہیب نامی ایک غلام کا واقعہ ہے کہ وہ پوری رات نماز پڑھا کرتا تھا، اس کی مالکہ نے اس سے کہا: ''تیرا پوری رات نماز پڑھنا تیرے دن کے وقت کام میں نقصان دہ ہے۔'' اس نے کہا: ''صُہَیب کو جب جہنم یاد آتا ہے تو اسے نیند نہیں آتی۔''

ایک اور غلام کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بھی پوری رات نماز پڑھا کرتا تھا، اسے جب ایسا کہا گیا تو اس نے جواب دیا: ''جب مجھے جہنم کا خیال آتا ہے تو میرا خوف بڑھ جاتا ہے اور جب جنت کا خیال آتا ہے تو میرا شوق بڑھ جاتا ہے، لہٰذا مجھے سونے پر قدرت نہیں ہوتی۔''

حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے چند اشعار کہے جن کا مفہوم کچھ یوں ہے: قرآن پاک نے (بندوں کو) اپنے وعدہ ووعید کے ذریعے رات میں سونے سے روک دیا ہے۔انہوں نے عظمت و بزرگی والے بادشاہ کا کلام سمجھ لیا تو اس کی بارگاہ میں عاجزی کی وجہ سے ان کی گردنیں جھک گئیں۔

اسی مفہوم کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے: اے لمبی نیند اور غفلت میں پڑنے والے! نیند کی کثرت حسرت پیدا کرتی ہے۔بے شک مرنے کے بعد جب تو قبر میں منتقل ہوگا تو قبر میں لمبی نیند ہے۔اس میں تیرے لئے اسی کا بستر بچھایا جائے گا جو تو نے گناہ یا نیکیاں کی ہیں۔کیا تو رات کے وقت اچانک ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کے آنے سے بے خوف ہے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جوان سے بے خوف تھے وہ ان کے پاس جا پہنچے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو نیک لوگ محنت (یعنی عبادت) میں لگ جاتے ہیں حتی کہ جب صبح کی روشنی پھیلتی ہے تو وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ خوف نے ان کی نیندیں اُڑادی تو وہ عبادت کے لئے کمر بستہ ہوگئے جبکہ بے خوف لوگ سوئے ہوئے ہیں۔

﴿3﴾ ......شب بیداری کی فضیلت میں وارد آیات، احادیث اور آثار صحابہ وتابعین پیش نظر ہوں: کہ اس کے سبب حصول ثواب کے لئے امید وشوق مضبوط ہوگا اور پھر شوق مزید مقامات تک طلب اور جنت کے درجات میں رغبت کی طرف ابھارے گا۔ چنانچہ، مروی ہے کہ ایک بزرگ جہاد سے واپس آئے تو زوجہ بستر بچھا کر ان کا انتظار کرنے لگی، وہ بزرگ مسجد میں گئے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ زوجہ نے عرض کی: ''میں آپ کی تشریف آوری کی کب سے منتظر تھی، آپ آئے ہیں تو صبح تک نماز میں ہی مشغول رہے ہیں۔'' فرمایا: ''خدا کی قسم! میں اس طویل رات میں جنت کی حوروں میں سے ایک حور کے بارے میں غور وفکر کرتا رہا، تمہارے اور گھر کے متعلق کچھ خیال ہی نہ آیا اور ساری رات اس کے شوق میں نماز پڑھتا رہا۔''

﴿4﴾ ...... ذات باری تعالیٰ پر پختہ ایمان اور اس کی کامل محبت دل میں ہو: یہ سبب سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس بات پر پختہ ایمان ہو کہ حالت قیام میں یہ جو کچھ بھی کہتا ہے ہر ہر حرف کے ذریعے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کر رہا ہے اور وہ اس پر آگاہ ہے۔ نیز (وسوسوں سے خالی) جو خیالات دل میں آئیں ان کا بھی مشاہدہ کرے اور یقین رکھے یہ خطرات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اسے خطاب ہیں۔ کیونکہ جب کوئی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرے گا تو وہ لازمی طور پر اس کے ساتھ خلوت کو بھی پسند کرے گا اور اس سے مناجات کرنے کی لذّت پائے گا اور حبیب کے ساتھ مناجات کرنے کی لذّت زیادہ دیر قیام کرنے پر اُبھارے گی۔

اس لذّت کو کوئی بعید نہ سمجھے کیونکہ اس پر عقل ونقل دونوں گواہ ہیں:

عقلی دلیل: اس شخص کے حال سے سبق حاصل کر جو کسی انسان سے اس کے حسن وجمال، یا بادشاہ سے اس کے انعام واکرام کی بدولت محبت کرتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ تنہائی اور ہمکلامی سے کیسے لذّت پاتا ہے حتّٰی کہ رات دیر تک اسے نیند بھی نہیں آتی۔

سوال جواب:

(۱)......اگر یہ وسوسہ آئے کہ خوبصورت شخص کی طرف دیکھ کر لذّت حاصل کی جاتی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ تو نظر نہیں آتا (پھر کیوں کر لذت حاصل ہوگی)؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حسین وجمیل محبوب پردے کے پیچھے ہو یا اندھیرے کمرے میں ہو تو پھر بھی محبّ اسے دیکھے بغیر صرف اس کی گفتگو سے لذّت پاتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کی خواہش بھی نہیں کرتا، اس پر اپنی محبت کا اظہار کرنے اور اپنی زبان سے اس کا ذکر کر کے اسے سنا کر خوش ہوتا ہے اگرچہ یہ باتیں محبوب کو پہلے سے ہی معلوم ہوں۔

(۲)......اگر یہ وسوسہ آئے کہ حسین وجمیل شخص کے جواب کا انتظار ہوتا ہے پھر اس کا جواب سن کر لذّت حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام نہیں سنا جاتا (پھر کیوں کر لذت حاصل ہوگی)؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ شخص جانتا ہو کہ محبوب جواب نہیں دے گا بلکہ خاموش رہے گا تب بھی محبوب پر اپنے احوال ظاہر کرنے اور راز اس تک پہنچانے میں اسے لذت ہی حاصل ہوتی ہے (تو پھر مناجات کرنے والے کو کیسے لذت حاصل نہ ہوگی) حالانکہ یقینِ کامل رکھنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہر وہ بات سنتا ہے جو مناجات کے دوران اس کے دل پر وارد ہوتی ہے تو وہ اس سے لذّت حاصل کرتا ہے۔ جیسے وہ کہ جو کسی بادشاہ کے ساتھ خلوت میں ہو اور رات کے کسی حصے میں بادشاہ کے سامنے اپنی حاجات پیش کرے تو وہ انعام کی امید میں اس سے لذّت پائے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے امید رکھی جائے اور جو اس کے پاس ہے وہ بہتر، باقی رہنے والا اور دوسروں سے زیادہ نفع مند ہے تو پھر تنہائی میں بارگاہِ الٰہی میں اپنی حاجات پیش کرنے سے کیوں کر لذّت حاصل نہ ہوگی؟

نقلی دلیل: مناجات کی لذت حاصل ہونے پر راتوں کو قیام کرنے والوں کے احوال شاہد ہیں کہ وہ رات کے قیام کے ذریعے لذّت پاتے ہیں اور رات کو یوں چھوٹا خیال کرتے ہیں جیسے محبّ، محبوب سے ملاقات کی رات کو بہت چھوٹی سمجھتا ہے۔

شب بیداروں کے واقعات واقوال:

❀......منقول ہے کہ ایک شب بیدار سے پوچھا گیا: ''آپ کی رات کیسی گزرتی ہے؟'' تو جواب ملا: ''میں نے

رات کا کبھی لحاظ نہیں رکھا وہ مجھے اپنا چہرہ دکھا کر پلٹ جاتی ہے اور اس کے بعد میں اس کے بارے میں غور نہیں کرتا۔''

❀......ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''میں اور رات، مقابلہ کرنے والے دو گھوڑوں کی طرح ہیں کبھی تو وہ مجھے فجر تک پہنچا دیتی ہے اور کبھی مجھے غور وفکر سے محروم کر دیتی ہے۔''

❀......کسی شب بیدار سے پوچھا گیا: ''آپ پر رات کیسے گزرتی ہے؟'' فرمایا: ''رات ایسی گھڑی ہے جس میں میری دو حالتیں ہوتی ہیں: جب وہ آتی ہے تو اس کے اندھیرے سے خوش ہوتا ہوں ابھی خوشی پوری نہیں ہوتی کہ صبح طلوع ہونے کا غم لاحق ہو جاتا ہے۔''

❀......حضرت سیِّدُنا علی بن بَکّار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ''40 سال سے صبح طلوع ہونے کے علاوہ کسی اور چیز نے مجھے غمگین نہیں کیا۔''

❀......حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ''جب سورج غروب ہوتا ہے تو اندھیرے کی وجہ سے میں خوش ہو جاتا ہوں کیونکہ اس وقت میں رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہوں۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو لوگوں کے اپنے پاس آنے کی وجہ سے غمزدہ ہو جاتا ہوں۔''

❀......حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''راتوں میں قیام کرنے والے راتوں میں کھیل کود کرنے والوں کی بنسبت زیادہ لذّت پاتے ہیں اور اگر رات نہ ہوتی تو میں دنیا میں ٹھہرنا پسند نہ کرتا۔'' مزید فرماتے ہیں: ''اگر رات میں قیام کرنے والوں کو ان کے اعمال کے ثواب کے عوض وہ لذّت دے دی جائے جو وہ رات کے قیام میں پاتے ہیں تو یہ ان کے اعمال کے ثواب سے زیادہ ہوگی۔''

❀......بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''عاجزی وانکساری کرنے والے اپنے دل میں جو مناجات کی لذت پاتے ہیں اس کے سوا دنیا میں کوئی وقت ایسا نہیں جو جنتی نعمتوں کے مشابہ ہو۔''

❀......منقول ہے کہ ''مناجات کی لذّت دنیاوی نہیں بلکہ جنتی نعمتوں میں سے ہے جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ صرف اپنے اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے لئے ظاہر فرماتا ہے ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی۔''

❀......حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنْکَدِر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''دنیاوی لذّات میں سے صرف تین چیزیں باقی ہیں: (۱)......رات کا قیام۔ (۲)......مسلمان بھائیوں سے ملاقات۔ (۳)......نمازِ باجماعت۔''

......بعض عارفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سحری کے وقت جاگنے والوں کے دلوں کی طرف نظر فرماتا ہے تو انہیں انوار و تجلیات سے بھر دیتا ہے۔ فوائد ان کے دلوں کی طرف لوٹتے ہیں تو ان کے دل روشن ہو جاتے ہیں، جو انوار ان کے دلوں سے زائد ہوتے ہیں وہ غافلین کے دلوں میں پھیل جاتے ہیں۔

محبِّ الٰہی و محبوبِ الٰہی کی علامات:

متقدمین علما میں سے کسی کا قول ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک صدیق کی طرف الہام فرمایا کہ میرے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ وہ میرے مشتاق ہیں، میں ان کا مشتاق ہوں۔ وہ میرا ذکر کرتے ہیں، میں ان کا چرچا کرتا ہوں۔ وہ میری طرف نظر کرتے ہیں، میں ان کی طرف نظر فرماتا ہوں۔ اگر تو ان کے راستے پر چلا تو میں تجھے محبوب بنا لوں گا اور اگر ان سے منہ پھیرا تو میں تجھ پر شدید غضب کروں گا۔“ صدیق نے عرض کی: ”اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! ان کی علامت کیا ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”وہ دن کے وقت سایہ پر اس طرح دھیان دیتے ہیں جس طرح چرواہا بکریوں پر توجہ دیتا ہے اور غروبِ آفتاب کی طرف شوق کے ساتھ اس طرح مائل ہوتے ہیں جیسے اس وقت پرندے اپنے گھونسلے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جب رات انہیں چھپا لیتی ہے، اندھیرا چھا جاتا ہے اور ہر حبیب اپنے حبیب کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اپنے چہروں کو میرے لئے بچھا دیتے اور میرے کلام کے ذریعے مجھ سے مناجات کرتے ہیں۔ میرے انعامات کے سبب میری بارگاہ میں عاجزی و انکساری کرتے ہیں۔ کوئی چیختا ہے تو کوئی روتا ہے۔ کوئی آہیں بھرتا ہے تو کوئی شکایت کرتا ہے۔ وہ میری وجہ سے جو مشقت اٹھاتے ہیں میں اسے دیکھتا ہوں اور میری محبت کی وجہ سے جو شکایت کرتے ہیں اسے سنتا ہوں۔ **سب سے پہلی چیز** جو میں انہیں عطا کرتا ہوں وہ میرا نور ہے کہ جب وہ ان کے دلوں میں ڈالتا ہوں تو وہ میرے بارے میں بتانے لگتے ہیں جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔ **دوسری چیز** جو انہیں عطا کرتا ہوں یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب ان کے میزان میں ہوں تو بھی ان کے حق میں اسے قلیل جانتا ہوں۔ **تیسری چیز** جو انہیں عطا کرتا ہوں یہ ہے کہ ان کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہوں اور جس کی طرف میں خصوصی توجہ کرتا ہوں تو کسی کو کیا خبر کہ میں نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟“

......حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ''جو بندہ تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ (اپنی رحمت کے ساتھ) اس سے قریب ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ اپنے دلوں میں جو نرمی، حلاوت اور انوار پاتے ہیں اس کی وجہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب جانتے ہیں۔'' یہ ایک راز اور حقیقت ہے عنقریب ''محبت کے بیان میں'' اس کی طرف اشارہ آئے گا۔

......مروی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے بندے! میں اللّٰہ ہوں جو تیرے دل سے قریب ہوا اور تو نے غیب میں میرے نور کو دیکھا۔''

بخشش کے جھونکے:

ایک شاگرد نے اپنے استاذ سے رات دیر تک جاگنے کی شکایت کی اور نیند لانے کی کوئی ترکیب پوچھی تو استاذ نے کہا: ''اے بیٹے! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس رات اور دن میں بخشش کے کچھ جھونکے ہیں جو بیدار دلوں کو پہنچتے ہیں اور سوئے ہوئے دلوں سے گزر جاتے ہیں، تم ان جھونکوں کو حاصل کرنے کے درپے رہو۔'' شاگرد نے کہا: ''یا سیدی! آپ نے مجھے اس حال میں چھوڑ دیا ہے کہ میں نہ رات کو سو سکتا ہوں، نہ دن کو۔''

جان لیجئے کہ رات کے وقت ان جھونکوں کی زیادہ امید ہوتی ہے کیونکہ قیام اللیل میں دل کی صفائی ہوتی اور دنیاوی مشاغل دور ہوتے ہیں۔

قبولیت کی گھڑی:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللّٰہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات میں ایک گھڑی ہے کہ جسے کوئی بندہ مومن پا کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بھلائی کا سوال کرتا ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ ضرور دیتا ہے۔''[1]

ایک روایت میں ہے کہ ''اس ساعت میں بندہ مومن دنیا و آخرت میں سے جس بھلائی کا بھی سوال کرتا ہے

1......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فی اللیل ساعۃ......الخ، الحدیث:۷۵۷، ص۳۸۰۔

اللہ تعالیٰ وہ اسے ضرور دیتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔‘‘ (1)

رات میں قیام کرنے والوں کا مطلوب اس ساعت کا حصول ہوتا ہے۔ یہ ساعت پوری رات میں اس طرح پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح لیلۃ القدر پورے ماہِ رمضان میں پوشیدہ ہوتی ہے یا جس طرح جمعہ کے دن کی ساعت ہے کہ یہ بھی ان بخشش کے جھونکوں میں سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شب کے اوقات کی تقسیم کا طریقہ:

جاننا چاہئے کہ مقدار کے اعتبار سے شب بیداری کے سات مراتب ہیں:

﴿1﴾...... **پوری رات شب بیداری:** یہ ان مضبوط لوگوں کی شان ہے جنہوں نے خود کو فقط عبادت کے لئے فارغ کر رکھا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں مناجات کرنے سے لذّت پاتے ہیں۔ یہی ان کی غذا اور ان کے دلوں کی زندگی ہے۔ لہٰذا یہ دیر تک قیام کرنے سے تھکتے نہیں، نیند کو دن کے وقت کی طرف لوٹا دیتے ہیں جبکہ لوگ کام کاج میں مصروف ہوتے ہیں۔ سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے ایک گروہ کا طریقہ تھا کہ وہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

عشا کے وضو سے فجر ادا کرنے والے:

حضرت سیِّدُنا امام ابوطالب محمد بن علی مکی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَلِی فرماتے ہیں: چالیس تابعین سے تواتر وشہرت کے طور پر منقول ہے کہ وہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے چالیس سال تک اس کی پابندی کی۔ ان میں سے چند یہ ہیں: (۱)......حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب مدنی۔ (۲)......حضرت سیِّدُنا صفوان بن سلیمان مدنی۔ (۳)......حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض مکی۔ (۴)......حضرت سیِّدُنا وُهَیب بن ورد مکی۔ (۵)......حضرت سیِّدُنا طاؤس بن کیسان یمنی۔ (۶)......حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ یمنی۔ (۷)......حضرت سیِّدُنا ابو یزید ربیع بن خُثَیم کوفی۔ (۸)......حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللہ حَکَم بن عُتَیبہ کوفی۔ (۹)......حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان احمد بن عبد الرحمٰن دارانی شامی۔ (۱۰)......حضرت سیِّدُنا ابو الحسن علی بن بکّار شامی۔ (۱۱)......حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللہ خواص عبادی۔ (۱۲)......حضرت سیِّدُنا ابو عاصم عبادی۔ (۱۳)......حضرت سیِّدُنا ابو محمد حبیب بن محمد عجمی فارسی۔

1 ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فی اللیل ساعة......الخ، الحدیث:۷۵۷، ص۳۸۰۔

(۱۴)......حضرت سیِّدُ نا ابو جابر سلمانی فارسی۔(۱۵)......حضرت سیِّدُ نا ابو یحییٰ مالک بن دینار بصری۔(۱۶)......حضرت سیِّدُ نا ابو المعتمر سلیمان بن طرخان تیمی بصری۔(۱۷)......حضرت سیِّدُ نا یزید بن ابان رقاشی بصری۔(۱۸)......حضرت سیِّدُ نا حبیب بن ابو ثابت بصری۔(۱۹)......حضرت سیِّدُ نا یحییٰ بن مُسلمہ بکّاء بصری اور (۲۰)......حضرت سیِّدُ نا ابو عثمان کَھْمَس بن مِنْہال بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم۔مؤخر الذکر شخصیت کے بارے میں منقول ہے کہ مہینے میں 90 قرآن پاک ختم فرماتے، دوران تلاوت اگر کسی آیت کو سمجھ نہ پاتے تو دوبارہ پڑھتے۔اہلِ مدینہ میں سے حضرت سیِّدُ نا ابو حازم سلمہ بن دینار اور حضرت سیِّدُ نا محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا بھی انہیں میں سے ہیں۔یہ ایسی جماعت ہے جس کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

﴿2﴾......آدھی رات شب بیداری: سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن میں جو آدھی رات شب بیداری پر ہمیشگی اختیار کرتے تھے ان کی تعداد شمار سے باہر ہے۔اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ رات کا پہلا تہائی اور آخری چھٹا حصہ سویا جائے اور درمیان والے نصف حصے میں قیام کیا جائے، یہی افضل ہے۔

﴿3﴾......ایک تہائی رات شب بیداری: اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ رات کے پہلے نصف اور آخری چھٹے حصے میں سویا جائے۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں سونا پسندیدہ عمل ہے کہ یہ صبح کے وقت کی اُونگھ کو دور کرتا ہے اور اسلاف صبح کے وقت کی اُونگھ کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔نیز یہ چہرے کی زردی اور اس کے سبب شہرت کو بھی کم کرتا ہے۔لہٰذا اگر اکثر رات قیام کرے اور سحری کے وقت سو جائے تو اس کے چہرے کی زردی اور صبح کے وقت اُونگھ کم ہوگی۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میرے سرتاج، صاحب معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے آخری حصے میں وتر ادا فرماتے، پھر اگر حاجت ہوتی تو ازواج میں سے کسی سے قربت فرماتے وگرنہ مصلے پر لیٹ جاتے حتی کہ حضرت بلال آ کر نماز کے لئے اذان کہتے۔'' (1)

انہی سے مروی ایک روایت میں ہے، فرماتی ہیں: ''میں نے سحری کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو

1......سنن النسائی، کتاب قیام اللیل......الخ، باب وقت الوتر، الحدیث۱۶۷۷، ص۲۹۱، باختصارٍ۔
سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب الاضطجاع بعدھا، الحدیث۱۲۶۲، ج۲، ص۳۲، باختصارٍ۔

ہمیشہ آرام کرتے ہی پایا۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''صبح سے پہلے یہ سونا سنت ہے۔''[ ]

اس وقت کی نیند غیب کے پردوں کے آگے کشف اور مشاہدہ کرنے کا سبب ہے اور یہ اربابِ قلوب کے لئے ہوتا ہے۔ نیز اس وقت کی نیند میں آرام ہے جو دن کے وظائف میں سے پہلے وظیفے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

رات کے دوسرے نصف میں کل رات کا ایک تہائی قیام کرنا اور آخری چھٹے حصے میں آرام کرنا حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

﴿4﴾......رات کا چھٹا یا پانچواں حصہ قیام کرنا: اس کا افضل طریقہ یہ ہے کہ یہ قیام دوسرے نصف میں اور رات کے آخری چھٹے حصے سے پہلے ہو۔

﴿5﴾......کسی اندازے کو ملحوظ نہ رکھا جائے: یہ بات صرف انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آسان ہوتی ہے اس لئے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ یا اس کے لئے آسان ہے جو چاند کی منزلوں کو جانتا ہو اور پھر اس پر کسی کو نگران مقرَّر کرے جو اس کی نگرانی کرتا رہے اور وقت پر اسے جگا دے پھر بھی بسا اوقات بادل والی راتوں میں یہ معاملہ مضطرب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسے چاہئے کہ رات کے پہلے حصے میں قیام کرے جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے، بیدار ہو تو پھر قیام کرے، پھر نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے یوں اس کے لئے رات میں دو نیندیں اور دو قیام ہوں گے، یہ رات کی مشقت میں سے ہے۔ سب سے سخت اور سب سے افضل ہے۔ نیز یہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق میں سے ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر، اُولوالعزم صحابۂ کرام اور تابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن میں سے ایک جماعت کا بھی یہی طریقہ تھا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''نیند پہلی ہی مرتبہ ہے، جب میں بیدار ہو جاؤں اور دوبارہ سونا چاہوں تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مجھے نہ سلائے۔''

مقدار کے اعتبار سے آقائے دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قیام فرمانا ایک ترتیب پر نہیں تھا بلکہ کبھی نصف رات قیام فرماتے، کبھی دو تہائی اور کبھی رات کا چھٹا حصہ۔ آپ کا یہ طریقہ راتوں کے اعتبار سے بدلتا رہتا تھا۔ اس پر

1......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب صلاۃ اللیل......الخ، الحدیث:۷۴۲، ص۳۷۳، مفہومًا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالیشان دلالت کرتا ہے جو سورۂ مزمل کے شروع اور آخر میں ہے:

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ (پ۲۹، مزمل:۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا ربّ جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو، کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں اس وقت اٹھتے جب مرغ کی اذان سنتے۔“ (1) یہ رات کے چھٹے حصے سے تھوڑا سا کم وقت ہے۔

رات میں بیدار ہو تو اس سنت پر عمل کرے:

مروی ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں: میں نے سفر میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھا کہ عشا کے بعد کافی رات تک لیٹے رہے، پھر جاگے تو آسمان کے کنارے میں نظر کی اور ان آیات مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًاۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ(۱۹۱) رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ(۱۹۲) رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِۚ(۱۹۳) رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ(۱۹۴)

(پ۴، اٰل عمرٰن:۱۹۱تا۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے! تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ربّ ہمارے! بیشک جسے تو دوزخ میں لے جائے اُسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے ربّ ہمارے! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے ربّ ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرما (مٹا) دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے ربّ ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رُسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

پھر بستر کے نیچے سے مسواک نکال کر مسواک کی، پھر وضو کر کے نماز ادا فرمائی حتی کہ میں دیکھا کہ آپ جتنی دیر

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب من نام عندالسحر، الحدیث:۱۱۳۲، ج۱، ص۳۸۵۔

سوئے تھے اتنی ہی دیر نماز پڑھی ہے، پھر لیٹ گئے اور جتنی دیر نماز پڑھی اتنی ہی دیر آرام فرمایا، پھر بیدار ہو کر وہی پڑھا جو پہلی مرتبہ پڑھا تھا اور وہی کیا جو پہلی مرتبہ کیا تھا۔ [1]

﴿6﴾......دو یا چار رکعتوں کی مقدار قیام کرنا: یہ سب سے کم مقدار ہے، پھر اگر اس کے لئے طہارت کرنا مشکل ہو تو ایک ساعت کے لئے ذکر و دُعا میں مشغول ہو اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور اس کے فضل سے اس کے لئے تمام رات قیام کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔

مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کے وقت نماز پڑھو اگرچہ بکری کا دودھ دوہنے کی مقدار ہی سہی۔'' [2]

﴿7﴾......رات کے دونوں کناروں میں قیام کرنا: اگر رات کے وسط (درمیان) میں قیام کرنا مشکل ہو تو مغرب و عشا کے مابین جو وقت ہے اسے اور عشا کے بعد والے وظیفہ کو نہ چھوڑے، پھر سحری کے وقت بیدار ہو جائے تاکہ صبح صادق کو سوتے میں نہ پائے اور رات کے دونوں کناروں میں قیام ہو۔

یہ رات کو تقسیم کرنے کے طریقے ہیں۔ مرید کو چاہئے کہ جس طریقے کو خود پر آسان سمجھے اسے اختیار کرلے۔

جب ان مراتب کو مقدار کے اعتبار سے دیکھا جائے گا تو ان کی ترتیب وقت کے طویل اور کم ہونے کے اعتبار سے ہوگی لیکن پانچویں اور ساتویں مرتبے میں مقدار کو ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ آگے اور پیچھے ہونے کی وجہ سے ان میں یہ ترتیب جاری نہیں ہوسکتی، ساتواں مرتبہ مقدار میں چھٹے مرتبے سے کم نہیں اور نہ ہی پانچواں چوتھے سے کم ہے۔

فضیلت والی راتیں:

جان لیجئے کہ سال میں 15 مخصوص راتیں ہیں جن کی فضیلت کے زیادہ ہونے کے سبب ان میں شب بیداری کا مستحب ہونا زیادہ مؤکد ہے۔ طالبِ آخرت کو ان سے غافل نہیں رہنا چاہئے کہ یہ نیکیاں کرنے کے موسم اور تجارت کی منڈیاں ہیں اور جب تاجر موسموں سے غافل رہتا ہے تو وہ نفع نہیں پاتا اسی طرح اگر طالبِ آخرت مختلف اوقات کے فضائل سے غافل ہو تو کامیاب نہیں ہوسکتا۔

---

1 ......سنن النسائی، کتاب قیام اللیل......الخ، بای شیئ تستفتح صلاۃ اللیل؟، الحدیث۱۶۲۳، ص۲۸۴، بتغیرٍ۔

2 ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، من کان یامر بقیام اللیل، الحدیث۳، ج۲، ص۱۷۳۔

چھ راتیں تو ماہِ رمضان میں ہی ہیں: (۱ تا ۵)......رمضان المبارک کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتیں کیونکہ ان میں لیلۃ القدر کو تلاش کیا جاتا ہے۔(۶)......ماہ رمضان کی سترہویں رات۔ یہ وہ رات ہے جس کی صبح کو یوم الفرقان کہتے ہیں کہ اس دن واقعۂ بدر پیش آیا اور دو گروہ آپس میں ٹکرائے تھے۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''یہی رات لیلۃ القدر ہے۔''

بقیہ 9 راتیں یہ ہیں: (۷)......محرم الحرام کی پہلی رات (۸)......عاشورا (دس محرم الحرام) کی رات (۹، ۱۰، ۱۱)......رجب المرجب کی پہلی، پندرہویں اور ستائیسویں رات۔ مؤخر الذکر معراج کی رات ہے۔

100 سال کی نیکیوں کا ثواب:

معراج کی رات نماز پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس (یعنی ستائیسویں رجب کی) رات عمل کرنے والے کے لئے 100 سال کی نیکیوں کا ثواب ہے۔ جو اس رات بارہ رکعتیں، دو دو کر کے پڑھے، سلام کے بعد 100 مرتبہ یہ کہے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر پھر 100 بار استغفار کرے، پھر 100 مرتبہ مجھ پر درودِ پاک پڑھے اور دنیا و آخرت کے معاملات میں سے اپنے لئے جو چاہے دعا کرے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پوری کی پوری دعا قبول فرمائے گا سوائے گناہ کی دعا کے۔'' (1)

(۱۲)......شعبان کی پندرہویں رات۔ اس رات میں 100 رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 10 بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اکابرین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اسے ترک نہیں کیا کرتے تھے ''نفل نماز کے بیان میں'' ہم اسے ذکر کر چکے ہیں۔ (۱۳)......عرفہ (نوذِی الْحِجَّہ) کی رات (۱۴، ۱۵)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات۔

دل زندہ رہے گا:

مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے عیدین کی رات (یعنی شب عید الفطر اور شب عید الاضحیٰ) طلب ثواب کے لئے قیام کیا، اس دن اس کا دل نہیں مرے گا، جس دن (لوگوں کے) دل مرجائیں گے۔'' (2)

---

1 ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصیام، تخصیص شھر رجب بالذکر، الحدیث: ۳۸۱۲، ج۳، ص۳۷۴۔

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب فیمن قام فی لیلتی العیدین، الحدیث: ۱۷۸۲، ج۲، ص۳۶۵، بتغیرِ قلیلٍ۔

فضیلت والے ایام:

فضیلت والے دن جن میں خاص طور پر وظائف پڑھنا مستحب ہے 19 ہیں: (۱)......یومِ عرفہ (۲)......یومِ عاشورا (۳)......رجب المرجب کا ستائیسواں دن۔ اس دن کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔

60 ماہ کے روزوں کا ثواب:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضورِ انور، شافعِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ستائیسویں رجب کو روزہ رکھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 60 ماہ کے روزوں کا ثواب لکھے گا۔''[1] یہ وہ دن ہے جس میں حضرت سیِّدُنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر رسالت لے کر اُترے۔ (۴)......رمضان المبارک کا سترہواں دن، جس دن واقعہ بدر پیش آیا۔ (۵)......شعبان المعظم کا پندرہواں دن (۶)......جمعہ کا دن (۷، ۸)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن (۹ تا ۱۷)......ایامِ معلومہ، یہ ذُوالْحِجَّہ کے دس دن ہیں (چونکہ عرفہ کا دن پہلے گزر گیا ہے اس لئے یہاں 9 دن مراد ہوں گے)۔ (۱۸، ۱۹)......ایامِ معدودہ، یہ ایامِ تشریق ہیں۔

پورا ہفتہ اور پورا سال گناہوں سے سلامتی:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کا دن سلامتی والا ہو تو تمام دن سلامتی گزریں گے اور ماہِ رمضان سلامتی والا ہو تو پورا سال سلامتی سے گزرے گا[2]۔''[3]

آخرت کی لذت سے محرومی کا باعث:

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''جو دنیا میں پانچ روز لذتوں میں رہے گا وہ آخرت کی لذت

---

1 ......تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، علی بن ابی طالب، الحدیث:۸۷۳۹، ج۴۲، ص۲۳۴۔

2 ......اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر بندہ جمعہ کے دن گناہوں سے بچا رہے تو پورا ہفتہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اگر رمضان المبارک میں گناہوں سے بچا رہے تو پورا سال گناہوں سے بچا رہتا ہے۔
(اتحاف السادة المتقين، كتاب ترتيب الاوراد فى الاوقات، الباب الثانى، ج۵، ص۵۶۷)

3 ......شعب الايمان للبيهقى، باب فى الصيام، فصل فى ليلة القدر، الحديث:۳۷۰۷، ج۳، ص۳۴۰، بتقدمٍ وتاخرٍ۔

نہیں پائے گا۔ پانچ دنوں سے ان کی مراد یہ ہیں: (۱،۲)......عید الفطر عید الاضحیٰ کا دن (۳)...... جمعہ کا دن (۴)......عرفہ کا دن اور (۵)......عاشورا کا دن۔

ہفتے کے دنوں میں فضیلت والے دن جمعرات اور پیر کا دن ہیں کہ ان میں بارگاہِ الٰہی میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ روزے کے لئے جو دن اور مہینے فضیلت والے ہیں انہیں ہم ''روزوں کے بیان میں'' میں ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا دوبارہ انہیں ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى مِنْ كُلِّ الْعٰلَمِيْنَ

{......فضائل قرآنِ کریم......}

فرمانِ مصطفٰے: ''یہ قرآن مجید اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ضیافت ہے تو تم اپنی استطاعت کے مطابق اُس کی ضیافت قبول کرو۔ بے شک یہ قرآن مجید، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مضبوط رسی، نورِ مُبِین، نفع بخش شفا، جو اسے اختیار کرتا ہے اس کے لئے ڈھال اور جو اس پر عمل کرے اُس کے لئے نجات ہے۔ یہ حق سے نہیں پھرتا کہ اس کے ازالے کے لئے تھکنا پڑے اور یہ ٹیڑھی راہ نہیں کہ اسے سیدھا کرنا پڑے۔ اس کے فوائد ختم نہیں ہوتے اور کثرتِ تلاوت سے پرانا نہیں ہوتا (یعنی اپنی حالت پر قائم رہتا ہے)۔ تو تم اس کی تلاوت کیا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہر حرف کی تلاوت پر 10 نیکیاں عطا فرمائے گا۔ مَیں نہیں کہتا کہ ''الٓمّ'' ایک حرف ہے بلکہ ''الف'' ایک حرف ''لام'' ایک حرف اور ''میم'' ایک حرف ہے۔''

(المستدرک، الحدیث:۲۰۸۰، ج۲، ص۲۵۶)

فہرست حکایات

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
موٹاپے کا نقصان	124	پسندیدہ حاجی	798
دھوکے باز	447	حاکم مدینہ کی عاجزی	840
سیِّدُنا خلف بن ایوب عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا خوف خدا	471	خوش نصیب قاریٔ قرآن	845
خشوع، خضوع سے نماز پڑھنے والوں کی حکایات	529	اس بارگاہ سے کیسے پھروں	850
آنکھوں کا قفل مدینہ	529	جنتی پھول	873
سیِّدُنا ربیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَدِیْع کا خوف خدا	529	**قحط سالی کے متعلق 12 حکایات**	919
سیِّدُنا عامر بن عبداللّٰہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا خشوع	530	﴿1﴾......چغل خوری کا وبال	919
تکلیف کا احساس تک نہ ہوا	530	﴿2﴾......قحط سالی دور ہوگئی	919
وسوسوں کے خوف سے نماز مختصر پڑھی	531	﴿3﴾......ظلم کا انجام	919
ایک بھی نماز نہیں پڑھی	532	﴿4﴾......گناہوں کی نحوست	920
باعث نجات اور قرب کا ذریعہ	533	﴿5﴾......چیونٹی کی فریاد	920
دل نماز میں حاضر نہیں	533	﴿6﴾......بارگاہ الٰہی میں مقبولیت	920
بیٹے کی تربیت	559	﴿7﴾......بارش میں تاخیر نہیں بلکہ......	921
کس حکمران سے دوری اختیار کی جائے	568	﴿8﴾......ایک آنکھ والا آدمی	921
گویا وہ مردہ ہے	593	﴿9﴾......علمائے کرام کی اہمیت	921
صدقہ ظاہر کرنے کی فضیلت	692	﴿10﴾......سعدون مجنوں کی دعا	922
اللّٰہ دیکھ رہا ہے!	692	﴿11﴾......حبشی غلام کی دعا	923
انسانی گوشت خور روزہ دار	714	﴿12﴾......وسیلے کی برکت	923
جنت میں داخلے کی بشارت	731	سعادت مندوں کا عمل	998
خواب میں دیدار الٰہی	732	مرنے سے پہلے جنت کا نظارہ	1035
حفاظتِ دِین کی فکر	742	محفل ذکر میں حاضر ہونے کی فضیلت	1039

تفصیلی فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
ضمنی فہرست	1
اس کتاب کو پڑھنے کی نیتیں	5
اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کا تعارف (از امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ)	6
پہلے اسے پڑھ لیجئے!	8
تعارف مصنف	14
اِبتدائیہ	36
وجہ تصنیف	36
کتاب کی ترتیب اور ابواب بندی	37
کتاب کے مشمولات پر ایک نظر	38
کتاب کی چند خصوصیات	39
کتاب چار حصوں میں تقسیم کرنے کی وجہ	40
علم مکاشفہ وعلم معاملہ کی تعریف	40
علم معاملہ کی اقسام	41
عِلْم کا بیان	42
باب نمبر1: **عِلْم، تعلیم اور تعلّم کی فضیلت اور اس کے عقلی ونقلی دلائل کا بیان**	42
پہلی فصل: **عِلْم کی فضیلت**	42
علم کی فضیلت پر مشتمل 14 فرامین بارِی تعالیٰ	42
علم کی فضیلت پر مشتمل 28 فرامینِ مصطفٰے	45
علم کی فضیلت پر مشتمل 20 اقوالِ بزرگانِ دین	49
دوسری فصل: **عِلْم حاصل کرنے کی فضیلت**	55
حصولِ علم کی فضیلت پر مشتمل دو فرامینِ بارِی تعالیٰ	55
حصولِ علم کی فضیلت پر مشتمل 10 فرامین مصطفٰے	55
حصولِ علم کی فضیلت پر مشتمل 11 اقوالِ بزرگانِ دین	56
تیسری فصل: **علم سکھانے کی فضیلت**	59
علم سکھانے کی فضیلت پر مشتمل چھ فرامینِ باری تعالیٰ	59
علم سکھانے کی فضیلت پر مشتمل 17 فرامین مصطفٰے	60
علم سکھانے کی فضیلت پر مشتمل 12 اَقوالِ بزرگانِ دین	63
چوتھی فصل: **علم کی فضیلت پر عقلی دلائل**	66
فضیلت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	66
علم کی عقلی فضیلت	66
مرغوب اشیاء کی اقسام اور ان کی مثالیں	67
علم کا اخروی فائدہ	67
بارگاہِ الٰہی تک رسائی کا ذریعہ	68
انسانی اعضاء کی اقسام	68
حکمت عملی کے مراتب	69
نبوت کے بعد سب سے افضل عمل	69
عبادتِ الٰہی اور خلافتِ الٰہی	70
باب نمبر2: **محمود ومذموم علوم اور ان کی اقسام واحکام**	71

مضامین	صفحہ نمبر
پہلی فصل: **فرضِ عین علم کا بیان**	71
کون سا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟	71
عوارض کی اقسام اور مثالیں	73
ہلاکت میں ڈالنے والے اُمور	76
دوسری فصل: **فرضِ کفایہ علم کا بیان**	78
غیر شرعی علوم کی اقسام	78
علوم شرعیہ کی اَقسام	79
ایک سوال اور اس کا جواب	81
علم فقہ کا حاصل	81
ایک سوال اور اس کا جواب	82
تقویٰ کے مراتب	84
ایک سوال اور اس کا جواب	86
فقہ کی طب پر فضیلت	86
تیسری فصل: **عِلْمِ طریق آخرت کی اَقسام**	87
علم مکاشفہ کا نور جب دل میں ظاہر ہوتا ہے تو!	87
علم مکاشفہ سے مقصود	89
آئینۂ دل کی پاکیزگی اور صفائی کا ذریعہ	89
برے افعال کی بنیادیں اور نیک اعمال کا سرچشمہ	89
متقین علمائے ظاہر کی عاجزی	92
علم حدیث کے بعد علم تصوف حاصل کرو	92
ایک سوال اور اس کا جواب	93
فلسفہ اور اس کی اقسام	93
علم کلام کی حیثیت	94
ایک سوال اور اس کا جواب	95
صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی افضلیت کا ایک سبب	96
علم کے دس حصوں میں سے نو حصے اُٹھ گئے	97
شیخین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی شہرت وفضیلت	97
شہرت اور فضیلت میں فرق	98
فقہا اور متکلمین کی اقسام	98
عمل کا دارومدار نیت پر ہے	98
جن اعمال سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے	98
مقتدا و پیشوا فقہا	99
سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے فضائل ومناقب	100
﴿1﴾......عبادت وریاضت	100
تمام مسلمانوں کے لئے رحمت ونجات کی دعا	100
شکم سیری کی آفات	101
عظمتِ الٰہی	101
زبان کی حفاظت	101
کانوں اور زبان کا قفلِ مدینہ	102
﴿2﴾......زہد وتقویٰ	103
آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی سخاوت	103
زہد کی حقیقت وبنیاد	103

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
زمانے کا افضل شخص	104	آخرت کی سزا پر دنیاوی سزا کو ترجیح	116
کامل الایمان ہونے کی علامت	104	10 ہزار درہم قبول نہ کئے	116
﴿3﴾......اسرارِ قلب اور علومِ آخرت کے عالم	106	منصب وعہدہ قبول نہ کیا	117
خود پسندی میں مبتلا کو نصیحت	106	طریقِ آخرت کے عالم	117
علم کسے نفع نہیں دیتا؟	106	ہمیشہ فکر آخرت میں مگن	118
آدمی عالم کب بنتا ہے؟	108	مناقبِ امام احمد بن حنبل اور امام ثوری	118
﴿4﴾......علمِ فقہ سے مقصود	108	باب نمبر3: **ان مذموم علوم کابیان جنھیں**	
دُنیا کے لئے آفتاب اور لوگوں کے لئے عافیت	109	**لوگ اچھاسمجھتے ھیں**	119
سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق **کے فضائل ومناقب**	111	پہلی فصل: **بعض علوم کے مذموم ہونے کا سبب**	119
حدیث رسول کی تعظیم	111	جادو کے برا ہونے کا سبب	119
حصولِ علم دین سے مقصود	111	جھوٹ بولنا کیسا؟	120
عالم کی شان	112	علمِ نجوم سے ممانعت کی وجوہات	121
چمکتے ستارے	112	بے فائدہ علم	123
کوڑے کھا کر بھی حدیث بیان کی	112	**حکایت:** موٹاپے کا نقصان	124
زُہد وتقویٰ	113	اتباعِ سنت میں سلامتی ہے	124
میں چھوڑ کر مدینہ نہیں جاتا نہیں جاتا	113	علوم درختوں اور پھلوں کی مانند ہیں	126
مدینے کی مٹی کا ادب واحترام	114	دوسری فصل: **الفاظِ علوم میں تبدیلی کا بیان**	126
پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں	114	تفصیل	126
سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم **کے فضائل ومناقب**	115	سب سے بڑا فقیہ	128
ساری رات عبادت	115	غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ عمل	128
زہد وتقویٰ	116	کامل فقیہ کی علامات	129

مضامین	صفحہ نمبر
حقیقی توحید	131
توحید کے فوائد وثمرات	131
حقیقی توحید سے خارج اُمور	132
توحید کا مرکز وسرچشمہ	133
محافل ذکر کی فضیلت	134
قصہ گوواعظین کی مذمت	135
ذکر کی محفل میں حاضر ہونے کی فضیلت	136
تکلُّف سے کلام کرنے کی ممانعت	137
میرے رُفقا تو خاص لوگ ہیں	139
شَطْح سے کیا مراد ہے؟	139
لوگوں کے لئے فتنہ	142
جاہل اور ظالم	142
طامات کیا ہیں؟	142
اہل طامات کی تاویلات کی مثالیں	143
مذکورہ تاویلوں کا بطلان	144
بدترین مخلوق	146
غربا کون ہیں؟	147
حقیقی عالم کی ایک علامت	147
تیسری فصل: **اچھے علوم کی قابلِ تعریف مقدار کا بیان**	148
علم کے درجات	149
نام نہاد علما اور علمائے آخرت	149
باطنی کے بجائے ظاہری اعمال اختیار کرنے کی وجہ	150
سب سے بڑا احمق	150
تفسیر میں بقدر کفایت، متوسط اور اعلیٰ	151
حدیث میں بقدر کفایت، متوسط اور اعلیٰ	151
فقہ میں بقدر کفایت، متوسط اور اعلیٰ	152
علم کلام کا مقصود	152
علمانے تعصب کو عادت وآلہ کار بنالیا	153
صرف دو رکعت نے فائدہ دیا	153
باب نمبر4: **لوگوں کے اختلاف میں پڑنے کی وجہ، مناظرہ کی آفات کی تفصیل اور اس کے جواز کی شرائط**	155
مقدمہ: **لوگ اختلافات کی طرف کیوں مائل ہوئے؟**	155
طالب مطلوب اور معزز ذلیل ہوگئے	156
اختلافی مسائل ومناظروں میں مشغول ہونے کی وجہ	156
پہلی فصل: **مناظروں کو صحابہ کے مشوروں اور اسلاف کے مذاکروں سے مشابہت دینا دھوکا ہے**	157
طلب حق کے لئے مناظرے کی شرائط وعلامات	157
طالب حق ایسا ہوتا ہے	160
شیطان کا کھلونا	163

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
دوسری فصل:**مناظرے کی آفات اوراس سے جنم**		منزل،سواری اورمقصد حقیقی	186
لینے والی ہلاکت خیز عادات	164	مراتبِ علم مثال کے آئینے میں	186
مناظرے کے باعث پیدا ہونے والی بری صفات	164	ایک سوال اوراس کا جواب	188
مربوط رشتہ	168	حاصل کلام	188
ہمیشہ کی ہلاکت وبربادی یا حیات جاودانی	171	دوسری فصل: **راہنما استاذ کے فرائض**	190
ایک سوال اوراس کا جواب	171	مال کے اعتبار سے انسان کی حالتیں	190
آگ اورشمع کی مثل	172	علم کے اعتبار سے انسان کی حالتیں	190
علما کی اقسام	172	علم پر عمل کرنے اورنہ کرنے والے کی مثال	190
باب نمبر5:**شاگرد اور اُستاذ کے آداب**	173	**اُستاذ کے آداب**	191
پہلی فصل:**طالب علم کے آداب**	173	اُستاذ کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہو	192
بھونکنے والے کتے	173	مال ودولت خادم جبکہ علم مخدوم ہے	193
ایک شبہ کا ازالہ	174	ہمیں لوگوں نے تجارت گاہ بنالیا	194
شکاری کتا،ظالم بھیڑیا،چیتا اورشیر	174	اساتذہ کی بری عادات	195
ایک سوال اوراس کا جواب	175	لوگوں کی عقلوں کے مطابق کلام کرو	196
ایک سوال اوراس کا جواب	176	خنزیر کے گلے میں موتیوں کا ہار	197
علما واکابرین اوراہل بیت کا مقام ومرتبہ	177	استاذ اورشاگردوں کی مثال	199
ایک سوال اوراس کا جواب	179	عالم اورجاہل کا دھوکا	200
عالم کے حقوق	179	باب نمبر6:**علم کی آفات،علمائے آخرت اور**	
سمندر میں جوخاصیت ہے وہ کوزے میں نہیں	180	**علمائے سُوء کی علامات کا بیان**	201
پرحکمت تحریر	183	پہلی فصل:**علمائے سوء کی نشانیاں**	201
علم آخرت کے مقابلے میں دیگرعلوم کی حیثیت	184	آفاتِ علم کے متعلق آٹھ فرامین مصطفٰے	201

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
آفاتِ علم کے متعلق نو اقوال بُزرگان دین	202	علم پر عمل نہ کرنے والے کی مثال	220
بے عمل عالم کا انجام	204	عالم کی لغزش باعث ہلاکت ہے	221
برے علما کی مثال	206	عالم اور قاضی	222
دوسری فصل: **عُلمائے آخرت کی 12 نشانیاں**	207	اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن	222
دنیا و آخرت کی مثال	207	علم کی حفاظت کا نسخۂ کیمیا	223
دنیادار عالم کی کم سے کم سزا	208	نزولِ قرآن کا مقصد	224
علم نور اور گناہ تاریکی ہے	209	آٹھ انمول ہیرے	225
اے اصحابِ علم! شریعت محمد یہ کہاں ہے؟	209	سیِّدُنا حاتم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم کا انداز نصیحت	228
معرفت الٰہی سے محرومی کا سبب	210	نصیحت کا انوکھا انداز	230
علم دنیا اور عمل آخرت ہے	211	تین خصلتیں	230
وہ عالم نہیں	211	دنیا سے بچنے کا طریقہ	231
علمائے دنیا اور علمائے آخرت کے اوصاف	212	یہ تو فرعون کا شہر ہے	231
دنیا کی خاطر علم دین سیکھنے والوں کا انجام	213	سیِّدُنا یحییٰ بن یزید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمَجِید کا خط	232
عالم دو طرح کے ہیں	213	سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کا جواب	233
دین کے بدلے دنیا طلب کرنے کا انجام	214	فتنوں کی جگہیں	235
علما اور جہنم کے طبقات	214	علما بندوں پر رسولوں کے امین ہیں	235
کس عالم کی صحبت اختیار کی جائے	216	بدترین علما اور بہترین امرا	236
قبروں کی شکایت	218	آگ کے سمندر میں غوطے لگانے والا	236
سات بار ہلاکت	218	علمائے بنی اسرائیل سے زیادہ برے	237
تمہیں کیا چیز جہنم میں لے گئی	218	حکمرانوں کی صحبت منافقت کا باعث ہے	237
نصیحت آموز عبارت	219	آدھا علم	240

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
عالم کی ڈھال	240	علم کا وزیر، باپ اور لباس	260
عالم کی خاموشی شیطان کی بے ہوشی	240	جس عمل میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو وہ مردود ہے	260
زمین کا بہترین اور بدترین حصہ	241	سیاہی سے زیادہ برے	261
ایثارِ صحابہ	243	سب سے برے لوگ	261
صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان کے پسندیدہ کام	243	سب سے بڑا جاہل	262
عام وخاص عالم میں فرق	244	اُستاذ وشاگرد کی تین عمدہ خصلتیں	263
دریائے دجلہ اور میٹھے کنوئیں کی مانند	244	قرآن سے پہلے ایمان	263
سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کو نصیحت	245	پانچ اچھے اخلاق	264
فلاں سے پوچھو	245	''یَشْرَحۡ صَدۡرَہٗ'' سے مراد	265
علم تو تمہارے دلوں میں ہے	247	واضح نقصان	266
قربِ الٰہی کے جلوے	247	کلام انبیا کے مشابہ کلام	266
علما زندہ رہتے ہیں	250	رازدار صحابی	267
یقین کی اہمیت وفضیلت	251	علم یقین، احوالِ قلب اور باطنی صفات کے عالم	268
نورِ توحید اور شرک کی آگ	252	وہ علم کا برتن ہے نہ کہ عالم	269
ایک سوال اور اس کا جواب	253	سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا کے استاذ	270
یقین کے متعلق متکلمین کی اصطلاح	253	صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان کو فضیلت دینے کی وجہ	270
یقین کے متعلق فقہا وصوفیہ کی اصطلاح	255	تصنیف وتالیف کی ابتدا کب سے ہوئی	270
یقین کی اقسام	256	قرآن پاک کتابی صورت میں	271
ایک سوال اور اس کا جواب	256	اسلام میں تصنیف کی جانے والی ابتدائی کتب	271
علما کی اقسام	259	حق کے زیادہ قریب کون؟	273
متقین کا امام	260	بری رائے والا اور دنیا کا پجاری	274

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
کلام اور سیرت	274	﴿عقل کی فضیلت وعظمت میں وارد 14 فرامین مصطفٰے﴾	284
خوش بخت کون؟	274	ایک سوال اور اس کا جواب	285
اچھے شخص کی پہچان	275	دوسری فصل: **عقل کی حقیقت اور اس کی اقسام**	289
آج کے دور کی نیکی گزشتہ زمانے کی برائی	275	عقل کے چار معانی	289
مساجد میں چٹائی بچھانا کس کی ایجاد؟	276	عقل مند کی پہچان	291
لوگوں سے بدعت کے بارے میں نہ پوچھو!	276	دل کا اندھا پن زیادہ نقصان دہ ہے	295
منبر رکھنا بدعت نہیں	277	تیسری فصل: **عقل کے اعتبار سے انسانی نفوس**	
ہر نیا کام جو دین سے نہ ہو مردود ہے	277	**میں تفاوت**	296
شفاعت سے محرومی کا سبب	278	عقل کا لشکر اور سامان جہاد	296
خلاف سنت بدعت جاری کرنے والے کی مثال	278	عرش سے بڑھ کر عظمت والی چیز	299
شیطان کا لشکر اور گروہِ صحابہ وتابعین	279	ایک سوال اور اس کا جواب	299
ایک سوال اور اس کا جواب	280	**عقائد کا بیان**	301
سب سے بڑی معصیت	281	پہلی فصل: **پہلے اسلامی رکن کلمۂ شہادت کے**	
لوگوں سے زیادہ میل جول باعث ہلاکت ہے	281	**متعلق عقیدۂ اہلسنّت کی وضاحت**	301
انسان کی بہترین حالت	282	**کلمۂ شہادت کے پہلے جز عقیدۂ توحید کی وضاحت**	302
دُعا	282	ہر عیب ونقص سے پاک ذات	302
باب نمبر7: **عقل، اس کی عظمت، حقیقت اور**		**صفات باری تعالٰی**	303
اَقسام کا بیان	283	حیات وقدرت	303
پہلی فصل: **عقل کی عظمت**	283	علم الٰہی	303
بوڑھے شخص کو فضیلت کیوں حاصل ہے؟	283	ارادۂ خداوندی	304
﴿عقل کی فضیلت وعظمت میں وارد چار فرامین باری تعالٰی﴾	284	سمیع وبصیر	304

مضامین	صفحہ نمبر
کلامِ الٰہی	305
افعالِ الٰہیہ	305
کلمۂ شہادت کے دوسرے جز کی وضاحت	306
منکر نکیر کے سوالات	307
میزانِ عمل	307
پل صراط	308
حوضِ کوثر	308
حساب و کتاب	308
مومن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا	309
عقیدۂ شفاعت	309
صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور ان کا مقام و مرتبہ	309
اہلسنّت کی پہچان	310
دوسری فصل: **مرحلہ وار رہنمائی کرنے کی وجہ اور اعتقاد کے درجات کا بیان**	310
ایک احتیاط	311
عام نیک لوگوں کے اور مناظرین و متکلمین کے عقیدے میں فرق	311
بلند درجات کے حصول کا سبب	312
علم کلام سیکھنا کیسا؟	313
علم کلام اور متکلمین کے بارے میں علما کی آراء	313
سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا نظریہ	313
سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کا نظریہ	314
سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق کا نظریہ	315
سیِّدُنا امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا نظریہ	315
سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا نظریہ	315
متأخرین محدثین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا نظریہ	316
مؤیدینِ علمِ کلام کے دلائل	316
مدلل اور مناظرانہ اندازِ گفتگو کے متعلق قرآنی دلائل	317
توحید، نبوت اور بعثت کے متعلق قرآنی دلائل	319
صحابہ و تابعین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے مناظروں کی چند مثالیں	320
مناظرانہ انداز میں اسلاف کا طرزِ عمل	321
مجادلہ و مناظرہ کے طریقے وضع کرنے کا مقصد	322
ایک سوال اور اس کا جواب	322
علم کلام کے متعلق مصنف کا نظریہ	323
علم کلام کے نقصانات	323
علم کلام کے فوائد	324
علمائے کرام کی ذمہ داری	324
علم کلام کے استعمال کے طریقے	324
بے فائدہ علمِ کلام کی اقسام	326
ایک سوال اور اس کا جواب	327
علم کلام دوا اور علم فقہ غذا کی مثل ہے	327
علم کلام کیسے سکھایا جائے؟	327
بعض احکام میں تبدیلی کا ایک سبب	328

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
346	تیسری فصل:**الرسالة القدسیه فی قوائد العقائد**	329	علمی وسعتیں پانے کا نسخہ
346	**ایمان کے چار بنیادی اَرکان**	329	ایک سوال اور اس کا جواب
347	**پہلے رکن کی تفصیل**	329	علوم کی تقسیم پر دلائلِ شرعیہ
347	وجود باری تعالیٰ پر قرآنی دلائل	332	مومن کامل
349	وجود باری تعالیٰ پر عقلی دلائل	332	ایک سوال اور اس کا جواب
351	ایک سوال اور اس کا جواب	333	خواص کے اسرار کی اقسام
353	**دوسرے رکن کی تفصیل**	334	اللہ عَزَّوَجَلَّ اور مخلوق کے علم وقدرت میں فرق
355	**تیسرے رکن کی تفصیل**	335	بے دینی کا باعث
356	مشیتِ الٰہی کا ثبوت نقلی دلائل سے	336	درزی اور جولاہا
358	بعثتِ انبیا	336	''مسجد سکڑتی ہے'' سے مراد
359	خاتم النبیین	336	گدھے جیسا منہ
360	**چوتھے رکن کی تفصیل**	337	مرادی معنی کی پہچان کا طریقہ
361	ایک سوال اور اس کے دو جواب	340	زبانِ حال اور زبانِ قال میں فرق اور ان کی مثالیں
361	ایک سوال اور اس کا جواب	341	ظاہر بین اور اہل بصیرت کے علمی مقام میں فرق
364	دُعا	341	حد سے بڑھنے والے
	چوتھی فصل:**ایمان اور اسلام کے مابین اتصال و**	343	تاویل کرنے سے روکنے کی وجہ
	انفصال،ان کے گھٹنے بڑھنے اور اسلاف	343	لفظ''استوا''کے متعلق عقیدہ
	کا اس میں (اِنْ شَآءَ اللہ کے ساتھ) استثنا کرنے	344	میانہ روی اختیار کرنے والا گروہ
365	**کی وجہ کا بیان**	344	تاویلات کے متعلق معتزلہ اور فلاسفہ کا نظریہ
365	**مسئلہ:** ایمان واسلام دو چیزیں ہیں یا ایک؟	344	قول فیصل
365	مصنف کا موقف	345	مذکورہ تمام بحث کا مقصود

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
پہلی بحث: **لُغوی معنی کا بیان**	365	قبرستان میں سلام کرنے کا طریقہ	386
دوسری بحث: **معنیٔ شرعی کا بیان**	366	جن دو کا شک سے تعلق ہے	386
دونوں کے ہم معنی ہونے کی مثالیں	366	عمل کے متعلق پانچ فرامین باری تعالیٰ	387
دونوں کے جدا جدا معنی میں استعمال ہونے کی مثالیں	367	عمل کے متعلق دو فرامین مصطفےٰ	388
دونوں کے ایک دوسرے کے معنی کو شامل ہونے کی مثالیں	368	**نفاق کی مذمت میں وارد 19 روایات واقوال**	388
تیسری بحث: **حکم شرعی کا بیان**	368	فاروقی ودارانی تقویٰ	392
اَعمالِ صالحہ جزوِ ایمان نہیں	369	نفاق کی اقسام	392
غور طلب مسائل	372	یارب! وقت موت سلامتیٔ ایمان نصیب فرما!	393
فرقۂ مرجئہ کا شبہ اوران کے دلائل	373	ایمان پر ملنے والی موت کو شہادت پر ترجیح	394
مذکورہ دلائل کے جوابات	374	**طہارت کا بیان**	396
معتزلہ کا شبہ اوران کے دلائل	376	طہارت کے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ	396
مذکورہ دلائل کے جوابات	377	طہارت کے درجات	397
ایک سوال اوراس کا جواب	378	بلند مقام پر فائز ہونے سے مانع عمل	398
مسئلہ ۲: ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں	379	سب سے پہلی بدعتیں	398
ایمان گھٹنے بڑھنے کی کیفیت جاننے والا	380	جوتے پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟	399
عالم ظاہراور عالم غیب	380	برائی نیکی اور نیکی برائی بن گئی	400
چمکتا نشان اور سیاہ نقطہ	381	ایک سوال اوراس کا جواب	401
مسئلہ ۳: "اِنْ شَآءَاللّٰہُ" کیساتھ اپنے مومن ہونیکا اقرار کرنا	382	اشیاء کا مباح، مذموم اور محمود ہونا	401
اے حسن! تو جھوٹا ہے	383	اہل علم وعمل کے اوقات قیمتی جوہر ہیں	402
جن دو کا شک سے تعلق نہیں	384	فضول خرچی پر مددگار	403
براسچ	385	دنیا ومافیہا سے افضل	403

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
ظاہری طہارت کی اقسام	404	وضو سے پہلے کی دُعا	417
باب نمبر1: نجاست سے طہارت حاصل کرنا	405	ہاتھ دھونے سے پہلے کی دُعا	417
پہلی فصل: زائل کی جانے والی نجاست کا بیان	405	کلی کرتے وقت کی دُعا	418
حیوانات کے اجزا کی اقسام اوران کا حکم	405	ناک میں پانی پہنچاتے وقت کی دُعا	418
دوسری فصل: نجاست زائل کرنے والی چیز	408	ناک صاف کرتے وقت کی دُعا	419
تیسری فصل: نجاست زائل کرنے کے طریقے	409	چہرہ دھوتے وقت کی دُعا	419
باب نمبر2: نجاست حکمی سے پاکی حاصل کرنا		دایاں بازو دھوتے وقت کی دُعا	420
	410	بایاں بازو دھوتے وقت کی دُعا	420
قضائے حاجت کے آداب	410	سر کا مسح کرتے وقت کی دُعا	421
کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو	411	کانوں کا مسح کرتے وقت کی دُعا	421
وسوسے پیدا ہونے کا سبب	412	گردن کا مسح کرتے وقت کی دُعا	422
بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے کی دُعا	412	دایاں پاؤں دھوتے وقت کی دُعا	422
بیت الخلا سے نکلنے کے بعد کی دُعا	413	بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دُعا	422
ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے کی ممانعت	413	وضو کے بعد کی دُعا	422
استنجا کا طریقہ	414	وضو کے مکروہات	423
پتھر استعمال کرنے کا طریقہ	414	وضو میں وسوسے ڈالنے والا شیطان	424
استنجا سے فراغت کے بعد کی دُعا	415	وضو کے فضائل پر مشتمل 10 فرامین مصطفٰے	425
اہل قبا کی فضیلت	415	**غسل کا طریقہ**	427
وضو کا طریقہ	416	غسل کے فرائض	428
مسواک کے متعلّق سات فرامینِ مصطفٰے	416	وضو کے فرائض	428
مسواک کا طریقہ	417	غسل فرض ہونے کے اسباب	428

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
ان مواقع پر غسل کرنا سنت ہے	428	سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ	443
جن مواقع پر غسل کرنا مستحب ہے	428	ایک سوال اور اس کا جواب	444
تیمم کا بیان	429	داڑھی کے مکروہات	446
تیمّم کے جواز کی صورتیں	429	سیاہ خضاب سے ممانعت کی روایات	447
تیمّم کا طریقہ	429	**حکایت:** دھوکے باز	447
باب نمبر3: **ظاهری نجاستوں سے پاکی**		خوشبوئے جنت سے محروم لوگ	447
حاصل کرنا	431	سرخ یا زرد رنگ کا خضاب لگانے کا حکم	448
آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی داڑھی مبارک	432	فضیلت کا باعث علم ہے نہ کہ بڑی عمر	448
اچھی نیت سے زیب وزینت اختیار کرنا	432	آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سفید بال	449
بری نیت سے زیب وزینت اختیار کرنا	433	کم عمری میں عہدۂ قضا	449
سب سے بہتر اور سب سے بدتر گھر	435	بکرے کی بھی داڑھی ہوتی ہے	450
حمام میں داخل ہونے والے پر واجب امور	435	بوڑھا طالب علم	450
حمام میں داخل ہونے کی دس سنتیں	436	حصول علم کی جستجو	450
حمام میں داخل ہونے سے پہلے کی دُعا	437	مومن کا نور	451
راہِ آخرت کے مسافر کی پہچان	438	فرشتوں کی قسم کا انداز	451
چند مفید باتیں	439	بارِشِ جنتی	452
صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی یاد تازہ ہوگئی	441	دو شرکِ خفی	453
یہود کی مخالفت کرو	441	احادیث سے ماخوذ بارہ سنتیں	453
شیطان کے بیٹھنے کی جگہ	442	**نماز کا بیان**	454
ناخن کاٹنے کا مسنون طریقہ	442	باب نمبر1: **نماز، سجود، جماعت اور اذان**	
پاؤں کے ناخن تراشنے کا احسن طریقہ	443	**وغیرہ کے فضائل**	455

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
پہلی فصل: **اذان کی فضیلت**	455	نماز ہوتو ایسی	470
اذان کی فضیلت پر مشتمل چار فرامین مصطفٰے	455	غافل خواہش مند	470
اذان کے بعد کی دعا	456	**حکایت**: سیِّدُنا خلف بن ایوب عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا خوف خدا	471
فرشتے مقتدی	456	سیِّدُنا مسلم بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار اور نماز	471
دوسری فصل: **فرض نماز کی فضیلت**	457	نماز امانت ہے	471
فرض نماز کی فضیلت پر مشتمل 14 فرامینِ مصطفٰے	457	سیِّدُنا امام زین العابدین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن اور نماز	472
تیسری فصل: **ارکانِ نماز پورا کرنے کی فضیلت**	460	**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں رہنے والا خوش نصیب	472
چھ فرامینِ مصطفٰے	460	سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم اور نماز	472
چوتھی فصل: **نمازِ باجماعت کے فضائل**	462	پوری رات عبادت سے بہتر عمل	473
فضیلت جماعت پر مشتمل پانچ فرامینِ مصطفٰے	462	ساتویں فصل: **مسجد اور جائے نماز کی فضیلت**	474
تین چیزوں کا شوق	463	مسجد کی فضیلت پر مشتمل سات فرامینِ مصطفٰے	474
عراق کی بادشاہت سے زیادہ محبوب	464	مسجد کی فضیلت پر مشتمل آٹھ اقوال بزرگانِ دین	475
نفاق اور آگ سے آزادی کا پروانہ	464	باب نمبر 2: **ظاھری اعمال کی کیفیت و آداب**	
سورج، چاند اور ستاروں کی مانند چمکتے چہرے	464	**کا بیان**	477
پانچویں فصل: **فضائلِ سجدہ**	465	پہلی فصل: **نماز میں ظاہری اعمال کی کیفیت**	
سجدے کی فضیلت پر مشتمل چار فرامینِ مصطفٰے	465	اور **تکبیرِ تحریمہ سے ابتدا کرنا**	477
بہت زیادہ سجدے کرنے والے	466	نماز کا طریقہ	477
چھٹی فصل: **خشوع کی فضیلت**	467	پہلا رکن قیام	477
خشوع کے متعلق تین فرامین باری تعالٰی	467	نیتِ نماز	478
کس کی نماز مقبول ہے؟	468	ہاتھ اٹھانے کے آداب	478
بغیر ترجمان کے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلامی	469	دوسرا رکن تکبیرِ تحریمہ	478

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
تکبیر کب کہی جائے	479	پہلی فصل: **خشوع، خضوع اور حضورِ قلب**	
فیصلۂ غزالی	479	**کی شرائط**	495
تیسرا رکن قراءت	480	خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے سے متعلق تین فرامین باری تعالیٰ	495
چوتھا رکن رکوع اور اس کے متعلقات	481	خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے سے متعلق چار فرامین مصطفٰے	495
پانچواں رکن سجدہ	482	نماز میں قراءت واذکار سے مقصود	497
چھٹا رکن قعدہ	484	رکوع وسجود سے مقصود	498
ساتواں رکن سلام	484	ایک سوال اور اس کا جواب	498
امام ومقتدی کے لئے مستحب امور	485	حاصل کلام	501
دوسری فصل: **ممنوعاتِ نماز**	487	دوسری فصل: **نماز مکمل کرنے والے باطنی امور**	501
مذکورہ امور کی تفصیل	487	ان امور کی تفصیل	501
نماز میں سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں	490	مذکورہ امور کے اسباب	502
نماز میں چار چیزیں ظلم سے ہیں	490	حاصل کلام	504
تیسری فصل: **فرائض وسنن میں فرق**	491	ذکرِ الٰہی کے وقت اعضاء کی کیفیت	505
نماز کے فرائض	491	نافرمان میرا ذکر نہ کریں	505
نماز کی سنتیں	492	دل کے متعلق ذکر کردہ معانی کا اختلاف اور لوگوں کی اقسام	505
اذکار کی سنتیں	492	تیسری فصل: **حضورِ قلب میں نفع بخش دوا**	507
ایک سوال اور اس کا جواب	492	دلی خیالات کا سبب	507
اعضائے جسم کے درجات	493	آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی وانکساری	509
عبادت کے ظاہری ارکان	493	کفارے میں باغ صدقہ کردیا	510
نمازی کا سب سے پہلا دشمن	494	چوتھی فصل: **نماز میں حضورِ قلب کی تفصیل**	512
باب نمبر3: **اعمال قلب کی باطنی شرائط**	495	نماز کی شرائط وفرائض	512

مضامین	صفحہ نمبر
اذان	512
طہارت	512
سترِ عورت	513
استقبالِ قبلہ	513
حضورِ قلب کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت	513
سیدھا کھڑا ہونا	514
اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کیسے حیا کریں	514
نیت	515
تکبیرِ تحریمہ	515
دعائے آغاز	515
قلعۂ الٰہی	517
قراءَت	517
تلاوت کے معانی کی تفصیل	517
نماز میں مسلسل کھڑے رہنا	520
دل حاکم اور اعضاء رعایا ہیں	521
رکوع وسجود	521
تشہُّد	522
نماز کو آفات سے محفوظ رکھنے کی فضیلت	524
اہلِ قلوب کے مکاشفہ کا انکار مناسب نہیں	525
اللہ عَزَّوَجَلَّ نمازی بندے پر فخر فرماتا ہے	525
فرشتے کس پر تعجب کرتے ہیں؟	526

مضامین	صفحہ نمبر
فرشتوں کے تعجب کرنے کی وجہ	526
باعتبار ترقئ درجات انسان فرشتوں سے مختلف ہے	527
دُعا	528
پانچویں فصل: **خشوع، خضوع سے نماز پڑھنے والوں کی حکایات**	529
آنکھوں کا قفلِ مدینہ	529
سیِّدُنا ربیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَدِیْع کا خوفِ خدا	529
سیِّدُنا عامر بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا خشوع	530
تکلیف کا احساس تک نہ ہوا	530
وسوسوں کے خوف سے نماز مختصر پڑھی	531
ایک بھی نماز نہیں پڑھی	532
آیت مبارکہ کی تفسیر	532
باعثِ نجات اور قرب کا ذریعہ	533
دل نماز میں حاضر نہیں	533
باب نمبر4: **امامت کا بیان**	535
پہلی فصل: **امام پر نماز سے پہلے کے، نیز قراءَت، ارکان اور سلام کے بعد کے لازم اُمور**	535
کن کی نماز مقبول نہیں ہوتی	535
ایک سوال اور اس کا جواب	535
امامت افضل ہے یا مؤذنی	536
بلاحساب جنت میں داخلہ	537

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
70 سالہ عبادت سے افضل	537	یَوْمُ الْمَزِیْد	551
انبیا وعلما عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد افضل	537	جمعہ کے دن مرنے کی فضیلت	553
خلافت صدیقی پر ایک دلیل	538	دوسری فصل: **جمعہ کی شرائط**	554
مقتدی ہی بن جاؤ	538	جمعہ صحیح ہونے کی شرائط	554
کثرت جماعت کے لئے نمازیوں کا انتظار کرنا کیسا؟	539	جمعہ کی سنتیں	555
امامت پر اجرت لینے کا حیلہ	540	جمعہ واجب ہونے کی شرائط	556
کن کی اقتدا میں نماز جائز نہیں؟	541	ترک جمعہ کے پانچ اعذار	556
اذان واقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہو؟	541	تیسری فصل: **عادت کی ترتیب کے مطابق**	
دوسری فصل: **قراءت میں امام کی ذمہ داری**	542	**آدابِ جمعہ کا بیان**	557
سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آخری نماز	544	﴿1﴾......جمعرات کو جمعہ کی تیاری کرنا	557
خلاصۂ کلام	545	﴿2﴾......طلوع فجر کے بعد غسل کرنا	558
تیسری فصل: **ارکانِ نماز میں امام ومقتدی کی**		غسل جمعہ کے متعلق روایات	558
ذمہ داریاں	545	روزِ جمعہ غسل نہ کرنے کا جواز	559
باعتبار ثواب لوگوں کی نماز	546	ایک ہی نیت کافی ہے	559
امام کا کسی آنے والے کے لئے رکوع کو طول دینا	546	**حکایت:** بیٹے کی تربیت	559
چوتھی فصل: **سلام پھیرنے کے بعد امام کی**		دوبارہ غسل کا حکم دینے کی توجیہ	560
ذمہ داری	548	﴿3﴾......زینت اختیار کرنا	560
نمازِ فجر میں دعائے قنوت	549	روز جمعہ ناخن تراشنے کی فضیلت	560
باب نمبر5: **جمعۃ المبارک کا بیان**	550	مردوں اور عورتوں کی پسندیدہ خوشبو	560
پہلی فصل: **جمعہ کی فضیلت**	550	غم دور اور عقل میں اضافہ ہو	561
بلا عذر شرعی جمعہ نہ پڑھنے کا وبال	550	جمعہ کے دن عمامہ باندھنے کی فضیلت	561

مضامین	صفحہ نمبر
﴿4﴾......جامع مسجد کی طرف جلدی جانا	561
جمعہ کے لئے جلد آنے کی فضیلت	562
تین بہترین عمل	562
فرشتے خوش نصیبوں کے نام لکھتے ہیں	563
فرشتوں کی دعا	563
پہلی صدی میں جمعہ کا جذبہ	563
﴿5﴾......مسجد میں داخل ہونے کے آداب	564
جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے پر وعید	564
﴿6﴾......حاضرین کا ادب	565
نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے	565
﴿7﴾......پہلی صف کی کوشش کرنا	567
دور بیٹھنے میں ہی عافیت ہے	567
دلوں کا قرب مطلوب ہے نہ کہ اجسام کا	567
حکایت: کس حکمران سے دوری اختیار کی جائے	568
ایثار کا انوکھا انداز	568
مسجدوں میں نماز کے لئے جگہ مخصوص کر لینا کیسا؟	569
﴿8﴾......خطبہ کے آداب	569
توجہ سے خطبہ سننے کی فضیلت	570
دورانِ خطبہ کلام کرنے پر وعید	570
دورانِ خطبہ اشارے سے خاموش کرانے کا حکم	570
چار مکروہ اوقات	571

مضامین	صفحہ نمبر
﴿9﴾......نمازِ جمعہ کے آداب	571
بعد نماز جمعہ سورۂ فاتحہ، اخلاص اور معوذتین پڑھنے کی فضیلت	571
مخلوق سے بے نیازی اور حصول رزق کی دعا	572
﴿10﴾......مسجد میں ٹھہرے رہنا	573
چوتھی فصل: **جمعہ کی سنتیں اور آداب**	573
علم کی مجلس میں حاضر ہونے کی فضیلت	574
قصہ گوئی بدعت ہے	575
فضیلت والی گھڑی کونسی ہے؟	575
80 سال کے گناہ معاف	577
شفاعتِ مصطفٰے	577
خلاصۂ کلام	579
شب جمعہ سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت	579
مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے	580
جمعہ کے دن وقت کی تقسیم	581
اس کا سوال پورا کر دیا جاتا ہے	582
جو دعا مانگے قبول ہوگی	582
حاصلِ کلام	583
باب نمبر6: **متفرق مسائل کا بیان**	584
عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی	584
حالت نماز میں جوں اور پسو مارنے کا حکم	584
جوتے پہنے نماز پڑھنے کی دلیل	585

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
جانبِ قبلہ تھوکنا کیسا؟	587	ابتدائے وقتِ مغرب	599
اتصالِ صفوف	587	(۵)......عشا کی سنتیں	600
مسبوق کے احکام	588	(۶)......نمازِ وتر	601
قضاء اور باجماعت نماز کے احکام	589	وتر کتنی رکعت پڑھنا افضل ہے؟	602
دورانِ نماز یا بعد نماز کپڑوں پر نجاست نظر آنا	589	وتر کے معانی	603
سجدۂ سہو کے احکام	590	(۷)......نماز چاشت	603
نماز کی نیت کرتے وقت وسوسے آنا	590	چاشت کا وقت	604
اقتدا کے احکام	591	(۸)......صلوۃ الاوّابین	604
صفیں درست کرنا اور دائیں جانب کی فضیلت	592	صلوۃ الاوابین پڑھنے کی فضیلت	605
حکایت: گویا وہ مردہ ہے	593	﴿2﴾......ہفتہ وار شب وروز کے نوافل	605
باب نمبر7: **نوافل کا بیان**	594	**اتوار کے نوافل**	605
اضافت کے اعتبار سے نوافل کی تقسیم	594	جنت میں خالص کستوری کا شہر	605
﴿1﴾......وہ نمازیں جو ہر دن رات پڑھی جاتی ہیں	595	چار رکعت پڑھنے کی فضیلت	606
(۱)......فجر کی سنتیں	595	**پیر کے نوافل**	606
(۲)......ظہر کی سنتیں	596	تمام گناہ معاف	606
ظہر کی چار سنتوں کی فضیلت	596	فرشتے استقبال کریں گے	606
ہر روز بارہ رکعت سنت ادا کرنے کی فضیلت	597	**منگل کے نوافل**	607
زوال کے وقت کی پہچان	597	شہادت کی موت	607
ابتدائے وقتِ عصر	598	**بدھ کے نوافل**	607
(۳)......عصر کی سنتیں	598	عذابِ قبر اور قیامت کی سختیوں سے نجات	607
(۴)......مغرب کی سنتیں	598	**جمعرات کے نوافل**	608

مضامین	صفحہ نمبر
مؤمنین ومتوکلین کی تعداد کے برابر نیکیاں	608
جمعہ کے نوافل	608
نیکیاں ہی نیکیاں	608
ہفتہ کے نوافل	609
عرشِ الٰہی کے سائے میں انبیاوشہدا کا ساتھ	609
شبِ اتوار کے نوافل	609
انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ جنت میں داخلہ	609
شبِ پیر کے نوافل	610
صلوۃ الحاجت پڑھنے کی فضیلت	610
شبِ منگل کے نوافل	610
جہنم سے آزادی	611
شبِ بدھ کے نوافل	611
چار لاکھ 90 ہزار ملائکہ کا نزول	611
اہل خانہ کے 10 افراد کی شفاعت کا حق	611
70 سال کے گناہ معاف	611
شبِ جمعرات کے نوافل	612
شہداوصدیقین کا مرتبہ	612
شبِ جمعہ کے نوافل	612
12 سال شب وروز عبادت کی مثل	612
شب قدر کی عبادت کا ثواب	613
شبِ ہفتہ کے نوافل	613
﴿3﴾......سالانہ نوافل	613
قربانی کا وقت	615
نمازعید کا طریقہ	615
قربانی	616
تراویح تنہا پڑھنا افضل ہے یا با جماعت	616
مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل عمل	617
وضاحت	617
خلاصۂ کلام	618
ماہِ رجب المرجب کے نوافل	618
اہل خانہ کے 700 افراد کی شفاعت کا حق	618
ماہِ شعبان المعظم کے نوافل	619
70 بار نظر رحمت	619
﴿4﴾......اسباب سے متعلق نوافل کا بیان	920
(1)......گرہن کی نماز	620
نمازِ گرہن کا طریقہ ووقت	620
(2)......نمازِ استسقا	621
دُعا	622
(3)......نمازِ جنازہ	622
جنازہ میں 40 لوگوں کے شریک ہونے کی برکت	624
قبرستان میں سلام کرنے کا طریقہ	624
دفن کرنے کے بعد کی دعا	624

مضامین	صفحہ نمبر
(4)......تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد	625
حدیث سے حاصل شدہ دو فوائد	625
خلاصۂ کلام	626
(5)......تَحِیَّۃُ الْوُضُو	627
(6)......گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کے نوافل	627
(7)......نمازِ استخارہ	628
(8)......نمازِ حاجت	629
دعا ضرور قبول ہو	630
جسے چار نعمتیں ملیں وہ چار سے محروم نہ ہوگا	630
(9)......صلوۃُ التَّسْبِیْح اور اس کی فضیلت	631
صلوۃُ التَّسْبِیْح کا عمدہ طریقہ	631
اوقاتِ مکروہہ میں ممانعتِ نماز کی وجوہات	633
زکوٰۃ کے اسرار کا بیان	635
زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام	635
پہلی فصل: **زکوٰۃ کی اقسام اور اس کے وجوب کے اسباب**	637
﴿1﴾......جانوروں کی زکوٰۃ	637
مال میں زکوٰۃ فرض ہونے کی شرائط	637
تفصیل	638
اونٹ کی زکوٰۃ	639
گائے کی زکوٰۃ	640
بکری کی زکوٰۃ	640
نصاب میں شریک مالکوں کی زکوٰۃ کی صورت	640
﴿2﴾......زمینی پیداوار کی زکوٰۃ	641
زمینی پیداوار میں شریک مالکوں کے عشر کی صورت	641
زمینی پیداوار میں عشر کب واجب ہوگا؟	642
عشر واجب ہونے کا وقت	642
﴿3﴾......سونے چاندی کی زکوٰۃ	642
﴿4﴾......مالِ تجارت کی زکوٰۃ	643
﴿5﴾......دفینوں اور معدنیات کی زکوٰۃ	644
﴿6﴾......صدقۂ فطر	645
دوسری فصل: **زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی ظاہری وباطنی شرائط**	646
﴿1﴾......نیت کرنا	646
﴿2﴾......سال پورا ہونے پر ادائیگی میں جلدی کرنا	647
﴿3﴾......مال کی جگہ قیمت نہ دینا	647
﴿4﴾......زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہ کرنا	648
﴿5﴾......مصارفِ زکوٰۃ کی تعداد کے مطابق مال زکوٰۃ تقسیم کرنا	648
زکوٰۃ کے باطنی آداب کی باریکیاں	649
وجوبِ زکوٰۃ کی تین وجوہات	649
اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کافی ہیں	650
مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں	651

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
667	زکوٰۃ لینے والے کو کیسا ہونا چاہئے؟	653	بخل سے بچنے کا طریقہ
668	ہر حال میں نظر مسبب الاسباب پر ہو	653	مالی نعمتوں کا شکر
669	کفار کا طریقہ	653	ادائیگیٔ زکوٰۃ کے افضل اوقات
670	سفید پوش مستحق کو صدقہ دینے کا ثواب	654	رمضان نہیں بلکہ ماہِ رمضان کہو
671	ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب	654	چھپا کر صدقہ کرنے کی فضیلت
	تیسری فصل: **زکوٰۃ لینے والے، مستحق ہونے کے**	655	چھپا کر صدقہ دینے کا فائدہ
672	**اسباب اور قبضہ کے وظائف**	656	صدقے میں نمود و نمائش سے بچنے کے طریقے
672	مستحق زکوٰۃ ہونے کے اسباب	656	بخل اور ریاکاری سانپ اور بچھو کی صورت میں
674	کتاب کی ضرورت کے مقاصد	657	صدقہ ظاہر کر کے دینے کی صورت
677	ایک سوال اور اس کا جواب	658	احسان جتانے اور ایذا دینے کی حقیقت
677	زکوٰۃ لینے والے کی ذمہ داری	658	احسان جتانے کی بنیاد
678	حاصل شدہ مال میں محتاج کی نیت	659	اذیت پہنچانے کا ظاہر
679	زکوٰۃ لینے والا دینے والے کو یوں دعا دے	660	اذیت پہنچانے کا باطن اور اس کی بنیاد
679	عطیہ دینے اور لینے والے کی نیت	660	مال دار شخص محتاج کا خادم ہے
681	صدقات سے لی جانے والی مقدار کے حکم میں مختلف موقف	661	سوال جواب
683	کھجوروں کا باغ صدقہ کر دیا	663	نیکی کی تکمیل
683	قولِ فیصل	664	بخل اور خود پسندی کا علاج
	چوتھی فصل: **نفلی صدقہ کے فضائل اور لینے**	664	خوش بخت شخص
684	**دینے کے آداب**	666	زکوٰۃ متقی و پرہیزگار حاجت مند کو دو
684	فضائلِ صدقہ کے متعلق 18 فرامین مصطفےٰ	666	اولیا میں سے ایک ولی
687	فضائلِ صدقہ کے متعلق 17 اقوالِ بزرگانِ دین	667	اپنے مال سے علما کی مدد کرنے کا جذبہ

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
صدقہ کو چھپانا اور ظاہر کرنا	689	تفصیل	708
پوشیدہ طور پر دینے میں پانچ حکمتیں	689	روزے کا کفارہ	709
اسلاف ظاہراً دی گئی چیز قبول نہ کرتے	690	روزے کی سنتیں	710
ظاہری طور پر دینے میں چار حکمتیں	692	اعتکاف کے احکام	711
حکایت: صدقہ ظاہر کرنے کی فضیلت	692	دوسری فصل: **روزے کے اسرار اور اس کی باطنی شرائط**	712
حکایت: اللہ دیکھ رہا ہے!	692		
فیصلۂ غزالی	694	تفصیل	712
کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا کیسا؟	696	**حکایت**: انسانی گوشت خور روزہ دار	714
حرف آخر	697	حرام زہر جبکہ حلال دوا ہے	715
صدقہ لینا افضل ہے یا زکوٰۃ	697	شرح حدیث	715
فیصلۂ غزالی	698	روزے کی روح اور راز	716
دُعا	699	مقابلے کا میدان	717
روزوں کا بیان	700	ایک سوال اور اس کا جواب	717
فضائل روزہ کے متعلق 11 فرامین مصطفٰے	700	روزے کا مقصد	717
دیگر عبادات پر روزے کی افضلیت کی وجہ	703	پہاڑوں کے برابر عبادت سے افضل وراجح	718
پہلی فصل: **روزے کے واجبات، ظاہری سنتیں اور روزہ توڑنے والے لازم امور کا بیان**	705	گناہوں میں ملوث رہنے والے روزہ دار کی مثال	719
		اعضاء بھی امانت ہیں	719
ظاہری واجبات	705	تیسری فصل: **نفلی روزے اور ان میں وظائف کی ترتیب**	720
نیت کے متعلق احکام	705		
قے کے احکام	707	ایک روزہ 30 روزوں سے افضل	720
روزہ توڑنے سے لازم ہونے والے اُمور	708	900 سال کی عبادت کا ثواب	721

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
فضیلت وحرمت والے مہینے	721	ماہِ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت	734
راہِ خدا میں جہاد سے افضل عمل	722	طواف اور نماز ادا کرنے والوں کی بخشش	735
کچھ صوم دہر کے بارے میں	722	کعبہ اور قرآن اٹھائے جانے کا وقت	735
سب سے افضل روزے	723	مکۂ مکرمہ میں رہائش اختیار کرنا کیسا؟	736
دُعا	725	حرم میں ارادۂ گناہ پر بھی مواخذہ ہے	737
حج کا بیان	726	ازالۂ وہم	738
باب نمبر1: **فضائل حج کا بیان**	727	مدینۂ منورہ کی افضلیت	739
پہلی فصل: **حج، بیت اللّٰہ، مکہ ومدینہ کے فضائل**		ایک نماز ہزار نمازوں سے بہتر	739
اور مساجد کی جانب سفر کرنے کا بیان	727	شفاعت کی بشارت	739
حج کی فضیلت	727	زیارت قبور کے لئے سفر کرنے کا حکم	740
فضائل حج پر مشتمل 11 فرامین مصطفےٰ	728	مزارات اولیا کی زیارت کا حکم	741
ایک بزرگ اور شیطان کا مکالمہ	728	**حکایت**: حفاظتِ دِین کی فکر	742
دو وعیدیں	730	میں کہاں رہائش اختیار کروں؟	743
حکایت: جنت میں داخلے کی بشارت	731	تین وصیتیں	743
فضائل حج پر مشتمل اقوالِ بزرگان دین	731	دوسری فصل: **وجوب حج کی شرائط،** ارکان کی	
چھ کے صدقے چھ لاکھ کا حج قبول	732	**درستی اور واجبات و ممنوعات کا بیان**	744
حکایت: خواب میں دیدار الٰہی	732	حج کی شرائط	744
بیت اللّٰہ شریف اور مکہ مکرمہ کے فضائل	733	حج کا وقت	744
حجر اسود نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی	733	فرض حج ادا ہونے کی شرائط	744
حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کی دعا	734	حج نفل ادا ہونے کی شرائط	745
ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر	734	حج واجب ہونے کی شرائط	745

مضامین	صفحہ نمبر
استطاعت کی اقسام	746
استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے کا حکم	747
حج کے اَرکان	748
حج کے واجبات	748
حج وعمرہ کی ادائیگی کے طریقے	750
تمتع کی شرائط	750
حج وعمرہ کے ممنوعات	751
باب نمبر2: ابتدائے سفر سے واپسی تک کے دس آداب	
﴿1﴾......گھر سے نکلنے سے لے کر احرام تک کے آداب	753
کسی کو رخصت کرتے وقت کی دعا	753
سفرِ حج پر روانہ ہونے سے پہلے کی دعا	754
روانہ ہوتے وقت کی دعا	754
سوار ہوتے وقت کی دعا	755
کسی منزل پر ٹھہرے تو یہ دعا پڑھے	756
رات کے وقت یہ دعا پڑھے	756
دشمن یا کسی درندہ کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھے	757
ڈر خوف محسوس ہو تو یہ دعا پڑھے	758
﴿2﴾......احرام باندھنے سے لے کر دخول مکہ تک کے آداب	759
احرام باندھنے کے بعد یہ دعا پڑھے	759
کوئی چیز اچھی لگے تو یہ پڑھو	760

مضامین	صفحہ نمبر
﴿3﴾......دخول مکہ سے طواف تک کے آداب	761
حدودِ حرم میں داخل ہونے سے پہلے کی دعا	761
مکہ شریف میں داخل ہونے اور نکلنے کی سنت	762
بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے وقت کی دعا	762
بیت اللہ کے قریب پہنچ کر یہ دعا پڑھے	762
حجر اسود کو بوسہ دے کر یہ دعا پڑھے	763
﴿4﴾......طواف کے آداب	764
طواف کا طریقہ	764
مقام ابراہیم کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے	765
میزاب رحمت کے پاس یہ دعا پڑھے	765
طواف کے بعد کی دعا	766
دو رکعت طواف کے بعد کی دعا	767
غلام آزاد کرنے کا ثواب	768
﴿5﴾......سعی کے آداب	769
صفا پر چڑھے تو یہ دعا پڑھے	769
﴿6﴾......وقوف عرفہ اور اس سے پہلے کے آداب	770
منٰی میں پہنچ کر یہ دعا پڑھے	771
عرفات کی جانب جائے تو یہ دعا پڑھے	772
وقوف عرفہ کے دن پڑھی جانے والی دعائیں	772
دعائے خضر	773
﴿7﴾......حج کے بقیہ اعمال وآداب	773

مضامین	صفحہ نمبر
مزدلفہ کی دعا	774
مشعرحرام میں یہ دعا پڑھے	776
کنکریاں مارنے کا طریقہ	776
تکبیرتشریق	777
ذبح کرنے کے بعد کی دعا	778
بہترین قربانی	778
ایک دنبہ دو دنبوں سے افضل	778
وہ عیب کہ جن کے سبب قربانی جائز نہیں	778
حلق کرانے کے بعد کی دعا	779
طواف زیارت کا وقت	779
احرام سے نکلنے کے اسباب	779
حج کے خطبات	780
﴿8﴾......عمرہ اور طواف وداع تک کے دیگر آداب	781
میرے قدم تو اس قابل بھی نہیں......!	781
زمزم پیئے اور یہ دعا مانگے	782
﴿9﴾......طوافِ وَداع کے آداب	782
مکۂ مکرمہ سے رخصتی کے آداب	782
﴿10﴾......زیارتِ مدینہ اور اس کے آداب	783
زیارت سے متعلق تین فرامینِ مصطفٰے	783
مدینہ منورہ کے در و دیوار پر نظر پڑے تو یہ پڑھو!	783
مدینہ منورہ کے آداب	784
مسجد نبوی کے آداب	784
روضۂ اقدس پر حاضری	784
بارگاہِ رسالت میں کسی کا سلام پہنچانے کا طریقہ	786
بارگاہِ صدیقی وفاروقی میں ہدیۂ سلام	786
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے دعا	787
ریاض الجنہ کی فضیلت	788
جنت البقیع میں حاضری	788
ایک عمرے کا ثواب	789
مدینۂ منورہ سے واپسی کے آداب	790
سفر سے واپسی کے آداب	791
حج مقبول کی علامت	792
باب نمبر3: **حج کی باریکیاں اور باطنی اعمال**	793
دس قابل توجہ آداب	793
ایک حج کے بدلے تین کا جنت میں داخلہ	793
حج پر اجرت لینے والے کی مثال	794
اسراف میں بھلائی نہیں اور بھلائی میں اسراف نہیں	795
سخی ہونے کی ایک علامت	795
سفر کو سفر کہنے کی وجہ	796
ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر	796
تطبیق	797
جو نفس پر گراں گزرتا ہو وہ عمل افضل ہے	797

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
سوار ہونے سے متعلق آداب	797	روانگی	809
حکایت: پسندیدہ حاجی	798	جنگل و بیابان کا سفر	810
حاجی کو کیسا ہونا چاہئے؟	798	میقات سے اِحرام باندھنا اور تلبیہ کہنا	810
سواری کے متعلق آداب	800	کہیں ''لَالَبَّیْكَ وَلَاسَعْدَیْكَ'' نہ کہہ دیا جائے	810
خلاصۂ کلام	800	مکۂ مکرمہ میں داخلہ	811
تقویٰ ہو تو ایسا	800	بیت اللہ شریف پر پہلی نظر	811
سیِّدُنا فاروق اعظم اور 300 دینار	801	طواف خانۂ کعبہ	812
بقرہ عید کے دن سب سے افضل نیکی	802	حجر اسود کا استلام	813
سفر حج میں مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت	803	دایاں دست قدرت	813
قبولیتِ حج کی ایک علامت	803	غلاف کعبہ سے لپٹنا اور ملتزم سے چمٹنا	813
باطنی اعمال اور اخلاص	803	صفا و مروہ کی سعی	813
حج کا مفہوم	804	وقوف عرفہ	814
سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کا مقصد	804	جمرات کو کنکریاں مارنا	815
اعمال حج اور دیگر عبادات میں فرق	805	قربانی کرنا	815
حکمت الٰہی کا تقاضہ	805	مدینۂ طیبہ کی حاضری	816
حج کا شوق	806	زیارتِ روضۂ رسول	818
حج کا عزم	806	درود و سلام بارگاہ تک پہنچتا ہے	818
تمام تر خیالات سے دل کو پاک کرنا	807	ایک کے بدلے دس	819
زادِ راہ	808	اختتامی کلمات	819
سواری	808	**تلاوتِ قرآن کا بیان**	821
اِحرام کے کپڑے خریدنا	808	باب نمبر1: **قرآن اور قاریٔ قرآن کی فضیلت**	823

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
فضائلِ تلاوت کے متعلق 11 فرامینِ مصطفٰے	823	**حکایت:** حاکمِ مدینہ کی عاجزی	840
17 اقوالِ بزرگانِ دین	825	بلند آواز سے قراءت مستحب	841
غفلت سے تلاوت کرنے والوں کی مذمت	827	مذکورہ روایات میں تطبیق	842
کیا تیرے نزدیک میرا کوئی مرتبہ ہی نہیں؟	829	بلند آواز سے پڑھنے کے فوائد	842
باب نمبر2: **تلاوت کے ظاہری آداب**	831	جتنی نیتیں زیادہ اتنا ثواب بھی زیادہ	842
﴿1﴾...... قاریٔ قرآن کی حالت	831	کثرتِ تلاوت کے سبب......؟	843
ہر حرف کے بدلے 100 نیکیاں	831	صبح تک اسے بند نہیں کرتا	843
﴿2﴾...... قراءَت کی مقدار	831	﴿10﴾......خوش الحانی وعمدگی سے قراءَت کرنا	843
ختمِ قرآن کے سلسلے میں درجات	832	سیِّدُنا سالم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی خوش الحانی	844
خلاصۂ کلام	833	سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی خوش الحانی	844
﴿3﴾......مقدارِ قراءَت کی تقسیم	833	سیِّدُنا ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی خوش الحانی	844
﴿4﴾......کتابتِ قرآن کے آداب	834	**حکایت:** خوش نصیب قاریٔ قرآن	845
قرآن پر اعراب کس نے لگوائے؟	835	باب نمبر3: **تلاوت کے باطنی آداب**	846
﴿5﴾......ترتیلِ قرآن کے آداب	835	﴿1﴾......کلام کی عظمت وبلندی کو سمجھنا	846
﴿6﴾......رونا	836	کلامِ الٰہی کے معانی کو اس مثال سے سمجھو	847
سب سے بڑی مصیبت	836	خلاصۂ کلام	848
﴿7﴾......آیات کے حق کی رعایت کے آداب	837	﴿2﴾......متکلم کی تعظیم	848
سجدۂ تلاوت کا طریقہ	837	﴿3﴾......حضورِ قلب کے آداب	849
﴿8﴾......قراءَت شروع کرنے کے آداب	838	قرآن سے زیادہ محبوب کچھ نہیں	849
﴿9﴾......بلند آواز سے قراءَت کرنا	840	باغات، حجرے، دلہنیں اور ریشمی لباس وغیرہ	849
آہستہ آواز سے قراءت مستحب	840	﴿4﴾......غور وفکر کرنا	850

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
انمول موتی	850	اچھی آواز سے تلاوت کرنے والا کون؟	868
حکایت: اس بارگاہ سے کیسے پھروں	850	صرف چھ حافظ قرآن	868
تلاوت ہو تو ایسی	851	تلاوت قرآن کا حق	870
﴿5﴾...... سمجھنا	852	﴿9﴾...... ترقی	870
صفات باری تعالٰی	852	تلاوت قرآن کے درجات	870
افعال الٰہیہ	853	گویا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے سن رہا ہوں	871
انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے احوال	854	﴿10﴾...... براءت کا اظہار	872
جھٹلانے والوں کا تذکرہ	855	**حکایت**: جنتی پھول	873
﴿6﴾...... معانی سمجھنے میں رکاوٹ بننے والے اسباب کا خاتمہ	856	خلاصۂ کلام	873
قرآن کے معنی سمجھنے میں حائل رکاوٹیں	856	باب نمبر4: **فہم قرآن اور تفسیر بالرائے**	
اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر نہ کرنے کا نقصان	858	**کا بیان**	875
﴿7﴾...... تخصیص	859	معانیٔ قرآن کا دائرہ بہت وسیع ہے	875
قرآن کس نیت سے پڑھا جائے	861	سیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا علم	876
قرآن بہار ہے	862	قرآن پاک کتنے علوم پر مشتمل ہے؟	876
﴿8﴾...... تأثر	862	خلاصۂ کلام	877
اس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے	863	مضبوط رسی، نورمبین اور نفع بخش شفا	877
یوں تلاوت کرے	864	راہِ نجات	878
کلام الٰہی حکایت کی نیت سے نہ پڑھا جائے	864	منقول تفسیر پر اکتفا کرنا کیسا؟	879
میرے کلام کو بھی چھوڑ دے	866	تفسیر بالرائے سے ممانعت کی وجوہ	880
تلاوت کرنے والے نافرمان کی مثال	866	راسخ فی العلم حضرات کا حصہ	882
اکتاہٹ محسوس ہو تو تلاوت نہ کرو	867	ایک مثال	883

مضامین	صفحہ نمبر
دعا کے اسرار ورموز	883
اختتامی کلمات	884
ذکرُ اللّٰہ اور دُعاؤں کا بیان	885
باب نمبر1: **قرآن وحدیث اور اقوالِ اسلاف سے ذکراللّٰہ کے فضائل وفوائد کابیان**	886
پہلی فصل: **ذکراللّٰہ کی فضیلت**	886
ذکر کی فضیلت پر مشتمل نوفرامین باری تعالیٰ	886
ذکر کی فضیلت پر مشتمل 11 فرامین مصطفےٰ	888
گھڑی بھر رب تعالیٰ کو یاد کرنا	890
ذکر اللّٰہ سے متعلق تین اقوالِ بزرگان	890
دوسری فصل: **مجالسِ ذکر کی فضیلت**	891
مجالسِ ذکر سے متعلق نوفرامین مصطفےٰ	891
تیسری فصل: **کلمۂ توحید پڑھنے کے فضائل**	893
لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے متعلق 15 فرامین مصطفےٰ	893
چوتھی فصل: **سُبْحٰنَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور دیگر اَذکار کے فضائل**	896
سُبْحٰنَ اللّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور دیگر اَذکار کے متعلق 22 فرامین مصطفےٰ	896
گھر سے نکلتے وقت شیاطین سے حفاظت	901
پانچویں فصل: **حقیقتِ ذکر اور اس کے فوائد**	901
ایک سوال اور اس کا جواب	901
ایک سوال اور اس کا جواب	903

مضامین	صفحہ نمبر
شہید کو بے حجاب رب تعالیٰ کا دیدار	905
باب نمبر2: **استغفار، درود اور دعا کے فضائل وآداب**	907
پہلی فصل: **دعا کی فضیلت**	907
فضیلتِ دعا سے متعلق چار فرامین باری تعالیٰ	907
فضیلت دعا سے متعلق پانچ فرامین مصطفےٰ	907
دوسری فصل: **دعا کے دس آداب**	908
وقتِ سحر کے تین فضائل	908
قبولیتِ دعا کے اوقات	909
سجدے میں دُعا کی کثرت کرو	910
دعا قبلہ رخ ہوکر مانگئے	911
دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ	911
دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنا	912
دعا میں ہاتھ بلند کرنے کا طریقہ	912
دُعا میں آواز پست رکھنے کے متعلق تین فرامین باری تعالیٰ	913
دعا میں ہم وزن و مسجع لفظوں کا تکلف کرنے کی ممانعت	913
قرآن وحدیث اور بزرگان دین سے منقول دعا کے الفاظ	914
خوف وامید سے دعا مانگنے سے متعلق دوفرامین باری تعالیٰ	916
کامل یقین کے ساتھ دعا مانگنے سے متعلق تین فرامین مصطفےٰ	916
دعا کی قبولیت ظاہر ہونے یا نہ ہونے پر پڑھے جانے والے کلمات	917
دُعا کی قبولیت کا سبب	918

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
قحط سالی کے متعلق 12 حکایات	919	اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندے	934
﴿1﴾……چغل خوری کا وبال	919	استغفار کی فضیلت پر مشتمل 11 اقوال بزرگان دین	934
﴿2﴾……قحط سالی دور ہوگئی	919	باب نمبر 3: **انبیائے کرام وبزرگان دین سے**	
﴿3﴾……ظلم کا انجام	919	**منقول 16 دعائیں**	937
﴿4﴾……گناہوں کی نحوست	920	﴿1﴾……دعائے مصطفےٰ بعد از سُنَنِ فجر	937
﴿5﴾……چیونٹی کی فریاد	920	﴿2﴾……جامع اور کامل دعا	939
﴿6﴾……بارگاہ الٰہی میں مقبولیت	920	﴿3﴾……دُعائے دافع رنج والم وغم	939
﴿7﴾……بارش میں تاخیر نہیں بلکہ……	921	﴿4﴾……دُعائے صدیقِ اکبر	940
﴿8﴾……ایک آنکھ والا آدمی	921	﴿5﴾……اللہ عَزَّوَجَلَّ کس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے؟	941
﴿9﴾……علمائے کرام کی اہمیت	921	﴿6﴾……کوڑھ، برص، فالج سے نجات دینے اور داخل جنت	
﴿10﴾……سعدون مجنون کی دعا	922	کرنے والے کلمات	941
﴿11﴾……حبشی غلام کی دعا	923	﴿7﴾……ہر نقصان سے حفاظت کی دعا	942
﴿12﴾……وسیلے کی برکت	923	﴿8﴾……سارے دن کے شکرانے کی دعا	943
تیسری فصل: **درود پاک کی فضیلت اور عظمت**		﴿9﴾……دعائے عیسیٰ	943
مصطفےٰ	924	﴿10﴾……ڈوبنے اور چوری سے حفاظت کی دعا	944
فضیلت درود سے متعلق 11 فرامین مصطفےٰ	924	﴿11﴾……دین ودنیا کی بھلائی کے حصول کی دعا	944
خصائصِ مصطفےٰ	926	﴿12﴾……جنت میں داخلے کی دعا	945
رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی	928	﴿13﴾……رنج والم اور محتاجی سے نجات کی دعا	946
درود ہمیشہ مکمل پڑھیں یا لکھیں	928	﴿14﴾……تسبیحات باری تعالیٰ	946
چوتھی فصل: **استغفار کی فضیلت**	929	﴿15﴾……بارگاہِ رب العزت میں بلند مرتبہ تسبیحات	947
استغفار سے متعلق 19 فرامین مصطفےٰ	930	﴿16﴾……دعائے ابراہیم بن ادہم	948

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
باب نمبر4: **قرآن وحدیث میں وارد نماز کے**		صدقہ دیتے وقت کی دعا	970
بعد کی دعائیں	952	کوئی نقصان ہوجائے تو یہ دعا پڑھئے	970
نماز کے بعد مانگی جانے والی 27 دعائیں	952	جائز کام شروع کرتے وقت کی دعا	970
نماز کے بعد مانگی جانے والی 12 قرآنی دعائیں	958	آسمان کی طرف دیکھتے وقت کی دعا	970
20 مسنون دعائیں اور مختلف اِستِعَاذے	960	بادل کے گرجنے پر پڑھی جانے والی دعا	971
باب نمبر5: **مختلف مسنون دعائیں**	964	جب آسمانی بجلی چمکے تو یہ دعا پڑھئے	971
مسجد کی طرف جاتے وقت کی دعا	964	بارش کے وقت کی دعا	971
گھر سے نکلتے وقت کی دعا	964	جب کسی پر غصہ آجائے تو یہ دعا پڑھئے	971
مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا	965	کسی قوم سے خطرے کے وقت کی دعا	971
رُکوع کی دعا	965	کفار سے جہاد کے وقت کی دعا	972
رکوع سے اٹھتے وقت کی دعا	966	کان بجتے ہوں تو......!	972
سجدے میں جاتے وقت کی دُعا	966	دعا کی قبولیت پر یہ دعا پڑھئے	972
نماز کے بعد کی دُعا	967	اذانِ مغرب کے وقت کی دعا	972
مجلس سے اٹھتے وقت کی دعا	967	کوئی غم پہنچے تو یہ دعا پڑھیں	973
بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعا	967	جسم میں درد ہو تو یہ دعا پڑھئے	973
ادائیگی قرض کی دعا	968	مصیبت کے وقت کی دعا	974
نیا لباس پہنتے وقت کی دُعا	968	سوتے وقت کے اوراد اور دعائیں	974
جب کوئی شگون دل میں کھٹکے تو یہ دُعا پڑھئے	968	نیند سے بیدار ہوتے وقت کی دعائیں	976
نیا چاند دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا	969	شام کے وقت کی دعا	978
آندھی کے وقت کی دعا	969	آئینہ دیکھتے وقت کی دُعا	978
کسی کے انتقال کی خبر سن کر پڑھی جانے والی دعا	969	کوئی چیز خریدتے وقت کی دعا	978

مضامین	صفحہ نمبر
نکاح کی مبارک باد دیتے وقت کی دعا	978
قرض ادا کرتے وقت کی دعا	979
ایک سوال اور اس کا جواب	979
اوراد کی ترتیب اور شب بیداری کی تفصیل کا بیان	981
باب نمبر1: **اَوراد کی فضیلت اور ترتیب و اَحکام کا بیان**	983
اوراد کو مختلف اقسام میں تقسیم کرنے کی وجہ	983
نفس کی فطرت	984
نجات کے خواہش مند کا جدول	984
چند فرامین باری تعالیٰ	984
فلاح پانے والوں کی تعریف میں وارد آیات	986
سورج اور چاند کا خیال رکھنے والے	987
اَوراد کی تعداد اور ترتیب کا بیان	989
دن کے وظائف کی تفصیل	989
پہلا وظیفہ	989
بیدار ہونے کے بعد کی دعا	990
فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا	991
مقبول حج وعمرے کا ثواب	991
راہ خدا میں جہاد کے برابر عمل	992
چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب عمل	993
نمازِ فجر کے بعد کے وظائف	994
﴿1﴾...... دُعائیں	994
﴿2﴾...... بار بار کئے جانے والے اذکار	995
بار بار پڑھے جانے والے دس کلمات	995
﴿3﴾...... قرآنِ پاک کی تلاوت	997
حکایت: سعادت مندوں کا عمل	998
﴿4﴾...... غور وفکر کرنا	1000
سب سے بلند رتبہ عبادت	1001
انس ومحبت میں فرق	1001
عارف کی محبت اور ذاکر کے انس میں نسبت	1001
نور کے 70 حجابات	1002
خلاصۂ کلام	1003
دوسرا وظیفہ	1003
رجوع کرنے والوں کی نماز کا وقت	1004
تیسرا وظیفہ	1005
اس وقت کا وظیفہ	1006
مومن کے ملنے کی تین جگہیں	1006
نیند بھی عبادت ہے	1007
دن کے اعمال میں سب سے افضل عمل	1007
چوتھا وظیفہ	1008
پانچواں وظیفہ	1009

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
تین چیزوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ غضب فرماتا ہے	1009	بندہ سوتے وقت تین باتوں پر غور کرے	1026
نیند کی مقدار	1009	بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے	1026
چھٹا وظیفہ	1010	بیدار ہونے کے بعد کی دعا	1026
ساتواں وظیفہ	1011	**چوتھا وظیفہ**	1027
توبہ واستغفار سے متعلق چند فرامین باری تعالیٰ	1012	عبادت کے لئے کون سا وقت افضل ہے؟	1027
مغرب کی اذان کے وقت کی دعا	1012	اس وظیفے کی ترتیب	1028
محاسبۂ نفس	1013	تہجد کے لئے اٹھے تو یہ پڑھے	1028
رات کے وظائف کا بیان	1014	**پانچواں وظیفہ**	1031
پہلا وظیفہ	1014	ہر حق والے کو اس کا حق دو	1031
اس وظیفہ کی ترتیب	1015	ایک دن میں چار جمع کرنے پر مغفرت کی بشارت	1032
دوسرا وظیفہ	1015	اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا ناپسندیدہ عمل	1033
اس وظیفے کی ترتیب	1015	دو رکعتیں تمام کے برابر	1034
ہزار آیات سے افضل	1016	**احوال بدلنے سے وظائف کا بدل جانا**	1034
تیسرا وظیفہ	1018	صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے معمولات	1034
عالم کا سونا عبادت ہے	1019	ایک سوال اور اس کا جواب	1035
سونے کے 10 آداب	1019	اوراد و وظائف سے مقصود	1035
اسے کلام کی اجازت نہ دی جائے گی	1020	**حکایت**: مرنے سے پہلے جنت کا نظارہ	1035
اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی تین خصلتیں	1021	عبادت پر مقدم علم سے کون سا علم مراد ہے؟	1037
سوتے وقت کی دعا	1022	عالم کے وقت کی تقسیم	1037
وہ قرآن نہ بھولے گا	1022	معزز مقام	1039
انمول موتی	1025	**حکایت**: محفل ذکر میں حاضر ہونے کی فضیلت	1039

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
حاصل کلام	1039	شب بیداری کی فضیلت پر مشتمل 18 فرامین مصطفےٰ	1051
صدقہ کی نیت سے زائد مال کمانا کیسا؟	1040	شب بیداری کی فضیلت پر مشتمل 24 اقوال بزرگان دین	1056
اپنے اور مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری	1040	**شب بیداری میں آسانی کے ظاھری**	
عبادت بدنیہ پر دو چیزیں مقدم ہوں گی	1040	**و باطنی اسباب**	1060
صدیقین کے مرتبے پر فائز شخص کی علامات	1042	چار ظاہری اسباب	1060
وظائف میں اصل ان پر ہمیشگی اختیار کرنا ہے	1043	گناہوں کا قیدی	1061
ایک سوال اور اس کا جواب	1044	شب بیداری سے محرومی کا سبب	1061
باب نمبر2: **قیام اللیل میں آسانی پیدا**		ایک گناہ کی سزا	1061
کرنے والے اسباب، شب بیداری کے		جماعت فوت ہونے کا سبب	1062
لئے مستحب راتیں، مغرب و عشا کے		خلاصۂ کلام	1062
درمیانی وقت اور شب بیداری کی فضیلت		چار باطنی اسباب	1062
اور رات کے اوقات کی تقسیم کا بیان	1045	توصہیب کو نیند نہیں آتی	1063
مغرب و عشا کے درمیانی وقت کی فضیلت	1045	سوال وجواب	1065
بیس یا چالیس سال کے گناہ معاف	1045	شب بیداروں کے واقعات واقوال	1065
گویا شب قدر میں نماز پڑھی	1045	محبِّ الٰہی ومحبوب الٰہی کی علامات	1067
جنتی محل	1046	بخشش کے جھونکے	1068
نماز مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنے کی فضیلت	1046	قبولیت کی گھڑی	1068
خواب میں زیارت رسول سے مشرف ہو	1048	شب کے اوقات کی تقسیم کا طریقہ	1069
خلاصۂ کلام	1049	عشا کے وضو سے فجر ادا کرنے والے	1069
شب بیداری کی فضیلت	1050	رات میں بیدار ہو تو اس سنت پر عمل کرے	1072
شب بیداری کی فضیلت سے متعلق چھ فرامین باری تعالیٰ	1050	فضیلت والی راتیں	1073

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
100 سال کی نیکیوں کا ثواب	1074	آخرت کی لذت سے محرومی کا باعث	1075
دل زندہ رہے گا	1074	حکایات کی فہرست	1077
فضیلت والے ایام	1075	تفصیلی فہرست	1078
60 ماہ کے روزوں کا ثواب	1075	ماخذ ومراجع	1114
پورا ہفتہ اور پورا سال گناہوں سے سلامتی	1075	اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیه کی کتب کا تعارف	1119

{......سنت کی بہاریں}

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

اللّٰہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی کے حصول اور با کردار مسلمان بننے کے لئے ''**دعوتِ اسلامی**'' کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** سے ''**مدنی انعامات**'' نامی رسالہ حاصل کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کیجئے اور اپنے اپنے شہروں میں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت فرما کر خوب خوب ''**سنتوں کی بہاریں**'' لُوٹئے۔ **دعوتِ اسلامی** کے سنتوں کی تربیت کے لیے بے شمار **مدنی قافلے** شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی سنتوں بھرا سفر اختیار فرما کر اپنی آخرت کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کریں۔

اِنْ شَآءَاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنی زندگی میں حیرت انگیز طور پر ''**مدنی انقلاب**'' برپا ہوتا دیکھیں گے۔

؎ **اللّٰہ** کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں   اے **دعوتِ اسلامی** تیری دھوم مچی ہو!

مأخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ
ترجمۂ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ
تفسیر النسفی	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۱۰ھ	دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ
التفسیر الکبیر	فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
تفسیرروح البیان	امام شیخ اسماعیل حقی البروسوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ پاکستان
تفسیرالبغوی	امام ابو محمدحسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۴ھ
تفسیرالخازن	امام علامہ علی بن محمد بن ابراھیم خازن رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۴۱ھ	صدیقیہ کتب خانہ
تفسیرغرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن بن محمدنیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۲۸ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۶ھ
روح المعانی	علامہ ابوفضل شھاب الدین آلوسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
تفسیرالدرالمنثور	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالفکربیروت ۱۴۰۳ھ
تفسیرالقرطبی	ابوعبداللہ محمدبن احمدانصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۷۱ھ	دارالفکربیروت ۱۴۲۰ھ
صحیح البخاری	امام محمدبن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۶۱ھ	دارابن حزم ۱۴۱۹ھ
سنن ابی داوٗد	امام ابوداوٗدسلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دارالفکربیروت ۱۴۱۴ھ
سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی الشھیربابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۳ھ	دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
الموطا	امام مالک بن انس اصبحی حمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۷۹ھ	دارالمعرفۃبیروت ۱۴۲۰ھ
الادب المفرد	امام محمدبن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	ملتان پاکستان
صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکرمحمد بن اسحاق نیشاپوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی ۱۳۹۰ھ
السنن الکبریٰ	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دارا لکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ
السنن الکبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دارا لکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
دلائل النبوۃ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۳ھ
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ

الزہدالکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	مؤسسۃالکتب الثقافیۃ ۱۴۱۷ھ
المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دارا لکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
المعجم الصغیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دارا لکتب العلمیۃ ۱۴۰۳ھ
کتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
المصنف	امام حافظ ابوبکرعبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
المصنف	حافظ عبداللّٰہ محمدبن ابی شیبۃ عبسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۳۵ھ	دارالفکربیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	امام ابو عبد اللّٰہ محمدبن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۰۴ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
المسند	امام ابوعبداللّٰہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالفکربیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	حافظ حارث بن ابی اسامہ متوفّٰی ۲۸۲ھ	المکتبۃ الشاملۃ
الموسوعۃ	ابوبکرعبداللّٰہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ھ
مسندابی یعلی	امام ابویعلی احمدبن علی موصلی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
سنن الدارمی	امام عبد اللّٰہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
سنن الدارقطنی	امام علی بن عمردارقطنی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۵ھ	ملتان پاکستان
المستدرک	امام ابوعبداللّٰہ محمدبن عبداللّٰہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۰۵ھ	دارالمعرفۃبیروت ۱۴۱۸ھ
الاحسان بترتیب......	امام حافظ محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۴۲ھ	دارالفکربیروت ۱۴۲۱ھ
الجامع	امام حافظ معمر بن راشد ازدی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۵۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
شرح السنۃ	امام ابومحمدحسین بن مسعودبغوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
البحرالزخاربمسندالبزار	امام ابوبکراحمدبن عمرو بزار رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
شرح معانی الآثار	ابوجعفراحمدبن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
الفردوس الاخبار	حافظ شیرویہ بن شہرداربن شیرویہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۰۹ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
جامع الاصول	امام ابو السعادات مبارک بن محمد ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۰۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
معرفۃ السنن والآثار	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
اِتحاف الخیُرۃ المَہرۃ	امام احمدبن ابی بکربن اسماعیل بوصیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۴۰ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۹ھ
نوادرالاصول	ابوعبداللّٰہ محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	مکتبۃ الامام البخاری
الاحادیث المختارۃ	ضیاء الدین ابوعبداللّٰہ محمدبن عبدالواحدحنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۴۳ھ	دار خضر بیروت ۱۴۲۱ھ

مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۰۷ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
الترغیب والترہیب	امام زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۵۶ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۵ھ
الشمائل المحمدیۃ	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ
تاریخ مدینۃ دمشق	حافظ ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
تذکرۃ الحفاظ	امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۴۸ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
معرفۃ الصحابۃ	امام حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
تہذیب الاسماء واللغات	محیی الدین ابوذکریا یحیی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۷۶ھ	المکتبۃ الشاملۃ
الفقیہ والمتفقہ	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار ابن جوزی ۱۴۲۸ھ
کنزالعمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
تلخیص الحبیر	امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
الطہور	حافظ ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۲۴ھ	المکتبۃ الشاملۃ
الجامع لاخلاق الراوی	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۳ھ
الامالی فی آثار الصحابۃ	امام حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۱۱ھ	مکتبۃ القرآن قاہرۃ
الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۵ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
طبقات المحدثین	حافظ ابوالشیخ عبد اللہ بن محمد اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۹ھ	المکتبۃ الشاملۃ
فتح الباری	امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۵ھ
عمدۃ القاری	امام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۵ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
شرح النووی علی صحیح مسلم	محیی الدین ابوذکریا یحیی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیۃ
الکبائر	امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ	پشاور ۱۹۸۵ء
الزواجر عن اقتراف الکبائر	امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۷۴ھ	دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۱۹ھ
جمع الجوامع	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
المطالب العالیۃ	امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ
المقاصد الحسنۃ	امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۰۲ھ	دارالکتاب العربی ۱۴۲۵ھ
مرقاۃ المفاتیح	علامہ علی بن سلطان محمد قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۲ھ
تحفۃ الحبیب علی	سلیمان بن محمد بن عمر متوفّٰی ۱۲۲۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ

حدیث ابی نعیم	امام حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	المکتبۃ الشاملۃ
فیض القدیر	امام محمد عبد الرءُوف مناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
تہذیب التہذیب	امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۲ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
کتاب الضعفاء	ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی عقیلی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۲ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
المجروحین	امام حافظ محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
منحۃ الخالق......	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۲۵۲ھ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
حاشیۃ اِعانۃ الطالبین	علامہ ابو بکر عثمان بن محمد دمیاطی بکری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۰۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
البحر المحیط......	امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۹۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
حلیۃ الاولیاء	امام حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
سبل الہدی والرشاد	امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۴۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۸ھ
الزہد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
الزہد	امام عبداللہ بن المبارک مرزوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ
الحث علی طلب العلم	حافظ ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۹۵ھ	المکتب الاسلامی ۱۴۰۶ھ
اتحاف السادۃ المتقین	علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیۃ
الشفا	امام ابوفضل عیاض بن موسی بن عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند
قوت القلوب	شیخ ابوطالب محمد بن علی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
مختصر منہاج القاصدین	احمد بن محمد بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۴۲ھ	المکتبۃ الشاملۃ
وفاء الوفاء	نورالدین علی بن احمد سمہودی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار احیاء التراث العربی
المدخل	امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد عبدری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۳۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
التذکرۃ الحمدونیۃ	محمد بن حسن بن محمد بن علی بن حمدون رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۶۲ھ	المکتبۃ الشاملۃ
المستطرف	شہاب الدین محمد بن ابی احمد ابی فتح رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۰ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
حیاۃ الحیوان الکبری	کمال الدین محمد بن موسی بن عیسی دمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۰۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
صِفۃ الصفوۃ	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
صید الخاطر	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۹۷ھ	مکتبۃ نِزار مصطفی الباز ۱۴۲۵ھ
المجموع شرح المہذب	محیی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۷۶ھ	دار الفکر بیروت
بستان الواعظین	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
ذمّ الہوی	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۹۷ھ	مکتبۃ الکتاب والسنۃ پشاور

عیون الاخبار	ابو محمد عبد اللّٰہ بن مسلم قتیبہ دینوری رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٢٧٦ھ	دارالکتب العلمیة ١٤١٨ھ
التذکرۃ فی الوعظ	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٥٩٧ھ	دارالمعرفة بیروت ١٤٠٦ھ
کشف الخفاء	امام اسمعیل بن محمد بن ہادی عجلونی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ١١٦٢ھ	دارالکتب العلمیة ١٤٢٤ھ
تذکرۃ الموضوعات	علامہ محمد طاہر بن علی ہندی پٹنی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٩٨٦ھ	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
تنزیہ الشریعة	ابو الحسن علی بن محمد بن عراق کنانی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٩٦٣ھ	دارالکتب العلمیة ١٤٠١ھ
اللآلیٔ المصنوعة	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٩١١ھ	دارالکتب العلمیة ١٤١٧ھ
العلل المتناہیة	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٥٩٧ھ	دارالکتب العلمیة ١٤٢٤ھ
کشف الظنون	مولٰی مصطفٰی بن عبداللّٰہ رومی حنفی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ١٠٦٧ھ	دارالفکر بیروت ١٤١٩ھ
تعریف الاحیاء	علامہ شیخ عبدالقادر بن شیخ بن عبداللّٰہ عید روس رحمۃاللّٰہ علیہ متوفی ١٠٣٨ھ	دارصادر بیروت ٢٠٠٠ء
تشیید الارکان	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٩١١ھ	دارصادر بیروت ٢٠٠٠ء
الطبقات الشافعة الکبرٰی	تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٧٧١ھ	دارالنشر ١٤١٣ھ
الثبات عند الممات	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٥٩٧ھ	مؤسسة الکتب الثقافیة ١٤٠٦ھ
العقد الفرید	احمد بن محمد عبد ربّہ اندلسی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٣٢٨ھ	دارالکتب العلمیة ١٤١٧ھ
مفردات الفاظ القرآن	امام راغب ابو قاسم حسین بن محمد اصفہانی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٥٠٢ھ	دارالقلم دمشق ١٤١٦ھ
روضة العقلاء	امام حافظ محمد بن حبان رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٣٥٤ھ	دارالکتب العلمیة ١٣٩٧ھ
جامع العلوم والحکم	عبدالرحمن بن شہاب الدین بن رجب حنبلی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٧٩٥ھ	المکتبة الفیصلیة مکة المکرمة
جامع بیان العلم و فضلہ	حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللّٰہ ابن عبد البر رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٤٦٣ھ	دارالکتب العلمیة ١٤٢٨ھ
کتاب الفقہ......	عبد الرحمن بن محمد جزیری	دارالکتب العلمیة ١٤٢٠ھ
الآداب الشرعیة	ابو عبد اللّٰہ محمد بن مفلح مقدسی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ٧٦٣ھ	المکتبة الشاملة
الانتقاء فی فضائل الثلاثة......	امام یوسف بن عبد اللّٰہ محمد بن عبد البر رحمۃاللّٰہ علیہ متوفّٰی ٤٦٣ھ	دارالکتب العلمیة بیروت
المجالسة وجواہر العلم	حافظ ابوبکر احمد بن مروان دینوری مالکی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفی ٣٣٣ھ	دارالکتب العلمیة ١٤٢١ھ
سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی رحمۃاللّٰہ علیہ متوفی ٧٤٨ھ	دارالفکر بیروت ١٤١٧ھ

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ 221 کُتُب ورسائل مع عنقریب آنے والی 19 کُتُب ورسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب:

01......راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء) (کل صفحات:40)

02......کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم) (کل صفحات:199)

03......فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاء لِآدَابِ الدُّعَاء مَعَهٗ ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء) (کل صفحات:326)

04......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْدِ فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد) (کل صفحات:55)

05......والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)

06......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات:561)

07......معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات:41)

08......ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَه) (کل صفحات:60)

09......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي) (کل صفحات:100)

10......شریعت وطریقت (مَقَالُ عُرَفَا بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَا) (کل صفحات:57)

11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)

12......اَلْوَظِيْفَةُ الْكَرِيْمَه (کل صفحات:46)

13......ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال) (کل صفحات:63)

14...... ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہید ایمان) (کل صفحات:74)

15......کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)

16......اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات 31)

عربی کُتُب:

17 تا 21......جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰى رَدِّ الْمُحْتَار (المجلد الاول والثانی والثالث والرابع والخامس) (کل صفحات:570، 672، 713، 650، 483)

22......اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِي عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِي (کل صفحات:458)

23......كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم (کل صفحات:74)

24......اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَه (کل صفحات:62)

25......اِقَامَةُ الْقِيَامَة (کل صفحات:60)

26......اَلزَّمْزَمَةُ الْقُمْرِيَّه (کل صفحات:93)

27......اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِي (کل صفحات:46)

28......تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان (کل صفحات:77)

29......اَجْلَى الْاِعْلَام (کل صفحات:70)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......جَدُّ الْمُمْتَار جلد ۵، ۶، ۷

﴿شعبہ تراجمِ کُتُب﴾

01......مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاهِرفِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاهِر) (کل صفحات:112)

02......سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْهِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَال الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:28)

03......نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّةُالْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْب الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:142)

04......نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّه) (کل صفحات:54)

05......جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِح فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح) (کل صفحات:743)

06......جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد دوم) (اَلزَّوَاجِرعَنِ اقْتِرَافِ الْكَبَائِر) (کل صفحات:1012)

07......جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد اول) (اَلزَّوَاجِرعَنِ اقْتِرَافِ الْكَبَائِر) (کل صفحات:853)

08......امامِ اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کی وصیتیں (وَصَایَاامَام اَعْظَم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ) (کل صفحات:46)

09......اصلاحِ اعمال (جلد اول) (اَلْحَدِیْقَةُالنَّدِیَّه شَرْحُ طَرِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّه) (کل صفحات:866)

10......اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَةُالْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) جلد اول (کل صفحات:896)

11......نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُبِالْمَعْرُوْف وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْكَر) (کل صفحات:98)

12......عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَه فِی طَلَبِ الْحَدِیْث) (کل صفحات:105)

13......فیضانِ مزاراتِ اولیا (كَشْفُ النُّوْرعَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر) (کل صفحات:144)

14......دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّهْدوَقَصْرُالْاَمَل) (کل صفحات:85)

15......راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)

16......اِحْیَاءُ الْعُلُوْم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْیَاء) (کل صفحات:641)

17......حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق) (کل صفحات:649)

18......اِحْیَاءُ الْعُلُوْم مترجم (جلد اول) (کل صفحات:1124)

19......عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم، حصہ اول) (کل صفحات:412)

20......عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)

21......اچھے برے عمل (رِسَالَةُالْمُذَاكَرَه) (کل صفحات:122)

22......شکر کے فضائل (اَلشُّكْرُلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ) (کل صفحات:122)

23......حسنِ اخلاق (مَكَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:102)

24......آنسوؤں کا دریا (بَحْرُالدُّمُوْع) (کل صفحات:300)

25......آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن) (کل صفحات:63)

26......شاہراہ اولیا (مِنْهَاجُ الْعَارِفِیْن) (کل صفحات:36)

27......152 رحمت بھری حکایات (کل صفحات:326)

28......بیٹے کو نصیحت (اَیُّهَاالْوَلَد) (کل صفحات:64)

29......اَلدَّعْوَه اِلَی الْفِكْر (کل صفحات:148)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......قوت القلوب (جلد اول)

02......حلیۃ الاولیا (جلد دوم)

﴿شعبہ درسی کُتُب﴾

01......مراح الارواح مع حاشیۃضیاء الاصباح(کل صفحات:241)

02......الاربعین النوویہ فی الأحادیث النبویہ(کل صفحات:155)

03......اتقان الفراسہ شرح دیوان الحماسہ(کل صفحات:325)

04......اصول الشاشی مع احسن الحواشی (کل صفحات:299)

05......نورالایضاح مع حاشیۃالنوروالضیاء(کل صفحات:392)

06......شرح العقائدمع حاشیۃجمع الفرائد(کل صفحات:384)

07......الفرح الکامل علی شرح مئۃ عامل(کل صفحات:158)

08......عنایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو(کل صفحات:280)

09......صرف بھائی مع حاشیہ صرف بنائی (کل صفحات:55)

10......دروس البلاغہ مع شموس البراعہ(کل صفحات:241)

11......مقدمۃالشیخ مع التحفۃالمرضیہ(کل صفحات:119)

12......تفسیرالجلالین مع حاشیہ انوارالحرمین(کل صفحات:405)

13......نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (کل صفحات:175)

14......نحو میرمع حاشیہ نحو منیر (کل صفحات:203)

15......تلخیص اصول الشاشی (کل صفحات:144)

16......نصاب النحو(کل صفحات:288)

17......نصاب اصولِ حدیث(کل صفحات:95)

18......نصاب التجوید(کل صفحات:79)

19......المحادثۃ العربیہ(کل صفحات:101)

20......تعریفاتِ نحویہ(کل صفحات:45)

21......خاصیات ابواب(کل صفحات:141)

22......شرح مئۃ عامل(کل صفحات:38)

23......نصاب الصرف(کل صفحات:343)

24......نصاب المنطق(کل صفحات:168)

25......انوارالحدیث(کل صفحات:466)

26......نصاب الادب(کل صفحات:184)

﴿شعبہ تخریج﴾

01......صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کاعشق رسول (کل صفحات:274)

02......بہارشریعت (جلداوّل، حصہ 1 تا6) (کل صفحات:1360)

03......بہارشریعت (جلددوم، حصہ 7 تا13) (کل صفحات:1304)

04......اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ (کل صفحات:59)

05......جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ (کل صفحات:470)

06......بہارشریعت جلدسوم (کل صفحات :1332)

07......عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422)

08...... گلدستہ عقائدواعمال (کل صفحات244)

09......بہارشریعت(سولھواں حصہ)(کل صفحات312)

10......تحقیقات (کل صفحات:142)

11...... اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)

12......جنتی زیور (کل صفحات:679)

13......علم القرآن (کل صفحات:244)

14......سوانح کربلا (کل صفحات:192)

15......اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)

16......کتاب العقائد (کل صفحات:64)

17......منتخب حدیثیں (کل صفحات:246)

18......اسلامی زندگی (کل صفحات:170)

19......آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)

20 تا26......فتاویٰ اہل سنت (سات حصے)

27......حق وباطل کا فرق (کل صفحات:50)

28......بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)
29......جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)
30......کراماتِ صحابہ (کل صفحات:346)
31......اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)
32......سیرتِ مصطفیٰ (کل صفحات:875)
33......19 دُرُود وسلام (کل صفحات:16)
34......فیضانِ نماز (کل صفحات:49)
35......آئینۂ عبرت (کل صفحات:133)

﴿شعبہ فیضانِ صحابہ﴾

01......حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (کل صفحات:132)
02......حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (کل صفحات:89)
03......حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عبیداللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (کل صفحات:56)
04......حضرت سیِّدُنا ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (کل صفحات:60)
05......حضرت سیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (کل صفحات:72)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

﴿شعبہ اِصلاحی کُتُب﴾

01......غوثِ پاک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حالات (کل صفحات:106)
02......تکبر (کل صفحات:97)
03......40 فرامین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)
04......بدگمانی (کل صفحات:57)
05......قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)
06......نور کا کھلونا (کل صفحات:32)
07......اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)
08......فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)
09......امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
10......ریاکاری (کل صفحات:170)
11......قومِ جِنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)
12......عشر کے احکام (کل صفحات:48)
13......توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
14......فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)
15......احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
16......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
17......کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)
18......ٹی وی اور مُووِی (کل صفحات:32)
19......طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
20......مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)
21......فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
22......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
23......نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)
24......خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)
25......تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)
26......انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

27......حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)
28......جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)
29......نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)
30......کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)
31......آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
32......تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)
33......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
34......حج وعمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48)
35......جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)
36......ضیائے صدقات (کل صفحات:408)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......فیضانِ دعا (غار کے قیدی)
02......قسم کے احکام
03......فیضانِ اسلام
04......جلد بازی
05......حسد
06......بخل

﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

01......علم وحکمت کے 125 مدنی پھول (تذکرہ امیر اہلسنت قسط5) (کل صفحات:102)
02......قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
03......حقوق العباد کی احتیاطیں (تذکرہ امیر اہلسنت قسط 6) (کل صفحات: 47)
04...... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
05......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)
06......نادان عاشق (کل صفحات:32)
07......سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)
08......بابرکت روٹی (کل صفحات:32)
09......25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)
10......آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32)
11......دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
12......بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32)
13......گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:23)
14......میں نیک کیسے بنا (کل صفحات:32)
15......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)
16......حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
17......اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32)
18......میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32)
19......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط سوم (سنّت نکاح) (کل صفحات:86)
20......چند گھڑیوں کا سودا (کل صفحات:32)
21...... آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات: 275)
22......خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات:32)
23......بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)
24......کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)
25......پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48)
26......کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
27......دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
28......صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)
29......میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:32)
30......ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32)
31......نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)
32......فیضان امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)
33......ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)
34......ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)

35...... تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (2) (کل صفحات:48)
36......گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)
37......مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)
38......ناکام عاشق (کل صفحات:32)
39......چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)
40......جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)
41......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (1) (کل صفحات:49)
42......غافل درزی (کل صفحات:36)
43......تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4) (کل صفحات:49)
44......مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
45......چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)
46......کفن کی سلامتی (کل صفحات:33)
47......معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
48......بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
49......عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
50......بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)
51......نومسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)
52......ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)
53......قاتل امامت کے مصلے پر (کل صفحات:32)
54......مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)
55......اغوا شدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)
56......فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)
57......سینما گھر کا شیدائی (کل صفحات: 32)
58......قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
59......خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)
60......شرابی، مؤذن کیسے بنا (کل صفحات:32)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......اجنبی کا تحفہ
02......جیل کا گویا

گناہوں سے نفرت کرنے کا ذہن

”دعوت اسلامی“ کے سنتوں کی تربیت کے **”مدنی قافلوں“** میں سفر اور روزانہ **”فکرِ مدینہ“** کے ذریعے **”مدنی انعامات“** کا رسالہ پُر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی 10 دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوت اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے **”پابندِ سنت“** بننے، **”گناہوں سے نفرت“** کرنے اور **”ایمان کی حفاظت“** کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

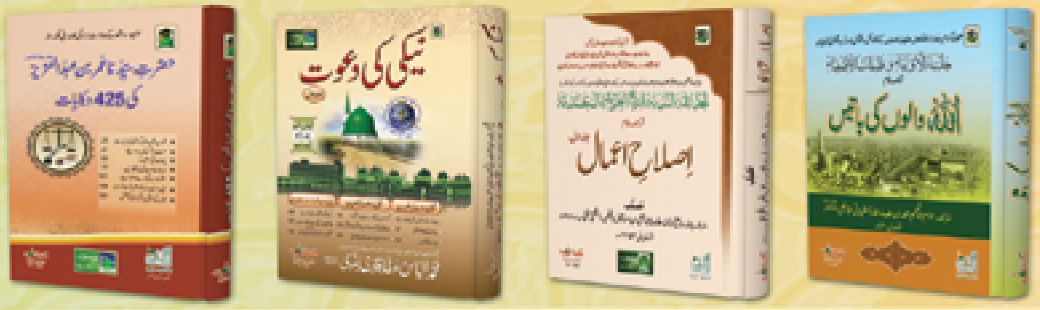

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسُنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں بکثرت سُنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جُمعرات مغرب کی نَماز کے بعد آپ کے شہر میں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کیلئے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے۔ عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں بہ نیتِ ثواب سُنّتوں کی تربیت کیلئے سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی بَرَکت سے پابندِ سنّت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کُڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ **"مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔"** اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی اِنعامات"** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی قافِلوں"** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- کراچی: شہید مسجد، کھارادر۔ فون: 021-32203311
- لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ۔ فون: 042-37311679
- سردارآباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
- کشمیر: چوک شہیداں، میرپور۔ فون: 058274-37212
- حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
- ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
- اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767
- راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
- پشاور: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور اسٹریٹ، صدر۔
- خان پور: دُرانی چوک، نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
- نواب شاہ: چکرا بازار، نزد MCB۔ فون: 0244-4362145
- سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ۔ فون: 071-5619195
- گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4225653
- گلزارِ طیبہ (سرگودھا): فیلا مارکیٹ بالمقابل جامع مسجد سید حامد علی شاہ۔ 048-6007128

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

فون: 021-34921389-93 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net